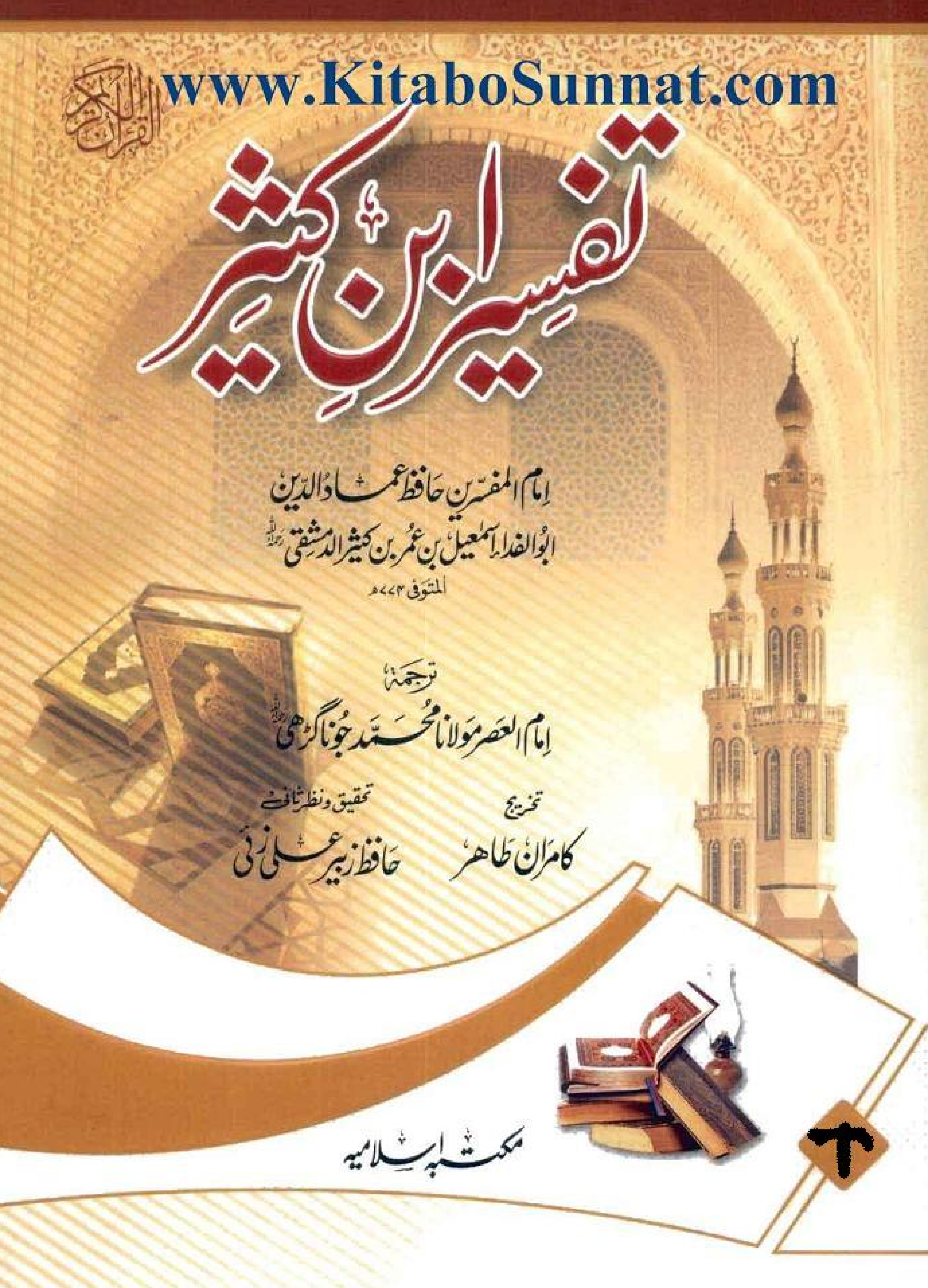
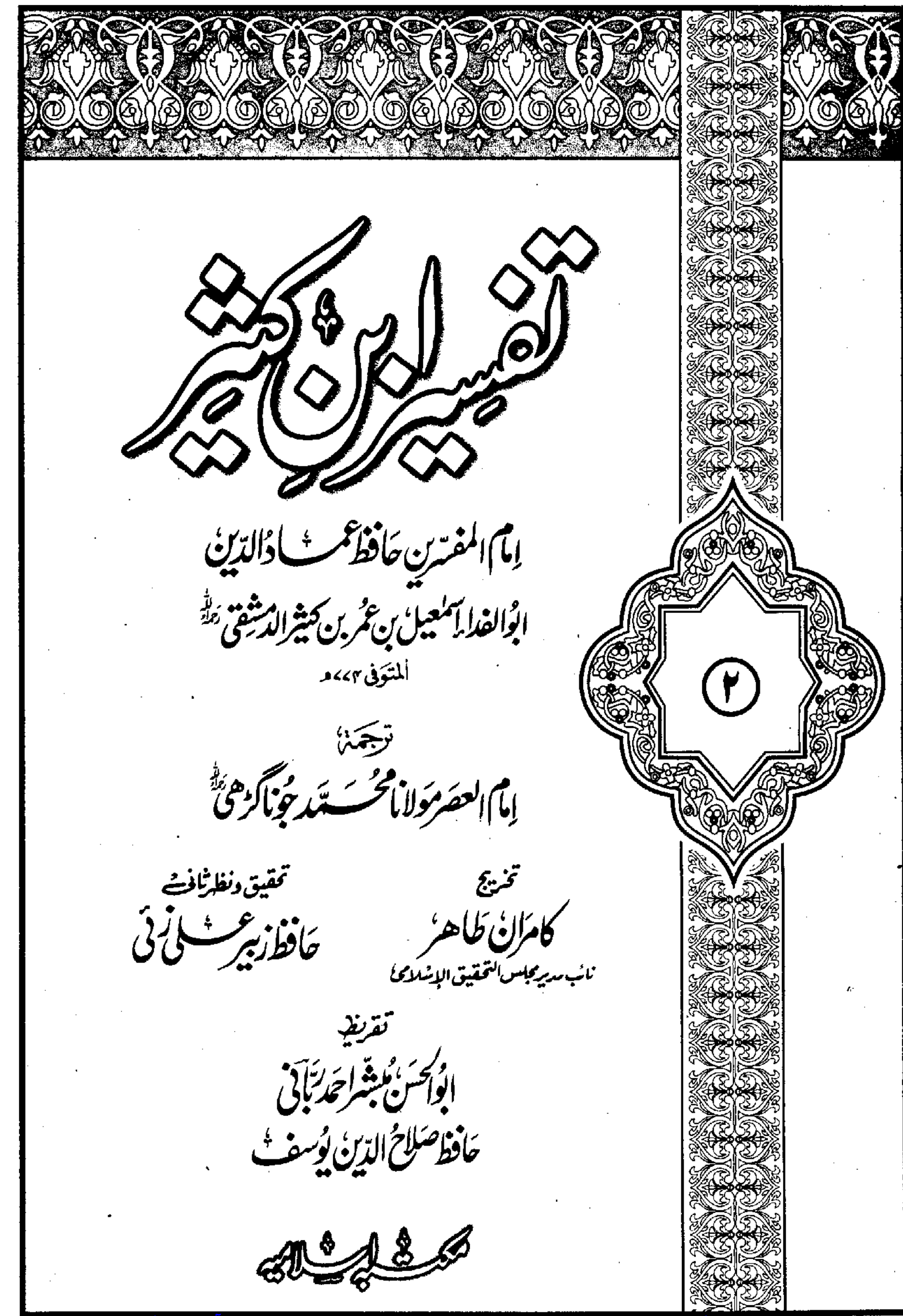
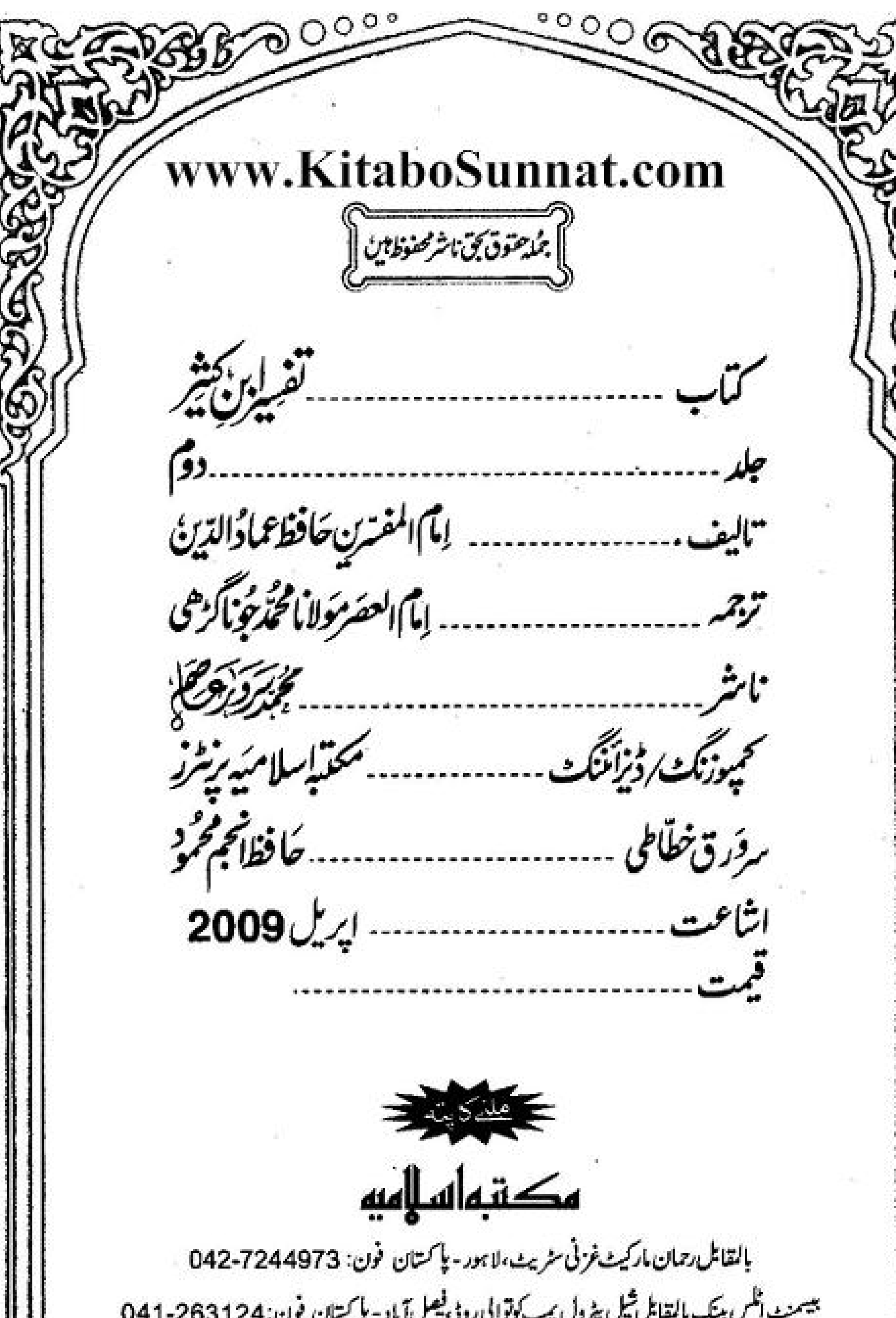


www.KitaboSunnat.com
تفسیر ابن کثیر
امام المفسرین حافظ عماد الدین
ابوالفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ
المتوفی ۷۷۴ھ
ترجمہ
امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ
تخریج
کامران طاہر
تحقیق ونظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی
مکتبہ اسلامیہ




تفسیر ابن کثیر
۲
امام المفسرین حافظ عماد الدین
ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ
المتوفی ۷۷۴ھ
ترجمہ
امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ
تخریج
کامران طاہر
نائب مدیر مجلس التحقیق الاسلامی
تحقیق و نظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی
تقریظ
ابو الحسن مبشر احمد ربانی
حافظ صلاح الدین یوسف
مکتبہ اسلامیہ



کتاب .... تفسیر ابن کثیر

جلد .... دوم

تالیف .... امام المفسرین حافظ عماد الدین

ترجمہ .... امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی

ناشر .... محمد سرور عاصم

کمپوزنگ/ڈیزائننگ .... مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز

سرورق خطاطی .... حافظ انجم محمود

اشاعت .... اپریل 2009

قیمت ....

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، لاہور۔ پاکستان فون: 042-7244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-263124

فہرست



لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾

ترجمہ: برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے۔[١٤٨] اگر تم کسی نیکی کو علانیہ کرو یا پوشیدہ یا کسی برائی سے درگزر کرو پس یقیناً اللہ تعالیٰ پوری معافی کرنے والا اور پوری قدرت والا ہے۔[١٤٩]

مظلوم ظالم کی برائی بیان کرسکتا ہے: [آیت:١٤٨۔١٤٩] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو دوسرے کے لئے بددعا کرنی جائز نہیں' ہاں جس پر ظلم کیا گیا ہو اسے اپنے ظالم کے لئے بددعا کرنی جائز ہے اور وہ بھی اگر صبر و تحمل کرے تو فضیلت اسی میں ہے۔ ❶ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوئی چیز چور چرا کر لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہا ان کے لئے بددعا کرنے لگیں حضور رسول مقبول ﷺ نے سن کر فرمایا ”کیوں اس کا بوجھ ہلکا کر رہی ہو؟“ ❷ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے لئے بددعا نہیں کرنی چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے ((اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِ وَاسْتَخْرِجْ حَقِّيْ مِنْهُ)) اے اللہ! اس چور پر تو میری مدد کر اور اس سے میرا حق دلوا دے۔ ❸ آپ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اگرچہ مظلوم کو ظالم کے کوسنے کے لئے رخصت ہے مگر یہ خیال رہے کہ حد سے بڑھ نہ جائے۔ عبدالکریم بن مالک جزری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' گالی دینے والے کو یعنی برا کہنے والے کو برا تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن بہتان باندھنے والے پر بہتان نہ باندھو۔ ایک دوسری آیت میں ہے ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ❹ ”جو مظلوم اپنے ظالم سے اس کے ظلم کا انتقام لے اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔“ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”دو گالیاں دینے والے جو کہیں اس کا وبال اس پر ہے جس نے ابتدا کی ہو' ہاں اگر مظلوم حد سے بڑھ جائے تو اور بات ہے۔“ ❺ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص کسی کے ہاں مہمان بن کر جائے اور میزبان اس کا حق مہمانی ادا نہ کرے تو اسے جائز ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے میزبان کی شکایت کرے جب تک کہ وہ حق ضیافت ادا نہ کرے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آپ ﷺ ہمیں ادھر ادھر بھیجتے ہیں بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ ہماری مہمان داری نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! ”اگر وہ اپنے لائق میزبانی =

---

❶ الطبری، ٩/ ٣٤٤۔ ❷ ابوداود، کتاب الوتر، باب الدعاء، ١٤٩٧، احمد، ٦/ ٤٥، اسنادہ ضعیف حبیب بن ابی ثابت مدلس کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف ابوداود، ٣٢١)، اس کے علاوہ اس متن سے یہ روایت ان جگہوں میں بھی موجود ہے۔ الضعفاء، ٢٦٣١؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ٧٣٠٩؛ شرح السنہ، ١٣٠٤٩۔

❸ الطبری، ٩/ ٣٤٤۔ ❹ ٤٢/ الشوریٰ: ٤١۔

❺ ابوداود، کتاب الادب، باب المستبان، ٤٨٩٤؛ ترمذی، ١٩٨١؛ مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن السباب، ٢٥٨٧۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٥٢﴾

ترجمہ: جولوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جولوگ کہتے ہیں بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں' [۱۵۰] یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔ [۱۵۱] اور جولوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے' یہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ان کے پورے ثواب دے گا۔ اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔ [۱۵۲]

= کریں تو خیر ورنہ تم ان سے اپنے لائق لے لیا کرو۔'' ❶ مسند احمد کی حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ''جو مسلمان کسی اہل قبیلہ کے ہاں مہمان بن کر جائے ساری رات گزر جائے لیکن وہ لوگ اس کی مہمانداری نہ کریں تو ہر مسلمان پر اس مہمان کی نصرت ضروری ہے اس شخص کے مال سے اس کی کھیتی سے بقدر اس کی مہمانی دلوادیں۔'' ❷ مسند احمد کی حدیث میں ہے ''ضیافت کی رات ہر مسلمان پر واجب ہے اگر کوئی مسافر صبح تک محروم رہ جائے تو یہ اس میزبان کے ذمہ قرض ہے' خواہ ادا کرے خواہ باقی رکھے۔'' ❸ ان حدیثوں کی وجہ سے امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا مذہب ہے کہ ضیافت واجب ہے۔

ابوداؤد وغیرہ میں ہے ایک شخص سرکار رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ! مجھے میرا پڑوسی بہت ایذا پہنچاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جا ایک کام کر اپنا کل مال واسباب گھر سے نکال کر باہر رکھ دے۔'' اس نے ایسا ہی کیا اور راستے پر اسباب ڈال کر وہیں بیٹھ گیا۔ اب جو گزرتا ہے وہ پوچھتا ہے کیا بات ہے؟ یہ کہتا ہے میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے میں تنگ آ گیا ہوں۔ وہ اسے برا بھلا کہتا ہے' کوئی کہتا ہے اللہ کی مار اس پر' کوئی کہتا ہے اللہ غارت کرے۔ جب پڑوسی کو اپنی اس طرح کی رسوائی کا حال معلوم ہوا تو اس کے پاس آیا منتیں کر کے لے گیا کہ اپنے گھر چلو! اللہ کی قسم اب مرتے دم تک آپ کو کسی طرح نہ ستاؤں گا۔ ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظلوم اذا وجد مال ظالمه، ٢٤٦١؛ مسلم ١٧٢٧؛ ابوداود، ٣٧٥٢؛ ابن ماجه، ٣٦٧٦؛ احمد، ٤/ ١٤٩؛ ابن حبان، ٥٢٨٨؛ بيهقى، ٩/ ١٧٩؛ مسند الفردوس، ١٠٤٧۔

❷ احمد، ٤/ ١٣٤، ابوداود، كتاب الأطعمة، باب ما جاء فى الضيافة، ٣٧٥١ وهو حسن حاكم، ٤/ ١٣٢۔

❸ احمد، ٤/ ١٣٣؛ ابوداود، كتاب الاطعمة، باب ماجاء فى الضيافة ٣٧٥٠ وسنده صحيح؛ ابن ماجه، ٣٦٧٧؛ مشكل الآثار، ٤/ ٣٩، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلة الصحيحه، ٢٢٠٤)

❹ ابوداود، كتاب الادب، باب فى حق الجوار، ٥١٥٣، وسنده حسن؛ حاكم، ٤/ ١٦٠؛ ابن حبان، ٥٢٠؛ الادب المفرد، ١٢٤ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو الادب المفرد کی تخریج میں حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (١/ ٥٦)

پھر ارشاد ہے کہ ''اے لوگو! تم کسی نیکی کو ظاہر کرو تو اور پوشیدہ کرو تو' تم پر کسی نے ظلم کیا ہو اور تم اس سے درگزر کرو تو اللہ کے پاس تمہارے لئے بڑا ثواب پورا اجر اور اعلیٰ درجے ہیں۔'' وہ خود بھی معاف کرنے والا ہے اور بندوں کی بھی یہ عادت اسے بھاتی ہے۔ باوجود انتقام کی قدرت کے پھر بھی معاف فرماتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ''عرش کے اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔''
بعض تو کہتے ہیں (سُبْحَانَكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ) اے اللہ! تیری ذات پاک ہے کہ تو باوجود جاننے کے پھر بھی بردباری اور چشم پوشی کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں (سُبْحَانَكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ) اے اللہ! قدرت کے باوجود درگزر کرنے والے اے اللہ! تمام پاکیاں تیری ذات کے لائق ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے ''صدقہ اور خیرات سے کسی کا مال گھٹتا نہیں' عفو درگزر کرنے اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اور عزت بڑھاتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے حکم سے تواضع' فروتنی اور عاجزی کرے اللہ اس کے مرتبے اور اس کی توقیر اور بڑھا دیتا ہے۔'' ❶

تمام انبیا پر ایمان لانا ضروری ہے: [آیت:۱۵۰-۱۵۲] اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک نبی کو بھی جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ یہودی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے اور تمام نبیوں کو مانتے تھے' نصرانی افضل الرسل خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سوا اور انبیا علیہم السلام پر ایمان رکھتے تھے' سامری' یوشع علیہ السلام کے بعد کسی کی نبوت کا قائل نہ تھا۔ حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ مجوسیوں کی نسبت مشہور ہے کہ وہ اپنا نبی زردشت کو مانتے تھے لیکن ان کی شریعت کے جب یہ منکر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہ شریعت ہی ان سے اٹھا لی' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پس یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کی یعنی کسی نبی کو مانا کسی کا انکار کر دیا۔ کسی اللہ کی دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ محض اپنی نفسانی خواہش' جوش تعصب اور تقلید آبائی کی وجہ سے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نبی کو نہ ماننے والا اللہ کے نزدیک تمام نبیوں کا منکر ہے' اس لئے کہ اگر اور انبیا کو بوجہ ان کے نبی ہونے کے مانتا تو اس نبی کا ماننا بھی اسی وجہ سے اس پر ضروری تھا۔ جب وہ ایک کو نہیں مانتا تو معلوم ہوا کہ جنہیں وہ مانتا ہے انہیں بھی کسی دنیوی غرض اور ہوا و ہوس کی وجہ سے مانتا ہے۔ پس انکی شریعت ماننے نہ ماننے کے درمیان کی ہے یہ یقینی اور حتمی کفار ہیں۔ کسی نبی پر ان کا شرعی ایمان نہیں بلکہ تقلیدی اور تعصبی ایمان ہے جو قابل قبول نہیں۔ پس ان کفار کو اہانت اور رسوائی والے عذاب ہوں گے کیونکہ جن پر یہ ایمان نہ لا کر ان کی توہین کرتے تھے اس کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی توہین ہو اور انہیں ذلت والے عذاب میں ڈالا جائے' ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ خواہ غور و فکر نہ کر کے نبوت کی تصدیق نہ کرنا ہو' خواہ حق واضح ہو چکنے کے بعد دنیوی وجہ سے منہ موڑ کر نبوت سے انکار کیا جانا ہو جیسے اکثر یہودی علما کا شیوہ حضور ﷺ کے بارے میں تھا کہ محض حسد کی وجہ سے آپ کی عظیم الشان نبوت کے منکر ہو گئے اور آپ ﷺ کی مخالفت و عداوت میں آ کر مقابلے پر تل گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا کی ذلت بھی ڈالی اور آخرت کی ذلت کی مار بھی ان کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ پھر امت محمد یہ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ کی تعریف ہو رہی ہے کہ رب پر ایمان رکھ کر تمام انبیا علیہم السلام کو بلا تفریق مانتے ہیں' اللہ کی اس آخری کتاب پر ایمان لا کر اور تمام آسمانی کتابوں کو بھی اللہ کی کتابیں تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے ایک آیت میں ہے ﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾ پھر ان کے لئے جو اجر جمیل اور ثواب عظیم اس نے تیار کر رکھا ہے اسے بھی بیان فرما دیا کہ ان کے ایمان کامل کے باعث انہیں اجر و ثواب عطا ہوں گے۔ اگر ان سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو گیا تو اللہ معاف فرمائے ==

❶ صحیح مسلم، کتاب البر، باب استحباب العفو والتواضع، ۲۵۸۸؛ ترمذی ۲۰۲۹؛ احمد، ۲/ ۲۳۵؛ ابن حبان، ۳۲۴۸؛ ابن خزیمه، ۲۴۳۸؛ بیهقی، ۴/ ۱۸۷؛ السنن الکبریٰ، ۴/ ۱۸۷؛ شعب الإیمان، ۳۴۱۱؛ البغوی ۱۶۳۳؛ دارمی، ۱۶۷۶؛ مسند ابی یعلیٰ، ۶۴۵۸۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ: تجھ سے یہ اہل کتاب درخواست کرتے ہیں کہ تو ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب لاوے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو انہوں نے اس سے بہت بڑی درخواست کی تھی' کہا تھا کہ تو ہمیں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو دکھا دے پس ان کے اس ظلم کے باعث ان پر کڑا کے کی بجلی آ پڑی۔ پھر باوجودیکہ ان کے پاس بہت دلیلیں پہنچ چکیں تھی انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا لیکن ہم نے یہ بھی معاف فرما دیا اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلا غلبہ اور صریح دلیل عنایت فرمائی۔ [۱۵۳] اور ان کا قول لینے کے لئے ہم نے ان کے سروں پر طور پہاڑ لا کھڑا کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں جاؤ' اور یہ بھی فرمایا کہ ہفتہ کے دن میں تجاوز نہ کرنا اور ہم نے ان سے سخت سے سخت قول و قرار لئے۔ [۱۵۴]

= گا اور ان پر اپنی رحمت کی بارش برسائے گا۔

یہودی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے گستاخ ہیں: [آیت:۱۵۳-۱۵۴] یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے تورات ایک ساتھ لکھی ہوئی ہمارے پاس لائے' آپ بھی کوئی آسمانی کتاب پوری لکھی لکھائی لے آئیے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے نام اللہ تعالیٰ خط بھیجے کہ ہم آپ کی نبوت کو مان لیں۔ یہ سوال بھی ان کا بدنیتی سے بطور مذاق کے اور بطور کفر کے تھا۔ جیسے کہ اہل مکہ نے بھی اسی طرح کا ایک سوال کیا تھا جو سورۂ اسراء میں مذکور ہے کہ ''جب تک عرب کی سرزمین پر دریاؤں کے ریل پیل اور تر و تازگی کا دور دورہ نہ ہو جائے ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔'' پس بطور تسلی کے آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' ان کی اس سرکشی اور بیجا سوال پر آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں' ان کی یہ بری عادت پرانی ہے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی زیادہ بیہودہ سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ دکھاؤ' اس تکبر' سرکشی اور فضول سوال کی پاداش بھی یہ بھگت چکے ہیں یعنی ان پر آسمانی بجلی گری تھی جیسے سورۂ بقرہ میں تفصیل وار بیان گزر چکا ہے ملاحظہ ہو آیت ﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ [1] یعنی ''جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو ہم صاف طور پر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ پس تمہیں بجلی کے کڑکے نے پکڑ لیا اور ایک دوسرے کے سامنے سب ہلاک ہو گئے۔ پھر بھی ہم نے تمہاری موت کے بعد پھر تمہیں زندہ کر دیا تاکہ تم شکر کرو۔'' پھر فرماتا ہے کہ ''بڑی بڑی نشانیاں دیکھ چکنے کے بعد بھی ان لوگوں نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا۔'' مصر میں اپنے دشمن فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ہلاک ہونا' اس کے تمام لشکروں کا نامرادی کی موت مرنا اور ان کا اس دریا میں سے بچ کر پار نکل آنا ابھی ابھی ان کی نگاہوں کے سامنے ہوا تھا لیکن وہاں سے کچھ دور جا کر بت پرست کو بت پرستی کرتے ہوئے دیکھ کر اپنے پیغمبر علیہ السلام سے کہتے ہیں ہمارا بھی ایک ایسا ہی معبود =

[1] ۲/ البقرۃ:۵۵۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ: (یہ سزا) بہ سبب ان کی عہد شکنی کے اور احکام الٰہی کے ساتھ کفر کرنے کے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کر ڈالنے کے اور یوں کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے۔ حالانکہ دراصل ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے پس یہ قدر قلیل ہی ایمان لاتے ہیں۔[۱۵۵] اور ان کے کفر کے باعث اور مریم پر بہت بڑا بہتان باندھنے کے باعث[۱۵۶] اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو قتل کر دیا' حالانکہ نہ تو انہوں نے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے وہی صورت بنا دی گئی تھی یقین جانو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے حال میں شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے' اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا'[۱۵۷] بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا ہے' اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے۔[۱۵۸] اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لا چکے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔[۱۵۹]

= بنا دو جس کا پورا بیان سورۂ اعراف میں ہے اور سورۂ طٰہٰ میں بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں۔ ان کی توبہ کی قبولیت کی یہ صورت ٹھہرتی ہے کہ جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی وہ گوسالہ پرستوں کو قتل کریں جب قتل شروع ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے اور مرے ہوؤں کو بھی دوبارہ زندہ کر دیتا ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے "ہم نے اس سے بھی درگزر کیا اور یہ جرم عظیم بھی بخش دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر حجت اور غلبہ عنایت فرمایا" اور جب ان لوگوں نے تورات کے احکام ماننے سے انکار کر دیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری سے بیزاری ظاہر کی تو ان کے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کر دیا اور ان سے کہا کہ اب بولو پہاڑ گرا کر دبا دوں' یا احکام قبول کرتے ہو؟ تو یہ سب سجدے میں گر پڑے اور گریہ وزاری شروع کی اور احکام الٰہی بجا لانے کا مضبوط عہد و پیماں کیا یہاں تک دل میں دہشت تھی کہ سجدے میں بھی کنکھیوں سے اوپر کو دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ نہ گر پڑے اور دب کر نہ مر جائیں پھر پہاڑ ہٹا لیا گیا۔ ان کی دوسری سرکشی کا بیان ہو رہا ہے کہ قول و فعل دونوں کو بدل دیا۔ حکم ملا تھا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدے کرتے ہوئے جائیں اور ﴿ حِطَّةٌ ﴾ کہیں یعنی "اے اللہ! ہماری خطائیں بخش" کہ ہم نے جہاد چھوڑ دیا اور تھک کر بیٹھ رہے جس کی سزا میں چالیس سال میدان "تیہ" میں سرگشتہ اور حیران و پریشان رہے لیکن ان کی کم ظرفی کا یہاں بھی مظاہرہ ہوا اور اپنی رانوں کے بل گھسیٹتے ہوئے دروازے میں جانے لگے اور حِنْطَةٌ فِي شَعْرَةٍ کہنے لگے یعنی گیہوں کی بالیں ہمیں دے۔ پھر ان کی اور شرارت سنیے کہ ہفتہ والے دن کی تعظیم و تکریم کرنے کا ان سے وعدہ لیا گیا اور

مضبوط عہد و پیمان ہو گیا لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت کی اور نافرمانی پر کمر بستہ ہو کر حرمت کے ارتکاب کے حیلے نکال لئے جیسے کہ سورۂ اعراف میں مفصل بیان ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ﴿وَاسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ﴾ ❶ الخ ایک حدیث میں بھی ہے کہ ''یہودیوں سے خاصتہً اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن کی تعظیم کا عہد لیا تھا۔'' ❷ یہ پوری حدیث سورۂ اسراء کی آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ ❸ کی تفسیر میں آئیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے نہ سولی پر چڑھائے گئے: [آیت:۱۵۵۔۱۵۹] اہل کتاب کے ان گناہوں کا بیان ہو رہا ہے جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمتوں سے دور ڈال دیئے گئے۔ ملعون و مطرود ہو گئے۔ اولاً تو ان کی عہد شکنی کی جو وعدے اللہ سے انہوں نے کئے تھے ان پر قائم نہ رہے' دوسری اللہ کی آیتوں یعنی حجت و دلیل اور نبیوں کے معجزوں سے انکار و کفر' تیسرے بوجہ ناحق انبیائے کرام کا قتل و خون۔ اللہ کے رسولوں کی ایک بڑی جماعت ان کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ چوتھے ان کا یہ خیال اور یہ قول کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں' یعنی پردے میں ہیں جیسے مشرکین نے کہا تھا ﴿قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ﴾ ❹ یعنی ''اے نبی! تیری دعوت سے ہمارے دل پردے میں ہیں۔'' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل علم کے ظروف ہیں وہ علم و عرفان سے پر ہیں۔ سورۂ بقرہ میں بھی اس کی نظیر گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تردید کرتا ہے کہ یوں نہیں بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے' کیونکہ یہ کفر میں پختہ ہو چکے تھے۔ پس پہلی تفسیر کی بنا پر یہ مطلب ہوا کہ وہ عذر کرتے تھے کہ ہمارے دل بوجہ ان پر غلاف ہونے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو یاد نہیں کر سکتے تو انہیں جواب دیا گیا کہ ایسا نہیں' بلکہ تمہارے کفر کی وجہ سے تمہارے دل مسخ ہو گئے ہیں اور دوسری تفسیر کی بنا پر تو جواب ہر طرح ظاہر ہے' سورۂ بقرہ کی تفسیر میں اس کی پوری تفصیل و تشریح گزر چکی ہے۔ پس بطور نتیجے کے فرمادیا کہ اب ان کے دل کفر و سرکشی اور کمی ایمان پر ہی رہیں گے۔

پھر ان کا پانچواں جرم عظیم بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے سیدہ مریم علیہا السلام پر زناکاری جیسی بدترین و شرمناک تہمت لگائی۔ اور اسی زناکاری کے عمل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا شدہ بتلایا۔ بعض نے اس سے بھی ایک قدم آگے رکھا اور کہا کہ یہ بدکاری حیض کی حالت میں ہوئی تھی۔ اللہ کی ان پر پھٹکار ہو کہ ان کی بدزبانی سے اللہ کے مقبول بندے بھی نہ بچ سکے۔ پھر ان کا چھٹا گناہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ بطور تمسخر اور اپنی بڑائی کے یہ ہانک بھی لگاتے ہیں کہ ہم نے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالا جیسے کہ بطور تمسخر مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے تو تو مجنون ہے۔ پورا واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرما کر بھیجا اور آپ کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزے دکھلائے مثلاً پیدائشی اندھوں کو بینا کرنا' کوڑھیوں کو اچھا کرنا' مردوں کو زندہ کرنا' مٹی کے پرند بنا کر پھونک مارنا اور ان کا جاندار ہو کر اڑ جانا وغیرہ' تو یہودیوں کو بہت طیش آیا اور یہ مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور ہر طرح سے ایذا رسانی شروع کر دی' آپ کی زندگی تنگ کر دی۔ کسی بستی میں چند دن آرام کرنا بھی آپ کو نصیب نہ ہوا' ساری عمر جنگلوں اور بیابانوں میں اپنی والدہ کے ساتھ سیاحت میں گزاری پھر بھی انہیں چین نہ آیا اور یہ اس زمانے کے دمشق کے بادشاہ کے پاس گئے یہ ستارہ پرست مشرک تھا اس مذہب والوں کو اس وقت یونان کہا جاتا تھا۔ یہاں آ کر یہ بہت روئے پیٹے اور بادشاہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف اکسایا اور کہا کہ یہ شخص بڑا مفسد ہے' لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ روز نئے فتنے کھڑے کرتا ہے۔ امن میں خلل ڈالتا ہے اور لوگوں کو بغاوت سکھاتا ہے وغیرہ۔ بادشاہ نے اپنے گورنر کو جو بیت المقدس میں تھا ایک فرمان لکھا کہ وہ

---

❶ ۷/ الاعراف: ۱۶۳۔ ❷ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی قبلة الید والرجل، ۲۷۳۳ وسنده حسن۔

❸ ۱۷/ الاسرآء: ۱۰۱۔ ❹ ۴۱/ حٰمٓ السجدة: ۵۔

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لے اور سولی پر چڑھا کر اور اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر لوگوں کو اس دکھ سے نجات دلوائے۔ اس نے فرمان شاہی پڑھ کر یہودیوں کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے کر اس مکان کا محاصرہ کر لیا جس میں روح اللہ علیہ السلام تھے۔ آپ کے ساتھ اس وقت بارہ' تیرہ یا زیادہ سے زیادہ سترہ آدمی تھے۔ جمعہ کے دن عصر کے بعد اس نے محاصرہ کر لیا اور ہفتہ کی رات تک مکان کو گھیرے میں لئے رکھا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ محسوس کر لیا کہ اب یا تو وہ مکان میں گھس کر آپ کو گرفتار کر لیں گے یا آپ کو خود باہر نکلنا پڑے گا' تو آپ علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے فرمایا تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈال دی جائے یعنی اس کی صورت اللہ تعالیٰ مجھ جیسی بنا دے اور وہ ان کے ہاتھوں گرفتار ہو اور مجھے اللہ خلاصی دے' میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ یہ سن کر ایک نوجوان نے کہا مجھے یہ منظور ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اس قابل نہ جان کر دوبارہ یہی کہا' تیسری دفعہ کہا مگر ہر مرتبہ صرف یہی تیار ہوئے اب آپ نے بھی منظور فرما لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی صورت قدرتاً بدل گئی بالکل یہ معلوم ہونے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہی ہیں اور چھت کی طرف روزن نمودار ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اونگھ کی حالت طاری ہو گئی اور اسی طرح وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ [1] الخ ''یعنی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں'' الخ۔ حضرت روح اللہ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد یہ لوگ اس گھر سے باہر نکلے۔ یہودیوں کی جماعت نے اس بزرگ صحابی کو جس پر جناب مسیح علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی تھی عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر پکڑ لیا اور راتوں رات اسے سولی پر چڑھا کر اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ دیا۔ اب یہود خوشیاں منانے لگے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو قتل کر دیا اور لطف تو یہ ہے کہ عیسائیوں کی کم عقل اور جاہل جماعت نے بھی یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ ہاں صرف وہ لوگ جو مسیح علیہ السلام کے ساتھ اس مکان میں تھے اور جنہیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر چڑھا لئے گئے ہیں اور یہ فلاں شخص ہے جو دھوکے میں ان کی جگہ شہید ہو گیا' باقی عیسائی بھی یہودیوں کی سی راگنی الاپنے لگے' یہاں تک کہ پھر یہ بھی گھڑ لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سولی تلے بیٹھ کر روتی چلاتی رہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے کچھ باتیں بھی کیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

دراصل یہ سب باتیں اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کا امتحان ہیں جو اس کی حکمت بالغہ کا تقاضا ہے پس اس غلطی کو اللہ تعالیٰ نے واضح اور ظاہر کر کے حقیقت حال سے اپنے بندوں کو مطلع فرما دیا اور اپنے سب سے بہتر رسول اور بڑے مرتبے والے پیغمبر ﷺ کی زبانی اپنے پاک سچے اور بہترین کلام میں صاف فرما دیا کہ حقیقتاً نہ کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی دی بلکہ ان کی شبیہ جس شخص پر ڈالی گئی تھی اسے وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی سمجھ بیٹھے جو یہود و نصاریٰ آپ کے قتل کے قائل ہو گئے ہیں وہ سب کے سب شک و شبہ اور حیرت و ضلالت میں مبتلا ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں نہ انہیں خود کچھ علم ہے۔ صرف اٹکل پچو' سنی سنائی باتوں کی تقلیدی چال کے سوا کوئی دلیل نہیں اس لئے پھر اس کے ساتھ فرما دیا کہ یہ یقینی امر ہے کہ روح اللہ کو کسی نے قتل نہیں کیا' بلکہ جناب باری تعالیٰ نے جو غالب تر ہے اور جس کی قدرتیں بندوں کے فہم میں بھی نہیں آ سکتیں اور جس کی حکمتوں کی تہہ تک اور جسکے کاموں کی لم تک کوئی نہیں پہنچ سکتا' اپنے خاص بندے کو جنہیں اپنی روح کہا تھا اپنے پاس اٹھا لیا۔

---

[1] ٣/ آل عمران:٥٥۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو آپ گھر میں آئے' اس وقت گھر میں بارہ حواری تھے' آپ کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے آپ نے فرمایا ''تم میں بعض ایسے ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں مگر بارہ بارہ بار مجھ سے کفر کریں گے۔'' پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''تم میں سے کون شخص اسے پسند کرتا ہے کہ اس پر میری شبیہ ڈالی جائے اور میری جگہ وہ قتل کر دیا جائے اور جنت میں میرا رفیق بنے۔'' اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت روح اللہ کی پیش گوئی کے مطابق بعضوں نے آپ سے بارہ بارہ بار کفر کیا' پھر انکے تین گروہ ہو گئے' یعقوبیہ' نسطوریہ اور مسلمان۔ یعقوبیہ تو کہنے لگے خود اللہ ہم میں تھا جب تک چاہا رہا' جب چاہا پھر آسمان پر چڑھ گیا۔ نسطوریہ کا خیال ہو گیا کہ اللہ کا لڑکا ہم میں تھا جسے ایک زمانہ تک ہم میں رکھ کر پھر اللہ نے اپنے پاس چڑھا لیا' اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا کہ اللہ کا بندہ اور رسول ہم میں تھا' جب تک اللہ نے چاہا ہم میں رہا اور پھر اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔ ان پہلے دو گمراہ فرقوں کا زور ہو گیا اور انہوں نے تیسرے سچے اور اچھے فرقے کو کچلنا اور دبانا شروع کیا۔ چنانچہ یہ کمزور ہوتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اسلام کو غالب کیا۔ ❶ اس کی اسناد بالکل صحیح ہیں اور نسائی میں حضرت ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔ اسی طرح سلف میں سے بہت سے بزرگوں کا قول ہے۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت شاہی سپاہی اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر چڑھ کر آئے اور محاصرہ میں لے لیا اس وقت آپ کے ساتھ سترہ حواری تھے۔ ان لوگوں نے جب دروازے کھول کر دیکھا تو سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت کے ہیں وہ یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ تم لوگوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے اب یا تو جو حقیقی عیسیٰ علیہ السلام ہوں ہمیں سونپ دو یا اسے منظور کر لو کہ ہم تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ یہ سن کر روح اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ہے جو جنت میں میرا رفیق بننا اور یہاں میرے بدلے سولی پر چڑھنا منظور کر لے؟ ایک صحابی اس کے لئے تیار ہو گئے اور کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام میں ہی ہوں۔ چنانچہ دشمنان دین نے انہیں گرفتار کیا' قتل کیا اور سولی پر چڑھایا اور پھر بغلیں بجانے لگے کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا حالانکہ دراصل ایسا نہیں ہوا بلکہ وہ دھوکے میں پڑ گئے اور اللہ نے اپنے رسول کو اسی وقت اپنے پاس بلا کر رفعت بخشی۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو القا کیا کہ وہ دنیا سے واپس ہونے والے ہیں' تو آپ پر بہت گراں گزرا اور موت کی گھبراہٹ بڑھ گئی تو آپ نے اپنے حواریوں کی دعوت کی' کھانا تیار کیا اور سب سے کہہ دیا کہ آج رات کو میرے پاس تم سب ضرور آنا مجھے ایک ضروری کام ہے۔ جب حواریین آئے تو خود کھانا کھلایا سب کام کاج اپنے ہاتھوں کرتے رہے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو خود ان کے ہاتھ دھلائے اور اپنے کپڑے سے ان کے ہاتھ پونچھے یہ ان پر گراں گزرا اور اچھا معلوم نہ ہوا لیکن آپ نے فرمایا سنو! ''اس رات میں جو کچھ کر رہا ہوں اگر تم میں سے کسی نے مجھے اس سے روکا تو میرا اس سے کچھ واسطہ نہیں نہ وہ میرا نہ میں اس کا۔'' چنانچہ تمام معتقدین مسیح خاموش ہو گئے اور جب آپ اس عزت افزا دعوت کے کاموں سے فارغ ہو گئے تو فرمایا دیکھو! ''تمہارے نزدیک میں تم سب میں زیادہ مرتبہ والا ہوں اس کے باوجود میں نے خود تمہاری خدمت کی ہے یہ اس لئے کہ تم میری سنت پر عامل بن جاؤ۔ خبردار! تم میں سے کوئی اپنے آپ کو اپنے بھائیوں سے بڑا نہ سمجھے بلکہ ہر بڑے چھوٹے کی خدمت کرے جس طرح میں نے خود تمہاری کی ہے۔ اب تم سے میرا خاص کام تھا اور جس کی وجہ سے میں نے آج تمہیں بلا لیا ہے وہ بھی سن لو کہ تم سب مل کر آج رات بھر خشوع وخضوع سے میرے لیے دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ میری اجل کو مؤخر کر دے۔'' چنانچہ سب نے دعائیں کیں' لیکن خشوع وخضوع کا وقت آنے سے پہلے ہی ایسی بے طرح انہیں نیند آنے لگی کہ زبان سے ایک لفظ نکالنا مشکل

❶ ابن ابی حاتم، ٤/ ١١١٠۔

ہو گیا۔ آپ انہیں بیدار کرنے لگے اور ایک ایک کو جھنجوڑ کر کہنے لگے "تمہیں کیا ہو گیا؟ ایک رات بھی جاگ نہیں سکتے؟ میری کچھ مدد نہیں کرتے؟" لیکن سب نے جواب دیا اے رسول اللہ ہم خود حیران ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک ہی نہیں بلکہ کئی کئی راتیں جاگتے تھے۔ جاگنے کے عادی ہیں لیکن رب جانے آج کیا بات ہے کہ بے طرح کی نیند نے گھیر رکھا ہے؟ دعا کے اور ہمارے درمیان کوئی قدرتی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا پھر چرواہا نہ رہے گا اور بکریاں تین تیرہ ہو جائیں گی۔ غرض اشاروں کنایوں میں صورت حال کا اظہار کرتے رہے پھر فرمایا دیکھو! "تم میں سے ایک شخص صبح کا مرغ بولنے سے پہلے تین مرتبہ میرے ساتھ کفر کرے گا اور تم میں سے ایک چند درہم کے بدلے مجھے بیچ دے گا اور میری قیمت کھائے گا۔" اب یہ لوگ یہاں سے باہر نکلے۔ ادھر ادھر چلے گئے۔ یہودی جو اپنی جستجو میں تھے انہوں نے شمعون حواری کو پہچان کر اسے پکڑا اور کہا یہ بھی اس کا ساتھی ہے۔ مگر شمعون نے کہا غلط ہے میں اس کا ساتھی نہیں ہوں انہوں نے یہ باور کر کے اسے چھوڑ دیا لیکن کچھ آگے جا کر یہ دوسری جماعت کے ہاتھ لگ گیا اور وہاں سے بھی اسی طرح انکار کر کے اپنے آپ کو چھڑوایا۔ اتنے میں مرغ نے بانگ دی اب یہ افسوس کرنے لگے اور سخت غمگین ہوئے۔ صبح کو ایک حواری یہودیوں کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں تمہیں عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتا دوں تو مجھے کیا دلواؤ گے؟ انہوں نے کہا تیس درہم۔ چنانچہ اس نے وہ رقم لے لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتلا دیا اس سے پہلے وہ شبہ میں تھے اب انہوں نے گرفتار کر لیا اور رسیوں میں جکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور بطور طعنہ زنی کے کہتے جاتے تھے کہ آپ تو مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے جنات کو بھگا دیا کرتے تھے مجنون کو اچھا کر دیا کرتے تھے اب کیا بات ہے کہ خود اپنی ذات کو بھی نہیں بچا سکتے ان رسیوں کو بھی نہیں توڑ سکتے؟ "تھو ہے تمہارے منہ پر۔" یہ کہتے جاتے تھے اور کانٹے ان کے اوپر ڈالتے جاتے تھے۔ اسی طرح بے دردی سے گھسیٹتے ہوتے جب اس لکڑی کے پاس لائے جہاں سولی دینی تھی اور ارادہ کیا کہ سولی چڑھا دیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو اپنی طرف چڑھا لیا اور انہوں نے دوسرے شخص کو جو آپ کے مشابہ تھا سولی پر چڑھا دیا۔

پھر سات دن کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اور وہ عورت جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن سے نجات دلوائی تھی وہاں آئیں اور گریہ وزاری کرنے لگیں تو ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے اور ان سے کہا "کیوں روتی ہو؟ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلند کر لیا ہے اور مجھے انکی ایذائیں نہیں پہنچیں ان پر تو شبہ ڈال دیا گیا ہے۔ میرے حواریوں سے کہو کہ مجھ سے فلاں جگہ ملیں۔" چنانچہ یہ بشارت جب حواریوں کو ملی تو وہ سب کے سب گیارہ آدمی اس جگہ پہنچے جس حواری نے آپ کو بیچا تھا۔ اسے انہوں نے وہاں پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے ندامت اور شرمندگی کی وجہ سے اپنا گلا گھونٹ کر آپ ہی خودکشی کر لی۔ آپ نے فرمایا "اگر وہ توبہ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔" پھر پوچھا کہ یہ بچہ جو تمہارے ساتھ ہے اس کا نام یحییٰ ہے اب یہ تمہارا ساتھی ہے۔ سنو! "صبح کو تمہاری زبانیں بدل دی جائیں گی۔ ہر شخص اپنی اپنی قوم کی زبان بولنے لگے گا تو اسے چاہئے کہ اپنی قوم میں جا کر میری دعوت پہنچائے اور اللہ سے ڈرائے۔" یہ واقعہ نہایت ہی غریب ہے۔

ابن اسحاق کا قول ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ بادشاہ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے اپنی فوج بھیجی تھی اس کا نام داؤد تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت سخت گھبراہٹ میں تھے کوئی شخص اپنی موت سے اس قدر پریشان حواس باختہ اور اس قدر ہائے وائے کرنے والا نہ ہوگا۔ جس قدر آپ نے اس وقت کی یہاں تک کہ فرمایا "اے اللہ! اگر موت کے پیالے کو کسی سے بھی ٹالنے والا ہے تو مجھ سے ٹال دے" اور یہاں تک گھبراہٹ اور خوف کی وجہ سے ان کے جسم سے خون پھوٹنے لگا۔ اس وقت اس مکان میں آپ

کے ساتھ بارہ حواری تھے' جن کے نام یہ ہیں' فرطوس' یعقوبس' ویلاونخس' یہ (یعقوب کا بھائی تھا) اندرائیس' فیلبس' ابن یلما ونتا' طوماس' یعقوب بن حلقایا' نداوسیس' قتایا' لیودس' زکریایوطا کریایوطا۔ بعض کہتے ہیں کہ تیرا آدمی تھے' ایک اور کا نام سرجس تھا' اسی نے اپنے آپ کو سولی پر چڑھایا جانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت پر منظور کیا تھا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھا لیے گئے اور بقیہ لوگ یہود کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے۔ اب جو شمار کرتے ہیں تو ایک کم ہے۔ ایک شخص کی کمی ہو جانے سے ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ یہ لوگ جب اس جماعت پر چھاپا مارتے اور انہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچانتے نہ تھے' تو لیودس زکریایوطا نے تیس درہم لے کر ان سے کہا تھا کہ میں سب سے پہلے جاتا ہوں جس شخص کو جا کر میں بوسہ دوں' تم سمجھ لینا کہ عیسیٰ علیہ السلام وہی ہیں۔ جب یہ اندر پہنچتے ہیں تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھا لئے گئے تھے اور حضرت سرجس آپ کی صورت میں بنا دیئے گئے تھے۔ اس نے جا کر حسب قرارداد انہیں کا بوسہ لیا اور سرجس گرفتار کر لئے گئے۔ اس ارتکاب اور مخبری کے بعد یہ حواری بہت نادم ہوا اور اپنے گلے میں رسی ڈال کر پھانسی پر لٹک گیا اور نصرانیوں میں ملعون بنا۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام لیودس زکریایوطا تھا۔ یہ جیسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شناخت کے لئے اس گھر میں داخل ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اٹھا لئے گئے اور خود اس کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی اور اسی کو لوگوں نے پکڑ لیا۔ یہ ہزار چیختا چلاتا رہا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں' میں تو تمہارا ساتھی ہوں' میں نے ہی عیسیٰ کا پتہ دیا تھا لیکن کون سنے؟ آخر اسی کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اب اللہ ہی کو علم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت میں سرفروشی کرنے والا مؤمن صادق سرجس تھا' یا زکریایوطا منافق حواری؟ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت روح اللہ علیہ السلام کی مشابہت جس پر ڈالی گئی تھی اسے صلیب پر چڑھایا گیا اور حضرت روح اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ آپ کے ان تمام ساتھیوں پر ڈال دی گئی تھی۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔'' اس کے بعد بیان ہوتا ہے کہ جناب روح اللہ علیہ السلام کی موت سے پہلے جملہ اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن آپ ان کے گواہ ہوں گے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔

پہلا قول: یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے' یعنی جب آپ قتل دجال کے لئے دوبارہ زمین پر آئیں گے' اس وقت تمام مذاہب اٹھ جائیں گے اور صرف ملت اسلامیہ جو دراصل ابراہیم حنیف کی ملت ہے رہ جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿مَوْتِہٖ﴾ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہے۔ [1] ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب جناب مسیح علیہ السلام اتریں گے اس وقت کل اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت میں ہے خاصۃً یہودی ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی نجاشی اور ان کے ساتھی۔ آپ سے مروی ہے کہ اللہ کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پاس اب زندہ موجود ہیں جب آپ زمین پر نازل ہوں گے۔ اس وقت اہل کتاب میں سے ایک بھی باقی نہ بچے گا جو آپ پر ایمان نہ لائے گا۔ آپ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی جاتی ہے' تو آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اپنے پاس اٹھا لیا ہے اور قیامت سے پہلے آپ علیہ السلام کو دوبارہ زمین پر اس حیثیت سے بھیجے گا کہ ہر نیک و بد آپ پر ایمان لائے گا۔ قتادہ اور عبدالرحمن رحمہما اللہ وغیرہ بہت سے مفسرین کا یہی فیصلہ ہے اور یہی قول حق ہے اور یہی تفسیر بالکل ٹھیک ہے۔ ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق سے ہم اسے با

---

[1] الطبری، ۹/ ۳۸۰۔ [2] ایضاً۔

دلائل ثابت کریں گے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ ہر اہل کتاب آپ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے' اس لئے کہ موت کے وقت حق و باطل سب پر واضح ہو جاتا ہے تو ہر کتابی یعنی ہر اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقانیت کو اس دار فانی سے روانگی کے پیشتر ہی باور کر لیتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' کوئی یہودی نہیں مرتا جب تک کہ وہ حضرت روح اللہ پر ایمان نہ لائے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہاں تک مروی ہے کہ اگر کسی اہل کتاب کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے تو اس کی روح نہیں نکلتی جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے اور یہ نہ کہہ دے کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿قَبْلَ مَوْتِهِمْ﴾ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ فرض کرو کوئی دیوار سے گر کر مر جائے؟ فرمایا' پھر بھی اس درمیانی فاصلہ میں وہ ایمان لا چکتا ہے۔ عکرمہ' محمد بن سیرین' ضحاک اور جویبر رحمۃ اللہ علیہم سے بھی یہی مروی ہے۔ ایک قول امام حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا بھی مروی ہے کہ جس کا مطلب سابقہ قول کی تائید میں بھی ہو سکتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے کا بھی ہو سکتا ہے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان سب اقوال میں زیادہ ترصحیح قول پہلا ہی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے قرب قیامت اتریں گے اس وقت کوئی اہل کتاب آپ پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔ فی الواقع امام صاحب کا یہ فیصلہ حق بجانب ہے اس لئے کہ یہاں کی آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصود یہودیوں کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنا ہے کہ ہم نے جناب مسیح علیہ السلام کو قتل کیا اور سولی دی۔ اور اسی طرح جن جاہل عیسائیوں نے بھی یہ کہا ہے' ان کے قول کو بھی باطل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ فی الواقع نفس الامر میں نہ تو روح اللہ علیہ السلام مقتول ہوئے نہ مصلوب ہوئے بلکہ ان کے لئے شبہ ڈال دیا گیا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک ہم شکل شخص کو قتل کیا لیکن خود انہیں اس حقیقت کا علم نہ ہو سکا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو تو اپنے پاس چڑھا لیا وہ زندہ ہیں۔ اب تک باقی ہیں قیامت کے قریب اتریں گے جیسے صحیح متواتر احادیث میں ہے۔ "مسیح دجال کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ قبول نہیں کریں گے۔ اعلان کر دیں گے کہ یا تو اسلام قبول کرو یا تلوار سے مقابلہ کرو۔" پس اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ اس وقت تمام اہل کتاب آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں گے اور ایک بھی ایسا نہ رہے گا جو اسلام سے رک سکے یا رکے پس جسے یہ گمراہ یہود اور جاہل نصرانی مرا ہوا جانتے ہیں اور سولی پر چڑھایا ہوا مانتے ہیں' یہ ان کی حقیقی موت سے پہلے ہی ان پر ایمان لائیں گے اور جو کام انہوں نے ان کی موجودگی میں کئے ہیں اور کریں گے یہ ان پر قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دیں گے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل کی زندگی کے معائنہ کئے ہوئے کام اور دوبارہ کی آخری زندگی جو زمین پر گزاری اس میں اس کے سامنے جو کام انہوں نے کئے' وہ سب آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوں گے اور اللہ کے سامنے انہیں پیش کریں گے۔

ہاں اس کی تفسیر میں جو دو قول اور بیان ہوئے ہیں وہ بھی واقعہ کے اعتبار سے بالکل صحیح اور درست ہیں۔ فرشتۂ موت کے آ جانے کے بعد احوال آخرت اور سچ جھوٹ کا معائنہ ہو جاتا ہے۔ اسی وقت ہر شخص سچائی کو سچ کہنے اور سمجھنے لگتا ہے لیکن وہ ایمان اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ اس سورت کے شروع میں ہے۔ ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ﴾ ❶ دوسری جگہ فرمان ہے ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ﴾ ❷ یعنی جو لوگ موت

❶ ٤/ النسآء:١٨۔ ❷ ٤٠/ المؤمن:٨٤۔

کے آجانے تک برائیوں میں مشغول رہیں ان کی توبہ قبول نہیں۔'' اور جو لوگ عذاب الٰہی کو دیکھ کر ایمان لائیں انہیں بھی ان کا ایمان نفع نہ دے گا۔'' پس ان دونوں آیتوں کو سامنے رکھ کر ہم کہتے ہیں کہ پچھلے دو اقوال کی جو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے تردید کی ہے یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر پچھلے دونوں قولوں کو اس آیت کی تفسیر میں صحیح مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ کسی یہودی یا نصرانی کے اقرباء اس کے وارث نہ ہوں اس لئے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر مرا اس کے وارث تو یہود و نصاریٰ ہیں اور مسلمان کا وارث کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں یہ اس وقت ہے جب ایمان ایسے وقت لائے کہ اللہ کے نزدیک معتبر ہو نہ کہ ایسے وقت ایمان لانا جو بالکل بے سود ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر گہری نظر ڈالئے کہ دیوار سے گرتے ہوئے درندے کے چباتے ہوئے' تلوار کے چلتے ہوئے وہ ایمان لاتا ہے' پس صاف ظاہر ہے کہ ایسی حالت کا ایمان مطلق نفع نہیں دے سکتا۔ جیسے قرآن کی مندرجہ بالا دونوں آیتیں ظاہر کر رہی ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ میرے خیال سے تو یہ بات بہت صاف ہے کہ اس آیت کی تفسیر کے پچھلے دونوں قول بھی معتبر مان لینے سے کوئی اشکال پیش نہیں آتا' اپنی جگہ وہ بھی ٹھیک ہیں لیکن ہاں آیت سے واقعی مطلب تو وہی ہے جو پہلا قول ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں' قیامت کے قریب زمین پر اتریں گے اور یہودیوں و نصرانیوں دونوں کو جھوٹا بتائیں گے اور جو افراط و تفریط انہوں نے کی ہے اسے باطل قرار دیں گے۔ ایک طرف ملعون جماعت یہودیوں کی ہے جنہوں نے آپ کو آپ کی عزت سے بہت گرادیا' اور ایسی ناپاک باتیں آپ کی شان میں کہیں جن سے ایک بھلا انسان گھن کرے۔ دوسری جانب نصرانی ہیں' جنہوں نے آپ کے مرتبے کو اس قدر بڑھایا کہ جو آپ میں نہ تھا اس کا بھی اثبات کیا اور مقام نبوت سے مقام ربوبیت تک پہنچا دیا' جس سے اللہ کی ذات بالکل پاک ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت دوبارہ ہوگا: اب ان حدیثوں کو سنئے جن میں بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر اتریں گے اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف سب کو بلائیں گے۔ صحیح بخاری جسے ساری امت نے قبول کیا ہے اس میں امام بخاری رحمہ اللہ 'کتاب ذکر انبیا میں یہ حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے عادل حاکم بن کر صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ہٹا دیں گے' مال اس قدر بڑھ جائے گا کہ اسے کوئی لینا پسند نہ کرے گا' ایک سجدہ کر لینا دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے محبوب تر ہوگا۔'' اس حدیث کو بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بطور شہادت قرآنی کے اسی آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ﴾ کی آخر تک تلاوت کی۔ (1) صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور سند سے یہی روایت بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ اس میں ہے کہ سجدہ اس وقت فقط اللہ رب العالمین کے لئے ہوگا اور اس آیت کی تلاوت میں ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کے بعد یہ فرمان بھی ہے کہ ﴿قَبْلَ مَوْتِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ﴾ پھر اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تین مرتبہ دہرانا بھی ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرے پر یا دونوں پر لبیک کہیں گے میدان فج روحاء میں۔'' (2) یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ (3) مسند احمد کی

(1) صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسٰی بن مریم، ٣٤٤٨، صحیح مسلم، ١٥٥، ترمذی، ٢٢٣٣، ابن ماجه، ٤٠٧٨، ابن حبان، ٦٨١٨، احمد، ٢/ ٢٤٠؛ مسند حمیدی، ١٠٩٧، شرح مشکل الآثار، ١٠٣، الشریعة للآجری ص، ٣٨٠، الایمان لابن منده، ٤٠٨، ٤١١۔

(2) احمد، ٢/ ٢٤٠ وسنده صحیح؛ ابن حبان، ٦٨٢٠؛ بیهقی، ٥/ ٢؛ مسند حمیدی، ١٠٠٥۔ اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة: ١٢/ ٢١٧)

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب اهلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهدیه، ١٢٥٢۔

دوسری حدیث میں ہے۔ ''عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے خنزیر کو قتل کریں گے' صلیب کو مٹائیں گے' نماز باجماعت ہوگی اور مال راہ الٰہی میں اس قدر کثرت سے دیا جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ خراج چھوڑ دیں گے' روحاء میں جائیں گے اور وہاں حج یا عمرہ کریں گے یا دونوں ایک ساتھ کریں گے۔'' پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی لیکن آپ کے شاگرد حضرت حنظلہ کا خیال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال سے پہلے آپ پر ایمان لائیں گے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب حدیث کے ہی الفاظ ہیں یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اپنے۔ ❶

صحیح بخاری میں ہے ''اس وقت کیا ہوگا جب تمہارے درمیان مسیح بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ ❷

ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انبیائے کرام علیہم السلام سب ایک باپ کے بیٹے بھائی کی طرح ہیں' مائیں جدا جدا اور دین ایک' عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے زیادہ نزدیک تر میں ہوں' اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں یقیناً وہ اترنے والے ہیں۔ پس تم انہیں پہچان لو درمیانہ قد ہے' سرخ سفید رنگ ہے' دو ممصر کپڑے اوڑھے اور باندھے ہوئے ہوں گے' ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اگرچہ تری نہ پہنچی ہو۔ صلیب توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ قبول نہ کریں گے' لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے' ان کے زمانہ میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی' صرف اسلام ہی اسلام رہے گا۔ ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا' پھر زمین پر امانت واقع ہوگی یہاں تک کہ کالے ناگ اونٹوں کے ساتھ' چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرتے چگتے پھریں گے' اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے' انہیں وہ کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔'' چالیس برس تک ٹھہریں گے پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ کے جنازے کی نماز ادا کریں گے۔'' ❸ ابن جریر کی اسی روایت میں ہے۔ ''آپ لوگوں سے اسلام پر جہاد کریں گے۔'' اس حدیث کا ایک ٹکڑا صحیح بخاری میں بھی ہے' اور روایت میں ہے کہ ''سب سے زیادہ قریب تر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دنیا اور آخرت میں میں ہوں۔'' ❹

صحیح مسلم میں ہے ''قیامت قائم نہ ہوگی جب تک رومی اعماق یا دابق میں نہ اتریں اور ان کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے مسلمانوں کا لشکر نہ جائے' جو اس وقت تمام زمین کے لوگوں سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہوں گے۔ جب صفیں بندھ جائیں گی تو رومی کہیں گے ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے ہم میں سے جو دین بدل کر تم میں جا ملے ہیں ہم ان سے لڑنا چاہتے ہیں تم درمیان سے ہٹ جاؤ لیکن مسلمان کہیں گے' واللہ! یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنے کمزور بھائیوں کو تمہارے حوالے کر دیں۔ چنانچہ لڑائی شروع ہوگی' مسلمانوں کے اس لشکر کا تہائی حصہ تو شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوگا' ان لوگوں کی توبہ اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا اور تہائی حصہ شہید ہو جائے گا جو اللہ کے نزدیک سب سے افضل شہید ہیں لیکن آخری تہائی حصہ فتح حاصل کر لے گا اور رومیوں پر غالب آ جائے گا۔ یہ پھر کسی فتنے میں نہ پڑیں گے۔ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔ ابھی تو وہ اپنی تلواریں زیتون میں لٹکائے ہوئے مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں

❶ احمد، ۲/ ۲۹۰ وھو صحیح بالشواھد۔

❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام، ۳۴۴۹؛ صحیح مسلم، ۱۰۰؛ مصنف عبدالرزاق، ۲۰۸۴۱؛ الاسماء والصفات للبیهقی، ۸۹۵۔ ❸ ابوداود، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال ۴۳۲۴؛ باختلاف یسیر، وسندہ حسن احمد، ۲/ ۴۰۶؛ بهذہ الالفاظ، حاکم، ۲/ ۵۹۵؛ ابن حبان، ۶۸۲۱؛ مصنف عبدالرزاق، ۲۰۸۴۵ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحه، ۲۱۸۲) ❹ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذكر في الكتاب مريم اذ انتبذت من اهلها﴾، ۳۴۴۳؛ صحیح مسلم، ۲۳۶۵۔

گئے' جو شیطان چیخ کر کہے گا کہ تمہارے بال بچوں میں دجال آ گیا ہے۔ اس کے اس جھوٹ کو سچ جان کر مسلمان یہاں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ شام میں پہنچیں گے دشمنوں سے جنگ آزما ہونے کے لیے صفیں ٹھیک کر رہے ہوں گے کہ دوسری جانب نماز کی اقامت ہوگی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے' ان کی امامت کرائیں گے۔ جب دشمن رب انہیں دیکھے گا تو اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے یونہی چھوڑ دیں تب بھی وہ گھلتے گھلتے ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ اپنے حربے پر اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔'' ❶

مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''معراج والی رات میں نے ابراہیم' موسیٰ' اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی' آپس میں قیامت کی نسبت بات چیت ہونے لگی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی' لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! اس کے آنے کا ٹھیک وقت تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا' ہاں مجھ سے میرے رب نے جو عہد لیا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلے گا اس کے ہمراہ دو شاخیں ہوں گی۔ مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا کہ جس طرح سیسہ پگھلتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے گا جب وہ مجھے دیکھ لے گا۔ یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی بولنے لگیں گے کہ اے مسلمان! یہاں میرے پیچھے ایک کافر ہے آ اور اسے قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو غارت کر دے گا اور لوگ امن وامان کے ساتھ اپنے اپنے وطن اور شہروں کو لوٹ جائیں گے۔ اس کے بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے اور ہر طرف سے چڑھ دوڑیں گے' تمام شہروں کو روند لیں گے۔ جس جس چیز پر گزر ہو گا اسے ہلاک کر دیں گے' جس پانی کے پاس سے گزریں گے پی جائیں گے' لوگ پھر لوٹ کر میرے پاس آئیں گے۔ میں اللہ سے دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک ساتھ فنا کر دیں گے' لیکن ان کے مردہ جسموں سے ہوا بگڑ جائے گی' بدبو پھیل جائے گی۔ پھر مینہ برسے گا اس قدر کہ ان کی تمام لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گا۔ بس اس وقت قیامت کی اس طرح آمد آمد ہوگی جس طرح پورے دن کی حاملہ عورت ہو کہ اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ صبح کو بچہ ہو جائے گا یا شام کو ہو جائے۔ رات کو پیدا ہو یا دن کو؟'' ❷

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس جمعہ کے روز آئے کہ اپنا لکھا ہوا قرآن ان کے قرآن سے ملائیں' جمعہ کا جب وقت آیا تو آپ نے ہم سے فرمایا غسل کر لو پھر خوشبو لے آئے جو ہم نے ملی پھر مسجد میں آئے اور ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے۔ جنہوں نے ہم سے دجال والی حدیث بیان کی۔ پھر حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ آئے' ہم کھڑے ہو گئے' پھر سب بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ''مسلمانوں کے تین شہر ہو جائیں گے۔ ایک دونوں سمندر ملنے کی جگہ پر' ایک حیرہ میں' ایک شام میں۔ پھر تین گھبراہٹیں لوگوں کو ہوں گی۔ پھر دجال نکلے گا یہ پہلے شہر کی طرف جائے گا وہاں کے لوگ تین حصوں میں ہو جائیں گے۔ ایک حصہ تو کہے گا ہم اس کے مقابلہ پر ٹھہرے رہیں گے اور دیکھیں گے کیا ہوتا ہے؟ اور دوسری جماعت گاؤں کے لوگوں سے مل جائیں گے اور تیسری جماعت دوسرے شہر میں چلی جائے گی جو ان سے قریب ہوگا۔ دجال کے ساتھ ستر ہزار لوگ ہوں گے' جن کے سروں پر تاج ہوں گے۔ ان کی اکثریت یہودیوں کی اور عورتوں کی ہوگی۔ یہاں کے یہ مسلمان ایک گھاٹی میں سمٹ کر محصور ہو جائیں گے' ان کے جانور جو چرنے چگنے کو گئے ہوں گے' وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اس وجہ سے ان کے مصائب بہت بڑھ جائیں گے اور بھوک کی وجہ سے برا حال ہو جائے گا یہاں تک کہ اپنی کمانوں کی تانیں بھون بھون کر

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی فتح قسطنطینة وخروج الدجال ونزول عیسی بن مریم، ۲۸۹۷؛ ابن حبان، ٦٨١٣۔

❷ احمد، ١/ ٣٧٥؛ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عیسی بن مریم، ٤٠٨١ وسنده صحیح؛ حاکم، ٤/ ٤٨٨۔

کھالیں گے۔ جب سخت تنگی میں ہوں گے تو انہیں سمندر میں سے آواز آئے گی کہ لوگو! تمہارے لئے امداد آ گئی اس آواز کو سن کی یہ لوگ خوش ہوں گے کیونکہ آواز سے جان لیں گے کہ یہ کسی آسودہ شخص کی آواز ہے۔ عین صبح کی نماز کے وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ ان کا امیر آپ سے کہے گا کہ اے روح اللہ علیہ السلام! آگے بڑھیے اور نماز پڑھایئے لیکن آپ کہیں گے کہ اس امت کے بعض لوگ بعض کے امیر ہیں۔ چنانچہ انہی کا امیر آگے بڑھے گا اور نماز پڑھائے گا۔ فارغ ہونے کے بعد آپ اپنا حربہ ہاتھوں میں لے کر مسیح دجال کا رخ کریں گے۔ دجال آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا۔ آپ اس کے سینے پر وار کریں گے جس سے وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن انہیں کہیں امن نہیں ملے گا یہاں تک کہ اگر وہ کسی درخت تلے چھپیں گے تو وہ درخت پکار کر کہے گا اے مؤمن! یہ ایک کافر میرے پاس چھپا ہوا ہے اور اسی طرح پتھر بھی۔'' (1)

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ کا کم و بیش حصہ دجال کا واقعہ بیان کرنے اور اس سے ڈرانے میں ہی صرف کیا۔ جس میں یہ بھی فرمایا کہ ''دنیا کی ابتدا سے لے کر انتہا تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں۔ تمام انبیا علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو اس سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو وہ یقیناً تمہیں میں آئے گا۔ اگر میری موجودگی میں آ گیا تب تو میں اس سے نمٹ لوں گا اور اگر بعد میں آیا تو ہر شخص کو اپنا آپ خود اس سے بچانا پڑے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان کو خلیفہ بناتا ہوں۔ وہ شام و عراق کے درمیان نکلے گا دائیں بائیں خوب گھومے گا۔ لوگو! اے اللہ تعالیٰ کے بندو! دیکھو دیکھو تم ثابت قدم رہنا۔ سنو! میں تمہیں اس کی ایسی صفت سناتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں سنائی۔ وہ ابتداً دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں پھر وہ اس سے بھی بڑھ جائے گا اور کہے گا میں اللہ ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ اللہ کو ان آنکھوں سے کوئی دیکھ نہیں سکتا، ہاں مرنے کے بعد دیدار باری تعالیٰ ہو سکتا ہے۔ اور سنو! وہ کانا ہو گا اور تمہارا رب کانا نہیں، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوا ہو گا جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ غرض ہر ایماندار پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ آگ ہو گی اور باغ ہو گا۔ اس کی آگ دراصل جنت ہو گی اور اس کا باغ دراصل جہنم ہو گا۔ سنو! تم میں سے جسے وہ آگ میں ڈالے وہ اللہ سے فریاد رسی چاہے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے، اس کی وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی، جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام پر نمرود کی آگ ہو گئی تھی۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہو گا کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے مرے ہوئے باپ کو زندہ کر دوں، پھر تو تو مجھے رب مان لے گا۔؟ وہ اقرار کرے گا، اتنے میں دو شیطان اس کی ماں اور باپ کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور اس سے کہیں گے بیٹے! یہی تیرا رب ہے تو اسے مان لے۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہو گا کہ وہ ایک شخص پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اسے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کروا دے گا پھر لوگوں سے کہے گا میرے اس بندے کو دیکھنا اب میں زندہ کر دوں گا لیکن پھر بھی یہ یہی کہے گا کہ اس کا رب میرے سوا اور ہے۔ چنانچہ یہ اسے اٹھائے گا اور یہ خبیث اس سے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے وہ جواب دے گا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور تو اللہ کا دشمن دجال ہے۔ اللہ کی قسم اب تو مجھے پہلے سے بھی بہت زیادہ یقین ہو گیا ہے۔'' دوسری سند سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مؤمن میری تمام امت سے زیادہ بلند درجہ کا جنتی ہو گا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث کو سن کر ہمارا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔ آپ کی شہادت تک ہمارا یہی خیال رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اس کا ایک فتنہ یہ

---

(1) احمد، ٤/ ٢١٦، ٢١٧؛ ابن ابی شیبه، ٨/ ٦٥٠ وسنده ضعیف، طبرانی، ٨٣١٠؛ مجمع الزوائد، ٧/ ٣٤٢؛ حاکم، ٤/ ٤٧٨ اس روایت میں علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ٢/ ٣٧)

بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا اور آسمان سے بارش ہوگی وہ زمین کو پیداوار اگانے کا حکم دے گا اور زمین سے پیداوار ہوگی۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلے کے پاس جائے گا وہ اسے نہ مانیں گے اسی وقت ان کی تمام چیزیں برباد اور ہلاک ہو جائیں گی دوسرے قبیلے کے پاس جائے گا۔ جو اسے اللہ مان لے گا' اسی وقت اس کے حکم سے ان پر آسمان سے بارش برسے گی اور زمین پھل اور کھیتی اگائے گی' ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گی' سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام زمین (ممالک) کا دورہ کرے گا۔ جب مدینہ کا رخ کرے گا تو یہاں ہر ہر راہ پر فرشتوں کو کھلی تلواریں لئے ہوئے پائے گا۔ تو سبخہ کی انتہائی حد پر ضریب احمر کے پاس ٹھہر جائے گا۔ پھر مدینہ میں تین بھونچال آئیں گے اس وجہ سے جتنے منافق مرد اور جس قدر منافقہ عورتیں ہوں گی سب مدینہ سے نکل کر اس کے لشکر میں مل جائیں گی اور مدینہ ان گندے لوگوں کو اس طرح اپنے سے دور پھینکے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو الگ کر دیتی ہے۔ اس دن کا نام یوم الخلاص ہوگا۔''

ام شریک رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا ''اولاً تو ہوں گے ہی بہت کم اور اکثریت ان کی بیت المقدس میں ہوگی۔ ان کا امام ایک صالح شخص ہوگا جو آگے بڑھ کر صبح کی نماز پڑھا رہا ہوگا' جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ یہ امام پچھلے پیروں پیچھے ہٹے گا تاکہ آپ آگے بڑھ کر امامت کرائیں' لیکن آپ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ' اقامت تمہارے لئے کہی گئی ہے۔ پس ان کا امام ہی نماز پڑھائے گا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ فرمائیں گے کہ دروازہ کھول دو۔ پس کھول دیا جائے گا۔ ادھر دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لئے ہوئے موجود ہوگا جن کے سر پر تاج اور جن کی تلواروں پر سونا ہوگا۔ دجال آپ کو دیکھ کر اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے اور ایک دم پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دے گا لیکن آپ فرمائیں گے اللہ نے مقرر کر دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھائے گا' تو اسے ٹال نہیں سکتا۔ چنانچہ آپ اسے مشرقی باب لد کے پاس پکڑ لیں گے اور وہیں اسے قتل کریں گے۔ اب یہودی بدحواسی سے منتشر ہو کر بھاگیں گے لیکن انہیں کہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی۔ ہر پتھر' ہر درخت' ہر دیوار اور ہر جانور بولتا ہوگا کہ اے مسلمان! یہاں یہودی ہے آ کر اسے مار ڈال۔ ہاں ببول کا درخت یہودیوں کا درخت ہے یہ نہیں بولے گا۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اسکا رہنا چالیس سال تک ہوگا۔ سال آدھے سال کے برابر اور سال مہینہ بھر کی طرح اور مہینہ جمعہ جیسا اور باقی دن مثل شرارہ کے۔ صبح ہی ایک شخص شہر کے دروازے سے چلے گا اور ابھی دوسرے دروازے تک نہیں پہنچا ہوگا جو شام ہو جائے گی۔'' لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر ان چھوٹے دنوں میں ہم کیسے نماز پڑھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اندازہ کر لیا کرو جس طرح ان لمبے دنوں میں اندازہ سے پڑھا کرتے تھے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میری امت میں حاکم ہوں گے' عادل ہوں گے' امام ہوں گے باانصاف ہوں گے' صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے' جزیے کو ہٹا دیں گے' صدقہ چھوڑ دیا جائے گا۔ پس بکری اور اونٹ پر کوشش نہ کی جائے گی۔ حسد اور بغض بالکل جاتا رہے گا۔ ہر زہریلے جانور کا زہر ہٹا دیا جائے گا' بچے اپنی انگلی سانپ کے منہ میں ڈالیں گے لیکن وہ انہیں کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ شیروں سے لڑکے کھیلیں گے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں اس طرح پھریں گے جیسے رکھوالا کتا ہو۔ تمام زمین اسلام اور اصلاح سے اس طرح بھر جائے گی جیسے کوئی برتن پانی سے لبالب بھرا ہوا ہو۔ سب کا کلمہ ایک ہو جائے گا۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی' لڑائی اور جنگ

بالکل موقوف ہو جائے گی۔ قریش اپنا ملک سلب کر لیں گے۔ زمین مثل سفید چاندی کے منور ہو جائے گی اور جیسی برکتیں زمانہ آدم علیہ السلام میں تھیں' اگا دے گی۔ ایک جماعت کو ایک انگور کا خوشہ پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوگا۔ ایک انار اتنا ہوگا کہ ایک جماعت کھائے اور سیر ہو جائے' بیل اتنی اتنی قیمت پر ملے گا اور گھوڑا چند درہموں پر ملے گا۔'' لوگوں نے پوچھا اس کی قیمت گر جانے کی کیا وجہ ہوگی؟ فرمایا ''اس لئے کہ لڑائیوں میں اس کی سواری بالکل نہ لی جائے گی'' دریافت کیا گیا کہ بیل کی قیمت بڑھ جانے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا ''اس لئے کہ تمام زمین میں کھیتیاں ہونی شروع ہو جائیں گی۔ دجال کے ظہور سے تین سال پیشتر سے سخت قحط سالی ہوگی۔ پہلے سال بارش کا تیسرا حصہ بحکم الٰہی روک لیا جائے گا اور زمین کی پیداوار کا بھی تیسرا حصہ کم ہو جائے گا۔ پھر دوسرے سال اللہ آسمان کو حکم دے گا کہ بارش کی دو تہائیاں کم کر دے اور یہی حکم زمین کو ہوگا کہ اپنی پیداوار کی دو تہائیاں کم کر دے۔ تیسرے سال آسمان سے بارش کا ایک قطرہ نہ برسے گا نہ زمین سے کوئی روئیدگی پیدا ہوگی۔ تمام جانور اس قحط سے ہلاک ہو جائیں گے' مگر جسے اللہ چاہے۔'' آپ سے پوچھا گیا کہ پھر اس وقت لوگ زندہ کیسے رہ جائیں گے؟'' آپ نے فرمایا ان کی غذا کے قائم مقام اس وقت ان کا لا الٰہ الا اللّٰہ کہنا اور اللّٰہ اکبر کہنا اور سبحان اللّٰہ کہنا اور الحمد للّٰہ کہنا ہوگا۔'' امام ابن ماجہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے استاد نے اپنے استاد سے سنا وہ فرماتے تھے یہ حدیث اس قابل ہے کہ بچوں کے استاد اسے بچوں کو بھی سکھا دیں بلکہ لکھوائیں تاکہ انہیں بھی یاد رہے۔ ❶ یہ حدیث اس سند سے ہے تو غریب لیکن اس کے بعض حصوں کی شواہد دوسری حدیثیں ہیں'((لتقاتلن الیهود فی یقول البحر))۔ ❷ ((لا تقوم الساعة فی یقاتل المسلمون))۔ ❸ اسی حدیث کے مثل ایک حدیث حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسے بھی ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے ایک دن صبح کو آنحضرت ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اور اس طرح اسے بلند و پست کیا کہ ہم سمجھے کہیں مدینہ کے نخلستان میں موجود نہ ہو۔ پھر جب ہم لوٹ کر آپ کی طرف آئے تو ہمارے چہروں سے آپ نے جان لیا اور دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ ہم نے بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا ''دجال کے علاوہ مجھے تو تم پر اور اس سے بھی بڑھ کر خوف ہے' اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا اور اگر وہ میرے بعد آیا تو ہر مسلمان اس سے آپ بھگت لے گا۔ میں اپنا خلیفہ ہر مسلمان پر اللہ کو بناتا ہوں' وہ جوان ہوگا آنکھ اس کی ابھری ہوئی ہوگی۔ بس یوں سمجھ لو عبدالعزیٰ بن قطن کی طرح ہوگا۔ تم میں سے جو اسے دیکھے اس کو چاہیے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے۔ وہ شام و عراق کے درمیانی گوشے سے نکلے گا اور دائیں بائیں گشت کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! خوب ثابت قدم رہنا'' ہم نے پوچھا حضور! وہ کتنی مدت رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''چالیس دن' ایک دن ایک سال کے برابر' ایک دن ایک مہینہ کے برابر' ایک دن جمعہ کے برابر' اور باقی دن تمہارے معمول کے دنوں کی طرح۔'' پھر ہم نے دریافت کی کہ جو دن سال بھر کے برابر ہوگا کیا اس میں ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں بلکہ اندازہ کر لو۔'' ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی رفتار کی سرعت کیسی ہوگی؟ فرمایا ''ایسی جیسے بادل ہواؤں سے بھاگتے ہیں۔ ایک قوم کو اپنی طرف

---

❶ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عیسٰی بن مریم وخروج یاجوج وماجوج، ۴۰۷۷، وسنده ضعیف اس روایت میں اسمٰعیل بن رافع ضعیف الحفظ (التقریب، ۱/ ۶۹، ۵۰۷) اور محاربی مدلس راوی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابن ماجه، ۸۸۴) ❷ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب قتال الیهود، ۲۹۲۵؛ صحیح مسلم، ۲۹۲۱؛ ترمذی، ۲۲۳۷؛ احمد، ۲/ ۱۴۹؛ ابویعلی، ۵۵۲۳۔

❸ صحیح بخاری حواله سابق، ۲۹۲۶ بدون ذکر (الغرقد)؛ صحیح مسلم، ۲۹۲۲ بهذه الالفاظ۔

بلائے گا وہ مان لیں گے تو آسمان سے ان پر بارش ہو گی' زمین سے کھیتی اور پھل اگیں گے' ان کے جانور تر و تازہ اور زیادہ دودھ دینے والے ہو جائیں گے۔ ایک قوم کے پاس جائے گا جو اسے جھٹلائے گی اور اس کا انکار کر دے گی۔ یہ وہاں سے واپس ہو گا تو ان کے ہاتھ میں کچھ نہ رہے گا۔ وہ بنجر زمین پر کھڑا ہو کر حکم دے گا کہ اے زمین کے خزانو! نکل آؤ تو وہ سب نکل آئیں گے اور شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے' یہ ایک نوجوان کو بلائے گا اسے قتل کرے گا اور اس کے ٹھیک دو ٹکڑے کر کے اتنی اتنی دور ڈال دے گا کہ ایک تیر کی رفتار ہو' پھر اسے آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر ہنستا ہوا اس کے پاس آ جائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے سفید شرقی مینارے کے پاس دو چادریں اوڑھے باندھے دو فرشتوں کے پروں پر بازو رکھے ہوئے اتریں گے جب سر جھکائیں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب جھکائیں گے تو مثل موتیوں کے وہ قطرے لڑھکیں گے۔ جس کافر تک ان کا سانس پہنچ جائے گا وہ مر جائے گا اور آپ کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک نگاہ پہنچے گی۔ آپ دجال کا پیچھا کریں گے اور باب لد کے پاس اسے قتل کریں گے۔ پھر ان لوگوں کے پاس آئیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس فتنے سے بچایا ہوا ہو گا' ان کے چہروں پر ہاتھ پھریں گے اور ان کے جنتی درجوں کی انہیں خبر دیں گے۔ اب اللہ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئے گی کہ میں اپنے بندوں کو بھیجتا ہوں جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا' تو تم میرے ان خاص بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ۔

یاجوج ماجوج کا تذکرہ: پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے اور وہ ہر طرف سے کودتے پھاندتے آ جائیں گے۔ بحیرہ طبریہ پر ان کا پہلا گروہ آئے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا' جب ان کے بعد ہی دوسرا گروہ آئے گا تو وہ ایسا سوکھا پڑا ہو گا کہ وہ کہیں گے شائد یہاں کبھی پانی ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی مومن وہاں اس قدر محصور رہیں گے کہ ایک بیل کا سر انہیں اس سے بھی اچھا لگے گا جیسے تمہیں آج ایک سو دینار محبوب ہیں' اب آپ اور مومن اللہ سے دعائیں اور التجائیں کریں گے' اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج پر گردن کی گلٹی کی بیماری بھیج دے گا جس میں سارے کے سارے ایک ساتھ ایک دم فنا ہو جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی زمین پر اتریں گے' مگر زمین پر بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں سے اور بدبو سے خالی ہو' پھر آپ اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور التجائیں کریں گے تو بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر ایک قسم کے پرندے اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو جہاں اللہ چاہے گا ڈال آئیں گے۔ پھر بارش ہو گی جس سے تمام زمین دھل دھلا کر ہتھیلی جیسی ہو جائیگی۔ پھر زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھل نکال اور اپنی برکتیں لوٹا۔ اس دن ایک انار ایک جماعت کو کافی ہو گا' اور وہ سب اس کے چھلکے تلے آرام حاصل کر سکیں گے۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے سے نہیں پیا جائے گا' پھر پروردگار عالم ایک لطیف اور پاکیزہ ہوا چلائے گا جو تمام ایماندار مرد عورتوں کی بغل تلے سے نکل جائے گی۔ اور ساتھ ہی ان کی روح بھی پرواز کر جائے گی اور بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح دھینگا مشتی میں مشغول ہو جائیں گے۔ ان پر قیامت قائم ہو گی۔" ❶ مسند احمد میں بھی ایک ایسی ہی حدیث ہے اسے ہم سورۂ انبیاء کی آیت ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ﴾ ❷ کی تفسیر میں بیان کریں گے' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ جو مجھے پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں قیامت یہاں یہاں تک آ جائے گی۔ آپ نے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہہ کر فرمایا میرا تو اب جی چاہتا ہے کہ تمہیں اب کوئی حدیث ہی نہ سناؤں۔ میں

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال ۲۹۳۷؛ احمد، ٤/ ۱۸۱، ان کے علاوہ یہ روایت مختصراً ان جگہوں میں بھی موجود ہے۔ ابو داود، ٤٣٢١؛ ترمذی، ۲۲٤٠؛ السنن الکبریٰ، ۸۰۲٤؛ معجم الصحابة، ۳/ ۱٦۳؛ عمل الیوم واللیلة، ۹٤۷۔

❷ ۲۱/ الانبیاء: ۹٦۔

نے تو یہ کہا تھا کہ کچھ زمانے کے بعد تم بڑے بڑے امر دیکھو گے بیت اللہ جلا دیا جائے گا' اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا وغیرہ۔ پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''دجال نکلے گا اور میری امت میں چالیس تک ٹھہرے گا مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا آپ کی صورت مثل حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہے آپ دجال کو تلاش کر کے قتل کریں گے' پھر سات سال لوگ اس طرح رہیں گے کہ دو میں کچھ عداوت نہ ہوگی پھر ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے چلے گی اور سب ایمان والوں کو فوت کر دے گی' جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی بھلائی یا ایمان ہوگا اگرچہ وہ کسی پہاڑ کے غار میں ہو' وہ بھی فوت ہو جائے گا پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں جیسے ہلکے اور درندوں جیسے دماغوں والے ہوں گے اچھائی برائی کی کوئی تمیز ان میں نہ ہوگی' شیطان ان کے پاس انسانی صورت میں آ کر انہیں بت پرستی کی طرف مائل کر دے گا لیکن ان کی اس حالت میں بھی ان کی روزیوں کے دروازے ان پر کھلے ہوئے ہوں گے اور زندگی با آرام گزر رہی ہوگی' پھر صور پھونکا جائے گا جس سے لوگ گرنے پڑنے لگیں گے' ایک شخص جو اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے ان کا حوض ٹھیک کر رہا ہوگا سب سے پہلے صور کی آواز اس کے کان میں پڑے گی جس سے یہ اور تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے غرض کہ سب کے فنا ہو چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ مینہ برسائے گا جو مثل شبنم کے یا مثل سایے کے ہوگا۔ اس سے دوبارہ جسم پیدا ہوں گے پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا' سب کے سب جی اٹھیں گے۔ پھر کہا جائے گا: لوگو! اپنے رب کی طرف چلو' فرشتوں سے کہا جائے گا انہیں ٹھہراؤ' ان سے سوال کیا جائے گا پھر فرمایا جائے گا جہنم کا حصہ نکالو۔ پوچھا جائے گا کتنوں سے کتنے؟ جواب ملے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے' یہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا بنا دے گا اور یہی دن ہے جس میں پنڈلی کھولی جائے گی۔'' ❶

مسند احمد میں ہے ''ابن مریم علیہ السلام باب لد کے پاس یا لد کی جانب مسیح دجال کو قتل کریں گے۔'' ❷ ترمذی میں باب لد ہے اور یہ حدیث صحیح ہے' ❸ اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام لئے ہیں کہ ان سے بھی اس باب کی احادیث مروی ہیں تو اس سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں دجال کا مسیح علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہونا مذکور ہے۔ صرف دجال کے ذکر کی احادیث تو بے شمار ہیں جنہیں جمع کرنا سخت دشوار ہے۔ مسند میں ہے کہ عرفے سے آتے ہوئے حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع کے پاس سے گزرے اس وقت وہاں قیامت کے ذکر اذکار ہو رہے تھے' تو آپ نے فرمایا ''جب تک دس باتیں نہ ہو لیں قیامت قائم نہ ہوگی' آفتاب کا مغرب کی جانب سے نکلنا' دھوئیں کا آنا' دابۃ الارض کا نکلنا' یاجوج ماجوج کا آنا' عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا' دجال کا آنا' تین جگہ زمین کا دھنس جانا' شرق میں' غرب میں اور جزیرہ عرب میں اور عدن سے ایک آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانک کر ایک جا کر دے گی' وہ شب باشی بھی انہی کے ساتھ کرے گی اور جب دو پہر کو وہ آرام کریں گے یہ آگ ان کے ساتھ ہی رہے گی۔'' ❹ یہ حدیث مسلم اور سنن میں بھی ہے ❺ اور حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پس آنحضرت ﷺ کی یہ متواتر احادیث جو حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن مسعود' حضرت عثمان بن ابو العاص' حضرت ابو امامہ' حضرت نواس بن سمعان'

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب خروج الدجال ومکثه فی الارض ......الخ، ٢٩٤٠۔

❷ احمد، ٣/ ٤٢٠؛ عبدالرزاق، ٢٠٨٣٥۔

❸ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی قتل عیسیٰ بن مریم الدجال، ٢٢٤٤ وھو حسن۔

❹ احمد، ٤/ ٦ وھو صحیح؛ ابن حبان، ٦٨٤٣؛ مسند حمیدی، ٨٢٧؛ طبرانی، ٣٠٣٣؛ شرح السنة، ٤٢٥٠؛ الآحاد والمثانی، ١٠١٣؛ مسند الطیالسی، ١٠٦٧، اس روایت کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ٢٦/ ٦٣)

❺ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعة، ٢٩٠١؛ ابوداود، ٤٣١١؛ ترمذی، ٢١٨٣؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ١١٣٨٠؛ ابن ماجه، ٤٠٤١ مختصراً۔

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مجمع بن جاریہ، حضرت ابوشریحہ اور حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں یہ صاف دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ ساتھ ہی ان میں یہ بھی بیان ہے کہ کس طرح اتریں گے اور کہاں اتریں گے؟ اور کس وقت اتریں گے یعنی صبح کی نماز کی اقامت کے وقت شام کے شہر دمشق کے شرقی مینارہ پر اتریں گے۔ اس زمانے میں یعنی ۷۴۱ھ میں جامع اموی کا مینار سفید پتھر سے بہت مضبوط بنایا گیا ہے اس لئے کہ آگ کے صدمہ سے یہ جل گیا تھا اور یہ آگ لگانے والے غالباً ملعون عیسائی تھے، کیا عجب کہ یہی وہ مینارہ ہو جس پر مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے۔ صلیبوں کو توڑ دیں گے جزیے کو ہٹا دیں گی اور سوائے دین اسلام کے اور دین قبول نہ فرمائیں گے جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں گزر چکی ہیں جن میں پیغمبر صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے اور اسے ثابت بتلایا ہے یہ وہ وقت ہوگا جب تمام شک شبے ہٹ جائیں گے اور لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے ماتحت اسلام قبول کر لیں گے جیسے اس آیت میں ہے اور جیسے فرمان ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ❶ ایک قراءت میں لَعَلَمٌ ہے یعنی ''جناب مسیح علیہ السلام کا نزول قیامت کا ایک زبردست نشان ہے'' یعنی قرب قیامت کا اس لئے کہ آپ دجال کے آچکنے کے بعد تشریف لائیں گے اسے قتل کریں گے جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا کی جس کا علاج نہ مہیا کیا ہو۔'' ❷ آپ ہی کے وقت میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہلاک کرے گا۔ قرآن کریم ان کے نکلنے کی بھی خبر دیتا ہے فرمان ہے۔ ﴿حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ ❸ یعنی یاجوج ماجوج کا نکلنا بھی قرب قیامت کی دلیل ہے اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفتیں ملاحظہ ہوں، پہلے کی دو حدیثوں میں آپ کی صفت گزر چکی ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ''میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی وہ درمیانہ قد، صاف بالوں والے ہیں جیسے شنوءہ قبیلے کے لوگ ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی وہ سرخ رنگ میانہ قد ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی میں نے دیکھا بس وہ بالکل مجھ جیسے تھے۔'' ❹ بخاری کی اور روایت میں ہے۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ گھونگریالے بالوں والے اور چوڑے چکلے سینے والے تھے، (حضرت) موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے جسم اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے زلط کے لوگ ہوتے ہیں۔'' ❺ اسی طرح آپ نے دجال کی شکل و صورت بھی بیان فرما دی ہے کہ اس کی داہنی آنکھ کانی ہوگی جیسے پھولا ہوا انگور۔ ❻ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھلایا گیا کہ ایک بہت گندمی رنگ والے جن کے سر کے پٹے دونوں مونڈھوں تک تھے، صاف بالوں والے، جن کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، دو شخصوں کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھے طواف کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ مسیح بن مریم ہیں۔ میں نے ان کے پیچھے ہی ایک شخص کو دیکھا جس کی داہنی آنکھ کانی تھی، ابن قطن سے بہت ملتا جلتا تھا سخت الجھے ہوئے بال تھے وہ بھی دو شخصوں کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ مسیح الدجال ہے۔'' ❼ بخاری کی اور روایت =

❶ ۴۳/ الزخرف:۶۱۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء ۵۶۷۸۔

❸ ۲۱/ الانبیآء:۹۶، ۹۷۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذکر فی الکتٰب مریم اذ انتبذت من اھلھا﴾ ۳۴۳۷؛ صحیح مسلم، ۱۶۸۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذکر فی الکتٰب مریم......﴾ ۳۴۳۸۔ ❻ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۳۴۳۹؛ صحیح مسلم، ۱۶۹۔

❼ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ﴿واذکر فی الکتٰب مریم......﴾ ۳۴۴۰؛ صحیح مسلم، ۱۶۹۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ع

ترجمہ: جونفیس چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث [١٦٠] اور سود جس سے وہ منع کئے گئے تھے اسے لینے کے باعث اور لوگوں کا مال ناحق مار کھانے کے باعث۔ ان میں سے جو کفار ہیں ہم نے ان کے لئے المناک عذاب مہیا کر رکھے ہیں۔ [١٦١] لیکن ان میں سے جو کامل اور مضبوط علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور نمازوں کو قائم رکھنے والے ہیں اور زکوۃ کے ادا کرنے والے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں ہم بہت بڑے بڑے اجر عطا فرمائیں گے۔ [١٦٢]

= میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہا اللہ کی قسم حضور ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کو سرخ رنگ کا نہیں بتلایا بلکہ آپ نے گندمی رنگ کا بتلایا ہے پھر اوپر والی پوری حدیث ہے' حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن قطن قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت میں مر چکا تھا۔ ❶ وہ حدیث بھی گزر چکی جس میں یہ بیان ہے کہ ''جناب مسیح علیہ السلام اپنے نزول کے بعد چالیس سال رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ علیہ السلام کے جنازے کی نماز ادا کریں گے۔'' ❷ ہاں مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ''آپ علیہ السلام یہاں سات سال رہیں گے'' ❸ تو ممکن ہے کہ چالیس سال کا فرمان اس مدت سمیت ہو جو آپ نے دنیا میں اپنے آسمانوں پر اٹھائے جانے سے پہلے گزاری ہے۔ جس وقت آپ اٹھائے گئے' اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر تینتیس سال کی تھی اور سات سال اب آخر زمانے کے تو پورے چالیس سال ہو گئے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ (ابن عساکر) بعض کا قول ہے جب آپ علیہ السلام آسمانوں پر چڑھا ئے گئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی یہ بالکل واہی اور دور کا قول ہے' ہاں حافظ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بعض سلف سے یہ بھی وارد کیا ہے کہ آپ علیہ السلام حضور ﷺ کے حجرے میں آپ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے' ❹ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر ارشاد ہے کہ ''یہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے'' یعنی اس بات کے کہ اللہ کی رسالت آپ نے انہیں پہنچادی تھی۔ اور خود آپ نے اللہ کی عبودیت کا اقرار کیا تھا جیسے سورۂ مائدہ کے آخر میں ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾ سے ﴿الْحَكِيْمُ﴾ تک ہے' یعنی آپ کی گواہی کا وہاں ذکر ہے اور اللہ کے سوال کا۔

---

❶ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ٣٤٤١؛ صحیح مسلم، ١٧١ بدون قول الزہری۔ ❷ اس روایت کی تخریج آیت ١٥٩ کے تحت گزر چکی ہے۔ ❸ شیخ البانی قصۃ المسیح الدجال، ص، ١٤٥ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کی صحیح مسلم، (٢٩٤٠) میں کوئی اصل نہیں بلکہ سات سال کے متعلق یہ ہے کہ ان کے بعد لوگ سات سال اس حالت میں ہوں گے کہ ان کے درمیان کوئی عداوت نہیں ہوگی۔

❹ مجمع الزوائد، ٨/ ٢٠٦؛ ترمذی، کتاب المناقب، باب سلوا اللہ لی الوسیلۃ، ٣٦١٧، وسندہ حسن۔

بطور سزا حلال چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیں: [آیت:۱۶۰۔۱۶۲] اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ حرمت قدری ہو یعنی مقدرات الٰہی میں یہ تھا کہ یہ لوگ اپنی کتاب کو بدل دیں اس میں تحریف کر لیں اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیں صرف اپنے تشدد اور اپنی سخت گیری کی وجہ سے۔ دوسرا یہ کہ حرمت شرعی ہے یعنی نزول تورات سے پہلے جو بعض چیزیں ان پر حلال تھیں تورات کے اترنے کے وقت ان کی بعض بدکاریوں کی وجہ سے وہ حرام قرار دے دی گئیں جیسے فرمان ہے ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ﴾ ❶ الخ یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ جو حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اس کے ماسوا تمام طعام بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے پھر تورات میں ان پر بعض چیزیں حرام کی گئیں۔ جیسے سورۂ انعام میں فرمایا ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا﴾ الخ ''اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن دار جانور حرام کر دیا اور گائے بکری کی چربی بھی جو الگ تھلگ ہو ہم نے ان پر حرام قرار دے دی'' یہ اس لئے کہ یہ باغی طاغی اور مخالف رسول اور اختلاف کرنے والے لوگ تھے۔ پس یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ ان کی ظلم وزیادتی کے باعث خود اللہ کی راہ سے ہٹ کر دوسروں کو اس سے بھٹکانے کے باعث جو ان کی پرانی عادت تھی رسولوں کے دشمن بن جاتے تھے انہیں قتل کر ڈالتے تھے انہیں جھٹلاتے تھے مقابلہ کرتے تھے اور طرح طرح کے حیلے کر کے سود خوریاں کرتے تھے جو محض حرام تھیں اور بھی جس طرح بن پڑتا لوگوں کے مال مار کھانے کی تاک میں لگے رہتے اور اس بات کو جانتے ہوئے کہ اللہ نے یہ کام حرام کئے ہیں جرأت سے انہیں کر گزرتے تھے اس باعث ان پر حلال چیزیں بھی بعض بعض ہم نے حرام کر دیں۔ ان کفار کے لئے دردناک عذاب تیار ہیں ''لیکن ان میں جو سچے دین والے اور پختہ علم والے ہیں۔ اس جملہ کی تفسیر سورۂ آل عمران میں گزر چکی ہے اور جو باایمان ہیں یہ تو قرآن کو اور تمام پہلی کتابوں کو مانتے ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام حضرت ثعلبہ بن سعید حضرت زید ابن سعید حضرت اسید بن عبید رضی اللہ عنہم ہیں جو اسلام میں آگئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مان چکے تھے۔ آگے کا جملہ ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ﴾ تمام ائمہ رحمہم اللہ کے قرآن میں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں اسی طرح ہے لیکن بقول علامہ ابن جریر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صحیفہ میں ﴿وَالْمُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ﴾ ہے صحیح قراءت اگلی ہی ہے جن بعض لوگوں نے اسے کتابت کی غلطی بتایا ہے ان کا قول غلط ہے بعض تو کہتے ہیں اس کی نصبی حالت مدح کی وجہ سے ہے جیسے ﴿وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۚ وَالصَّابِرِينَ﴾ ❷ میں ہے اور کلام عرب میں اور شعروں میں برابر یہ قاعدہ موجود پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ عطف ہے اگلے جملہ پر یعنی ﴿بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ پر یعنی ''وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور نماز کے قائم کرنے پر بھی ان کا ایمان ہے'' یعنی اسے واجب و برحق مانتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں یعنی ان کا قرآن پر اور اللہ کی کتابوں پر اور فرشتوں پر ایمان ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں لیکن اس میں تامل کی ضرورت ہے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

''اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں'' یعنی مال کی یا جان کی اور دونوں بھی مراد ہو سکتے ہیں وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ اور صرف اللہ ہی کو لائق عبادت جانتے ہیں اور موت کے بعد کی زندگی پر بھی یقین کامل رکھتے ہیں کہ ہر بھلے برے عمل کی جزا سزا اس دن میں ملے گی یہی لوگ ہیں جنہیں ہم اجر عظیم یعنی جنت دیں گے۔

---

❶ ٦/ الانعام:١٤٧۔ ❷ ٢/ البقرة:١٧٧۔

إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيۡمَٰنَۚ وَءَاتَيۡنَا دَاوُۥدَ زَبُورٗا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلٗا قَدۡ قَصَصۡنَٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِن قَبۡلُ وَرُسُلٗا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكۡلِيمٗا ﴿١٦٤﴾ رُّسُلٗا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمٗا ﴿١٦٥﴾

ترجمہ: یقیناً ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی' اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولادوں پر اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔[۱۶۳] اور تجھ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے تجھ سے بیان کیے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کیے اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا۔[۱۶۴] ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔[۱۶۵]

انبیا کی تعداد ان کے درجات اور آسمانی کتابیں: [آیت:۱۶۳۔۱۶۵] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سکن اور عدی بن زید نے کہا اے محمد ﷺ ہم نہیں مانتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ اتارا ہو'اس پر یہ آیات اتریں' [1] محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿يَسْـَٔلُكَ أَهْلُ ٱلْكِتَٰبِ﴾ سے ﴿عَظِيمًا﴾ تک اتری اور یہودیوں کے برے اعمال کا آئینہ ان کے سامنے رکھ دیا گیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ کسی انسان پر اللہ نے کوئی اپنا کلام نازل نہیں فرمایا نہ موسیٰ علیہ السلام پر نہ عیسیٰ علیہ السلام پر نہ کسی اور نبی پر۔ آپ ﷺ اس وقت گوٹھ لگائے بیٹھے تھے اسے آپ ﷺ نے کھول دیا اور فرمایا کسی پر بھی نہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَمَا قَدَرُوا ٱللَّهَ﴾ نازل فرمائی۔ لیکن یہ قول تامل طلب ہے اس لئے کہ یہ آیت سورۂ انعام میں ہے جو مکیہ ہے اور سورۂ نساء کی مندرجہ بالا آیت مدنیہ ہے جو ان کے رد میں ہے جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ آسمان سے کوئی کتاب آپ اتار لائیں جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا پھر ان کے عیوب بیان فرمائے اور ان کی پہلی اور اب کی سیاہ کاریاں کھولیں' پھر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف اسی طرح وحی نازل فرمائی ہے جس طرح اور انبیا کی طرف'' زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری تھی۔ ان انبیا علیہم السلام کے قصے سورۂ قصص کی تفسیر میں بیان کریں گے' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتا ہے اس آیت یعنی مکی سورت کی آیت سے پہلے بہت سے انبیا علیہم السلام کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور بہت سوں کا نہیں بھی ہوا۔ جن انبیا علیہم السلام کے نام قرآن کے لفظوں میں آ گئے ہیں یہ ہیں' آدم' ادریس' نوح' ہود'

[1] الطبری، ۹/ ٤٠، اس کی سند میں محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے۔(الضعفاء والمتروکین لابن جوزی، ۳/ ۹٦، رقم، ۳۱۷۹)

صالح' ابراہیم' لوط' اسماعیل' اسحاق' یعقوب' یوسف' شعیب' موسیٰ' ہارون' یونس' داؤد' سلیمان' الیسع' زکریا' عیسیٰ' یحییٰ' اور بقول اکثر مفسرین ذوالکفل' ایوب اور الیاس علیہم السلام اور ان سب کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ۔اور بہت سے ایسے رسول بھی ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا۔اسی وجہ سے انبیا اور مرسلین کی تعداد میں اختلاف ہے۔اس بارے میں مشہور حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہے جو تفسیر ابن مردویہ میں یوں ہے کہ آپ نے پوچھا: یارسول اللہ! انبیا کتنے ہیں؟ ''فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔'' میں نے پوچھا کہ ان میں رسول کتنے ہیں؟ فرمایا ''تین سو تیرہ' بہت بڑی جماعت'' میں نے پھر دریافت کیا' سب سے پہلے کون سے ہیں؟ فرمایا ''آدم علیہ السلام۔'' میں نے کہا کیا وہ بھی رسول تھے؟ فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا پھر ان میں اپنی روح پھونکی پھر درست اور ٹھیک ٹھاک کیا' پھر فرمایا: ''اے ابوذر! چار سریانی ہیں' آدم' شیث' نوح اور خنوخ علیہم السلام' جن کا مشہور نام ادریس ہے۔انہی نے پہلے قلم سے خط لکھا۔چار عربی ہیں۔ہود' صالح' شعیب علیہم السلام اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔اے ابوذر! بنواسرائیل میں پہلے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' تمام نبیوں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی تمہارے نبی ہیں۔'' ❶ اس پوری حدیث کو جو بہت طویل ہے' حافظ ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الانواع والتقاسیم میں روایت کیا ہے جس پر صحت کا نشان دیا ہے لیکن ان کے برخلاف امام ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اسے بالکل موضوع بتلاتے ہیں اور ابراہیم بن ہشام اس کے ایک راوی پر وضاع ہونے کا وہم کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل میں سے بہت سے لوگوں نے ان پر اس حدیث کی وجہ سے کلام کیا ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. لیکن یہ حدیث دوسری سند سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ❷ لیکن اس میں معان بن رفاعہ سلامی ضعیف ہیں اور علی بن یزید بھی ضعیف ہیں اور قاسم بن عبدالرحمن بھی ضعیف ہیں اور ایک حدیث ابویعلی میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی بھیجے ہیں' چار ہزار بنواسرائیل کی طرف اور چار ہزار باقی اور لوگوں کی طرف۔'' ❸ یہ حدیث بھی ضعیف ہے اس میں ربذی اور اس کے استاد رقاشی دونوں ضعیف ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. ابویعلی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آٹھ ہزار انبیا میرے بھائی گزر چکے ہیں ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے ان کے بعد میں آیا ہوں۔'' ❹ اور حدیث میں ہے ''میں آٹھ ہزار نبیوں کے بعد آیا ہوں جن میں سے چار ہزار تو بنی اسرائیل میں سے تھے۔'' ❺ یہ حدیث اس سند سے غریب تو ضرور ہے لیکن اس کے تمام راوی معروف ہیں اور سند میں کوئی خوف نہیں بجز احمد بن طارق کے ان کے بارے میں مجھے کوئی علالت یا جرح نہیں ملی' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

---

❶ ابن حبان، ٣٦١ وسنده ضعیف جداً؛ حلیة الاولیاء، ١/ ١٦٦، اس کی سند میں ابراهیم بن هشام بن یحیی بن الغسانی الدمشقی مجروح راوی ہے۔ابوحاتم نے اسے کذاب (الجرح والتعدیل، ٣/ ١٤٢، رقم ٤٦٩) امام ذہبی نے متروک کہا ہے (المیزان، ٧/ ١٧٩، رقم، ٩٥٢٢) جس کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ ❷ احمد، ٥/ ٢٦٥، ٢٦٦ وسنده ضعیف؛ طبرانی، ٧٨٧١؛ مجمع الزوائد، ١/ ١٥٩، اس روایت میں معان بن رفاعه (الضعفاء والمتروکین، ٣/ ١٢٦، رقم، ٣٣٥٣) علی بن یزید (مجمع الزوائد، ١/ ١٥٩) اور قاسم ابوعبدالرحمان ضعیف راوی ہیں جیسا کہ ابن کثیر نے ذکر کیا جس کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

❸ مسند ابی یعلی، ٤١٣٢؛ مجمع الزوائد، ٨/ ٢١٠، اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدۃ الربذی اور یزید الرقاشی ضعیف راوی ہیں (مجمع الزوائد، ٨/ ٢١٠) جس کی وجہ سے یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ ❹ مسند ابی یعلی، ٤٠٩٢؛ مجمع الزوائد، ٨/ ٢١١، اس روایت میں محمد بن ثابت العبدی لین الحدیث راوی ہے۔(التقریب، ٢/ ١٤٩) جبکہ یزید الرقاشی ضعیف (التقریب، ٢/ ٣٦١) ہے۔

❺ حلیة الاولیاء، ٣/ ١٦٢؛ اس کی سند مسلم بن خالد کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ والی طویل حدیث جو انبیا کی گنتی کے بارے میں ہے اسے بھی سن لیجئے آپ فرماتے ہیں' میں مسجد میں آیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما تھے میں بھی آپ کے پاس بیٹھ گیا اور کہا آپ نے نماز کا حکم دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں وہ بہتر چیز ہے چاہے کوئی زیادتی کرے چاہے کمی۔'' میں نے کہا حضور! کون سے اعمال افضل ہیں؟ فرمایا ''اللہ پر ایمان لانا' اس کی راہ میں جہاد کرنا۔'' میں نے کہا: حضور! کونسا مؤمن افضل ہے؟ فرمایا ''سب سے اچھے اخلاق والا۔'' میں نے کہا حضور کونسا مسلمان اعلیٰ ہے؟ فرمایا ''جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔'' میں نے پوچھا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا ''برائیوں کو چھوڑ دینا۔'' میں نے پوچھا کہ کونسی نماز افضل ہے؟ فرمایا ''لمبے قنوت والی۔'' میں نے پوچھا کونسا روزہ افضل ہے؟ فرمایا ''فرض کفایت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑھا چڑھا اجر وثواب ہے۔'' میں نے پوچھا کونسا جہاد افضل ہے؟ فرمایا ''جس کا گھوڑا بھی کاٹ دیا جائے اور خود اس کا بھی خون بہا دیا جائے۔'' میں نے کہا کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا ''جس قدر گراں قیمت ہو اور مالک کو زیادہ پسند ہو۔'' میں نے پوچھا کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا ''کم مال والے کا کوشش کرنا اور چپکے سے محتاج کو دے دینا۔'' میں نے کہا قرآن میں سب سے بڑی آیت کونسی ہے؟ فرمایا ''آیت الکرسی'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوذر! ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے کوئی حلقہ کسی چٹیل میدان کے مقابلہ میں اور عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہے جیسے وسیع میدان کی حلقے پر۔'' میں نے کہا حضور! انبیا کتنے ہیں؟ فرمایا ''ایک لاکھ چوبیس ہزار۔'' میں نے کہا ان میں سے رسول کتنے ہیں؟ فرمایا ''تین سو تیرہ' بہت بڑی پاک جماعت۔'' میں نے پوچھا سب سے پہلے کون ہیں؟ فرمایا ''آدم علیہ السلام۔'' میں نے کہا وہ بھی نبی رسول تھے؟ فرمایا ''ہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ان میں پھونکی اور انہیں صحیح تر بنایا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! ''چار تو سریانی ہیں۔ آدم' شیث' خنوخ اور یہی ادریس علیہم السلام ہیں جنہوں سب سے پہلے قلم سے لکھا اور نوح علیہ السلام اور چار عربی ہیں۔ ہود' شعیب' صالح' علیہم السلام اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔'' میں نے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں؟ فرمایا ''ایک سو چار' حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت خنوخ علیہ السلام پر تیس صحیفے' حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحیفے اور تورات' انجیل' زبور' اور فرقان۔'' میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا ''اس کا کل یہ تھا اے مسلّط کیے ہوئے بادشاہ مبتلی مغرور میں نے تجھے دنیا جمع کرنے اور ملا ملا کر رکھنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے کہ تو مظلوم کی پکار کو میرے سامنے سے ہٹا دے اگر میرے پاس پہنچے تو میں اسے رد نہ کروں گا گو وہ مظلوم کافر ہی ہو' اور ان میں مثالیں بھی تھیں یہ کہ عاقل کو لازم ہے کہ وہ اپنے اوقات کے کئی حصے کرے ایک وقت اپنے نفس کا حساب لے ایک وقت اللہ کی صفت میں غور کرے ایک وقت اپنے کھانے پینے کی فکر کرے' عاقل کو تین چیزوں کے سوا کسی میں اپنے آپ کو منہمک نہ کرنا چاہیے یا تو توشہ آخرت یا حصول معاش' یا غیر حرام چیزوں سے سرور ولذت۔ عاقل کو چاہئے کہ اپنا وقت دیکھتا رہے' اپنے کام میں لگا رہے۔ اپنی زبان کی نگہداشت کرے' جو شخص اپنے قول کو اپنے فعل سے ملاتا رہے گا وہ بہت کم گو ہوگا۔ کلام وہی کرو جو تمہیں نفع دے۔'' میں نے پوچھا موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا ''سراسر عبرتیں' مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا یقین رکھتا ہے پھر مست ہے' تقدیر کا یقین رکھتا ہے پھر ہائے ہائے میں پڑا ہوا ہے' دنیا کی بے ثباتی دیکھتا ہے پھر اس پر اطمینان کیئے ہوئے ہے قیامت کے دن کے حساب کو جانتا ہے پھر بے عمل ہے۔'' میں نے کہا حضور! اگلے انبیا کی کتابوں میں جو تھا اس میں سے کچھ ہماری کتاب میں ہمارے ہاتھوں میں ہے؟

آپ نے فرمایا ''ہاں پڑھو ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ ❶ آخر سورت تک۔'' میں نے کہا: حضور! مجھے وصیت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں یہی تیرے کام کا سر ہے۔'' میں نے کہا: یا رسول اللہ! کچھ اور بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تلاوت قرآن اور ذکر اللہ میں مشغول رہ وہ تیرے لئے آسمانوں میں ذکر کا اور زمین میں نور کا باعث ہو گا۔'' میں نے پھر کہا: حضور! اور زیادہ فرمایئے' فرمایا ''خبردار زیادہ ہنسی سے بچ وہ دل کو مردہ کر دیتی ہے اور چہرہ کا نور دور کر دیتی ہے'' میں نے کہا اور زیادہ فرمایئے فرمایا ''جہاد میں مشغول رہ' میری امت کی رہبانیت اور درویشی یہی ہے۔'' میں نے کہا اور وصیت کیجئے۔ فرمایا ''سوائے بھلی بات کہنے کے زبان بند رکھا کر اس سے شیطان بھاگ جائے گا اور دینی کاموں میں بڑی تائید ہو گی۔'' میں نے کہا کچھ اور بھی فرما دیجئے۔ فرمایا ''اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں کو دیکھا کر اور اپنے سے اعلیٰ درجہ کے لوگوں پر نظریں نہ ڈال اس سے تیرے دل میں اللہ کی نعمتوں کی عظمت ہو گی۔'' میں نے کہا مجھے اور زیادہ نصیحت کیجئے' فرمایا ''مسکینوں سے محبت رکھ اور ان کے ساتھ بیٹھ اس سے اللہ کی رحمتیں تجھے بہت بڑی معلوم ہوں گی۔'' میں نے کہا اور فرمایئے۔ فرمایا ''قرابت داروں سے ملا رہ گو وہ تجھ سے نہ ملیں۔'' میں نے کہا اور۔ فرمایا ''حق گوئی کر گو وہ کسی کو کڑوی لگے۔'' میں نے اور بھی نصیحت طلب کی۔ فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے بارے ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کر۔'' میں نے کہا اور فرمایئے۔ فرمایا ''اپنے عیبوں پر نظر ڈال کر دوسروں کی عیب گیری سے باز آ جا۔'' پھر میرے سینے پر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا ''اے ابوذر! تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور حرام سے رک جانے کے برابر کوئی پرہیزگاری نہیں اور اچھے اخلاق جیسا کوئی نسب نہیں۔'' ❷ مسند احمد میں بھی یہ حدیث کچھ کمی کے ساتھ ہے۔ ❸

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ کیا خارجی بھی دجال کے قائل ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''میں ایک ہزار بلکہ زیادہ نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں' ہر ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے لیکن میرے سامنے اللہ نے اس کی وہ علامات بیان فرمائی ہیں جو کسی اور سے نہیں فرمائیں۔ سنو! وہ بھینگا ہے اور رب ایسا ہو نہیں سکتا' اس کی داہنی آنکھ بھینگی کانی ہے دیدہ اوپر کو اٹھا ہوا ایسا جیسے چونے کی صاف دیوار پر کسی کا کھنکار پڑا ہو اور اس کی بائیں آنکھ ایک چمکیلے ستارے جیسی ہے۔ وہ تمام زبانیں بولے گا اس کے ساتھ جنت کی صورت ہو گی سرسبز اور پانی والی اور دوزخ کی صورت ہو گی سیاہ دھوئیں دار۔'' ❹ ایک حدیث میں ہے ''ایک لاکھ نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں بلکہ زیادہ کا۔'' ❺

موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا: پھر فرمایا ''موسیٰ علیہ السلام سے خود اللہ نے صاف طور پر کلام کیا' یہ ان کی خاص صفت ہے کہ وہ کلیم اللہ تھے' ایک شخص ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک شخص اس جملہ کو یوں پڑھتا ہے ''وَكَلَّمَ اللّٰهَ مُوسٰى تَكْلِيمًا'' یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے بات کی ہے۔ اس پر آپ بہت بگڑے اور فرمایا یہ کسی کافر نے پڑھا ہو گا۔ میں نے اعمش

---

❶ ۸۷/ الاعلیٰ: ۱۴۔ ❷ یہ روایت ابراھیم بن ھشام الغسانی کے ضعف (الجرح والتعدیل، ۲/ ۱۴۲، رقم ۴۶۹) کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس پر ضعیف جداً کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الجامع، ۴۹۳۱)

❸ احمد، ۵/ ۱۷۸، ۱۷۹۔ ❹ احمد، ۳/ ۷۹ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۲/ ۵۹۷ مختصراً؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۳۴۶، اس روایت میں مجالد بن سعید (الضعفاء والمتروکین ابن الجوزی، ۳/ ۳۵) اور عبدالمتعال بن عبدالوہاب (التعجیل المنفعۃ لابن حجر، ص، ۱۷۹) ضعیف راوی ہیں جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

❺ یہ روایت بھی مجالد بن سعید کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

سے اعمش نے یحییٰ سے یحییٰ نے عبدالرحمن سے عبدالرحمن نے علی سے، علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ ❶ غرض اس شخص کی معنوی اور لفظی تحریف پر آپ اس قدر ناراض ہوئے۔ عجب یہ کوئی معتزلی ہو اس لئے کہ معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا نہ کسی اور سے۔ کسی معتزلی نے ایک بزرگ کے سامنے اس آیت کو اسی طرح پڑھا تو انہوں نے اسے برا کہہ کر فرمایا' پھر اس آیت میں یہ بے ایمانی کیسے کرو گے؟ جہاں فرمایا ہے:﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ ❷ یعنی ''موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے پر آئے اور ان سے ان کے رب نے کلام کیا'' مطلب یہ ہے کہ یہاں تو یہ تاویل وتحریف نہ چلے گی۔

ابن مردویہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو وہ سیاہ چیونٹی کا اندھیری رات میں کسی صاف پتھر پر چلنا بھی دیکھ لیتے تھے۔'' ❸ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد صحیح نہیں اور جب موقوفاً بقول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ثابت ہو جائے تو بہت اچھی ہے۔ مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے کہ ''کلیم اللہ علیہ السلام سے جب اللہ نے کلام کیا تو وہ صوف کی چادر اور صوف کی شلوار اور غیر مذبوح گدھے کی کھال کی جوتیاں پہنے ہوئے تھے۔ ❹

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک لاکھ چالیس ہزار باتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیں جو سب وصیتیں تھیں پھر تو لوگوں کا کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سنا نہیں جاتا تھا کیونکہ کانوں میں اسی پاک کلام کی گونج تھی۔ ❺ اس کی سند بھی ضعیف ہے پھر اس میں انقطاع بھی ہے۔ ایک اثر ابن مردویہ وغیرہ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طور والے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام اللہ نے کیا اس کی صفت جس دن پکارا تھا اس کلام کی صفت سے الگ تھی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کا بھید معلوم کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! ابھی تو میں نے دس ہزار زبانوں کے برابر کی قوت سے کلام کیا ہے حالانکہ مجھے تمام زبانوں کی قوت ہے بلکہ ان سب سے بھی زیادہ۔ بنو اسرائیل آپ سے صفت کلام ربانی جب پوچھنے لگے تو آپ نے فرمایا میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے کہا اچھا کوئی تشبیہ تو بیان کرو۔ آپ نے فرمایا تم نے کڑاکے کی آواز سنی ہوگی وہ اس کے مشابہ تھی لیکن ویسی نہ تھی۔ ❻ اس کے ایک راوی فضل رقاشی ضعیف ہیں اور بہت ہی ضعیف ہیں۔ حضرت کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تمام زبانوں سے سوا اپنے کلام کے تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے پوچھا باری تعالیٰ یہ تیرا کلام ہے؟ فرمایا نہیں اور نہ تو میرے کلام کی استقامت کر سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اے رب! تیری مخلوق میں سے کسی کا کلام تیرے کلام کے مشابہ ہے؟

---

❶ مجمع الزوائد، ٧/ ١٢، ١٣؛ المعجم الأوسط للطبرانی، ٨٦٠٣۔ ھیثمی کہتے ہیں اس روایت میں احمد بن عبدالجبار بن میمون ضعیف راوی ہے۔(مجمع الزوائد حوالہ سابق)

❷ ٧/ الاعراف:١٤٢۔

❸ مجمع الزوائد، ٨/ ٢٠٣؛ ہیثمی کہتے ہیں اس روایت میں حسن بن ابی جعفر الجفری متروک راوی ہے۔(مجمع الزوائد حوالہ سابق)

❹ حاکم، ٢/ ٣٧٩ وسندہ ضعیف جداً، ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الصوف، ١٧٣٤ وسندہ ضعیف جداً، الشریعہ للآجری، ص، ٣٢٦؛ الضعفاء للعقیلی، ٩٧؛ الکامل، ٢/ ٧٩؛ الآمالی لابن شاھین، ٢/ ٦٦؛ ذیل تاریخ بغداد، ١٠/ ١٢٥/ ٢؛ تاریخ دمشق، ١٧/ ١٦١/ ١، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر ضعیف جداً کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے(السلسلة الضعیفه ١٢٤٠)

❺ المعجم الأوسط، ٣٩٤٩؛ اس کی سند میں جویبر بن سعید نامی راوی متروک ہے(التقریب، ١/ ١٣٦، رقم، ١٣١؛ الضعفاء والمتروکین، ١/ ١٧٧، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر ضعیف جدا کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے(السلسلة الضعیفه، ٥٢٥٨)

❻ مجمع الزوائد، ٨/ ٢٠٤؛ البزار، ٢٣٥٣ یہ روایت الشریعة للآجری ص، ٣٢٦؛ الموضوعات، ١/ ١١٢ مرفوعاً مرقوم ہے جب کہ موقوف اور موضوع روایات میں فضل بن عیسیٰ الرقاشی سخت ضعیف راوی ہے(المیزان، ٥/ ٤٣١، رقم ٦٨٤٦)

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾

ترجمہ: جو کچھ تیری طرف اتارا ہے اس کی بابت خود اللہ گواہی دیتا ہے کہ اسے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ گواہ۔[۱۶۶] جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے اوروں کو روکا وہ یقیناً گمراہی میں دور نکل گئے۔[۱۶۷] جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔[۱۶۸] بجز جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے۔[۱۶۹] اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر رسول آ گیا ہے پس تم ایمان لاؤ تا کہ تمہارے لئے بہتری ہو اور اگر تم کافر ہو گئے تو اللہ ہی کی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ دانا ہے حکمت والا ہے۔[۱۷۰]

= فرمایا نہیں سوائے سخت ترکڑا کے کے۔

یہ روایت بھی موقوف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ اگلی کتابوں سے روایت کیا کرتے تھے جن میں بنو اسرائیل کی حکایتیں ہر طرح کی صحیح اور غیر صحیح ہوتی ہیں۔ رسول ہی ہیں جو اللہ کی اطاعت کرنے والوں اور اس کی رضا مندی کے متلاشیوں کو جنتوں کی خوشخبریاں دیتے ہیں اور اس کے فرمان کا خلاف کرنے والوں اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کو عذاب وسزا سے ڈراتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں جو نازل فرمائی ہیں اور اپنے رسول جو بھیجے ہیں اور ان سے اپنی مرضی نامرضی جو معلوم کرائی ہے یہ اس لئے کہ کسی کو کوئی حجت یا کسی کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ﴾ ❶ یعنی ”اگر ہم انہیں اس سے پہلے ہی اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجے جو ہم ان کی باتیں مانتے اور اس ذلت ورسوائی سے بچ جاتے۔“

اسی جیسی یہ آیت بھی ہے ﴿وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ﴾ ❷ صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ باغیرت کوئی نہیں ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام برائیوں کو حرام کیا ہے خواہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور ایسا بھی کوئی نہیں جسے بہ نسبت اللہ کے مدح زیادہ پسند ہو یہی وجہ ہے کہ اس نے خود اپنی مدح آپ کی ہے اور کوئی ایسا نہیں ہے جسے اللہ سے زیادہ عذر پسند ہو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا۔“ ❸ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں =

❶ ۲۰/ طٰہٰ:۱۳۴۔ ❷ ۲۸/ القصص:۴۷۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ ﴿ولا تقربوا الفواحش ماظهر منها ومابطن﴾ ۴۶۳۴؛ صحیح مسلم، ۲۷۶۰؛ ترمذی ۳۵۳۰؛ السنن الكبرىٰ للنسائی، ۱۱۱۷۳؛ ابن حبان، ۲۹۴؛ احمد، ۱/ ۳۸۱؛ ابن ابی شیبه، ۱/ ۲۴۷؛ عبدالرزاق، ۱۹۲۵؛ شرح السنة، ۲۳۷۳؛ مسند ابی یعلی، ۵۱۶۹؛ حلیة الاولیاء، ۵/ ۴۳؛ طبرانی، ۱۰۴۴۱۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ٘ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۠﴿۱۷۱﴾

ع ۲۳

ترجمہ: اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کے کلمہ ہیں جسے مریم علیہا السلام کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہے پس تم اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانو۔ اور نہ کہو کہ رب تین ہیں اس سے باز آ جاؤ کہ تمہارے لئے بہتری ہے۔ اللہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔[۱۷۱]

= کہ ”اسی وجہ سے اس نے رسول بھیجے اور کتابیں اتاریں۔“ ❶

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر کی رسالت کے گواہ ہیں: [آیت:۱۶۶۔۱۷۰] چونکہ پچھلی آیتوں میں حضور ﷺ کی نبوت کا ثبوت تھا اور آپ ﷺ کی نبوت کے منکروں کا رد تھا اس لیے یہاں فرماتا ہے کہ کچھ لوگ تجھے جھٹلائیں، تیری مخالفت کریں گے لیکن اللہ خود ہی تیری رسالت کا شاہد ہے وہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید کو فرقان حمید کو تجھ پر نازل فرمایا ہے جس کے پاس باطل پھٹک ہی نہیں سکتا۔ اس میں ان چیزوں کا علم ہے جس پر اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا یعنی دلیلیں، ہدایت اور فرقان اور اللہ کی رضامندی اور ناراضی کے احکام اور گزشتہ کی اور آئندہ کی خبریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہ مقدس صفتیں جنہیں نہ تو کوئی نبی مرسل جانتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ بجز اس کے کہ وہ خود معلوم کرائے۔ جیسے ارشاد ہے۔ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ ❷ اور فرمان ہے۔ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ ❸

عطاء بن سائب رحمہ اللہ جب ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے قرآن شریف پڑھ چکتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں تو نے اللہ تعالیٰ کا علم لیا ہے پس آج تجھ سے افضل کوئی نہیں بجز اس کے جو عمل میں تجھ سے بڑھ جائے، پھر آپ نے آیت ﴿أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ﴾ سے آخر تک پڑھی۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی شہادت کے ساتھ ہی ساتھ فرشتوں کی شہادت بھی ہے کہ جو تیرے پاس آیا ہے جو وحی تجھ پر اتری ہے وہ بالکل سچ اور سراسر حق ہے۔ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس آتی ہے تو آپ فرماتے ہیں اللہ کی قسم مجھے پختہ طور پر معلوم ہے کہ تم میری رسالت کا علم رکھتے ہو۔ ان لوگوں نے اس کا انکار کر دیا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ ❹

پھر فرماتا ہے جن لوگوں نے کفر کیا حق کی اتباع نہ کی بلکہ اور لوگوں کو بھی راہ حق سے روکتے رہے یہ صحیح راہ سے ہٹ گئے ہیں اور

---

❶ صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب غيرة الله تعالىٰ وتحريم الفواحش، ۲۷۶۰۔

❷ ۲/ البقرة:۲۵۵۔ ❸ ۲۰/ طٰه:۱۱۰۔

❹ الطبری، ۹/ ۴۰۹، اس روایت میں محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے (الضعفاء والمتروکین ۳/ ۹۶ رقم ۳۱۷۹)

حقیقت سے الگ ہو گئے ہیں اور ہدایت سے کھو دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ جو ہماری آیتوں کے منکر ہیں ہماری کتاب کو نہیں مانتے اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں ہماری راہ سے روکتے اور رکتے ہیں ہمارے منع کردہ کاموں کو کر رہے ہیں ہمارے احکام سے روگرداں ہیں انہیں ہم نہ بخشیں گے نہ خیر بھلائی کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔ ہاں انہیں جہنم کا راستہ دکھا دیں گے جس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق کو لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تم اس پر ایمان لاؤ اور اس کی فرماں برداری کرو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے تمہارا ایمان نہ اسے نفع پہنچائے نہ تمہارا کفر اسے ضرر پہنچائے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں۔ یہی قول حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے تھا کہ تم اور روئے زمین کے تمام لوگ بھی اگر کفر پر اجماع کر لیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وہ تمام جہان سے بے پرواہ ہے وہ علیم ہے جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے اور مستحق ضلالت کون ہے؟ وہ حکیم ہے اس کے اقوال اس کے افعال اس کی شرع اس کی تقدیر سب حکمت سے پر ہیں۔

عیسائیوں کا غلو: [آیت:۱۷۱] اہل کتاب کو زیادتی اور حد سے آگے بڑھ جانے سے اللہ تعالیٰ روک رہا ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے گزر گئے تھے اور نبوت سے بڑھا کر الٰہی مقام تک پہنچا رہے تھے۔ بجائے اطاعت کے عبادت کرنے لگے تھے بلکہ اور بزرگان دین کی نسبت بھی ان کا عقیدہ خراب ہو چکا تھا وہ انہیں بھی جو عیسوی دین کے عالم اور عامل تھے معصوم محض جاننے لگے تھے اور یہ خیال کر لیا تھا کہ جو کچھ یہ ائمہ دین کہہ دیں اس کا ماننا ہمارے ذمہ ضروری ہے سچ جھوٹ حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے پرکھنے کا کوئی حق ہمیں حاصل نہیں جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے ﴿اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ❶ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے تم ایسا نہ بڑھانا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھایا۔ میں تو صرف ایک بندہ ہوں پس تم مجھے عبداللہ اور رسول اللہ کہنا۔" ❷ یہ حدیث بخاری وغیرہ میں بھی ہے۔ ❸ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے آپ سے کہا: اے محمد! اے ہمارے سردار! اور سردار کے لڑکے! اے ہمارے سب سے بہتر اور بہتر کے لڑکے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگو! اپنی بات کا خود خیال کر لیا کرو تمہیں شیطان ادھر ادھر نہ کر دے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں میں رب کا غلام اور اس کا رسول ہوں قسم اللہ کی میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھا دو۔" ❹

پھر فرماتا ہے اللہ پر افترا نہ باندھو اس کی بیوی اور اولاد نہ مقرر کرو اللہ اس سے پاک ہے اس سے دور ہے اس سے بلند و بالا ہے اس کی بڑائی اور عزت میں کوئی اس کا شریک نہیں اس کے سوا نہ تو کوئی معبود ہے نہ رب۔ مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ ہیں وہ اللہ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہیں اور اس کی مخلوق ہیں وہ صرف کلمہ کن کے کہنے سے پیدا ہوئے ہیں جس کلمہ کو لے کر حضرت جبریل علیہ السلام حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے پاس گئے اور رب کی اجازت سے اسے ان میں پھونک دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے چونکہ محض اسی کلمہ سے بغیر باپ کے آپ پیدا ہوئے اور اسی خصوصیت سے کلمۃ اللہ کہا گیا۔ قرآن کی اور آیت میں ہے ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ ❺ یعنی "مسیح بن مریم علیہ السلام صرف رسول اللہ ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں ان کی والدہ سچی ہیں

---

❶ ۹/ التوبة:۳۱۔ ❷ احمد، ۱/ ۲۳، وهو صحیح بالشواهد یہ روایت صحیح درجہ کی ہے۔(الموسوعة الحدیثیة، ۱/ ۲۹۵)

❸ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذکر فی الکتب مریم اذانتبذت من اهلها﴾ ۳۴۴۵؛ مسند حمیدی ۲۷؛ احمد، ۱/ ۲۳؛ ابویعلی، ۱۵۳؛ ابن حبان، ۶۲۳۹۔ ❹ احمد، ۳/ ۱۵۳ وسندہ صحیح؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۰۰۷۸؛ ابن حبان، ۶۲۴۰؛ دلائل النبوۃ، ۵/ ۴۹۸؛ التاریخ الاوسط، ۱/ ۱۱؛ المختارہ للضیاء ۱۲۲۷ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ۱۰۹۷) ❺ ۵/ المآئدة:۷۵۔

یہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔'' اور آیت میں ہے۔ ﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ﴾ ❶ الخ ''عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے جسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' قرآن کریم اور جگہ فرماتا ہے ﴿وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ❷ ''جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور ہم نے اپنی روح پھونکی اور خود اسے اور اس کے بچے کو لوگوں کے لئے نشان بنایا۔'' اور جگہ فرمایا ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ﴾ ❸ سے آخر سورت تک۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت اور آیت میں ہے ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ ❹ ''وہ ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا تھا۔ پس یہ مطلب نہیں کہ خود کلمہ رب عیسیٰ علیہ السلام بن گیا بلکہ یہ کہ کلمہ رب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ کی تفسیر میں جو کہا ہے اس سے یہ مراد ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معرفت پھونکا گیا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے ''جس نے اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد و رسول ہونے کی اور عیسیٰ علیہ السلام کے عبد و رسول ہونے کی گواہی دی اور یہ مانا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے تھے جو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا گیا تھا اور اللہ کی پھونکی ہوئی روح تھے اور جس نے جنت دوزخ کو برحق مانا وہ خواہ کیسے ہی اعمال پر ہو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے۔'' ❺ اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ ''جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔'' ❻ جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو آیت و حدیث میں ﴿رُوْحٌ مِّنْهُ﴾ کہا ہے ایسے ہی قرآن کی ایک آیت میں ہے ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ﴾ ❼ ''اس نے مسخر کیا تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تمام کا تمام اپنی طرف سے'' یعنی اپنی مخلوق سے اور اپنے پاس سے یہی مطلب ﴿رُوْحٌ مِّنْهُ﴾ کا ہے یعنی اپنی مخلوق اور اپنے پاس کی روح سے پس لفظ ''مِن'' تبعیض کے لئے نہیں جیسے ملعون نصرانیوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا ایک جزو تھے بلکہ مِن ابتدا کے لئے ہے جیسے کہ دوسری آیت میں ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿رُوْحٌ مِّنْهُ﴾ سے مراد ''رَسُوْلٌ مِّنْهُ'' ہے اور لوگ کہتے ہیں ''مَحَبَّةٌ مِّنْهُ'' لیکن زیادہ ظاہر پہلا قول ہے یعنی آپ علیہ السلام پیدا کئے گئے ہیں روح سے جو خود اللہ کی مخلوق ہے' پس آپ کو روح اللہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے ناقۃ اللہ اور بیت اللہ کہا گیا ہے یعنی صرف شرافت کے اظہار کے لئے اپنی طرف نسبت کی۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ ''میں اپنے رب کے پاس اس کے گھر میں جاؤں گا۔''

پھر فرماتا ہے کہ تم اس کا یقین کر لو کہ اللہ واحد ہے' بیوی بچوں سے پاک ہے اور یقین مان لو کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے غلام' اللہ کی مخلوق اور اس کے برگزیدہ رسول ہیں۔ تم تین نہ کہو یعنی حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کو شریک الٰہی نہ بناؤ' اللہ تعالیٰ شرکت سے مبرا ہے۔ سورۂ مائدہ میں فرمایا ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ ❽ الخ یعنی ''جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا تیسرا ہے وہ کافر ہو گئے' اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں۔'' سورۂ مائدہ کے آخر میں ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہو گا کہ اپنی اور اپنی والدہ کی عبادت کا حکم لوگوں کو تم نے دیا تھا؟ آپ صاف طور پر انکار کر دیں گے۔ نصرانیوں کا اس بارے میں کوئی ضابطہ ہی نہیں ہے وہ بے طرح بھٹک رہے ہیں اور اپنے آپ کو برباد کر رہے ہیں' ان میں سے =

---

❶ ٣/ آل عمران:٥٩۔ ❷ ٢١/ الانبیآء:٩١۔ ❸ ٦٦/ التحریم:١٢۔ ❹ ٤٣/ الزخرف:٥٩۔

❺ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالىٰ ﴿یاهل الكتب لا تغلوا فی دینكم......﴾ ٣٤٣٥؛ صحیح مسلم، ٢٨؛ احمد، ٥/ ٣١٣؛ ابوعوانه: ١٩؛ الایمان لابن منده: ٤٤؛ شرح السنة:٥٥؛ مسند البزار، ٢٦٨٢؛ السنن الكبرى للنسائی، ١١١٣٢؛ عمل الیوم واللیلة، ١١٣١۔ ❻ صحیح بخاری حواله سابق، ابن حبان، ٢٠٧؛ عمل الیوم واللیلة، ١١٣٠۔ ❼ ٤٥/ الجاثیة:١٣۔ ❽ ٥/ المآئدة:٧٣۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۬ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ: مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی ننگ وعار اور تکبر وانکار ہرگز ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے جو بھی دل چرائے اور تکبر وانکار کرے پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا۔[۱۷۲] پس جو لوگ ایمان لائے ہیں اور شائستہ اعمال کئے ہیں ان کو ان کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادتی دے گا۔ اور جن لوگوں نے ننگ وعار اور سرکشی وانکار کیا انہیں المناک عذاب کرے گا۔ اور وہ اپنے لئے سوائے رب کے کوئی حمایتی دوست اور امداد کرنے والا نہ پائیں گے۔[۱۷۳]

= بعض تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود اللہ مانتے ہیں اور بعض شریک الٰہی مانتے ہیں اور بعض اللہ کا بیٹا کہتے ہیں' سچ تو یہ ہے کہ اگر دس نصرانی جمع ہوں تو ان کے خیالات گیارہ ہوں گے۔ سعید بن بطریق اسکندری جو ۴۰۰ھ کے قریب گزرا ہے اس نے اور بعض ان کے اور بڑے علما نے ذکر کیا ہے کہ قسطنطین ''بانی قسطنطنیہ'' کے زمانے میں اس زمانے کے نصرانیوں کا اس بادشاہ کے حکم سے اجتماع ہوا جہاں دو ہزار سے زیادہ ان کے لاٹ پادری تھے پھر اس قدر اختلاف آپس میں کیا کہ کسی بات پر ستر اسی آدمیوں سے زیادہ اتفاق ہی نہیں کر سکے' دس کا ایک عقیدہ ہے بیس کا ایک خیال ہے چالیس اور ہی کہتے ہیں ساٹھ اور طرف جا رہے ہیں غرض ہزارہا کی تعداد میں سے بمشکل تین سو اٹھارہ آدمی ایک قول پر جمع ہو گئے بادشاہ نے اسی عقیدہ کو لے لیا باقی کو چھوڑ دیا اور اسی کی تائید ونصرت کی اور ان کے لئے کلیسے اور گرجے بنا دیئے اور کتابیں لکھوا دیں اور قوانین ضبط کر دیئے۔ یہیں انہوں نے امانت کبریٰ کا مسئلہ گھڑا جو دراصل بدترین خیانت ہے۔ ان لوگوں کو ملکانیہ کہتے ہیں۔ پھر دوبارہ ان کا اجتماع ہوا اس وقت جو فرقہ بنا اس کا نام یعقوبیہ ہے۔ پھر تیسری مرتبہ کے اجتماع میں جو فرقہ بنا اس کا نام نسطوریہ ہے۔ یہ تینوں فرقے اقانیم ثلثہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں ان میں بھی باہمی اختلاف ہے اور ہر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں' اور ہمارے نزدیک تو تینوں کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اس سے باز آؤ یہ باز رہنا ہی تمہارے لئے اچھا ہے' اللہ تو ایک ہی ہے وہ توحید والا ہے اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو' تمام چیزیں اس کی مخلوق ہیں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔ سب اس کی غلامی میں ہیں اور سب اس کے قبضے میں ہیں وہ ہر چیز پر وکیل ہے پھر مخلوق میں سے کوئی اس کی بیوی اور کوئی اس کا بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسری آیت میں ہے ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ﴾ ❶ یعنی ''وہ تو آسمان وزمین کی ابتدائی آفرینش کرنے والا ہے' اس کا لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟'' سورۂ مریم میں ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ﴾ سے ﴿فَرْدًا﴾ تک میں بھی اس کا مفصلاً انکار فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام فرشتے اللہ کی بندگی کرتے ہیں: [آیت: ۱۷۲-۱۷۳] مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اور بہترین فرشتے =

❶ ٦/ الانعام: ١٠٢۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند اور دلیل آ پہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا۔[۱۷۴] پس جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسے مضبوط پکڑ لیا انہیں تو وہ عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں لے لے گا اور انہیں اپنی طرف کی راہ راست دکھا دے گا۔[۱۷۵]

= بھی اللہ کی بندگی سے تکبر اور کشیدگی نہیں کر سکتے۔ نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے۔ بلکہ جو جس قدر مرتبے میں قریب ہوتا ہے وہ اسی قدر رب کی عبادت میں زیادہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں لیکن دراصل اس کا کوئی ثبوت اس آیت میں نہیں ہے۔ اس لئے یہاں ملائکہ کا عطف مسیح پر ہے اور ''استنکاف'' کے معنی رکنے کے ہیں اور فرشتوں میں یہ قدرت بہ نسبت مسیح علیہ السلام کے زیادہ ہے اس لئے یہ فرمایا گیا اور رک جانے پر زیادہ قادر ہونے سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو لوگ پوجتے تھے اسی طرح فرشتوں کی بھی عبادت کرتے تھے تو اس آیت میں مسیح علیہ السلام کو اللہ کی عبادت سے نہ رکنے والے بتا کر پھر فرشتوں کی بھی یہی حالت بیان کر دی ہے جس سے ثابت ہو گیا کہ جنہیں تم پوجتے ہو وہ اللہ کو پوجتے ہیں' پھر ان کی پوجا کیسی؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ❶ اور اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ جو اس کی عبادت سے رکے منہ موڑے اور سرکشی کرے وہ ایک وقت اسی کے پاس لوٹنے والا ہے۔ اور اپنے بارے میں اس کا فیصلہ سننے والا ہے جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں ان کا پورا ثواب بھی دیا جائے گا۔ رحمت ایزدی اپنی طرف سے بھی انعام عطا فرمائے گی۔ ابن مردویہ کی حدیث میں ہے کہ ''اجر تو یہ ہے کہ جنت میں پہنچا دیا اور زیادتی و فضل یہ ہے کہ جو لوگ قابل دوزخ ہوں انہیں بھی ان کی شفاعت ہو گی جن سے انہوں نے بھلائی اور اچھائی کی تھی'' ❷ لیکن اس کی سند ثابت شدہ نہیں۔ ہاں اگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول پر ہی اسے روایت کیا جائے تو ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا ''جو لوگ اللہ کی عبادت و اطاعت سے رک جائیں اور اس سے تکبر کریں انہیں پروردگار دردناک عذاب کرے گا اور یہ اللہ کے سوا کسی کو ولی اور مددگار نہ پائیں گے'' جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ ❸ ''جو لوگ میری عبادت سے تکبر کریں وہ ذلیل و حقیر ہو کر جہنم میں جائیں گے یعنی ان کے انکار اور ان کے تکبر کا یہ بدلہ انہیں ملے گا کہ ذلیل و حقیر اور خوار و ناچار کر کے جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔''

قرآن لاجواب دلیل اور واضح نور ہے: [آیت:۱۷۴-۱۷۵] اللہ تبارک و تعالیٰ تمام انسانوں کو فرماتا ہے کہ میری طرف سے کامل دلیل اور عذر و معذرت کو توڑ دینے والی چیز اور شک و شبہ کو الگ کرنے والی برہان تمہاری طرف نازل ہو چکی ہے اور ہم نے =

❶ ۲۱/ الانبیآء:۲۶۔ ❷ المعجم الأوسط؛ (۵۷۶٦) والمعجم الکبیر، (۱۰٤٦۲)، السنة لابن ابی عاصم، ۸٤٦، اس روایت میں اسمٰعیل بن عبداللہ الکندی ہے ذہبی کہتے ہیں اعمش سے اس کی روایت اور بقیہ کی اس سے روایت منکر ہوتی ہے (المیزان، ۱/ ۲۳۹، رقم: ۹۰۱) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ظلال الجنة، ۸٤٦) ❸ ٤۰/ المؤمن:٦۰۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ١٧٦ ع ٢٤

ترجمہ: تجھ سے فتویٰ پوچھتے ہیں تو کہہ کہ اللہ تعالیٰ خود تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مرجائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو۔ پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا اور اگر کئی شخص اس ناطے کے ہیں۔ مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے حصہ مثل دو عورتوں کے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ [١٧٦]

= تمہاری طرف کھلا نور صاف روشنی اور پورا اجالا اتار دیا ہے جس سے حق کی راہ صحیح طور پر واضح ہو جاتی ہے۔

ابن جریج رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ ❶ اب جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔ توکل اور بھروسہ اسی پر کریں اس سے چمٹ جائیں اس کی سرکار میں ملازمت کر لیں۔ مقام عبودیت اور مقام توکل میں قائم ہو جائیں تمام امور اسی کو سونپ دیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ پر ایمان لائیں۔ اور مضبوطی کے ساتھ اللہ کی کتاب کو تھام لیں ان پر اللہ اپنا رحم کرے گا اور اپنا فضل ان پر نازل فرمائے گا۔ نعمتوں اور سرور والی جنت میں انہیں لے جائے گا ان کے ثواب بڑھا دے گا ان کے درجے بلند کر دے گا اور انہیں اپنی طرف کی سیدھی اور صاف راہ دکھائے گا جو کہیں سے ٹیڑھی نہیں کہیں سے تنگ نہیں۔ پس مؤمن دنیا میں صراط مستقیم اور راہ اسلام پر ہوتا ہے اور آخرت میں راہ جنت اور راہ سلامتی پر ہوتا ہے۔

شروع تفسیر میں ایک پوری حدیث گزر چکی ہے جس میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "اللہ کی سیدھی اور اللہ کی مضبوط رسی قرآن ہے۔" ❷

لفظ کلالہ کی بابت صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ کا موقف: [آیت:١٧٦] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورتوں میں سب سے آخری سورت سورۂ براءت اتری اور آیتوں میں سب سے آخری آیت ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ﴾ اتری ہے۔ ❸ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی بیماری میں بے ہوش پڑا تھا' جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے آپ نے وضو کیا اور وہ پانی مجھ پر ڈالا جس سے مجھے افاقہ ہوا اور میں نے کہا حضور! وارثوں کے لحاظ سے میں کلالہ ہوں میری میراث کیسے بٹے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت فرائض نازل فرمائی۔ ❹ (بخاری ومسلم) اور روایت میں اسی آیت کا اترنا بھی آیا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ "لوگ تجھ سے

❶ الطبری، ٩/ ٤٢٨۔ ❷ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، ٢٩٠٦، وسندہ ضعیف جداً اس روایت میں حارث الاعور ضعیف راوی ہے (التقریب، ١/ ١٤١، رقم، ٣٩) ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿یستفتونك قل اللہ یفتیکم فی الکلالة......﴾ ٤٦٠٥؛ صحیح مسلم، ١٦١٨؛ ابوداود، ٢٨٢٨؛ ترمذی، ٣٠٤٤؛ مسند ابی یعلی، ١٧٤٣۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب المرضی باب وضوء العائد للمریض، ٥٦٧٦؛ صحیح مسلم، ١٦١٦؛ ابوداود، ٢٨٨٦؛ ترمذی، ٢٠٩٧؛ ابن ماجہ، ٢٧٢٨؛ احمد، ٣/ ٢٩٨۔

پوچھتے ہیں '' یعنی کلالہ کے بارے میں۔ پہلے یہ بیان گزر چکا ہے کہ لفظ کلالہ ماخوذ ہے اکلیل سے جو کہ سر کو چاروں طرف سے گھیرے ہوتا ہے۔ اکثر علمانے کہا ہے کہ کلالہ وہ ہے جس میت کے لڑکے پوتے نہ ہوں اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جس کے لڑکے نہ ہوں' جیسے کہ آیت میں ہے۔﴿ وَلَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ ﴾ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر جو مشکل مسائل پڑے تھے ان میں ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ چنانچہ بخاری ومسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا تین چیزوں کی نسبت میری تمنا رہ گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان میں ہماری طرف کوئی ایسا عہد کرتے کہ ہم اس کی طرف رجوع کرتے 'دادا' کلالہ اور سود کے ابواب۔ ❶ اور روایت میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ کلالہ کے بارے میں میں نے جس قدر سوالات حضور ﷺ سے کئے اتنے کسی اور مسئلہ میں نہیں کئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے میرے سینے میں کچوکا لگا کر فرمایا کہ '' تجھے گرمیوں کی وہ آیت کافی ہے جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے۔'' ❷ اور حدیث میں ہے اگر میں حضور ﷺ سے مزید اطمینان کر لیتا تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ بہتر تھا۔ ❸ حدیث میں ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کلالہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں آیت الصیف کافی ہے۔ ❹ حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت موسم گرما میں نازل ہوئی ہوگی' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور چونکہ حضور ﷺ نے اس کے سمجھنے کی طرف رہنمائی کی تھی اور اس میں کفایت بتلائی تھی' اب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کے معنی پوچھنے بھول گئے جس پر اظہار افسوس کر رہے ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا' پس فرمایا'' کیا اللہ تعالیٰ نے اسے بیان نہیں فرمایا'' پس یہ آیت اتری۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرماتے ہیں جو آیت سورۂ نساء کے شروع میں فرائض کے بارے میں ہے وہ ولد ووالد کے لئے ہے اور دوسری آیت میاں بیوی اور ماں زاد بہنوں کے لئے اور جس آیت سے سورۂ نساء کو ختم کیا ہے وہ سگے بہن بھائیوں کے بارے میں ہے جو رحمی رشتہ عصبہ میں چلتا ہے۔ (ابن جریر)۔

اس آیت کے معنی: ﴿ هَلَكَ ﴾ کے معنی ہیں مر گیا' جیسے فرمان ہے ﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ ﴾ ❺ یعنی' ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذات ربانی کے'' جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ ❻ یعنی '' ہر ایک جو اس پر ہے فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ ہی باقی رہے گا جو جلال واکرام والا ہے۔''

پھر فرمایا'' اس کا ولد نہ ہو' اس سے بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے کہ کلالہ کی شرط میں باپ کا نہ ہونا نہیں بلکہ جس کی اولاد نہ ہو وہ کلالہ ہے۔ بروایت ابن جریر رحمہ اللہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے لیکن صحیح قول جمہور کا ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کا نہ ولد ہو نہ والد اور اسی کی دلالت آیت کے اس کے بعد کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ جو فرمایا ﴿ وَلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ﴾ یعنی'' اس کی بہن ہو تو اس کے لئے کل چھوڑے ہوئے مال کا آدھوں آدھ ہے۔'' اور اگر بہن باپ کے ساتھ ہو تو باپ اسے ورثہ پانے سے روک دیتا ہے اور اسے کچھ بھی اجماعاً ملتا نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد نہ ہو اور یہ تو نص سے ثابت ہے اور باپ بھی نہ ہو یہ بھی نص سے ثابت ہوتا ہے لیکن قدرے غور کے بعد اس لئے کہ بہن کا نصف حصہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب ماجاء فی ان الخمر ماخامر العقل من الشراب، ٥٥٨٨؛ صحیح مسلم، ٣٠٣٢؛ ابن حبان، ٥٣٥٣۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالة، ١٦١٧؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ١١١٣٥؛ احمد، ١/ ١٥؛ ابویعلیٰ، ١٨٤؛ ابن حبان، ٢٠٩١۔ ❸ احمد، ١/ ٣٨، وسنده ضعیف منقطع۔

❹ ابو داود، ٢٨٨٩؛ ترمذی، ٣٠٤٥؛ احمد، ٤/ ٢٩٣۔

❺ ٢٨/ القصص:٨٨۔ ❻ ٥٥/ الرحمٰن:٢٦، ٢٧۔

باپ کی موجودگی میں ہوتا ہی نہیں بلکہ وہ ورثے سے محروم ہوتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ ایک عورت مرگئی اسی کا خاوند اور ایک سگی بہن ہے تو آپ نے فرمایا آدھا بہن کو دے دو اور آدھا خاوند کو۔ جب آپ سے اس کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا میری موجودگی میں رسول اللہ نے ایسی صورت میں یہی فیصلہ صادر فرمایا تھا۔ ❶ (احمد) حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے ابن جریر میں منقول ہے کہ دونوں کا فتویٰ اس میت کے بارے میں جو ایک لڑکی اور ایک بہن چھوڑ جائے یہ تھا کہ اس صورت میں بہن محروم رہے گی اسے کچھ بھی نہ ملے گا اس لئے کہ قرآن کی اس آیت میں بہن کو آدھا ملنے کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ میت کی اولاد نہ ہو اور یہاں اولاد ہے لیکن جمہور ان کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی آدھا لڑکی کو ملے گا بہ سبب فرض کے اور آدھا بہن کو ملے گا بہ سبب عصبہ ہونے کے اسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فیصلہ کیا کہ آدھا لڑکی کا اور آدھا بہن کا۔ ❷ صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لڑکی اور پوتی اور بہن کے بارے میں فتویٰ دیا کہ آدھا لڑکی کو اور آدھا بہن کو پھر فرمایا ذرا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ہو آؤ وہ بھی میری موافقت ہی کریں گے۔ لیکن جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی انہیں سنایا گیا تو آپ نے فرمایا پھر تو میں گمراہ ہو جاؤں اور راہ یافتہ لوگوں میں میرا شمار نہ رہے سنو میں اس میں وہ فیصلہ کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے آدھا تو بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو تو دو ثلث پورے ہو گئے اور جو باقی بچا وہ بہن کو۔ ہم پھر واپس آئے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہیں مجھ سے یہ مسائل نہ پوچھا کرو۔ ❸

پھر فرمان ہے "کہ یہ اس کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو" یعنی بھائی اپنی بہن کے کل مال کا وارث ہے جب کہ وہ کلالہ مرے یعنی اس کی اولاد اور باپ نہ ہو اس لئے کہ باپ کی موجودگی میں تو بھائی کو ورثے میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ ہاں اگر بھائی کے ساتھ ہی اور کوئی مقررہ حصے والا وارث ہو جیسے خاوند یا ماں جایا بھائی تو اسے اس کا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی کا وارث بھائی ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "فرائض کو ان کے اہل سے ملا دو پھر جو باقی بچے وہ اس مرد کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہو۔" ❹ پھر فرماتا ہے "اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں مال متروکہ کے دو ثلث ملیں گے" یہی حکم دو سے زیادہ بہنوں کا بھی ہے۔ یہیں سے ایک جماعت نے دو بیٹیوں کا حکم لیا ہے۔ جیسے کہ دو سے زیادہ بہنوں کا حکم لڑکیوں کے حکم سے لیا ہے جس آیت کے الفاظ یہ ہیں۔ ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ ❺ پھر فرماتا ہے "اگر بہن بھائی دونوں ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔" یہی حکم عصبات کا ہے۔ خواہ وہ لڑکے ہوں یا پوتے ہوں یا بھائی ہوں جب کہ ان میں مرد عورت دونوں موجود ہوں تو جتنا دو عورتوں کو ملے گا اتنا ایک مرد کو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرائض بیان فرما رہا ہے۔ اپنی حدیں مقرر کر رہا ہے اپنی شریعت واضح کر رہا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کے انجام سے واقف اور ہر مصلحت سے دانا، بندوں کی بھلائی برائی کا جاننے والا اور مستحق کے استحقاق کو پہچاننے والا ہے۔

---

❶ احمد، ٥/ ١٨٨ وسنده ضعيف؛ مجمع الزوائد، ٤/ ٢٢٨۔

❷ صحيح بخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث الاخوات مع البنات عصبة، ٦٧٤١۔

❸ صحيح بخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة ابن مَعَ ابنةٍ، ٦٧٣٦؛ ابوداود، ٢٨٩٠؛ ترمذى ٢٠٩٣؛ ابن ماجه، ٢٧٢١؛ احمد، ١/ ٣٨٩؛ ابن حبان، ٦٠٣٤۔

❹ صحيح بخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث الولد من أبيه وأمه، ٦٧٣٢؛ صحيح مسلم، ١٦١٥؛ ترمذى، ٢٠٩٨؛ احمد، ١/ ٢٩٢؛ ابن حبان ٦٠٢٨؛ بيهقى، ٦/ ٢٣٩۔ ❺ ٤/ النسآء:١١۔

ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کہیں سفر پر جا رہے تھے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کا سر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے صحابی کے کجاوے کے پاس تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سواری کا سر حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سواری کے دوسرے سوار کے پاس تھا جب یہ آیت اتری پس حضور ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سنائی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کے بارے میں سوال کیا تو کہا واللہ تم بے سمجھ ہو اس لئے کہ جیسے مجھے حضور ﷺ نے سنائی ویسے ہی میں نے آپ کو سنا دی۔ واللہ میں تو اس پر کچھ زیادتی نہیں کر سکتا۔ پس حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے اللہ! گو تو نے ظاہر کر دیا ہو مگر مجھ پر تو کھلا نہیں۔ ❶ لیکن یہ روایت منقطع ہے۔ اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہ سوال اپنی خلافت کے زمانہ میں کیا تھا۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا تھا کہ کلالہ کا ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ لیکن چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوری تشفی نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اپنی صاحبزادی زوجہ رسول اللہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ خوشی میں ہوں تو تم پوچھ لینا۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز ایسا ہی موقع پا کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "شاید تیرے باپ نے تجھے اس کے پوچھنے کی ہدایت کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسے معلوم نہ کر سکیں گے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے جب حضور ﷺ نے یہ فرما دیا ہے تو بس میں اب اسے جان ہی نہیں سکتا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ایک شانے پر یہ آیت لکھوا دی، پھر فرمایا کہ "عمر رضی اللہ عنہ نے تم سے اس کے پوچھنے کو کہا تھا؟ میرا خیال ہے کہ وہ اسے ٹھیک ٹھاک نہ کر سکیں گے۔ کیا انہیں گرمی کی وہ آیت جو سورۂ نساء میں ہے کافی نہیں؟ ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً﴾ ❷ پھر جب لوگوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو وہ آیت اتری جو سورۂ نساء کے خاتمہ پر ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے شانہ ڈال دیا یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع کر کے شانے کے ایک ٹکڑے کو لے کر فرمایا میں کلالہ کے بارے میں آج ایسا فیصلہ کروں گا کہ پردہ نشین عورتوں تک کو معلوم رہے اسی وقت گھر میں سے ایک سانپ نکل آیا اور سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔ پس آپ نے فرمایا اگر اللہ عزوجل کا ارادہ اس کام کو پورا کرنے کا ہوتا تو اسے پورا کر لینے دیتا۔ ❸ اس کی سند صحیح ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش! میں تین مسئلے رسول مقبول ﷺ سے دریافت کر لیتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا' ایک تو یہ کہ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے یہ کہ جو لوگ زکوٰۃ کے تو قائل ہوں لیکن کہیں کہ ہم تیری طرف ادا نہیں کریں گے' ان سے لڑنا حلال ہے یا نہیں؟ تیسرے کلالہ کے بارے میں۔ ❹ اور حدیث میں بجائے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے سودی مسائل کا بیان ہے۔ ❺ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری وقت میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے قول وہی ہے جو میں نے کہا تو میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو۔ ❻ اور روایت میں ہے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان کلالہ کے بارے میں اختلاف ہوا اور بات وہی تھی جو میں کہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سگے بھائیوں اور ماں زاد بھائیوں کو جب کہ وہ جمع ہوں ثلث میں شریک کیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے خلاف تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ خلیفۃ المؤمنین جناب فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک رقعہ پر دادا کے ورثہ اور کلالہ کے بارے میں کچھ لکھا پھر استخارہ کیا اور ٹھہرے رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ پروردگار! اگر تیرے علم میں اس میں بہتری ہے تو اسے جاری کر دے! پھر جب آپ کو ==

---

❶ الطبري۔ ❷ ٤/ النسآء:١٢۔ ❸ الطبري، ٩/ ٤٣٩۔ ❹ حاکم، ٢/ ٣٠٣ وسنده ضعیف منقطع۔

❺ حاکم، ٢/ ٣٠٤۔ ❻ حاکم، ٢/ ٣٠٣، ٣٠٤، ح٣١٨٧ وسنده صحیح۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَاۗىِٕدَ وَلَآ اٰۗمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

ترجمہ: رحمت ورحم کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع

اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کیا کرو' تمہارے لئے مویشی چوپائے حلال کیے جاتے ہیں بجز ان کے جن کے نام پڑھ کر سنا دیئے جائیں گے مگر حالت احرام میں شکار کو حلال جاننے والے نہ بننا یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم کرتا ہے۔[1] ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی بے حرمتی نہ کرو نہ ادب والے مہینوں کی نہ حرم میں قربان ہونے والے جانوروں کی اور نہ ان پٹے والے جانوروں کی جو کعبہ کو جارہے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت اللہ کے قصد سے اپنے رب تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا جوئی کی نیت سے جارہے ہوں ہاں جب تم احرام اتار ڈالو تو شکار کھیل سکتے ہو۔ جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے گزر جاؤ! نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔[2]

= زخم لگایا گیا تو آپ نے اس رقعہ کو منگوا کر مٹا دیا اور کسی کو علم نہ ہوا کہ اس میں کیا تحریر تھا' پھر خود فرمایا کہ میں نے اس میں دادا کا اور کلالہ کا لکھا تھا اور میں نے استخارہ کیا تھا پھر میرا خیال ہوا کہ تمہیں اسی پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔ تفسیر ابن جریر میں ہے میں اس بارے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف کرتے ہوئے شرماتا ہوں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد و والد نہ ہو' اور اسی پر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ ہیں' اور یہی حال چاروں اماموں رحمہم اللہ اور ساتوں فقیہوں کے مذہب کا ہے اور اسی پر دلالت ہے قرآن کریم کی جیسے کہ باری تعالیٰ نے اسے واضح کر کے فرمایا' ''اللہ تمہارے لئے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سورہ نساء کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

تفسیر سورۂ مائدہ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء کی نکیل تھامے ہوئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ مائدہ

پوری نازل ہوئی قریب تھا کہ اس بوجھ سے اونٹنی کے بازو ٹوٹ جائیں (1) (مسند احمد)۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت آپ ﷺ سفر میں تھے وحی کے بوجھ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اونٹنی کی گردن ٹوٹ گئی۔ (2) (ابن مردویہ) اور روایت میں ہے کہ جب اونٹنی کی طاقت سے زیادہ بوجھ ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ اس پر سے اتر گئے۔ (3) (مسند احمد)۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ سب سے آخری سورۃ جو حضور اکرم ﷺ پر اتری وہ سورۂ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ ہے۔ (4) مستدرک حاکم میں ہے کہ جبیر بن نفیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے گیا وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا تم سورۂ مائدہ پڑھا کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا سنو سب سے آخر یہی سورۃ نازل ہوئی ہے اس میں جس چیز کو حلال پاؤ حلال ہی سمجھو اور اس میں جس چیز کو حرام پاؤ حرام ہی جانو۔ (5) مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ پھر میں نے ان سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کی نسبت سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق قرآن کا عملی نمونہ تھے یہ روایت نسائی شریف میں بھی ہے۔ (6)

جانور اور حالت احرام میں شکار کا حکم: [آیت:۱۔۲] ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے کوئی خاص نصیحت کیجیے۔ آپ نے فرمایا جب تو قرآن میں لفظ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ سنے تو فوراً کان لگا کر دل سے متوجہ ہو جا کیونکہ اس کے بعد کسی نہ کسی بھلائی کا حکم ہو گا یا کسی نہ کسی برائی سے ممانعت ہو گی۔ (7) امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کوئی حکم دیا ہے اس حکم میں نبی ﷺ بھی شامل ہیں۔ خیثمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تورات میں ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ کی بجائے ﴿یٰٓاَیُّهَا الْمَسَاکِیْنُ﴾ ہے ایک روایت میں جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام سے بیان کی جاتی ہے یہ ہے کہ جہاں کہیں ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ہے ان تمام مواقع پر ان سب ایمان والوں کے سردار و شریف اور امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اصحاب رسول میں سے ہر ایک کو ڈانٹا گیا ہے بجز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہ انہیں کسی امر میں نہیں ڈانٹا گیا۔ (8) یاد رہے کہ یہ اثر بالکل واہی ہے اس کے الفاظ منکر ہیں اور اس کی سند بھی صحیح نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا راوی عیسیٰ بن راشد مجہول ہے اس کی روایت منکر ہے میں کہتا ہوں اسی طرح اس کا دوسرا راوی علی بن بذیمہ گو ثقہ ہے مگر اعلیٰ درجہ کا شیعہ ہے پھر بھلا اس کی ایسی روایت جو اس کے اپنے خاص خیالات کی تائید میں ہو کیسے قبول کی جا سکے گی؟ یقیناً وہ اس میں ناقابل قبول ٹھہرے گا۔ اس روایت میں یہ جو ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو بجز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ڈانٹا گیا' اس سے مراد ان کی وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ نکالنے کا حکم دیا تھا' پس ایک سے زیادہ مفسرین نے کہا ہے کہ اس پر عمل صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نے کیا ہے اور پھر یہ فرمان کہ ﴿ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا﴾ (9) الخ نازل ہوا لیکن یہ غلط ہے کہ آیت میں صحابہ کو ڈانٹا گیا

---

(1) احمد، ٦/ ٤٥٥؛ طبرانی، ١٩٩٢٠؛ مجمع الزوائد، ٧/ ١٣۔

(2) الدر المنثور، ٢/ ٤٤٦؛ دلائل النبوۃ، ٧/ ٤٥، اس روایت میں ام عمرو بنت عبس مجہول راویہ ہے۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

(3) احمد، ٢/ ١٧٦ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ٧/ ١٣۔

(4) ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المائدۃ، ٣٠٦٣ وسندہ حسن؛ حاکم، ٢/ ٣١١۔

(5) حاکم، ٢/ ٣١١ وسندہ صحیح؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ١١١٣٨، امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

(6) احمد، ٦/ ١٨٨ وسندہ صحیح؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ١١١٣٨؛ دلائل النبوۃ، ١١٨؛ فضائل القرآن، ص، ١٢٨، اس روایت کی سند صحیح درجہ کی ہے۔ دیکھئے (الموسوعۃ الحدیثیۃ، ٤٢/ ٣٥٣) نیز دیکھئے صحیح مسلم، ٧٤٦۔

(7) معن اور عوف اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع کی وجہ سے یہ روایت منقطع ہے۔

(8) اس کی سند میں عیسیٰ بن راشد مجہول راوی ہے۔ (9) ٥٨/ المجادلۃ:١٣۔

بلکہ دراصل یہ حکم بطور وجوب کے تھا ہی نہیں بلکہ اختیاری امر تھا۔ پھر اس پر عمل ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا پس حقیقتاً کسی سے اس کا خلاف سرزد ہی نہیں ہوا۔ پھر یہ بات بھی غلط ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی بات میں ڈانٹا نہیں گیا۔ سورۂ انفال کی آیت ملاحظہ ہو جس میں ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو ڈانٹا گیا جنہوں نے بدری قیدیوں کو فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا۔ دراصل سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باقی تمام صحابہ کا مشورہ یہی تھا' پس یہ بجز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باقی سب کو ہے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں پس یہ تمام باتیں کھلی دلیل ہیں اس امر کی کہ یہ اثر بالکل ضعیف اور بودا ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت محمد بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھوا کر دی تھی جب کہ انہیں نجران بھیجا تھا' اس کتاب کو میں نے ابوبکر بن حزم رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا تھا اور اسے پڑھا تھا اس میں اللہ تعالیٰ اور رسول کے بہت احکام تھے اس میں ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ تا ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ بھی لکھا ہوا تھا۔ (1) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کتاب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دی تھی جب انہیں یمن والوں کو دینی سمجھ اور حدیث سکھانے اور ان سے زکواۃ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا تھا اس وقت یہ کتاب لکھ کر دی تھی اس میں عہد و پیمان اور حکم و احکام کا بیان ہے' اور اس میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کے بعد لکھا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اے ایمان والو! وعدہ کو عہد و پیمان کو پورا کرو' یہ عہد ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لئے جب کہ انہیں یمن بھیجا' انہیں اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم ہے یقیناً اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے رہیں اور جو احسان' خلوص اور نیکی کریں۔ (2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں عقود سے مراد عہد ہیں (3) ابن جریر رحمہ اللہ اس پر اجماع بتلاتے ہیں خواہ قسمیہ عہد و پیمان ہوں یا وعدے ہوں سب کو پورا کرنا فرض ہے (4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ عہد کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال جاننا' اس کے بعد حرام کو حرام جاننا اس کے فرائض کی پابندی کرنا اس کی حد بندی کی نگہداشت کرنا بھی ہے کسی بات کا خلاف نہ کرو' کسی حد کو نہ توڑو' کسی حرام کام کو نہ کرو' اس پر سختی بہت ہے۔ پڑھو آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ﴾ کو ﴿سُوْۤءُ الدَّارِ﴾ (5) تک۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو' اس کے حرام کو' اور اس کے وعدوں کو جو ایمان کے بعد ہر مؤمن کے ذمہ آ جاتے ہیں پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ فرائض کی پابندی' حلال و حرام کی عقیدت مندی وغیرہ وغیرہ۔ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چھ عہد' ہیں اللہ تعالیٰ کا عہد آپس کی یگانگت کا قسمیہ عہد اور شرکت کا عہد۔ تجارت کا عہد' نکاح کا عہد اور قسمیہ عہد۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پانچ ہیں جن میں جاہلیت کے زمانے کی قسمیں اور شرکت تجارت کے عہد و پیمان ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ خرید فروخت پوری ہو چکنے کے بعد' گو اب تک خریدار اور بیچنے والے ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے ہوں' واپس لوٹانے کا اختیار نہیں' وہ اپنی دلیل اس آیت کو بتلاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے لیکن امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ اس کے خلاف ہیں اور جمہور علمائے کرام بھی اس کے مخالف ہیں اور دلیل میں وہ صحیح حدیث پیش کرتے ہیں جو صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خرید و فروخت

---

(1) الطبری، ۹/ ٤٥٤۔ (2) دلائل النبوة، ٥/ ٤١٣ وھو حسن۔

(3) الطبری، ۹/ ٤٥٠۔ (4) ایضا، ۹/ ٤٤٩۔ (5) ١٣/ الرعد: ٢٥۔

کرنے والے کو سودے کے واپس لینے دینے کا اختیار ہے جب تک کہ جدا جدا نہ ہو جائیں۔" ❶ صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں یوں بھی ہے۔ کہ "جب دو شخصوں نے خرید وفروخت کر لی تو ان میں سے ایک کو دوسرے سے علیحدہ ہونے تک اختیار باقی ہے۔" ❷ یہ حدیث صاف اور صریح ہے کہ یہ اختیار خرید وفروخت پورے ہو چکنے کے بعد کا ہے ہاں اسے بیع کے لازم ہو جانے کے خلاف نہ سمجھا جائے بلکہ یہ شرعی طور پر اسی کا مقتضی ہے پس اسے نبھانا بھی اسی آیت کے ماتحت ضروری ہے۔ پھر فرماتا ہے "مویشی چوپائے تمہارے لئے حلال کئے گئے ہیں" یعنی اونٹ گائے بکری۔ ابوالحسن، قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے ❸ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عرب میں ان کے لغت کے مطابق بھی یہی ہے، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ بہت سے بزرگوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ جس حلال مادہ کو ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلے گو مردہ ہو پھر بھی حلال ہے۔ ❹ ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اونٹنی گائے بکری ذبح کی جاتی ہے ان کے پیٹ میں سے بچہ نکلتا ہے تو ہم اسے کھا لیں یا پھینک دیں؟ آپ نے فرمایا "اگر چاہو کھالو اس کا ذبیحہ اس کی ماں کا ذبیحہ ہے" ❺ امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں ابوداؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "پیٹ کے اندر والے بچہ کا ذبیحہ اس کی ماں کا ذبیحہ ہے۔" ❻ پھر فرماتا ہے "مگر وہ جن کا بیان تمہارے سامنے کیا جائے گا۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب مردار، خون اور خنزیر کا گوشت ہے۔ ❼ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے از خود مرا ہوا جانور اور وہ جانور ہے جس کے ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ ❽ پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ الخ ہے یعنی "تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کی جائے اور جو گلا گھونٹنے سے مر جائے اور جو کسی ضرب لگنے سے مر جائے اور اونچی جگہ سے گر کر مر جائے اور جو کسی ٹکر لگنے سے مر جائے اور جسے درندہ کھانے لگے" پس یہ بھی گو مویشی چوپایوں میں سے ہیں لیکن ان وجوہ سے وہ حرام ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا "لیکن جس کو تم ذبح کر ڈالو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے وہ بھی حرام ہے" اور ایسا حرام کہ اس میں سے کوئی چیز حلال نہیں اس لئے اس سے استدراک نہیں کیا گیا اور حلال کے ساتھ اس کا کوئی فرد ملایا نہیں گیا پس یہاں یہی فرمایا جا رہا ہے کہ چوپائے مویشی تم پر حلال ہیں سوائے ان کے جن کا ذکر ابھی آئے گا جو بعض احوال میں حرام ہیں اس کے بعد کا جملہ حالیت کی بنا پر منصوب ہے مراد انعام سے عام ہے بعض تو وہ جو انسانوں میں رہتے پلتے ہیں، جیسے اونٹ گائے بکری اور بعض وہ جو جنگلی ہیں جیسے ہرن نیل گائے اور جنگلی گدھے پس پالتو جانوروں میں سے تو ان کو مخصوص کر لیا جو بیان ہوئے اور وحشی جانوروں میں سے احرام کی حالت میں کسی کو بھی شکار کرنا ممنوع قرار دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے چوپائے جانور ہر حال میں حلال کئے ہیں پس تم احرام کی حالت میں شکار کھیلنے سے رک جاؤ اور اسے حرام جانو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا

❶ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذالم یوقت الخیار هل یجوز البیع، ۲۱۰۹؛ صحیح مسلم، ۱۵۳۱؛ ابوداود، ۳۴۵۷؛ احمد، ۲/ ۷۳؛ ابن حبان، ۴۹۱۲؛ بیهقی، ۵/ ۲۶۹۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذا خیر احدهما صاحبه بعدالبیع فقدوجب البیع، ۲۱۱۲؛ صحیح مسلم، ۱۵۳۱؛ ابوداود، ۳۴۵۷۔

❸ الطبری، ۹/ ۴۵۵۔ ❹ الطبری، ۹/ ۴۵۶۔

❺ ابوداود، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی ذکاة الجنین، ۲۸۲۷ وهو صحیح؛ ترمذی، ۱۴۷۶؛ ابن ماجه ۳۱۹۹؛ احمد، ۳/ ۳۱؛ عبدالرزاق، ۸۶۵۰؛ مسند ابی یعلیٰ، ۹۹۲؛ دارقطنی، ۴/ ۲۷۳؛ بیهقی، ۹/ ۳۳۵۔

❻ ابوداود حواله سابق، ۲۸۲۸، وهو صحیح شیخ البانی نے اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابوداود، ۲۴۵۲)

❼ الطبری، ۹/ ۴۵۸۔ ❽ ایضاً۔

یہی حکم ہے اور اس کے تمام احکام سراسر حکمت سے پر ہیں۔ اسی طرح اس کی ہر ممانعت میں بھی حکمت ہے اللہ تعالیٰ وہ حکم فرماتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ ''ایمان دارو! رب تعالیٰ کے نشانوں کی توہین نہ کرو'' یعنی مناسک حج صفا مروہ قربانی کے جانور اونٹ اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ ہر چیز ''حرمت والے مہینوں کی توہین نہ کرو۔'' ان کا ادب کرو ان کا لحاظ رکھو ان کی تعظیم کو مانو اور ان میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچو اور ان مبارک اور محترم مہینوں میں اپنے دشمنوں سے از خود لڑائی نہ چھیڑو جیسے ارشاد ہے۔ ﴿یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ ❶ الخ ''اے نبی ﷺ! لوگ تم سے حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کا حکم پوچھتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ ان میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے'' اور آیت میں ہے ''مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ کی ہے۔'' صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا ''زمانہ گھوم گھام کر ٹھیک اسی طرز پر آگیا ہے جس پر وہ اس وقت تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ ماہ کا ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین تو پے در پے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب، جسے قبیلہ مضر کا رجب کہا جاتا ہے جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔'' ❷ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان مہینوں کی حرمت تا قیامت ہے جیسے کہ سلف کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ ان مہینوں میں لڑائی کرنا حلال نہ کر لیا کرو لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے اور حرمت والے مہینوں میں بھی دشمنان اسلام سے جہاد کی ابتدا کرنا جائز ہے۔ ان کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ ❸ یعنی ''جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ'' اور مراد یہاں ان چار مہینوں کا گزر جانا ہے جب وہ چار مہینے گزر چکے جو اس وقت تھے تو اب ان کے بعد برابر جہاد جاری ہے اور قرآن نے پھر کوئی مہینہ خاص نہیں کیا بلکہ امام ابوجعفر رحمہ اللہ تو اس پر اجماع نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے جہاد کرنا ہر وقت اور ہر مہینے میں جاری ہی رکھا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر کوئی کافر حرم کے تمام درختوں کی چھال اپنے اوپر لپیٹ لے تو اس کے لئے امن و امان نہ سمجھی جائے گی۔ اگر مسلمانوں نے از خود اس سے پہلے اسے امن نہ دیا ہو۔ اس مسئلہ کی پوری بحث یہاں نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا کہ ''هَدْی'' اور ''قَلَائِد'' کی بے حرمتی بھی مت کرو یعنی بیت اللہ شریف کی طرف قربانیاں بھیجنے سے باز نہ رہو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی تعظیم ہے اور قربانی کے لئے جو اونٹ بیت الحرام کی طرف بھیجو ان کے گلے میں بطور نشان پٹا ڈالنے سے بھی نہ رکو تا کہ اس نشان سے ہر کوئی پہچان لے۔ یہ فی سبیل اللہ ہو چکا ہے۔ اب اسے کوئی برائی سے ہاتھ نہ لگائے بلکہ اسے دیکھ کر دوسروں کو بھی شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی اس طرح اللہ تعالیٰ کے نام جانور بھیجیں اور اس صورت میں تمہیں بھی اس کی نیکی پر اجر ملے گا کیونکہ جو شخص ہدایت کی طرف دوسروں کو بلائے اسے بھی وہ اجر ملے گا جو اس کی بات مان کر اس پر عمل کرنے والوں کو ملتا ہے ہاں اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو کم کر کے اسے نہیں دے گا بلکہ اسے اپنے پاس سے عطا فرمائے گا۔ آنحضرت ﷺ جب حج کے لئے نکلے تو آپ ﷺ نے وادی عقیق یعنی ذوالحلیفہ میں رات گزاری، صبح اپنی نو بیویوں کے پاس گئے پھر غسل کر کے خوشبو ملی، اور دو رکعت نماز ادا کی اور اپنی قربانی کے جانور کے کوہان پر نشان کیا اور گلے میں پٹا ڈالا اور حج اور عمرے کا احرام باندھا، قربانی کے لئے آپ ﷺ نے بہت خوش رنگ مضبوط اور نوجوان اونٹ ساٹھ سے اوپر اپنے ساتھ لئے تھے جیسے کہ قرآن کا فرمان ہے ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم کرے اس کا دل تقویٰ والا ہے۔'' بعض سلف کا فرمان ہے کہ تعظیم یہ بھی ہے کہ

---

❶ ٢/ البقرة:٢١٧۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، ٣١٩٧؛ صحیح مسلم، ١٦٧٩۔ ❸ ٩/ التوبة:٥۔

قربانی کے جانوروں کو اچھی طرح رکھا جائے اور انہیں خوب کھلایا پلایا جائے اور مضبوط اور موٹا کیا جائے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہم قربانی کے جانوروں کی آنکھیں اور کان دیکھ بھال کر خریدیں۔ ❶ (رواہ اہل السنن) مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں جب یہ لوگ اپنے وطن سے نکلتے تھے اور حرمت والے مہینے نہیں ہوتے تھے تو یہ اپنے اوپر بالوں اور اون کو لپیٹ لیتے تھے اور حرم میں رہنے والے مشرک لوگ حرم کے درختوں کی چھالیں اپنے جسم پر باندھ لیتے تھے۔ اس سے عام لوگ انہیں امن دیتے تھے اور ان کو مارتے پیٹتے نہ تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت حضرت مجاہد رحمہ اللہ مروی ہے کہ اس سورہ کی دو آیتیں منسوخ ہیں آیت ﴿الْقَلَآئِدَ﴾ اور یہ آیت ﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ❷ لیکن حضرت حسن رحمہ اللہ سے جب سوال ہوتا ہے کہ کیا اس سورہ میں سے کوئی آیت منسوخ ہوئی ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں نہیں۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ حرم کے درختوں کی چھالیں لٹکا لیا کرتے تھے اور اس سے انہیں امن ملتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے حرم کے درختوں کو کاٹنا منع فرما دیا۔ پھر فرماتا ہے کہ ''جو لوگ بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہوں ان سے لڑائی مت لڑو'' یہاں جو آئے وہ امن میں پہنچ گیا' پس جو اس کے قصد سے چلا ہے اس کی نیت اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش اور اس کی رضامندی کی جستجو ہے تو اب اسے ڈر خوف میں نہ رکھو اس کی عزت اور ادب کرو اور اسے بیت اللہ سے نہ روکو۔ بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے سے مراد ہے بیوپار اور تجارت، جیسے اس آیت میں ہے۔ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ❸ یعنی زمانہ حج میں تجارت کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ''رضوان'' سے مراد حج کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی تلاش کرنا ہے ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حطم بن ہند بکری کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس شخص نے مدینہ کی چراگاہ پر دھاوا بولا تھا۔ پھر اگلے سال یہ عمرے کے ارادے سے آ رہا تھا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا ارادہ ہوا کہ اسے راستے میں روکیں' اس پر یہ فرمان نازل ہوا۔ ❹ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو مشرک مسلمانوں کی امان لئے ہوئے نہ ہو تو گو وہ بیت اللہ شریف کے ارادے سے جا رہا ہو یا بیت المقدس کے ارادے سے' اسے قتل کرنا جائز ہے۔ یہ حکم ان کے حق میں منسوخ ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ہاں جو شخص وہاں الحاد پھیلانے کے لئے جا رہا ہو اور شرک و کفر کے ارادے سے قصد کرتا ہو وہ تو روکا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے مؤمن و مشرک سب حج کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی ممانعت تھی کہ کسی مؤمن یا کافر کو نہ روکو' لیکن اس کے بعد یہ آیت اتری کہ مشرک مسجد حرام میں داخل نہ ہوں ﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ ❺ یعنی ''مشرکین سراسر نجس ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ آئیں'' اور فرمان ہے۔ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ﴾ ❻ یعنی ''مشرکین اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد رکھنے کے ہرگز اہل نہیں'' اور فرمان ہے۔ ﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ❼ یعنی اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو تو صرف وہی آباد رکھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں۔ پس مشرکین مسجدوں سے روک دیے گئے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت ﴿وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾ منسوخ ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں جب کوئی شخص اپنے گھر سے حج کے ارادہ سے نکلتا

---

❶ ابوداود، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا، ۲۸۰۴، وسندہ ضعیف ابواسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ترمذی ۱۴۹۸؛ نسائی، ۴۳۷۷؛ ابن ماجہ ۳۱۴۲؛ احمد، ۱/ ۱۲۵؛ حاکم، ۴/ ۲۲۴؛ ابن حبان، ۵۹۲۰؛ بیهقی، ۹/ ۲۷۵۔ ❷ ۵/ المآئدۃ:۴۲۔ ❸ ۲/ البقرۃ:۱۹۸۔ ❹ الطبری، ۹/ ۴۷۲۔

❺ ۹/ التوبۃ:۲۸۔ ❻ ۹/ التوبۃ:۱۷۔ ❼ ۹/ التوبۃ:۱۸۔

تو وہ درخت کی چھال وغیرہ باندھ لیتا تو راستے میں اسے کوئی نہ ستاتا پھر لوٹتے وقت بالوں کا ہار ڈال لیتا اور محفوظ رہتا' اس وقت تک مشرکین بیت اللہ سے روکے نہ جاتے تھے' تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ حرمت والے مہینوں میں نہ لڑیں اور نہ بیت اللہ کے پاس لڑیں' پھر اس حکم کو اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ ''مشرکین سے لڑو جہاں کہیں انہیں پاؤ'' ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قلائد سے مراد یہی ہے جو ہار وہ حرم سے گلے میں ڈال لیتے تھے اور اس کی وجہ سے امن میں رہتے تھے عرب میں اس کی تعظیم برابر چلی آ رہی تھی اور جو اس کا خلاف کرتا تھا اسے بہت برا کہا جاتا تھا اور شاعر اس کی ہجو کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے ''جب تم احرام کھول ڈالو تو شکار کر سکتے ہو'' احرام میں شکار کی ممانعت تھی' اب احرام کے بعد پھر اس کی اباحت ہو گئی۔ جو حکم ممانعت کے بعد ہو اس حکم سے وہی ثابت ہوتا ہے جو ممانعت سے پہلے اصل میں تھا یعنی اگر وجوب اصلی تھا تو ممانعت کے بعد کا امر بھی وجوب کے لئے ہو گا اور اسی طرح مستحب ومباح' گو بعض نے کہا ہے کہ ایسا امر وجوب کے لئے ہی ہوتا ہے۔ لیکن دونوں جماعتوں کے خلاف قرآن کی آیتیں موجود ہیں' پس صحیح مذہب جس سے تمام دلیلیں مل جائیں وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا علمائے اصول نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

پھر فرماتا ہے ''جس قوم نے تمہیں حدیبیہ والے سال مسجد حرام سے روکا تھا تو تم ان سے دشمنی باندھ کر قصاص پر آمادہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگے بڑھ کر ظلم وزیادتی پر نہ اتر آنا'' بلکہ تمہیں کسی وقت بھی عدل کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ اس طرح کی وہ آیت بھی ہے جس میں فرمایا ہے ''تمہیں کسی قوم کی عداوت خلاف عدل کرنے پر آمادہ نہ کر دے' عدل کیا کرو عدل ہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔'' بعض سلف کا قول ہے کہ گو کوئی تجھ سے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے لیکن تجھے چاہئے کہ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی کرے۔ عدل ہی کی وجہ سے آسمان وزمین قائم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو جب کہ مشرکین نے بیت اللہ کی زیارت سے روکا اور حدیبیہ سے آگے بڑھنے ہی نہ دیا' اسی رنج وغم میں صحابہ واپس آ رہے تھے جو مشرقی مشرک مکہ جاتے ہوئے انہیں ملے تو ان کا ارادہ ہوا کہ جیسے ان کے گروہ نے ہمیں روکا ہے ہم بھی انہیں ان تک نہ جانے دیں' اس پر یہ آیت اتری ❶ ''شَنَاٰنُ'' کے معنی بغض کے ہیں۔ بعض عرب اسے ''شنان'' بھی کہتے ہیں لیکن کسی قاری کی یہ قراءت مروی نہیں ہاں عربی شعروں میں شنان بھی آیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کو نیکی کے کاموں پر ایک دوسرے کی تائید کرنے کو فرماتا ہے۔ ''بر'' کہتے ہیں نیکیوں کے کرنے اور تقویٰ کہتے ہیں برائیوں کے چھوڑنے کو اور انہیں منع فرماتا ہے گناہوں اور حرام کاموں پر کسی کی مدد کرنے کو۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کام کے کرنے کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اور انسان اسے نہ کرے یہ اثم ہے اور دین میں جو حدیں اللہ تعالےٰ نے مقرر کر دی ہیں اور جو فرائض اپنی جان یا دوسروں کے بارے میں جناب باری تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں ان سے آگے نکل جانا ﴿عُدْوَان﴾ ہے۔ ❷

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ''اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم'' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مظلوم ہونے کی صورت میں مدد کریں تو ٹھیک ہے لیکن ظالم ہونے کی صورت میں کیسے مدد کریں؟ فرمایا ''اسے ظلم نہ کرنے دو ظلم سے روک لو یہی اس کی مدد ہے'' ❸ یہ حدیث صحیح بخاری ومسلم میں بھی ہے۔ ❹ مسند احمد میں ہے ''جو مسلمان لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے وہ اس مسلمان سے زیادہ اجر والا ہے جو نہ لوگوں سے ملے جلے نہ ان کی ایذاؤں پر صبر =

❶ الطبری ٩/ ٤٧٨ یہ روایت مرسل ہے۔ ❷ ایضا، ٩/ ٤٩٠۔ ❸ احمد ٣/ ٩٩۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الإکراہ، باب یمین الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف علیه القتل أو نحوه ٦٩٥٢؛ صحیح مسلم ٢٥٨٤، عن جابر رضی اللہ عنہ؛ ترمذی ٢٢٥٥؛ احمد ٣/ ٢٠١؛ مسند ابی یعلی ٣٨٣٨؛ ابن حبان ٥١٦٧۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۚ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣﴾

ترجمہ: تم پر مردار حرام کیا گیا اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو اور جو اونچے سے گر کر مرا ہو کسی ٹکر سے مرا ہو اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جو پرستش گاہوں پر چڑھایا گیا ہو تم پر حرام کیا جاتا ہے قرعہ کے تیروں کے ذریعہ تقسیم کرنا۔ یہ سب بدترین گناہ ہیں' آج کفار تمہارے دین سے ناامید ہو گئے خبردار تم ان سے نہ ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہا کرنا' آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔ پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔[۳]

= کرے۔" ❶ مسند بزار میں ہے۔ ((اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ)) ❷ یعنی "جو شخص کسی بھلی بات کی دوسرے کو ہدایت کرے وہ اس بھلائی کے کرنے والے ہی کی طرح ہے" امام ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ اسے بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صرف اسی ایک سند سے مروی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس کی شاہد یہ صحیح حدیث ہے کہ "جو شخص ہدایت کی طرف لوگوں کو بلائے اسے ان تمام کے برابر ثواب ملے گا جو قیامت تک آئیں اور اس کی تابعداری کریں لیکن ان کے ثواب میں گھٹا کر نہیں' اور جو شخص کسی برائی کی طرف بلائے تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی کو کریں گے ان سب کو جو گناہ ہوگا وہ سارا اس اکیلے کو ہوگا لیکن ان کے گناہوں کو گھٹا کر نہیں۔" ❸ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "جو شخص کسی ظالم کے ساتھ جائے تاکہ اس کی اعانت و امداد کرے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ یقیناً اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔" ❹

وہ چیزیں جن کا کھانا حرام ہے: [آیت:۳] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان کا بیان فرما رہا ہے جن کا کھانا اس نے حرام کیا ہے۔ یہ

❶ احمد ٥/ ٣٦٥؛ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب فی فضل المخالطة مع الصبر علی أذی الناس ٢٥٠٧، وهو صحیح؛ ابن ماجه ٤٠٣٢؛ الأدب المفرد ٣٨٨؛ بیهقی، ١٠/ ٨٩؛ مسند الطیالسی ١٨٧٦؛ شعب الایمان ٨١٠٢؛ شرح السنة ٣٥٨٥؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ماجہ کی روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة ٩٣٩) ❷ مسند البزار ١٥٤؛ ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء أن علی الخیر کفاعله ٢٦٧٠ وهو صحیح؛ ابو داود، ٥١٢٩ بتصرف یسیر؛ مشکل الآثار، ١/ ٤٨٤، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بشواہد صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ١٦٦٠) ❸ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سیئة ومن دعا إلی هدی أو ضلالة ٢٦٧٤؛ ابو داود ٤٦٠٩؛ ابن ماجه ٢٠٦۔

❹ الطبری ١/ ٢٢٧ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو ضعیف جداً کہا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفه: ٧٥٨) اور یہی راجح ہے۔

خبران چیزوں کے نہ کھانے کے حکم کو شامل ہے۔ "مَیْتَةٌ" وہ ہے جو ازخود اپنے آپ مرجائے نہ تو اسے ذبح کیا جائے نہ شکار کیا جائے' اس کا کھانا اس لئے حرام کیا گیا کہ اس کا وہ خون جو مضر ہے اس میں رہ جاتا ہے جبکہ ذبح کرنے سے بہہ جاتا ہے اور یہ خون دین اور بدن کو مضر ہے ہاں یہ یاد رہے کہ ہر مردار حرام ہے مگر مچھلی نہیں' کیونکہ موطا امام مالک' مسند شافعی' مسند احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' صحیح ابن خزیمہ' اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔" ❶ اسی طرح ٹڈی بھی گو خود ہی مرگئی ہو حلال ہے اس کی دلیل کی حدیث آ رہی ہے۔ "دم" سے مراد دم مسفوح یعنی وہ خون ہے جو بوقت ذبح بہتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ آیا تلی کھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ لوگوں نے کہا وہ تو خون ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں صرف وہ خون حرام ہے جو بوقت ذبح بہا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی یہی فرماتی ہیں کہ صرف بہا ہوا خون حرام ہے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمارے لئے دو قسم کے مردے اور دو خون حلال کئے گئے ہیں مچھلی اور ٹڈی' کلیجی' اور تلی" ❷ یہ حدیث مسند احمد' ابن ماجہ' دار قطنی اور بیہقی میں بروایت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مروی ہے اور یہ ضعیف ہیں' حافظ بیہقی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کے ساتھ ہی اسے اسماعیل بن ادریس اور عبداللہ بھی روایت کرتے ہیں میں کہتا ہوں یہ دونوں بھی ضعیف ہیں' ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے ضعف میں کمی بیشی ہے۔ سلیمان بن بلال رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہ ہیں بھی ثقہ' لیکن اس روایت کو بعض راویوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف رکھا ہے۔ حافظ ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں زیادہ صحیح اس کا موقوف ہونا ہی ہے ابن ابی حاتم میں حضرت صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی طرف بھیجا کہ میں انہیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاؤں اور احکام اسلام ان کے سامنے پیش کروں' میں وہاں پہنچ کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اتفاقاً ایک روز وہ ایک پیالہ خون کا بھر کر میرے سامنے آ بیٹھے اور حلقہ باندھ کر کھانے کے ارادے سے بیٹھے اور مجھ سے کہنے لگے آ' صدی تم بھی کھا لو۔ میں نے کہا تم غضب کر رہے ہو میں تو ان کے پاس سے آ رہا ہوں جو اس کا کھانا ہم سب پر حرام کرتے ہیں۔ تب تو وہ سب کے سب میری طرف متوجہ ہو گئے اور کہا پوری بات کہو تو میں نے یہی آیت ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾ الخ پڑھ کر سنا دی ❸ یہ روایت ابن مردویہ میں بھی ہے اس میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ میں وہاں بہت دنوں تک رہا اور انہیں پیغام اسلام پہنچاتا رہا لیکن وہ ایمان نہ لائے ایک دن جب کہ میں سخت پیاسا ہوا اور پانی بالکل نہ ملا تو میں نے ان سے پانی مانگا اور کہا کہ پیاس کے مارے میرا برا حال ہے تھوڑا سا پانی پلا دو لیکن کسی نے مجھے پانی نہ دیا بلکہ کہا ہم تو تجھے یونہی پیاسا ہی تڑپا تڑپا کر مار ڈالیں گے میں غمناک ہو کر دھوپ میں تپتے ہوئے انگاروں جیسے سنگریزوں پر اپنا کھردرا کمبل منہ پر ڈال کر اسی سخت گرمی میں میدان میں پڑا رہا تو اتفاقاً میری آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بہترین جام لئے ہوئے اور اس میں بہترین اور خوش ذائقہ مزے دار پینے کی چیز لئے ہوئے میرے پاس آیا اور جام میرے ہاتھ میں دے دیا' میں نے خوب پیٹ بھر کر اس میں سے پیا وہیں آنکھ کھل گئی تو اللہ کی قسم مجھے مطلق پیاس نہ تھی بلکہ

---

❶ ابو داود، کتاب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر ٨٣، وسنده صحيح، ترمذی ٦٩؛ نسائی ٣٣٣؛ ابن ماجه ٣٨٦؛ مؤطا امام مالك ١/ ٤٤؛ شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحيح ابو داود، ٧٦)

❷ احمد ٢/ ٩٧؛ ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب الكبد والطحال ٣٣١٤؛ وسنده ضعيف عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف راوی ہے۔ بیهقی ١/ ٢٥٤؛ شرح السنة ٣/ ١٨٥ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً جو مرفوع کے حکم میں ہے صحیح ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة ١١١٨)

❸ طبرانی، (٨٠٧٤) مجمع الزوائد ٩/ ٣٨٩۔ سند میں بشیر بن شریح راوی ضعیف ہے۔

اس کے بعد سے لے کر آج تک مجھے کبھی پیاس کی تکلیف نہیں ہوئی' بلکہ یہ یوں کہنا چاہئے پیاس نہیں لگی یہ لوگ میرے جاگنے کے بعد آپس میں کہنے لگے کہ آخر تو یہ تمہاری قوم کا سردار ہے تمہارا مہمان بن کر آیا ہے اتنی بے رخی بھی ٹھیک نہیں کہ ایک گھونٹ پانی بھی ہم اسے نہ دیں' چنانچہ اب یہ لوگ میرے پاس کچھ لے کر آئے' میں نے کہا اب تو مجھے کوئی حاجت نہیں میرے رب تعالیٰ نے کھلا پلا دیا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے انہیں اپنا بھرا ہوا پیٹ دکھا دیا۔ اس کرامت کو دیکھ کر وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ❶

اعشیٰ نے اپنے قصیدے میں کیا خوب ہی کہا ہے کہ مردار کے قریب نہ ہو اور کسی جانور کی رگ کاٹ کر خون نکال کر نہ پی اور پرستش گاہوں پر چڑھا ہوا نہ کھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کر ﴿لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ﴾ حرام ہے خواہ وہ جنگلی ہو یا پالتو ہو۔ لفظ ﴿لَحْم﴾ شامل ہے اس کے تمام اجزاء کو جس میں چربی بھی داخل ہے پس ظاہر یہ کی طرح تکلفات کرنے کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ دوسری آیت میں سے ﴿فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾ لے کر ضمیر کا مرجع خنزیر کو بتلاتے ہیں تاکہ اس کے تمام اجزاء حرمت میں آجائیں' درحقیقت یہ لغت سے بعید ہے مضاف الیہ کی طرف ایسے موقعوں پر ضمیر پھرتی ہی نہیں صرف مضاف ہی ضمیر کا مرجع ہوتا ہے صاف ظاہر بات یہی ہے کہ لفظ لحم شامل ہے تمام اجزا کو لغت عرب کا مفہوم اور عام عرف یہی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے "شطرنج کھیلنے والا اپنے ہاتھوں کو سور کے گوشت وخون میں رنگنے والا ہے۔" ❷ خیال کیجئے کہ صرف چھونا بھی شرعاً کس قدر نفرت کے قابل ہے پھر کھانے کے بے حد برا ہونے میں کوئی شک رہا؟ اور اس میں دلالت ہے کہ لفظ لحم شامل ہے تمام اجزاء کو خواہ وہ چربی ہو خواہ اور بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی تجارت کی ممانعت کر دی ہے۔" تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ وہ کشتیوں پر چڑھائی جاتی ہے' کھالوں پر لگائی جاتی ہے اور چراغ جلانے کے کام بھی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا "نہیں نہیں وہ حرام ہے۔" ❸ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ابوسفیان نے ہرقل سے کہا وہ نبی (ﷺ) ہمیں مردار سے اور خون سے روکتا ہے۔ ❹ وہ جانور بھی حرام ہے جس کو ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا نام لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اسے فرض کر دیا ہے کہ وہ اس کا نام لے کر جانور کو ذبح کریں پس اگر کوئی اس سے ہٹ جائے اور اس کے نام پاک کے بدلے کسی بت وغیرہ کا نام لے خواہ وہ مخلوق میں سے کوئی بھی ہو تو یقیناً وہ جانور بالاجماع حرام ہو جائے گا۔ ہاں جس جانور کے ذبیحہ کے وقت بسم اللہ کہنا رہ جائے خواہ وہ جان بوجھ کر خواہ بھولے چوکے سے وہ حرام ہے یا حلال؟ اس میں علما کا اختلاف ہے جس کا بیان سورۂ انعام میں آئے گا۔ حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر آج تک یہ چاروں چیزیں حرام رہیں کسی وقت ان میں سے کوئی حلال نہیں ہوئی مردار' خون' سور کا گوشت اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے نام کی چیز۔ البتہ بنواسرائیل کے پاپیوں کے پاپ کی وجہ سے بعض غیر حرام چیزیں بھی ان پر حرام کر دی گئی تھیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ وہ دوبارہ حلال کر دی گئیں لیکن بنواسرائیل نے آپ ﷺ کو سچا جانا اور آپ کی مخالفت کی (ابن ابی حاتم) یہ اثر غریب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے حاکم تھے اس وقت ابن نائل نامی قبیلہ بنو رباح

❶ حاکم ۳/ ٦٤١، ٦٤٢ وسنده ضعيف؛ طبرانی ۸۰۹۹۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنرد شير ۲۲٦۰؛ الأدب المفرد ۱۲۷۱؛ ابو داود، ٤٩٣٩؛ ابن ماجه ۳۷٦۳؛ احمد ٥/ ۳٥۲؛ ابن حبان ٥٨٧٣۔ ❸ صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام ۲۲۳٦؛ صحيح مسلم، ١٥٨١؛ ابو داود، ٣٤٨٦؛ ترمذي، ١٢٩٧؛ ابن ماجه، ٢١٦٧؛ بيهقي، ٦/ ١٢؛ احمد، ٣/ ٣٢٤؛ مسند ابي يعلىٰ، ۱۸۷۳؛ ابن حبان، ٤٩٣٧۔ ❹ صحيح ابي عوانة، (٤/ ١٩٢)

کا ایک شخص جو شاعر تھا فرزدق کے دادا غالب سے مقابل ہوا اور یہ طے پایا کہ دونوں آمنے سامنے ایک ایک سو اونٹوں کی کوچیں کاٹیں گے' چنانچہ کوفہ کی پشت پر پانی کی جگہ یہ آئے اور جب وہاں ان کے اونٹ آئے تو یہ اپنی تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے اور اونٹوں کی کوچیں کاٹنی شروع کیں اور دکھلاوے سناوے اور فخر و ریاکاری کے لئے دونوں اس میں مشغول ہو گئے۔ کوفیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے گدھوں اور خچروں پر سوار ہو کر گوشت لینے کے لئے آنے لگے' اتنے میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہو کر یہ منادی کرتے ہوئے وہاں پہنچے کہ "لوگو! یہ گوشت نہ کھانا یہ جانور ﴿مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ میں داخل ہیں۔ (ابن ابی حاتم) یہ اثر بھی غریب ہے ہاں اس کی صحت کی شاہد وہ حدیث ہے جو ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابیوں کی طرح مقابلہ میں کوچیں کاٹنے سے ممانعت فرما دی۔ ❶ پھر ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ محمد بن جعفر نے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف کیا ہے۔ ابوداؤد ہی کی اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں شخصوں کا کھانا کھانا منع فرما دیا جو آپس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا' ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا اور ریاکاری کرنا چاہتے ہوں۔ ❷ ﴿مُنْخَنِقَةُ﴾ جس کا گلا گھٹ جائے خواہ کسی نے عمداً گلا گھونٹ کر گلا مروڑ کر مار ڈالا ہو خواہ از خود اس کا گلا گھٹ گیا ہو' مثلاً اپنے کھونٹے میں بندھا ہوا ہے اور بھاگنے لگا پھندا گلے میں آ پڑا اور کھینچ کھچاؤ کرتا ہوا مر گیا۔ پس یہ حرام ہے۔ ﴿مَوْقُوْذَةُ﴾ جس جانور کو کسی نے ضرب لگائی لکڑی وغیرہ ایسی چیز سے جو دھار دار نہیں اور اسی سے وہ مر گیا تو وہ بھی حرام ہے۔ جاہلیت میں یہ بھی دستور تھا کہ جانور لٹھ سے مار ڈالتے پھر کھاتے' قرآن نے ایسے جانور کو حرام بتلایا۔ صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں معراض سے شکار کھیلتا ہوں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا "جب تو اسے پھینکے اور وہ جانور کو زخم لگائے تو کھا سکتا ہے اور اگر وہ چوڑائی کی طرف سے لگے تو وہ جانور لٹھ مارے ہوئے کے حکم میں ہے اسے نہ کھا۔" ❸ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں جسے دھار اور نوک سے شکار کیا ہو اور اس میں جسے چوڑائی کی جانب سے لگا ہو فرق کیا' اول کو حلال اور دوسرے کو حرام کہا۔ فقہا کے نزدیک یہ بھی مسئلہ اتفاقی ہے' ہاں اختلاف اس میں ہے کہ جب کسی زخم کرنے والی چیز نے شکار کو صدمہ تو پہنچایا لیکن وہ مرا ہے اس کے بوجھ اور چوڑائی کی طرف سے تو آیا یہ جانور حلال ہے یا حرام؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس میں دونوں قول ہیں ایک تو حرام ہونا اوپر والی حدیث کو سامنے رکھ کر' دوسرے حلال ہونا کتے کے شکار کی حلت کو مدنظر رکھ کر۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل ملاحظہ ہو:۔

نوٹ (فصل) علمائے کرام رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی شخص نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اور کتے نے اسے اپنی مار سے اور بوجھ سے مار ڈالا اور زخمی نہیں کیا یا اسے اس قدر صدمہ پہنچایا کہ وہ مر گیا اور زخمی نہیں ہوا تو کیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ حلال ہے کیونکہ قرآن کے الفاظ عام ہیں ﴿فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ ❹ یعنی "وہ جن جانوروں کو روک لیں تم انہیں کھا سکتے ہو" اسی طرح حضرت عدی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح حدیثیں بھی عام ہی ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے اور متاخرین نے اس کی صحت کی ہے جیسے نووی اور رافعی رحمہما اللہ میں کہتا ہوں کہ گو یوں کہا جاتا ہے لیکن امام

---

❶ ابو داود، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی أکل معاقرة الأعراب ٢٨٢٠، وسنده ضعیف ابوریحانہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ بیهقی ٩/ ٣١٣ یہ روایت موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے اور اس کا شاہد مرفوع روایت ابو داود ٣٢٢٢ وسنده صحیح اور بیهقی ٩/ ٣١٣ میں ہے۔ ❷ ابو داود، کتاب الأطعمة، باب فی طعام المتباریین ٣٧٥٤ وھو صحیح۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب صید المعراض ٥٤٧٦؛ صحیح مسلم ١٩٢٩؛ ابو داود ٢٨٥٤؛ ترمذی ١٤٦٧؛ نسائی ٤١٩١؛ ابن ماجه ٣٢٠٨؛ احمد ٤/ ٢٥٦؛ ابن حبان ٥٨٨١؛ بیهقی ٩/ ٢٣٦۔ ❹ ٥/ المآئدة:٤۔

صاحب رحمہ اللہ کے کلام سے صاف طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا' ملاحظہ ہو''ام'' اور ''مختصر'' ان دونوں میں جو کلام ہے وہ دونوں معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ پس دونوں فریق نے اس کی توجیہ کر کے دونوں جانب علی الاطلاق ایک قول کہہ دیا' ہم تو بصد مشکل صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس بحث میں حلال ہونے کے قول کی حکایت کچھ قدرے قلیل زخم کا ہونا بھی ہے گو ان دونوں میں سے کسی کی تصریح نہیں اور نہ کسی کی مضبوطی۔ ابن الصباغ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حلال ہونے کا نقل کیا ہے اور دوسرا کوئی قول ان سے نقل نہیں کیا اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس قول کو حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوہریرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے' لیکن یہ بہت غریب ہے اور دراصل ان بزرگوں سے صراحت کے ساتھ یہ اقوال پائے نہیں جاتے یہ صرف اپنا تصرف ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حلال نہیں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے دوقولوں میں سے ایک قول یہ ہے' مزنی رحمہ اللہ نے اسی کو پسند کیا ہے اور ابن صباغ کے قول سے بھی اس کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور اسی کو روایت کیا ہے ابو یوسف اور محمد نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اور یہی مشہور ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اور یہی قول ٹھیک ہونے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس لئے کہ اصولی قواعد اور احکام شرعی کے مطابق یہی ہے۔ ابن الصباغ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کل دشمنوں سے بھڑنے والے ہیں اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں تو کیا ہم تیز بانس سے ذبح کرلیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو چیز خون بہائے اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اسے کھالیا کرو'' ❶ الخ (بخاری ومسلم) یہ حدیث گو ایک خاص موقعہ کے لئے ہے لیکن حکم عام الفاظ کا ہوگا' جیسے کہ جمہور علمائے اصول وفروع کا فرمان ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بتع جو شہد کی نبیذ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہر وہ پینے کی چیز جو نشہ لائے حرام ہے'' ❷ پس یہاں سوال ہے شہد کی نبیذ کا' لیکن جواب کے الفاظ عام ہیں اور مسئلہ بھی ان سے عام سمجھا گیا۔ اسی طرح اوپر والی حدیث ہے کہ گو سوال ایک خاص صورت سے ذبح کرنے کا تعین ہے لیکن جواب کے الفاظ اسے اور اس کے سوا کی تمام صورتوں کو شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ایک خاص معجزہ ہے کہ الفاظ تھوڑے اور معانی بہت۔ اسے ذہن میں رکھنے کے بعد اب غور کیجئے کہ کتے کے صدمے سے جو شکار مر جائے یا اس کے بوجھ اور تھپڑ کی وجہ سے جس شکار کا دم نکل جائے' ظاہر ہے کہ اس کا خون کسی چیز سے نہیں بہا' پس اس حدیث کے مفہوم کے بنا پر وہ حلال نہیں ہوسکتا ہاں اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا کتے کے شکار کے مسئلہ سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ اس لئے کہ سائل نے ذبح کرنے کے ایک آلے کی نسبت سوال کیا تھا ان کا سوال اس چیز کی نسبت نہ تھا جس سے ذبح کیا جائے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دانت اور ناخن کو مستثنیٰ کرلیا اور فرمایا ''سوائے دانت اور ناخن کے اور میں تمہیں بتاؤں کہ ان کے سوا کیوں؟ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے'' ❸ اور یہ قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس پر دلالت کرتا ہے ورنہ متصل نہیں مانا جاسکتا۔ پس ثابت ہوا کہ سوال آلہ ذبح ہی کا تھا' تو اب کوئی دلالت تمہارے قول پر باقی نہیں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے جملے کو دیکھو' آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الشرکة، باب من عدل عشرة من الغنم بجزور فی القسم ٢٥٠٧؛ صحیح مسلم ١٩٦٨؛ ترمذی ١٤٩١؛ نسائی ٤٣٢٨؛ بتصرف یسیر ابن ماجه ٣١٣٧؛ بیهقی ، ٩/ ٢٨١؛ احمد ٣/ ٤٦٣؛ ابن حبان ٥٨٨٦۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب الخمر من العسل وهو البتع ٥٥٨٥؛ صحیح مسلم ٢٠٠١؛ ابو داود ٣٦٨٢؛ ترمذی ١٨٦٤؛ نسائی ٨/ ٥٤٩؛ احمد ٦/ ١٩٠؛ بیهقی ٨/ ٢٩١۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب التسمیة علی الذبیحة ومن ترك متعمداً ٥٤٩٨؛ صحیح مسلم ١٩٦٨۔

ہوا سے کھالو یہ نہیں فرمایا کہ اس کے ساتھ ذبح کرلو۔ پس اس جملہ سے دو حکم ایک ساتھ معلوم ہوتے ہیں' ذبح کرنے کے آلہ کا حکم بھی اور خود ذبیحہ کا حکم بھی' اور یہ کہ اس جانور کا خون کسی آلہ سے بہانا ضروری ہے جو دانت اور ناخن کے سوا ہو' ایک مسلک تو یہ ہے۔ دوسرا مسلک جو مزنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہ یہ کہ تیر کے بارے میں صاف لفظ آ چکے کہ اگر وہ اپنی چوڑائی کی طرف سے لگا ہے اور جانور مر گیا ہے تو نہ کھاؤ اور اگر اس نے اپنی دھار اور اَنی سے زخم کیا ہے پھر مرا ہے تو کھالو۔ اور کتے کے بارے میں علی الاطلاق احکام ہیں' پس چونکہ موجب یعنی شکار دونوں جگہ ایک ہی ہے تو مطلق کا حکم بھی مقید پر محمول ہوگا گو سبب جداگانہ ہوں جیسے کہ ظہار کے وقت کی آزادگی گردن جو مطلق ہے محمول کی جاتی ہے قتل کی آزادگی گردن پر جو مقید ہے ایمان کے ساتھ' بلکہ اس سے بھی زیادہ ضرورت شکار کے اس مسئلہ میں ہے۔ یہ دلیل ان لوگوں پر یقیناً بڑی حجت ہے جو اس قاعدہ کی اصل کو مانتے ہیں اور چونکہ ان لوگوں میں اس قاعدہ کے مسلم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں تو ضروری ہے کہ یا تو وہ اسے تسلیم کریں' ورنہ کوئی پختہ جواب دیں۔ علاوہ ازیں یہ فریق یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ اس شکار کو کتے نے بوجہ اپنے ثقل کے مار ڈالا ہے اور یہ ثابت ہے کہ جب تیر اپنی چوڑائی سے لگ کر مار ڈالے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ پس اس پر قیاس کر کے کتے کا یہ شکار بھی حرام ہو گیا۔ دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ دونوں شکار کے آلات ہیں اور دونوں نے اپنے بوجھ اور زور سے شکار کی جان لی ہے اور آیت کا عموم اس کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ عموم پر قیاس مقدم ہے جیسا کہ چاروں اماموں اور جمہور کا مذہب ہے یہ مسلک بھی بہت اچھا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی شکاری کتے جس جانور کو روک لیں اس کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ عام ہے اسے بھی شامل ہے جسے زخمی کیا ہو اور اس کے سوا کو بھی' لیکن جس صورت میں اس وقت بحث ہے وہ یا تو ٹکر لگا ہوا ہے یا اس کے حکم میں یا گلا گھونٹا ہوا ہے یا اس کے حکم میں۔ بہر صورت اس آیت کی تقدیم ان وجوہ پر ضرور ہو گی۔ اولاً تو یہ شارع علیہ السلام نے اس آیت کا حکم شکار کی حالت میں معتبر مانا ہے کیونکہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اگر وہ چوڑائی کی طرف سے لگا ہے تو وہ لٹھ مارا ہوا ہے اسے نہ کھاؤ۔ جہاں تک ہمارا علم ہے ہم جانتے ہیں کہ کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ لٹھ سے اور مار سے مرا ہوا تو شکار کی حالت میں معتبر ہو اور سینگ اور ٹکر لگا ہوا معتبر نہ ہو پس جس صورت میں اس وقت بحث ہو رہی ہے اس جانور کو حلال کہنا اجماع کو توڑنا ہو گا جسے کوئی بھی جائز نہیں کہہ سکتا بلکہ اکثر علما اسے ممنوع بتلاتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ آیت ﴿فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ﴾ اپنے عموم پر باقی نہیں اور اس پر اجماع ہے' بلکہ آیت سے مراد صرف حلال حیوان ہیں تو اس کے عام الفاظ سے وہ حیوان جن کا کھانا حرام ہے بالاتفاق نکل گئے اور یہ قاعدہ ہے کہ عموم محفوظ مقدم ہوتا ہے عموم غیر محفوظ پر۔ ایک تقریر اسی مسئلہ میں اور بھی گوش گزار کر لیجئے کہ اس طرح کا شکار میتہ کے حکم میں ہے اس لئے کہ اس کا خون اور اس کے ردی رطوبات اسی میں رہے پس جس وجہ سے مردار حرام ہے وہی وجہ یہاں بھی ہے تو یہ بھی اسی قیاس سے حلال نہیں۔ ایک اور وجہ بھی سنئے کہ حرمت کی آیت ﴿حُرِّمَتْ﴾ بالکل محکم ہے اس میں کسی طرح سے نسخ کا دخل نہیں نہ کوئی تخصیص ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح آیت تحلیل بھی محکم ہی ہونی چاہئے یعنی فرمان باری تعالیٰ۔ ﴿يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَٰتُ﴾ "لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ تو کہہ دے کہ تمام طیب چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔" جب دونوں آیتیں محکم اور غیر منسوخ ہیں تو یقیناً ان میں تعارض نہ ہونا چاہئے۔ پس حدیث کو اس کے بیان کے لئے سمجھنا چاہئے اور اسی کی شہادت تیر کا واقعہ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ اس میں یہ صورت داخل ہے یعنی جب کہ وہ انی' دھار اور تیزی کی طرف سے زخم کرلے تو جانور

حلال ہوگا کیونکہ وہ طیبات میں آ گیا۔ ساتھ ہی حدیث میں یہ بھی بیان آ گیا کہ آیت تحریم میں کونسی صورت داخل ہے؟ یعنی وہ صورت جس میں جانور کی موت تیر کی چوڑائی سے ہوئی ہے وہ حرام ہو گیا ہے جسے کھایا نہ جائے گا اس لئے کہ وہ وقیذ ہے اور وقیذ آیت تحریم کا ایک فرد ہے ٹھیک اسی طرح اگر شکاری کتے نے جانور کو اپنے دباؤ زور بوجھ اور سخت پکڑ کی وجہ سے مار ڈالا ہے تو وہ ﴿نطیح﴾ یعنی ٹکر اور سینگ لگے ہوئے کے حکم میں ہے اور حلال نہیں ہاں اگر اسے مجروح کیا ہے تو وہ آیت تحلیل کے حکم میں ہے اور یقیناً حلال ہے۔ اس پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یہی مقصود ہوتا تو کتے کے شکار میں بھی تفصیل کر دی جاتی اور فرما دیا جاتا کہ اگر وہ جانور کو چیرے پھاڑے زخمی کرے تو حلال اور اگر زخم نہ لگائے تو حرام۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ کتے کا بغیر زخمی کئے قتل کرنا بہت ہی کم ہوتا ہے' اس کی عادت یہ نہیں' بلکہ یہ ہے کہ اپنے پنجوں یا کچلیوں سے ہی شکار کو مارے یا دونوں سے، بہت کم کبھی کبھی شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے دباؤ اور بوجھ سے شکار کو مار ڈالے اس لئے اس کی ضرورت ہی نہ تھی کہ اس کے حکم کو بیان کیا جائے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب آیت تحریم میں "میتہ' منخنقہ' موقوذہ' متردیہ اور نطیحہ" کی حرمت موجود ہے تو اس کے جاننے والے کے سامنے اس قسم کے شکار کا حکم بالکل ظاہر ہے۔ تیر اور معراض میں اس حکم کو اس لئے الگ بیان کر دیا کہ عموماً خطا کر جاتا ہے اس شخص کے ہاتھ سے جو قادر انداز نہ ہو یا نشانے میں خطا کر جاتا ہے اس لئے اس کے دونوں حکم تفصیل وار بیان فرما دیئے ہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ دیکھئے چونکہ کتے کے شکار میں یہ احتمال تھا کہ ممکن ہے وہ اپنے کئے ہوئے شکار میں سے کچھ کھا لے اس لئے یہ حکم صراحت کے ساتھ الگ بیان فرما دیا ہے اور ارشاد ہوا "اگر وہ خود کھا لے تو تم اسے نہ کھاؤ ممکن ہے کہ اس نے خود اپنے لئے ہی شکار کو روکا ہو۔" ❶ یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے اور یہ صورت اکثر حضرات کے نزدیک آیت تحلیل کے عموم سے مخصوص ہے اور ان کا قول ہے کہ جس شکار کو کتا کھا لے اس کا کھانا حلال نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حکایت کیا جاتا ہے حضرت حسن' شعبی اور نخعی رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے' اور اسی کی طرف ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے دونوں صاحب اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور مشہور روایت میں شافعی رحمہ اللہ بھی گئے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں علی' سعید' سلمان' ابو ہریرہ' ابن عمر' اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ گو کتے نے شکار میں سے کچھ کھا لیا ہوتا ہم اسے کھا لینا جائز سمجھتے تھے۔ بلکہ حضرت سعید، حضرت سلمان، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ تو فرماتے ہیں گو کتا آدھوں آدھ کھا گیا ہو تاہم اس شکار کو کھا لینا جائز ہے۔ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ بھی اپنے قدیم قول میں اسی طرف گئے ہیں اور قول جدید میں دونوں قولوں کی طرف اشارہ کیا ہے جیسے کہ امام ابو نصر بن صباغ وغیرہ نے کہا ہے۔ ابو داؤد میں قوی سند سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تو اپنے کتے کو چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کا نام تو نے لے لیا ہو تو کھا لے گو اس نے بھی اس میں سے کھا لیا ہو اور کھا لے اس چیز کو جسے تیرا ہاتھ تیری طرف لوٹا لائے۔" ❷ نسائی میں بھی یہ روایت ہے۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کسی شخص نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اس نے شکار کو پکڑا اور اس کا کچھ گوشت کھا لیا تو اسے اختیار ہے کہ باقی جانور یہ اپنے کھانے کے کام میں لے۔" ❸ اس میں اتنی علت ہے کہ موقوفاً حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے قول سے مروی ہے جمہور نے عدی والی حدیث کو اس پر مقدم کیا ہے اور ابو ثعلبہ وغیرہ کی حدیث کو ضعیف بتلایا ہے۔ بعض علمائے کرام نے اس حدیث کو اس بات پر

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب إذا أکل الکلب ٥٤٨٣؛ صحیح مسلم ١٩٢٩۔

❷ ابو داود، کتاب الضحایا، باب فی الصید ٢٨٥٢ وھو حسن۔ ❸ الطبری۔

محمول کیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب کتے نے شکار پکڑا اور دیر تک اپنے مالک کا انتظار کیا' جب وہ نہ آیا تو بھوک وغیرہ کے باعث اس نے کچھ کھا لیا' اس صورت میں یہ حکم ہے کہ باقی کا گوشت مالک کھا لے کیونکہ ایسی حالت میں یہ ڈر باقی نہیں رہتا کہ شاید شکاری کتا ابھی سدھا ہوا نہ ہو ممکن ہے کہ اس نے اپنے لئے ہی شکار کیا ہو' بخلاف اس کے کتے نے پکڑتے ہی کھانا شروع کر دیا تو اس سے معلوم ہو جاتا ہے اس نے اپنے لئے شکار دبوچا ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اب رہے شکاری پرندے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے صاف کہا ہے کہ یہ کتے کے حکم میں ہیں۔ اگر یہ شکار میں سے کچھ کھا لیں تو شکار کا کھانا جمہور کے نزدیک تو حرام ہے اور دیگر کے نزدیک حلال ہے ہاں مزنی رحمہ اللہ کا مختار قول یہ ہے کہ گو شکاری پرندوں نے شکار کا گوشت کھا لیا ہو تاہم وہ حرام نہیں' یہی مذہب ابوحنیفہ اور احمد رحمہما اللہ کا ہے۔ اس لئے کہ پرندوں کو کتوں کی طرح مار پیٹ کر سدھا بھی نہیں سکتے اور وہ تعلیم حاصل کر ہی نہیں سکتا جب تک اسے کھائے نہیں' تو یہاں یہ بات معاف ہے اور اس لئے بھی کہ نص کتے کے بارے میں وارد ہوئی ہے پرندوں کے بارے میں نہیں۔ شیخ ابوعلی ''افصاح'' میں فرماتے ہیں کہ جب ہم نے یہ طے کر لیا کہ اس شکار کا کھانا حرام ہے جس میں شکاری کتے نے کھا لیا ہو تو جس شکار میں شکاری پرند کھا لے اس میں دو وجہیں ہیں' لیکن قاضی ابوالطیب نے اس فرع کا اور اس ترتیب کا انکار کیا ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ان دونوں کو صاف لفظوں میں برابر رکھا ہے' وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

''مُتَرَدِّيَةُ'' ہے جو پہاڑی سے یا کسی بلند جگہ سے گر کر مر گیا ہو' وہ جانور بھی حرام ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں' ❶ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ ہے جو کنویں میں گر پڑے ❷ ﴿نَطِيحَةُ﴾ وہ ہے جسے دوسرا جانور سینگ وغیرہ سے ٹکر لگائے اور وہ اس صدمہ سے مر جائے گو اس سے زخم بھی ہوا ہو اور گو اس سے خون بھی نکلا ہو بلکہ گو ٹھیک ذبح کرنے کی جگہ ہی لگا ہو اور خون بھی نکلا ہو۔ یہ لفظ معنی میں مفعول یعنی منطوحہ کے ہے یہ وزن عموماً کلام عرب میں بغیر ''ت'' کے آتا ہے جیسے ''عَيْنٌ كَحِيْلٌ اور كَفٌّ خَضِيْبٌ'' ان مواقع میں ''كَحِيْلَةٌ'' اور ''خَضِيْبَةٌ'' نہیں کہتے' اس جگہ ''ت'' اس لئے لایا گیا ہے کہ یہاں اس لفظ کا استعمال قائم مقام اسم کے ہے جیسے عرب کا یہ کلام ہے ''طَرِيقَةٌ طَوِيلَةٌ'' بعض نحوی کہتے ہیں کہ تاء تانیث یہاں اس لئے لایا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ ہی تانیث پر دلالت ہو جائے بخلاف کحیل اور خضیب کے کہ وہاں تانیث کلام کے ابتدائی لفظ سے معلوم ہوتی ہے ﴿مَآ اَكَلَ السَّبُعُ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس پر شیر یا بھیڑیا یا چیتا یا کتا وغیرہ درندہ حملہ کرے اور اس کا کوئی حصہ کھا جائے اور اس سبب سے وہ مر جائے تو اس جانور کو کھانا بھی حرام ہے اگرچہ اس سے خون بہا ہو بلکہ اگر ذبح کرنے کی جگہ سے ہی خون نکلا ہو تاہم وہ جانور بالاجماع حرام ہے۔ اہل جاہلیت ایسے جانور کا بقیہ کھا لیا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اس سے منع فرمایا پھر فرماتا ہے ''مگر وہ جسے تم ذبح کر لو'' یعنی گلا گھونٹا ہوا لٹھ مارا ہوا اوپر سے گرا پڑا ہوا سینگ اور ٹکر لگا ہوا اور درندوں کا کھایا ہوا اگر اس حالت میں تمہیں مل جائے کہ اس میں جان باقی ہو اور تم اس پر باقاعدہ اللہ کا نام لے کر چھری پھیر لو تو پھر یہ جانور تمہارے لئے حلال ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن جبیر' حسن اور سدی رحمہم اللہ' فرماتے ہیں ❸ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر تم ان کو اس حالت میں پالو کہ چھری پھیرتے ہوئے وہ دم رگڑیں یا پیر ہلائیں یا آنکھیں پھرائیں تو بے شک ذبح کر کے کھا لو۔ ابن جریر میں آپ سے مروی ہے کہ جس جانور کو ضرب لگی ہو یا اوپر سے گر پڑا ہو یا ٹکر لگی ہو اور اس میں روح باقی ہو اور تمہیں وہ ہاتھ پیر رگڑتا مل جائے تو تم اسے ذبح کر کے کھا

❶ الطبری ٩/ ٤٩٨۔ ❷ ایضاً۔ ❸ الطبری ٩/ ٥٠٤۔

سکتے ہو۔ ❶ حضرت طاؤس، حسن، قتادہ، عبید بن عمیر، ضحاک رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سے حضرات سے مروی ہے کہ بوقت ذبح اگر کوئی حرکت بھی اس جانور کی ایسی ظاہر ہو جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس میں حیات ہے تو وہ حلال ہے۔ ❷ جمہور فقہا کا یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بکری کے بارے میں جسے بھیڑیا پھاڑ ڈالے اور اس کی آنتیں نکل آئیں فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ اسے ذبح نہ کیا جائے اس میں سے کس چیز کا ذبیحہ ہوگا؟ ایک مرتبہ آپ سے سوال ہوا کہ درندہ اگر حملہ کر کے بکری کی پیٹھ توڑ دے تو کیا اس بکری کو جان نکلنے سے پہلے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر بالکل آخر تک پہنچ گیا ہے تو میری رائے میں نہ کھانی چاہئے اور اگر اطراف میں ہی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ سائل نے کہا درندے نے اس پر حملہ کیا اور کود کر اسے پکڑا جس سے اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے' تو آپ نے فرمایا مجھے اس کا کھانا پسند نہیں کیونکہ اتنی زبردست چوٹ کے بعد زندہ نہیں رہ سکتی۔ آپ سے پھر پوچھا گیا کہ اچھا اگر پیٹ پھاڑ ڈالا اور آنتیں نہیں نکلیں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا میں تو یہی رائے رکھتا ہوں کہ نہ کھائی جائے یہ ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب لیکن چونکہ آیت عام ہے اس لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن صورتوں کو مخصوص کیا ہے ان پر کوئی خاص دلیل چاہئے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

بخاری و مسلم میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کل دشمن سے لڑائی میں گتھ جانے والے ہیں اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں' کیا ہم بانس سے ذبح کر لیں؟ آپ نے فرمایا ''جو چیز خون بہائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اسے کھالو سوائے دانت اور ناخن کے یہ اس لئے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔'' ❸ مسند احمد اور سنن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ذبیحہ صرف حلق اور نرخرے ہی میں ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ''اگر تو نے اس کی ران میں بھی زخم لگا دیا تو کافی ہے۔'' ❹ یہ حدیث ہے تو سہی لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ صحیح طور پر ذبح کرنے پر قادر نہ ہو۔ ''نصب پر جو جانور ذبح کئے جائیں وہ بھی حرام ہیں۔'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ پرستش گاہیں کعبہ کے اردگرد تھیں۔ ❺ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ تین سو ساٹھ بت تھے زمانہ جاہلیت کے عرب ان کے سامنے اپنے جانور قربان کرتے تھے اور ان میں سے جو بیت اللہ کے بالکل متصل تھا اس پر ان جانوروں کا خون چھڑکتے تھے اور گوشت کو ان بتوں پر بطور چڑھاوے کے چڑھاتے تھے ❻ پس اللہ تعالیٰ نے یہ کام مؤمنوں پر حرام کیا اور ان جانوروں کا کھانا بھی حرام کر دیا اگرچہ ان جانوروں کے ذبح کے وقت بسم اللہ بھی کہی گئی ہو کیونکہ یہ شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہٗ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے اور یہی لائق ہے اور اس جملہ سے بھی مطلب یہی ہے کیونکہ اس سے پہلے ان کی حرمت بیان ہو چکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے نام پر چڑھائے جائیں۔

''ازلام'' سے تقسیم کرنا جو حرام ہے وہ ہے جو جاہلیت کے عرب میں دستور تھا انہوں نے تین تیر رکھ چھوڑے تھے ایک پر لکھا تھا ''اِفْعَلْ'' یعنی کر' دوسرے پر لکھا ہوتا ''لَا تَفْعَلْ'' یعنی نہ کر' تیسرا خالی تھا۔ بعض کہتے ہیں ایک پر لکھا تھا مجھے میرے رب تعالیٰ کا حکم ہے' دوسرے پر لکھا تھا مجھے میرے رب تعالیٰ کی ممانعت ہے' تیسرا خالی تھا' اس پر کچھ بھی نہ لکھا ہوا تھا۔ وہ لوگ بطور قرعہ اندازی کے کسی کام

❶ الطبری، ۹/ ۵۰۳۔ ❷ ایضا۔ ❸ بخاری مسلم کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔

❹ احمد ٤/ ٣٣٤؛ ابو داود، کتاب الضحایا، باب فی ذبیحۃ المتردیۃ ٢٨٢٥، وسندہ ضعیف؛ ترمذی ١٤٨١؛ نسائی ٤٤١٣؛ ابن ماجہ ٣١٨٤؛ تاریخ الکبیر ٢/ ١/ ٢٢؛ دارمی ٢/ ٩؛ مسند ابی یعلیٰ ١٥٠٣؛ بیہقی ٩/ ٢٤٦؛ حلیۃ الأولیاء ٦/ ٢٥٧، امام بخاری کہتے ہیں: ابو العشراء کی حدیث، اس کے نام اور اس کے اپنے والد سے سماع میں نظر ہے۔ شیخ البانی نے اس روایت پر ابو العشراء کی جہالت کی وجہ سے ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (الإرواء ٢٥٣٥) ❺ الطبری ۹/ ۵۰۸۔ ❻ ایضا۔

کے کرنے یا نہ کرنے میں جب انہیں تردد ہوتا تو ان تیروں کو نکالتے اگر حکم کا تیر نکلا تو اس کام کو کرتے اگر ممانعت کا تیر نکلا تو باز آ جاتے اگر خالی تیر نکلا تو پھر نئے سرے سے قرعہ اندازی کرتے۔ازلام جمع ہے زلم کی اور بعض زلم بھی کہتے ہیں۔استقسام کے معنے ان تیروں سے تقسیم کی طلب ہے۔قریشیوں کا سب سے بڑا بت ہبل خانہ کعبہ کے اندر کے کنویں پر نصب تھا جس کنویں میں کعبہ کے ہدیے اور مال جمع رہا کرتے تھے اس بت کے پاس سات تیر تھے جن پر کچھ لکھا ہوا تھا' جس کام میں اختلاف پڑتا یہ قریشی یہاں آ کر ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتے اور اوپر جو لکھا پاتے اسی کے مطابق عمل کرتے۔ ❶ بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ جب کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے مجسمے گڑھے ہوئے پائے جن کے ہاتھوں میں تیر تھے' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ انہیں غارت کرے انہیں خوب معلوم ہے کہ ان بزرگوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں لی۔'' ❷

صحیح حدیث میں ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم جب نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلا کہ انہیں پکڑ کر کفار مکہ کے سپرد کرے اور آپ اس وقت ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کو جا رہے تھے تو اس نے اسی طرح قرعہ اندازی کی۔ اس کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ وہ تیر نکلا کہ جو میری مرضی کے خلاف تھا۔میں نے پھر تیروں کو ملا جلا کر تیر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی تیر نکلا کہ تو انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔میں نے پھر نہ مانا تیسری مرتبہ فال لینے کے لئے تیر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی نکلا لیکن میں ہمت کر کے ان کا کوئی لحاظ نہ کر کے انعام حاصل کرنے اور سرخرو ہونے کے لئے آپ کی طلب میں نکل کھڑا ہوا۔اس وقت تک سراقہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔یہ حضور ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور پھر بعد میں اسے اللہ تعالیٰ نے اسلام سے مشرف فرمایا۔ ❸ ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں'' وہ شخص جنت کے بلند درجوں کو نہیں پا سکتا جو کہانت کرے یا تیروں سے فال نکالے یا کسی بدفالی کی وجہ سے سفر سے لوٹ آئے۔'' ❹ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ عرب ان تیروں کے ذریعے اور فارسی اور رومی پانسوں کے ذریعے جوا کھیلا کرتے تھے جو مسلمانوں پر حرام کیا جاتا ہے۔ ❺ ممکن ہے کہ اس قول کے مطابق ہم یوں کہیں کہ تھے تو یہ تیر استخارے کے لئے مگر ان سے جوا بھی گاہے گاہے کھیل لیا کرتے تھے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اسی سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے جوئے کو بھی حرام کیا ہے اور فرمایا ہے'' ایمان والو! شراب' جوا' بت اور تیر نجس اور شیطانی کام ہیں تم ان سے الگ رہو تا کہ تمہیں نجات ملے شیطان تو یہ چاہتا ہی ہے کہ ان کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت و بغض ڈال دے۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمان ہوتا ہے کہ تیروں سے تقسیم طلب کرنا حرام ہے' اس کام کا کرنا فسق' گمراہی' جہالت اور شرک ہے۔اس کے بجائے مومنوں کو حکم ہوا کہ جب تمہیں اپنے کسی کام میں تردد ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لو اس کی عبادت کر کے اس سے بھلائی طلب کرو' (مسند احمد)۔

استخارہ کا تذکرہ: بخاری اور سنن میں مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول ﷺ جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے اس طرح ہمارے کاموں میں استخارہ کرنا بھی تعلیم فرماتے تھے۔آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے'' جب تم میں سے کسی کو کوئی اہم کام آ پڑے تو اسے چاہئے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر پھر یہ دعا پڑھے:۔((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔

---

❶ الطبری ۹/ ۵۱۳۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب من کبر فی نواحی الکعبۃ ۱۶۰۱؛ ابو داود ۲۰۲۷؛ احمد ۱/ ۳۳۴؛ ابن حبان ۵۸۶۱۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة ۳۹۰۶؛ احمد ۴/ ۱۷۵؛ ابن حبان ۶۲۸۰۔ ❹ مجمع الزوائد ۵/ ۱۱۸ تمام الرازی فی الفوائد، ۲/ ۱۶۸، ح ۱۴۴۴ وسنده معلول ضعیف مسند الشامیین: ۲۱۰۴ عبدالملک بن عمیر عنعن وسقط ذکره من روایة تمام۔ ❺ الطبری ۹/ ۵۱۲۔

اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهِ)) ❶ یعنی ''اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے وسیلے سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے بہت بڑے فضل کا طالب ہوں یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے اور میں محض مجبور ہوں تو تمام تر علم والا ہے اور میں مطلق بے علم ہوں تو ہی ہے جو تمام غیب کو بخوبی جاننے والا ہے' اے میرے اللہ تعالیٰ! اگر تیرے علم میں یہ کام بہتر ہے تو تو اسے میرے لئے مقدر کردے اور اسے میرے لئے آسان بھی کردے اور اس میں مجھے ہر طرح کی برکتیں عطا فرما اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے دین و دنیا کی زندگی اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کردے اور مجھے اس سے دور کردے اور میرے لئے خیر و برکت جہاں کہیں ہو مقرر کردے' پھر مجھے اسی سے رضامند کردے۔'' دعا کے یہ الفاظ مسند احمد میں ہیں۔ ❷ ''هٰذَا الْأَمْرَ'' جہاں ہے وہاں اپنے کام کا نام لے مثلاً نکاح ہو تو کہے ''هٰذَا النِّكَاحَ'' سفر ہو تو ''هٰذَا السَّفَرَ'' بیوپار ہو تو ''هٰذِهِ التِّجَارَةَ'' وغیرہ۔ بعض روایتوں میں ((خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ)) سے ''أَمْرِيْ'' تک کے بجائے یہ الفاظ ہیں۔ ((خَيْرٌ لِّيْ فِيْ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهِ))۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے یعنی ان کی یہ امیدیں خاک میں مل گئیں کہ وہ تمہارے دین میں کچھ خلط ملط کرسکیں' اپنے دین کو تمہارے دین میں گڈمڈ کرلیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی مسلمان جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش کریں' ہاں وہ اس کی کوشش میں رہے گا کہ مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا رہے'' ❸ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مشرکین مکہ اس سے مایوس ہو گئے کہ مسلمانوں سے ملے جلے رہیں کیونکہ احکام اسلام نے ان دونوں جماعتوں میں بہت کچھ تفاوت ڈال دیا۔ اسی لئے حکم ربانی ہو رہا ہے کہ مؤمن صبر کریں ثابت قدم رہیں اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈریں کفار کی مخالفت کی کچھ پرواہ نہ کریں' اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور انہیں اپنے مخالفین پر غلبہ دے گا اور ان کے ضرر سے ان کی محافظت کرے گا۔ اور دنیا و آخرت میں انہیں بلند و بالا رکھے گا۔ پھر اپنی زبردست بہترین اعلیٰ اور افضل تر نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ میں نے تمہارا دین ہر طرح اور ہر حیثیت سے کامل و مکمل کردیا تمہیں اس دین کے سوا کسی دین کی احتیاج نہیں' نہ اس نبی ﷺ کے سوا کسی اور نبی کی تمہیں کوئی حاجت ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کو خاتم النبیین کیا ہے' انہیں تمام جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجا ہے حلال وہی ہے جسے وہ حلال کہیں حرام وہی ہے جسے وہ حرام کہیں' دین وہی ہے جسے وہ مقرر کریں' ان کی تمام باتیں حق اور صداقت والی' جن میں کسی طرح کا جھوٹ اور خلاف نہیں۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ ❹ یعنی ''تیرے رب کا کلمہ پورا ہوا جو خبریں دینے میں سچا ہے اور حکم و منع میں عدل والا ہے'' دین کو کامل کرنا تم پر اپنی نعمت کو بھرپور کرنا ہے چونکہ میں خود تمہارے اس دین اسلام پر خوش ہوں اس لئے تم بھی اسی پر راضی رہو یہی دین اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ

❶ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی ۱۱۶۲؛ ابو داود، ۱۵۳۸؛ ترمذی، ۴۸۰؛ نسائی، ٦/ ۸۰؛ ابن ماجه، ۱۳۸۳؛ ابن حبان ۸۸۷؛ بیهقی، ۳/ ۵۲؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۰۸٦؛ شرح السنة، ۱۰۱٦؛ الأدب المفرد، ۷۰۳۔

❷ احمد ۳/ ۳۴۴ وسنده صحیح (الموسوعة الحدیثیه ۲۳/ ۵٦) دیکھئے صحیح بخاری، ۱۱٦۲۔

❸ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه لفتنة الناس...... ۲۸۱۲؛ ترمذی ۱۹۳۷؛ احمد، ۳/ ۳۱۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲۰۹۵؛ البغوی، ۳۵۲۵؛ اتحاف المهرة، ۳/ ۱٦۹۔ ❹ ٦/ الانعام: ۱۱٦۔

ہے اسی کو دے کر اس نے اپنے افضل رسول ﷺ کو بھیجا ہے اور اپنی اشرف کتاب نازل فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کامل و مکمل کر دیا ہے اور اپنے نبی ﷺ اور مؤمنوں کو اس کا کامل ہونا خود اپنے کلام میں فرما چکا ہے' اب یہ رہتی دنیا تک کسی زیادتی کا محتاج نہیں' اسے اللہ تعالیٰ نے پورا کیا ہے جو قیامت تک ناقص نہیں ہونے کا' اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہے اور کبھی بھی ناخوش نہیں ہونے والا۔ حضرت سدی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی اس کے بعد حلال وحرام کا کوئی حکم نہیں اترا۔ اس حج سے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آخری حج میں حضور ﷺ کے ساتھ میں بھی تھی ہم جا رہے تھے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تجلی ہوئی' حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر جھک پڑے' وحی اترنی شروع ہوئی' اونٹنی وحی کے بوجھ کی طاقت نہ رکھتی تھی۔ میں نے اسی وقت اپنی چادر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر اوڑھا دی۔ ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس کے بعد اکیاسی دن تک رسول اللہ ﷺ حیات رہے۔ حج اکبر والے دن جب کہ یہ آیت اتری تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے حضور ﷺ نے سبب دریافت فرمایا تو جواب دیا کہ ہم ابھی دین کی اور زیادتی کی امید میں تھے اب وہ کامل ہو گیا دستور یہ ہے کہ کمال کے بعد نقصان شروع ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ ❶ اس معنی کی شہادت اس ثابت شدہ حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے ''اسلام غربت اور پردیسی پن سے شروع ہوا اور عنقریب پھر غریب وانجان ہو جائے گا پس غربا کے لئے خوشخبری ہے۔'' ❷ مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا تم جو اس آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ﴾ کو پڑھتے ہو اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید منا لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے فضل سے مجھے علم ہے کہ یہ آیت آپ پر کس وقت اور کس دن نازل ہوئی؟ یہ عرفہ کے دن جمعہ کی شام کو نازل ہوئی ہے ہم سب اس وقت میدان عرفہ میں تھے۔ ❸ تمام سیرت والے اس بات پر متفق ہیں کہ حجۃ الوداع والے عرفہ کا دن جمعہ کو تھا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر سے یہ کہا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ہمارے ہاں دوہری عید کے دن نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی اس آیت کی تلاوت سن کر بھی یہودیوں نے یہی کہا تھا' جس پر آپ نے فرمایا ہمارے ہاں تو یہ آیت دوہری عید کے دن اتری ہے' عید کا دن بھی تھا اور جمعہ کا دن بھی۔ ❹ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن شام کو اتری ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے منبر پر اس پوری آیت کی تلاوت کی اور فرمایا جمعہ کے دن عرفہ کو یہ اتری ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت حضور ﷺ موقف میں کھڑے ہوئے تھے'' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تمہارے نبی ﷺ پیر والے دن پیدا ہوئے' پیر والے دن ہی مکہ سے نکلے اور پیر والے دن ہی مدینہ میں تشریف لائے یہ اثر غریب ہے۔ اور اس کی سند ضعیف ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ پیر کے دن

---

❶ الطبری ۹/ ۵۱۹ اس کی سند میں سفیان بن وکیع بن الجراح حافظہ کے تغیر (التاریخ الصغیر ۲/ ۳۸۵) اور ھارون بن عنترہ پر ابن حبان کے منکر الحدیث کی جرح (الضعفاء والمتروکین ۳/ ۱۷۱) کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن الإسلام بدأ غریبًا وسیعود غریبا...... ۱۴۵؛ ابن ماجه ۳۹۸۶؛ احمد ۲/ ۳۸۹؛ مسند ابی یعلیٰ ۶۱۹۰؛ ابو عوانه ۱/ ۱۰۱؛ تاریخ بغداد ۱۱/ ۳۰۷۔ ❸ احمد ۱/ ۲۸؛ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب زیادة الإیمان ونقصانه ۴۵؛ صحیح مسلم ۷۰۱۷؛ نسائی ۴۹۲۶؛ بیهقی، ۵/ ۱۱۸؛ مسند حمیدی ۳۱؛ ترمذی ۳۰۴۳؛ ابن حبان ۱۸۵؛ الشریعة ۱۰۵۔ ❹ الطبری، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة ۳۰۴۴ وسنده صحیح اس میں (فی یوم الجمعة ویوم العرفة) کے الفاظ ہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے دیکھئے (صحیح ترمذی ۲۴۳۸)

پیدا ہوئے پیر کے دن نبی ﷺ بنائے گئے۔ پیر کے دن ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے پیر کے دن ہی مدینہ پہنچے اور پیر کے دن ہی فوت ہوئے۔ حجر اسود بھی پیر کے دن رکھا گیا۔ ❶ اس میں سورۂ مائدہ کا پیر کے دن اترنا مذکور نہیں میرا خیال یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہوگا دو عیدوں کے دن یہ آیت اتری تو دو کے لئے بھی لفظ اَثْنَیْن ہے اور پیر کے دن کو بھی اثنین کہتے ہیں اس لئے راوی کو شبہ سا ہو گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ دو قول اس میں اور بھی مروی ہیں ایک تو یہ کہ یہ دن لوگوں کو نامعلوم ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ آیت غدیر خم کے دن نازل ہوئی ہے جس دن کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا تھا کہ جس کا مولیٰ میں ہوں اس کا مولا علی ہے۔ ❷ تو گویا ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ ہوئی جب کہ آپ حجۃ الوداع سے واپس لوٹ رہے تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ دونوں صحیح نہیں بالکل صحیح اور بے شک وشبہ قول یہی ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن جمعہ کو اتری ہے۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور اسلام کے پہلے بادشاہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے اور اسی کو حضرت شعبی، حضرت قتادہ، حضرت شہر رحمہ اللہ علیہم وغیرہ ائمہ اور علما نے کہا ہے یہی مختار قول ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا ہے۔

مجبوری کی حالت میں مردار کھانے کی اجازت: پھر فرماتا ہے ''جو شخص ان حرام کردہ چیزوں میں سے کسی چیز کے استعمال کے لئے مجبور و بے بس ہو جائے تو وہ ایسے اضطرار کی حالت میں انہیں کام میں لا سکتا ہے۔ اللہ غفور و رحیم ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے بندے نے اس کی حد نہیں توڑی لیکن بے بسی اور اضطرار کے موقعہ پر اس نے یہ کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا۔'' صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے ''اللہ تعالیٰ کو اپنی دی ہوئی رخصتوں پر بندوں کا عمل کرنا ایسا بھاتا ہے جیسے اپنی نافرمانی سے رک جانا۔'' ❸ مسند احمد میں ہے ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت قبول نہ کرے اس پر عرفات کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہے'' ❹ اسی لئے فقہا کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مردار کھانا واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ ایک شخص کی بھوک کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب مرا جاتا ہے اور کبھی جائز ہو جاتا ہے اور کبھی مباح۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بھوک کے وقت جب کہ حلال چیز میسر نہ ہو تو حرام صرف اتنا ہی کھا سکتا ہے کہ جان بچ جائے یا پیٹ بھر سکتا ہے بلکہ ساتھ بھی رکھ سکتا ہے۔ اس کے تفصیلی بیان کی جگہ احکام کی کتابیں ہیں۔ اس مسئلہ میں کہ جب بھوکا شخص جس کے اوپر اضطرار کی حالت ہے مردار، دوسرے کا کھانا اور حالت احرام میں شکار تینوں چیزیں موجود پائے تو کیا وہ مردار کھالے؟ یا حالت احرام میں ہونے کے باوجود شکار کرلے اور اپنی آسانی کی حالت میں اس کی جزا یعنی فدیہ ادا کردے یا دوسرے کی چیز بلا اجازت کھالے اور اپنی آسانی کے وقت اسے وہ واپس کر دے۔ اس میں دو قول ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ سے دونوں مروی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مردار کھانے کی یہ شرط جو عوام میں مشہور ہے کہ جب تین دن کا فاقہ ہو جائے تو حلال ہوتا ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ جب اضطرار بے قراری اور مجبوری کی حالت میں ہو اس کے لئے مردار کا کھانا حلال ہو جاتا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور! ہم ایسی جگہ رہتے ہیں کہ وہاں ہمیں

❶ احمد ١/ ٢٧٧؛ مجمع الزوائد ١/ ٢٠١ اس کی سند میں ابن لہیعہ مختلط راوی ہے۔ (التقریب، ١/ ٤٤ رقم: ٥٧٤)

❷ اس کی سند میں ابو ہارون العبدی عمارۃ بن جوین ضعیف راوی ہے (الجرح والتعدیل ٦/ ٣٦٣ رقم ٢٠٠٥)

❸ احمد ٢/ ١٠٨ وسندہ حسن؛ ابن حبان ٢٧٤٢؛ طبرانی ١١٨٨٠؛ شعب الایمان ٣٨٩٠؛ تاریخ بغداد ١٠/ ٣٤٧؛ مسند البزار، ٩٨٨؛ بیہقی ٣/ ١٤٠ یہ روایت صحیح درجہ کی ہے۔ (الموسوعۃ الحدیثیۃ ١٠/ ١١٢) اور شیخ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء ٥٦٤)

❹ احمد ٢/ ٧١ وسندہ ضعیف شیخ البانی نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الضعیفۃ ١٩٤٩)

فقر و فاقہ کی نوبت آ جاتی ہے۔ تو ہمارے لئے مردار کا کھا لینا کب جائز ہو جاتا ہے؟ فرمایا ''جب صبح و شام نہ ملے اور نہ کوئی سبزی ملے تو تمہیں اختیار ہے۔'' ❶ اس حدیث کی ایک سند میں ارسال بھی ہے لیکن مسند والی مرفوع حدیث کی اسناد شرط شیخین پر صحیح ہے۔ ابن عون فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی کتاب تھی جسے میں ان کے سامنے پڑھتا تھا' اس میں یہ بھی تھا کہ صبح و شام نہ ملنا اضطرار ہے۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حرام کھانا کب حلال ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ''جب تک کہ تو اپنے بچوں کو دودھ سے شکم سیر نہ کر سکے اور جب تک کہ ان کا سامان نہ آ جائے۔'' ❷ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال حرام کا سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ''کل پاکیزہ چیزیں حلال اور کل خبیث چیزیں حرام' ہاں جب کہ ان کا محتاج ہو جائے تو انہیں کھا سکتا ہے' جب تک کہ تو ان سے غنی نہ ہو جائے۔'' اس نے پھر دریافت کیا کہ وہ محتاجی کونسی ہے جس میں میرے لئے وہ حرام چیز حلال ہو جائے وہ غنی ہونا کونسا ہے جس سے مجھے اس سے رک جانا چاہئے؟ فرمایا ''جب کہ تو صرف رات کو اپنے بال بچوں کو دودھ سے اسودہ کر سکتا ہو تو تو حرام چیز سے پرہیز کر۔'' ❸ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت فجیع عامری رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے لئے مردار کا کھانا کب حلال ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ''تمہیں کھانے کو کیا ملتا ہے؟'' اس نے کہا صبح کو صرف ایک پیالہ دودھ اور شام کو بھی صرف ایک پیالہ دودھ۔ آپ نے کہا ''یہی ہے اور کونسی بھوک ہوگی؟'' پس اس حالت میں آپ نے انہیں مردار کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔ ❹ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ صبح شام ایک ایک پیالہ دودھ کا انہیں ناکافی تھا بھوک باقی رہتی تھی اس لئے ان پر مردار حلال کر دیا گیا تاکہ وہ پیٹ بھر لیا کریں۔ اسی کو دلیل بنا کر بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اضطرار کے وقت مردار کو پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے' صرف جان بچ جائے اتنا ہی کھانا جائز ہو یہ قید ٹھیک نہیں' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ ابو داؤد کی اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص مع اہل و عیال کے آیا اور حرہ میں ٹھہرا۔ کسی صاحب کی اونٹنی گم ہو گئی تھی تو اس نے ان سے کہا اگر میری اونٹنی مل جائے تو اسے پکڑ لینا۔ اتفاق سے یہ اونٹنی انہیں مل گئی۔ اب یہ اس کے مالک کو تلاش کرنے لگے لیکن وہ نہ ملا اور اونٹنی بیمار ہو گئی۔ تو اس شخص کی بیوی صاحبہ نے کہا ہم بھوکے رہا کرتے ہیں تو اسے ذبح کر ڈالو۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ آخر اونٹنی مر گئی تو پھر بیوی نے کہا اب اس کی کھال کھینچ لو اور اس کے گوشت اور چربی کو ٹکڑے کر کے خشک کر لو ہم بھوکوں کے کام آ جائے گا۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ میں تو یہ بھی نہیں کرنے کا' ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیں تو اور بات ہے چنانچہ حاضر ہو کر اس نے تمام قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ''کیا تمہارے پاس اور کچھ کھانے کو ہے؟ جو تمہیں کافی ہو۔'' جواب دیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پھر تم کھا سکتے ہو۔'' اس کے بعد اونٹنی والے سے ملاقات ہوئی اور جب اسے یہ علم ہوا تو اس نے کہا پھر تم نے اسے ذبح کر کے کھا کیوں نہ لیا؟ اس بزرگ صحابی نے کہا شرم معلوم ہوئی۔ ❺ یہ حدیث دلیل ہے ان لوگوں کی جو کہتے ہیں بوقت اضطرار مردار کا پیٹ بھر کر کھانا بلکہ اپنی حاجت کے مطابق پاس رکھ لینا بھی جائز ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ پھر ارشاد ہوا کہ یہ حرام بوقت اضطرار اس کے لئے مباح ہے جو کسی گناہ کی طرف میلان نہ رکھتا ہو۔ اس کے لئے اسے مباح کر کے دوسرے سے خاموشی ہے جیسے سورۂ بقرہ میں ہے۔ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ=

---

❶ احمد ٥/ ٢١٨ وسندہ ضعیف۔ ❷ یہ روایت مرسل ہے۔ ❸ الطبری، ٩/ ٥١٤ اس روایت میں اعرابی مجہول ہے۔

❹ ابو داود، کتاب الأطعمة، باب فیمن اضطر إلی المیتة ٣٨١٧ وسندہ ضعیف وہب بن عقبہ کے فجیع رضی اللہ عنہ سے سماع میں نظر ہے۔ بیہقی ٩/ ٣٥٧؛ شرح السنة ٢٩٠٠ اس روایت میں وہب بن عقبہ العامری مستور راوی ہے۔ (التقریب ٢/ ٣٣٩ رقم ١٢٢) اور شیخ البانی نے اس روایت کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابو داؤد ٨٢٢) ❺ ابو داود، کتاب الأطعمة، باب فیمن اضطر إلی المیتة ٣٨١٦ وسندہ صحیح؛ بیہقی ٩/ ٣٥٦؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن الاسناد قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابو داؤد ٣٢٣٤)

یَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ؗ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝

ترجمہ: تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کیلئے کیا کچھ حلال ہے تو کہہ دے کہ تمام پاک چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں ۔اور جن حاصل کرنیوالے شکار کھیلنے والے جانوروں کو تم نے سدھار کھا ہے کہ تم انہیں تھوڑا بہت وہ سکھاؤ جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہے۔ پس وہ شکار کو تمہارے لئے پکڑ کر روک رکھیں تم اسے کھالو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر لیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔[۴]

=﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ❶ یعنی ''جو شخص بے قرار ہو جائے سوائے باغی اور حد سے گزرنے والے کے پس اس پر کوئی گناہ نہیں اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے'' اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی کے لئے سفر کر رہا ہو اسے شریعت کی رخصتوں میں سے کوئی رخصت حاصل نہیں اس لئے کہ رخصتیں گناہوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

شکار اور شکاری جانوروں کے احکام: [آیت:۴] چونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نقصان پہنچانے والی خبیث چیزوں کی حرمت کا بیان فرمایا خواہ وہ نقصان جسمانی ہو یا دینی یا دونوں' پھر ضرورت کی حالت کو خاص کر لیا' جیسے فرمان ہے ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ﴾ ❷ یعنی ''تمام حرام جانوروں کا بیان تفصیل وار تمہارے سامنے آ چکا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ تم ان کی طرف بے بس اور بے قرار ہو جاؤ۔'' تو اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے۔ کہ حلال چیزوں کے دریافت کرنے والوں سے کہہ دیجیے کہ تمام پاک چیزیں تم پر حلال ہیں۔ سورۂ اعراف میں آنحضرت ﷺ کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ آپ طیب چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ قبیلہ طائی کے دو شخصوں حضرت عدی بن ابی حاتم اور زید بن مہلہل رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ مردہ جانور تو حرام ہو چکا اب حلال کیا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ذبح کیے ہوئے جانور حلال طیب ہیں۔ ❸ مقاتل فرماتے ہیں کہ ہر حلال رزق طیبات میں داخل ہے امام زہری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ دوا کے طور پر پیشاب کا پینا کیسا ہے؟ جواب دیا کہ وہ طیبات میں داخل نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اس مٹی کا بیچنا کیسا ہے جسے لوگ کھاتے ہیں؟ فرمایا وہ طیبات میں داخل نہیں۔ اور تمہارے شکاری جانوروں کے ذریعے کھیلا ہوا شکار بھی حلال کیا جاتا ہے۔ مثلاً سدھائے ہوئے کتے اور شکرے وغیرہ کے ذریعے۔ یہی مذہب ہے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ رحمہم اللہ وغیرہ کا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شکاری سدھائے ہوئے کتے' باز چیتے' شکرے وغیرہ ہر وہ پرند جو شکار کرنے کی تعلیم دیا جا سکتا ہو ❹ اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہی مروی ہے۔ کہ پھاڑنے والے جانوروں اور ایسے ہی پرندوں میں سے جو بھی تعلیم حاصل کر لے ان کے ذریعے شکار کھیلنا حلال ہے۔ لیکن حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تمام شکاری پرندوں کا کیا ہوا

❶ ۲/ البقرۃ:۱۷۳۔ ❷ ۶/ الانعام:۱۱۹۔ ❸ اس کی سند میں ابن لہیعہ مختلط راوی ہے۔(التقریب ۱/ ٤٤ رقم ٥٧٤)

❹ الطبری ۹/ ٥٤٨؛ بیہقی ۹/ ۲۳٥ وسندہ ضعیف شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے(الارواء ۲٥٥٠)

شکار مکروہ کہا ہے اور دلیل میں ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ﴾ پڑھا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ ضحاک اور سدی رحمہما اللہ کا بھی یہ قول ابن جریر میں مروی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں باز وغیرہ پرند جو شکار پکڑیں اگر وہ تمہیں زندہ مل جائے تو ذبح کر کے کھالو ورنہ نہ کھاؤ۔ ❶ لیکن جمہور علمائے اسلام کا فتویٰ یہ ہے کہ شکاری پرندوں کے ذریعہ جو شکار ہوا اس کا اور شکاری کتوں کے کئے ہوئے شکار کا ایک ہی حکم ہے اس لئے کہ وہ بھی اپنے پنجوں کے ذریعے کتے کی طرح شکار کھیلتے ہیں پھر ان میں تفریق کرنے کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی' چاروں اماموں وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور اس کی دلیل میں اس حدیث کو لاتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے باز کے کئے ہوئے شکار کا مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس جانور کو وہ تیرے لئے روک رکھے تو اسے کھالے۔'' ❷ امام احمد رحمہ اللہ نے سیاہ کتے کا کیا ہوا شکار بھی مستثنیٰ کر لیا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کا قتل کرنا واجب ہے اور پالنا حرام ہے کیونکہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''نماز کو تین چیزیں توڑ دیتی ہیں گدھا عورت' اور سیاہ کتا۔'' اس پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ کتے کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''وہ شیطان ہے۔'' ❸

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا پھر فرمایا ''انہیں کتوں سے کیا واسطہ؟ ان کتوں میں سے سخت سیاہ کتوں کو مار ڈالا کرو۔'' ❹ شکاری حیوانات کو ''جوارح'' اس لئے کہا گیا ہے کہ جرح کہتے ہیں کسب اور کمائی کو جیسے عرب کہتے ہیں۔ ''فُلَانٌ جَرَحَ اَهْلَهٗ خَيْرًا'' یعنی فلاں شخص نے اپنے اہل کے لئے بھلائی حاصل کر لی' اور عرب کہتے ہیں ''فُلَانٌ لَا جَارِحَ لَهٗ'' فلاں شخص کے لیے کوئی کمائی کرنے والا نہیں۔ قرآن میں بھی لفظ ''جرح'' کسب اور کمائی اور حاصل کرنے کے معنی میں آیا ہے۔ فرمان ہے۔ ﴿وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ﴾ یعنی ''دن کو جو بھلائی برائی تم حاصل کرتے ہو اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔'' اس آیت کریمہ کے اترنے کی وجہ ابن ابی حاتم میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ قتل کئے جانے لگے تو لوگوں نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس امت کے قتل کا آپ نے حکم دیا ہے ان سے ہمارے لئے کیا فائدہ حلال ہے؟ آپ خاموش ہو رہے' اس پر یہ آیت اتری۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب کوئی شخص اپنے کتے کو شکار کے پیچھے چھوڑے اور ''بِسْمِ اللّٰهِ'' بھی کہے پھر وہ شکار پکڑے اور روک رکھے تو جب تک وہ نہ کھائے یہ کھالے۔'' ❺ ابن جریر میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی' آپ نے اجازت دے دی لیکن وہ پھر بھی اندر نہ آئے' تو آپ نے فرمایا ''اے اللہ تعالیٰ کے قاصد! ہم تو تمہیں اجازت دے چکے پھر کیوں نہیں آتے؟'' اس پر فرشتے نے کہا ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا ہو۔ اس پر حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ کے تمام کتے مار ڈالے جائیں ابو رافع فرماتے ہیں میں گیا اور سب

---

❶ الطبری ٩/ ٥٤٩۔ ❷ الطبری ٩/ ٥٥٠؛ ترمذی، کتاب الصید، باب ماجاء فی صید البزاة ١٤٦٧ وسندہ ضعیف ؛ بیہقی ٩/ ٢٣٨ اس میں مجالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین ٣/ ٣٥) اور شیخ البانی نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ترمذی، ٢٤٨) ❸ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب قدر ما یستر المصلی......٥١٠۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب حکم ولوغ الکلب ٢٨٠؛ ابو داود ٧٤؛ ابن ماجه ٣٢٠٠؛ احمد ٤/ ٨٦ ان میں (ہر کالے کتے کو قتل کرو) کے الفاظ نہیں جبکہ (انہیں کتوں سے کیا واسطہ) کے الفاظ ان جگہوں پر وارد ہیں۔ ابو داود ٢٨٤٥؛ ترمذی ١٤٨٦؛ ابن ماجه ٣٢٠٥؛ احمد ٤/ ٨٥؛ ابن حبان ٥٦٥٧، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع ٥٣٢١) ❺ حاکم ٢/ ٣١١ وسندہ ضعیف بدون قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ٤/ ٢١٣، رقم: ٨٨٩٥)

کتوں کو قتل کرنے لگا۔ ایک بڑھیا کے پاس ایک کتا تھا جو اس کے دامن میں لپٹنے لگا اور بطور فریاد اس کے سامنے بھونکنے لگا مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا اور آ کر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا ''اسے بھی باقی نہ چھوڑو۔'' میں پھر واپس گیا اور اسے بھی قتل کر دیا اب لوگوں نے آ کر حضور ﷺ سے پوچھا کہ جس امت کے قتل کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے ان سے کوئی فائدہ ہمارے لئے حلال بھی ہے یا نہیں؟ اس پر آیت ﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ﴾ الخ نازل ہوئی۔ ❶ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مدینے کے کتوں کو قتل کر کے پھر ابورافع آس پاس کی بستیوں میں پہنچے اور مسئلہ پوچھنے والوں کے نام بھی اس میں ہیں یعنی حضرت عاصم بن عدی، حضرت سعید بن خیثمہ، حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہم۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا شان نزول کتوں کا قتل ہے۔ ❷ ﴿مُكَلِّبِيْنَ﴾ کا لفظ ممکن ہے کہ ﴿عَلَّمْتُمْ﴾ کی ضمیر یعنی فاعل کا حال ہو اور ممکن ہے کہ جوارح یعنی مفعول کا حال ہو یعنی جن شکار حاصل کرنے والے جانوروں کو تم نے سدھایا ہو وہ شکار کو اپنے پنجوں اور ناخنوں سے شکار کرتے ہوں۔ اس سے بھی یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ شکاری جانور جب شکار کو اپنے صدمے سے ہی دبوچ کر مار ڈالے تو وہ حلال نہ ہوگا جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور علما کی ایک جماعت کا خیال ہے۔ اسی لئے فرمایا ''تم نے انہیں اس میں سے کچھ سکھا دیا ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا رکھا ہے'' یعنی جب تم چھوڑو تو جائے اور جب تم روکو تو رک جائے۔ شکار پکڑ کر تمہارے لئے روک رکھے تا کہ تم جا کر اسے لے لو اس نے خود اپنے لئے اسے شکار نہ کیا ہو۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جب شکاری جانور سدھا ہوا ہو اور اس نے اپنے چھوڑنے والے کے لئے شکار کیا اور اس نے بھی اس کو چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو تو وہ شکار مسلمانوں کے لئے حلال ہے گو وہ شکار مر بھی گیا ہو، اس پر اجماع ہے اس آیت کے مسئلہ کے مطابق ہی بخاری و مسلم کی یہ حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ کا نام لے کر اپنے سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''جس جانور کو وہ پکڑ رکھے تو اسے کھا لے اگرچہ کتے نے اسے مار بھی ڈالا ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے ساتھ شکار کرنے میں اور کتا نہ ملا ہو اس لئے کہ تو نے اپنے کتے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا ہے دوسرے کو ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھ کر نہیں چھوڑا۔'' میں نے کہا میں نوکدار لکڑی سے شکار کرتا ہوں۔ فرمایا ''اگر وہ اپنی تیزی کی طرف سے زخمی کرے تو کھا لے اور اگر اپنی چوڑائی کی طرف سے لگا ہو تو نہ کھائے کیونکہ وہ لٹھ مارا ہوا ہے۔'' ❸ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں ''جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر لیا کر پھر اگر وہ شکار کو تیرے لئے پکڑے رکھے اور تیرے پہنچ جانے پر شکار زندہ مل جائے تو تو اسے ذبح کر ڈال اور اگر کتے نے ہی اسے مار ڈالا ہو اور اس میں سے کھایا نہ ہو تو اسے بھی کھا سکتا ہے۔ اس لئے کہ کتے کا اسے شکار کر لینا ہی اس کا ذبیحہ ہے۔'' ❹ اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''اگر اس نے کھا لیا ہو تو پھر تو اسے نہ کھا، مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں اس نے اپنے کھانے کے لئے شکار نہ پکڑا ہو۔'' ❺ یہی دلیل جمہور کی ہے اور حقیقتاً امام شافعی رحمہ اللہ کا صحیح مذہب بھی یہی ہے کہ جب کتا شکار کو کھا لے تو وہ مطلق حرام ہو جاتا ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں، جیسے کہ حدیث میں ہے۔ ہاں سلف کی ایک جماعت کا قول بھی ہے کہ مطلقاً حلال ہے، ان کے دلائل یہ ہیں۔

---

❶ حاکم ۲/ ۳۱۱ وسندہ ضعیف؛ طبرانی ۹۷۱؛ مجمع الزوائد ٤/ ٤٣ اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ٤/ ۲۱۳، رقم: ۸۸۹۵) ❷ یہ روایت مرسل ہے۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب إذا وجد مع الصید کلبا آخر ٥٤٨٦؛ صحیح مسلم ۱۹۲۹؛ ابو داود ۲۸٤۷؛ ترمذی ۱٤٦۷؛ ابن ماجه ۳۲۰۸؛ احمد ٤/ ۳٥٦؛ ابن حبان ٥۸۸٥؛ بیهقی ۹/ ۲۳٦۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الصید إذا غاب عنه یومین أو ثلاثة ٥٤٨٤؛ صحیح مسلم ۱۹۲۹۔

❺ صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب اذا اکل الکلب وقوله تعالیٰ ﴿یسئلونك ما ذا أحل لهم﴾ ٥٤٨۳؛ صحیح مسلم ۱۹۲۹۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو کھا سکتا ہے اگر چہ کتے نے تہائی حصہ کھالیا ہو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گو ایک ٹکڑا ہی باقی رہ گیا ہو تا ہم کھا سکتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے گو دو تہائیاں کتا کھا گیا ہو پھر بھی تو کھا سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فرمان ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب "بِسْمِ اللّٰہِ" کہہ کر تو نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑا تو جس جانور کو اس نے تیرے لئے پکڑ رکھا ہو تو اسے کھا لے چاہے کتے نے اس میں سے کھایا ہو یا نہ کھایا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے حضرت عطاء اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ سے اس میں مختلف اقوال مروی ہیں۔ زہری' ربیعہ' اور مالک رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت کی گئی ہے اسی کی طرف امام شافعی رحمہ اللہ اپنے پہلے قول میں گئے ہیں اور نئے قول میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی شخص اپنے کتے کو شکار پر چھوڑے پھر شکار کو اس حالت میں پائے کہ کتے نے اسے کھالیا ہو تو جو باقی ہو اسے وہ کھا سکتا ہے۔" اس حدیث کی سند میں بقول ابن جریر رحمہ اللہ نظر ہے اور سعید راوی کا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے سننا معلوم نہیں ہوا اور دوسرے ثقہ راوی اسے مرفوع نہیں کرتے بلکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ یہ قول ہے تو صحیح لیکن اسی معنی کی اور مرفوع حدیثیں بھی مروی ہیں۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور! میرے پاس شکاری کتے سدھائے ہوئے ہیں ان کے شکار کی نسبت کیا فتویٰ ہے؟ آپ نے فرمایا "جو جانور وہ تیرے لئے پکڑیں وہ تجھ پر حلال ہے۔" اس نے کہا ذبح کرسکوں جب بھی اور ذبح نہ کرسکوں تو بھی؟ اگر چہ کتے نے کھالیا ہو تو بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں گو کھا بھی لیا ہو۔" انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ میں اپنے تیر کمان سے جو شکار کروں اس کا کیا فتویٰ ہے؟ فرمایا "اسے بھی تو کھا سکتا ہے۔" پوچھا اگر زندہ ملے اور میں اسے ذبح کرسکوں تو بھی اور تیر لگتے ہی مرجائے تو بھی؟ فرمایا "گو وہ تجھے نظر نہ پڑے اور ڈھونڈے سے مل جائے تو بھی بشرطیکہ اس میں کسی دوسرے شخص کے تیر کا نشان نہ ہو۔" انہوں نے تیسرا سوال کیا کہ بوقت ضرورت مجوسیوں کے برتنوں کا استعمال کرنا ہمارے لئے کیسا ہے؟ فرمایا "تم انہیں دھوڈالو پھر ان میں کھا پی سکتے ہو۔" ❶ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے۔

ابوداؤد کی دوسری حدیث میں ہے "جب تو نے اپنے کتے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا ہو تو اس کے شکار کو کھا سکتا ہے گو اس نے اس میں سے کھا بھی لیا ہو' اور تیرا ہاتھ جس شکار کو تیرے لئے لایا ہو اسے بھی تو کھا سکتا ہے۔" ❷ ان دونوں احادیث کی سندیں بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ ہیں۔ اور حدیث میں ہے "تیرا سدھایا ہوا کتا جو شکار تیرے لئے کھیلے تو اسے بھی کھالے۔" حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے پوچھا اگر چہ اس نے اس میں سے کھالیا ہو؟ "فرمایا ہاں پھر بھی۔" ان آثار اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شکاری کتے نے شکار کو گو کھالیا ہو تاہم بقیہ شکار شکاری کھا سکتا ہے۔ کتے وغیرہ کے کھائے ہوئے شکار کو حرام نہ کہنے والوں کے یہ دلائل ہیں۔ ایک اور جماعت ان دونوں جماعتوں کے درمیان ہے وہ کہتی ہیں کہ اگر شکار پکڑتے ہی کھانے بیٹھ گیا تو بقیہ حرام اور اگر شکار پکڑ کر اپنے مالک کا انتظار کیا اور باوجود خاصی دیر گزر جانے کے اپنے مالک کو نہ پایا اور بھوک کی وجہ سے اسے کھالیا تو بقیہ حلال۔ پہلی بات پر محمول ہے حضرت عدی رضی اللہ عنہ والی حدیث اور دوسری پر محمول ہے ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ والی حدیث۔ یہ فرق بھی بہت اچھا ہے اور اس سے دو صحیح حدیثیں

---

❶ ابو داود، كتاب الصيد، باب في الصيد ٢٨٥٧ وسنده حسن؛ دار قطني، ٤/ ٢٩٣؛ بيهقي، ٩/ ٢٣٧۔

❷ اس کی تخریج آیت نمبر۳ کے تحت گزر چکی ہے۔

جمع بھی ہو جاتی ہیں۔ استاد ابو المعالی جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نہایہ میں یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ کاش کہ کوئی اس میں یہ تفصیل کرے تو الحمدللہ یہ تفصیل لوگوں نے کر لی۔ اس مسئلہ میں ایک چوتھا قول بھی ہے وہ یہ کہ کتے کا کھایا ہوا شکار تو حرام جیسا کہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اور شکرے وغیرہ کا کھایا ہوا شکار حرام نہیں اس لئے کہ وہ تو کھانے سے ہی تعلیم قبول کرتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر پرندہ اپنے مالک کے پاس لوٹ آیا اور مارا نہیں پھر آ کر اس نے پر نوچے اور گوشت کھایا تو تو کھا لے۔ ابراہیم نخعی، شعبی، حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہم بھی یہی کہتے ہیں۔ ان کی دلیل ابن ابی حاتم کی یہ روایت ہے کہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم لوگ کتوں اور باز سے شکار کھیلا کرتے ہیں تو کیا یہ ہمارے لئے حلال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شکاری جانور شکار حاصل کرنے والے سدھائے ہوئے تمہارے لئے شکار روک رکھیں اور تم نے ان پر اللہ کا نام پڑھا ہوا سے تم کھا لو۔'' پھر فرمایا ''جس کتے کو تو نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا ہو وہ جس جانور کو روک رکھے تو اسے کھا لے۔'' ❶ میں نے کہا گو اسے مار ڈالا ہو؟ فرمایا ''گو اسے مار ڈالا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ کھایا نہ ہو۔'' میں نے کہا اگر اس کتے کے ساتھ دوسرے کتے بھی مل گئے ہوں تو؟ فرمایا ''پھر نہ کھا جب تک کہ تجھے اس بات کا پورا اطمینان نہ ہو کہ تیرے ہی کتے نے شکار کیا ہے۔'' میں نے کہا ہم لوگ تیر سے بھی شکار کیا کرتے ہیں اس میں سے کونسا حلال ہے؟ فرمایا ''جو تیر زخمی کرے اور تو نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا ہوا اسے کھا لے۔'' وجہ دلالت یہ ہے کہ کتے میں نہ کھانے کی شرط آپ نے بتلائی اور باز میں نہیں بتلائی' پس ان دونوں میں فرق ثابت ہو گیا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے ''تم کھا لو جن حلال جانوروں کو تمہارے یہ شکاری جانور پکڑ لیں اور تم نے ان کے چھوڑنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام یاد کر لیا ہو۔'' جیسے کہ حضرت عدی، اور حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے اسی لئے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اماموں نے یہ شرط ضروری بتلائی ہے کہ شکار کے لئے کتے کو چھوڑتے وقت اور تیر چلاتے وقت "بِسْمِ اللّٰه" پڑھنا شرط ہے۔ جمہور کا مشہور مذہب بھی یہی ہے کہ اس آیت اور اس حدیث سے مراد جانور کے چھوڑنے کا وقت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اپنے شکاری جانور کو بھیجتے وقت "بِسْمِ اللّٰه" کہہ لے۔ ہاں اگر بھول جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ❷ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مراد کھانے کے وقت "بِسْمِ اللّٰه" پڑھنا ہے جیسے کہ بخاری و مسلم میں عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا مروی ہے ''اللہ تعالیٰ کا نام لے اور اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھا۔'' ❸ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں جو نومسلم ہیں اس کا علم نہیں ہوتا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا بھی ہے یا نہیں؟ تو کیا ہم اسے کھا لیں؟ آپ نے فرمایا ''تم خود اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور کھا لو۔'' ❹ مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھ صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے جو ایک اعرابی نے آ کر دو لقمے اس میں سے اٹھائے آپ نے فرمایا کہ اگر یہ "بِسْمِ اللّٰه" کہہ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا تم میں سے جب کوئی کھانے بیٹھے تو "بِسْمِ اللّٰه" پڑھ لیا کرے اگر اول میں بھول گیا تو جب یاد آ جائے کہہ دے "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ"۔ ❺ یہی حدیث منقطع سند کے ساتھ ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ❻

---

❶ اس روایت میں مجالد بن سعید ضعیف راوی ہے (المیزان، ۳/ ۴۳۸، رقم: ۷۰۷۰) ❷ الطبری ۹/ ۵۷۱۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والاكل باليمين، ۵۳۷۶؛ صحیح مسلم، ۲۰۲۲؛ ترمذی، ۱۸۵۷؛ ابن ماجه، ۳۲۶۵؛ احمد، ۴/ ۲۶؛ ابن حبان، ۵۲۱۱۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب ذبیحة الاعراب ونحوهم، ۵۵۰۷؛ ابو داود ۲۸۲۹؛ ابن ماجه ۳۱۷۴؛ ابو یعلیٰ ۴۴۴۷۔ ❺ احمد، ۶/ ۱۴۳ وسنده ضعیف وهو صحیح بالشواهد، دارمی، ۲۰۲۰؛ ابن حبان، ۵۲۱۴؛ یہ روایت بشواہد حسن ہے۔ (الموسوعة الحديثية ۴۲/ ۴۳) شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (الارواء ۱۹۶۵) ❻ ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب التسمية عند الطعام ۳۲۶۴، وهو صحیح۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵ ع

ترجمہ: کل پاکیزہ چیزیں آج تمہارے لئے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے اور پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو نہ یہ کہ علانیہ زنا کاری کرو اور نہ بطور پوشیدہ بدکاری کے منکرین ایمان کے اعمال ضائع اور اکارت ہیں۔ اور آخرت میں وہ ہارنے والوں میں سے ہیں۔[۵]

دوسری سند سے یہ حدیث ابوداؤد ترمذی نسائی اور مسند احمد میں ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ ❶ جابر بن صبح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مثنی بن عبدالرحمن خزاعی کے ساتھ میں نے واسط کا سفر کیا۔ ان کی عادت یہ تھی کہ کھانا شروع کرتے وقت تو "بِسْمِ اللّٰہِ" کہہ لیتے اور آخری لقمہ کے وقت "بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ" کہتے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو کھاتے ہوئے دیکھا کہ اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ جب وہ آخری لقمہ تک پہنچا تو بولا "بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "واللہ! شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب تک کہ اس نے بسم اللہ نہ کہہ لی پھر تو شیطان نے قے کر کے سارا کھانا اپنے پیٹ سے نکال دیا۔" ❷ (مسند احمد۔ ابوداؤد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے جو ایک لڑکی گرتی پڑتی آئی جیسے اسے کوئی دھکے دے رہا ہو اور آتے ہی اس نے لقمہ اٹھانا چاہا حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور ایک اعرابی بھی اسی طرح آیا اور پیالے میں ہاتھ ڈالا آپ نے اس کا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور فرمایا "جب کسی کھانے پر بسم اللہ نہ کہی جائے تو شیطان اسے اپنے لئے حلال کر لیتا ہے وہ پہلے تو اس لڑکی کے ساتھ آیا تاکہ ہمارا کھانا کھائے تو میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر وہ اس اعرابی کے ساتھ آیا تو میں نے اس کا بھی ہاتھ تھام لیا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔" ❸ (مسلم ابوداؤد نسائی) مسلم ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں ہے "جب انسان اپنے گھر میں جاتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے اللہ کا نام یاد کر لیا کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اے شیطانو! نہ تو تمہارے لئے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا اور

❶ ابو داود، کتاب الأطعمة، باب التسمیة علی الطعام ۳۷٦۷ وسندہ صحیح؛ ترمذی ۱۸۵۸۔ ❷ احمد ٤/ ۳۳٦؛ ابو داود، کتاب الأطعمة، باب التسمیة علی الطعام ۳۷٦۸ وسندہ حسن؛ عمل الیوم واللیلة ۲۸۲، حاکم ٤/ ۱۰۸۔

❸ احمد ٥/ ۳۸۳ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحکامها، ۲۰۱۷؛ ابو داود ۳۷٦٦؛ السنن الکبریٰ ٦۷٥٤۔

جب وہ گھر میں جاتے ہوئے کھانا کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا تو وہ پکار دیتا ہے کہ تم نے شب باشی کی اور کھانا کھانے کی جگہ پالی۔'' ❶ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ ہم کھاتے ہیں ہمارا پیٹ نہیں بھرتا تو آپ نے فرمایا: ''شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے کھانا سب مل کر کھاؤ اور بسم اللہ کہہ لیا کرو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت دی جائے گی۔'' ❷

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے: [آیت:۵] حلال وحرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا کہ کل ستھری چیزیں حلال ہیں پھر یہود ونصاریٰ کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کی حلت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابوامامہ' مجاہد' سعید بن جبیر' عکرمہ' عطاء' حسن' مکحول' ابراہیم نخعی' سدی' مقاتل بن حیان رحمہم اللہ یہ سب یہی کہتے ہیں کہ طعام سے مراد ان کا اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور ہے جس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے کیونکہ وہ بھی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ناروا سمجھتے ہیں اور ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا نام نہیں لیتے گو ان کے عقیدے ذات باری کی نسبت یکسر اور سراسر باطل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بلند وبالا اور پاک ومنزہ ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک مل گئی میں نے اسے قبضہ میں کیا اور کہا اس میں سے تو آج میں کسی کو بھی حصہ نہ دوں گا اب جو ادھر ادھر نگاہ پھرائی تو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس ہی کھڑے ہوئے تبسم فرما رہے ہیں۔ ❸ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مال غنیمت میں سے کھانے پینے کی ضروری چیزیں تقسیم سے پہلے لے لینی جائز ہیں۔ اور یہ استدلال اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ تینوں مذہب کے فقہا نے مالکیوں پر اپنی یہ سند پیش کی ہے اور کہا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ اہل کتاب کا وہی کھانا ہم پر حلال ہے جو خود ان کے ہاں بھی حلال ہو یہ غلط ہے دیکھو چربی کو یہودی حرام جانتے تھے لیکن مسلمان اسے لے رہا ہے لیکن یہ ہے ایک شخصی واقعہ' ساتھ ہی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ چربی وہ ہو جسے خود یہودی بھی حلال جانتے تھے یعنی پشت کی چربی' انتڑیوں سے لگی ہوئی چربی اور ہڈی سے ملی ہوئی چربی۔

اس سے بھی زیادہ دلالت والی تو وہ روایت ہے جس میں ہے کہ خیبر والوں نے سالم بھنی ہوئی ایک بکری حضور ﷺ کو تحفہ میں دی جس کے شانے کے گوشت کو انہوں نے زہر آلودہ کر رکھا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور ﷺ شانے کا گوشت پسند فرماتے ہیں چنانچہ آپ نے اس کا یہی گوشت لے کر منہ میں رکھ کر دانتوں سے توڑا تو فرمان باری تعالیٰ سے اس شانے نے کہا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے آپ نے اسی وقت اسے تھوک دیا اور اس کا اثر آپ کے سامنے کے دانتوں وغیرہ میں رہ بھی گیا۔ آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اسی کے اثر سے راہی بقا ہوئے جن کے قصاص میں زہر ملانے والی عورت کو قتل کیا گیا۔ جس کا نام زینب تھا۔ ❹

❶ صحیح مسلم ، حوالہ سابق ۲۰۱۸؛ ابو داود، ۳۷٦٥؛ ابن ماجه، ۳۸۸۷؛ احمد ۳/ ۳۸۳؛ عمل الیوم واللیلة، ۱۷۸؛ ابن حبان، ۸۱۹۔ ❷ احمد، ۳/ ۵۰۱؛ ابوداود، كتاب الأطعمة، باب فی الاجتماع علی الطعام، ۳۷٦٤ وسنده ضعیف حرب بن وحشی مجہول ہے اور ولید بن مسلم مدلس کے سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔ ابن ماجه ۳۲۸٦؛ ابن حبان، ۵۲۲٤؛ حاکم، ۲/ ۱۰۳؛ الاخبار لابی نعیم، ۲/ ۳۵۰۔ ❸ صحیح بخاری، كتاب فرض الخمس، باب ما یصیب من الطعام فی أرض الحرب، ۳۱۵۳، بدون (تبسم)؛ صحیح مسلم، ۱۷۷۲؛ ابوداود، ۲۷۰۲؛ احمد، ٤/ ۸٦؛ مسند الطیالسی، ۹۱۷؛ ابوعوانه، ٤/ ۱۰۹؛ بیهقی، ۹/ ۵۹؛ الدلائل النبوة، ٤/ ۲٤۱۔ ❹ صحیح بخاری، كتاب الهبة، باب قبول الهدية من المشركين، ۲٦۱۷، ۳۱٦۹؛ صحیح مسلم، ۲۱۹۰، مختصرًا؛ ابوداود، ٤۵۰۸، ٤۵۱٤۔

وجہ دلالت یہ ہے کہ خود حضور ﷺ نے مع اپنے ساتھیوں کے اس گوشت کے کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یہ نہ پوچھا کہ اس کی جس چربی کو تم حرام جانتے ہو اسے نکال بھی ڈالا ہے یا نہیں اور حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے آپ کی دعوت میں جو کی روٹی اور پرانی سوکھی چربی پیش کی تھی۔ ❶ حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس چیز پر نام رب تعالیٰ نہ لیا جائے اس کا کھانا حرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرما کر اسے منسوخ کر کے اہل کتاب کے ذبح کیے ہوئے جانور حلال کر دیئے یہ یاد رہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جانور پر بھی نام اللہ نہ لیا جائے وہ حلال ہے وہ اس لئے کہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے لیکن مشرک جس گوشت کو کھاتے تھے اسے ذبیحہ پر موقوف نہ رکھتے تھے بلکہ مردہ جانور بھی کھا لیتے تھے۔ بخلاف اہل کتاب کے۔ اسی طرح سامرہ' صابیہ اور ابراہیم وشیث وغیرہ پیغمبروں کے دین کے مدعی ہیں جیسے کہ علما کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور عرب کے نصرانی جیسے بنو تغلب' تنوخ' بہرا' جذام' لخم' عاملہ اور ان جیسے اور' کہ جمہور کے نزدیک ان کے ہاتھ کا کیا ہوا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو تغلب کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھاؤ اس لئے کہ انہوں تو نصرانیت میں سے بجز شراب نوشی کے اور کوئی چیز نہیں لی۔ ہاں سعید بن مسیب اور حسن رحمہما اللہ بنو تغلب کے نصاریٰ کے ہاتھوں ذبح کیے ہوئے جانور کو کھا لینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ باقی رہے مجوسی تو ان سے گو جزیہ لیا گیا ہے کیونکہ انہیں اس مسئلہ میں یہود ونصاریٰ سے ملا دیا گیا ہے اور ان کا تابع کر دیا ہے لیکن ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبح کیے ہوئے جانور کھانا ممنوع ہے۔ ہاں ابو ثور ابراہیم بن خالد کلبی جو شافعی اور احمد رحمہما اللہ کے ساتھیوں میں سے تھے اس کے خلاف ہیں جب انہوں نے یہ قول کہا اور لوگوں میں اسکی شہرت ہوئی تو فقہا نے اس قول کی زبردست تردید کی یہاں تک کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تو فرمایا کہ ابو ثور اس مسئلہ میں اپنے نام کی طرح ہی ہے یعنی بیل کا باپ۔ ابو ثور نے ایک حدیث کے عموم کو سامنے رکھ کر یہ مسئلہ کہا ہوگا جس میں ہے "مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا طریقہ برتو" ❷ لیکن اولا تو یہ روایت ان الفاظ سے ثابت ہی نہیں۔ دوسرے یہ روایت مرسل ہے ہاں البتہ صحیح بخاری شریف میں صرف اتنا تو ہے کہ ہجر کے مجوسیوں سے رسول اللہ ﷺ نے جزیہ لیا۔ ❸ علاوہ ان سب کے ہم کہتے ہیں کہ ابو ثور کی پیش کردہ حدیث کو اگر ہم صحیح مان لیں تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے عموم سے بھی بدلیل اس آیت کے مفہوم مخالف کے اہل کتاب کے سوا اور دین والوں کا ذبیحہ ہمارے لئے حرام ثابت ہوتا ہے۔

پھر فرماتا ہے "تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے" یعنی تم انہیں اپنے ذبیحے کھلا سکتے ہو۔ یہ اس امر کی خبر نہیں کہ ان کے دین میں ان کے لئے تمہارا ذبیحہ حلال ہے' ہاں زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس بات کی خبر ہو کہ انہیں بھی ان کی کتاب میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس جانور کا ذبیحہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوا ہو اسے وہ کھا سکتے ہیں قطع نظر اس سے کہ ذبح کرنے والا انہیں میں سے ہو یا ان کے سوا کوئی اور ہو لیکن زیادہ ظاہر بات پہلی ہی ہے یعنی یہ کہ تمہیں اجازت ہے کہ انہیں اپنے ذبیحے کھلاؤ جیسے کہ ان کے ذبح کیے ہوئے جانور تم کھا لیتے ہو یہ گویا ادل بدل کے طور پر ہے۔ جس طرح کہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق کو اپنے خاص کرتے میں کفن دیا

❶ احمد، ٣/ ٢١٠، ٢١١؛ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة، ٢٠٦٩ بدون ذکر الیہودی۔

❷ موطا امام مالک، ١/ ٢٧٨ وسندہ ضعیف وللحدیث شواھد بیہقی، ٩/ ١٨٩، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ١٢٤٨) ❸ صحیح بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع أهل الذمة والحرب، ٣١٥٧؛ ابوداود، ٣٠٤٣؛ ترمذی، ١٥٨٧؛ احمد، ١/ ١٩٠؛ مسند ابی یعلیٰ، ٨٦٠؛ ابن الجارود، ١١٠٥؛ بیہقی، ٩/ ١٨٩۔

جس کی وجہ بعض حضرات نے یہ بیان کی ہے اس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا کرتا دیا تھا جب کہ مدینے میں آئے تھے ❶ تو آپ نے اس کا بدلہ کر دیا۔ ہاں ایک حدیث میں ہے ''مؤمن کے سوا کسی اور کی ہم نشینی نہ کر اور اپنا کھانا بجز پرہیزگاروں کے اور کو نہ کھلا۔'' ❷ اسے اس بدلے کے خلاف نہ سمجھنا چاہئے ہو سکتا ہے کہ حدیث کا یہ حکم بطور استحباب اور افضلیت کے ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر ارشاد ہوتا ہے ''پاک دامن مؤمن عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے'' یہ بطور تمہید کے ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا ''تم سے پہلے جنہیں کتاب دی گئی ہے ان میں سے عفیفہ عورتوں سے بھی نکاح تمہیں حلال ہے'' یہ قول بھی ہے کہ مراد محصنات سے آزاد عورتیں ہیں یعنی لونڈیاں نہ ہوں۔ یہ قول حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں کہ محصنات سے حرائر مراد ہیں اور جب یہ ہے تو جہاں اس قول کا وہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ لونڈیاں اس سے خارج ہیں وہاں یہ معنی بھی لئے جا سکتے ہیں کہ پاک دامن عفت شعار۔ جیسے کہ انہیں سے دوسری روایت ان ہی لفظوں میں موجود ہے جمہور بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ٹھیک ہے تاکہ ذمیہ ہونے کے ساتھ ہی غیر عفیفہ ہونا شامل ہو کر بالکل ہی باعث فساد نہ بن جائے اور اس کا خاوند صرف فضول بھرتی کے طور پر اور برے پیمانے کے طور پر نہ ہو جائے۔ پس بظاہر یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ محصنات سے مراد یہاں عفت مآب اور بدکاری سے بچاؤ والیاں ہی لی جا سکتی ہیں جیسے کہ دوسری آیت میں۔ ﴿مُحْصَنٰتٍ﴾ کے ساتھ ﴿غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ ❸ آیا ہے علما اور مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ آیت ہر کتابیہ عفیفہ عورت کو شامل ہے؟ یا وہ آزاد ہو یا لونڈی ہو؟ ابن جریر رحمہ اللہ نے سلف کی ایک جماعت سے اس کو نقل کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ﴿مُحْصَنٰتٍ﴾ سے مراد پاک دامن عورتیں ہیں' ایک قول یہ بھی ہے کہا گیا ہے کہ اہل کتاب سے مراد اسرائیلی عورتیں ہیں۔ شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ذمیہ عورتیں ہیں سوائے آزاد عورتوں کے' اور دلیل یہ آیت ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ❹ الخ یعنی ''ان سے لڑو جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے'' چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نصرانیہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے بڑا شرک کیا ہوگا کہ وہ کہتی ہو کہ اس کا رب عیسیٰ علیہ السلام ہے ❺ اور جب یہ مشرک ٹھہریں تو نص قرآنی میں موجود ہے۔ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ ❻ یعنی ''مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔'' ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو صحابہ ان سے رک گئے یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح کرنے کی رخصت میں نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کئے ❼ اور صحابہ کی ایک جماعت سے ایسے نکاح اسی آیت کو دلیل بنا کر ثابت ہیں۔ تو گویا پہلے سورۂ بقرہ کی آیت کی ممانعت میں یہ داخل تھیں لیکن دوسری آیت نے انہیں مخصوص کر دیا' یہ اس وقت جب مان لیا جائے کہ ممانعت والی آیت کے حکم میں یہ بھی داخل تھیں ورنہ ان دونوں آیتوں میں کوئی معارضہ نہیں اس لئے کہ اور =

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب هل يخرج الميت من القبر واللحد، ١٣٥٠؛ صحيح مسلم، ٢٧٧٣۔

❷ ابوداود، كتاب الأدب، باب من يؤمر ان يجالس، ٤٨٣٢ وسنده صحيح؛ ترمذي، ٢٣٩٥؛ احمد، ٣/ ٨٣؛ حاكم، ٤/ ١٢٨؛ ابن حبان، ٥٥٥۔ ❸ ٤/ النسآء: ٢٥۔ ❹ ٩/ التوبة: ٢٩۔

❺ صحيح بخاري، كتاب الطلاق، باب قول الله ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن ولامة مؤمنة......﴾، ٥٢٨٥۔

❻ ٢/ البقرة: ٢٢١۔ ❼ المعجم الكبير للطبراني، (١٢٦٠٧) وابن ابي حاتم وسنده حسن، مجمع الزوائد، ٤/ ٢٧٤۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھوتو اپنے منہ دھولیا کرو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولیا کرو۔ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلیا کرو ہاں اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لیا کرو اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تا کہ تم شکر ادا کرتے رہو۔[٦]

= بھی بہت سی آیتوں میں عام مشرکین سے انہیں الگ بیان کیا گیا ہے جیسے کہ آیت ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ❶ اور ﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ﴾ ❷ پھر فرماتا ہے ''جب تم انہیں ان کے مقررہ مہر دے دو وہ اپنے نفس کو بچانے والیاں ہوں اور تم ان کے مہر ادا کرنے والے ہو۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' عامر شعبی' ابراہیم نخعی' اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور دخول سے پہلے اس نے بدکاری کی تو میاں بیوی میں تفریق کرا دی جائے گی اور جو مہر خاوند نے عورت کو دیا ہے اسے واپس دلوا دیا جائے گا (ابن جریر)۔

پھر فرماتا ہے ''تم بھی پاک دامن عفت مآب رہو اور علانیہ یا پوشیدہ بدکار نہ ہو۔'' پس عورتوں میں جس طرح پاک دامن اور عفیفہ ہونے کی شرط لگائی تھی' مردوں میں بھی یہی لگائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ وہ کھلے بدکار نہ ہوں کہ ادھر ادھر منہ مارتے پھرتے ہوں' اور نہ ایسے ہوں کہ خاص تعلق سے حرام کاری کرتے ہوں۔ سورۂ نساء میں بھی اسی طرح گزر چکا ہے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف گئے ہیں کہ زانیہ عورتوں سے توبہ سے پہلے ہرگز کسی بھلے آدمی کو نکاح کرنا جائز نہیں اور یہی حکم ان کے نزدیک مردوں کا بھی ہے کہ بدکار مردوں کا نکاح نیک کار عفت شعار عورتوں سے بھی ناجائز ہے جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں اور اس رذیل فعل سے باز نہ آ جائیں۔ ان کی دلیل ایک حدیث بھی ہے جس میں ہے ''کوڑے لگایا ہوا زانی اپنے جیسی سے ہی نکاح کرسکتا ہے۔'' ❸ خلیفۃ

❶ ٩٨/ البينة:١۔ ❷ ٣/ آل عمران:٢٠۔ ❸ ابوداود، كتاب النكاح، باب في قوله تعالىٰ ﴿الزاني لاينكح إلا زانية﴾ ٢٠٥٢ وسنده صحيح؛ احمد، ٢/ ٣٢٤؛ مشكل الآثار، ٤٥٤٨؛ حاكم، ٢/ ١٦٦ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ٢٤٤٤)

المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں ارادہ کر رہا ہوں کہ جو مسلمان کوئی بدکاری کرے میں اسے ہرگز کسی مسلمان پاک دامن عورت سے نکاح نہ کرنے دوں۔ اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے امیر المؤمنین! شرک اس سے بہت بڑا ہے اس کے باوجود بھی مشرک کی توبہ قبول ہے اس مسئلہ کو ہم آیت ﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً﴾ ❶ الخ کی تفسیر میں پوری طرح بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ آیت کے خاتمہ پر ارشاد ہوتا ہے کفار کے اعمال اکارت ہیں اور وہ آخرت میں نقصان یافتہ ہیں۔

وضو اور تیمم کے احکام پر تفصیلی بحث: [آیت:٦] اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ حکم وضو اس وقت ہے جب کہ آدمی بے وضو ہو۔ ایک جماعت کہتی ہے جب تم کھڑے ہو یعنی نیند سے جاگو یہ دونوں قول تقریباً ایک ہی مطلب کے ہیں۔ اور حضرات فرماتے ہیں آیت تو عام ہے اور اپنے عموم پر ہی رہے گی لیکن جو بے وضو ہو اس پر وضو کرنے کا حکم وجوبا ہے اور جو باوضو ہو اس پر استحبابا۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم تھا پھر یہ منسوخ ہو گیا۔ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کرتے تھے فتح مکہ والے دن آپ نے وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا اور اسی ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آج آپ نے وہ کام کیا جو آج سے پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں میں نے بھول کر ایسا نہیں کیا بلکہ جان بوجھ کر قصداً یہ کیا ہے۔“ ❷ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھا کرتے تھے' ہاں پیشاب کریں یا وضو ٹوٹ جائے تو تازہ کر لیا کرتے اور وضو ہی کے بچے ہوئے پانی سے جرابوں پر مسح کر لیا کرتے تھے یہ دیکھ کر حضرت فضل بن مبشر رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ کیا آپ اسے اپنی رائے سے کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔ ❸ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے دیکھ کر خواہ وضو ٹوٹا ہو یا نہ ٹوٹا ہو۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبیداللہ رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ اس کی کیا سند ہے؟ فرمایا ان سے حضرت اسماء بنت زید بن خطاب نے کہا ہے ان سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جو غسیل ملائکہ کے صاحبزادے تھے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس حالت میں کہ وضو باقی ہو تو بھی' لیکن اس میں قدرے مشقت معلوم ہوئی تو وضو کے حکم کے بدلے مسواک کا حکم رکھا گیا' ہاں جب وضو ٹوٹے تو نماز کے لئے تازہ وضو ضروری ہے اسے سامنے رکھ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ چونکہ انہیں قوت ہے اس لئے وہ ہر نماز کے وقت وضو کرتے ہیں۔ آخر دم تک آپ کا یہی حال رہا' ❹ رضی اللہ عنہ وعن والدہ۔ اس کے ایک راوی حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ مدلس ہیں لیکن چونکہ انہوں نے صراحت کے ساتھ ”حَدَّثَنَا“ کہا ہے اس لئے تدلیس کا خوف بھی جاتا رہا ہے۔ ہاں ابن عساکر کی روایت میں یہ لفظ نہیں' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل اور اس پر ہمیشگی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مستحب ضرور ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ خلفاء رضی اللہ عنہم ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر نماز کے لئے وضو کرتے اور دلیل

❶ ٢٤/ النور:٣۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد، ٢٧٧؛ ابوداود، ١٧٢؛ ترمذی، ٦١؛ ابن ماجه، ٥١٠؛ احمد، ٥/ ٣٥٠؛ ابن حبان، ١٧٠٦؛ بيهقى، ١/ ١٦٢۔

❸ ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب الوضوء لكل صلاة والصلوات كلها بوضوء واحد، ٥١١؛ وسنده ضعيف فضل بن مبشر ضعیف راوی ہے۔ ❹ ابوداود، كتاب الطهارة، باب السواك، ٤٨ وسنده حسن؛ احمد، ٥/ ٢٢٥؛ حاكم، ١/ ١٥٦ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحيح ابوداود، ٣٨)

میں یہ آیت تلاوت فرما دیتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی پھر لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما رہے پھر پانی لایا گیا اور آپ نے منہ دھویا ہاتھ دھوئے پھر سر کا مسح کیا اور پیر کا بھی' اور فرمایا یہ وضو ہے اس کا جو بے وضو نہ ہوا ہو۔ ایک مرتبہ آپ نے خفیف وضو کر کے بھی یہی فرمایا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے ابوداؤد طیالسی میں حضرت سعید بن مسیب کا قول ہے کہ وضو ٹوٹے بغیر وضو کرنا زیادتی ہے اولاً تو یہ قول سنداً بہت غریب ہے دوسرے یہ کہ مراد اس سے وہ شخص ہے جو اسے واجب جانتا ہو اور صرف مستحب سمجھ کر جو ایسا کرے وہ تو عامل بالحدیث ہے۔ بخاری و سنن وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتے تھے۔ ایک انصاری نے حضرت انس سے یہ سن کر کہا اور آپ لوگ کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھتے تھے جب تک وضو نہ ٹوٹتا ❶ ابن جریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے ''جو شخص وضو پر وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' ❷ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ آیت سے صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ کسی اور کام کے وقت وضو کرنا واجب نہیں صرف نماز کے لئے ہی اس کا وجوب ہے یہ فرمان اس لئے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ تھی کہ وضو ٹوٹنے پر کوئی کام نہ کرتے تھے جب تک کہ پھر وضو نہ کرلیں۔ ابن ابی حاتم وغیرہ کی ایک ضعیف وغریب روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کا ارادہ کرتے ہم آپ سے بولتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب نہ دیتے' ہم سلام کہتے پھر بھی آپ جواب نہ دیتے یہاں تک کہ یہ آیت رخصت کی اتری۔ ❸ ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاخانے سے نکلے اور کھانا آپ کے سامنے لایا گیا تو ہم نے کہا اگر فرمائیں تو وضو کا پانی حاضر کریں؟ فرمایا ''وضو کا حکم تو مجھے صرف نماز کے لئے کھڑا ہونے کے وقت ہی کیا گیا ہے۔'' ❹ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھے کوئی نماز تھوڑی ہی پڑھنی ہے جو میں وضو کروں؟'' ❺ آیت کے ان الفاظ سے ''جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو وضو کر لیا کرو'' علمائے کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ وضو میں نیت واجب ہے مطلب کلام شریف کا یہ ہے کہ نماز کے لئے وضو کر لیا کرو' جیسے عرب میں کہا جاتا ہے کہ جب تو امیر کو دیکھے تو کھڑا ہو جا۔ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ امیر کے لئے کھڑا ہو جا۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے صرف وہی ہے جو وہ نیت کرے'' ❻ اور منہ کے دھونے سے پہلے وضو میں بسم اللہ کہنا مستحب ہے کیونکہ ایک پختہ اور بالکل صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس شخص کا وضو ہی نہیں ہے جو اپنے وضو پر بسم اللہ نہ کہے۔'' ❼ (حدیث کے ظاہری الفاظ تو نیت کی طرح بسم اللہ کہنے پر بھی وجوب کی دلالت کرتے ہیں'

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ٢١٤؛ ابوداود، ١٧١؛ ترمذی، ٦٠؛ احمد، ٣/ ١٣٢؛ ابن ماجه، ٥٠٩؛ مسند ابویعلی، ٣٦٩١؛ بیهقی، ١/ ١٦٢۔ ❷ ابوداود، کتاب الطهارة، باب الرجل یجدد الوضوء من غیر حدث، ٦٢ وسنده ضعیف؛ ترمذی، ٥٩، اس روایت میں عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی ضعیف راوی ہے۔(التقریب، ١/ ٤٨٠، رقم، ٩٣٨) اور شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے(ضعیف الجامع، ٥٥٣٦) ❸ الطبری اس روایت میں جابر جعفی ہے جس کی جمہور محدثین نے تضعیف کی ہے۔(المیزان، ١/ ٣٧٩، رقم: ١٤٢٥) ❹ ابوداود، کتاب الاطعمة، باب فی غسل الیدین عند الطعام، ٣٧٦٠ وسنده صحیح؛ ترمذی، ١٨٤٧؛ نسائی، ١٣٣، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔(مختصر شمائل محمدیه، ١٥٨)

❺ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز اکل المحدث الطعام، ٣٧٤؛ احمد، ١/ ٢٢٢؛ بیهقی، ١/ ٤٢۔

❻ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله:١ صحیح مسلم، ١٩٠٧۔

❼ ابوداود، کتاب الطهارة، باب فی التسمیة علی الوضوء، ١٠١؛ وهو حسن، ابن ماجه، ٣٩٩؛ حاکم، ١/ ١٤٦؛ بیهقی، ١/ ٤٣؛ ابویعلی، ٦٤٠٩؛ احمد، ٢/ ٤١٨، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے(الإرواء:٨١)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مترجم) یہ بھی یاد رہے کہ وضو کے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کا دھو لینا مستحب ہے اور جب نیند سے اٹھا ہو تب تو سخت تاکید آئی ہے۔ بخاری و مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان مروی ہے۔ ''تم میں سے کوئی نیند سے جاگ کر برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ تین مرتبہ دھو نہ لے اسے نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ رات کے وقت کہاں رہے ہیں۔'' ❶

منہ کی حد فقہا کے نزدیک لمبائی میں سر کے بالوں کے اگنے کی جو جگہ عموماً ہے وہاں سے داڑھی کی ہڈی اور ٹھوڑی تک ہے۔ اور چوڑائی میں ایک سے دوسرے کان تک۔ اس میں اختلاف ہے کہ دونوں جانب کے پیشانی کے اڑے ہوئے بالوں کی جگہ سر کے حکم میں ہے۔ یا منہ کے؟ اور داڑھی کے لٹکتے ہوئے بالوں کا دھونا منہ کے دھونے کی فرضیت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ ان پر پانی کا بہانا واجب ہے اس لئے کہ منہ سامنے کرنے کے وقت اس کا بھی سامنا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے ایک شخص کو داڑھی ڈھانپے ہوئے دیکھ کر فرمایا ''اسے کھول دے یہ بھی منہ میں شامل ہے۔'' ❷ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کا محاورہ بھی یہی ہے۔ کہ جب بچہ کی داڑھی نکلتی ہے تو وہ کہتے ہیں ''طلع وجهه'' پس معلوم ہوتا ہے کہ کلام عرب میں داڑھی منہ کے حکم میں ہے اور لفظ ''وجہ'' میں داخل ہے۔ داڑھی گھنی اور بھری ہوئی ہو تو اس میں خلال کرنا مستحب ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے راوی کہتا ہے۔ کہ آپ نے منہ دھوتے وقت تین دفعہ داڑھی کا خلال کیا پھر فرمایا جس طرح تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ ❸ ترمذی وغیرہ اس روایت کو امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما اللہ حسن بتلاتے ہیں۔ ابوداود میں ہے کہ حضور ﷺ وضو کرتے وقت ایک چلو پانی لے کر اپنی ٹھوڑی تلے ڈال کر اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے ''مجھے میرے رب عزوجل نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔'' ❹

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ داڑھی کا خلال کرنا حضرت عمار، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کے ترک کی رخصت ابن عمر، حسن بن علی رضی اللہ عنہم نخعی اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ صحاح وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ جب وضو کرنے بیٹھتے کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے۔ ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ دونوں وضو اور غسل میں واجب ہیں یا مستحب؟ امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ مستحب کہتے ہیں ان کی دلیل سنن کی وہ حدیث ہے جس میں جلدی جلدی نماز پڑھنے والے سے حضور ﷺ کا یہ فرمانا مروی ہے ''وضو کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے۔'' ❺ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ غسل میں واجب ہے اور وضو میں نہیں۔ ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ناک میں پانی ڈالنا تو واجب اور کلی کرنا مستحب ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا فرمان ہے ''جو وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے'' ❻

❶ صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الاستجمار وترا، ١٦٢؛ صحيح مسلم، ٢٧٨؛ ابوداود، ١٠٣؛ ترمذي، ٢٤؛ ابن ماجه ٣٩٣؛ احمد، ٢/ ٢٤١؛ ابن حبان، ١٠٦١؛ بيهقي، ١/ ٤٥۔ ❷ شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کے راوی مجہول ہونے کی وجہ سے اسے ضعیف جدًا قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ابن كثير، ٢/ ٤٨٦) ❸ ترمذي، كتاب الطهارة، باب ما جاء في تخليل اللحية، ٣١، وسنده حسن؛ ابن ماجه، ٤٣٠؛ حاكم، ١/ ١٤٩؛ ابن حبان، ١٠٨١؛ بيهقي، ١/ ٤٥، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ (صحيح ترمذي، ٢٨) ❹ ابوداود، كتاب الطهارة، باب تخليل اللحية، ١٤٥، وسنده ضعيف ولید بن زوران، لین الحدیث راوی ہے۔ بيهقي، ١/ ٥٤؛ حاكم، ١/ ١٤٩، وسنده صحيح۔

❺ ابوداود، كتاب الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ٨٦١ وسنده صحيح؛ ترمذي، ٣٠٢؛ ابن ماجه ٢٤٦٠؛ احمد، ٤/ ٣٤٠؛ بيهقي، ٢/ ١٣٤، شیخ البانی نے اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (صحيح ترمذي، ٢٤٧)

❻ صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الاستنثار في الوضوء، ١٦١؛ صحيح مسلم، ٢٣٧؛ ابن ماجه، ٤٠٩؛ احمد، ٢/ ٤٠١؛ ابن حبان، ١٤٣٨؛ بيهقي، ١/ ١٠٣۔

اور روایت میں ہے ''تم میں سے جو وضو کرے وہ اپنے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالے اور اچھی طرح ڈالے۔'' ❶ مسند احمد اور بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وضو کرنے بیٹھے تو منہ دھویا ایک چلو پانی لے کر کلی کی اور ناک صاف کیا پھر ایک چلو لے کر داہنا ہاتھ دھویا پھر ایک چلو لے کر اس سے بایاں ہاتھ دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر پانی کا ایک چلو لے کر اپنے داہنے پاؤں پر ڈال کر اسے دھویا پھر ایک چلو سے بایاں پاؤں دھویا پھر فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔ ❷ ﴿اِلَی الْمَرَافِقِ﴾ سے ''مَعَ الْمَرَافِقِ'' ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا﴾ یعنی ''یتیموں کے مالوں کو اپنے مالوں سمیت نہ کھا جایا کرو یہ بڑا ہی گناہ ہے۔'' اسی طرح یہاں بھی ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک نہیں بلکہ کہنیوں سمیت دھونا چاہئے۔ دار قطنی وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہوئے اپنی کہنیوں پر پانی بہاتے تھے ❸ لیکن اس کے دو راویوں میں کلام ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ وضو کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ کہنیوں سے آگے اپنے بازو کو بھی وضو میں دھولے کیونکہ بخاری و مسلم میں حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''میری امت وضو کے نشانوں کی وجہ سے قیامت کے دن چمکتے اعضا سے آئے گی پس تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اپنی چمک کو دور تک لے جائے۔'' ❹ صحیح مسلم میں ہے ''مؤمن کو وہاں تک زیور پہنائے جائیں گے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا تھا۔'' ❺ ﴿بِرُءُوْسِكُمْ﴾ میں جو ''ب'' ہے اس کا الصاق یعنی ملا دینے کے لئے ہونا تو زیادہ ظاہر ہے اور تبعیض یعنی کچھ حصے کے لئے ہونا تامل طلب ہے۔ بعض اصولی حضرات فرماتے ہیں چونکہ آیت میں اجمال ہے اس لیے سنت نے جو اس کی تفصیل کی ہے وہی معتبر ہے اور اسی کی طرف لوٹنا پڑے گا۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا آپ وضو کر کے ہمیں بتلائیے آپ نے پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ دو دو دفعہ دھوئے پھر تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' تین ہی دفعہ اپنا منہ دھویا' پھر کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے' پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا سر کے ابتدائی حصے سے گدی تک لے گئے پھر وہاں سے یہیں تک واپس لائے' پھر اپنے دونوں پیر دھوئے ❻ (بخاری و مسلم) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ اسی طرح منقول ہے۔ ❼ ابوداؤد میں حضرت معاویہ، اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ یہ حدیثیں دلیل ہیں اس پر کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ یہی مذہب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہی مذہب ان تمام حضرات کا ہے۔ جو آیت کو مجمل مانتے ہیں اور حدیث کو اس کا بیان جانتے ہیں۔ حنفیوں کا خیال ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے جو سر کا ابتدائی حصہ ہے اور ہمارے ساتھی یعنی شافعی کہتے ہیں کہ فرض صرف اتنا ہے جتنے پر مسح کا اطلاق ہو

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الاستجمار وترا، ۱۶۲؛ صحیح مسلم، ۲۳۷؛ ابوداود، ۱۴۰؛ احمد، ۲/ ۲۷۸؛ ابن حبان، ۱۴۳۹۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الوجه بالیدین من غرفة واحدة، ۱۴۰؛ احمد، ۱/ ۲۶۸؛ بیهقی، ۱/ ۵۳۔ ❸ دارقطنی، ۱/ ۸۳، ۲۶۸، وسنده ضعیف؛ بیهقی، ۱/ ۵۶۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء، ۱۳۶؛ صحیح مسلم، ۲۴۶؛ احمد، ۲/ ۴۰؛ ابن حبان، ۱۰۴۶؛ بیهقی، ۱/ ۵۷۔ ❺ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء، ۲۵۰؛ احمد، ۲/ ۳۷۱؛ ابن حبان، ۱۰۴۵؛ بیهقی، ۱/ ۵۶۔

❻ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب مسح الرأس كله، ۱۸۵؛ صحیح مسلم، ۲۳۵؛ ابوداود، ۱۱۸؛ ترمذی، ۳۲، ابن ماجه، ۴۳۴؛ احمد، ۴/ ۳۸؛ ابن حبان، ۱۰۸۴؛ بیهقی، ۱/ ۵۹۔

❼ ابوداود، کتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبی ﷺ، ۱۱۱، وسنده صحیح؛ احمد، ۱/ ۱۲۲؛ ابن حبان، ۱۰۵۶؛ بیهقی، ۱/ ۵۰؛ ترمذی، ۴۹، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی، ۴۹)

جائے اس کی کوئی حد نہیں سر کے چند بالوں پر بھی مسح ہو گیا تو فرضیت پوری ہو گئی۔ ان دونوں جماعتوں کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ جب آپ قضائے حاجت کر چکے تو مجھ سے پانی طلب کیا میں لوٹا لے آیا' آپ نے اپنے دونوں پہونچے دھوئے پھر منہ دھویا پھر کلائیوں پر سے کپڑا ہٹایا اور پیشانی سے ملے ہوئے بالوں اور پگڑی پر مسح کیا اور دونوں جرابوں پر بھی ❶ الخ (مسلم وغیرہ) اس کا جواب امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی یہ دیتے ہیں کہ سر کے ابتدائی حصہ پر مسح کر کے باقی پگڑی پر پورا کر لیا اور اس کی بہت مثالیں احادیث میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پگڑی پر اور جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے پس یہی اولیٰ ہے اور اس میں ہرگز اس بات پر کوئی دلالت نہیں کہ سر کے بعض حصے پر یا صرف پیشانی کے بالوں پر ہی مسح کرے اور اس کی تکمیل پگڑی پر نہ ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ سر کا مسح بھی تین بار ہو یا ایک ہی بار؟ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب اول ہے اور امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کا دوم۔ دلائل یہ ہیں' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وضو کرنے بیٹھتے ہیں اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالتے ہیں' انہیں دھو کر پھر کلی کرتے ہیں اور ناک میں پانی ڈالتے ہیں پھر تین مرتبہ منہ دھوتے ہیں پھر تین تین بار دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوتے ہیں پہلے دایاں پھر بایاں' پھر اپنے سر کا مسح کرتے ہیں پھر دونوں پیر تین تین بار دھوتے ہیں پہلے دایاں پھر بایاں۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا اور وضو کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' ❷ (بخاری و مسلم) سنن ابی داؤد میں اسی روایت میں سر کے مسح کرنے کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ کیا۔ ❸ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے ❹ اور جن لوگوں نے سر کے مسح کو بھی تین بار کہا ہے انہوں نے اس حدیث سے دلیل لی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا۔ ❺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر اسی طرح روایت ہے اور اس میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں' اور اس میں ہے کہ پھر آپ نے تین مرتبہ سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ اپنے دونوں پیر دھوئے پھر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا اور آپ نے فرمایا ''جو ایسا وضو کرے اسے کافی ہے'' ❻ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جو احادیث صحاح میں مروی ہیں ان سے تو سر کا مسح ایک بار ہی ثابت ہوتا ہے۔

﴿اَرْجُلَكُمْ﴾ لام کے زبر سے عطف ہے۔ ﴿وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ﴾ پر ماتحت ہے دھونے کے حکم کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یونہی پڑھتے تھے اور یہی فرماتے تھے۔ ❼ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عروہ' حضرت عطا' حضرت عکرمہ' حضرت حسن'

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ، ۲۷۴؛ ابو داود، ۱۵۰؛ ابن ماجه ۱۳۲٦؛ احمد، ۴/ ۲۴۸؛ ابن حبان، ۱۳۴۷؛ بیھقی، ۱/ ۵۸۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ۱۵۹؛ صحیح مسلم، ۲۲٦؛ ابو داود ۱۰٦؛ عبدالرزاق، ۱۳۹؛ احمد ۱/ ۵۹؛ بیھقی، ۱/ ۵۷۔

❸ ابو داود، کتاب الطھارۃ، باب صفۃ الوضوء، ۱۰۸، وسندہ ضعیف سعید بن زیاد المؤذن مجہول الحال راوی ہے۔

❹ ابو داود، کتاب الطھارۃ، باب صفۃ الوضوء، ۱۱۱؛ ترمذی، ۴۸ وسندہ صحیح نسائی، ۹۲، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابو داود، ۱۰۲) ❺ صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء الصلاۃ عقبه، ۲۳۰۔

❻ ابو داود، کتاب الطھارۃ، باب صفۃ الوضوء، ۱۰۷، وسندہ حسن شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابو داود، ۹۸) ❼ الطبری، ۱۰/ ۵۵۔

حضرت مجاہد' حضرت ابراہیم' حضرت ضحاک' حضرت سدی' حضرت مقاتل بن حیان' حضرت زہری' حضرت ابراہیم تیمی ﷭ وغیرہ کا یہی قول ہے اور یہی قراءت ہے ❶ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ پاؤں دھونے چاہئیں یہی فرمان سلف کا ہے اور یہیں سے جمہور نے وضو کی ترتیب کے وجوب پر استدلال کیا ہے صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں وہ وضو میں ترتیب کو شرط نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر ہاتھ دھوئے پھر منہ دھوئے' جب بھی جائز ہے اس لئے کہ آیت نے ان اعضاء کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ واؤ کی دلالت ترتیب پر نہیں ہوتی۔ اس کے جواب جمہور نے کئی ایک دیئے ہیں' ایک تو یہ کہ ''ف'' ترتیب پر دلالت کرتی ہے آیت کے الفاظ میں نماز پڑھنے والے کو منہ دھونے کا حکم ﴿فَاغْسِلُوْا﴾ سے ہوتا ہے۔ تو کم از کم منہ کا اول دھونا تو لفظوں سے ثابت ہو گیا۔ اب اس کے بعد کے اعضاء میں ترتیب اجماع سے ثابت ہے جس میں خلاف نظر نہیں آتا۔ پھر جب کہ ''ف'' جو تعقیب کے لیے ہے اور جو ترتیب کی مقتضی ہے ایک پر داخل ہو چکی تو اس ایک کی ترتیب مانتے ہوئے دوسرے کی ترتیب کا انکار کوئی نہیں کرتا بلکہ یا تو سب کی ترتیب کے قائل ہیں یا کسی ایک کی بھی ترتیب کے قائل نہیں' پس یہ آیت ان پر یقیناً حجت ہے جو سرے سے ترتیب کے منکر ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ واؤ ترتیب پر دلالت نہیں کرتا اسے بھی ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ ترتیب پر دلالت کرتا ہے جیسے کہ نحویوں کی ایک جماعت کا اور بعض فقہا کا مذہب ہے پھر یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ بالفرض لغتاً اس کی دلالت ترتیب پر نہ بھی ہوتا ہم شرعاً تو جن چیزوں میں ترتیب ہو سکتی ہے ان میں اس کی دلالت ترتیب پر ہوتی ہے۔

صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ شریف کا طواف کر کے باب صفا سے نکلے تو آپ آیت ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ ❷ کی تلاوت کر رہے تھے اور فرمایا ''میں اسی سے شروع کروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے بیان فرمادیا۔'' چنانچہ صفا سے سعی شروع کی' ❸ نسائی میں رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم دینا بھی مروی ہے ❹ ''اس سے شروع کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے'' اس کی اسناد بھی صحیح ہیں اور اس میں امر ہے پس معلوم ہوا کہ جس کا ذکر پہلے ہوا سے پہلے کرنا اور اس کے بعد اسے جس کا ذکر بعد میں ہو کرنا واجب ہے پس صاف ثابت ہو گیا کہ ایسے مواقع پر شرعاً ترتیب مراد ہوتی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔
تیسری جماعت جواباً کہتی ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے کے حکم اور پیروں کو دھونے کے حکم کے درمیان سر کے مسح کے حکم کو بیان کرنا صاف دلیل ہے اس امر کی کہ مراد ترتیب کو باقی رکھنا ہے ورنہ نظم کلام کو یوں الٹ پلٹ نہ کیا جاتا۔ ایک جواب اس کا یہ بھی ہے کہ ابوداؤد وغیرہ میں صحیح سند سے مروی ہے حضور ﷺ نے اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھو کر وضو کیا پھر فرمایا ''یہ وضو ہے کہ جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا۔'' ❺ اب دو صورتیں ہیں یا تو اس وضو میں ترتیب تھی یا نہ تھی۔ اگر کہا جائے کہ حضور ﷺ کا یہ وضو مرتب تھا یعنی باقاعدہ ایک کے پیچھے ایک عضو دھویا تھا تو معلوم ہوا کہ جس وضو میں تقدیم و تاخیر ہو اور صحیح طور پر ترتیب نہ ہو وہ نماز نامقبول ہے' لہٰذا ترتیب واجب و فرض ہے۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اس وضو میں ترتیب نہ تھی بلکہ اٹنگ بٹنگ تھا' پیر دھو لئے پھر کلی

---

❶ الطبری، ۱۰/ ۵۵۔ ❷ ۲/ البقرة: ۱۵۸۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، ۱۲۱۸، ابوداود، ۱۹۰۵؛ ابن ماجه، ۳۰۷۴۔ ❹ السنن الکبریٰ للنسائی، ۳۹۶۸، وسنده صحیح، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ۱۰۱۷) ❺ ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی الوضوء مرة مرتین وثلاثا، ۴۱۹، وسنده ضعیف جداً زید العمی ضعیف اور اس کا بیٹا عبدالرحیم متروک راوی ہے۔ دارقطنی، ۱/ ۸۰؛ بیهقی، ۱/ ۸۰ عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہما، شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفه، ۴۷۳۵)

کر لی پھر مسح کر لیا پھر منہ دھو لیا وغیرہ تو عدم ترتیب واجب ہو جائے گی حالانکہ اسکا قائل امت میں سے ایک بھی نہیں پس ثابت ہو گیا کہ وضو میں ترتیب فرض ہے آیت کے اس جملے کی ایک قرأت اور بھی ہے۔ ﴿وَاَرْجُلِكُمْ﴾ لام کے زیر سے اور اسی سے شیعہ نے اپنے اس قول کی دلیل لی ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عطف سر کے مسح کرنے پر ہے بعض سلف سے بھی کچھ ایسے اقوال مروی ہیں۔ جن سے مسح کے قول کا وہم پڑتا ہے چنانچہ ابن جریر میں ہے کہ موسیٰ بن انس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ حجاج نے اہواز میں خطبہ دیتے ہوئے طہارت اور وضو کے احکام میں کہا ہے کہ منہ ہاتھ دھوؤ اور سر کا مسح کرو اور پیروں کو دھویا کرو عموماً پیروں پر ہی گندگی لگتی ہے پس تلووں کو اور پیروں کی پشت کو اور ایڑی کو خوب اچھی طرح دھویا کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور حجاج جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ﴾ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ پیروں کا جب مسح کرتے انہیں بالکل بھگو لیا کرتے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پیروں کا دھونا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وضو میں دو چیزوں کا دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیت میں پیروں پر مسح کرنے کا بیان ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما علقمہ ابو جعفر محمد بن علی اور ایک روایت میں حضرت حسن اور جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہم اور ایک روایت میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیروں پر مسح کر لیا کرتے تھے۔ شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جن چیزوں کے دھونے کا حکم تھا ان پر تو تیمم کے وقت مسح کا حکم رہا اور جن چیزوں کے مسح کا حکم تھا تیمم کے وقت انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام پیروں کے دھونے کا حکم لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا جبرئیل مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ پس یہ سب آثار بالکل غریب ہیں اور محمول ہیں اس امر پر کہ مراد مسح سے ان بزرگوں کی ہلکا دھونا ہے' کیونکہ سنت سے صاف ثابت ہے کہ پیروں کا دھونا واجب ہے یاد رہے کہ زیر کی قرأت یا تو محاورت اور تناسب کلام کی وجہ سے ہے۔ جیسے عرب کا کلام "جُحْرُ ضَبٍّ خَرِبٍ" میں اور اللہ تعالیٰ کے کلام ﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ﴾ ❶ میں۔ لغت عرب میں پاس ہونے کی وجہ سے دونوں لفظوں کو ایک ہی اعراب دے دینا یہ اکثر پایا گیا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک توجیہ یہ بھی بیان کی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب پیروں پر جرابیں ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد مسح سے ہلکا دھو لینا ہے جیسے کہ بعض روایتوں میں سنت سے ثابت ہے الغرض پیروں کا دھونا فرض ہے جس کے بغیر وضو نہ ہوگا آیت میں بھی یہی ہے اور احادیث میں بھی یہی ہے جیسے کہ اب ہم انہیں وارد کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بیہقی میں ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز کے بعد بیٹھک میں بیٹھے رہے اور عصر تک لوگوں کے کام کاج میں مشغول رہے پانی منگوایا اور ایک چلو سے منہ کا اور دونوں ہاتھوں کا سر کا اور دونوں پیروں کا مسح کیا اور کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمانے لگے کہ لوگ کھڑے کھڑے پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا "یہ وضو ہے اس کا جو بے وضو نہ ہوا ہو" ❷ (بخاری) شیعوں میں سے جن لوگوں نے پیروں کا مسح اسی طرح قرار دیا جس طرح جرابوں پر مسح کرتے ہیں' ان لوگوں نے یقیناً غلطی کی اور لوگوں کو گمراہی میں

❶ ۷٦/ الدھر: ۲۱۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب الشرب قائما، ۵٦۱۵، ۵٦۱٦، ابو داود، ۳۷۱۸، الشمائل، ۲۱۰، احمد، ۱/ ۷۸؛ ابن حبان ۱۰۵۷، بیہقی، ۱/ ۷۵۔

ڈالا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی خطا کار ہیں جو مسح اور دھونے دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور جن لوگوں نے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ انہوں نے احادیث کی بنا پر پیروں کے دھونے کو اور آیت قرآنی کی بنا پر پیروں کے مسح کو فرض قرار دیا ہے ان کی تحقیق بھی صحیح نہیں۔ تفسیر ابن جریر ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروں کو رگڑنا واجب ہے اور اعضاء میں یہ واجب نہیں کیونکہ پیر زمین اور مٹی وغیرہ سے ملتے رہتے ہیں تو ان کا دھونا ضروری ہے تاکہ جو کچھ لگا ہو ہٹ جائے لیکن اس رگڑنے کے لئے مسح کا لفظ وہ لائے ہیں اور اسی سے بعض لوگوں کو یہ شبہ سا ہو گیا۔ اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مسح اور غسل کے درمیان اس طرح جمع کر دی ہے حالانکہ دراصل اس کے کچھ معنی ہی نہیں ہوتے مسح تو غسل میں داخل ہے چاہے مقدم ہو چاہے موخر ہو پس حقیقتاً امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ وہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور اس کو نہ سمجھ کر اکثر فقہا نے اسے مشکل جان لیا۔ میں نے بار بار غور و فکر کیا تو مجھ پر صاف طور سے یہ عیاں ہو گیا ہے۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں قراءتوں میں جمع کرنا تلاش کر رہے ہیں پس زیر کی قراءت یعنی مسح کو تو وہ محمول کرتے ہیں ''دلک'' پر یعنی اچھی طرح مل رگڑ کر صاف کرنے پر اور زبر کی قراءت تو غسل پر یعنی دھونے پر ہے ہی، پس وہ دھونے کو اور ملنے کو دونوں کو واجب کہتے ہیں تاکہ زیر اور زبر دونوں کی قرائتوں پر ایک ساتھ عمل ہو جائے۔ اب ان احادیث کو سنئے جن میں پیروں کے دھونے کے ضروری ہونے کا ذکر ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان، امیر المؤمنین حضرت علی بن ابو طالب، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم، حضرت مقداد بن معد یکرب رضی اللہ عنہم کی روایات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے اپنے پیروں کو دھویا ایک بار یا دو بار یا تین بار، عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے دونوں پیر دھوئے پھر فرمایا ''یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔'' ❶ بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک سفر میں رسول اللہ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جب آپ آئے تو ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے کیونکہ عصر کی نماز کا وقت موخر ہو چکا تھا۔ ہم نے جلدی جلدی اپنے پیروں پر چھوا چھوئی شروع کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بلند آواز سے فرمایا ''وضو کو کامل اور پورا کرو ایڑیوں کو خرابی ہے آگ لگنے سے۔'' ❷ ایک اور حدیث میں ہے ''ویل ہے ایڑیوں کے لئے اور تلوؤں کے لئے آگ سے'' ❸ (بیہقی و حاکم) اور روایت میں ہے ''ٹخنوں کو ویل ہے آگ سے'' ❹ (مسند احمد) ایک شخص کے پیر میں ایک درہم کے برابر جگہ بے دھلی دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خرابی ہے ایڑیوں کے لئے آگ سے'' ❺ (مسند احمد) ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کچھ لوگوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھ کر جن کی ایڑیوں پر اچھی طرح پانی نہیں پہنچا تھا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان ایڑیوں کو آگ سے خرابی ہوگی۔'' ❻ مسند احمد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ وارد ہیں ابن جریر میں دو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان الفاظ کو کہنا وارد ہے۔ راوی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر تو مسجد میں ایک بھی شریف و وضیع ایسا نہ رہا جو اپنی ایڑیوں

---

❶ اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب من رفع صوته بالعلم، ٦٠؛ صحیح مسلم، ٢٤١؛ ابوداود، ٩٧؛ ابن ماجه، ٤٥٠؛ احمد، ٢/ ١٩٣؛ ابن حبان، ١٠٥٥؛ بیهقی، ١/ ٦٨۔

❸ حاکم، ١/ ١٦٢؛ احمد، ٤/ ١٩١ وسنده ضعیف؛ بیهقی، ١/ ٧٠۔

❹ احمد٣/ ٣٦٩، وسنده صحیح۔

❺ احمد٣/ ٣٩٠، وهو صحیح بالشواهد، مسندالطیالسی، ١٧٩٧، ابن ابی شیبه، ١/ ٢٦، مسند ابی یعلیٰ، ٢٠٦٥، یہ روایت صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ٢٣/ ٢٢٠)

❻ ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب غسل العراقیب، ٤٥٠؛ احمد، ٣/ ٣١٦، وسنده ضعیف واصل الحدیث صحیح بالشواهد۔

کو موڑ موڑ کر نہ دیکھتا ہو ❶ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کی ایڑی یا ٹخنے میں بقدر ایک درہم کے جلد خشک رہ گئی تھی تو یہی فرمایا پھر تو یہ حالت تھی کہ اگر ذرا سی جگہ بھی کسی کے پیر کی خشک رہ جاتی تو وہ پورا وضو پھر سے کرتا ❷ پس ان احادیث سے کھلم کھلا ظاہر ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہے اگر ان کا مسح فرض ہوتا تو ذرا سی جگہ کے خشک رہ جانے پر اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ وعید اور وہ بھی آگ جہنم کی وعید سے نہ ڈراتے' اس لئے کہ مسح میں ذرا ذرا سی جگہ پر ہاتھ کا پہنچانا داخل ہی نہیں للہذا پھر تو پیر کے مسح کی وہی صورت ہوگی جو جرابوں پر مسح کرنے کی ہے یہی چیز امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے شیعوں کے مقابلہ میں پیش کی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اس کا پیر کسی جگہ سے ناخن کے برابر دھلا نہیں' خشک رہ گیا تو آپ نے فرمایا ''لوٹ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو'' ❸ بیہقی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک نمازی کو آپ نے نماز میں دیکھا کہ اس کے پیر میں بقدر درہم کے جگہ خشک رہ گئی ہے تو اسے وضو لوٹانے کا حکم کیا۔ ❹ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے وضو کا طریقہ جو مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے انگلیوں کے درمیان خلال بھی کیا۔ سنن میں ہے حضرت صبرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے وضو کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ''وضو کامل اور اچھا کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی اچھی طرح دو' ہاں روزے کی حالت میں ہو تو اور بات ہے۔'' ❺ مسند احمد و مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' یا رسول اللہ! مجھے وضو کی بابت خبر دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص وضو کا پانی لے کر کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے منہ سے اور نتھنوں سے پانی کے ساتھ ہی خطائیں جھڑ جاتی ہیں جب کہ وہ ناک جھاڑتا ہے پھر جب وہ منہ دھوتا ہے جیسا کہ اللہ کا حکم ہے تو اس کے منہ کی خطائیں داڑھی اور داڑھی کے بالوں سے پانی کے گرنے کے ساتھ ہی جھڑ جاتی ہیں' پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ اس کی پوریوں کی طرف سے جھڑ جاتے ہیں پھر وہ مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی خطائیں اس کے بالوں کے کناروں سے پانی کے ساتھ ہی جھڑ جاتی ہیں پھر جب وہ اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت مطابق حکم ربانی دھوتا ہے تو انگلیوں سے پانی ٹپکنے کے ساتھ ہی اس کے پیروں کے گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں پھر وہ کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے لائق جو حمد و ثنا ہے اسے بیان کر کے دو رکعت نماز جب ادا کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ آج پیدا ہوا ہو۔'' یہ سن کر حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے کہا خوب غور کر لیجیے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں رسول ﷺ سے آپ نے اسی طرح سنا ہے؟ کیا یہ سب کچھ ایک ہی مقام میں انسان حاصل کر لیتا ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابو امامہ! میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری ہڈیاں ضعیف ہو چکی ہیں میری موت قریب آ پہنچی ہے مجھے کیا فائدہ؟ جو میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولوں' ایک دفعہ نہیں' دو دفعہ نہیں' تین دفعہ نہیں میں نے اسے حضور ﷺ کی زبانی سات بار بلکہ اس بھی زیادہ

---

❶ الطبری، ۱۰/ ۷۳ اس روایت میں مطرح بن یزید، عبیداللہ بن زحر (الجرح والتعدیل، ۸/ ۴۰۹، ۵/ ۳۱۵) علی بن یزید (مجمع الزوائد ۱/ ۱۵۹) ضعیف رواۃ ہیں۔

❷ طبرانی، ۸۱۰۹، ۸۱۱۶؛ مجمع الزوائد ۱/ ۲۴، الطبری، ۱۰/ ۷۴ اس روایت میں لیث بن ابی سلیم مختلط راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۱۳۸)

❸ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطهارة، ۲۴۳۔

❹ احمد ۳/ ۱۴۶، ابوداود، کتاب الطهارة، باب تفریق الوضوء ۱۷۳، وھو صحیح ابن ماجه، ۶۶۵، مسند ابویعلی، ۲۹۴۴، بیهقی ۱/ ۸۳، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء تحت رقم، ۸۶)

❺ ابوداود، کتاب الصیام، باب الصائم یصب علیه الماء من العطش ویبالغ فی الإستنشاق، ۲۳۶۶، وسنده صحیح ترمذی، ۷۸۸، ابن ماجه، ۴۰۷، ابن حبان، ۱۰۵۴، بیهقی ۱/ ۵۰، حاکم ۱/ ۱۴۷، شیخ البانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ۹۲۷)

بارسنا ہے۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ صحیح مسلم کی دوسری سند والی حدیث میں ہے ''پھر وہ اپنے دونوں پاؤں کو دھوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے۔'' ❶ پس صاف ثابت ہوا کہ قرآن کا حکم پیروں کے دھونے کا ہے۔ ابو اسحٰق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حارث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھوؤ ❷ جیسے کہ تم حکم کئے گئے ہو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دونوں قدم جوتی میں ہی بھگو لئے' اس سے مراد جوتیوں میں ہی ہلکا دھونا ہے اور چپل جوتی پیر میں ہوتے ہوئے پیر دھل سکتا ہے۔ غرض یہ حدیث بھی دھونے کی دلیل ہے البتہ اس سے وسواسی اور وہمی لوگوں کا رد ہوتا ہے جو حد سے گزر جاتے ہیں اسی طرح وہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک قوم کے کوڑا ڈالنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی منگوا کر وضو کیا اور اپنے نعلین پر مسح کر لیا۔ ❸ لیکن یہی حدیث دوسری سندوں سے مروی ہے اور ان میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی جرابوں پر مسح کیا' ❹ اور ان میں اس طرح جمع بھی ہو سکتی ہے کہ جرابیں پیروں میں تھیں اور ان پر نعلین تھے اور ان دونوں پر آپ ﷺ نے مسح کر لیا یہی مطلب اس حدیث کا بھی ہے۔ مسند احمد میں اوس بن ابو اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے میرے دیکھتے ہوئے وضو کیا اور اپنے نعلین پر مسح کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ❺ یہی روایت دوسری سند سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ کا کوڑے پر پیشاب کرنا پھر وضو کرنا اور اس میں نعلین اور دونوں قدموں پر مسح کرنا مذکور ہے' ❻ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اسے لائے ہیں پھر فرمایا ہے کہ یہ محمول ہے اس پر کہ اس وقت آپ ﷺ کا پہلا وضو تھا (یا محمول ہے اس پر کہ نعلین جرابوں کے اوپر تھے۔ مترجم) بھلا کوئی مسلمان اسے کیسے قبول کر سکتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے فریضے میں اور پیغمبر کی سنت میں تعارض ہو اللہ تعالیٰ کچھ فرمائے اور پیغمبر کچھ اور ہی کریں۔ پس حضور ﷺ کے دوامی فعل سے وضو میں پیروں کے دھونے کی فرضیت ثابت ہے اور آیت کا صحیح مطلب بھی یہی ہے جس کے کانوں تک یہ دلائل پہنچ جائیں اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو گئی چونکہ زبر کی قراءت سے پیروں کا دھونا اور زیر کی قراءت کا بھی اسی پر محمول ہونا فرضیت کا قطعی ثبوت ہے اس لئے بعض سلف تو یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ اس آیت سے جرابوں کے مسح کا حکم منسوخ ہے۔ گو ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی مروی ہے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں بلکہ خود آپ سے صحت کے ساتھ اس کا خلاف ثابت ہے۔ اور جن کا بھی یہ قول ہے ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔ بلکہ حضور ﷺ سے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سورۂ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد ہی میں مسلمان ہوا اور اپنے اسلام کے بعد میں نے پیغمبر خدا ﷺ کو جرابوں پر مسح کرتے دیکھا۔ ❼ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کرتے ہوئے اپنی جرابوں پر مسح

---

❶ احمد، ٤/ ١١٢؛ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب اسلام عمرو بن عبسة، ٨٣٢۔

❷ اس کی سند میں الحارث الاعور ضعیف راوی ہے (التقریب، ١/ ١٤١، رقم، ٣٩) لیکن اس کے شواہد موجود ہیں۔

❸ الطبری، ١٠/ ٧٥؛ اس روایت میں اعمش مدلس راوی ہے۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین، ٢٧٣؛ ابوداود، ٢٣؛ ترمذی، ١٣؛ ابن ماجه ٣٠٦؛ احمد، ٥/ ٤٠٢؛ بیهقی، ١/ ١٠٠؛ ابن حبان، ١٤٢٧۔

❺ احمد، ٤/ ٨، معرفة الصحابة، ٩٧٨؛ طبرانی، ٦٠٧ اس کی سند میں یعلیٰ کا باپ عطاء العامری مجہول راوی ہے۔ (المیزان، ٥/ ٩٩، رقم، ٥٦٦٨)

❻ ابوداود، کتاب الطهارة، باب ٦٢، رقم، ١٦٠ وهو حسن طبرانی، ١٠/ ٧٥؛ بیهقی، ١/ ٢٨٧، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابو داؤد، ١٤٥)

❼ احمد، ٤/ ٣٦٣ وهو صحیح بالشواهد شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ١/ ١٣٦)

کیا۔ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کرتے ہیں؟ تو فرمایا ہاں یہی کرتے ہوئے میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دیکھا ہے۔ ❶ راویٔ حدیث ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں کو یہ حدیث بہت اچھی لگتی تھی۔اس لئے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا اسلام ہی سورۂ مائدہ کے نازل ہوچکنے کے بعد کا تھا احکام کی بڑی بڑی کتابوں میں تواتر کے ساتھ حضور ﷺ کے قول وفعل سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے اب مسح کی مدت ہے یا نہیں؟ اس کے ذکر کی یہ جگہ نہیں' احکام کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔رافضیوں نے اس میں بھی خلاف کیا ہے اور اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں صرف جہالت اور ضلالت ہے۔خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح مسلم میں یہ حدیث ثابت ہے ❷ لیکن روافض اسے نہیں مانتے' جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری و مسلم میں نکاح متعہ کی ممانعت ثابت ہے ❸ لیکن شیعہ اسے مباح قرار دیتے ہیں ٹھیک اسی طرح یہ آیہ کریمہ دونوں پیروں کے دھونے پر صاف دلالت کرتی ہے اور یہی امر حضور ﷺ کا متواتر احادیث سے ثابت ہے لیکن شیعہ جماعت اس کی بھی مخالف ہے فی الواقع ان مسائل میں ان کے ہاتھ دلیل سے بالکل خالی ہیں' وللہ الحمد۔اسی طرح ان لوگوں نے آیت کا اور سلف صالحین کا کعبین کے بارے میں بھی خلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر قدم کی پشت پر ایک ٹخنہ ہے پس ان کے نزدیک ہر قدم میں ایک ہی کعب یعنی ٹخنہ ہے اور جمہور کے نزدیک ٹخنے کی وہ ہڈیاں جو پنڈلی اور قدم کے درمیان ابھری ہوئی ہیں وہ کعبین ہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جن کعبین کا یہاں ذکر ہے یہ ٹخنے کی دو ہڈیاں ہیں جو ادھر ادھر قدرے ظاہر دونوں طرف ہیں ایک ہی قدم میں کعبین ہیں لوگوں کے عرف میں بھی یہی ہے اور حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے۔بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے ہوئے اپنے داہنے پاؤں کو کعبین سمیت دھویا پھر بائیں کو بھی اسی طرح ❹ بخاری میں تعلیقاً بصیغہ جزم اور صحیح ابن خزیمہ میں اور سنن ابی داؤد میں ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''اپنی صفیں ٹھیک ٹھیک درست کر لو تین بار یہ فرما کر فرمایا قسم اللہ تعالیٰ کی یا تو تم اپنی صفوں کو پوری طرح درست کرو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔'' حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ راوی حدیث فرماتے ہیں پھر تو یہ ہو گیا کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنا' گھٹنے سے گھٹنا اور کندھے سے کندھا ملا لیا کرتا تھا۔ ❺ اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ کعبین اس ہڈی کا نام نہیں جو قدم کی پشت کی طرف ہے کیونکہ اس کا ملانا دو پاس پاس کے شخصوں میں ممکن نہیں بلکہ یہ وہی دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں جو پنڈلی کے خاتمہ پر ہیں اور یہی مذہب اہل سنت کا ہے۔ابن ابی حاتم میں یحییٰ بن حارث تیمی سے منقول ہے کہ زید کے جو ساتھی شیعہ قتل کیے گئے تھے انہیں میں نے دیکھا تو ان کا ٹخنہ قدم کی پشت پر پایا یہ انہیں قدرتی سزا تھی جو ان کی موت کے بعد ظاہر کی گئی اور مخالفت حق کا اور کتمان حق کا بدلہ دیا گیا۔

اس کے بعد تیمم کی صورتیں اور تیمم کا طریقہ بیان ہوا ہے اس کی پوری تفسیر سورۂ نساء میں گزر چکی ہے لہٰذا یہاں بیان نہیں کی

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب صلاۃ فی الخفاف، ۳۸۷، صحیح مسلم، ۲۷۲، ابوداود، ۱۵٤، ترمذی ۹۳، ابن ماجه، ۵٤۳، احمد، ۵/ ۳٦٤، ابن حبان، ۱۳۳٦، بیهقی، ۱/ ۲۷۰۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، ۲۷٦۔

❸ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب نهی النبی ﷺ عن نکاح المتعة اخیرًا، ۵۱۱۵، صحیح مسلم، ۱٤۰۷، ترمذی، ۱۷۹٤، ابن ماجه، ۱۹٦۱، ابن حبان، ٤۱٤۰، بیهقی، ۷/ ۲۰۱۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ۱۵۹، صحیح مسلم، ۲۲٦۔

❺ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف تعلیقًا قبل حدیث، ۷۲۵؛ ابوداود، ٦٦۲، دارقطنی، ۱/ ۲۸۲؛ ابن حبان، ۲۱۷٦۔

جاتی۔ آیت تیمم کا شان نزول بھی وہیں بیان کر دیا گیا ہے لیکن امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کے متعلق خاص ایک حدیث وارد کی ہے اسے سن لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کا بیان ہے کہ میرے گلے کا ہار بیداء جگہ میں گر پڑا ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری روکی اور میری گود میں سر رکھ کر سو گئے اتنے میں میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ پر بگڑنے لگے کہ تو نے ہار کھو کر لوگوں کو روک دیا اور مجھے کچو کے مارنے لگے جس سے مجھے تکلیف ہوئی لیکن اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل اندازی نہ ہو میں ہلی جلی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جاگے اور صبح کی نماز کا وقت ہو گیا اور پانی کی تلاش کی گئی تو پانی نہ ملا اس پر یہ پوری آیت نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے آل ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تمہیں بابرکت بنا دیا ہے تم ان کے لئے سرتاپا برکت ہو۔ ❶ پھر فرماتا ہے ''اللہ تعالیٰ تم پر حرج ڈالنا نہیں چاہتا'' اسی لئے اپنے دین کو سہل آسان اور ہلکا کر رہا ہے۔ بوجھل سخت اور مشکل نہیں بناتا حکم تو اس کا یہ تھا کہ پانی سے وضو کرو لیکن جب میسر نہ ہو یا بیماری ہو تو تمہیں تیمم کرنے کی رخصت عطا فرماتا ہے۔ باقی احکام احکام کی کتابوں میں ملاحظہ ہوں۔ ''بلکہ اللہ تعالیٰ کی چاہت یہ ہے کہ تمہیں پاک صاف کر دے اور تمہیں پوری پوری نعمتیں عطا فرمائے تاکہ تم اس کی رحمتوں پر اس کی شکرگزاری کرو'' اس کی توسیع احکام اور رافت و رحمت آسانی اور رخصت پر اس کا احسان مانو۔ وضو کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تعلیم فرمائی جو گویا اس آیت کے ماتحت ہے۔ مسند احمد اور صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم باری باری اونٹوں کو چرایا کرتے تھے میں اپنی باری والی رات عشاء کے وقت چلا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں سے کچھ فرما رہے ہیں میں جب پہنچ گیا اس وقت میں نے آپ سے یہ سنا ''جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے دلی توجہ کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے اس کیلئے جنت واجب ہے۔'' میں نے کہا واہ واہ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ میری بات سن کر ایک صاحب نے جو میرے آگے ہی بیٹھے تھے فرمایا اس سے پہلے جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ اس سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ میں نے جو غور سے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ مجھ سے فرمانے لگے تم ابھی آئے ہو تمہارے آنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''جو شخص عمدگی اور اچھائی سے وضو کرے پھر کہے ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس میں سے چاہے داخل ہو۔'' ❷ اور روایت میں ہے ''جب ایمان واسلام والا وضو کرنے بیٹھتا ہے۔ اس کے منہ دھوتے ہوئے اس کی آنکھوں کی تمام خطائیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتی ہیں۔ اسی طرح ہاتھوں کے دھونے کے وقت ہاتھوں کی تمام خطائیں اور اسی طرح پیروں کے دھونے کے وقت پیروں کی تمام خطائیں ڈھل کر وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔'' ❸ تفسیر ابن جریر میں ہے ''جو شخص وضو کرے وہ اپنے ہاتھوں یا بازوؤں کو جب دھوتا ہے ان سے ان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں منہ کو دھوتے وقت منہ کے گناہ الگ ہو جاتے ہیں' سر کا مسح سر کے گناہ جھاڑ دیتا ہے' پیر کا دھونا ان کے گناہ دھو دیتا ہے۔'' دوسری سند میں سر کے مسح کا ذکر نہیں۔'' ❹ تفسیر ابن جریر میں ہے ''جو شخص اچھی طرح وضو کر کے =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله ﴿فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا﴾ ٤٦٠٨۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، ٢٣٤، ابوداود، ١٦٩، ترمذی، ٥٥، ابن ماجه، ٤٧٠، احمد، ٤/ ١٥٣، ابن حبان، ١٠٥٠، بیهقی، ١/ ٧٨۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، ٢٤٤، ترمذی، ٢، مؤطا امام مالك، ١/ ٣٢؛ احمد، ٢/ ٣٠٣، ابن حبان، ١٠٤٠، بیهقی، ١/ ٨١۔

❹ احمد، ٤/ ٢٣٤، ٢٣٥۔ اس کی سند صحیح لغیرہ کے درجہ کی ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحديثية: ٢٩/ ٦٠٠)

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۞ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۙ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۞ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۞

ترجمہ: تم پر رب کی جو نعمتیں نازل ہوئی ہیں انہیں یاد رکھو اور اس کے عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ ہوا ہے' جبکہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔[٧] اے ایمان والو! تم للّٰہیت کے ساتھ حق پر قائم ہو جاؤ راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے' عدل کیا کرو جو پرہیزگاری سے متصل ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بہت باخبر ہے۔[٨] اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کے لئے وسیع مغفرت اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔[٩] اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں۔[١٠] اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا ہے اسے یاد کرو جب کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کر لینا چاہیے۔[١١]

= نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اسکے کانوں سے آنکھوں سے ہاتھوں سے پاؤں سے سب گناہ الگ ہو جاتے ہیں۔" ❶ صحیح مسلم شریف میں ہے "وضو آدھا ایمان ہے۔ الحمد للہ کہنے سے نیکی کا پلڑا پر ہو جاتا ہے قرآن یا تو تیری موافقت میں دلیل ہے یا تیرے خلاف دلیل ہے۔ ہر شخص صبح صبح ہی اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے پس یا تو اپنے تئیں آزاد کرا لیتا ہے یا ہلاک کر گزرتا ہے" ❷ اور حدیث میں ہے "مال حرام کا صدقہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور بے وضو کی نماز بھی غیر مقبول ہے۔" ❸ (صحیح مسلم) یہ روایت ابوداؤد طیالسی' مسند احمد' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ❹

❶ الطبری، ١٠/ ٨٦؛ احمد، ٥/ ٢٥٢، وسنده ضعيف وهو صحيح بالشواهد، مجمع الزوائد، ١/ ٢٢٣۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء ٢٢٣؛ ترمذی، ٣٥١٧؛ عمل اليوم والليلة، ١٦٩؛ ابن ماجه، ٢٨٠؛ احمد، / ٣٤٢؛ ابن حبان، ٨٤٤۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، ٢٢٤؛ ترمذی، ١؛ احمد، ٢/ ٢٠؛ بيهقی، ١/ ٤٢۔

❹ احمد، ٥/ ٧٤؛ ابوداود كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، ٥٩، وسنده صحيح؛ نسائی ١٣٩؛ ابن ماجه ٢٧١؛ ابن حبان، ١٧٠٥؛ بيهقی، ١/ ٢٣٠، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحيح الجامع، ١٨٥٥)

عدل وانصاف سے کام لو اور اللہ کی نعمت یاد رکھو: [آیت: ۷۔۱۱] اس دین عظیم اور اس رسول کریم ﷺ کو بھیج کر جو احسان اللہ تعالیٰ نے اس امت پر کیا ہے اسے یاد دلا رہا ہے۔ اور اس عہد پر مضبوط رہنے کی انہیں ہدایت کر رہا ہے جو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی تابعداری اور امداد کرنے' دین پر قائم رہنے' اسے قبول کر لینے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کا کیا ہے۔ اسلام لانے کے وقت انہیں چیزوں کا ہر مؤمن اپنی بیعت میں اقرار کرتا تھا چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے الفاظ ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ ہم سنتے رہیں گے اور مانتے رہیں گے' خواہ جی چاہے خواہ نہ چاہے خواہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے اور کسی لائق شخص سے ہم کسی کام کو چھینیں گے نہیں۔ ❶ باری تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے ''کیوں ایمان نہیں لاتے؟ حالانکہ رسول ﷺ تمہیں رب تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اور انہوں نے تم سے عہد بھی لے لیا ہے اگر تمہیں یقین ہو۔'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں یہودیوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم سے حضور ﷺ کی تابعداری کے قول وقرار ہو چکے ہیں پھر آپ ﷺ کو نہ ماننے کے کیا معنی؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکال کر جو عہد اللہ رب العزت نے بنو آدم سے لیا تھا اسے یاد دلایا جا رہا ہے جو فرمایا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا ہاں ہم اس پر گواہ ہیں۔'' لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ سدی رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہی مروی ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو مختار بتلایا ہے۔ ہر حال میں انسان کو خوف رب تعالیٰ رکھنا چاہئے دلوں اور سینوں کے بھیدوں سے وہ واقف ہے۔

ایمان والو! لوگوں کے دکھانے کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے حق پر قائم ہو جاؤ اور عدل کے ساتھ صحیح گواہ بن جاؤ۔ بخاری و مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دے رکھا تھا میری ماں عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں تو اس وقت تک مطمئن نہیں ہونے کی جب تک کہ تم اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنا لو۔ میرے باپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے واقعہ بیان کیا تو آپ نے دریافت فرمایا ''کیا اپنی بقیہ اولاد کو بھی ایسا ہی عطیہ دیا ہے؟'' جواب دیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اپنی اولاد میں عدل کیا کرو جاؤ میں کسی ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔'' چنانچہ میرے باپ نے وہ صدقہ لوٹا لیا۔ ❷ پھر فرمایا دیکھو کسی کی عداوت اور ضد میں آ کر عدل سے نہ ہٹ جانا دوست ہو یا دشمن ہو تمہیں عدل وانصاف کا ساتھ دینا چاہئے۔ تقویٰ سے زیادہ قریب یہی ہے۔ ﴿هُوَ﴾ کی ضمیر کے مرجع پر دلالت فعل نے کر دی ہے جیسے کہ اس کی نظیریں قرآن میں اور بھی ہیں اور کلام عرب میں بھی' جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ﴾ ❸ یعنی ''اگر تم کسی مکان میں جانے کی اجازت مانگو اور نہ ملے بلکہ کہا جائے کہ واپس لوٹ جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ یہی تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔'' پس یہاں بھی ﴿هُوَ﴾ کی ضمیر کا مرجع مذکور نہیں لیکن فعل کی دلالت موجود ہے یعنی لوٹ جانا۔ اسی طرح مندرجہ بالا آیت میں یعنی عدل کرنا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں پر ﴿اَقْرَبُ﴾ افعل التفضیل کا صیغہ ایسے موقعہ پر ہے کہ دوسری جانب اور کوئی چیز نہیں جیسے اس آیت میں ہے۔ ﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ ❹ اور جیسے کسی صحابیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر سے کہنا=

❶ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون بعدی أمورا تنکرونها، ۷۰۵٦، صحیح مسلم، ۱۸٤۰، احمد، ٥/ ۳۲۱، بیهقی، ۸/ ۱٤٥۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الهبة، باب الإشهاد فی الهبة، ۲٥۸۷، صحیح مسلم، ۱٦۲۳، مؤطا امام مالك، ۲/ ۷٥۱، ۷٥۲، ابن حبان، ٥۱۰۰، بیهقی، ٦/ ۱۷٦۔

❸ ۲٤/ النور:۲۸۔ ❹ ۲٥/ الفرقان:۲٤۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ⑫ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ⑬ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ⑭

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لیا۔ اور انہیں میں سے بارہ سردار ہم نے مقرر فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز کو قائم رکھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں کو مانتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہتر قرض دیتے رہو گے تو یقیناً میں تمہاری برائیاں تم سے دور رکھوں گا اور تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اب جو اس عہد و پیمان کے بعد تم میں سے جو انکاری ہو جائے وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔[۱۲] پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت نازل فرما دی اور ان کے دل سخت کر دیئے کہ کلام کو اس جگہ سے بدل ڈالتے ہیں جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے ان کی ایک ایک خیانت پر تجھے اطلاع ملتی ہی رہے گی۔ ہاں تھوڑے سے ایسے نہیں بھی ہیں پس تو انہیں معاف کرتا جا اور درگزر کرتا رہ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔[۱۳] جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کے آپس میں بغض و عداوت ڈال دی جو تا قیامت رہے گی اور جو کچھ یہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ انہیں سب جتاوے گا۔[۱۴]

= کہ "اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" ❶ اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے خیر و شر کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں سے ان کے گناہوں کی بخشش کا اور انہیں اجر عظیم یعنی جنت دینے کا وعدہ کر چکا ہے۔ گو دراصل وہ اس رحمت کو صرف فضل ربانی سے حاصل کریں گے لیکن رحمت کی توجہ کا سبب ان کے نیک اعمال بنے۔ پس حقیقتاً ہر طرح قابل تعریف و ستائش اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس کا فضل و رحم ہے۔ حکمت و عدل کا تقاضا یہی تھا کہ ایمانداروں اور نیک

❶ صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، ٣٢٩٤، صحيح مسلم، ٢٣٩٦۔

کاروں کو جنت دی جائے اور کافر اور جھٹلانے والوں کو جہنم واصل کیا جائے۔ چنانچہ یونہی ہو گا۔

پھر اپنی ایک اور نعمت یاد دلاتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک منزل میں اترے لوگ ادھر ادھر سایہ دار درختوں کی تلاش میں لگ گئے۔ آپ نے اپنے ہتھیار اتار کر ایک درخت پر لگا دیئے۔ ایک اعرابی نے آ کر آپ کی تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے سونت کر آنحضرت ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اب بتا کہ مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فوراً جواب دیا "اللہ تعالیٰ۔" اس نے پھر یہی سوال کیا اور آپ نے پھر یہی جواب دیا تیسری مرتبہ کے جواب کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ اب آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آواز دی اور جب وہ آ گئے تو ان سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ اعرابی اس وقت بھی موجود تھا۔ لیکن آپ نے اس سے کوئی بدلہ نہ لیا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے دھوکے سے حضور ﷺ کو قتل کرنا چاہا تھا اور انہوں نے اس اعرابی کو آپ کی گھات میں بھیجا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام اور نامراد رکھا' [1]

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اس اعرابی کا نام صحیح احادیث میں غورث بن حارث آیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہودیوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کرنے کے ارادے سے زہر ملا کھانا پکا کر دعوت کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرما دیا اور آپ بچ رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کعب بن اشرف اور اس کے یہودی ساتھیوں نے اپنے گھر میں بلا کر آپ کو صدمہ پہنچانا چاہا تھا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنو نضیر کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے چکی کا پاٹ قلعہ کے اوپر سے آپ کے سر پر گرانا چاہا تھا جب آپ عامری لوگوں کی دیت کے لینے کے لئے ان کے پاس گئے تھے تو ان شریروں نے عمرو بن حجاش بن کعب کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ ہم تو حضور اکرم ﷺ کو نیچے کھڑا کر کے باتوں میں مشغول کر لیں گے تو اوپر سے یہ پھینک کر آپ کا کام تمام کر دینا' لیکن راستے ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ان کی شرارت و خباثت سے آگاہ کر دیا۔ آپ ﷺ مع اپنے صحابہ کے وہیں سے پلٹ گئے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ کفایت کرنے والا اور حفاظت کرنے والا وہی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ بحکم باری تعالیٰ بنو نضیر کی طرف مع لشکر کے گئے محاصرہ کیا کچھ مارے گئے اور باقی کو جلا وطن کر دیا۔

بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور ان کے بارہ سرداروں کی وضاحت: [آیت: ۱۲-۱۴] اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو عہد و پیمان کی وفاداری کا' حق پر مستقیم رہنے کا اور عدل کی شہادت دینے کا حکم دیا تھا' ساتھ ہی اپنی ظاہر و باطنی نعمتوں کو یاد دلایا تھا' تو اب ان آیتوں میں ان سے پہلے کے اہل کتاب سے عہد و میثاق جو لیا تھا اس کی حقیقت و کیفیت کو بیان فرما رہا ہے۔ پھر جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد و پیمان توڑ ڈالے تو ان کا کیا حشر ہوا' اسے بیان فرما کر گویا مسلمانوں کو عہد شکنی سے روکتا ہے۔ ان کے بارہ سردار تھے۔ یعنی بارہ قبیلوں کے بارہ چودھری تھے جو ان سے ان کی بیعت کو پورا کراتے تھے کہ یہ اللہ اور رسول کے تابع فرمان رہیں اور کتاب اللہ کی اتباع کرتے رہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب سرکشوں سے لڑنے کے لئے گئے تب ہر قبیلہ میں سے ایک ایک سردار منتخب کر گئے تھے۔ روبیل قبیلے کا سردار شامون بن رکون تھا اور شمعونیوں کا چودھری شافاط بن حری۔ اور یہوذا کا کالب بن یوفنا اور راتین کا میخائیل بن یوسف۔ اور افرایم کا یوشع بن نون اور بنیامین کے قبیلے کا چودھری فلطم بن دفون اور زبولون کا جدی بن شوری اور منشا کا جدی بن موسیٰ اور دان کا خملائیل بن حمل اور اشار کا ساطور۔ نفثالی کا بحر اور یساخر کا لایل۔ تورات کے چوتھے جزء میں بنو اسرائیل کے قبیلوں کے سرداروں کے نام مذکور ہیں جو ان ناموں سے قدرے مختلف ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ موجودہ تورات کے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرقاع، ٤١٣٥، صحیح مسلم، ٨٤٣، بتصرف یسیر، عبدالرزاق، ١/ ١٨٥، احمد، ٣/ ٣٦٤؛ ابویعلیٰ، ١٧٧٨؛ ابن حبان، ٣٨٨٣۔

نام یہ ہیں۔ بنوروبیل پر یصور بن سادون۔ بنی شمعون پر شموال بن صور شکی۔ بنو یہوذا پر حشون ابن عمیاذاب۔ بنو یساخر پر شال بن صاعون۔ بنوز بولون پر الیاب بن حالوب۔ بنو افرایم پر منشا بن عمنہور۔ بنو منشا پر حملیائل۔ بنو بنیامین پر ابیدن۔ بنودان پر جعیذر۔ بنو اشار پر نحایل۔ بنو کان پر سیف بن دعواہیل۔ بنو نفتالی پر اخبرع۔ یہ یاد رہے کہ "لَیلَۃُ الْعَقَبہ" میں جب آنحضرت ﷺ نے انصار سے بیت لی اس وقت ان کے سردار بھی بارہ ہی تھے۔ تین قبیلہ اوس کے حضرت اسید بن حضیر' حضرت سعد بن خیثمہ' اور حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہم۔ بعض روایتوں میں ان کی بجائے حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کا نام ہے اور نو سردار قبیلہ خزرج کے تھے' ابوامامہ اسعد بن زرارہ' سعد بن ربیع' عبداللہ بن رواحہ' رافع بن مالک بن عجلان' براء بن معرور' عبادہ بن صامت' سعد بن عبادہ' عبداللہ بن عمرو بن حرام' منذر بن عمر بن حنیش رضی اللہ عنہم انہیں سرداروں نے اپنی اپنی قوم کی طرف سے پیغمبر آخر الزمان ﷺ سے سننے اور ماننے کی بیعت کی۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے' آپ ہمیں اس وقت قرآن پڑھا رہے تھے جو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے حضور ﷺ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ اس امت کے کتنے خلفا ہوں گے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جب سے عراق آیا ہوں اس سوال کو بجز تیرے کسی نے نہیں پوچھا ہم نے حضور ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا ''بارہ ہوں گے جتنی گنتی بنو اسرائیل کے نقیبوں کی تھی۔'' ❶ یہ روایت سنداً غریب ہے لیکن مضمون حدیث بخاری و مسلم کی روایت سے بھی ثابت ہے۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے ''لوگوں کا کام چلتا رہے گا جب تک کہ ان کے والی بارہ شخص نہ ہولیں'' پھر ایک لفظ حضور ﷺ نے فرمایا لیکن میں نہ سن سکا تو میں نے دوسروں سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے اب کون سا لفظ فرمایا انہوں نے جواب دیا ''وہ سب قریشی ہوں گے۔'' ❷ صحیح مسلم میں یہی لفظ ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بارہ خلیفہ صالح نیک بخت ہوں گے جو حق کو قائم کریں گے اور لوگوں میں عدل کریں گے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ سب پے در پے یکے بعد دیگرے ہی ہوں پس چار خلفا تو پے در پے ہوئے۔ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہم' جن کی خلافت بطریق نبوت رہی انہیں بارہ میں سے پانچویں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بنو عباس میں سے بھی بعض اسی طرح کے خلیفہ ہوئے ہیں اور قیامت سے پہلے پہلے ان بارہ کی تعداد پوری ہونی ضروری ہے اور انہی میں سے حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی بشارت احادیث میں آچکی ہے ان کا نام حضور ﷺ کے نام پر ہوگا اور ان کے والد کا نام حضور ﷺ کے والد کا ہوگا۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے حالانکہ اس سے پہلے وہ ظلم و جبر سے پر ہوگی۔ لیکن اس سے شیعوں کا امام منتظر مراد نہیں۔ اس کی تو دراصل کوئی حقیقت ہی نہیں۔ نہ سرے سے اس کا کوئی وجود ہے بلکہ یہ تو صرف شیعہ کی وہم پرستی اور ان کا تخیل ہے۔ نہ اس حدیث سے شیعوں کے فرقے اثنا عشریہ کے ائمہ مراد ہیں۔ اس حدیث کو ان ائمہ پر محمول کرنا بھی شیعوں کے اس فرقہ کی بناوٹ ہے جو ان کی کم عقلی اور جہالت کا کرشمہ ہے۔ تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ ہی مرقوم ہے کہ ان کی نسل میں بارہ بڑے شخص ہوں گے۔ اس سے مراد بھی یہی مسلمانوں کے بارہ قریشی بادشاہ ہیں لیکن جو یہودی مسلمان ہوئے تھے اور تھے وہ اپنے اسلام میں کچے ساتھ ہی جاہل بھی تھے انہوں نے شیعوں کے کان میں کہیں یہ صور پھونک دیا اور وہ سمجھ بیٹھے کہ اس سے مراد ان کے بارہ امام ہیں' ورنہ احادیث اس کے صاف خلاف موجود ہیں۔

❶ احمد، ۱/ ۳۹۸؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۰۳۱؛ مسند البزار، ۱۵۸٦؛ طبرانی، ۱۰۳۱؛ مجمع الزوائد، ۵/ ۱۹۳، اس روایت میں مجالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین، ۳/ ۳۵) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن بخاری میں (بارہ امیر) کے الفاظ ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب ۷۲۲۲؛ صحیح مسلم، ۱۸۲۱؛ ابوداود، ۴۲۷۹؛ ترمذی، ۲۲۲۳؛ احمد، ۵/ ۸٦؛ ابن حبان، ٦٦٦۲؛ دلائل النبوۃ، ٦/ ۵۱۹۔

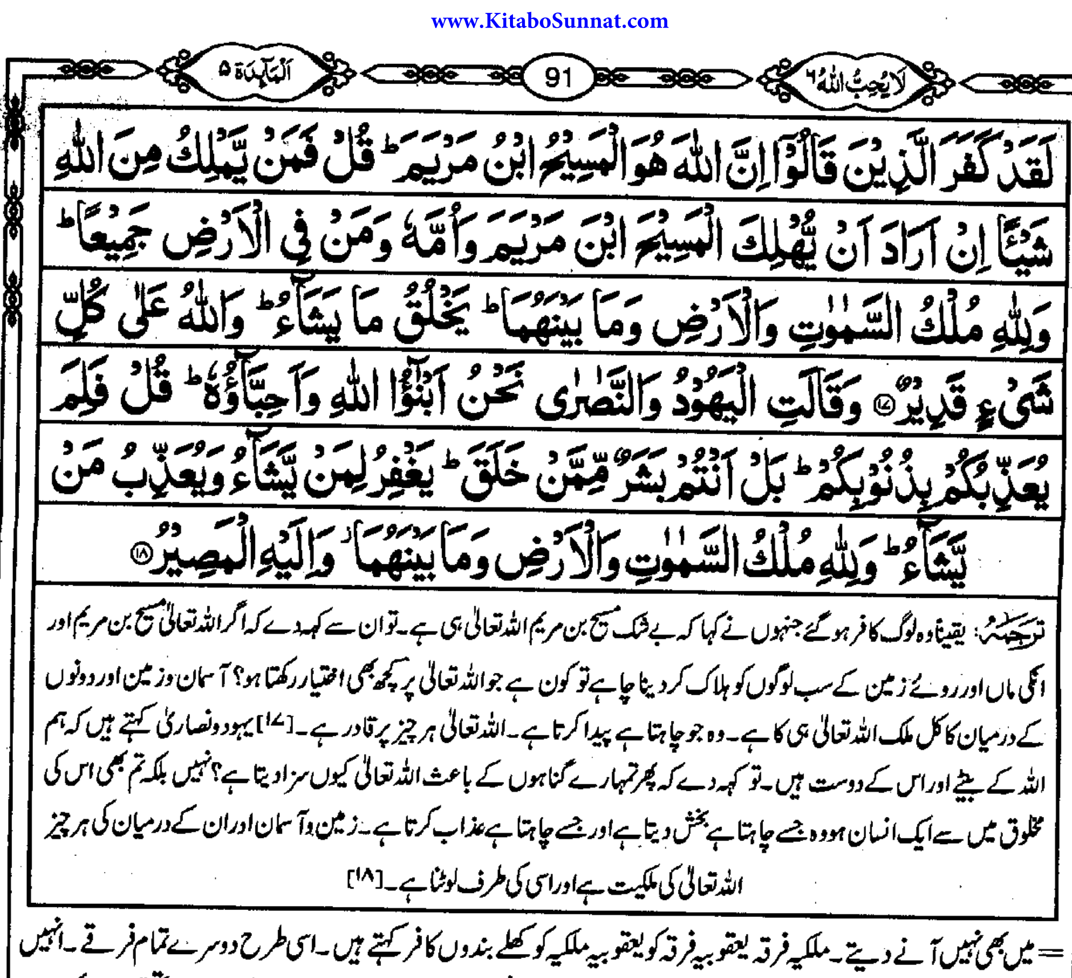
يَآأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتٰبٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول آ چکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی اکثر وہ باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے۔ اور اکثر درگزر کرتا رہتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے۔[۱۵] جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں جو رضائے رب کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیریوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے۔[۱۶]

اب اس عہد و پیمان کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے لیا تھا کہ وہ نمازیں پڑھتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہیں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تصدیق کریں ان کی نصرت و اعانت کریں اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ان کے ساتھ رہے گی ان کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور یہ جنتیوں میں داخل کیے جائیں گے۔ مقصود حاصل ہوگا اور خوف زائل ہوگا۔ لیکن اگر وہ اس عہد و پیمان کے بعد بھی پھر گئے اور اسے ان سنا کر دیا تو یقیناً وہ حق سے دور ہو جائیں گے۔ بھٹک اور بہک جائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ انہوں نے میثاق توڑ دیا وعدہ خلافی کی تو ان پر لعنت رب تعالیٰ نازل ہوئی۔ ہدایت سے دور ہو گئے دل کے سخت ہو گئے وعظ و پند سے مستفید نہ ہو سکے سمجھ بگڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں ہیر پھیر کرنے لگے باطل تاویلیں گھڑنے لگے جو مراد حقیقی تھی اس سے کلام اللہ کو پھیر کر اور ہی مطلب سمجھنے سمجھانے لگے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر وہ مسائل بیان کرنے لگے جو اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے نہ تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی اور اس سے بے عمل ہی نہیں بلکہ بے رغبت ہو گئے۔ دین کی اصل جب ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی پھر فروعی عمل کیسے قبول ہوتے؟ عمل چھوٹ جانے کی وجہ سے نہ دل ٹھیک رہے نہ فطرت اچھی رہی نہ خلوص و اخلاص رہا غداری اور مکاری اپنا شیوہ بنا لیا' نت نئے جال نبی ﷺ اور اصحاب نبی کے خلاف بنتے رہے۔ پھر نبی ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ ان سے چشم پوشی کیجئے یہی معاملہ ان کے ساتھ اچھا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو تجھ سے اللہ کے فرمان کے خلاف کرے تو اس سے حکم اللہ کی بجا آوری کے ماتحت کر اس میں ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ ممکن ہے ان کے دل کھینچ آئیں ہدایت نصیب ہو جائے۔ اور حق کی طرف آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ یعنی دوسروں کی بدسلوکی سے چشم پوشی کر کے خود نیک سلوک رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درگزر کرنے کا حکم جہاد کی آیت سے منسوخ ہے۔ ❶

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان نصرانیوں سے بھی ہم نے وعدہ لیا تھا کہ جو رسول آئے گا یہ اس پر ایمان لائیں گے۔ اس کی مدد کریں گے اور اس کی باتیں مانیں گے لیکن انہوں نے بھی یہودیوں کی طرح بدعہدی کی جس کی سزا میں ہم نے ان میں آپس میں عداوت ڈال دی جو قیامت تک جاری رہے گی۔ ان میں فرقے فرقے بن گئے جو ایک دوسرے کو کافر ملعون کہتے ہیں۔ اور اپنے عبادت خانوں =

❶ الطبری، ۱۰/ ۱۳٤۔



لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ بے شک مسیح بن مریم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تو ان سے کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم اور انکی ماں اور روئے زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ آسمان و زمین اور دونوں کے درمیان کا کل ملک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱۷] یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ تو کہہ دے کہ پھر تمہارے گناہوں کے باعث اللہ تعالیٰ کیوں سزا دیتا ہے؟ نہیں بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک انسان ہو وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔[۱۸]

= میں بھی نہیں آنے دیتے۔ ملکیہ فرقہ یعقوبیہ فرقہ کو یعقوبیہ ملکیہ کو کھلے بندوں کافر کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے تمام فرقے۔ انہیں ان کے اعمال کی پوری تنبیہ عنقریب ہو گی۔ انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں کو بھلا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذمے تہمتیں لگائی ہیں۔ اس کی بیوی اور اولاد قائم کی ہے یہ قیامت کے دن بری طرح پکڑے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اکیلا تنہا اور ﴿اَلصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ ہے۔

اہل کتاب کی علمی خیانت: [آیت:۱۵-۱۶] فرماتا ہے کہ رب العلی نے اپنے عالی قدر رسول حضرت محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف بھیج دیا ہے معجزے اور روشن دلیلیں انہیں عطا فرمائی ہیں۔ جو باتیں یہود و نصاریٰ نے بدل ڈالی تھیں۔ تاویلیں کر کے دوسرے مطلب بنا لئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہتان باندھے تھے کتاب اللہ کے جو حصے اپنے نفس کے خلاف پاتے تھے انہیں چھپا لیتے تھے ان سب کو یہ رسول ظاہر کرتے ہیں ہاں جس کے بیان کی ضرورت ہی نہ ہو یہ بیان نہیں فرماتے۔ مستدرک حاکم میں ہے "جس نے رجم کے مسئلہ کا انکار کیا اس نے بے علمی سے قرآن سے انکار کیا۔" چنانچہ اس آیت میں اسی رجم کے چھپانے کا ذکر ہے ❶ پھر قرآن عظیم کی بابت فرماتا ہے کہ اسی نے اس نبی کریم ﷺ پر اپنی یہ کتاب اتاری ہے جو متلاشی حق کو سلامتی کی راہ بتلاتی ہے لوگوں کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتی ہے اور راہ مستقیم کی رہبر ہے۔ اس کتاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے انعاموں کو

---

❶ حاکم، ٤/ ٣٥٩، امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے صحیح ابن حبان الاحسان، ٤٤١٣؛ والسنن الكبرىٰ للنسائی، ٧١٦٢ وسنده حسن۔

حاصل کر لینا اور اس کی سزاؤں سے بچ جانا بالکل آسان ہو گیا ہے۔ یہ ضلالت کو مٹا دینے والی اور ہدایت کو واضح کر دینے والی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو الٰہ کہنے والے کافر ہیں: [آیت: ۱۷۔۱۸] اللہ تبارک وتعالیٰ عیسائیوں کے کفر کو بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ کا درجہ دے رکھا ہے اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے تمام چیزیں اس کی محکوم اور مقہور ہیں ہر چیز پر اسکی حکومت اور ملکیت ہے کوئی نہیں جو اسے کسی ارادے سے باز رکھ سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی کے خلاف لب کشائی کی جرأت کر سکے۔ وہ اگر مسیح علیہ السلام کو اور ان کی والدہ کو اور روئے زمین کی تمام مخلوق کو نیست و نابود کر دینا چاہے تو بھی کسی کی مجال نہیں کہ اس کے آگے آئے' اسے روک سکے۔ تمام موجودات اور مخلوقات کا موجد و خالق وہی ہے سب کا مالک اور سب کا حکمران وہی ہے جو چاہے کر گزرے' کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں' اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اس کی سلطنت و مملکت بہت وسیع ہے اس کی عظمت و عزت بہت بلند ہے وہ عادل و غالب ہے جسے جس طرح چاہتا ہے بناتا بگاڑتا ہے' اس کی قدرتوں کی کوئی انتہا نہیں۔

نصرانیوں کی تردید کے بعد اب یہودیوں اور نصرانیوں دونوں کی تردید ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذمے ایک جھوٹ یہ باندھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں ہم انبیا کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لاڈلے فرزند ہیں اپنی کتاب سے نقل کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسرائیل کو کہا ہے۔ ''اَنْتَ اِبْنِیْ بِکْرِیْ'' پھر تاویلیں کر کے مطلب الٹ پلٹ کر کے کہتے کہ جب وہ اللہ کے بیٹے ہوئے تو ہم بھی اللہ کے بیٹے اور عزیز ہوئے۔ حالانکہ خود ان ہی میں سے جو عقلمند اور صاحب دین تھے وہ انہیں سمجھاتے تھے کہ ان لفظوں سے صرف بزرگی ثابت ہوتی ہے نہ کہ قرابت داری۔ اسی معنی کی آیت نصرانی اپنی کتاب سے نقل کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی اَبِیْ وَاَبِیْکُمْ'' اس سے مراد بھی سگا باپ نہ تھا بلکہ ان کے اپنے محاورے میں اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بھی آتا تھا' پس مطلب اس کا یہ ہے کہ اپنے اور تمہارے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ اور یہ اس سے اور ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں اس آیت میں جو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے وہی نسبت ان کی تمام امت کی طرف ہے لیکن وہ لوگ اپنے باطل عقیدے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے جو نسبت دیتے ہیں اس نسبت پر اپنے آپ کو نہیں سمجھتے پس یہ لفظ عزت و وقعت کے لئے تھا نہ کہ کچھ اور۔ اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر تمہارے کفر و کذب' بہتان و افترا پر اللہ تعالیٰ تمہیں سزا کیوں کرتا ہے؟ کسی صوفی نے کسی فقیہ سے دریافت فرمایا کہ کیا قرآن میں یہ بھی کہیں ہے کہ حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہیں کرتا' اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا تو صوفی نے یہی آیت تلاوت فرما دی۔ یہ قول نہایت عمدہ ہے اسی کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ راہ سے گزر رہے تھے ایک چھوٹا سا بچہ راہ میں کھیل رہا تھا۔ اس کی ماں نے جب دیکھا کہ ایک جماعت کی جماعت اسی راہ پر آ رہی ہے تو اسے ڈر لگا کہ بچہ روندن میں نہ آ جائے۔ میرا بچہ میرا بچہ! کہتی ہوئی دوڑی ہوئی آئی اور جھٹ سے بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عورت تو اپنے پیارے بچے کو کبھی بھی آگ میں نہیں ڈال سکتی آپ نے فرمایا ''ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیارے بندوں کو ہرگز جہنم میں نہیں لے جائے گا۔'' [1]

یہودیوں کے جواب میں فرماتا ہے کہ تم بھی منجملہ اور مخلوق کے ایک انسان ہو تمہیں دوسروں پر کوئی فوقیت و فضیلت نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں پر حاکم ہے اور وہی ان میں سچے فیصلے کرنے والا ہے۔ وہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے پکڑے وہ جو چاہے کر گزرتا ہے۔ اس کے کسی بھی حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا' وہ بہت جلد بندوں سے حساب لینے والا ہے' زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی مخلوق =

---

[1] احمد، ۳/ ۱۰٤، ح ۹/ ۱۲۰ مسند ابی یعلی، ۳۷۳۷، مجمع الزوائد، ۱۰/ ۲۱۲، حاکم، ٤/ ۱۷۷، یہ روایت حمید الطویل کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ‌ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب! بالیقین ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کی تاخیر کے زمانہ میں آ پہنچا جو تمہارے پاس صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی برائی سنانے والا آیا ہی نہیں پس اب تو یقیناً خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱۹]

سب اس کی ملک ہے اس کے دباؤ میں ہے اس کی بادشاہت تلے ہے' سب کا لوٹنا اسی کی طرف ہے' وہی بندوں کے فیصلے کرے گا' وہ ظالم نہیں عادل ہے۔ نیکوں کو نیکی اور بدوں کو بدی دے گا۔ نعمان بن آصا' بحری بن عمرو اور شاس بن عدی جو یہودیوں کے بڑے بھاری علما تھے حضور ﷺ کے پاس آئے آپ نے انہیں سمجھایا بجھایا آخر میں عذاب سے ڈرایا تو کہنے لگے' حضرت ﷺ! آپ ہمیں کیا ڈرا رہے ہیں؟ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بچے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔ یہی نصرانی بھی کہتے تھے' پس یہ آیت اتری۔ ❶ ان لوگوں نے یہ ایک بات بھی گھڑ کر اپنے آپس میں مشہور کر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرائیل علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی ہے کہ تیرا پہلوٹھا بیٹا میری اولاد میں سے ہے اس کی اولاد چالیس دن تک جہنم میں رہے گی' اس مدت میں آگ انہیں پاک کر دے گی اور ان کی خطاؤں کو کھا جائے گی۔ پھر ایک فرشتہ منادی کریگا کہ اسرائیل کی اولاد میں سے جو بھی ختنہ شدہ ہوں وہ نکل آئیں یہی معنی ہیں ان کے اس قول کے جو قرآن میں مروی ہے کہ وہ کہتے تھے ہمیں گنتی کے چند ہی دن جہنم میں رہنا پڑے گا۔

حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین بن کر آئے ہیں: [آیت:۱۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ میں نے تم سب کی طرف اپنا رسول بھیج دیا ہے جو خاتم الانبیا ہے جس کے بعد کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں' یہ سب کے بعد کے ہیں۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر اب تک کوئی رسول نہیں آیا۔ فترہ کی اس لمبی مدت کے بعد رسول آئے بعض کہتے ہیں یہ مدت چھ سو سال کی تھی ❷ بعض کہتے ہیں ساڑھے پانچ سو برس کی' بعض کہتے ہیں پانچ سو چالیس برس کی کوئی کہتا ہے چار سو سے کچھ اوپر تیس برس کی۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے اور ہمارے نبی ﷺ کے ہجرت کرنے کے درمیان نو سو تینتیس سال کا فاصلہ تھا لیکن مشہور قول پہلا ہی ہے چھ سو سال کا۔ بعض کہتے ہیں کہ چھ سو بیس سال کا فاصلہ تھا۔ ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ پہلا قول شمسی حساب سے ہو اور دوسرا قمری حساب سے ہو اس گنتی میں ہر تین سو سال میں تقریباً آٹھ سال کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے اہل کہف کے قصے میں ہے۔ ﴿وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا﴾ ❸ ''وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے اور نو برس اور زیادہ کئے۔'' پس شمسی حساب سے اہل کتاب کو جو مدت ان کی غار کی معلوم تھی وہ تین سو سال کی تھی نو بڑھا کر قمری حساب پورا ہو گیا۔ آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے حضرت محمد ﷺ تک جو علی الاطلاق خاتم النبیین تھے فترۃ کا زمانہ تھا یعنی درمیان میں کوئی نبی نہیں ہوا۔

❶ اس روایت میں محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے۔(الضعفاء والمتروكين لابن جوزی ، ۳/ ۹۶)

❷ صحيح بخاری ، كتاب مناقب الانصار ، باب اسلام سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ، ۳۹۴۸۔ ❸ ۱۸/ الكهف:۲۵۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ''میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہ نسبت اور سب لوگوں کے زیادہ اولیٰ ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں'' (1) اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو خیال کرتے ہیں کہ ان دونوں جلیل القدر پیغمبروں کے درمیان بھی ایک نبی گزرے ہیں جن کا نام خالد بن سنان تھا (2) جیسے کہ قضاعی وغیرہ نے حکایت کی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ خاتم الانبیا اللہ کے حبیب دنیا میں اس وقت تشریف لائے ہیں جب کہ رسولوں کی تعلیم مٹ چکی ہے ان کی راہیں بے نشان ہو چکی ہیں' دنیا توحید کو بھلا چکی ہے۔ جگہ جگہ مخلوق پرستی ہو رہی ہے۔ سورج' چاند' بت' آگ پوجی جا رہی ہے' اللہ تعالیٰ کا دین بدل چکا ہے۔ کفر کی تاریکی نور دین پر چھا چکی ہے' دنیا کا چپہ چپہ سرکشی اور طغیانی سے بھر گیا ہے۔ عدل وانصاف بلکہ انسانیت بھی فنا ہو چکی ہے' جہالت وغباوت کا دور دورہ ہے' بجز چند نفوس کے اللہ تعالیٰ کا نام لیوا زمین پر نہیں رہا۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی جلالت وعزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور آپ نے جو اللہ کی رسالت ادا کی وہ کوئی معمولی رسالت نہ تھی' ﷺ۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا ''مجھے میرے رب کا حکم ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں سکھاؤں جن سے تم ناواقف ہو اور اللہ تعالیٰ نے مجھے آج ہی بتائی ہیں فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو جو کچھ عنایت فرمایا ہے وہ ان کے لئے حلال کیا ہے میں اپنے سب بندوں کو موحد پیدا کیا ہے لیکن پھر شیطان ان کے پاس آتا ہے اور انہیں بہکاتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ وہ میرے ساتھ باوجود دلیل نہ ہونے کے شرک کریں۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا اور تمام عرب وعجم کو ناپسند فرمایا۔ بجز ان چند بقایا بنی اسرائیل کے (جو توحید پر قائم ہیں) پھر (مجھ سے) فرمایا میں نے تجھے اسی لئے اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں تیری آزمائش کروں اور تیری وجہ سے اوروں کی بھی آزمائش کرلوں' میں نے تجھ پر وہ کتاب نازل فرمائی ہے جسے پانی دھو نہیں سکتا اور جسے تو سوتے جاگتے پڑھتا ہے۔ پھر مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں قریشیوں میں پیغام رب تعالیٰ پہنچاؤں۔ میں نے کہا اے اللہ یہ تو میرا سر کچل کر روٹی جیسا بنا دیں گے۔ پروردگار نے فرمایا تو انہیں نکال جیسے انہوں نے تجھے نکالا' تو ان سے جہاد کر تیری امداد کی جائیگی' تو ان پر خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا' تو ان کے مقابلہ پر لشکر بھیج' ہم اس سے پانچ گنا لشکر اور بھیجیں گے' اپنے فرمانبرداروں کو لے کر اپنے نافرمانوں سے جنگ کر۔ جنتی لوگ تین قسم کے ہیں۔ بادشاہ عادل' توفیق خیر والا اور صدقہ خیرات کرنے والا اور رحم کرنے والا قرابت دار مسلمان کے ساتھ اور نرم دلی کرنے والا اور باوجود مفلس ہونے کے حرام سے بچنے والا حالانکہ صاحب عیال بھی ہے۔ اور جہنمی لوگ پانچ قسم کے ہیں' وہ سفلے لوگ جو بے دین' خوشامد خورے اور ماتحت ہیں جن کے آل اولاد اور دھن دولت نہیں' اور وہ خائن لوگ جن کے دانت چھوٹی سے چھوٹی چیز پر بھی تیز ہوتے ہیں اور حقیر چیزوں میں بھی خیانت سے نہیں چوکتے اور وہ لوگ جو صبح وشام لوگوں کو ان کے اہل ومال میں دھوکہ دیتے پھرتے ہیں اور بخیل یا فرمایا کذاب اور شنظیر یعنی بدگو۔'' (3)

یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت سچا دین دنیا میں نہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے لوگوں کو اندھیروں سے اور گمراہیوں سے نکال کر اجالے میں اور راہ راست پر لا کھڑا کیا اور انہیں روشن وظاہر شریعت عطا فرمائی =

---

(1) صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیآء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذكر فى الكتاب مريم......﴾ ٣٤٤٢؛ صحیح مسلم، ٢٣٦٥، احمد، ٢/ ٣١٩، ابن حبان ٦١٩٥۔ (2) حاکم، (٢/ ٥٩٩، ٦٠٠) وسندہ ضعیف لارسالہ شیخ البانی نے خالد بن سنان کے نام کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنے کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعيفه، ٢٨١)

(3) احمد، ٤/ ١٦٢، صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التى يعرف بهافى الدنيا اهل الجنة واهل النار، ٢٨٦٥، السنن الکبریٰ للنسائی، ٨٠٧١، ابن حبان، ٦٥٣، عبدالرزاق، ٢٠٨٨، بیہقی، ٩/ ٢٠۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع

ترجمہ: یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر کرو کہ اس نے تم میں سے پیغمبر بنائے اور تمہیں بادشاہ بنا دیا اور تمہیں وہ دیا جو تمام عالم میں کسی کو نہیں دیا۔[۲۰] اے میری قوم والو! اس مقدس زمین میں جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے اور اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو کہ پھر نقصان میں جا پڑو۔[۲۱] انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ وہاں تو زور آور سرکش لوگ ہیں اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم تو ہرگز وہاں نہ جائیں گے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں پھر تو ہم بخوشی چلے جائیں گے۔[۲۲] دو شخصوں نے جو اللہ ترس لوگوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا' کہا کہ تم ان کے پاس دروازے میں تو پہنچ جاؤ' دروازے میں قدم رکھتے ہی یقیناً تم غالب آ جاؤ گے' تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔[۲۳] قوم نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں ہیں تب تک تو ہم ہرگز وہاں جائیں گے ہی نہیں تو آپ اور تمہارے پروردگار جا کر دونوں ہی لڑ بھڑ لو ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔[۲۴] موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اے اللہ! مجھے تو بجز اپنے اور میرے بھائی کے کسی اور پر کوئی اختیار نہیں' پس تو ہم میں اور ان نافرمانوں میں فیصلہ اور فرق کر دے۔[۲۵] ارشاد ہوا کہ اب زمین ان پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے۔ یہ خانہ بدوش ادھر ادھر سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ سو تو ان فاسقوں کے بارے میں غمگین نہ ہونا۔[۲۶]

= اس لئے کہ لوگوں کا عذر کٹ جائے انہیں یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا ہمیں نہ تو کسی نے کوئی خوشخبری سنائی نہ دھمکایا نہ ڈرایا۔ پس کامل قدرتوں والے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر علیہ السلام کو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیج دیا' وہ اپنے فرمانبرداروں کو ثواب دینے پر اور نافرمانوں کو عذاب دینے پر قادر ہے۔

یکے بعد دیگرے انبیا علیہم السلام کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے: [آیت: ۲۰-۲۶] حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف مائل کیا تھا' اس کا بیان ہو رہا ہے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے ایک کے بعد ایک نبی تم میں تمہیں میں سے بھیجا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد انہی کی نسل میں نبوت رہی یہ سب انبیا علیہم السلام تمہیں دعوت توحید واتباع دیتے رہے یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر ختم ہوا پھر خاتم الانبیا والرسل حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کاملہ عطا ہوئی۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واسطے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جو اپنے سے پہلے تمام رسولوں اور نبیوں میں سے افضل تھے اللہ تعالیٰ آپ پر درود وسلام نازل فرمائے اور تمہیں اس نے بادشاہ بنا دیا یعنی خادم دیئے' بیویاں دیں' گھر بار دیا اور اس وقت جتنے لوگ تھے ان سب سے زیادہ نعمتیں تمہیں عطا فرمائیں۔ یہ لوگ اتنا پانے کے بعد بادشاہ کہلانے لگتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا میں فقرا مہاجرین میں سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تیری بیوی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ کہا گھر بھی؟ کہا ہاں۔ کہا۔ پھر تو تو غنی ہے۔ اس نے کہا یوں تو میرا خادم بھی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔ ❶

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سواری اور خادم ملک ہے بنو اسرائیل ایسے لوگوں کو ملوک کہا کرتے تھے۔ بقول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ خادموں کا اول اول رواج ان بنی اسرائیلیوں نے ہی دیا ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے ''ان لوگوں میں جس کے پاس خادم سواری اور بیوی ہوتی' وہ بادشاہ کہا جاتا تھا۔'' ❷ ایک اور مرفوع حدیث میں ہے ''جس کا گھر اور خادم ہے وہ بادشاہ ہے'' ❸ یہ حدیث مرسل اور غریب ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے ''جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ اس کا جسم صحیح سالم' ہو اس کا نفس امن وامان میں ہو اور دن بھر کفایت کرے اتنا مال بھی ہو اس کے لئے گویا کل دنیا سمٹ کر آ گئی۔'' ❹ اس وقت جو یونانی قبطی وغیرہ تھے ان سے یہ اشرف وافضل بنا دیئے گئے تھے۔ اور آیت میں ہے ''ہم نے بنو اسرائیل کو کتاب' حکم' نبوت' پاکیزہ روزیاں اور سب پر فضیلت دی تھی۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب انہوں نے مشرکوں کی دیکھا دیکھی رب بنانے کو کہا اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے فضل بیان کرتے ہوئے یہی فرمایا تھا کہ اس نے تمہیں تمام جہان پر فضیلت دے رکھی ہے۔ مطلب سب جگہ یہی ہے کہ اس وقت کے تمام لوگوں پر' کیونکہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہ امت ان سے افضل ہے کیا شرعی حیثیت سے' کیا احکامی حیثیت سے' کیا نبوت کی حیثیت سے' کیا بادشاہت' عزت' مملکت' دولت وحشمت' اور مال واولاد وغیرہ کی حیثیت سے؟ خود قرآن مجید فرماتا ہے۔ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ ❺ اور فرمایا ﴿جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ❻ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنو اسرائیل کے ساتھ اس فضیلت میں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کر کے خطاب کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض امور میں انہیں فی الواقع علی الاطلاق فضیلت دی گئی تھی' جیسے من وسلویٰ کا اترنا' بادلوں سے سایہ دیا جاتا' وغیرہ وغیرہ جو خلاف عادت چیزیں تھیں۔ یہ قول تو اکثر مفسرین کا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مراد اس سے ان کے اپنے زمانے والوں پر انہیں فضیلت دیا جانا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر بیان ہوتا ہے کہ بیت المقدس دراصل ان کے دادا حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں انہیں کے قبضے میں تھا۔ اور جب وہ مع اپنے اہل وعیال کے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں چلے گئے تو یہاں عمالقہ قوم اس پر قبضہ جما بیٹھی تھی' وہ بڑے مضبوط ہاتھ

---

❶ مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمومن وجنة للكافرين، ٢٩٧٩۔

❷ اس روایت میں ابن لھیعہ مختلط راوی ہے۔ (التقريب، ١/ ٤٤٤، رقم: ٥٧٤) لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ ❸ الطبری، ١٠/ ١٦٣۔

❹ ترمذی، کتاب الزهد، باب فی الوصف من حيزت الدنيا، ٢٣٤٦، وسنده حسن، ابن ماجه، ٤١٤١۔

❺ ٣/ ال عمران: ١١٠۔ ❻ ٢/ البقرة: ١٤٣۔

پیروں والے تھے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ تم ان سے جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر غالب کرے گا۔ اور یہاں کا قبضہ پھر تمہیں مل جائے گا' لیکن یہ نامردی دکھاتے ہیں اور بزدلی سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اس کی سزا میں انہیں چالیس سال تک وادی تیہ میں حیران و سرگرداں خانہ بدوشی میں رہنا پڑتا ہے۔ مقدسہ سے مراد پاک ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ طور اور اس کے پاس کی زمین کا ذکر ہے ایک اور روایت میں اریحا کا ذکر ہے لیکن یہ درست نہیں اس لئے کہ نہ تو اریحا کا فتح کرنا مقصود تھا نہ وہ ان کے راستے میں تھا کیونکہ وہ فرعون کی ہلاکت کے بعد مصر کے شہروں سے آ رہے تھے۔ اور بیت المقدس جا رہے تھے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مشہور شہر ہو جو طور کی طرف بیت المقدس کے مشرقی رخ تھا۔ ''اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لئے لکھ دیا ہے'' مطلب یہ ہے کہ تمہارے باپ اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تیری اولاد کے باایمان لوگوں کے ورثہ میں آئے گی۔ تم اپنی پیٹھوں پر مرتد نہ ہو جاؤ یعنی جہاد سے منہ پھیر کر تھک کر نہ بیٹھ جاؤ ورنہ زبردست نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ جس شہر میں جانے کو اور جن شہریوں سے جہاد کرنے کو آپ فرما رہے ہیں' ہمیں معلوم ہے کہ وہ بڑے قوی طاقتور اور جنگجو ہیں۔ ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے اور جب تک وہ وہاں موجود ہیں ہم اس شہر میں نہیں جا سکتے ہاں اگر وہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تو ہم چلے جائیں گے ورنہ آپ کی حکم برداری ہماری طاقت سے باہر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اریحا کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے بارہ جاسوس مقرر کئے بنو اسرائیل کے ہر قبیلہ میں سے ایک جاسوس لیا اور انہیں اریحا بھیجا کہ صحیح خبریں لے آئیں یہ لوگ جب گئے تو ان کی جسامت اور قوت سے خوفزدہ ہو گئے۔ ایک باغ میں یہ سب کے سب تھے اتفاقاً باغ والا پھل توڑنے کے لئے آ گیا۔ وہ پھل توڑتا ہوا ان کے نشان قدم ڈھونڈتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا اور انہیں بھی پھلوں کے ساتھ ہی اپنی گٹھری میں باندھ لیا اور جا کر بادشاہ کے سامنے باغ میں پھلوں کی گٹھری کھول کر ڈال دی جس میں یہ سب کے سب تھے بادشاہ نے ان سے کہا اب تو تمہیں ہماری قوت کا اندازہ ہو گیا' میں تمہیں قتل نہیں کرتا' جاؤ واپس چلے جاؤ اور اپنے لوگوں کو بتا دو چنانچہ انہوں نے جا کر سب حال بیان کیا جس سے بنو اسرائیل رعب میں آ گئے۔ لیکن اس کی اسناد درست نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان بارہ لوگوں کو ان میں سے ایک شخص نے پکڑ لیا اور اپنی چادر میں ان کو گٹھری میں باندھ کر شہر میں لے گیا اور لوگوں کے سامنے انہیں ڈال دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہیں۔ ہم تمہاری خبریں لینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے ایک انگور ان کو دیا جو ایک شخص کو کافی تھا اور کہا جاؤ ان سے کہہ دو کہ یہ ہمارے میوے ہیں۔ انہوں نے واپس جا کر قوم سے سب حال کہہ دیا۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جہاد کا اور شہر میں جانے کا حکم دیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا آپ اور آپ کا رب جائیں اور لڑیں ہم تو یہاں سے ہلنے کے بھی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک بانس لے کر ناپا جو پچاس یا پچپن ہاتھ کا تھا پھر اسے گاڑ کر فرمایا کہ ان عمالیق کے قد اس قدر لمبے تھے۔ مفسرین نے یہاں پر اسرائیلی روایات بہت بیان کی ہیں۔ کہ یہ لوگ اس قدر قوی تھے ایسے موٹے اور اتنے لمبے تھے انہیں میں عوج بن عنق ابن بنت آدم تھا جس کا قد لمبائی میں تین ہزار تین سو تینتیس گز کا تھا۔ اور چوڑائی اس کے جسم کی تین گز کی تھی لیکن یہ سب باتیں واہی ہیں ان کے تو ذکر سے بھی حیا مانع ہے پھر یہ صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساٹھ ہاتھ کا پیدا کیا تھا۔ پھر آج تک مخلوق کے قد گھٹتے ہی رہے۔'' [1] ان اسرائیلی روایتوں میں یہ بھی ہے کو عوج بن

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریته، ٣٣٢٦، صحیح مسلم، ٢٨٤٨، احمد، ٢/ ٣١٥، عبدالرزاق، ١٩٤٣٥، ابن حبان، ٦١٦٢، الاسماء والصفات، ٦٣٥۔

عنق کا فر تھا۔ اور ولد الزنا تھا یہ طوفان نوح میں تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں نہ بیٹھا تھا لیکن تاہم پانی اس کے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچا تھا یہ بھی محض لغو اور بالکل جھوٹ ہے بلکہ قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا مذکور ہے کہ زمین پر ایک کافر بھی نہ بچنا چاہئے یہ دعا قبول ہوئی اور یہ ہوا بھی۔ قرآن فرماتا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان کی کشتی والوں کو نجات دی پھر باقی سب کافروں کو غرق کر دیا۔ خود قرآن میں ہے کہ آج کے دن بجز ان لوگوں کے جن پر رحمت رب ہے کوئی بھی بچنے کا نہیں۔ تعجب پر تعجب ہے کہ نوح علیہ السلام کا لڑکا بھی جو ایماندار نہ تھا نہ بچ سکا لیکن عوج بن عنق کافر ولد الزنا بچ رہا یہ بالکل عقل ونقل کے خلاف ہے بلکہ ہم تو سرے سے اس کے بھی قائل نہیں ہیں کہ عوج بن عنق نامی کوئی شخص تھا' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ بنی اسرائیل جب اپنے نبی کو نہیں مانتے بلکہ ان کے سامنے سخت کلامی اور بے ادبی کرتے ہیں تو دو شخص جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام تھا وہ انہیں سمجھاتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ کا خوف تھا وہ ڈرتے تھے کہ بنی اسرائیل کی اس سرکشی سے کہیں عذاب رب تعالیٰ نہ آ جائے۔ ایک قرأت میں ﴿یَخَافُوْنَ﴾ کے بدلے ﴿یُخَافُوْنَ﴾ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی قوم میں عزت وعظمت تھی' ایک کا نام حضرت یوشع بن نون تھا اور دوسرے کا نام کالب بن یوفنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو گے اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ان دشمنون پر غالب کر دے گا اور وہ خود تمہاری مدد اور تائید کرے گا۔ اور تم اس شہر میں غلبے کے ساتھ پہنچ جاؤ گے۔ تم دروازے تک تو چلے چلو یقین مانو کہ غلبہ تمہارا ہی ہے ان نامردوں نے اپنا پہلا جواب اور مضبوط کر دیا اور کہا کہ اس جبار قوم کی موجودگی میں ہمارا ایک قدم بڑھانا بھی ناممکن ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے یہ دیکھ کر بہت سمجھایا یہاں تک کہ ان کے سامنے بڑی عاجزی کی لیکن وہ نہ مانے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت کالب نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور انہیں بہت کچھ ملامت کی لیکن یہ بدنصیب اور اکڑ گئے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کو انہوں نے پتھروں سے شہید کر دیا ایک طوفان بدتمیزی شروع ہو گیا اور بے طرح مخالفت رسول پر تل گئے۔ ان کے اس حال کو سامنے رکھ کر پھر اصحاب رسول کے حال کو دیکھئے کہ جب نوسو یا ایک ہزار کافر اپنے قافلے کو بچانے کے لئے چلے' قافلہ تو دوسرے راستے نکل گیا لیکن انہوں نے اپنی طاقت وقوت کے گھمنڈ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچائے بغیر واپس جانا اپنی امیدوں پر پانی پھیرنا سمجھ کر اسلام اور مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے ارادے سے مدینہ کا رخ کیا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے کہا بتلاؤ اب کیا کرنا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش رہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے مال اپنی جانیں اور اپنے زن وفرزند سب رکھ دیے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہیں ہم نہ تعداد کو دیکھتے ہیں نہ غلبے کو دیکھتے ہیں نہ اسباب پر نظریں ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر قربان ہیں۔ سب سے پہلے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی گفتگو کی پھر مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی ایک نے اس قسم کی تقریریں کیں' لیکن پھر بھی آپ نے فرمایا ''اور اصحاب اپنا ارادہ ظاہر کریں'' آپ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ انصار کا دلی ارادہ معلوم کریں اس لئے کہ یہ جگہ انہیں کی تھی اور تعداد میں بھی یہ مہاجرین سے زیادہ تھے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ شاید! آپ کا ارادہ ہمارا منشا معلوم کرنے کا ہے۔ سنئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ اگر آپ ہمیں سمندر کے کنارے کھڑا کر کے فرمائیں کہ اس میں کود جاؤ تو ہم بے پس وپیش اس میں کود جائیں گے آپ دیکھ لیں گے کہ ہم میں سے ایک بھی نہ ہوگا جو کنارے پر کھڑا رہ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیں شوق سے لے چلئے' آپ دیکھ لیں گے کہ ہم لڑائی میں صبر اور ثابت قدمی دکھانے والے لوگ ہیں' آپ جان لیں

گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو سچ جاننے والے لوگ ہیں' آپ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اٹھ کھڑے ہوئیے' ہمیں دیکھ کر ہماری بہادری اور استقلال کو دیکھ کر ان شاءاللہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خوش ہو گئے اور آپ ﷺ کو انصار کی یہ باتیں بہت ہی بھلی معلوم ہوئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ بدر کی لڑائی کے موقعہ پر آپ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا پھر انصار رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر آپ ہماری سننا چاہتے ہیں تو سنئے! ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ کہہ دیں آپ اور آپ کا اللہ تعالیٰ جا کر لڑیں ہم یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہمارا جواب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مدد لے کر جہاد کے لئے چلئے ہم جان و مال سے آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت مقداد انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی کھڑے ہو کر یہی فرمایا تھا۔ ❶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے اس قول سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خوش ہو گئے۔ انہوں نے کہا تھا کہ حضور ﷺ! لڑائی کے وقت دیکھ لیں گے کہ آپ کے پیچھے دائیں بائیں ہم ہی ہم ہوں گے' کاش کہ کوئی ایسا موقع مجھے میسر آتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو اس قدر خوش کر سکتا۔ ❷ ایک اور روایت میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا یہ قول حدیبیہ کے دن مروی ہے جب کہ مشرکین نے آپ ﷺ کو عمرہ کے لئے بیت اللہ شریف جاتے ہوئے راستے میں روکا اور قربانی کے جانور بھی ذبح کی جگہ نہ پہنچ سکے' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''میں تو اپنی قربانی کے جانور کو لے کر بیت اللہ پہنچ کر قربان کرنا چاہتا ہوں۔'' تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اصحاب موسیٰ کی طرح نہیں' یہ انہیں سے ہو سکا کہ اپنے نبی علیہ السلام سے کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا اللہ جا کر لڑ لو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں' ہم کہتے ہیں حضور ﷺ! آپ چلئے اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے ساتھ ہو اور ہم سب کے سب آپ کے ساتھی ہیں۔ یہ سن کر اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طرح جان نثاریوں کے وعدے کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ پس اگر اس روایت میں حدیبیہ کا ذکر کرنا محفوظ ہو تو ہو سکتا ہے کہ بدر والے دن بھی آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سن کر اپنی امت پر بہت غصہ آیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ان سے بیزاری کا اظہار کیا کہ رب العالمین! مجھے تو اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر اختیار ہے' تو اب میرے اور میری قوم کے ان فاسقوں کے درمیان فیصلہ فرما۔ جناب باری تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور فرمایا کہ اب یہ چالیس سال تک یہاں سے جا نہیں سکتے وادی تیہ میں حیران و سرگرداں گھومتے پھرتے رہیں گے۔ کسی طرح اس کی حدود سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہاں انہوں نے عجیب و غریب خلاف عادت امور دیکھے' مثلاً ابر کا سایہ ان پر ہونا' من و سلویٰ کا اترنا' ایک ٹھوس پتھر سے جو ان کے ساتھ تھا پانی کا نکلنا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر پر ایک لکڑی ماری تو فوراً ہی اس سے بارہ چشمے پانی کے جاری ہو گئے اور ہر قبیلے کی طرف ایک چشمہ بہہ نکلا۔ اس کے سوا اور بھی بہت سے معجزے بنو اسرائیل نے وہاں پر دیکھے یہیں تورات اتری یہیں احکام اللہ تعالیٰ نازل ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ اسی میدان میں چالیس سال تک یہ گھومتے پھرتے رہے لیکن کوئی راہ وہاں سے نکل جانے کی انہیں نہ ملی ہاں ابر کا سایہ ان پر کر دیا گیا اور من و سلویٰ اتار دیا گیا۔ فتون کی مطول حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ اس کے تین سال بعد کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی انتقال فرما گئے۔ پھر آپ علیہ السلام کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نبی بنائے گئے۔ اس اثنا میں بہت سے بنی اسرائیل مر مرا چکے تھے' بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف حضرت یوشع اور کالب ہی باقی رہے تھے۔ بعض مفسرین ﴿سَنَةً﴾ پر وقف تام کرتے ہیں۔ اور

---

❶ احمد، ٤/ ٣١٤؛ صحیح البخاري: ٤٦٠٩۔ ❷ احمد، ١/ ٣٨٩، صحیح بخاري، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله ﴿فاذهب أنت وربك فقاتلا انا هٰهنا قاعدون﴾، ٤٦٠٩۔

﴿ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ﴾ کو نصب کی حالت میں مانتے ہیں اور اس کا عامل ﴿ یَتِیْھُوْنَ فِی الْاَرْضِ ﴾ کو بتلاتے ہیں۔ اس چالیس سالہ مدت کے گزر جانے کے بعد جو بھی باقی تھے انہیں لے کر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نکلے اور دوسرے پہاڑ سے بھی باقی بنو اسرائیل ان کے ساتھ ہو لئے اور آپ علیہ السلام نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا' جمعہ کے دن عصر کے بعد جب کہ فتح کا وقت آ پہنچا دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اتنے میں سورج ڈوبنے لگا اور ڈوبنے کے بعد ہفتے کی تعظیم کی وجہ سے لڑائی ہو نہیں سکتی تھی اس لئے اللہ کے نبی نے فرمایا ''اے سورج! تو بھی اللہ کا غلام ہے۔ اور میں بھی اللہ کا محکوم ہوں' اے اللہ! اسے ذرا سی دیر روک دے۔'' چنانچہ اللہ کے حکم سے سورج رک گیا اور آپ نے دلجمعی کے ساتھ بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ رب تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو اس شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے جائیں اور کہیں ''حِطَّۃٌ'' یعنی اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما۔ لیکن انہوں نے رب کے حکم کو بدل دیا رانوں پر گھسیٹتے ہوئے اور زبان سے ''حَبَّۃٌ فِیْ شَعْرَۃٍ'' کہتے ہوئے شہر میں گئے۔ مزید تفصیل سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس قدر مال غنیمت انہیں حاصل ہوا کہ اتنا مال کبھی انہوں نے دیکھا نہ تھا۔ فرمان رب کے مطابق اسے آگ میں جلانے کے لئے آگ کے پاس لے گئے لیکن آگ نے اسے نہ جلایا اس پر ان کے نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کسی نے اس میں سے کچھ چرا لیا ہے پس میرے پاس ہر قبیلے کا سردار آئے اور میرے ہاتھ پر بیعت کرے چنانچہ یونہی کیا گیا' ایک قبیلے کے سردار کا ہاتھ اللہ کے نبی ﷺ کے ہاتھ سے چپک گیا۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس وہ خیانت کی چیز ہے جا اسے لے آ۔ اس نے ایک گائے کا سر سونے کا بنا ہوا پیش کیا۔ جس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں اور دانت موتیوں کے تھے جب وہ بھی دوسرے مال کے ساتھ ڈال دیا گیا اب آگ نے اس سب مال کو جلا دیا۔ امام جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے ﴿ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ﴾ میں ﴿ فَاِنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ ﴾ عامل ہے۔ اور بنی اسرائیل کی یہ جماعت چالیس برس تک اسی میدان تیہ میں سرگرداں رہی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ لوگ نکلے اور بیت المقدس کو فتح کیا۔ اس کی دلیل اگلے علمائے یہود کا اجماع ہے کہ عوج بن عنق کو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے ہی قتل کیا ہے تو اگر اس کا قتل عمالیق کی اس جنگ سے پہلے کا ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بنی اسرائیل جنگ عمالیق کا انکار کر بیٹھتے؟ تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ تیہ سے چھوٹنے کے بعد کا ہے۔ علمائے یہود کا اس پر بھی اجماع ہے کہ بلعام بن باعوراء نے قوم عمالیق کے جباروں کی اعانت کی اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کی یہ واقعہ بھی اس میدان کی قید سے چھوٹنے کے بعد کا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے تو جباروں کو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے کوئی ڈر نہ تھا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی یہی دلیل ہے' وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا دس ہاتھ کا تھا اور آپ علیہ السلام کا قد بھی دس ہاتھ کا تھا اور دس ہاتھ زمین سے اچھل کر آپ علیہ السلام نے عوج بن عنق کو وہ عصا مارا تھا جو اس کے ٹخنے پر لگا اور وہ مر گیا۔ اس کے جثے سے دریائے نیل کا پل بنایا گیا تھا۔ جس پر سے سال بھر تک اہل نیل آتے جاتے رہے۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ اس کا تخت تین سو گز کا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تو اپنی قوم بنی اسرائیل پر غم و رنج نہ کر وہ اسی جیل خانے کے مستحق ہیں۔ اس واقعہ میں یہودیوں کو ڈانٹ ڈپٹ ہے اور ان کی مخالفتوں کا اور برائیوں کا بیان ہے کہ یہ اللہ کے دشمن سختی کے وقت اللہ کے دین پر قائم نہیں رہتے رسولوں کی پیروی سے انکار کر جاتے ہیں' جہاد سے جی چراتے ہیں اللہ کے اس کلیم و بزرگ رسول ﷺ کی موجودگی کا' ان کے وعدے کا اور ان کے حکم کا کوئی پاس انہوں نے نہیں کیا' دن رات معجزے دیکھتے تھے فرعون کی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی اور اسے کچھ زمانہ بھی نہ گزرا تھا۔ اللہ کے بزرگ کلیم پیغمبر ساتھ ہیں۔ وہ نصرت و فتح کے وعدے کر رہے ہیں مگر یہ ہیں کہ اپنی بزدلی میں مرے جا رہے ہیں اور نہ صرف انکار بلکہ ہولناکی کے ساتھ انکار کرتے ہیں۔ اللہ کے نبی ==

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنا دو۔ ان دونوں نے ایک نذرانہ پیش کیا ان میں سے ایک کی نذر تو قبول کی گئی۔ اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔ تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔[۲۷] گو تو میرے قتل کے لئے دست درازی کرے لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ پروردگار عالم سے خوف کھاتا ہوں۔[۲۸] میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جائے ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔[۲۹] پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا جس سے نقصان پانے والوں میں سے ہو گیا۔[۳۰] پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھا دے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپاوے‘ وہ کہنے لگا ہائے افسوس کیا میں ایسا ہونے سے بھی گیا گزرا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا؟ پھر تو بڑا ہی پشیمان اور شرمندہ ہو گیا۔[۳۱]

= کی بے ادبی کرتے ہیں اور صاف جواب دے دیتے ہیں اپنی آنکھوں دیکھ چکے ہیں کہ فرعون جیسے باسامان بادشاہ کو اس کے ساز و سامان اور لشکر رعیت سمیت اس رب نے ڈبو دیا۔ لیکن پھر بھی اس بستی والوں کی طرف اللہ کے بھروسے پر اس کے حکم کی ماتحتی میں نہیں بڑھتے حالانکہ یہ تو فرعون کے دسویں حصہ میں بھی نہ تھے۔ پس اللہ کا غضب ان پر نازل ہوتا ہے۔ ان کی بزدلی دنیا پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور آئے دن ان کی رسوائی اور ذلت بڑھتی جاتی ہے۔ یہ گو اپنے آپ کو رب کے محبوب جانتے تھے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ رب کی نظروں سے یہ گر گئے تھے دنیا میں ان پر طرح طرح کے عذاب آئے‘ سور‘ بندر بھی بنائے گئے اور لعنت ابدی میں یہاں گرفتار ہو کر عذاب اخروی کے دائمی شکار بنائے گئے۔ پس تمام تعریف اس رب کے لئے ہے جس کی فرمانبرداری تمام بھلائیوں کی کنجی ہے۔

واقعہ ہابیل وقابیل اور حسد و بغض کا انجام: [آیت: ۲۷-۳۱] اس قصہ میں حسد و بغض‘ سرکشی اور تکبر کا انجام بد بیان ہو رہا ہے۔ کہ کس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹوں میں کشمکش ہو گئی۔ اور ایک اللہ کا ہو کر مظلوم بن کر مار ڈالا گیا اور اپنا ٹھکانا جنت میں بنا لیا۔ اور دوسرے نے اسے ظلم و زیادتی کے ساتھ بے وجہ قتل کیا اور دونوں جہانوں میں برباد ہوا۔ فرماتا ہے ”اے نبی! انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا صحیح صحیح بے کم و کاست قصہ سنا دو“ ان دونوں کا نام ہابیل و قابیل تھا۔ مروی ہے کہ چونکہ اس

وقت دنیا کی ابتدائی حالت تھی اس لئے یوں ہوتا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں ایک حمل سے لڑکا لڑکی دو ہوتے تھے پھر دوسرے حمل میں بھی اسی طرح تو اس حمل کا لڑکا اور دوسری حمل کی لڑکی ان دونوں کا نکاح کرا دیا جاتا تھا۔ ہابیل کی بہن تو خوبصورت نہ تھی اور قابیل کی بہن خوبصورت تھی تو قابیل نے چاہا کہ اپنی ہی بہن سے اپنا نکاح کرلے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے منع کیا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تم دونوں اللہ کے نام پر کچھ نکالو جس کی خیرات قبول ہو جائے اس کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ ہابیل کی خیرات قبول ہوگئی۔ پھر وہ ہوا جس کا بیان قرآن کی ان آیتوں میں ہے۔ مفسرین کے اقوال سنئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد کے نکاح کا قاعدہ جو اوپر مذکور ہوا بیان فرمانے کے بعد مروی ہے کہ بڑا بھائی قابیل کھیتی کرتا تھا اور ہابیل جانوروں والا تھا۔ قابیل کی بہن بہ نسبت ہابیل کی بہن کے خوب رو تھی۔ جب ہابیل کا پیغام اس سے ہوا تو قابیل نے انکار کر دیا اور اپنا نکاح اس سے کرنا چاہا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے روکا۔ اب دونوں نے خیرات نکالی کہ جس کی قبول ہو جائے وہ نکاح کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت مکہ چلے گئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا زمین پر جو میرا گھر ہے اسے جانتے ہو؟ آپ علیہ السلام نے کہا نہیں۔ حکم ہوا مکہ میں ہے تم وہیں جاؤ حضرت آدم علیہ السلام نے آسمان سے کہا کہ میرے بچوں کی تو حفاظت کرے گا۔ اس نے انکار کیا۔ زمین سے کہا وہ بھی انکاری ہوگئی۔ پہاڑوں سے کہا انہوں نے بھی انکار کیا۔ قابیل سے کہا اس نے کہا' ہاں میں محافظ ہوں آپ جایئے آ کر ملاحظہ فرمالیں گے اور خوش ہوں گے۔ اب ہابیل نے ایک خوبصورت موٹی تازی بھیڑ نام ربانی پر ذبح کی اور بڑے بھائی نے اپنی کھیتی کا حصہ اللہ کی راہ میں نکالا۔ آگ آئی اور ہابیل کی نذر تو جلا گئی' جو اس زمانہ میں قبولیت کی علامت تھی اور قابیل کی نذر قبول نہ ہوئی۔ اس کی کھیتی یونہی رہ گئی۔ اس نے راہ للہ کرنے کے بعد اس میں اچھی اچھی بالیں توڑ کر کھالی تھیں۔ چونکہ قابیل اب مایوس ہو چکا تھا کہ اس کے نکاح میں اس کی بہن نہیں آنے کی۔ اس لئے اپنے بھائی کو قتل کی دھمکی دی تھی۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کی قربانی قبول فرمایا کرتا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ایک روایت میں یہ بھی ہے یہی بھیڑ جنت میں پلتی رہی اور یہی وہ بھیڑ ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کے بدلے ذبح کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہابیل نے اپنے جانوروں میں سے بہترین اور مرغوب و محبوب جانور اللہ کے نام قربان کیا اور خوشی کے ساتھ۔ برخلاف اس کے قابیل نے اپنی کھیتی میں سے نہایت ردی اور واہی چیز اور وہ بھی مرے جی سے اللہ کے نام نکالی تھی۔ ہابیل تومندی اور طاقتوری میں قابیل سے زیادہ تھا تاہم اللہ کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنے بھائی کی ظلم و زیادتی سہہ لی اور ہاتھ نہ اٹھایا۔ بڑے بھائی کی قربانی جب قبول نہ ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے کہا تو اس نے کہا کہ آپ چونکہ ہابیل کو چاہتے ہیں اس کے لئے دعا کی تو اس کی قربانی قبول ہوگئی۔ اب اس نے ٹھان لی کہ میں اس کانٹے ہی کو اکھاڑ ڈالوں گا۔ موقع کا منتظر تھا' ایک روز اتفاقاً حضرت ہابیل کے آنے میں دیر لگ گئی۔ تو انہیں بلانے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو بھیجا یہ ایک چھری اپنے ساتھ چھپا کر چلا' راستے میں ہی دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوگئی۔ تو اس نے کہا میں تو تجھے مار ڈالوں گا۔ تیری قربانی قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی اس پر ہابیل نے کہا میں نے بہترین اور عمدہ محبوب اور مرغوب چیز اللہ تعالیٰ کے نام نکالی اور تو نے روی کھدی واہی چیز نکالی' اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کی نیکی قبول کرتا ہے۔ اس پر وہ اور بگڑا اور چھری گھونپ دی۔ ہابیل کہتے رہ گئے کہ اللہ کو کیا جواب دے گا؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس ظلم کا بدلہ تجھ سے بری طرح لیا جائے گا' اللہ تعالیٰ کا خوف کر مجھے قتل نہ کر لیکن اس بے رحم نے اپنے بھائی کو مار ہی ڈالا۔ قابیل نے اپنی ہی بہن سے اپنا نکاح کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی تھی کہ ہم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ دونوں زمین میں پیدا ہوئے ہیں' اس لئے میں ہی اس کا حقدار ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ قابیل نے

گیہوں نکالے تھے۔ اور ہابیل نے گائے کی قربانی کی تھی چونکہ اس وقت کوئی مسکین تو تھا ہی نہیں جسے صدقہ دیا جائے اس لئے یہی دستور تھا صدقہ نکال دیتے آگ آسمان سے آتی اور اسے جلا جاتی۔ یہ نشان تھا قبولیت کا۔ اس برتری سے جو چھوٹے بھائی کو حاصل ہوئی بڑا بھائی غصہ کھا گیا اور اس کے قتل کے درپے ہو گیا' یونہی بیٹھے بیٹھے دونوں بھائیوں نے قربانی کی تھی' نکاح کے اختلاف مٹانے کی وجہ نہ تھی قرآن کے ظاہری الفاظ کا اقتضا بھی یہی ہے کہ باعث ناراضی عدم قبولیت قربانی تھی نہ کچھ اور ایک روایت مندرجہ روایتوں کے بھی خلاف بھی ہے کہ قابیل نے کھیتی اللہ کے نام نذر دی تھی جو قبول ہوئی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس میں راوی کا حافظہ ٹھیک نہیں اور یہ مشہور امر کے خلاف ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ''اللہ تعالیٰ اس کا عمل قبول کرتا ہے جو اپنے فعل میں اس سے ڈرتا ہے۔'' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ میدان قیامت میں ہوں گے جو ایک منادی ندا کرے گا کہ پرہیز گار کہاں ہیں۔ پس پروردگار سے ڈرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور رب کے بازو کے نیچے جا ٹھہریں گے اللہ تعالیٰ ان سے رخ پوشی کرے گا نہ پردہ۔ راوی حدیث ابو عفیف سے دریافت کیا گیا کہ متقی کون ہیں؟ فرمایا وہ جو شرک اور بت پرستی سے بچے اور خالص رب تعالیٰ کی عبادت کرے پھر یہ سب لوگ جنت میں جائیں گے۔ جس نیک بخت کی قربانی قبول کی گئی تھی وہ اپنے بھائی کے اس ارادہ کو سن کر اس سے کہتا ہے کہ خیر تو جو چاہے کر میں تو تیری طرح کروں گا نہیں بلکہ میں صبر سہار کر لوں گا۔ تھے تو زور طاقت میں یہ اس سے زیادہ مگر اپنی بھلائی نیک بختی اور تواضع' فروتنی اور پرہیز گاری کی وجہ سے یہ فرمایا کہ تو گناہ پر آمادہ ہو جائے لیکن مجھ سے اس جرم کا ارتکاب نہیں ہونے کا' میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں وہ تمام جہان کا رب ہے۔

صحیحین میں ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لے کر بھڑ گئے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا قاتل تو خیر' لیکن مقتول کیوں ہوا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔ ❶ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس وقت جبکہ باغیوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو گھیر رکھا تھا کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''عنقریب فتنہ برپا ہو گا بیٹھا رہنے والا اس وقت کھڑے رہنے والے سے اچھا ہو گا اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔'' کسی نے پوچھا حضور! اگر کوئی میرے گھر میں بھی گھس آئے اور مجھے قتل کرنا چاہے؟ فرمایا ''پھر تو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کی طرح ہو جا۔'' ❷ ایک روایت میں آپ کا اس کے بعد اس آیت کی تلاوت کرنا بھی مروی ہے۔ ❸ حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس امت میں سب سے پہلے جس نے اس آیت پر عمل کیا وہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک مرتبہ ایک جانور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے اور آپ کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ابوذر! بتاؤ تو جب لوگوں پر ایسے فاقے آئیں گے کہ گھر سے مسجد تک نہ آ سکیں گے تو تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا جو حکم ربانی اور حکم رسول اللہ ہو۔ فرمایا ''صبر کرو۔'' پھر فرمایا' جب کہ آپس میں خونریزی ہو گی یہاں تک کہ ریت کے پتھر بھی خون میں ڈوب جائیں تو تو کیا کرے گا؟'' میں نے وہی جواب دیا' تو فرمایا ''اپنے گھر میں بیٹھ جا اور دروازے بند کر لے۔ کہا پھر

❶ صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب اذا التقى مسلمان بسيفهما، ٧٠٨٣؛ صحيح مسلم، ٢٨٨٨؛ ابوداود، ٤٣٦٨؛ احمد، ٧/ ٤٦؛ ابن حبان، ٥٩٤٥؛ بيهقى، ٨/ ١٩٠۔ ❷ ترمذى، كتاب الفتن، باب ما جاء إنه تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم، ٢١٩٤، وهو صحيح؛ احمد، ١/ ١٨٥؛ مسند ابى يعلى، ٧٥٠، شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحيح ترمذى، ١٧٨٥) ❸ ابوداود، كتاب الفتن، باب النهى عن السعى فى الفتنة، ٤٢٥٧، وهو حسن شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحيح ابو داود، ٣٥٨١)

اگر چہ میں نہ اتروں؟ فرمایا ''تو ان میں چلا جا جن کا تو ہے۔ اور وہیں رہ'' عرض کیا کہ پھر میں اپنے ہتھیار ہی کیوں نہ لے لوں؟ فرمایا ''پھر تو تو بھی ان کے ساتھ ہی شامل ہو جائے گا۔ بلکہ اگر تجھے کسی کی تلوار کی شعاعیں پریشان کرتی نظر آئیں تو بھی اپنے منہ پر کپڑا ڈال لے تا کہ تیرے اور خود اپنے گناہوں کو وہی لے جائے۔'' ❶ حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں تھے۔ جو ایک صاحب نے فرمایا میں نے مرحوم سے سنا ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی ہوئی حدیثیں بیان فرماتے ہوئے کہتے تھے۔ ''اگر تم آپس میں لڑو گے تو میں اپنے سب سے دور دراز کے گھر میں چلا جاؤں گا اور اسے بند کر کے بیٹھ جاؤں گا اگر وہاں بھی کوئی گھس آئے تو میں کہہ دوں گا کہ لے اپنا اور میرا گناہ اپنے سر پر رکھ لے۔ پس میں حضرت آدم علیہ السلام کے ان دونوں بیٹوں میں سے جو بہتر تھا اس کی طرح ہو جاؤں گا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے جائے یعنی تیرے وہ گناہ جو اس سے پہلے کے ہیں اور میرے قتل کا گناہ بھی۔'' یہ مطلب بھی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میری خطائیں بھی تجھ پر آ پڑیں اور میرے قتل کا گناہ بھی، لیکن انہیں سے ایک قول پہلے جیسا بھی مروی ہے، ممکن ہے یہ دوسرا ثابت نہ ہو۔ اسی بنا پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاتل مقتول کے سب گناہ اپنے اوپر بار کر لیتا ہے اور اس معنی کی ایک حدیث بھی بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس کی کوئی اصل نہیں۔ بزار میں ایک حدیث ہے ''بے سبب کا قتل تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' ❷ گو یہ حدیث اوپر والے معنی میں نہیں، تاہم یہ بھی صحیح نہیں۔ اور اس روایت کا مطلب یہ بھی ہے کہ قتل کی ایذا کے باعث اللہ تعالیٰ مقتول کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اب وہ قاتل پر آ جاتے ہیں۔ یہ بات ثابت نہیں۔ ممکن ہے بعض قاتل ویسے بھی ہوں، قاتل کو میدان قیامت میں مقتول ڈھونڈتا پھرے گا اور اس کے ظلم کے مطابق اس کی نیکیاں لیتا جائے گا اور سب نیکیاں لے لینے کے بعد بھی اس ظلم کی تلافی نہ ہوئی تو مقتول کے گناہ قاتل پر رکھ دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بدلہ ہو جائے، تو ممکن ہے کہ سارے ہی گناہ بعض قاتلوں کے سر پڑ جائیں۔ کیونکہ ظلم کے اس طرح بدلے لئے جانے احادیث سے ثابت ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ قتل سب سے بڑا ظلم ہے اور سب سے بدتر، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب اس جملے کا صحیح تر یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے گناہ اور میرے قتل کے گناہ سب ہی اپنے اوپر لے جائے۔ تیرے اور گناہوں کے ساتھ ایک گناہ یہ بھی بڑھ جائے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میرے گناہ بھی تجھ پر آ جائیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل کی جزا سزا ملتی ہے، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقتول کے عمر بھر کے گناہ قاتل پر ڈال دیئے جائیں اور اس کے گناہوں پر اس کی پکڑ ہو؟ باقی رہی یہ بات کہ پھر ہابیل نے یہ بات اپنے بھائی سے کیوں کہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے آخری مرتبہ نصیحت کی اور ڈرایا اور خوف زدہ کیا کہ اس کام سے باز آ جا۔ ورنہ گنہگار ہو کر جہنم واصل ہو جائے گا کیونکہ میں تو تیرا مقابلہ کرنے ہی کا نہیں تو سارا بوجھ تجھ ہی پر ہوگا۔ اور تو ہی ظالم ٹھہرے گا اور ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ باوجود اس نصیحت کے بھی اس کے نفس نے اسے دھوکا دیا اور غصے اور حسد اور تکبر میں آ کر اپنے بھائی کو قتل کر دیا، اسے شیطان نے قتل پر ابھار دیا اور اس نے اپنے نفس امارہ کی پیروی کر لی اور لوہے سے اسے مار ڈالا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ اپنے جانوروں کو لے کر پہاڑیوں پر چلے گئے تھے، یہ ڈھونڈتا ہوا وہاں پہنچا اور ایک بڑا بھاری پتھر اٹھا کر ان کے سر پر دے مارا یہ اس وقت سوئے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں مثل

---

❶ احمد، ۵/ ۱۴۹، ابوداود، کتاب الفتن، باب النهی عن السعی فی الفتنة، ۴۲۶۱، وهو حسن، ابن ماجه، ۳۹۵۸، حاکم، ۴/ ۴۲۳، بیهقی، ۸/ ۱۹۱، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ۸/ ۱۰۱)

❷ مسند البزار، ۱۵۴۵، وسنده حسن، مجمع الزوائد، ۶/ ۲۲۶ الطبقات، ۲/ ۶۶، اخبار اصبهان، ۲/ ۳۶، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ۲۰۱۶)

درندے کے کاٹ کاٹ کر اور گلا دبا کر ان کی جان لی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان نے جب دیکھا کہ اسے قتل کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا یہ اس کی گردن مروڑ رہا ہے۔ تو اس لعین نے ایک جانور پکڑا اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر زور سے دے مارا جس سے وہ جانور اسی وقت مر گیا۔ یہ دیکھ کر اس نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ یہی کیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ چونکہ اب تک زمین پر کوئی قتل نہیں ہوا تھا تو قابیل اپنے بھائی کو گرا کر کبھی اس کی آنکھیں بند کرتا کبھی اسے تھپڑ اور گھونسے مارتا' یہ دیکھ کر ابلیس لعین اس کے پاس آیا اور اسے بتلایا کہ پتھر لے کر اس کا سر کچل ڈال۔ جب اس نے کچل ڈالا تو لعین دوڑتا ہوا حضرت حوا علیہا السلام کے پاس آیا اور کہا قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ انہوں نے پوچھا قتل کیسا ہوتا ہے؟ کہا اب نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ بولتا چالتا ہے نہ ہلتا جلتا ہے۔ کہا شاید موت آ گئی۔ اس نے کہا ہاں وہی موت۔ اب تو مائی صاحبہ چیخنے چلانے لگیں' اتنے میں حضرت آدم علیہ السلام آئے' پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لیکن یہ جواب نہ دے سکیں۔ آپ علیہ السلام نے دوبارہ دریافت فرمایا لیکن فرط غم و رنج کی وجہ سے ان کی زبان نہ اٹھی' تو کہا اچھا تو اور تیری بیٹیاں ہائے وائے میں ہی رہیں گی اور میں اور میرے بیٹے اس سے بری ہیں۔ قابیل خسارے ٹوٹے اور نقصان والا ہو گیا۔ دنیا اور آخرت دونوں ہی بگڑی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''جو انسان ظلم سے قتل کیا جاتا ہے اس کے خون کا بوجھ آدم علیہ السلام کے اس پہلے لڑکے پر بھی پڑتا ہے اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے زمین پر خون ناحق گرایا ہے۔''[1] مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قاتل کے ایک پیر کی پنڈلی کو ران سے اس دن لٹکا دیا گیا اور اس کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا' اس کے گھومنے کے ساتھ گھومتا رہتا ہے۔ جاڑوں اور گرمیوں میں آگ اور برف کے گڑھے میں وہ معذب ہے۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کا آدھوں آدھ عذاب صرف اس ایک کو ہو رہا ہے سب سے بڑا معذب یہی ہے زمین کے ہر قتل کا حصہ گناہ اس کے ذمہ ہے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر اور شیطان پر ہر خون ناحق کا بوجھ پڑتا ہے۔ جب مار ڈالا تو اب یہ معلوم نہ تھا کہ کیا کرے' کس طرح اسے چھپائے؟ تو اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے وہ دونوں بھی آپس میں بھائی بھائی تھے۔ یہ اس کے سامنے لڑنے لگے یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کی لاش کو رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال دی' یہ دیکھ کر قابیل کی سمجھ میں بھی یہ ترکیب آ گئی۔ اور اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ از خود مرے ہوئے ایک کوے کو دوسرے کوے نے اس طرح گڑھا کھود کر دفن کیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ سال بھر تک تو قابیل اپنے بھائی کی لاش اپنے کھوے پر لادے پھرتا رہا پھر کوے کو دیکھ کر اپنے نفس پر ملامت کرنے لگا کہ میں اتنا بھی نہ کر سکا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مار کر وہ پھر بہت پچھتایا اور لاش کو گود میں رکھ کر بیٹھ گیا اور اس لئے بھی کہ سب سے پہلی میت اور سب سے پہلا قتل روئے زمین پر یہی تھا۔ اہل تورات کہتے ہیں کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تیرے بھائی ہابیل کو کیا ہوا؟ اس نے کہا مجھے کیا خبر؟ میں اس کا نگہبان تو تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سن! تیرے بھائی کا خون زمین میں سے مجھے پکار رہا ہے تجھ پر میری لعنت ہے۔ اس زمین میں جس کا منہ کھول کر تو نے اسے اپنے بے گناہ بھائی کا خون پلایا ہے اب تو زمین میں جو کچھ کام کرے گا وہ اپنی کھیتی تجھے نہیں دینے کی جب تک کہ تو اس میں سرگردانی نہ کرے۔ اس نے اس کام کو کر تو لیا لیکن پھر تو بڑا ہی نادم ہوا' نقصان کے ساتھ ہی پچھتاوا گویا عذاب پر عذاب تھا۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب احادیث الأنبیاء باب خلق آدم وذریتہ، ۳۳۳۵؛ صحیح مسلم، ۱۶۷۵؛ ترمذی، ۲۶۷۳؛ ابن ماجہ، ۲۶۱۶؛ احمد، ۱/ ۳۸۲؛ ابن حبان، ۵۹۸۳؛ بیہقی، ۸/ ۱۵؛ ابن ابی شیبہ، ۹/ ۳۶٤؛ عبدالرزاق، ۱۹۷۱۸؛ مسند حمیدی، ۱۱۸؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱٤۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۱۷۹۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ع

ع ٥ / ٨

ترجمہ: اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور جو شخص کسی ایک کی جان بچا لے اس نے گویا تمام لوگوں کو بچا لیا ان کے پاس ہمارے بہت سے رسول ظاہر دلیلیں لے کر آئے لیکن پھر اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں ظلم و زیادتی اور زبردستی کرنے والے ہی رہے۔[۳۲] ان کی سزا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا الٹے طور سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں' یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے' یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔[۳۳] ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر اختیار پا لو تو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم و کرم والا ہے۔[۳۴]

اس قصہ میں مفسرین کے اقوال اس بات پر تو متفق ہیں کہ یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے اور یہی قرآن کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہی حدیث میں بھی ہے کہ روئے زمین پر جو قتل ناحق ہوتا ہے اس کا ایک حصہ بوجھ اور گناہ کا حضرت آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے پر ہوتا ہے اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ ❶ لیکن حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے۔ قربانی سب سے پہلے انہیں میں آئی اور زمین پر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا ہے لیکن یہ قول تامل طلب ہے اور اس کی اسناد بھی ٹھیک نہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے ''یہ واقعہ بطور ایک مثال کے ہے تم اس میں سے اچھائی لے لو اور برے کو چھوڑ دو۔'' ❷ یہ حدیث مرسل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس صدمہ سے حضرت آدم علیہ السلام بہت غمگین ہوئے اور سال بھر تک انہیں ہنسی نہ آئی آخر فرشتوں نے ان کے غم کو دور ہونے اور انہیں ہنسی آنے کی دعا کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت اپنے رنج و غم میں یہ بھی کہا تھا کہ شہر اور شہر کی سب چیزیں متغیر ہو گئیں۔ زمین کا رنگ بدل گیا اور وہ نہایت بدصورت ہو گئی۔

❶ اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔ صفحہ سابقہ۔ ❷ الطبری، ٦/ ١٢٩، وسندہ ضعیف شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ارسال کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفه، ٣٠٩٧)

ہر ہر چیز کا رنگ و مزہ جاتا رہا اور کشش والے چہروں کی ملاحت بھی سلب ہوگئی۔ اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ اس مردے کے ساتھ اس زندہ نے بھی گویا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اور جو برائی قاتل نے کی تھی اس کا بوجھ اس پر آ گیا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قابیل کو اسی وقت کوئی سزا دی گئی۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ اس کی پنڈلی اس کی ران سے لٹکا دی گئی اور اس کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ گھومتا رہتا تھا۔ یعنی جدھر سورج ہوتا ادھر ہی اس کا منہ اٹھا رہتا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جتنے گناہ اس لائق ہیں کہ بہت جلد انکی سزا دنیا میں بھی دی جائے اور پھر آخرت کے زبردست عذاب باقی رہیں ان میں سب سے بڑھ کر گناہ سرکشی اور قطع رحمی ہے ❶ تو قابیل میں یہ دونوں باتیں جمع ہوگئیں۔'' ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ (یہ یاد رہے کہ اس قصہ کی تفصیلات جس قدر بیان ہوئی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر حصہ اہل کتاب سے اخذ کیا ہوا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مترجم)

انسانی جان کی قدر و قیمت: [آیت:۳۲-۳۴] فرمان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے اس لڑکے کے قتل بے جا کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل سے صاف فرما دیا ان کی کتاب میں لکھ دیا اور ان کے لئے اس حکم کو حکم شرعی کر دیا کہ جو شخص کسی ایک کو بلاوجہ مار ڈالے نہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا نہ اس نے زمین میں فساد پھیلایا تھا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اس لئے کہ رب کے نزدیک ساری مخلوق یکساں ہے۔ اور جو کسی بے قصور شخص کے قتل سے باز رہے اسے حرام جانے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو بچا لیا اس لئے کہ سب لوگ اس طرح سلامتی کے ساتھ رہیں گے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب باغی گھیر لیتے ہیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں میں آپ کی طرف داری میں آپ کے مخالفین سے لڑنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ ملاحظہ فرمایئے کہ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت خلیفہ معصوم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ سب لوگوں کو قتل کر دو جن میں ایک میں بھی ہوں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں۔ فرمایا سنو ایک کو قتل کرنا ایسا برا ہے جیسے سب کا قتل کرنا۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ میری یہی خواہش ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے اور گناہ نہ دے۔ یہ سن کر آپ واپس لوٹ گئے اور نہ لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ قتل کا اجرا دنیا کی بربادی کا باعث ہے اور اس کی روک لوگوں کی زندگی کا سبب ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا گویا تمام مسلمانوں کو بچا رہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کو اور عادل مسلم بادشاہ کو قتل کرنے والے پر ساری دنیا کے انسانوں کے قتل کا گناہ ہے اور نبی اور امام عادل کے بازو مضبوط کرنا دنیا کو بچا لینا ہے۔ (ابن جریر) اور روایت میں ہے کہ ایک کو بے وجہ مار ڈالتے ہی جہنمی ہو جاتا ہے گویا سب کو مار ڈالا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مؤمن کو بے وجہ شرعی مار ڈالنے والا جہنمی دشمن رب ملعون اور مستحق سزا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ سب لوگوں کو بھی مار ڈالتا ہے تو اس سے زیادہ عذاب اسے اور کیا ہوتا؟ جو قتل سے رک جائے گویا کہ اس کی طرف سے سب کی زندگی محفوظ ہے۔ ❷ عبدالرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک قتل کے بدلے ہی اس کا خون حلال ہو گیا۔ یہ نہیں کہ کئی ایک کو قتل کرے جب ہی وہ قصاص کے قابل ہوا اور جو اسے بچا لے یعنی ولی قاتل سے درگزر کرے اس نے گویا لوگوں کو بچا لیا۔ اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس نے انسان کی جان بچائی' مثلاً ڈوبتے کو نکال لیا' جلتے کو بچا لیا' کسی کو ہلاکت سے ہٹا لیا۔ مقصد لوگوں کو خون ناحق سے روکنا اور لوگوں کی خیر خواہی اور امن و امان پر آمادہ کرنا ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا بنی اسرائیل جس طرح اس حکم کے مکلف تھے ہم بھی

---

❶ ابوداود، کتاب الأدب، باب فی النهی عن البغی، ٤٩٠٢، وسنده صحیح، ترمذي، ٢٥١١، ابن ماجه، ٤٢١١؛ الأدب المفرد، ٦٧، احمد، ٥/ ٣٦، ابن حبان، ٤٥٥، حاکم، ٢/ ٣٥٦، الزهد، ٧٢٤، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ٩١٨) ❷ الطبری، ١٠/ ٢٣٥۔

ہیں؟ فرمایا ہاں یقیناً اللہ کی قسم کچھ بنو اسرائیل کے خون اللہ کے نزدیک ہمارے خون سے زیادہ باوقعت نہ تھے۔ پس ایک شخص کا بے سبب قتل سب کے قتل کا بوجھ ہے اور ایک کی جان کے بچاؤ کا ثواب سب کو بچالینے کے برابر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی بات بتلائیے کہ میری زندگی آرام گزرے۔ آپ نے فرمایا ''کیا کسی کو مارڈالنا تمہیں پسند ہے۔ یا کسی کو بچالینا تمہیں محبوب ہے؟'' جواب دیا بچالینا۔ ''فرمایا بس اپنی اصلاح میں لگے رہو۔'' ❶

پھر فرماتا ہے ان کے پاس ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم واضح دلیلیں اور روشن احکام اور کھلے معجزات لے کر آئے' لیکن اس کے بعد بھی اکثر لوگ اپنی سرکشی اور دراز دستی سے باز نہ رہے۔ بنو قینقاع کے یہود بنو قریظہ اور بنونضیر وغیرہ کو دیکھ لیجئے کہ اوس اور خزرج کے ساتھ مل کر آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے اور لڑائی کے بعد پھر قیدیوں کے فدیے دے کر چھڑاتے تھے اور مقتول کی دیت ادا کرتے تھے جس پر انہیں قرآن میں سمجھایا گیا کہ تم سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ نہ تو اپنے والوں کے خون بہاؤ نہ انہیں دیس نکالا دو۔ لیکن تم نے باوجود پختہ اقرار اور مضبوط عہد و پیمان کے اس کا خلاف کیا گو فدیے ادا کئے لیکن نکالنا بھی تو حرام تھا۔ اس کے کیا معنی کہ کسی حکم کو مانو اور کسی سے انکار کرو۔ ایسوں کی سزا یہی ہے کہ دنیا میں رسوا اور ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت تر عذابوں کا شکار ہوں' اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔

زمین میں فساد کرنے والوں کی سزا: محاربہ کے معنی خلاف کرنا حکم کے برعکس کرنا' مخالفت پر تل جانا ہیں مراد اس سے کفر' ڈاکہ زنی' زمین میں شورش و فساد اور طرح طرح کی بدامنی پیدا کرنا ہے۔ یہاں تک کہ سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سکے کو توڑ دینا بھی زمین میں فساد مچانا ہے قرآن کی اور آیت میں ہے ''جب وہ کسی کام کے والی ہو جاتے ہیں۔ تو فساد پھیلا دیتے ہیں۔ اور کھیت اور نسل کو ہلاک کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔'' یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ایسا شخص ان کاموں کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے سے پہلے ہی توبہ کر لے تو پھر اس پر کوئی مواخذہ نہیں' برخلاف اس کے کہ اگر مسلمان ان کاموں کو کرے اور بھاگ کر کفار میں جا ملے تو حد شرعی سے آزاد نہ ہو گا۔ ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے پھر ان میں سے جو کوئی مسلمان کے ہاتھ آجانے سے پہلے توبہ کر لے تو جو حکم اس پر اس کے فعل کے باعث ثابت ہو چکا وہ ٹل نہیں سکتا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل کتاب کے ایک گروہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہو گیا تھا لیکن انہوں نے اسے توڑ دیا اور فساد مچادیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ اگر آپ چاہیں انہیں قتل کر دیں۔ اور اگر چاہیں الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں کٹوا دیں۔ ❸ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ حروریہ خوارج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جو بھی یہ کام کرے اس کے لئے یہ حکم ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان سے فرمایا ''اگر تم چاہو تو ہمارے چرواہوں کے ساتھ چلے جاؤ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب تمہیں ملے گا۔'' چنانچہ یہ گئے اور جب ان کی بیماری جاتی رہی تو انہوں نے ان چرواہوں کو مار ڈالا' اور اونٹ لے کر چلتے بنے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ انہیں پکڑ لاؤ۔ چنانچہ یہ گرفتار کئے گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے' پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور دھوپ میں پڑے ہوئے تڑپ

---

❶ احمد، ٢/ ١٧٥، وسندہ ضعیف اس روایت میں ابن لھیعہ ضعیف راوی ہے جبکہ ابن عمرو کا حمزہ رضی اللہ عنہ سے لقاء ثابت نہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الترغیب، ١٣١٣) ❷ الطبری، ١٠/ ٢٤٤۔ ❸ الطبری، ١٠/ ٢٤٣۔

تڑپ کر مر گئے۔ مسلم میں ہے یا تو یہ لوگ عکل کے تھے یا عرینہ کے۔ یہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہ دیا گیا۔ نہ ان کے زخم داغے گئے۔ انہوں نے چوری بھی کی تھی قتل بھی کیا تھا۔ ایمان کے بعد کفر بھی کیا تھا اور اللہ رسول سے لڑے بھی تھے۔ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں بھی پھیری تھیں۔ مدینہ کی آب وہوا اس وقت بہتر نہ تھی۔ برسام کی بیماری تھی۔ حضور ﷺ نے ان کے پیچھے بیس انصاری گھوڑ سوار بھیجے تھے اور ایک پکی تھا جو نشان قدم دیکھ کر رہبری کرتا جاتا تھا۔ ❶ موت کے وقت ان کی پیاس کے مارے یہ حالت تھی کہ زمین چاٹ رہے تھے ان ہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ ❷ ایک مرتبہ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ سب سے بڑی اور سب سے سخت سزا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو دی ہو اس کو بیان کرو تو آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ بحرین سے آئے تھے بیماری کی وجہ سے ان کے رنگ زرد پڑ گئے تھے اور پیٹ بڑھ گئے تھے تو آپ نے انہیں فرمایا ''جاؤ اونٹوں میں رہوان کا دودھ اور پیشاب پیو۔'' ❸ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا حجاج نے تو اس روایت کو اپنے مظالم کی دلیل بنالیا' تب تو مجھے سخت ندامت ہوئی کہ میں نے اس سے یہ حدیث کیوں بیان کی؟ اور روایت میں ہے کہ ان میں سے چار شخص تو عرینہ قبیلے کے تھے۔ اور تین عکل کے تھے یہ سب تندرست ہو گئے تو مرتد بن گئے۔ اور روایت میں ہے کہ راستے بھی انہوں نے بند کر دیئے تھے اور زنا کار بھی تھے۔ ❹ یہ جب آئے تو ان کے پاس بوجہ فقیری کے پہننے کے کپڑے تک نہ تھے یہ قتل وغارت کر کے بھاگ کر اپنے شہر کو جا رہے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنی قوم کے پاس پہنچنے والے ہی تھے جو ہم نے انہیں جالیا۔ وہ پانی مانگتے تھے اور حضور ﷺ فرماتے تھے اب تو پانی کے بدلے جہنم کی آگ ملے گی۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آنکھوں میں سلائیاں پھیرنا اللہ کو ناپسند آیا۔ یہ حدیث ضعیف اور غریب ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لشکر ان مرتدوں کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا ان کے سردار حضرت جریر رضی اللہ عنہ تھے۔ ہاں اس روایت میں یہ فقرہ بالکل منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیرنا مکروہ رکھا اس لئے کہ صحیح مسلم میں یہ موجود ہے کہ انہوں نے چرواہوں کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ پس یہ اس کا بدلہ اور ان کا قصاص تھا جو انہوں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ ❺ وہی ان کے ساتھ کیا گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ بنو فزارہ کے تھے۔ اس واقعہ کے بعد حضور ﷺ نے یہ سزا کسی کو نہیں دی۔ ❻ اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ایک غلام تھا جس کا نام یسار رضی اللہ عنہ تھا' چونکہ یہ بڑے اچھے نمازی تھے اس لئے حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا تھا اور اپنے اونٹوں میں انہیں بھیج دیا تھا کہ یہ ان کی نگرانی رکھیں۔ ان ہی کو ان مرتدوں نے قتل کیا اور ان کی آنکھوں میں کانٹے گاڑ کر اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ جو لشکر انہیں گرفتار کر کے لایا تھا ان میں ایک شہ زور حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ تھے۔ ❼ حافظ ابو بکر ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قصة عكل وعرینة، ۴۱۹۲، ۳۰۱۸، صحیح مسلم، ۱۶۷۱، ابو داود، ۴۳۶۶، ترمذی، ۲۰۴۲، نسائی ۴۰۳۰؛ احمد، ۳/ ۱۹۸، ابن حبان، ۶۷۴۴، عبدالرزاق، ۱۷۱۳۲۔

❷ ترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی بول ما یؤکل لحمه ۷۲ وسنده صحیح، نسائی، ۴۰۳۹؛ شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی، ۶۲) ❸ اس روایت میں سلام بن ابی الصہباء مجروح ہے۔ جبکہ اس کا شاہد صحیح بخاری، ۵۶۸۵ میں موجود ہے جس کی وجہ سے یہ روایت حسن ہے۔ ❹ الطبری، ۱۰/ ۲۵۰، ۱۰/ ۲۷۶، ح ۱۱۸۵۴ وسنده ضعیف شیخ البانی نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفة، ۵۱۰۸) ❺ صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب حکم المحاربین والمرتدین، ۱۶۷۱۔ ❻ عبدالرزاق، ۱۸۵۴۱، اس روایت میں ابراہیم بن محمد اسلمی سخت ضعیف راوی ہے۔

❼ طبرانی، (۶۲۲۳، ۶۲۷۸؛ مجمع الزوائد، ۶/ ۲۹۴) اس روایت میں موسیٰ بن محمد التیمی ضعیف راوی ہے۔

اس روایت کے تمام طریقوں کو جمع کر دیا ہے اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ ابوحمزہ بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سے اونٹوں کے پیشاب کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔ تو آپ ان محاربین کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ منافقانہ طور پر ایمان لائے تھے اور حضور ﷺ سے مدینہ کی آب و ہوا کی ناموافقت کی شکایت کی تھی۔ جب حضور ﷺ کو ان کی دغابازی اور قتل و غارت اور ارتداد کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے منادی کرائی "اللہ تعالیٰ کے لشکریو! اٹھ کھڑے ہو"! یہ آواز سنتے ہی مجاہدین کھڑے ہو گئے بغیر اس کے کہ کوئی کسی کا انتظار کرے ان مرتد ڈاکوؤں اور باغیوں کے پیچھے دوڑے خود حضور ﷺ بھی ان کو روانہ کر کے ان کے پیچھے چلے۔ وہ لوگ اپنی جائے امن میں پہنچنے کو تھے۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں گھیر لیا اور ان میں سے جتنے گرفتار ہو گئے انہیں لے کر حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا اور یہ آیت اتری۔ ان کی جلاوطنی یہی تھی کہ انہیں حکومت اسلام کی حدود سے خارج کر دیا گیا۔ پھر ان کو عبرتناک سزائیں دی گئیں اس کے بعد حضور ﷺ نے کسی کے بھی اعضاء بدن سے جدا نہیں کرائے بلکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے جانوروں کو بھی اس طرح کرنا منع ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ قتل کے بعد انہیں جلا دیا گیا۔ ❶ بعض کہتے ہیں کہ یہ بنو سلیم کے لوگ تھے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے جو سزا انہیں دی وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور اس آیت سے اسے منسوخ کر دیا۔ ان کے نزدیک گویا اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو اس سزا سے روکا گیا ہے جیسے آیت ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ﴾ ❷ میں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مثلہ کرنے سے یعنی ہاتھ، پاؤں کان ناک کاٹنے سے جو ممانعت فرمائی ہے اس حدیث سے یہ سزا منسوخ ہو گئی، لیکن ہے ذرا یہ تامل طلب پھر یہ بھی سوال طلب امر ہے کہ ناسخ کی تاخیر کی دلیل کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں حدود اسلام کے مقرر ہونے سے پہلے کا یہ واقعہ ہے لیکن یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ حدود کے تقرر کے بعد کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کا اسلام سورۂ مائدہ کے نازل ہو چکنے کے بعد کا ہے۔ بعض کہتے ہیں حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنی چاہی تھیں لیکن یہ آیت اتری اور آپ اپنے ارادے سے باز رہے۔ لیکن یہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ بخاری و مسلم میں یہ لفظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں۔ محمد بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو سخت سزا انہیں دی اس کے انکار میں یہ آیتیں اتری ہیں اور ان میں صحیح سزا بیان کی گئی ہے جو قتل کرنے اور ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کاٹنے اور وطن سے نکال دینے کے حکم پر شامل ہے، چنانچہ دیکھیے کہ اس کے بعد پھر کسی کی آنکھوں میں سلائیاں پھیرنی ثابت نہیں۔ ❸ لیکن اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ اس آیت میں حضور ﷺ کے اس فعل پر آپ ﷺ کو ڈانٹا گیا ہو۔ بات یہ ہے کہ جو انہوں نے کیا تھا اس کا وہی بدلہ مل گیا۔ اب آیت نازل ہوئی جس نے ایک خاص حکم ایسے لوگوں کا بیان فرمایا اور اس میں آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس آیت سے جمہور علما نے دلیل پکڑی ہے کہ راستوں کی بندش کر کے لڑنا اور شہر میں لڑنا دونوں برابر ہیں کیونکہ لفظ ﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾ کے ہیں۔ امام مالک، اوزاعی، لیث، شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے۔ کہ باغی لوگ خواہ شہر میں ایسا فتنہ مچائیں یا بیرون شہر میں، ان کی سزا یہی ہے۔ بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو اس کے گھر میں اس طرح دھوکہ دہی سے مار ڈالے تو اسے پکڑ لیا جائے گا اور اس کا تمام مال و اسباب جو اسکے پاس ہے لے لیا جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور خود امام وقت ان کاموں کو از خود کرے گا نہ کہ مقتول کے اولیا کے ہاتھ میں یہ کام ہوں بلکہ اگر وہ درگزر کرنا چاہیں تو بھی ان کے اختیار میں نہیں بلکہ یہ

---

❶ الطبری، ۱۰/ ۲۴۶۔ ❷ ۹/ التوبۃ: ۴۳۔ ❸ الطبری، ۱۰/ ۲۵۳ یہ روایت معضل (ضعیف) ہے۔

جرم بے واسطہ حکومت اسلامیہ کا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ نہیں' وہ کہتے ہیں کہ محاربہ اسی وقت مانا جائے گا جب کہ شہر کے باہر ایسے فساد کوئی کرے کیونکہ شہروں میں تو امداد کا پہنچنا ممکن ہے راستوں میں یہ بات ناممکن سی ہے جو سزا ان محاربین کی بیان ہوئی ہے اسکے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جو شخص مسلمانوں پر تلوار اٹھائے' راستوں کو پرخطر بنا دے امام المسلمین کو ان تینوں سزاؤں میں سے جو سزا دینا چاہے اس کا اختیار ہے۔ 1 یہی قول اور بھی بہت سوں کا ہے اور اس طرح کا اختیار ایسی ہی اور آیتوں کے احکام میں بھی موجود ہے' جیسے محرم جو شکار کھیلے اس کا بدلہ شکار کے برابر کی قربانی یا مساکین کا کھانا اسکے برابر کے روزے' بیماری یا سر کی تکلیف کی وجہ سے حالت احرام میں سر منڈوانے اور خلاف احرام کام کرنے والے کے فدیہ میں بھی روزے یا صدقہ یا قربانی کا بیان ہے' قسم کے کفارہ میں درمیانے درجہ کا کھانا دس مسکینوں کا یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادگی ہے' تو جس طرح یہاں ان صورتوں میں سے کسی ایک کے پسند کر لینے کا اختیار ہے۔ اسی طرح ایسے محارب مرتد لوگوں کی سزا بھی یا تو قتل ہے یا ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کاٹنا ہے' یا جلاوطن کرنا اور جمہور کا قول ہے کہ یہ آیت کئی احوال میں ہے' جب ڈاکو قتل و غارت دونوں کے مرتکب ہوئے ہوں تو قابل دار اور گردن زدنی ہیں اور جب صرف قتل سرزد ہوا تو قتل کا بدلہ صرف قتل ہے اور اگر فقط مال لیا ہو تو ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کاٹ دیئے جائیں گے۔ اور جب کہ راستے پرخطر کر دیئے ہوں' لوگوں کو خوف زدہ کر دیا ہو اور کسی گناہ کے مرتکب نہ ہوئے ہوں اور گرفتار کر لئے جائیں تو صرف جلاوطنی ہے 2 اکثر سلف اور ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ پھر بزرگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ آیا سولی پر لٹکا کر یونہی چھوڑ دیا جائے کہ بھوکا پیاسا مر جائے؟ یا نیزے وغیرہ سے قتل کر دیا جائے؟ یا پہلے قتل کر دیا جائے پھر سولی پر لٹکایا جائے؟ تاکہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو؟ اور کیا تین دن تک سولی پر رہنے دیا جائے پھر اتار لیا جائے؟ یا یونہی چھوڑ دیا جائے لیکن تفسیر کا یہ موضوع نہیں کہ ہم ایسے جزئی اختلافات میں پڑیں اور ہر ایک کی دلیلیں وغیرہ وارد کریں' ہاں ایک حدیث میں کچھ تفصیلی سزا ہے اگر اس کی سند صحیح ہو تو' وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان محاربین کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جنہوں نے مال چرایا اور راستوں کو خطرناک بنا دیا ان کے ہاتھ تو چوری کے بدلے کاٹ دیجئے اور پاؤں بدامنی کے بدلے' اور جس نے قتل کیا ہے اسے قتل کر دیجئے اور جس نے قتل اور خطرہ راہ اور بدکاری کا ارتکاب کیا ہے' اسے سولی پر چڑھا دو۔ 3

فرمان ہے کہ زمین سے الگ کر دیئے جائیں یعنی انہیں تلاش کر کے ان پر حد قائم کی جائے یا وہ دارالاسلام سے بھاگ کر کہیں چلے جائیں یا یہ کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے شہر سے تیسرے شہر اسے بھیج دیا جاتا رہے۔ یا یہ کہ اسلامی سلطنت سے بالکل ہی خارج کر دیا جائے۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ تو نکال ہی دیتے تھے اور عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک لشکر میں سے دوسرے لشکر میں پہنچا دیا جائے' یونہی کئی سال تک مارا مارا پھرایا جائے لیکن دارالاسلام سے باہر نہ کیا جائے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں اسے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا مختار قول یہ ہے کہ اسے اس کے شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر کے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے۔ ایسے لوگ دنیا میں ذلیل و رذیل اور آخرت میں بڑے بھاری عذابوں میں معذب ہوں گے۔ آیت کا یہ ٹکڑا ان لوگوں کی تو تائید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے۔ اور مسلموں کے بارے میں وہ صحیح حدیث ہے جس میں

---

1 الطبری، ۱۰/ ۲۶۳۔ 2 البغوی فی (التفسیر) ۷۸۸، وسنده ضعیف جداً اس روایت میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۱/ ۵۷، رقم: ۱۸۹) شیخ البانی نے اس کی سند کو واہ جداً کہا ہے۔ دیکھئے (الإرواء، ۲۴۴۰)

3 الطبری، ۱۰/ ۲۷۶، وسنده ضعیف شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو ولید بن مسلم کی تدلیس اور ابن لھیعہ کے ضعف کی وجہ سے منکر قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعيفة، ۵۱۰۸)

ہے کہ حضور ﷺ نے ہم سے ویسے ہی عہد لئے جیسے عورتوں سے لیتے تھے ''ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' چوری نہ کریں' زنا نہ کریں' اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں' ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کریں' جو اس وعدے کو نبھائے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور جو ان میں سے کسی گناہ کے ساتھ آلودہ ہو جائے۔ پھر اگر اسے سزا ہوگئی تو وہ سزا کفارہ بن جائے گی' اور اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کر لی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اگر چاہے عذاب کرے' چاہے چھوڑ دے۔ ❶ اور حدیث میں ہے ''جس کسی نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے چشم پوشی کر لی تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا رحم و کرم اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ معاف کئے ہوئے جرم پر پھر سے پکڑے۔'' ❷ اسی دنیاوی سزا میں اگر بے توبہ مر گئے تو آخرت کی وہ سزائیں باقی ہیں' جن کا اس وقت صحیح تصور بھی محال ہے' ہاں توبہ نصیب ہو جائے تو اور بات ہے' پھر توبہ کرنے والوں کی نسبت جو فرمایا ہے اس کا اظہار اس صورت میں تو صاف ہے کہ اس آیت کو مشرکوں کے بارے میں نازل شدہ مانا جائے' لیکن جو مسلمان محارب ہوں اور وہ قبضے میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں تو ان سے قتل اور سولی اور پاؤں کا کٹنا تو ہٹ جاتا ہے لیکن ہاتھ کا کٹنا بھی ہٹ جاتا ہے یا نہیں' اس میں علما کے دو قول ہیں۔ آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ ہٹ جائے گا صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اسی پر ہے۔ چنانچہ جاریہ بن بدر تیمی بصری نے زمین میں فساد کیا' مسلمانوں سے لڑا اس بارے میں چند قریشیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سفارش کی' جن میں حضرت حسن بن علی' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم بھی تھے لیکن آپ نے اسے امن دینے سے انکار کر دیا۔ وہ سعید بن قیس ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا' آپ نے اسے اپنے گھر میں ٹھہرایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا بتلایئے تو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑے اور زمین میں فساد کی سعی کرے۔ پھر ان آیتوں کی ﴿قَبْلَ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ﴾ تک کی تلاوت کی' تو آپ نے فرمایا' میں تو ایسے شخص کو امن لکھ دوں گا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جاریہ بن بدر ہے ❸ چنانچہ جاریہ نے اس کے بعد ان کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں۔

قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ کی مسجد میں جہاں گورنر تھے ایک فرض نماز کے بعد آیا اور کہنے لگا اے امیر کوفہ! میں فلاں بن فلاں مرادی قبیلہ کا ہوں' میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی لڑی' زمین میں فساد کی کوشش کی' لیکن آپ لوگ مجھ پر قدرت پائیں اس سے پہلے میں تائب ہو گیا' اب میں آپ سے پناہ حاصل کرنے والے کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے کوئی اب اس توبہ کے بعد اس سے کسی طرح کی برائی نہ کرے' اگر یہ سچا ہے تو الحمد للہ اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے گناہ ہی اس کو ہلاک کر دیں گے۔ یہ شخص ایک مدت تک تو ٹھیک ٹھیک رہا لیکن پھر نکل کھڑا ہوا اللہ نے بھی اسکے گناہوں کے بدلے اسے غارت کر دیا اور یہ مار ڈالا گیا۔ علی نامی ایک اسدی شخص نے بھی لڑائی کی' راستے پر خطر کر دیئے' لوگوں کو قتل کیا' مال لوٹا' سالار لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ یہ جنگل میں تھا جو ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا اور وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا۔ ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا﴾ ❹ یہ اسے سن کر رک گیا اور اس سے کہا اے اللہ کے بندے! یہ آیت مجھے دوبارہ سنا' اس نے پھر پڑھی اللہ کی اس آواز کو سن کہ وہ فرماتا ہے =

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب الحدود کفارات لاھلھا، ۱۷۰۹۔ ❷ احمد، ۱/ ۹۹، ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء لایزنی الزانی وھو مؤمن، ۲۶۲۶ وسندہ ضعیف ابواسحاق مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں ہے۔ ابن ماجہ، ۲۶۰۴، البزار، ۴۸۲، دارقطنی، ۳/ ۲۱۵، حاکم، ۲/ ۴۴۵، مسند الشھاب، ۵۰۳، بیھقی، ۸/ ۳۲۸، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الجامع، ۵۴۲۳) ❸ الطبری، ۱۰/ ۲۸۰۔ ❹ ۳۹/ الزمر: ۵۳۔



يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَٰهِدُوا۟ فِى سَبِيلِهِۦ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُۥ مَعَهُۥ لِيَفْتَدُوا۟ بِهِۦ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا۟ مِنَ ٱلنَّارِ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کی طرف نزدیکی کی جستجو کرتے رہو اور اس کی راہ میں جہاد کیا کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔[۳۵] یقین مانو! کہ کافروں کے لئے اگر وہ سب کچھ ہو جو ساری زمین میں ہے بلکہ اسی کے مثل جیسا اور بھی ہو اور وہ اس سب کو قیامت کے دن عذابوں کے بدلے فدیے میں دینا چاہیں تو بھی ناممکن ہے کہ ان کا یہ فدیہ قبول کر لیا جائے ان کے لئے تو دردناک عذاب ہی ہیں۔[۳۶] یہ چاہیں گے کہ دوزخ میں سے نکل جائیں لیکن یہ ہرگز اس سے نہ نکل سکیں گے ان کے لئے تو دوامی عذاب ہیں۔[۳۷]

= ''اے میرے گنہگار بندو! تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ میں سب گناہوں کے بخشنے پر قادر ہوں' میں غفور رحیم ہوں'' اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار کو میان میں کر لیا اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینہ میں پہنچ گیا۔ غسل کیا اور مسجد نبوی ﷺ میں نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب روشنی ہوگئی تو لوگوں نے اسے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے۔ اٹھ کھڑے ہوئے کہ اسے گرفتار کر لیں۔ اس نے کہا سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے اس لئے کہ تم مجھ پر قابو پاؤ اس سے پہلے ہی میں تو توبہ کر چکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلے یہ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا یہ علی اسدی ہیں یہ توبہ کر چکے ہیں اس لئے اب تم انہیں کچھ کر نہیں سکتے' چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا۔ جب مجاہدوں کی ایک جماعت رومیوں سے لڑنے کے لئے چلی تو ان مجاہدوں کے ساتھ یہ بھی ہو لئے۔ سمندر میں ان کی کشتی جا رہی تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رومیوں کی آ گئیں۔ یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کے لئے ان کی کشتی میں کود گئے۔ ان کی آبدار اور خارا شگاف تلوار کی چمک کی تاب رومی نہ لا سکے اور نامردی سے ایک طرف کو بھاگے' یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرف چلے' چونکہ سارا بوجھ ایک طرف ہو گیا اس لئے کشتی پلٹ گئی جس سے وہ سارے رومی کفار ہلاک ہو گئے' اور حضرت علی اسدی رحمۃ اللہ علیہ بھی ڈوب کر شہید ہو گئے ❶ (اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے) آمین۔

لفظ وسیلہ کا معنی و مفہوم: [آیت: ۳۵۔۳۷] تقویٰ کا حکم ہو رہا ہے وہ بھی اطاعت سے ملا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ رب کے منع کردہ کاموں سے رکے رہو اس کی طرف قربت یعنی نزدیکی تلاش کرو' یہی معنی وسیلے کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں۔ ❷ مجاہد' ابووائل' حسن' ابن زید' اور بہت سے مفسرین رحمۃ اللہ علیہم سے بھی یہ مروی ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت اور اس کی مرضی کے اعمال سے اس سے قریب ہوتے جاؤ۔ ❸ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت بھی پڑھی۔ ﴿أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ

❶ الطبری، ۱۰/ ۲٤۸۔ ❷ الطبری، ۱۰/ ۲۹۱۔ ❸ ایضًا۔

الْوَسِيلَةَ﴾ ❶ ''جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔'' ان ائمہ رحمۃ اللہ علیہم نے وسیلہ کے جو معنے اس آیت میں کئے ہیں اس پر سب مفسرین کا گویا اجماع ہے اس میں کسی ایک کا بھی بالکل خلاف نہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک عربی شعر بھی وارد کیا ہے جس میں وسیلہ قربت اور نزدیکی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ وسیلے کے معنی اس چیز کے ہیں جس سے مقصود کے حاصل کرنے کی طرف پہنچا جائے اور وسیلہ جنت کی اس اعلیٰ اور بہترین منزل کا نام ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جگہ ہے۔ عرش سے بہت زیادہ قریب۔ یہی درجہ ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے ''جو شخص اذان سن کر "اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ" پڑھے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔'' ❷ مسلم کی حدیث میں ہے ''جب تم اذان سنو تو جو موذن کہہ رہا ہو وہی تم بھی کہو پھر مجھ پر دورد بھیجو ایک درود کے بدلے تم پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔'' پھر میرے لئے تم اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو وہ جنت کا ایک درجہ ہے جسے صرف ایک ہی بندہ پائے گا' مجھے امید ہے وہ بندہ میں ہی ہوں' پس جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔'' ❸ مسند احمد میں ہے ''جب تم مجھ پر درود پڑھو تو میرے لئے وسیلہ مانگو!'' پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا ''جنت کا سب سے بلند درجہ جسے صرف ایک شخص ہی پائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہو جاؤں۔'' ❹ طبرانی میں ہے ''تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ مجھے وسیلہ عطا فرمائے' جو شخص دنیا میں میرے لئے یہ دعا کرے گا میں اس پر گواہ یا اس کا سفارشی قیامت کے دن بن جاؤں گا۔'' ❺ اور حدیث میں ہے ''وسیلے سے بڑا اور درجہ جنت میں کوئی نہیں' پس تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کے ملنے کی دعا کرو۔'' ❻ ایک غریب اور منکر حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اس وسیلے میں آپ کے ساتھ اور کون ہوں گے؟ تو آپ نے حضرت فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ ❼ ایک اور بہت ہی غریب روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر کوفہ پر فرمایا کہ جنت میں دو موتی ہیں ایک سفید ایک زرد' زرد تو عرش تلے ہے اور مقام محمود سفید موتی کا ہے جس میں ستر ہزار بالا خانے ہیں جن میں سے ہر ہر گھر تین میل کا ہے اس کے دریچے' دروازے' تخت وغیرہ سب کے سب گویا ایک ہی جڑ سے ہیں۔ اسی کا نام وسیلہ ہے یہ محمد ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے لئے ہے۔ ❽

تقویٰ کا یعنی ممنوعات سے رکنے اور احکام کے بجالانے کا حکم دے کر پھر فرمایا کہ اس کی راہ میں جہاد کرو مشرکین و کفار کو جو اس کے دشمن ہیں اس کے دین سے الگ ہیں اس کی سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں انہیں قتل کرو ایسے مجاہدین بامراد ہیں فلاح و صلاح'

---

❶ ١٧/ الاسرآء:٥٧۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء، ٦١٤، ابوداود، ٥٢٩، ترمذی، ٢١١، نسائی، ٦٨٠؛ ابن ماجه، ٧٢٢، احمد، ٣/ ٣٥٤، ابن حبان، ١٦٨٩۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه...... ٣٨٤، ابوداود، ٥٢٣، ترمذی، ٣٦١٤، احمد، ٢/ ١٦٨، ابن حبان، ١٦٩٠، بیهقی، ١/ ٤١٠۔ ❹ احمد، ٢/ ٣٦٥، ترمذی، کتاب المناقب، باب سلوا الله لی الوسیلة، ٣٦١٢، وهو صحیح، عبدالرزاق، ٣١٢٠، ابویعلیٰ، ٦٤١٤، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی، ٢٨٥٧)

❺ المعجم الأوسط، ٦٣٧؛ وسنده حسن، مجمع الزوائد، ١/ ٣٣٣، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الترغیب، ٢٥٧) ❻ احمد، (٣/ ٨٣، ح ١٨١٨٣؛ وسنده ضعیف، المعجم الأوسط، (٢٦٥)

❼ اس کی سند میں الحارث الاعور اور عبدالحمید ضعیف راوی ہیں۔ (التقریب، ١/ ١٤١؛ المیزان، ٢/ ٥٣٨، رقم: ٤٧٦٥)

❽ یہ روایت موقوف ہے اس میں سعد بن طریف متروک راوی ہے۔ (الجرح والتعدیل، ٤/ ٨٧)

سعادت وشرافت انہیں کے لئے ہے‘ جنت کے بلند بالا خانے اور اللہ کی بے شمار نعمتیں انہیں کے لئے ہیں۔ یہ اس جنت میں پہنچائے جائیں گے جہاں موت وفوت نہیں‘ جہاں کمی اور نقصان نہیں۔ جہاں ہمیشگی کی جوانی اور ابدی صحت اور دوامی عیش وعشرت ہے۔ اپنے دوستوں کا نیک انجام بیان فرما کر اب اپنے دشمنوں کا برا نتیجہ ظاہر فرماتا ہے کہ ایسے سخت اور برے عذاب انہیں ہو رہے ہوں گے کہ اگر اسوقت روئے زمین کے مالک ہوں بلکہ اتنا ہی اور بھی ہو تو ان عذابوں سے بچنے کیلئے بطور بدلے کے سب دے ڈالیں۔ لیکن اگر ایسا ہو بھی جائے تو بھی ان سے اب فدیہ قبول نہیں بلکہ جو عذاب ان پر ہیں وہ دائمی ابدی اور دوامی ہیں‘ جیسے اور جگہ ہے کہ جہنمی جب جہنم میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر دوبارہ اسی میں لوٹا دیے جائینگے‘ بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے کے ساتھ اوپر آ جائیں گے کہ داروغے انہیں لوہے کے ہتھوڑے مار مار کر پھر قعر جہنم میں گرا دیں گے۔ غرض ان دائمی عذابوں سے چھٹکارا محال ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ایک جہنمی کو لایا جائے گا پھر اسے پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم! کہو تمہاری جگہ کیسی ہے؟ وہ کہے گا بدترین اور سخت ترین۔ اسے پوچھا جائے گا کہ اس سے چھوٹنے کیلئے تو کیا خرچ کر دینے پر راضی ہے؟ وہ کہے گا ساری زمین بھر کر سونا دے کر بھی میں یہاں سے چھوٹوں تو بھی سستا چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جھوٹا ہے میں نے تو تجھ سے اس سے بھی بہت کم مانگا تھا۔ لیکن تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“ ❶ (مسلم) ایک مرتبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان بیان کیا ”ایک قوم جہنم میں سے نکال کر جنت میں پہنچائی جائے گی“ اس پر ان کے شاگرد حضرت یزید فقیر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ پھر اس آیت قرآنی کا کیا مطلب ہے؟ کہ ﴿يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ﴾ یعنی ”وہ جہنم سے آزاد ہونا چاہیں گے لیکن وہ آزاد ہونے والے نہیں“ تو آپ نے فرمایا اس سے پہلے کی آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ پڑھو جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں یہ کبھی نہ نکلیں گے ❷ (مسند وغیرہ) دوسری روایت میں ہے کہ یزید رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہی تھا کہ جہنم میں سے کوئی بھی نہ نکلے گا اسلئے یہ سن کر انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے اور لوگوں پر تو افسوس نہیں ہاں آپ صحابیوں پر افسوس ہے کہ آپ بھی قرآن کے خلاف کہتے ہیں اس وقت مجھے بھی غصہ آ گیا تھا۔ اس پر انکے ساتھیوں نے مجھے ڈانٹا لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ بہت حلیم الطبع تھے انہوں نے سب کو روک دیا اور مجھے سمجھایا کہ قرآن میں جن کے جہنم سے نہ نکلنے کا ذکر ہے وہ کفار ہیں تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں مجھے سارا قرآن یاد ہے۔ کہا پھر کیا یہ آیت قرآن میں نہیں ہے؟ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ﴾ ❸ اس میں مقام محمود کا ذکر ہے یہی مقام شفاعت ہے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو جہنم میں انکی خطاؤں کی وجہ سے ڈالے گا اور جب تک چاہے انہیں جہنم میں ہی رکھے گا‘ پھر جب چاہے گا انہیں اس سے آزاد کر دے گا حضرت یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد میرا خیال ٹھیک ہو گیا۔ حضرت طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بھی منکر شفاعت تھا یہاں تک کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جن جن آیتوں میں جہنم کی ہمیشگی کا بیان ہے سب پڑھ ڈالیں تو آپ نے سن کر فرمایا اے طلق! کیا تم اپنے آپ کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے علم میں مجھ سے افضل جانتے ہو؟ سنو جتنی آیتیں تم نے پڑھی ہیں وہ سب اہل جہنم کے بارے میں ہیں یعنی مشرکوں کیلئے‘ لیکن جو لوگ نکلیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو مشرک نہ تھے لیکن گنہگار تھے گناہوں کے بدلے سزا بھگت لی پھر جہنم سے نکال دیئے گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے یہ سب فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا‘ یہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، ٦٥٣٨، صحیح مسلم، ٢٨٠٥، احمد، ٣/ ٢١٨، ابن حبان، ٧٣٥١۔ ❷ احمد، ٣/ ٣٥٥، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها، ١٩١، ابن حبان ٧٤٨٣۔ ❸ ١٧/ الاسرآء:٧٩۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو بدلہ اس کا جو انہوں نے کیا تنبیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے' اور اللہ تعالیٰ قوت وحکمت والا ہے۔[۳۸] جو شخص اپنے گناہوں کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربانی کرنے والا ہے۔[۳۹] کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آسمان وزمین کی بادشاہت ہے؟ جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۴۰]

= رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا نہ ہو کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد بھی لوگ اس میں سے نکالے جائیں گے۔ اور وہ جہنم سے آزاد کر دیئے جائیں گے۔ قرآن کی یہ آیتیں جس طرح تم پڑھتے ہو ہم بھی پڑھتے ہی ہیں۔ ❶

قطع ید کا نصاب اور ہاتھ کاٹنے کی شروط: [آیت:۳۸۔۴۰] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿فَاقْطَعُوْٓا اَيْمَانَهُمَا﴾ ہے لیکن یہ قراءت شاذ ہے گو عمل اسی پر ہے لیکن وہ عمل اس قراءت کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے دلائل کی بنا پر ہے' چور کے ہاتھ کاٹنے کا طریقہ اسلام سے پہلے بھی تھا۔ اسلام نے اسے تفصیل وار منظم کر دیا۔ اسی طرح قسامت' دیت اور فرائض کے مسائل بھی پہلے تھے لیکن غیر منظم اور ادھورے' اسلام نے انہیں ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے دویک نامی ایک خزاعی شخص کے ہاتھ چوری کے الزام میں قریش نے کاٹے تھے' اس نے کعبہ کا غلاف چرایا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چوروں نے اس کے پاس رکھ دیا تھا۔ بعض فقہا کا خیال ہے کہ چوری کی چیز کی کوئی حد نہیں تھوڑی ہو یا بہت' محفوظ جگہ سے لی یا غیر محفوظ جگہ سے بہرصورت ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت عام ہے' تو ممکن ہے اس کے قول کا یہی مطلب ہو اور دوسرے مطالب بھی ممکن ہیں۔ ایک دلیل ان حضرات کی یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ انڈا چراتا ہے اور ہاتھ کٹواتا ہے' رسی چرائی اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔'' ❷ جمہور علما کا مذہب یہ ہے کہ چوری کے مال کی حد مقرر ہے گو اس حد کے تقرر میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں تین درہم سکے والے خالص یا ان کی قیمت کی یا زیادہ کی کوئی چیز' چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حضور ﷺ کا ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹنا مروی ہے اور اس کی قیمت اتنی ہی تھی۔ ❸ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اترنج کے چور کے ہاتھ کاٹے

---

❶ احمد، ۳/ ۳۳۰ وسندہ ضعیف؛ شرح مشكل الآثار ٥٦٦٨؛ الأدب المفرد، ٨١٨، یہ روایت سعید بن مہلب کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحديثية، ٢٢/ ٤٠٥) ❷ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب لعن السارق اذا لم یسم، ٦٧٨٣؛ صحیح مسلم، ١٦٨٧؛ ابن ماجه، ٢٥٨٣؛ احمد، ٢/ ٢٥٢؛ ابن حبان، ٥٧٤٨؛ بيهقى، ٨/ ٢٥٣؛ ابن ابى شيبه، ٩/ ٤٧٣؛ نسائى، ٤٨٧٧؛ البغوى، ٢٥٩٨۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب قول الله تعالىٰ ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما﴾ وفى كم يقطع، ٦٧٩٥؛ صحيح مسلم، ١٦٨٦؛ ابوداود، ٤٣٨٥؛ ترمذى، ١٤٤٦؛ نسائى، ٨/ ٧٦؛ ابن ماجه، ٢٥٨٤؛ احمد، ٢/ ٥٤؛ ابن حبان، ٤٤٦١؛ بيهقى، ٨/ ٢٥٦۔

تھے جب کہ وہ تین درہم کی قیمت کا تھا۔ ❶ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع سکوتی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پھل کے چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ حنفیہ اسے نہیں مانتے اور ان کے نزدیک چوری کے مال کا دس درہم کی قیمت کا ہونا ضروری ہے۔ اس میں شافعیہ کا خلاف ہے پاؤ دینار کے تقرر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ پاؤ دینار کی قیمت کی چیز ہو یا اس سے زیادہ ان کی دلیل بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''چور کا ہاتھ پاؤ دینار میں پھر جو اس سے اوپر ہو اس میں کاٹنا چاہیے۔'' ❷ مسلم کی ایک حدیث میں ہے ''چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر پاؤ دینار میں پھر اس سے اوپر میں۔'' ❸ پس یہ حدیث اس مسئلہ کا صاف فیصلہ کر دیتی ہے اور جس حدیث میں تین درہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ کاٹنے کو فرمانا مروی ہے وہ اس کے خلاف نہیں۔ اس لئے کہ اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا پس اصل چوتھائی دینار ہے نہ کہ تین درہم۔ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز، لیث بن سعد، اوزاعی، شافعی، اسحاق بن راہویہ، ابوثور اور ابوداؤد ابن علی ظاہری رحمۃ اللہ علیہم، کا بھی یہی قول ہے۔ ایک روایت میں امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ خواہ ربع دینار ہو خواہ تین درہم دونوں ہی ہاتھ کاٹنے کا نصاب ہے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے ''چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹ دو اس سے کم میں نہیں'' اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا تو چوتھائی دینار تین درہم کا ہوا۔ ❹ نسائی میں ہے ''چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم میں نہ کاٹا جائے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا ڈھال کی قیمت کیا ہے؟ فرمایا پاؤ دینار۔ ❺ پس ان تمام احادیث سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ دس درہم کی شرط لگانی کھلی غلطی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا ہے جس ڈھال کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چور کا ہاتھ کاٹا گیا' اس کی قیمت دس درہم تھی' ❻ چنانچہ ابوبکر بن ابی شیبہ میں یہ موجود ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مخالفت کر رہے ہیں اور حدود کے بارے میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے اور احتیاط زیادتی میں ہے اس لئے دس درہم نصاب ہم نے مقرر کیا ہے بعض سلف کہتے ہیں کہ دس درہم یا ایک دینار حد ہے۔ علی بن مسعود، ابراہیم نخعی اور ابوجعفر باقر رحمۃ اللہ علیہم سے یہی مروی ہے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پانچوں انگلیاں نہ کاٹی جائیں مگر پانچ دینار یا پچاس درہم کی قیمت کے برابر کے مال کی چوری میں۔ ظاہریہ کا مذہب ہے کہ ہر تھوڑی بہت چیز کی چوری پر ہاتھ کٹے گا۔ انہیں جمہور نے یہ جواب دیا کہ اولاً تو یہ اطلاق منسوخ ہے لیکن جواب ٹھیک نہیں اس لئے کہ تاریخ نسخ کا کوئی یقین نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انڈے سے مراد لوہے کا انڈہ ہے اور رسی سے مراد کشتیوں کے قیمتی رسے ہیں۔ ❼ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ فرمان باعتبار نتیجے کے ہے یعنی ان چھوٹی چھوٹی معمولی سی چیزوں سے

---

❶ مؤطا امام مالك، كتاب الحدود، باب مايجب فيه القطع، ٢/ ٨٣٢، ح ١٤١٨ وسنده ضعيف لأنقطاعه۔

❷ صحيح بخاري، كتاب الحدود، باب قول الله تعالىٰ ﴿السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما﴾ وفي كم يقطع، ٦٧٨٩؛ صحيح مسلم، ١٦٨٤؛ نسائی، ٨/ ٧٨؛ ابن ماجه، ٢٥٨٥؛ احمد، ٦/ ١٦٣؛ ابن حبان، ٤٤٥٩؛ بیهقی، ٨/ ٢٥٤۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب حد السرقة ونصابها، ١٦٨٤۔ ❹ احمد، ٦/ ٨٠، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء تحت رقم، ٢٤٠٢) اس کی سند صحیح ہے۔ ❺ نسائی، كتاب قطع السارق، باب ذكر اختلاف ابی بكر بن محمد وعبدالله بن ابی بكر ...... ٤٩٣٩، وهو صحيح شیخ البانی نے اس روایت پر صحیح لغیرہ کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (صحيح نسائی، ٤٥٨٣)

❻ حاكم، ٤/ ٣٧٨، ٣٧٩، ح ٨١٤٢ وسنده ضعيف، ابن ابی شيبه، ٦/ ٤٦٥ (٩/ ٤٧٤ ح ٢٨٠٩٥) وسنده حسن موقوف۔

❼ صحيح بخاری، كتاب الحدود، باب لعن السارق اذالم يسم، ٦٧٨٣۔

چوری شروع کرتا ہے آخر کار قیمتی چیزیں چرانے لگتا ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ فرمان حضور ﷺ بطور بیان واقعہ کے ہو ایام جاہلیت میں ہر چھوٹی سی چیز کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔ تو گویا حضور ﷺ بطور افسوس کے اور چور کو نادم کرنے کے فرما رہے ہیں کہ کیسا ذلیل اور بے وقوف انسان ہے کہ معمولی چیز کے لئے ہاتھ جیسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ مذکور ہے کہ ابو العلاء معری جب بغداد میں آیا تو اس نے اس بارے میں بڑے اعتراض شروع کئے اور اس کے جی میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ میرے اس اعتراض کا جواب کسی سے نہیں ہوسکتا۔ تو اس نے ایک شعر کہا کہ اگر ہاتھ کاٹ ڈالا جائے تو دیت پانچ سو دلوائیں اور پھر اسی ہاتھ کو پاؤ دینار کی چوری پر کٹوا دیں' یہ ایسا تناقض ہے کہ ہماری سمجھ میں تو آتا ہی نہیں خاموش ہیں اور کہتے ہیں ہمارا مولا ہمیں جہنم سے بچائے۔ لیکن جب اس کی یہ بکواس مشہور ہوئی تو علمائے کرام نے اسے جواب دینا چاہا تو یہ بھاگ گیا۔ پھر جواب مشہور کر دیئے گئے۔ قاضی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جب تک ہاتھ امین تھا تب تک ثمین یعنی قیمتی تھا اور جب یہ خائن ہو گیا' اس نے چوری کر لی تو اس کی قیمت گھٹ گئی۔ بعض بزرگوں نے اسے قدرے تفصیل سے جواب دیا تھا کہ اس سے شریعت کی کامل حکمت ظاہر ہوتی ہے اور دنیا کا امن وامان قائم ہوتا ہے۔ جو کسی کا ہاتھ بے وجہ کاٹ ڈالے اس پر بڑا جرمانہ رکھا تاکہ لوگ اس برے فعل سے بچیں' وہاں یہی حکم مناسب تھا۔ چوری میں تھوڑی سی چیز پر اسے کاٹ دینے کا حکم دیا تاکہ چوری کا دروازہ اس خوف سے بند ہو جائے' پس یہ تو عین حکمت ہے۔ اگر چوری میں بھی اتنی رقم کی قید لگائی جاتی تو چوریوں کا انسداد نہ ہوتا۔ ''یہ بدلہ ہے ان کے کرتوت کا'' مناسب مقام یہی ہے کہ جس عضو سے اس نے دوسرے کو نقصان پہنچایا ہے اسی عضو پر سزا ہوتا کہ انہیں کافی عبرت حاصل ہو اور دوسروں کو بھی تنبیہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے انتقام میں غالب ہے اور اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اللہ کی طرف جھک جائے اللہ تعالیٰ اسے اس کا گناہ معاف فرما دیا کرتا ہے' ہاں جو مال چوری میں کسی کا لے لیا ہے چونکہ وہ اس شخص کا حق ہے لہٰذا صرف توبہ کرنے سے وہ معاف نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ مال جس کا ہے اسے نہ پہنچائے' یا اس کے بدلے پوری پوری قیمت ادا کرے۔ جمہور ائمہ کا یہی قول ہے صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب چوری پر ہاتھ کٹ گیا اور مال تلف ہو چکا ہے تو اس کا بدلہ دینا اس پر ضروری نہیں۔ دار قطنی وغیرہ کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ ایک چور حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ جس نے چادر چرائی تھی' آپ نے اس سے فرمایا ''میرا خیال ہے کہ تم نے چوری نہیں کی ہوگی۔'' اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے چوری کی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو۔'' جب ہاتھ کٹ چکا اور آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا ''توبہ کرو۔'' انہوں نے توبہ کی۔ آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔'' [1] ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمر بن سمرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ حضرت! مجھ سے چوری ہوگئی ہے' تو آپ مجھے پاک کیجئے فلاں قبیلے والوں کا اونٹ میں نے چرا لیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس قبیلے والوں کے پاس آدمی بھیج کر دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک اونٹ تو ضرور گم ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا اور ان کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ وہ ہاتھ کٹنے پر کہنے لگے اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے میرے جسم سے الگ کر دیا۔ تو نے میرے سارے جسم کو جہنم میں لے جانا تھا۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ ایک عورت نے کچھ زیور چرا لئے۔ ان لوگوں نے =

[1] شرح معانی الآثار، ۲/ ۹۶، دارقطنی، ۳/ ۱۰۲، حاکم، ٤/ ۳۸۱، بیہقی، ۸/ ۲۷٦ وسندہ صحیح۔

[2] ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب السارق یعترف، ۲۵۸۸، وسندہ ضعیف اس روایت میں ابن لہیعہ مختلط راوی ہے۔ (التقریب، ۱/ ٤٤٤ رقم: ۵۷٤) اور عبدالرحمٰن بن ثعلبہ مجہول ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ (ضعیف ابن ماجہ ۵٦۲)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ مِنَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟
ءَامَنَّا بِأَفْوَٰهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ ۛ سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ
سَمَّٰعُونَ لِقَوْمٍ ءَاخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ مِنۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهِۦ ۖ
يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَٱحْذَرُوا۟ ۚ وَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ فِتْنَتَهُۥ
فَلَن تَمْلِكَ لَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَمْ يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ
لَهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ
أَكَّٰلُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِن جَآءُوكَ فَٱحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِن تُعْرِضْ
عَنْهُمْ فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْـًٔا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِٱلْقِسْطِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ
يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ ٱلتَّوْرَىٰةُ فِيهَا حُكْمُ ٱللَّهِ ثُمَّ
يَتَوَلَّوْنَ مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَآ أُو۟لَٰٓئِكَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٣﴾ إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا
هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّٰنِيُّونَ
وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن كِتَٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا۟ ٱلنَّاسَ
وَٱخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ
فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾

ع ١٠

ترجمہ: اے نبی ﷺ! تو ان لوگوں کے پیچھے اپنا دل رنجیدہ خاطر نہ کر جو کفر میں سبقت کر رہے ہیں خواہ وہ ان منافقوں میں سے ہوں جو کہ زبانی تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقتاً ان کے دل باایمان نہیں' اور خواہ وہ یہودیوں میں سے ہوں' جو غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں' اور ان لوگوں کے جاسوس ہیں جو اب تک آپ ﷺ کے پاس نہیں آئے۔ باتوں کے اصلی موقعوں کو چھوڑ کر انہیں بے اسلوب اور متغیر کر دیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر تم یہی حکم دیئے جاؤ تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ دیئے جاؤ تو الگ تھلگ رہنا۔ جس کا خراب کرنا اللہ کو منظور ہو تو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں سے کسی چیز کا مختار نہیں۔ اللہ کا ارادہ ان کے دلوں کو پاک کرنے کا نہیں۔ ان کے لئے دنیا میں بھی بڑی ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بہت سخت سزا ہے۔[۴۱] یہ کان لگا لگا کر جھوٹ کے سننے والے اور جی بھر بھر کر حرام کھانے والے ہیں۔ اگر یہ تیرے پاس آئیں تو تجھے اختیار ہے خواہ ان کے آپس کا فیصلہ کر خواہ ان کو ٹال دے۔ اگر تو ان سے منہ پھیرے گا تو بھی یہ تجھے ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر۔ عدل

والوں کے ساتھ اللہ محبت کرتا ہے۔[۴۲] تعجب کی بات ہے کہ وہ اپنے پاس تورات ہوتے ہوئے جس میں احکام الٰہی ہیں تجھے حکم بناتے ہیں۔ پھر اس کے بعد بھی پھر جاتے ہیں۔ دراصل یہ ایمان و یقین والے ہیں ہی نہیں۔[۴۳] ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت و نور ہے۔ یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ کے ماننے والے انبیا اور اہل اللہ اور علما فیصلے کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے اب تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میرا ڈر رکھو میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول پر نہ بیچو جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ پورے اور پختہ کافر ہیں۔[۴۴]

= حضور ﷺ کے پاس اسے پیش کیا۔ آپ نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ جب کٹ چکا تو اس عورت نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ! کیا میری توبہ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو ایسی پاک صاف ہوگئی کہ گویا آج ہی پیدا ہوئی ہو' اس پر آیت ﴿فَمَنْ تَابَ﴾ الخ نازل ہوئی۔ ❶ مسند احمد میں اتنا اور بھی ہے کہ اس وقت اس عورت والوں نے کہا ہم اس کا فدیہ دینے کو تیار ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہ فرمایا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ ❷ یہ عورت مخزوم قبیلے کی تھی اس کا یہ واقعہ بخاری و مسلم ❸ میں بھی موجود ہے کہ چونکہ یہ بڑے گھرانے کی عورت تھی۔ لوگوں میں بڑی تشویش پھیلی اور ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں کچھ کہیں سنیں۔ یہ واقعہ غزوہ فتح میں ہوا تھا۔ بالآخر طے یہ ہوا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے بہت پیارے ہیں' وہ ان کے بارے میں حضور ﷺ سے سفارش کریں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کی سفارش کی تو حضور ﷺ کو سخت ناگوار گزرا' اور غصے سے فرمایا ''اسامہ! تو اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہا ہے؟'' اب تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بہت گھبرائے اور کہنے لگے مجھ سے بڑی خطا ہوئی میرے لئے آپ استغفار کیجئے۔ شام کے وقت اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثنا کے بعد فرمایا ''تم سے پہلے کے لوگ اسی خصلت پر تباہ و برباد ہوگئے۔ کہ ان میں سے جب کوئی شریف شخص یعنی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد بھی چوری کریں' تو میں ان کے بھی ہاتھ کاٹ دوں'' پھر حکم دیا اور اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر اس بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے توبہ کی اور پوری اور پختہ توبہ کی اور نکاح کر لیا پھر وہ میرے پاس اپنے کسی کام کاج کے لئے آتی تھیں اور میں ان کی حاجت آنحضرت ﷺ سے بیان کر دیا کرتی تھی۔ ❹ مسلم میں ہے کہ ایک عورت لوگوں سے اسباب ادھار لیتی تھی پھر انکار کر جایا کرتی تھی۔ حضور ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ❺ اور روایت میں ہے یہ زیور اس طرح لیتی تھی اور اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہوا تھا۔ ❻ کتاب الاحکام میں ایسی بہت سی حدیثیں وارد ہیں جو چوری کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ جمیع مملوک کا مالک' ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ سچا حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے کسی حکم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جس کے کسی ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا' جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے' ہر ہر

❶ الطبری، ۱۰/ ۲۹۹۔ ❷ احمد، ۲/ ۱۷۷ وسندہ ضعیف مجمع الزوائد، ۶/ ۲۷۸، امام ہیثمی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب کراھیة الشفاعة فی الحد إذا رفع الی السلطان، ۶۷۸۸، صحیح مسلم، ۱۶۸۸۔

❹ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۵۴، ۴۳۰۴، صحیح مسلم، ۱۶۸۸، ابوداود، ۴۳۷۳، ترمذی، ۱۴۳۰، نسائی، ۴۹۰۷، ابن ماجه ۲۵۴۷، ابن حبان، ۴۴۰۲، بیهقی، ۸/ ۲۵۳۔ ❺ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف وغیرہ والنهی عن الشفاعة فی الحدود ...... ۱۶۸۸۔ ❻ نسائی، کتاب قطع السارق، باب ما یکون حرزا وما لا یکون، ۴۸۹۳، وھو صحیح شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ دیکھئے (الارواء تحت رقم، ۲۴۰۵)

چیز پر قادر ہے' اس کی قدرت کامل اور اس کا قبضہ سچا ہے۔

ذاتی قیاس اور نفسانی خواہشات کی مذمت: [آیت:۴۱۔۴۴] ان آیتوں میں ان لوگوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے جو رائے قیاس اور خواہش نفسانی کو اللہ کی شریعت پر مقدم رکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل کر کفر کی طرف دوڑتے بھاگتے رہتے ہیں۔ گو یہ لوگ زبانی ایمان کے دعوے کریں لیکن ان کا دل ایمان سے خالی ہے۔ منافقوں کی یہی حالت ہے کہ زبان کے کھرے دل کے کھوٹے' اور یہی خصلت یہودیوں کی ہے جو اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں۔ یہ جھوٹ کو مزے مزے سے سنتے ہیں اور دل کھول کر قبول کرتے ہیں۔ لیکن سچ سے بھاگتے ہیں بلکہ نفرت کرتے ہیں۔ اور جو لوگ آپ ﷺ کی مجلس میں نہیں آتے یہ یہاں کی وہاں لگاتے ہیں' ان کی طرف سے جاسوسی کرنے کو آتے ہیں پھر نالائقی یہ کرتے ہیں کہ بات کو بدل ڈالا کرتے ہیں مطلب کچھ ہو' لے کچھ اڑاتے ہیں۔ ارادے یہی ہیں کہ اگر تمہاری خواہش کے مطابق کہے تو مان لو طبیعت کے خلاف ہو تو دور رہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں اتری تھی۔ جن میں ایک کو دوسرے نے قتل کر دیا تھا' اب کہنے لگے چلو حضور ﷺ کے پاس چلیں' اگر دیت جرمانے کا حکم دیں تو منظور کر لیں گے اور اگر قصاص بدلے کو فرمائیں تو نہیں مانیں گے۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ کہ وہ ایک زنا کار کو لے کر آئے تھے' ان کی کتاب تورات میں دراصل حکم تو یہ تھا کہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے' لیکن انہوں نے اسے بدل ڈالا تھا۔ اور سو کوڑے مار کر منہ کالا کر کے اور الٹا گدھے پر سوار کر کے' رسوائی کر کے چھوڑ دیتے تھے جب ہجرت کے بعد ان میں سے کوئی زنا کاری کے جرم میں پکڑا گیا' تو یہ کہنے لگے آؤ حضور ﷺ کے پاس چلیں اور آپ سے اس کے بارے میں سوال کریں' اگر آپ بھی وہی فرمائیں جو ہم کرتے ہیں تو اسے قبول کر لیں اور اللہ کے ہاں بھی یہ ہماری سند ہو جائے گی' رجم کو فرمائیں تو نہیں مانیں گے۔ چنانچہ یہ آئے اور حضور ﷺ سے ذکر کیا کہ ہمارے ایک مرد عورت نے یہ بدکاری کی ہے۔ ان کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہارے ہاں تورات میں کیا حکم ہے؟'' انہوں نے کہا' ہم تو اسے رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مار کر چھوڑ تے ہیں' یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا جھوٹ کہتے ہو۔ تورات میں سنگسار کرنے کا حکم ہے' لاؤ تورات پیش کرو۔ انہوں نے تورات کھولی' لیکن آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کی سب عبارت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔ اور آپ نے فرمایا' اپنے ہاتھ کو تو ہٹا' ہاتھ ہٹایا تو سنگسار کرنے کی آیت موجود تھی' اب تو انہیں بھی اقرار کرنا پڑا۔ پھر حضور ﷺ کے حکم سے زانیوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ اس زانی عورت کو پتھروں سے بچانے کے لئے اس کے آڑے آجاتا تھا' ❶ (بخاری و مسلم) اور سند سے مروی ہے کہ یہودیوں نے کہا ہم تو اسے کالا منہ کر کے کچھ مار پیٹ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور آیت کے ظاہر ہونے کے بعد انہوں نے کہا' ہے تو یہی حکم لیکن ہم نے تو اسے چھپالیا تھا۔ جو پڑھ رہا تھا اسی نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جب اس کا ہاتھ اٹھوایا تو آیت لپکتی ہوئی نظر آئی۔ ان دونوں کے رجم کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

اور روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو بلوایا تھا۔ اپنے مدرسے میں گدی پر آپ ﷺ کو بٹھایا

❶ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب أحکام أهل الذمة واحصانهم اذا زنوا……٦٨٤١، ٧٥٤٣، صحیح مسلم، ١٦٩٩، ابوداود، ٤٤٤٦، ابن حبان، ٤٤٣٤، بیهقی، ٨/ ٢١٤، مؤطا امام مالك، ٨١٩۔

تھا اور جو تورات آپ کے سامنے پڑھ رہا تھا' ❶ وہ ان کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے قسم دے کر پوچھا تھا تم تورات میں شادی شدہ زانی کی کیا سزا پاتے ہو؟ تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا' لیکن ایک نوجوان کچھ نہ بولا خاموش ہی کھڑا رہا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر خاص اسے دوبارہ قسم دی اور جواب مانگا۔ اس نے کہا جب آپ ایسی قسمیں دے رہے ہیں تو میں جھوٹ نہ بولوں گا۔ واقعی تورات میں ان لوگوں کے ذمے سنگساری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اچھا' پھر یہ بھی سچ سچ بتاؤ کہ پہلے پہل اس رجم کو تم نے کیوں اور کس پر سے اڑایا؟'' اس نے کہا حضرت! ہمارے کسی بادشاہ کے رشتے دار بڑے آدمی نے زنا کاری کی اس کی عظمت اور بادشاہ کی ہیبت کے مارے اسے رجم نہ کیا' پھر ایک عامی آدمی نے بدکاری کی تو اسے رجم کرنا چاہا لیکن اس کی ساری قوم چڑھ دوڑی کہ یا تو اس اگلے شخص کو بھی رجم کرو ورنہ اسے بھی چھوڑ دو۔ آخر ہم نے مل کر یہ طے کیا کہ بجائے رجم کے اس قسم کی کوئی سزا مقرر کر دی جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے تورات کے حکم کو جاری کیا اور اسی بارے میں آیت ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا﴾ الخ اتری۔ پس آنحضرت ﷺ بھی ان احکام کے جاری کرنے والوں میں سے ہیں۔ ❷ (احمد' ابوداؤد) مسند احمد میں ہے ایک شخص کو یہودی کالا منہ کئے لے جا رہے تھے۔ اور اسے کوڑے بھی مار رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے بلا کر ان سے ماجرا پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اس نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا زانی کی یہی سزا تمہارے ہاں ہے؟'' کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے ان کے ایک عالم کو بلا کر اسے سخت قسم دے کر پوچھا' تو اس نے کہا کہ اگر آپ ایسی قسم نہ دیتے تو میں ہرگز نہ بتاتا' بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں دراصل زنا کاری کی سزا سنگساری ہے' لیکن چونکہ امیر الامرا اور شرفا لوگوں میں یہ بدکاری بڑھ گئی تھی' اور انہیں اس قسم کی سزا دینی ہم نے مناسب نہ جانی۔ اس لئے انہیں تو چھوڑ دیتے تھے۔ اور حکم ربانی مارا نہ جائے اس لئے غریب غربا کم حیثیت لوگوں کو رجم کرا دیتے تھے' پھر ہم نے رائے زنی کی کہ آؤ کوئی ایسی تجویز کرو کہ شریف اور غیر شریف' امیر اور غریب سب پر یکساں جاری ہو سکے' چنانچہ ہمارا سب کا اس بات پر اجماع ہوا کہ منہ کالے کرا دیں اور کوڑے لگائیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو سنگسار کرو' چنانچہ انہیں رجم کر دیا گیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرے ایک مردہ حکم کو زندہ کیا۔'' اس پر آیت ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ﴾ سے ﴿هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ❸ تک نازل ہوئی۔

ان ہی یہودیوں کے بارے میں اور آیت میں ہے ''اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے ظالم ہیں۔'' اور آیت میں ہے ''فاسق ہیں'' ❹ (مسلم وغیرہ) اور روایت میں ہے کہ واقعہ زنا فدک میں ہوا تھا۔ اور وہاں یہودیوں نے مدینہ شریف کے یہودیوں کو لکھ کر حضور ﷺ سے معلوم کرایا تھا۔ جو عالم ان کا آیا اس کا نام ابن صوریا تھا یہ آنکھ کا بھینگا تھا اور اس کے ساتھ ایک دوسرا عالم بھی تھا۔ حضور ﷺ نے جب انہیں قسم دی تو دونوں نے قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے کہا تھا ''تمہیں اس اللہ کی قسم جس نے بنو اسرائیل کے لئے پانی میں راہ کر دی تھی اور ابر کا سایہ ان پر کیا تھا اور فرعونیوں سے بچا لیا تھا۔ اور من و سلویٰ اتارا تھا۔'' اس قسم سے وہ چونک گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے بڑی زبردست قسم ہے۔ اس موقع پر جھوٹ بولنا ٹھیک نہیں۔ تو کہا

---

❶ ابوداود، کتاب الحدود، باب فی رجم الیھودیین، ٤٤٤٩، وھو حسن شیخ البانی ﷫ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ دیکھئے (الإرواء تحت رقم، ١٢٥٣) ❷ ابوداود حوالہ سابق رقم، ٤٤٥٠؛ وسندہ ضعیف سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ احمد، ٢/ ٢٨٠، مختصراً، شیخ البانی ﷫ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابوداؤد، ٩٥٩)

❸ ٥/ المآئدۃ:٦٧، ٦٨۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیھود أھل الذمة فی الزنی، ١٧٠٠، أبوداود، ٤٤٤٧، السنن الکبریٰ للنسائی، ٧٢١٨، ابن ماجه ٢٥٥٨، احمد، ٤/ ٢٨٤؛ بیھقی، ٨/ ٢٤٦۔

حضور ﷺ تورات میں یہ ہے کہ بری نظر سے دیکھنا بھی مثل زنا کے ہے۔ اور گلے لگانا بھی اور بوسہ لینا بھی اگر چار گواہ اس بات کے ہوں کہ انہوں نے دخول وخروج دیکھا ہے جیسا کہ سلائی سرمہ دانی میں جاتی آتی ہے تو رجم واجب ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہی مسئلہ ہے" پھر حکم دیا اور انہیں رجم کرا دیا گیا۔ اس پر یہ آیت ﴿فَإِنْ جَآءُوكَ﴾ الخ اتری ❶ (ابوداؤد وغیرہ)۔ ایک روایت میں ہے جو دو عالم آپ ﷺ کے سامنے لائے گئے تھے یہ دونوں صوریا کے لڑکے تھے۔ ترک حد کا سبب اس روایت میں یہودیوں کی طرف سے یہ بیان ہوا ہے کہ جب ہم میں سلطنت نہ رہی تو ہم نے اپنے آدمیوں کی جان لینی مناسب نہ سمجھی۔ پھر آپ ﷺ نے گواہوں کو بلوا کر گواہی لی جنہوں نے بیان دیا کہ ہم نے اپنی آنکھوں انہیں اس برائی میں صاف صاف دیکھا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔ ❷ دراصل تورات وغیرہ کا منگوانا ان کے عالموں کو بلوانا یہ سب انہیں الزام دینے کے لئے تھا نہ اس لئے تھا کہ وہ اسی کے ماننے کے مکلف ہیں نہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان واجب العمل ہے اس سے مقصد ایک تو حضور ﷺ کی سچائی کا اظہار تھا کہ اللہ کی وحی سے آپ نے یہ معلوم کر لیا کہ ان کی تورات میں بھی حکم رجم موجود ہے اور یہی نکلا' دوسرے ان کی رسوائی کہ انہیں پہلے کے انکار کے بعد اقرار کرنا پڑا اور دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ فرمان اللہ کے چھپا لینے والے اور اپنی رائے قیاس پر عمل کرنے والے ہیں اور اس لئے بھی کہ یہ لوگ سچے دل سے حضور ﷺ کے پاس کچھ اس لئے نہیں آئے تھے کہ آپ ﷺ کی حکم برداری کریں گے بلکہ محض اس لئے آئے تھے کہ آپ ﷺ سے بھی اپنے اجماع کے موافق پائیں تو لے لیں گے ورنہ ہرگز نہ قبول کریں گے اس لئے فرمان ہے کہ "جنہیں اللہ گمراہ کر دے تو ان کی کسی قسم کی راستی کا مختار نہیں ہے" ان کے گندے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ اللہ کا نہیں ہے۔ یہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوں گے آخرت میں داخل نار ہوں گے۔ یہ باطل کو کان لگا کر مزے لے کر سننے والے ہیں' رشوت جیسی حرام چیز کو دن دہاڑے کھانے والے ہیں بھلا ان کے نجس دل کیسے پاک ہوں گے؟ اور ان کی دعائیں اللہ کیسے سنے گا؟ اگر یہ تیرے پاس آئیں تو تجھے اختیار ہے کہ ان کے فیصلے کر یا نہ کر' اگر تو ان سے منہ پھیر لے جب بھی یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ ان کی اتباع حق نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کی پیروی ہے۔ بعض بزرگ کہتے ہیں یہ آیت منسوخ ہے اس آیت سے ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ❸، ❹ پھر فرمایا "اگر تو ان میں فیصلے کرے تو عدل وانصاف کے ساتھ کر" گو یہ خود ظالم ہیں اور عدل سے ہٹے ہوئے ہیں "اور جان رکھ کہ اللہ تعالیٰ عادل لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔"

یہودیوں کی خباثت کا بیان: پھر ان کی خباثت' بد باطنی اور سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ ایک طرف تو اس کتاب اللہ کو چھوڑ رکھا ہے جس کی تابعداری اور حقانیت کے خود قائل ہیں دوسری طرف اس جانب جھک رہے ہیں جسے نہیں مانتے اور جسے جھوٹ مشہور کر رکھا ہے اور پھر اس میں بھی نیت بد ہے کہ اگر وہاں سے ہماری خواہش کے مطابق حکم ملے تو لے لیں گے ورنہ چھوڑ چھاڑ دیں گے۔ تو فرمایا کہ یہ کیسے تیری حکم برداری کریں گے؟ انہوں نے تو تورات کو بھی چھوڑ رکھا ہے جس میں حکم اللہ ہونے کا اقرار انہیں بھی ہے لیکن پھر بھی بے ایمانی کر کے اس سے پھر جاتے ہیں۔ پھر اس تورات کی مدحت وتعریف بیان فرمائی جو اس نے اپنے برگزیدہ رسول حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی کہ اس میں ہدایت ونورانیت تھی انبیا علیہم السلام جو اللہ کے زیر فرمان تھے اسی پر فیصلہ کرتے رہے یہودیوں میں اسی کے احکام جاری کرتے رہے تبدیل تحریف سے بچے رہے اور ربانی یعنی عابد علما اور احبار یعنی ذی علم لوگ بھی اسی روش پر رہے

---

❶ ابوداود، كتاب الحدود، باب في رجم اليهوديين، ٤٤٥٢، وسنده ضعيف، ابن ماجه، ٢٣٢٨، مختصراً اس روایت میں مجالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروكين، ٣/ ٣٥) ❷ اس کا حکم بھی پہلی روایت کا ہے۔

❸ ٥/ المآئدة:٤٩۔ ❹ الطبري، ١٠/ ٣٣٠۔

کیونکہ انہیں یہ پاک کتاب سونپی گئی تھی۔ اور اس کے اظہار کا اور اس پر عمل کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ وشاہد تھے اب تمہیں چاہئے کہ بجز اللہ کے کسی اور ایسے نہ ڈرو ہاں قدم قدم اور لحہ لحہ پر خوف الٰہی رکھو اور میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول پر فروخت نہ کیا کرو۔ جان لو کہ اللہ کی وحی کا حکم جو نہ کرے وہ کافر ہے۔ اس میں دو قول ہیں جو ابھی بیان ہوں گے ان شاء اللہ۔ ان آیتوں کا ایک اور شان نزول بھی سن لیجئے! ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایسے لوگوں کو اس آیت میں تو کافر کہا دوسری میں ظالم تیسری میں فاسق۔ بات یہ ہے کہ یہودیوں کے دو گروہ تھے ایک غالب تھا دوسرا مغلوب تھا' ان کی آپس میں اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ غالب ذی عزت فرقے کا کوئی شخص اگر مغلوب ذلیل فرقہ کے کسی شخص کو قتل کر ڈالے تو پچاس (۵۰) وسق دیت دے اور ذلیل لوگوں میں سے کوئی عزیز شخص کو قتل کر دے تو ایک سو (۱۰۰) وسق دیت دے' یہی رواج ان میں چلا آ رہا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اس کے بعد ایک واقعہ ایسا ہوا کہ ان نیچے والے یہودیوں میں سے کسی نے کسی اونچے یہودی کو مار ڈالا یہاں سے آدمی گیا کہ لاؤ سو (۱۰۰) وسق دلواؤ۔ وہاں سے جواب ملا کہ یہ صریح ناانصافی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی قبیلے کے ایک ہی دین کے ایک ہی نسب کے ایک ہی شہر کے' پھر ہماری دیت کم اور تمہاری زیادہ۔ ہم چونکہ اب تک تم سے دبے ہوئے تھے اس ناانصافی کو بادل ناخواستہ برداشت کرتے رہے۔ لیکن اب جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عادل بادشاہ یہاں آ گئے ہیں' ہم تمہیں اتنی ہی دیت دیں گے جتنی تم ہمیں دو۔ اس بات پر ادھر ادھر سے آستینیں چڑھ گئیں پھر آپس میں یہ بات طے ہوئی کہ اچھا اس جھگڑے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ دیا جائے' لیکن اونچی قوم کے لوگوں نے اپنے آپس میں جب مشورہ کیا تو ان کے سمجھداروں نے کہا دیکھو اس سے ہاتھ دھو رکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی ناانصافی کا حکم کریں' یہ صریح زیادتی ہے کہ ہم آدھی دیں اور پوری لیں اور فی الواقع ان لوگوں نے دب کر اسے منظور کیا تھا۔ اب جو تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم اور ثالث مقرر کیا ہے تو یقیناً تمہارا یہ حق مارا جائے گا۔ کسی نے رائے دی کہ اچھا یوں کرو کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چپکے سے بھیج دو وہ معلوم کر آئے کہ آپ فیصلہ کیا کریں گے؟ اور اگر ہماری موافقت میں ہو تو بہت اچھا چلو اور ان سے حق حاصل کر آؤ' اور اگر خلاف ہو تو بس الگ تھلگ ہی اچھے ہیں۔ چنانچہ مدینہ کے چند منافقوں کو انہوں نے جاسوس بنا کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ یہاں وہ پہنچے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتار کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں فرقوں کے بد ارادوں سے مطلع فرما دیا۔ ❶ (ابوداؤد)۔ اور روایت میں ہے کہ یہ دونوں قبیلے بنونضیر اور بنو قریظہ تھے بنونضیر کی پوری دیت تھی اور بنو قریظہ کی آدھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی دیت برابر یکساں دینے کا فیصلہ صادر فرما دیا۔ اور روایت میں ہے کہ قرظی اگر کسی نضری کو قتل کر ڈالے تو اس سے قصاص لیتے تھے لیکن اس کے خلاف میں قصاص تھا ہی نہیں' سو (۱۰۰) وسق دیت تھی۔ ❷ یہ بہت ممکن ہے کہ ادھر یہ واقعہ ہوا ادھر زنا کا قصہ واقع ہوا جس کا تفصیلی بیان پہلے گزر چکا ہے اور ان دونوں پر یہ آیتیں نازل ہوئیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ہاں ایک بات اور ہے' جس سے دوسری شان نزول کی تقویت ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کے بعد ہی فرمایا ہے ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا﴾ یعنی "ہم نے یہودیوں پر تورات میں یہ حکم فرض کر دیا تھا کہ جان کے عوض میں جان' آنکھ کے عوض میں آنکھ" الخ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر =

❶ احمد، ١/ ٢٤٦، ابوداؤد کتاب القضاء باب فی القاضي يخطى، ٣٥٧٦؛ وسنده حسن، الطبرى، ٦/ ٢٥٤، طبرانی، ١٠٧٣٢، مجمع الزوائد، ٧/ ١٦، شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ٢٥٥٢)

❷ ابوداود، کتاب القضاء باب الحكم بين أهل الذمة، ٣٥٩١؛ وسنده ضعيف داود بن حصین کی عکرمہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔ نسائی، ٤٧٣٧، احمد، ١/ ٣۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت' اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے' پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم نہ کرے وہی لوگ ظالم ہیں۔[۴۵]

= انہیں کافر کہا گیا جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلے اور حکم نہ کریں۔ گو یہ شان نزول کے اعتبار سے بقول مفسرین اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے ہر شخص کو شامل ہے۔ بنو اسرائیل کے بارے میں اتری اور اس امت کا بھی یہی حکم ہے۔ ❶ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رشوت حرام ہے اور رشوت ستانی کے بعد کسی شرعی مسئلہ کے خلاف فتویٰ دینا کفر ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے وحی ربانی کے خلاف عمداً فتویٰ دیا۔ جاننے کے باوجود اسکے خلاف کیا' وہ کافر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' جس نے اللہ کے فرمان کا انکار کیا اس کا یہ حکم ہے تو جس نے انکار تو نہ کیا لیکن اس کے مطابق نہ کہا وہ ظالم اور فاسق ہے ❷ خواہ اہل کتاب ہو خواہ کوئی بھی ہو۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسلمانوں میں جس نے کتاب اللہ کے خلاف فتویٰ دیا وہ کافر ہے اور یہودیوں میں دیا ہو تو ظالم ہے اور نصرانیوں میں دیا تو فاسق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا کفر اس آیت کے ساتھ ہے۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا کفر اس کے کفر جیسا نہیں جو سرے سے اللہ و رسول' قرآن اور فرشتوں کا منکر ہو۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کفر کفر سے کم ہے اسی طرح ظلم و فسق کے بھی ادنیٰ اعلیٰ درجے ہیں۔ ❸ اس کفر سے وہ ملت اسلام سے پھر جانے والا نہیں ہو جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد وہ کفر نہیں جس کی طرف تم جا رہے ہو۔ ❹

قصاص اور دیت میں برابری کا حکم اور معاف کرنے کی ترغیب: [آیت:۴۵] یہودیوں کو سرزنش کی جا رہی ہے کہ ان کی کتاب میں صاف لفظوں میں جو حکم تھا یہ کھلم کھلا اس کا بھی خلاف کر رہے ہیں اور سرکشی اور بے پرواہی سے اسے بھی چھوڑ رہے ہیں۔ نضری یہودیوں کو تو قرظی یہودیوں کے بدلے قتل کرتے ہیں لیکن قریظہ کے یہود کو بنو نضیر کے یہود کے عوض قتل نہیں کرتے' بلکہ دیت لے کر چھوڑ دیتے ہیں' اسی طرح انہوں نے شادی شدہ زانی کی سنگساری کے حکم کو بدل دیا ہے اور صرف منہ کالا کر کے رسوا کر کے مار پیٹ کر چھوڑ دیتے ہیں' اس لئے تو وہاں انہیں کافر کہا یہاں انصاف نہ کرنے کی وجہ سے انہیں ظالم کہا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ﴿وَالْعَيْنُ﴾ پڑھنا بھی مروی ہے۔ ❺ (ابوداود وغیرہ)۔ علمائے کرام کا قول ہے کہ اگلی شریعت جو ہمارے سامنے بطور تقریر کے بیان کی جائے اور منسوخ نہ ہو جائے تو وہ ہمارے لئے بھی شریعت ہے جیسے کہ یہ احکام سب کے سب ہماری شریعت میں بھی اسی طرح

❶ الطبری، ۱۰/ ۳۵۶۔ ❷ ایضا، ٤/ ٥٩٧۔ ❸ ایضا، ٤/ ٥٩٥، (٦/ ١١٦ وسنده صحیح) شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة تحت رقم، ۲۵۵۲) ❹ حاکم، ۲/ ۳۱۳۔

❺ ابوداود، كتاب الحروف والقراءات، ۳۹۷٦ وسنده ضعیف ابن شہاب زہری کے سماع کی تصریح نہیں۔ ترمذی، ۲۹۲۹، احمد، ۳/ ۲۱۵، مسند ابی یعلیٰ، ۳۵٦٦، حاکم، ۲/ ۲۳٦۔

ہیں۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس مسئلہ میں تین مسلک ہیں' ایک تو وہی جو بیان ہوا' ایک اس کے بالکل برخلاف' ایک یہ کہ ابراہیمی شریعت صرف جاری اور باقی ہے اور کوئی نہیں۔اس آیت کے عموم سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ یہاں لفظ نفس ہے جو مرد عورت دونوں کو شامل ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ مرد کو عورت کے خون کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ ❶ اور حدیث میں ہے ''مسلمانوں کے خون آپس میں مساوی ہیں۔'' ❷ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ مرد جب کسی عورت کو قتل کر دے تو اس کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ بلکہ صرف دیت لی جائے گی' لیکن یہ قول جمہور علما کے خلاف ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ ذمی کافر کے قتل کے بدلے بھی مسلمان قتل کر دیا جائے گا' اور غلام کے قتل کے بدلے آزاد بھی قتل کر دیا جائے گا' لیکن یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔'' ❸ اور سلف کے بہت سے آثار اس بارے میں موجود ہیں کہ وہ غلام کا قصاص آزاد سے نہیں لیتے تھے' اور آزاد غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔حدیثیں بھی اس بارے میں مروی ہیں لیکن صحت کو نہیں پہنچیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اجماع ہے' لیکن ان باتوں سے اس قول کا بطلان لازم نہیں آتا' تاوقتیکہ آیت کے عموم کو خاص کرنے والی کوئی زبردست صاف اور ثابت دلیل نہ ہو۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ربیع نے ایک لونڈی کے دانت توڑ دیئے' اب لوگوں نے اس سے معافی چاہی لیکن وہ نہ مانی۔ حضور ﷺ کے پاس معاملہ آیا' آپ ﷺ نے بدلہ کا حکم دے دیا۔اس پر حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس کے سامنے کے دانت توڑے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں اے انس! رب کی کتاب میں قصاص کا حکم موجود ہے۔'' یہ سن کر فرمایا نہیں نہیں یارسول اللہ ﷺ! قسم اس اللہ کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کے دانت ہرگز نہ توڑے جائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی کہ وہ لوگ رضامند ہو گئے اور قصاص چھوڑ دیا بلکہ معاف کر دیا۔اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا ''بعض بندگان اللہ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے پوری ہی کر دے۔'' دوسری روایت میں ہے کہ پہلے انہوں نے نہ معافی دی نہ دیت لینی منظور کی۔ ❹ نسائی وغیرہ میں ہے کہ ایک غریب جماعت کے غلام نے کسی مالدار جماعت کے غلام کے کان کاٹ دیئے ان لوگوں نے حضور ﷺ سے آ کر عرض کی کہ ہم لوگ فقیر مسکین ہیں مال ہمارے پاس نہیں تو حضور ﷺ نے ان پر کوئی جرمانہ نہیں کیا۔ ❺ ہوسکتا ہے کہ یہ غلام بالغ نہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے دیت اپنے پاس سے

---

❶ نسائی، کتاب القسامة، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین له، ٤٨٥٧، وسنده ضعیف سلیمان بن ارقم ضعیف راوی ہے۔ حاکم، ١/ ٣٩٥؛ ابن حبان، ٦٥٥٩؛ بیهقی، ١/ ٧٧۔ ❷ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی السریة ترد علی أهل العسکر، ٢٧٥١، وهو حسن؛ ابن ماجه، ٢٦٨٥؛ احمد، ٢/ ١٩١؛ بیهقی، ٨/ ٢٩؛ ابن الجارود، ١٠٧٣، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔دیکھئے (الإرواء، ٢٢٠٨) ❸ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب لا یقتل المسلم بکافر، ٦٩١٥؛ ابوداود، ٤٥٠٦؛ ابن ابی شیبه، ٩/ ٢٩٤؛ ترمذی، ١٤١٣؛ ابن ماجه، ٢٦٥٩؛ احمد، ٢/ ١٧٨۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الصلح باب الصلح، فی الدیة، ٢٧٠٣؛ صحیح مسلم ١٦٧٥؛ ابوداود، ٤٥٩٥؛ ابن ماجه، ٢٦٤٩؛ احمد، ٣/ ١٢٨؛ ابن حبان، ٦٤٩١؛ بیهقی، ٨/ ٦٤۔

❺ ابوداود، کتاب الدیات، باب جنایة العبد یکون للفقراء، ٤٥٩٠، وسنده ضعیف قتادہ مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ نسائی ٤٧٥٥۔

دے دی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے ان سے سفارش کر کے معاف کرا لیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جان جان کے بدلے ماری جائے گی' آنکھ پھوڑ دینے والے کی آنکھ پھوڑ دی جائے گی' ناک کاٹنے والے کی ناک کاٹ دی جائے گی' دانت توڑنے والے کا دانت توڑ دیا جائے گا اور زخم کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ [1] اس میں آزاد مسلمان سب کے برابر ہیں مرد عورت ایک ہی حکم میں ہیں جب کہ یہ کام قصداً کئے گئے ہوں۔ اس میں غلام بھی آپس میں برابر ہیں۔ ان کے مرد بھی اور عورتیں بھی۔ قاعدہ:۔ اعضاء کا کٹنا کبھی تو جوڑ سے ہوتا ہے اس میں تو قصاص واجب ہے جیسے ہاتھ پیر قدم ہتھیلی وغیرہ لیکن جو زخم جوڑ پر نہ ہو بلکہ ہڈی پر آئے ہوں ان کی بابت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان میں بھی قصاص ہے مگر ران میں اور اس جیسے اعضاء میں اس لئے کہ وہ خوف وخطرے کی جگہ ہے۔ ان کے برخلاف حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا مذہب ہے کہ کسی ہڈی میں قصاص نہیں بجز دانت کے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلق کسی ہڈی کا قصاص نہیں۔ یہی حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور عطاء' شعبی ' حسن بصری' زہری' ابراہیم نخعی' اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم بھی یہی کہتے ہیں اور اسی طرف گئے ہیں سفیان ثوری اور لیث بن سعد بھی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہی حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جس میں ربیع سے دانت کا قصاص دلوانے کا حکم حضور ہے لیکن دراصل اس روایت سے یہ مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کے سامنے کے دانت اس نے توڑ دیئے تھے اور ہو سکتا ہے کہ بغیر ٹوٹنے کے جھڑ گئے ہوں۔ اس حالت میں قصاص اجماع سے واجب ہے۔ ان کی دلیل کا پورا حصہ وہ ہے جو ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے بازو کو کہنی سے نیچے ایک تلوار ماری جس سے اس کی کلائی کٹ گئی' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ''دیت ادا کرو'' اس نے کہا میں قصاص چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ''اسی کو لے لے اللہ تعالیٰ تجھے اسی میں برکت دے گا'' اور آپ نے قصاص کو نہیں فرمایا۔ [2] لیکن یہ حدیث بالکل ضعیف اور گری ہوئی ہے اس کے ایک راوی دہشم بن قران عکلی اعرابی ضعیف ہیں ان کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی دوسرے راوی نمران بن جاریہ اعرابی بھی ضعیف ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ زخموں کا قصاص ان کے درست ہو جانے اور بھر جانے سے پہلے لینا جائز نہیں' اور اگر پہلے لے لیا گیا پھر زخم بڑھ گیا تو کوئی بدلہ نہ دلوایا جائے گا۔ اس کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے میں چوٹ ماری وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا مجھے بدلہ دلوایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوا دیا۔ اس کے بعد پھر وہ آیا کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو لنگڑا ہو گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں نے تو منع کیا تھا لیکن تو نہ مانا' اب تیرے اس لنگڑاپے کا کچھ بدلہ نہیں۔'' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخموں کے بھر جانے سے پہلے بدلہ لینے کو منع فرما دیا۔ [3]

مسئلہ: اگر کسی نے دوسرے کو زخمی کیا اور بدلہ اس سے لیا گیا اس میں مر گیا تو اس پر کچھ نہیں۔ امام مالک' شافعی' احمد رحمۃ اللہ علیہم اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس پر دیت واجب ہے اسی کے مال میں سے۔ بعض اور بزرگ فرماتے ہیں اس کے ماں باپ کی طرف کے رشتہ داروں کے مال پر وہ واجب ہے بعض اور حضرات کہتے ہیں بقدر اس کے بدلے تو ساقط ہے باقی اسی کے مال میں سے واجب ہے۔

---

[1] الطبری، ۱۰/ ۳۶۰۔ [2] ابن ماجه، کتاب الدیات، باب مالا قود فیه، ۲۶۳۶، وسنده ضعیف جداً، بیهقی، ۸/ ۶۵، اس روایت میں دھشم بن قران متروک اور نمران بن جاریہ مجہول راوی ہیں (التقریب، ۱/ ۲۳۶، رقم، ۶۱، ۲/ ۲۰۷، رقم، ۱۴۷) اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء ۲۲۳۵) [3] احمد، ۲/ ۲۱۷، مجمع الزوائد، ۶/ ۲۹۵، اس روایت میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے جس کے سماع کی صراحت نہیں۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجا جو اپنے سے آگے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت تھی اور نور' اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی' اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لئے۔ [۴۶] انجیل والوں کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انجیل میں نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق حکم کریں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ سے ہی حکم نہ کریں وہ بدکار فاسق ہیں۔ [۴۷]

پھر فرماتا ہے جو شخص قصاص سے درگزر کر لے اور بطور صدقہ کے اپنے بدلے کو معاف کر دے تو زخمی کرنے والے کا کفارہ ہو گیا اور جو زخمی ہوا ہے اسے ثواب ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ کفارہ ہے زخمی کے لئے یعنی اس کے گناہ اسی زخم کی مقدار سے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں یہ آیا ہے "اگر چوتھائی دیت کے برابر کی چیز ہے اور اس نے درگزر کر لیا تو اس کے چوتھائی گناہ معاف ہو جاتے ہیں' ثلث ہے تو تہائی گناہ' آدھی ہے تو آدھے گناہ' اور پوری ہے تو پورے گناہ۔" ایک قریشی نے ایک انصاری کو زور سے دھکا دے دیا جس سے اس کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ گیا اور جب وہ بہت سر ہو گیا تو آپ نے فرمایا اچھا جا تجھے اختیار ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وہیں تھے فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "جس مسلمان کے جسم کو کوئی ایذا پہنچائی جائے اور وہ صبر کر لے بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے درجے بڑھاتا ہے اور اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے" اس انصاری نے یہ سن کر کہا' کیا سچ مچ آپ نے خود ہی اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے یاد کیا ہے اس نے کہا پھر گواہ رہو کہ میں نے اپنے مجرم کو معاف کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اسے انعام دیا ❶ (ابن جریر) ترمذی میں بھی یہ روایت ہے لیکن بقول امام ترمذی یہ غریب ہے۔ ابوسفر راوی کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں' اور روایت میں ہے کہ تین گنی دیت وہ دینا چاہتا تھا لیکن یہ راضی نہیں ہوتا تھا اس میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں "جو شخص خون یا اس سے کم معاف کر دے وہ اس کی پیدائش سے لے کر موت تک کفارہ ہے۔" ❷ مسند احمد میں ہے "جس شخص کے جسم پر کوئی زخم لگے اور وہ معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اتنے ہی گناہ معاف فرماتا ہے۔" ❸ اللہ کے حکم کے مطابق حکم نہ کرنے والے ظالم ہیں۔ پہلے گزر چکا کہ کفر کفر سے کم ہے ظلم میں بھی تفاوت ہے اور فسق میں بھی درجے ہیں۔

---

❶ ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فی العفو، ۱۳۹۳؛ ابن ماجہ، ۲۶۹۳، وسندہ ضعیف ابوالسفر کا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفہ، ۴۴۸۲)

❷ اس روایت میں عمران بن ظبیان مجروح راوی ہے۔ (التاریخ الکبیر، ۶/ ۴۲۴، رقم، ۲۸۶۲) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

❸ احمد، ۵/ ۳۱۶، ۴۱۲ وسندہ ضعیف۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع ٧

ترجمہ: ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے سو تو ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم کر۔ اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ لگ۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کر دی ہے۔ اگر منظور الٰہی ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اس کی چاہت ہے کہ جو تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز جتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔[۴۸] آپ ان کے باہمی معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجئے۔ ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجئے ان سے ہوشیار رہ کہ کہیں یہ تجھے اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کریں۔ اگر یہ لوگ منہ پھر لیں تو یقین کرلے کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی لے۔ اکثر لوگ بے حکم ہی ہوتے ہیں۔[۴۹] کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔[۵۰]

= انجیل کی چند ایک خصوصیات: [آیت: ۴۶۔۴۷] انبیا بنی اسرائیل کے پیچھے ہم عیسیٰ نبی کو لائے جو تورات پر ایمان رکھتے تھے اس کے احکام کے مطابق لوگوں میں فیصلے کرتے تھے ہم نے انہیں بھی اپنی کتاب انجیل دی جس میں حق کی ہدایت تھی اور شبہات اور مشکلات کی توضیح تھی اور اگلی اللہ کی کتابوں کی موافقت تھی، ہاں چند مسائل جن میں یہودی مختلف تھے ان کے صاف فیصلے اس میں موجود تھے۔ جیسے قرآن میں اور جگہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "میں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں حلال کروں گا جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔" اسی لئے علما کا مشہور مقولہ ہے کہ انجیل نے تورات کے بعض احکام منسوخ کر دیئے ہیں انجیل سے پارسا لوگوں کی رہنمائی اور وعظ و پند ہوتی تھی کہ وہ نیکی کی طرف رغبت کریں اور برائی سے بچیں۔ ﴿اَهْلَ الْاِنْجِيْلِ﴾ بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں ﴿وَلِيَحْكُمْ﴾ میں لام "کی" کے معنی میں ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل اس لئے دی تھی کہ وہ اپنے زمانے کے اپنے ماننے والوں کو اسی کے مطابق چلائیں اور اگر اس لام کو امر کا لام سمجھا جائے۔ اور مشہور قراءت ﴿وَلْيَحْكُمْ﴾ پڑھی =

جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ انہیں چاہئے کہ انجیل کے کل احکام پر ایمان لائیں اور اسی کی مطابق حکم کریں۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ﴾ یعنی ''اے اہل کتاب! جب تک تم تورات وانجیل پر اور جو کچھ اللہ کی طرف سے اترا ہے اس پر قائم نہ ہو تو تم کسی چیز پر نہیں ہو'' اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ﴾ ❶ ''جو لوگ اس رسول نبی امی ﷺ کی تابعداری کرتے ہیں جس کی صفت اپنے ہاں تورات میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔'' وہ لوگ جو کتاب اللہ اور اپنے نبی کے فرمان کے مطابق حکم نہ کریں وہ اطاعت اللہ تعالیٰ سے خارج' حق کے تارک اور باطل کے عامل ہیں۔ یہ آیت نصرانیوں کے حق میں ہے۔ روش آیت سے بھی یہ ظاہر ہے اور پہلے بیان بھی گزر چکا ہے۔

قرآن کے نازل ہونے کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں: [آیت:۴۸۔۵۰] تورات وانجیل کی ثنا وصفت اور تعریف و مدحت کے بعد اب قرآن عظیم کی بزرگی بیان ہو رہی ہے کہ ہم نے اسے حق وصداقت کے ساتھ نازل فرمایا ہے یہ بالیقین رب واحد کی طرف سے ہے اور اسی کا کلام ہے یہ تمام اگلی اللہ کی کتابوں کو سچا مانتا ہے اور ان کتابوں میں بھی اس کی صفت وثنا موجود ہے اور یہ بھی بیان ان میں ہے کہ یہ پاک اور آخری کتاب آخری اور افضل رسول ﷺ پر اترے گی' پس ہر دانا شخص اس پر یقین رکھتا ہے اور اسے مانتا ہے' جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ﴾ ❷ الخ ''جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا تھا جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور زبانی اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے رب کا وعدہ سچا ہے'' اور وہ سچا ثابت ہو چکا ہے اس نے اگلے رسولوں کی زبانی جو خبر دی تھی وہ پوری ہوئی اور آخری رسول رسولوں کے سرتاج رسول آ ہی گئے۔ اور یہ کتاب ان کی اگلی کتابوں کی امین ہے یعنی اس میں جو ہے وہی اگلی کتابوں میں تھا۔ اب اس کے خلاف کوئی کہے کہ فلاں اگلی کتاب میں یوں ہے تو یہ غلط ہے۔ یہ ان کی سچی گواہ اور انہیں گھیر لینے والی اور سمیٹ لینے والی ہے جو جو اچھائیاں پہلے کی تمام کتابوں میں مل کر تھیں' وہ سب اس آخری کتاب میں یکجا موجود ہیں اسی لئے یہ سب پر حاکم اور سب پر مقدم ہے اور اس کی حفاظت کا کفیل خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ❸ بعض نے کہا مراد اس سے یہ ہے کہ حضور ﷺ امین ہیں اس کتاب پر۔ واقع میں تو یہ قول بہت صحیح ہے لیکن اس آیت کی تفسیر یہ کرنی ٹھیک نہیں بلکہ عربیت کے اعتبار سے بھی یہ غور طلب امر ہے۔ صحیح تفسیر پہلی ہی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس قول کو نقل کر کے فرمایا ہے یہ بہت دور کی بات ہے بلکہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے ﴿مُهَیْمِنًا﴾ کا عطف مصدق پر ہے پس یہ بھی اسی چیز کی صفت ہے جس کی صفت مصدق کا لفظ تھا۔ اگر حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے معنے صحیح مان لئے جائیں تو عبارت بغیر عطف کے ہونی چاہئے تھی۔

پس اے نبی ﷺ! آپ ان سب میں اللہ کی اس کتاب کے احکام پھیلائیے خواہ عرب ہوں خواہ عجم ہوں' خواہ لکھے پڑھے ہیں خواہ بے پڑھے ہوں۔ اللہ کے نازل کردہ سے مراد اللہ کی وحی ہے خواہ وہ اس کتاب کی صورت میں ہو خواہ جو اگلے احکام اللہ نے آپ ﷺ کے لئے مقرر کر رکھے ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے تو آپ کو آزادی دی گئی تھی اگر چاہیں ان میں فیصلے کریں چاہیں نہ کریں لیکن اس آیت نے حکم دیا کہ وحی الٰہی کے ساتھ ان میں فیصلے کرنے ضروری ہیں۔ ❹ ان بدنصیب جاہلوں نے اپنی طرف سے احکام گھڑ لئے ہیں اور ان کی وجہ سے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے'' خبردار اے نبی ﷺ! تم ان کی

---

❶ ۵/ المآئدۃ:۶۸۔ ❷ ۱۷/ الاسرآء:۱۰۷۔

❸ ۱۵/ الحجر:۹۔ ❹ الطبری، ۱۰/ ۳۳۲، وسندہ ضعیف الحکم بن عتیبہ عنعن یہ روایت موقوف ہے۔

چاہتوں کے پیچھے لگ کر حق کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے راستہ اور طریقہ بنا دیا ہے۔'' کسی چیز کی طرف ابتدا کرنے کو شرعہ کہتے ہیں' منہاج لغت میں کہتے ہیں واضح اور آسان راستے کو پس ان دونوں لفظوں کی یہی تفسیر زیادہ مناسب ہے اگلی تمام شریعتیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں' وہ سب توحید پر تو متفق تھیں البتہ چھوٹے موٹے احکام میں قدرے ہیر پھیر تھا' جیسے حدیث شریف ہے ''ہم سب انبیا علاتی بھائی ہیں ہم سب کا دین ایک ہے۔'' ❶ ہر نبی توحید کے ساتھ بھیجا جاتا رہا اور ہر آسمانی کتاب میں توحید کا بیان ہے' اس کا ثبوت اور اسی کی طرف دعوت ہوتی رہی۔ جیسے قرآن فرماتا ہے ''تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول ہم نے بھیجے ہیں ان سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں' تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو۔'' اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا﴾ ❷ ''ہم نے ہر امت کو بزبان رسول کہلوا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو'' ہاں احکام کا اختلاف ضرور رہا۔ کوئی چیز کسی زمانے میں حرام تھی پھر حلال ہوگئی یا اس کے برعکس' یا کسی حکم میں تخفیف تھی' اب تاکید ہوگئی یا اس کے خلاف اور یہ بھی حکمت اور مصلحت اور حجت ربانی کے ساتھ پس تورات مثلاً ایک شریعت ہے انجیل ایک شریعت ہے قرآن ایک مستقل شریعت ہے تاکہ ہر زمانے کے فرماں برداروں اور نافرمانوں کا امتحان ہو جایا کرے' البتہ توحید سب زمانوں میں یکساں رہی۔ اور معنی اس جملہ کے یہ ہیں کہ اے امت محمد ﷺ تم میں سے ہر شخص کے لئے ہم نے اپنی اس کتاب قرآن کریم کو شریعت اور طریقہ بنایا ہے تم سب کو اس کی اقتدا اور تابعداری کرنی چاہئے۔ اس صورت میں ﴿جَعَلْنَا﴾ کے بعد ضمیرہٗ کی محذوف ماننی پڑے گی۔ پس بہترین مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ اور طریقہ صرف قرآن کریم ہی ہے اور بس۔ لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کے بعد ہی فرمان ہوا ہے ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا۔'' پس معلوم ہوا کہ اگلا خطاب صرف اس امت سے ہی نہیں بلکہ سب امتوں سے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی اور کامل قدرت کا بیان ہے کہ اگر وہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی شریعت اور دین پر کر دیتا کوئی تبدیلی کسی وقت نہ ہوتی' لیکن رب کی حکمت کاملہ کا تقاضا یہ ہوا کہ علیحدہ علیحدہ شریعتیں مقرر کرے ایک کے بعد دوسرا نبی بھیجے اور بعض احکام اگلے نبی کے پچھلے نبی سے بدلوا دے یہاں تک کہ تمام اگلے دین حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے منسوخ ہوگئے اور آپ ﷺ تمام روئے زمین کی طرف بھیجے گئے اور خاتم الانبیا بنا کر بھیجے گئے۔ یہ مختلف شریعتیں صرف تمہاری آزمائش کے لئے ہوئیں تاکہ تابعداروں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا ملے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں اس نے دی ہے یعنی کتاب۔ پس تمہیں خیرات اور نیکیوں کی طرف سبقت اور دوڑ کرنی چاہئے' اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی شریعت کی فرماں برداری کی طرف آگے بڑھنا چاہئے اور اس آخری شریعت اور آخری کتاب اور آخری پیغمبر علیہ السلام کی بہ دل و جان حکم برداری کرنی چاہئے۔ لوگو! تم سب کا مرجع و ماویٰ اور لوٹنا پھرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے وہاں وہ تمہیں تمہارے اختلاف کی اصلیت بتا دے گا' سچوں کو ان کی سچائی کا اچھا پھل دے گا اور بروں کو ان کی تکذیب' سرکشی اور خواہش نفس کی پیروی کی سزا دے گا۔

حق کو ماننا تو ایک طرف وہ تو حق سے چڑتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں مراد امت محمد ﷺ ہے مگر اول ہی اولیٰ ہے۔ پھر پہلی بات کی اور تاکید ہو رہی ہے اور اس کے خلاف سے روکا جاتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو کہیں ان خائن' مکار

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذكر في الكتاب مريم ...... ٣٤٤٣﴾ صحیح مسلم، ٢٣٦٥، احمد، ٢/ ٣١٩، ابن حبان، ٦١٩٤۔ ❷ ١٦/ النحل:٣٦۔

کذاب اور کفار یہودیوں کی باتوں میں آ کر کسی اللہ کے حکم سے ادھر ادھر نہ ہو جانا۔ اگر وہ تیرے احکام سے روگردانی کریں اور شریعت کے خلاف کریں تو تو سمجھ لے کہ ان کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے اللہ کا کوئی عذاب ان پر آنے والا ہے اسی لئے توفیق خیر ان سے چھین لی گئی ہے۔ اکثر لوگ فاسق ہیں یعنی اطاعت حق سے خارج' دین اللہ کے مخالف اور ہدایت سے دور ہیں۔ جیسے فرمایا' ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ❶ یعنی ''گو تو حرص کر کے چاہے لیکن اکثر لوگ مومن ہونے کے نہیں ہیں۔'' اور فرمایا ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ❷ ''اگر تو زمین والوں کی اکثریت کی مانے گا تو وہ تجھے بھی راہ اللہ سے بہکا دیں گے۔'' یہودیوں کے چند بڑے بڑے رئیسوں اور عالموں نے آپس میں ایک میٹنگ کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں اگر ہم آپ کو مان لیں تو تمام یہود آپ کی نبوت کا اقرار کر لیں گے اور ہم آپ کو ماننے کے لئے تیار ہیں' آپ صرف اتنا کیجئے کہ ہم میں اور ہماری قوم میں ایک جھگڑا ہے اس کا فیصلہ ہمارے مطابق کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور اسی پر یہ آیتیں اتریں۔ ❸ اس کے بعد جناب باری تعالیٰ ان لوگوں پر انکار کر رہا ہے جو اللہ کے حکم سے ہٹ جائیں جس میں تمام بھلائیاں موجود ہیں اور تمام برائیاں دور ہیں ایسے پاک حکم سے ہٹ کر رائے قیاس کی طرف خواہش نفسانی کی طرف اور ان احکام کی طرف جھکے جو لوگوں نے از خود اپنی طرف سے بغیر دلیل شرعی کے گھڑ لئے ہیں جیسے کہ اہل جاہلیت وضلالت اپنی رائے سے اور اپنی مرضی کے مطابق حکم احکام جاری کر لیا کرتے تھے اور جیسے کہ تاتاری ملکی معاملات میں چنگیز خانی احکام کی پیروی کرتے تھے جنہیں الیاسق نے گھڑ دیا تھا۔ وہ بہت سے مجموعی احکام کے دفاتر تھے جو مختلف شریعتوں اور مذہبوں سے چھانٹے گئے تھے۔ یہودیت' نصرانیت' اور اسلامیت وغیرہ سب کے احکام کا وہ مجموعہ تھا اور پھر اس میں بہت سے احکام وہ بھی تھے جو صرف اپنی عقل اور رائے اور دقت نظر سے ایجاد کئے گئے تھے جن میں اپنی خواہش کی ملونی بھی تھی بس وہی مجموعے ان کی اولاد میں قابل عمل ٹھہر گئے۔ اور اسی کو کتاب وسنت پر فوقیت اور تقدیم دے لی۔ درحقیقت ایسا کرنے والے کافر ہیں اور ان سے جہاد واجب ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی طرف آ جائیں اور کسی چھوٹے یا بڑے اہم یا معمولی معاملہ میں سوائے کتاب وسنت کے کوئی حکم کسی کا نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا یہ جاہلیت کے احکام کا ارادہ کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے سرک رہے ہیں؟ یقین والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر حکمران اور کارفرماں کون ہو گا اللہ سے زیادہ عدل وانصاف والے احکام کس کے ہوں گے؟ ایمان دار اور یقین کامل والے بخوبی جانتے اور مانتے ہیں کہ اس احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین سے زیادہ اچھے صاف سہل اور عمدہ احکام وقواعد اور مسائل وضوابط کسی کے بھی نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی مخلوق پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنا ماں اپنی اولاد پر ہوتی ہے وہ پورے اور پختہ علم والا اور کامل اور عظیم الشان قدرت والا اور عدل وانصاف والا ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بغیر جو فتویٰ دے اس کا فتویٰ جاہلیت کا حکم ہے۔ ایک شخص نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا میں اپنی اولاد میں سے ایک کو زیادہ اور ایک کو کم دے سکتا ہوں؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''سب سے بڑا اللہ کا دشمن وہ ہے جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ اور چال تلاش کرے اور بے وجہ کسی کی گردن مارنے کے درپے ہو جائے۔'' یہ حدیث بخاری میں بھی قدرے زیادت کے ساتھ ہے۔ ❹

---

❶ ١٢/ یوسف:١٠٣۔ ❷ ٦/ الانعام:١١٧۔ ❸ الطبری، ١٠/ ٣٩٣، دلائل النبوۃ، ٢/ ٥٣٦، اس روایت میں محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی، ٣/ ٩٦) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق، ٦٨٨٢، طبرانی، ١٠٧٤٩۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَٰرِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰٓ أَن تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى ٱللَّهُ أَن يَأْتِىَ بِٱلْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِۦ فَيُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَآ أَسَرُّوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ نَٰدِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَهَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَقْسَمُوا۟ بِٱللَّهِ جَهْدَ أَيْمَٰنِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فَأَصْبَحُوا۟ خَٰسِرِينَ ﴿٥٣﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔[۵۱] تو دیکھے گا جن کے دل میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر بے طرح نادم ہونے لگیں گے۔[۵۲] اور ایمان دار کہنے لگیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے مبالغہ سے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کے اعمال غارت ہوئے اور یہ ناکام ہوگئے۔[۵۳]

دشمنان اسلام سے دوستی رکھنے کی ممانعت: [آیت:۵۱-۵۳] دشمنان اسلام یہود ونصاریٰ سے دوستیاں کرنے کی اللہ تبارک و تعالیٰ ممانعت فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ وہ تمہارے دوست ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ تمہارے دین سے انہیں بغض وعداوت ہے ہاں اپنے دین والوں سے ان کی دوستیاں اور محبتیں ہیں۔ میرے نزدیک جو بھی ان سے دلی محبت رکھے وہ ان ہی میں سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر پوری تنبیہ کی اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ ❶ حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو تمہیں اس سے بچنا چاہئے کہ تمہیں خود تو معلوم نہ ہو اور تم اللہ کے نزدیک یہود ونصرانی بن جاؤ' ہم سمجھ گئے کہ آپ کی مراد اسی آیت کے مضمون سے ہے۔ ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرب نصرانیوں کے ذبیحے کا مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو آپ یہی آیت تلاوت کر دیتے ہیں۔ جن کے دلوں میں کھوٹ ہے وہ تو لپک لپک کر پوشیدہ طور پر ان سے ساز باز اور محبت ومودت کرتے ہیں اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے اگر مسلمانوں پر یہ لوگ غالب آ گئے تو پھر ہمارے تکے بوٹیاں کر دیں گے اس لئے ہم ان سے بھی میل ملاپ رکھتے ہیں۔ ہم کیوں کسی سے بگاڑیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صاف طور پر غالب کر دے مکہ بھی ان کے ہاتھوں فتح ہو جائے۔ فیصلے اور حکم ان ہی کے چلنے لگیں' حکومت ان کے قدموں میں ڈال دے یا اللہ تعالیٰ اور کوئی چیز اپنے پاس سے لائے یعنی یہود ونصاریٰ کو مغلوب کر کے انہیں ذلیل کر کے ان سے جزیہ لینے کا حکم مسلمانوں کو دے دے پھر تو یہ منافقین جو آج لپک لپک کر گھس پیٹھ کرتے پھرتے ہیں بڑے بھنانے لگیں گے اور اپنی اس چالاکی پر خون کے آنسو بہانے لگیں گے' ان کے پردے کھل

❶ الدر المنثور، ۳/ ۱۰۰، ابن ابی حاتم یہ روایت محمد بن سعید بن سابق کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن السنن الکبریٰ للبیہقی، (۱۰/ ۱۲۷) میں اس کا حسن شاہد ہے۔ ❷ ابن ابی حاتم، ٤/ ١١٥٦۔

جائیں گے اور یہ جیسے اندر تھے ویسے ہی باہر سے نظر آئیں گے۔ اس وقت مسلمان ان کی مکاریوں پر تعجب کریں گے اور کہیں گے ''اے لو یہی وہ لوگ ہیں جو بڑی بڑی قسمیں کھا کھا کر ہمیں یقین دلاتے تھے کہ یہ ہمارے ساتھی ہیں' کھو دیا جو کیا تھا۔ اور برباد ہو گئے۔'' ﴿وَيَقُوْلُ﴾ تو جمہور کی قراءت ہے۔ ایک قراءت بغیر واؤ کے بھی ہے اہل مدینہ کی یہی قرأت ہے ﴿يَقُوْلُ﴾ ہے تو مبتدا ہے اور دوسری قرأت اس کی ﴿يَقُوْلَ﴾ ہے تو یہ ﴿فَعَسٰى﴾ الخ پر عطف ہوگا گویا ﴿وَاَنْ يَقُوْلَ﴾ ہے۔

اہل مدینہ کے نزدیک ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ جنگ احد کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں اس یہودی سے دوستی کرتا ہوں تاکہ موقع پر مجھے نفع پہنچے۔ دوسرے نے کہا میں فلاں نصرانی کے پاس جاتا ہوں اس سے دوستی کر کے اس کی مدد کروں گا اس پر یہ آیتیں اتریں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیتیں اتریں جب کہ حضور ﷺ نے انہیں بنو قریظہ کی طرف بھیجا تھا تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ تو آپ نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا یعنی تم سب کو قتل کرا دیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ آیتیں عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں اتری ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے تو حضرت ﷺ سے کہا کہ بہت سے یہودیوں سے میری دوستی ہے مگر میں ان سب کی دوستیاں توڑتا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ اور رسول کی دوستی کافی ہے۔ اس پر اس منافق نے کہا میں آگا پیچھا سوچنے کا عادی ہوں مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا نہ جانے کس وقت کیا موقعہ پڑ جائے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ''اے عبداللہ! تو عبادہ سے بہت ہی گھاٹے میں رہا'' اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی تو بعض مسلمانوں نے اپنے ملنے والے یہودیوں سے کہا کہ یہی تمہاری درگت ہو اس سے پہلے ہی تم اس دین برحق کو قبول کر لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ چند قریشیوں پر جو لڑائی کے فنون سے بے بہرہ ہیں۔ فتح مندی حاصل کر کے کہیں تم مغرور نہ ہو جانا' ہم سے اگر پالا پڑا تو ہم تمہیں معلوم کرا دیں گے کہ لڑائی اسے کہتے ہیں۔ اس پر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی کا وہ مکالمہ ہوا جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ جب یہودیوں کے اس قبیلے سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی اور بفضل رب تعالیٰ یہ غالب آ گئے۔ تو اب عبداللہ آپ سے کہنے لگا حضور میرے دوستوں کے معاملہ میں مجھ پر احسان کیجئے یہ لوگ خزرج کے ساتھی تھے۔ حضور ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر کہا آپ نے منہ موڑ لیا یہ آپ ﷺ کے دامن سے لٹک گیا۔ آپ ﷺ نے غصہ سے فرمایا ''چھوڑ دے۔'' اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ! میں نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ ان کے بارے میں احسان کریں ان کی بڑی پوری جماعت ہے اور آج تک یہ لوگ میرے طرفدار رہے اور ایک ہی دن یہ سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے مجھے تو آنے والی مصیبتوں کا بڑا کھٹکا ہے۔ آخر حضور ﷺ نے فرمایا ''جاوہ سب تیرے لئے ہیں۔'' اور روایت میں ہے کہ جب بنو قینقاع کے یہودیوں نے حضور ﷺ سے جنگ کی اور اللہ نے انہیں نیچا دکھایا تو عبداللہ بن ابی تو ان کی حمایت حضور ﷺ کے سامنے کرنے لگا اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ باوجودیکہ یہ بھی ان کے حلیف تھے لیکن انہوں نے اس سے صاف براءت ظاہر کی اس پر یہ آیتیں ﴿هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ تک اتریں۔ ❶ مسند احمد میں ہے کہ اس منافق عبداللہ بن ابی کی عیادت کے لئے حضور ﷺ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے بارہا ان یہودیوں کی محبت سے روکا تو اس نے کہا سعد بن زرارہ تو ان سے دشمنی رکھتا تھا وہ بھی مر گیا۔ ❷

---

❶ ابن هشام، ۳/ ۵۲۔ ❷ احمد، ۵/ ۲۰۱، ابوداود، كتاب الجنائز، باب فی العيادة، ۳۰۹۴، وسنده ضعيف اس روایت میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں اور شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف الاسناد قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعيف ابوداود، ۶۸۱)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿٥٦﴾

ع ۸

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہوگی۔ اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی' نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے' یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہے دے' اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔[۵۴] مسلمانو! تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ خشوع و خضوع کرنے والے ہیں۔[۵۵] جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔[۵۶]

دین سے مرتد ہونے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے: [آیت:۵۴۔۵۶] اللہ رب العزت جو قادر و غالب ہے خبر دیتا ہے کہ اگر کوئی اس پاک دین سے مرتد ہو جائے تو وہ اسلام کی قوت گھٹا نہیں دے گا' اللہ تعالیٰ ایسوں کے بدلے ان لوگوں کو اس سچے دین کی خدمت پر مامور کرے گا۔ جو ان سے ہر حیثیت میں اچھے ہوں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَإِن تَتَوَلَّوْا﴾ ❶ اور آیت میں ﴿إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ﴾ ❷ اور جگہ فرمایا ﴿وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ ❸ مطلب ان سب آیتوں کا وہی ہے جو بیان ہوا۔ ارتداد کہتے ہیں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھر جانے کو۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت سرداران قریش کے بارے میں اتری ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں خلافت صدیقی میں جو لوگ اسلام سے پھر گئے تھے ان کا حکم اس آیت میں ہے جس قوم کو ان کے بدلے لانے کا وعدہ ہو رہا ہے اہل قادسیہ ہیں یا قوم سبا ہے یا اہل یمن ہیں جو کندہ اور سکون قبیلوں کے ہیں۔ ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی یہ پچھلی بات بیان ہوئی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "وہ اس کی قوم ہے۔" ❹ ان کامل ایمان والوں کی صفت بیان ہو رہی ہے کہ یہ اپنے دوستوں یعنی مسلمانوں کے سامنے تو بچھ جانے والے ہوتے ہیں اور کفار کے مقابلہ میں تن جانے والے' ان پر بھاری پڑنے والے اور ان پر تیز ہونے والے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ ❺ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "ضحوک" تھے اور "قتال" تھے یعنی دوستوں کے

---

❶ ٤٧/ محمد:٣٨۔ ❷ ٤/ النسآء:١٣٣۔ ❸ ٣٥/ فاطر:١٦۔

❹ حاکم، ٢/ ٣١٣ وسندہ صحیح؛ مجمع الزوائد، ٧/ ١٦؛ ابن ابی شیبہ، ١٢/ ١٢٥؛ الطبقات، ٤/ ١٠٧؛ المعجم الکبیر، ١٠١٦، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ٣٣٦٨) ❺ ٤٨/ الفتح:٢٩۔

سامنے ہنس مکھ خندہ رو اور دشمنان دین کے مقابلہ میں سخت اور جنگجو۔

سچے مسلمان راہ رب کے جہاد سے منہ نہیں موڑتے نہ پیٹھ دکھاتے ہیں نہ تھکتے ہیں نہ بزدلی نہ آرام طلبی کرتے ہیں نہ کسی کی مروت میں آتے ہیں نہ کسی کی ملامت کا خوف کرتے ہیں وہ برابر اطاعت الٰہی میں اس کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں' بھلائی کا حکم کرنے میں اور برائیوں سے روکنے میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم دیا ہے' ''مسکینوں سے محبت رکھنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے کا اور دنیوی امور میں اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو دیکھنے کا اور اپنے سے بڑھے ہوؤں کو نہ دیکھنے کا اور صلہ رحمی کرتے رہنے کا گو دوسرے نہ کرتے ہوں' اور کسی سے کچھ بھی نہ مانگنے کا' اور حق بات بیان کرنے کا گو وہ سب کو کڑوی لگے اور دین کے معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے کا اور بکثرت لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنے کا' کیونکہ یہ کلمہ عرش کے نیچے کا خزانہ ہے۔'' ❶ (مسند احمد)۔ اور روایت میں ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ مرتبہ بیعت کی ہے اور سات باتوں پر آپ نے میری پختگی کی ہے اور سات مرتبہ میں اپنے اوپر اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اللہ کے دین کے بارے میں کسی بدگوئی کی مطلق پروا نہیں کرتا۔ مجھے بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا مجھ سے جنت کے بدلے میں بیعت کرے گا؟'' میں نے منظور کر کے ہاتھ بڑھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کی کہ کسی سے کچھ بھی نہ مانگنا' میں نے کہا بہت اچھا' فرمایا ''اگرچہ کوڑا بھی ہو' یعنی اگر وہ بھی گر پڑے تو خود سواری سے اتر کر لے لینا۔ ❷ (مسند احمد)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''لوگوں کی ہیبت میں آ کر حق گوئی سے نہ رکنا! یاد رکھو نہ تو کوئی موت کو قریب کر سکتا ہے نہ رزق کو دور کر سکتا ہے'' ❸ ملاحظہ ہو امام احمد کی مسند۔ فرماتے ہیں ''خلاف شرع امر دیکھ سن کر اپنے آپ کو کمزور جان کر خاموش نہ ہو جانا ورنہ اللہ کے ہاں اس کی باز پرس ہوگی' اس وقت انسان جواب دے گا میں لوگوں کے ڈر سے چپکا ہو گیا تو جناب باری تعالیٰ فرمائے گا میں اس کا زیادہ حقدار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا'' ❹ (مسند احمد)۔ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے قیامت کے دن ایک سوال یہ بھی کرے گا کہ تو نے خلاف شرع امر دیکھ کر اس سے روکا کیوں نہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ خود ہی اسے جواب سمجھائے گا اور یہ کہے گا پروردگار! میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور لوگوں سے ڈرا'' ❺ (ابن ماجہ)۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے ''مؤمن کو نہ چاہئے کہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کس طرح؟ فرمایا ''ان بلاؤں کو اپنے اوپر لے لے جن کی برداشت کی طاقت نہ ہو۔'' ❻ پھر فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے'' یعنی کمال ایمان کی یہ صفتیں خاص اللہ کا عطیہ ہیں اسی کی طرف سے ان کی توفیق ہوتی ہے اس کا فضل بہت وسیع ہے اور وہ کامل علم والا ہے' خوب جانتا ہے کہ اس بہت بڑی نعمت کا مستحق کون ہے؟

---

❶ احمد، ٥/ ١٥٩؛ المعجم الأوسط، ٥٦٣٥، وسنده حسن؛ مجمع الزوائد، ١٠/ ٢٦٣، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ٢١٦٦)

❷ احمد، ٥/ ١٧٢، وسنده ضعيف (منقطع) اس کی سند میں ابوالمثنی مجہول راوی ہے۔

❸ احمد، ٣/ ٥٠ وسنده ضعيف؛ المعجم الأوسط، ٢٨٢٥، مجمع الزوائد، ٧/ ٢٦٥۔

❹ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر، ٤٠٠٨؛ احمد، ٣/ ٧٣، وسنده ضعيف سند منقطع ہے ابوالبختری نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا ابویعلی، ١٠٨٩، شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے (ضعيف الترغيب، ١٣٨٧)

❺ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب قوله تعالىٰ ﴿يا ايها الذين امنوا عليكم انفسكم﴾، ٤٠١٧، وسنده حسن؛ احمد، ٣/ ٧٧، مسند ابی یعلی، ١٠٨٩، شیخ البانی نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة ٩٢٦) ❻ ترمذی، كتاب الفتن، باب لايعترض من البلاء لما لا يطيق، ٢٢٥٤، وسنده ضعيف علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔ ابن ماجه، ٤٠١٦۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾

ترجمہ: مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے خواہ کفار ہوں‘ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔[۵۷] جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو تو وہ اسے ہنسی کھیل ٹھہرا لیتے ہیں‘ یہ اس واسطے کہ بے عقل ہیں۔[۵۸]

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارے دوست کفار نہیں بلکہ حقیقتاً تمہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول اور مؤمنوں سے دوستیاں رکھنی چاہئیں‘ مؤمن بھی وہ جن میں یہ صفتیں ہوں کہ وہ نماز کے پورے پابند ہوں جو اسلام کا اعلیٰ اور بہترین رکن ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے‘ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ضعیف مسکین بندوں کا حق ہے‘ آخری جملہ جو ہے اس کی نسبت بعض لوگوں کو وہم سا ہو گیا کہ یہ ﴿يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ سے حال واقع ہے یعنی رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں‘ یہ بالکل غلط ہے اگر اسے مان لیا جائے تو یہ نمایاں طور پر ثابت ہو جائے گا کہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینا افضل ہے حالانکہ کوئی عالم اس کا قائل نہیں‘ ان وہمیوں نے یہاں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے رکوع میں تھے کہ ایک سائل آ گیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اسے دے دی۔ ❶

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے مراد بقول عتبہ رحمہ اللہ جملہ مسلمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی انگوٹھی کا قصہ ہے اور بعض دیگر مفسرین نے بھی یہ تفسیر کی ہے‘ لیکن سند ایک کی بھی صحیح نہیں‘ رجال ایک کے بھی ثقہ اور ثابت نہیں‘ پس یہ واقعہ بالکل غیر ثابت ہے اور صحیح نہیں‘ ٹھیک وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ سب آیتیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ انہوں نے کھلے لفظوں میں یہود کی دوستی توڑی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان دار لوگوں کی دوستی پر راضی ہو گئے۔ اسی لئے ان تمام آیتوں کے آخر میں فرمان ہوا ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنوں سے دوستی رکھے وہ اللہ کے لشکر میں داخل ہے اور یہی اللہ کا لشکر غالب ہے“ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ ❷ الخ ”یعنی اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ تعالیٰ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی رکھنے والا کبھی نہ پائے گا گو وہ باپ‘ بیٹے‘ بھائی‘ اور کنبے قبیلے کے لوگ ہوں۔ یہی ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں‘ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے رب تعالیٰ ان سے راضی ہے یہ اللہ سے خوش ہیں‘ یہی اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔“ پس جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کی دوستیوں پر رضامند ہو جائے وہ دنیا میں منصور ہے اور آخرت میں فلاح پانے والا ہے‘ اسی لئے اس آیت کو بھی اس جملے پر ختم کیا۔

غیر مسلموں سے دوستی نہ رکھو: [آیت: ۵۷-۵۸] اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غیر مسلموں کی محبت سے نفرت دلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ

❶ اس روایت میں ضحاک اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع اور ابوسنان متکلم فیہ راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین، ۱/ ۳۲۰، رقم، ۱٤۰۷) ❷ ۵۸/ المجادلۃ: ۲۱۔

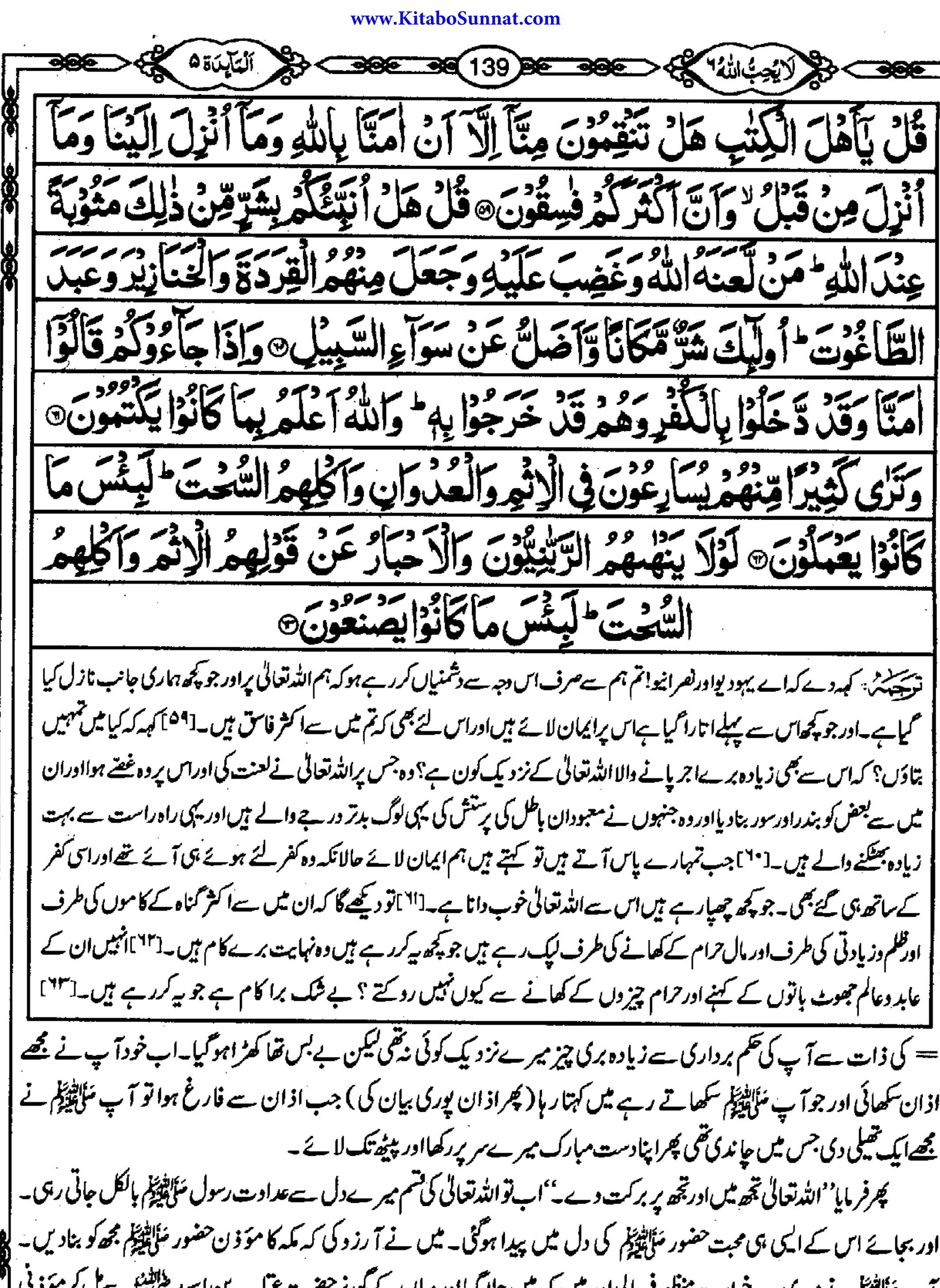
کیا تم ان سے دوستیاں کرو گے جو تمہارے طاہر و مطہر دین کو ہنسی میں اڑاتے ہیں اور اسے ایک بازیچۂ اطفال بنائے ہوئے ہیں۔ ﴿مِنْ﴾ بیان جنس کے لئے ہے جیسے ﴿اَلْاَوْثَانِ﴾ میں۔ بعضوں نے ﴿وَالْكُفَّارِ﴾ پڑھا ہے اور عطف ڈالا ہے۔ بعضوں نے ﴿وَالْكُفَّارَ﴾ پڑھا ہے اور ﴿لَا تَتَّخِذُوْا﴾ کا معمول بنایا ہے تو تقدیر عبارت ﴿وَلَا الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ﴾ ہوگی۔ کفار سے مراد مشرکین ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ ہے۔ "اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان سے دوستیاں نہ کرو اگر تم سچے مؤمن ہو۔" یہ تو تمہارے دین کی اور شریعت کی دشمنی کرنے والے ہیں، جیسے فرمایا ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ❶ الخ "مؤمن مؤمنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں نہ کریں اور جو ایسا کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی بھلائی میں نہیں، ہاں ان سے بچاؤ مقصود ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔"

اذان سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے: اسی طرح یہ کفار اہل کتاب بھی اور مشرک بھی اس وقت بھی مذاق اڑاتے ہیں جب تم نمازوں کے لئے پکارتے ہو حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی سب سے پیاری عبادت ہے۔ لیکن یہ بے وقوف اتنا بھی نہیں جانتے اس لئے کہ یہ متبع شیطان ہیں اور "اس کی یہ حالت ہے کہ اذان سنتے ہی گوز مارتا ہوا دم دبائے بھاگتا ہے، اور وہاں جا کر ٹھہرتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ آئے اس کے بعد آ جاتا ہے، پھر تکبیر سن کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے اس کے ختم ہوتے ہی آ کر اپنے بہکاوے میں لگ جاتا ہے۔ انسان کو ادھر ادھر کی بھولی بسری باتیں یاد دلاتا ہے، یہاں تک کہ اسے یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ نماز کی کتنی رکعتیں پڑھیں ہیں؟ جب ایسا ہو تو دو سجدے سہو کے کرے۔" ❷ (متفق علیہ)۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اذان کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے، پھر یہی آیت تلاوت کی۔ ❸ ایک نصرانی مدینے میں اذان میں جب "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سنتا تو کہتا کذاب جل جائے۔ ایک مرتبہ رات کو اس کی خادمہ گھر میں آگ لائی، کوئی پتنگا اڑا جس سے گھر میں آگ لگ گئی، وہ شخص اور اس کا گھر بار سب جل کر خاک ہو گیا۔ فتح مکہ کے سال حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کعبے میں اذان کہنے کا حکم دیا، قریب ہی ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے تو اذان سن کر کہا کہ میرے باپ پر تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ وہ اس غصہ دلانے والی آواز کے سننے سے پہلے ہی دنیا سے چل بسا۔ حارث کہنے لگا اگر میں اسے سچا جانتا تو مان ہی لیتا۔ ابوسفیان نے کہا کہ بھئی میں تو کچھ بھی زبان سے نہیں نکالتا، ڈر ہے کہ کہیں یہ کنکریاں اسے خبر نہ کر دیں۔ انہوں نے باتیں ختم کی ہی تھیں جو حضور ﷺ آ گئے۔ اور فرمانے لگے "اس وقت تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں۔" یہ سنتے ہی عتاب اور حارث تو بول پڑے کہ ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ یہاں تو کوئی چوتھا تھا ہی نہیں ورنہ ہم یہ گمان کر سکتے تھے کہ اس نے جا کر آپ سے کہہ دیا ہوگا (سیرت محمد بن اسحٰق)

حضرت عبداللہ بن محیریز رحمۃ اللہ علیہ جب شام کے سفر کو جانے لگے تو حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے جن کی گود میں انہوں نے ایام یتیمی بسر کئے تھے کہ آپ کی اذان کے بارے میں مجھ سے وہاں کے لوگ ضرور سوال کریں گے، تو آپ اپنے واقعات تو مجھے بتا دیجئے۔ فرمایا ہاں سنو جب رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس آ رہے تھے، راستے میں ہم لوگ ایک جگہ تھے اور نماز کے وقت حضور ﷺ کے مؤذن نے اذان کہی۔ ہم نے اس کی نقل اور مذاق اڑانا شروع کیا۔ کہیں آپ کے کان میں بھی آوازیں پڑ گئیں۔ سپاہی آیا اور ہمیں آپ کے پاس لے گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا "تم سب میں زیادہ اونچی آواز کس کی تھی؟" سب نے میری طرف اشارہ کیا، تو آپ نے اور سب کو تو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا "اٹھو اور اذان کہو۔" واللہ اس وقت حضور ﷺ =

---

❶ ۳/ آل عمران:۲۸۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب السهو، باب اذالم یدر کم صلیٰ ثلاثا أو أربعا سجدتین ...... ۱۲۳۱، صحیح مسلم، ۳۸۹۔ ❸ ابن ابی حاتم، ۴/ ۱۱۶۴۔



قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: کہہ دے کہ اے یہودیو اور نصرانیو! تم ہم سے صرف اس وجہ سے دشمنیاں کر رہے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہماری جانب نازل کیا گیا ہے۔اور جو کچھ اس سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں اور اس لئے بھی کہ تم میں سے اکثر فاسق ہیں۔[٥٩] کہہ کہ کیا میں تمہیں بتاؤں؟ کہ اس سے بھی زیادہ برے اجر پانے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہے؟ وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر وہ غصے ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دیا اور وہ جنہوں نے معبودان باطل کی پرستش کی یہی لوگ بدتر درجے والے ہیں اور یہی راہ راست سے بہت زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔[٦٠] جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر لئے ہوئے ہی آئے تھے اور اسی کفر کے ساتھ ہی گئے بھی۔ جو کچھ چھپا رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ خوب دانا ہے۔[٦١] تو دیکھے گا کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم وزیادتی کی طرف اور مال حرام کے کھانے کی طرف لپک رہے ہیں جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ نہایت برے کام ہیں۔[٦٢] انہیں ان کے عابد وعالم جھوٹ باتوں کے کہنے اور حرام چیزوں کے کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ بے شک برا کام ہے جو یہ کر رہے ہیں۔[٦٣]

= کی ذات سے آپ کی حکم برداری سے زیادہ بری چیز میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن بے بس تھا کھڑا ہو گیا۔ اب خود آپ نے مجھے اذان سکھائی اور جو آپ ﷺ سکھاتے رہے میں کہتا رہا (پھر اذان پوری بیان کی) جب اذان سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی پھر اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پیٹھ تک لائے۔

پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ تجھ میں اور تجھ پر برکت دے۔" اب تو اللہ تعالیٰ کی قسم میرے دل سے عداوت رسول ﷺ بالکل جاتی رہی۔ اور بجائے اس کے ایسی ہی محبت حضور ﷺ کی دل میں پیدا ہو گئی۔ میں نے آرزو کی کہ مکہ کا مؤذن حضور ﷺ مجھ کو بنا دیں۔ آپ ﷺ نے میری یہ درخواست منظور فرمالی اور میں مکہ میں چلا گیا اور وہاں کے گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے مل کر مؤذنی پر مامور ہو گیا ❶ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا نام سمرہ بن معیر بن لوذان تھا۔ حضور ﷺ کے چار مؤذنوں میں سے ایک آپ تھے اور

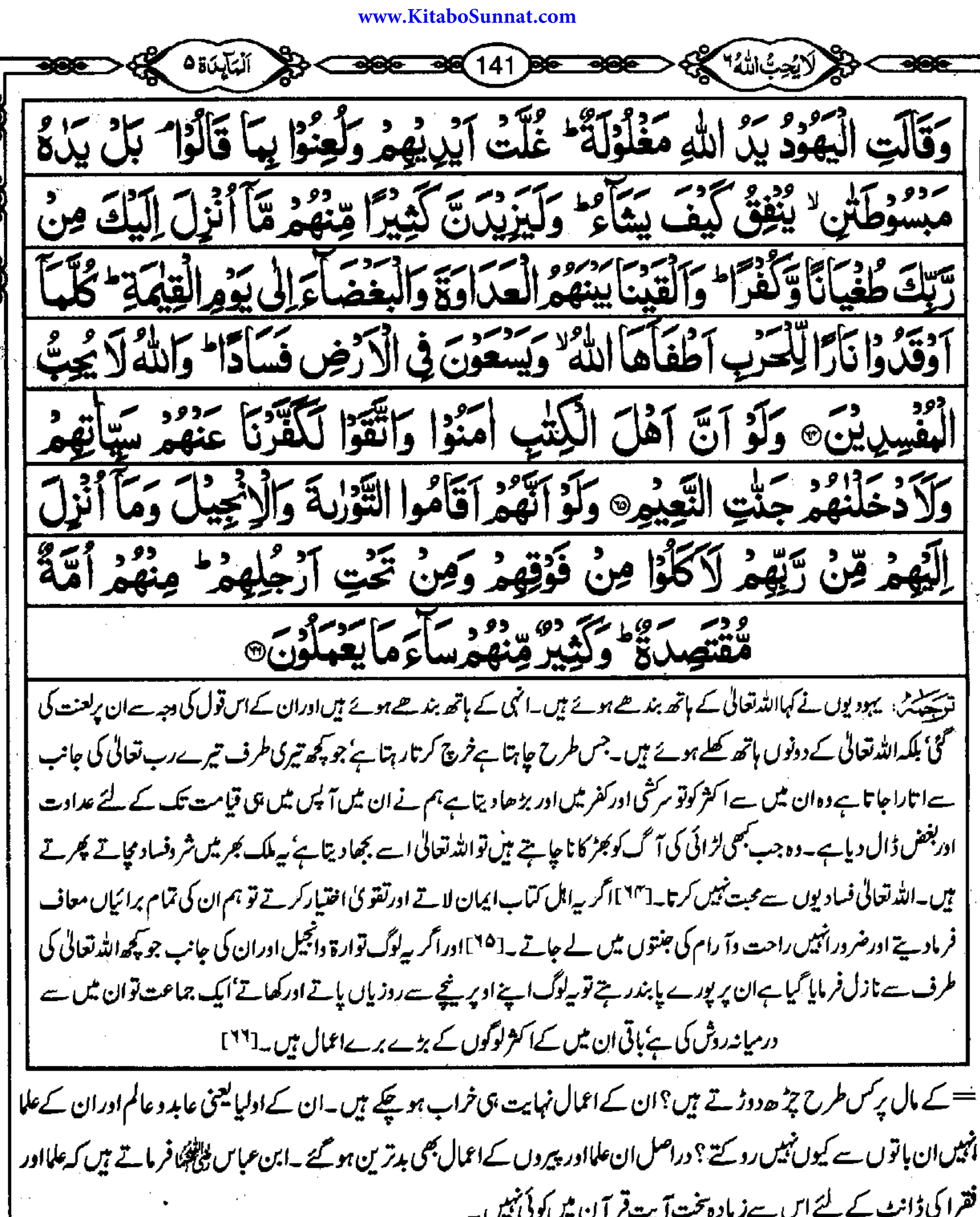
❶ احمد، ٣/ ٤٠٩، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الاذان، ٣٧٩، ابوداود، ٥٠٣، مختصرًا، بیهقی، ١/ ٣٩٣، نسائی، ٦٣٣، ابن ماجه، ٧٠٨، مطولاً۔

لمبی مدت تک آپ اہل مکہ کے مؤذن رہے (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

نافرمان گروہ کا برا انجام: [آیت:۵۹-۶۳] حکم ہوتا ہے کہ جو اہل کتاب تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں' ان سے کہو کہ تم نے جو بیر ہم سے باندھ رکھا ہے اس کی وجہ اس کے سوانہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس دراصل نہ تو یہ کوئی وجہ بغض ہے نہ سبب مذمت۔ یہ استثنا منقطع ہے' اور آیت میں ہے ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ﴾ ❶ یعنی ''فقط اس وجہ سے انہوں نے ان سے دشمنی کی تھی کہ اللہ عزیز وحمید کو مانتے تھے۔'' اور جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ❷ یعنی ''انہوں نے صرف اس کا انتقام لیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور رسول اللہ ﷺ نے مال دے کر غنی کر دیا ہے۔'' بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے ''ابن جمیل اسی کا بدلہ لیتا ہے کہ فقیر تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا۔'' ❸ اور یہ کہ تم میں سے اکثر صراط مستقیم سے الگ اور خارج ہو چکے ہیں۔ تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو' آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بدلہ پانے میں کون بدتر ہے؟ اور وہ تم ہو کیونکہ یہ خصلتیں تم میں ہی پائی جاتی ہیں۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہو' اپنی رحمت سے دور ڈال دیا ہو اس پر غضب ناک ہوا ہو' ایسا جس کے بعد رضامند نہیں ہونے کا اور جن میں سے بعضوں کی صورتیں بگاڑ دی ہوں' بندر اور سور بنا دیئے ہوں۔ اس کا پورا بیان سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ کیا یہ بندر اور سور وہی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''جس قوم پر اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب نازل ہوتا ہے ان کی نسل ہی نہیں ہوتی' ان سے پہلے بھی سور اور بندر تھے۔'' یہ روایت مختلف الفاظ میں صحیح مسلم ❹ اور نسائی میں بھی ہے' مسند احمد میں ہے ''جنوں کی ایک قوم سانپ بنا دی گئی تھی' جیسے بندر اور سور بنا دیئے گئے۔'' ❺ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے' انہیں میں سے بعضوں کو غیر اللہ کا پرستار بنا دیا۔ ایک قرأت اضافت کے ساتھ طاغوت کی زیر سے بھی ہے یعنی انہیں بتوں کا غلام بنا دیا۔ حضرت بریدہ اسلمی رحمہ اللہ اسے ﴿عَابِدُ الطَّاغُوْتِ﴾ پڑھتے تھے۔ ابو جعفر قاری رحمہ اللہ سے ﴿وَعُبِدَ الطَّاغُوْتُ﴾ بھی منقول ہے' پھر اس کے معنی میں دوری پڑ جاتی ہے لیکن فی الواقع دوری بھی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم ہی وہ ہو جن میں طاغوت کی عبادت کی گئی۔ الغرض اہل کتاب کو الزام دیا جاتا ہے کہ ہم پر تو عیب گیری کرتے ہو حالانکہ ہم موحد ہیں' صرف ایک اللہ برحق کے ماننے والے ہیں اور تم تو وہ ہو کہ یہ سب باتیں تم میں پائی گئیں۔ اس لئے خاتمے پر فرمایا کہ یہی لوگ باعتبار قدر و منزلت کے بہت برے ہیں اور باعتبار راستی پر ہونے کے بہت دور کی غلط راہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس افعل التفضیل میں دوسری جانب کچھ نہیں۔ مشارکت یہاں سرے سے ہے ہی نہیں' جیسے اس آیت میں ﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ ❻

پھر منافقوں کی ایک بدخصلت بیان ہو رہی ہے کہ ظاہر میں تو وہ مؤمنوں کے سامنے اظہار ایمان کرتے ہیں۔ اور ان کے باطن کفر سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ تیرے پاس آتے ہیں تو کفر کی حالت میں اور تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اسی حالت میں۔ تیری باتیں' تیری نصیحتیں ان پر کچھ بھی تو اثر نہیں کرتیں۔ بھلا یہ پردہ داری ان کے کیا کام آئے گی' جس سے کام پڑتا ہے وہ تو عالم الغیب ہے' دلوں کے بھید اس پر روشن ہیں وہاں جا کر پورا پورا بدلہ بھگتنا پڑے گا۔ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ گناہوں پر' حرام پر' اور باطل کے ساتھ لوگوں =

❶ ۸۵/ البروج:۸۔ ❷ ۹/ التوبة:۷۴۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول الله تعالیٰ ﴿وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله﴾ ۱۴۶۸، صحیح مسلم، ۹۸۳۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب بیان ان الآجال والأرزاق وغیرها...... ۲۶۶۳، احمد، ۱/ ۴۱۳۔ ❺ احمد، ۱/ ۳۴۸، وسنده صحیح، طبرانی، ۱۱۹۴۶، مسند البزار، ۱۲۳۲، ابن حبان، ۱۰۸۰، یہ روایت موقوف صحیح ہے (الموسوعة الحدیثیة، ۱۰/ ۳۰۵) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ۱۸۲۴) ❻ ۲۵/ الفرقان:۲۴۔



وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ
مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ
رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا
أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ
إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۚ مِنْهُمْ أُمَّةٌ
مُقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾

ع ١٠

ترجمہ: یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی' بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا رہتا ہے' جو کچھ تیری طرف تیرے رب تعالیٰ کی جانب سے اتارا جاتا ہے وہ ان میں سے اکثر کو تو سرکشی اور کفر میں اور بڑھا دیتا ہے ہم نے ان میں آپس میں ہی قیامت تک کے لئے عداوت اور بغض ڈال دیا ہے۔ وہ جب کبھی لڑائی کی آگ کو بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے' یہ ملک بھر میں شر وفساد مچاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں کرتا۔[٦٤] اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرما دیتے اور ضرور انہیں راحت و آرام کی جنتوں میں لے جاتے۔[٦٥] اور اگر یہ لوگ توراۃ وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے ان پر پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے' ایک جماعت تو ان میں سے درمیانہ روش کی ہے' باقی ان میں کے اکثر لوگوں کے بڑے برے اعمال ہیں۔[٦٦]

= کے مال پر کس طرح چڑھ دوڑتے ہیں؟ ان کے اعمال نہایت ہی خراب ہو چکے ہیں۔ ان کے اولیا یعنی عابد و عالم اور ان کے علما انہیں ان باتوں سے کیوں نہیں روکتے؟ دراصل ان علما اور پیروں کے اعمال بھی بدترین ہو گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علما اور فقرا کی ڈانٹ کے لئے اس سے زیادہ سخت آیت قرآن میں کوئی نہیں۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا' لوگو! تم سے اگلے لوگ اسی بنا پر ہلاک کر دیئے گئے کہ وہ برائیاں کرتے تھے اور ان کے عالم اور اللہ والے خاموش رہتے تھے۔ جب یہ عادت ان میں پڑ گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قسم قسم کی سزائیں دیں' پس تمہیں چاہیے کہ بھلائی کا حکم کرو' برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی عذاب آ جائیں جو تم سے پہلے والوں پر آئے یقین رکھو کہ اچھائی کا حکم اور برائی سے ممانعت نہ تو تمہاری روزی گھٹائے گا نہ تمہاری موت قریب کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''جس قوم میں کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور وہ لوگ باوجود

روکنے کی قدرت اور غلبے کے اسے نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ سب پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا" ❶ (مسند احمد) ابوداؤد میں ہے "یہ عذاب ان کی موت سے پہلے ہی آپڑے گا۔" ❷ ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔ ❸

یہودیوں کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی: [آیت:۶۴۔۶۶] ملعون یہودیوں کا ایک خبیث قول بیان فرما رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو بخیل کہتے تھے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کو فقیر بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اس ناپاک مقولہ سے بہت بلند و بالا ہے پس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں سے مطلب ان کا یہ نہ تھا کہ ہاتھ جکڑ دیئے گئے ہیں۔ بلکہ مراد اس سے بخل تھا۔ یہی محاورہ قرآن میں اور جگہ بھی ہے فرماتا ہے ﴿لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ﴾ ❹ یعنی "اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ بھی نہ لے اور نہ حد سے بھی زیادہ پھیلا دے کہ پھر تکان اور ندامت کے ساتھ بیٹھ رہنا پڑے۔" پس بخل سے اور اسراف سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں روکا پس ملعون یہودیوں کا بھی ہاتھ بندھا ہوا ہونے سے یہی مراد تھی۔ فنحاص نامی یہودی نے یہ کہا تھا ❺ اور اسی ملعون کا وہ دوسرا قول بھی تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے پیٹا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ شناس بن قیس نے یہی کہا تھا۔ جس پر یہ آیت اتری اور ارشاد ہوا کہ بخیل اور کنجوس ذلیل اور بزدل یہ لوگ خود ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے "اگر یہ بادشاہ بن جائیں تو کسی کو کچھ بھی نہ دیں بلکہ یہ تو اوروں کی نعمتیں دیکھ کر جلتے ہیں۔" یہ ذلیل تر لوگ ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کھلے ہیں' وہ بہت کچھ خرچ کرتا رہتا ہے اس کا فضل وسیع ہے اس کی بخشش عام ہے ہر چیز کے خزانے اس کے ہاتھوں میں ہیں' ہر نعمت اس کی طرف سے ہے۔ ساری مخلوق دن رات ہر وقت ہر جگہ اسی کی محتاج ہے۔ فرماتا ہے: ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ ❻ "تم نے جو مانگا اللہ تعالیٰ نے وہ دیا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو بھی شمار نہیں کر سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ہی ظالم بے حد ناشکرا ہے۔" مسند میں حدیث ہے "اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ پُر ہے۔ دن رات کا خرچ اس کے خزانے کو گھٹاتا نہیں۔ شروع سے لے کر آج تک جو کچھ بھی اس نے اپنی مخلوق کو عطا فرمایا ہے' اس نے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس کا عرش پہلے پانی پر تھا اسی کے ہاتھ میں فیض ہے یا قبضہ ہے' وہی بلندی اور پستی کرتا ہے' اس کا فرمان ہے کہ لوگو! تم میری راہ میں خرچ کرو تم دیئے جاؤ گے۔" بخاری و مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ ❼ پھر فرمایا جس قدر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اے نبی! تیرے پاس بڑھیں گی اتنا ہی ان شیاطین کا کفر حسد اور جلاپا بڑھے گا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح مؤمنوں کا ایمان اور ان کی تسلیم و اطاعت بڑھتی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ﴾ ❽ الخ "ایمان والوں کے لئے تو یہ ہدایت و شفا ہے' اور بے ایمان اس سے اندھے بہرے ہیں' یہی ہیں جو دور دراز سے پکارے جاتے ہیں۔" اور آیت میں ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ❾ الخ "ہم نے وہ قرآن اتارا ہے جو مؤمنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو تو نقصان میں ہی بڑھاتا رہتا ہے۔"

---

❶ احمد، ٤/ ٣٦٣، وسندہ ضعیف؛ المعجم الکبیر، ٢٣٧٩۔ ❷ ابوداود، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، ٤٣٣٩ وسندہ ضعیف عبیداللہ بن جریر راوی مجہول الحال ہے۔ ❸ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، ٤٠٠٩ وھو حسن۔ ❹ ١٧/ الاسرآء:٢٩۔ ❺ الطبری، ١٠/ ٤٥٣۔ ❻ ١٤/ ابراھیم:٣٤۔
❼ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿وکان عرشه علی الماء﴾ ٧٤١٩؛ صحیح مسلم ٩٩٣؛ احمد، ٢/ ٣١٣؛ ابن حبان ٧٢٥۔
❽ ٤١/ حٰمٓ السجدۃ:٤٤۔ ❾ ١٧/ الاسرآء:٨٢۔

پھر ارشاد ہوا کہ ان کے دلوں میں سے خود آپس کا بغض و بیر بھی قیامت تک نہیں ہٹنے کا۔ ایک دوسرے کے آپس میں ہی خون پینے والے یہ لوگ ہیں۔ ناممکن ہے کہ یہ حق پر جم جائیں یہ اپنے ہی دین میں فرقے فرقے ہو رہے ہیں۔ جھگڑے اور عداوتیں ان میں آپس میں چلی جارہی ہیں اور جاری ہی رہیں گی۔ یہ بسا اوقات لڑائی کے سامان کرتے ہیں' چوطرف ایک آگ تیرے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں' لیکن ہر مرتبہ منہ کی کھاتے ہیں۔ ان کا مکر ان ہی پر لوٹ جاتا ہے یہ مفسد لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ کسی مفسد کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست نہیں بناتا۔ اگر یہ باایمان اور پرہیزگار بن جائیں تو ہم ان سے تمام ڈر دور کر دیں اور مقصود سے انہیں ملا دیں۔ اگر یہ تورات و انجیل اور اس قرآن کو مان لیں کیونکہ تورات و انجیل کا ماننا اس قرآن کے ماننے کو لازم کر دے گا' ان کی صحیح تعلیم یہی ہے کہ یہ قرآن سچا ہے اس کی اور نبی آخر الزمان ﷺ کی تصدیق پہلے کی کتابوں میں موجود ہے تو اگر یہ اپنی ان کتابوں کو بغیر تحریف و تبدیل اور تاویل و تفسیر کے مانیں تو وہ انہیں اسی اسلام کی ہدایت کریں گی جو آنحضرت ﷺ بتلاتے ہیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کے فائدے بھی دے گا اور آسمان سے پانی برسائے گا۔ زمین سے پیداوار اگائے گا' نیچے اوپر کی یعنی زمین آسمان کی برکتیں انہیں مل جائیں گی' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا﴾ ❶ الخ یعنی ''اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتیں نازل فرماتے۔'' اور آیت میں ہے ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ﴾ ❷ لوگوں کی برائیوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو پڑا'' اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ بغیر مشقت و مشکل کے ہم انہیں بکثرت بابرکت روزیاں دیتے۔ بعضوں نے اس جملہ کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ لوگ ایسا کرنے سے خیر میں ہو جاتے۔ لیکن یہ قول اقوال سلف کے خلاف ہے۔ ابن ابی حاتم میں اس جگہ ایک اثر وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''قریب ہے کہ علم اٹھا لیا جائے'' یہ سن کر حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علم اٹھ جائے؟ ہم نے قرآن سیکھا اپنی اولادوں کو سکھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''افسوس! میں تو تمام مدینہ والوں سے زیادہ تم کو سمجھدار جانتا تھا' تو نہیں دیکھتا کہ یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں بھی تورات و انجیل ہے لیکن کس کام کی؟ جب کہ انہوں نے احکام اللہ تعالیٰ چھوڑ دیئے۔'' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے کسی چیز کا بیان فرمایا کہ یہ بات علم کے جاتے رہنے کے وقت ہوگی۔ اس پر حضرت ابن لبید رضی اللہ عنہ نے کہا علم کیسے جاتا رہے گا؟ ہم قرآن پڑھے ہوئے ہیں اپنے بچوں کو پڑھا رہے ہیں وہ اپنی اولادوں کو پڑھائیں گے یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس پر آپ ﷺ نے جواب میں وہ فرمایا جو اوپر بیان ہوا۔ ❸

پھر فرمایا ان میں ایک جماعت میانہ رو بھی ہے مگر اکثر بد اعمال ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ﴾ ❹ ''موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک گروہ حق کی ہدایت کرنے والا اور اسی کے ساتھ عدل و انصاف کرنے والا بھی تھا۔'' اور قوم عیسیٰ کے بارے میں فرمان ہے ﴿فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ﴾ ❺ ''ان میں سے باایمان لوگوں کو ہم نے ان کے ثواب عنایت فرمائے'' یہ نکتہ خیال میں رہے کہ ان کا بہترین درجہ بیچ کا بیان فرمایا اور اس امت میں یہ درجہ دوسرا درجہ =

---

❶ ۷/ الاعراف:۹۶۔ ❷ ۳۰/ الروم:۴۱۔ ❸ احمد، ۴/ ۱۶۰، ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ذھاب القرآن والعلم، ۴۰۴۸؛ وسندہ ضعیف سند منقطع ہے۔ سالم نے زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ طبرانی، ۵۲۹۰۔

❹ ۷/ الاعراف:۱۵۹۔ ❺ ۵۷/ الحدید:۲۷۔



يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: اے رسول! پہنچاوے جو کچھ بھی تیری طرف تیرے رب تعالیٰ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی، تجھے اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔[٦٧]

= ہے جس پر ایک تیسرا اونچا درجہ بھی ہے۔ فرمایا ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا﴾ ❶ "پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چیدہ بندوں کو بنایا' ان میں سے بعض تو اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے' بعض میانہ رو اور بعض اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑا افضل ہے۔" پس یہ تینوں قسمیں اس امت کی داخل جنت ہونے والی ہیں۔ ابن مردویہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے حضور ﷺ نے فرمایا "موسیٰ علیہ السلام کی امت کے اکہتر گروہ ہوگئے جن میں سے ایک تو جنتی ہے باقی ستر دوزخی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بہتر گروہ ہوگئے جن میں سے ایک جنتی باقی اکہتر دوزخی۔ میری یہ امت ان دونوں سے بڑھ جائے گی' ان کا بھی ایک گروہ تو جنت میں جائے گا باقی بہتر گروہ جہنم میں جائیں گے۔" لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا جماعتیں جماعتیں۔" یعقوب بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تو قرآن کی آیت ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا﴾ الخ اور ﴿وَمِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ﴾ ❷ بھی پڑھتے اور فرماتے اس سے مراد امت محمد ہے۔ ❸ لیکن یہ حدیث ان لفظوں میں اور اس سند سے بے حد غریب ہے' اور ستر سے اوپر فرقوں کی حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے جسے ہم نے اور جگہ بیان کر دیا ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پوری تعلیمات کی تبلیغ کا حکم دیا: [آیت:٦٧] اپنے نبی ﷺ کو رسول کے پیارے خطاب سے آواز دے کر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کل احکام لوگوں کو پہنچا دو۔ حضور ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو تجھ سے کہے کہ حضور ﷺ نے کسی اللہ کے نازل کردہ حکم کو چھپا لیا تو جان لو کہ وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے۔ پھر اسی آیت کی تلاوت آپ نے کی۔ یہ حدیث یہاں مختصر ہے اور جگہ پر مطول بھی ہے۔ ❹ بخاری و مسلم میں ہے کہ اگر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کو چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپاتے ﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾ ❺، ❻ یعنی "تو اپنے دل میں وہ چھپا تا تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈر رہا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ تمہیں کچھ باتیں حضور ﷺ نے ایسی بتائی ہیں جو اور لوگوں سے چھپائی تھیں' تو آپ نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا قسم اللہ تعالیٰ کی ہمیں

❶ ٣٥/ فاطر:٣٢۔ ❷ ٧/ الاعراف:١٨١۔ ❸ مسند ابی یعلی، ٣٦٦٨؛ مجمع الزوائد، ٧/ ٢٦١، اس روایت میں ابو معشر نجیح السندی الہاشمی ہے جسے ابن مدینی نے شیخ ضعیف، دار قطنی نے ضعیف اور بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ٤/ ٢٤٦، رقم، ٩٠١٧) ❹ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدہ باب ﴿يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك﴾ ٤٦١٢، ٤٨٥٥، مطولاً؛ صحیح مسلم، ١٧٧؛ ترمذی، ٣٠٦٨؛ احمد، ٦/ ٤٩؛ ابو یعلی، ٤٩٠٠؛ ابن حبان، ٦٠۔

❺ ٣٣/ الاحزاب:٣٧۔

❻ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل ﴿ولقد راه نزلة اخرى......﴾ ١٧٧۔

حضور ﷺ نے کسی ایسی مخصوص چیز کا وارث نہیں بنایا (ابن ابی حاتم)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا' کیا تمہارے پاس قرآن کے علاوہ کچھ اور وحی بھی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے دانے کو اگایا ہے اور جانوں کو پیدا کیا ہے کہ کچھ نہیں بجز اس فہم و درایت کے جو اللہ تعالیٰ کسی شخص کو دے' اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ اس نے پوچھا صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا دیت کے مسائل ہیں' قیدیوں کو چھوڑ دینے کے احکام ہیں' اور یہ ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے قصاصاً قتل نہ کیا جائے۔ ❶ صحیح بخاری میں امام زہری رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت ہے اور پیغمبر ﷺ کے ذمے تبلیغ ہے اور ہمارے ذمے قبول کرنا اور تابع فرمان ہونا ہے۔ ❷ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی سب باتیں پہنچا دیں' اس کی گواہ آپ ﷺ کی تمام امت ہے کہ فی الواقع آپ ﷺ نے امانت کی پوری ادائیگی کی اور سب سے بڑی مجلس جو تھی اس میں سب نے اس امر کا اقرار کیا' یعنی حجۃ الوداع کے خطبہ میں جس وقت آپ کے سامنے چالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا گروہ عظیم تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس خطبے میں لوگوں سے فرمایا ''تم میرے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پوچھے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے؟'' سب نے کہا ہماری گواہی ہے کہ آپ نے تبلیغ کر دی اور حق رسالت ادا کر دیا۔ اور ہماری پوری خیر خواہی کی آپ ﷺ نے ہاتھ اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف جھک کر فرمایا ''اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟ ❸ اے اللہ تعالیٰ کیا میں نے پہنچا دیا؟'' مسند احمد میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اس خطبے میں پوچھا ''لوگو! یہ کونسا دن ہے؟'' لوگوں نے کہا حرمت والا۔ پوچھا ''لوگو! یہ کونسا شہر ہے؟'' جواب ملا حرمت والا۔ فرمایا ''یہ کونسا مہینہ ہے؟'' جواب ملا حرمت والا۔ فرمایا ''پس تمہارے مال اور خون و آبروئیں آپس میں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسے اس دن کی اس شہر میں اور اس مہینے میں حرمت ہے'' پھر بار بار اسی کو دھرایا پھر اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا ''اے اللہ تعالیٰ! کیا میں نے پہنچا دیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ آپ ﷺ کے رب تعالیٰ کی طرف آپ کو وصیت تھی پھر حضور ﷺ نے فرمایا ''دیکھو ہر حاضر شخص غیر حاضر کو یہ پہنچا دے۔ دیکھو میرے پیچھے کہیں کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ❹

پھر فرماتا ہے اگر تو نے میرے فرمان بندوں تک نہ پہنچائے تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ پھر اس کی جو سزا ہے وہ ظاہر ہے اگر ایک آیت بھی چھپالی تو رسالت توڑ دی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ جو کچھ اترا ہے سب پہنچا دو تو حضور ﷺ نے فرمایا ''میں اکیلا ہوں اور یہ سب مل کر مجھ پر چڑھ دوڑتے ہیں میں کس طرح کروں۔'' تو دوسرا جملہ اترا کہ اگر تو نے نہ کیا تو تو نے رسالت کا کام بھی نہیں کیا۔ پھر فرمایا تجھے لوگوں سے بچالینا میرے ذمے ہے۔ تیرا حافظ و ناصر میں ہوں۔ بے کھٹکے رہ کوئی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس آیت سے پہلے حضور ﷺ اپنا پہرہ رکھتے تھے لوگ نگہبانی پر مقرر رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات کو حضور ﷺ بیدار تھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آج کیا بات ہے؟ فرمایا ''کاش کہ کوئی میرا نیک بخت صحابی آج پہرا دیتا۔'' یہ بات ہو رہی تھی کہ میرے کانوں میں ہتھیار کی آواز آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کون ہے؟'' جواب ملا کہ میں سعد بن مالک ہوں۔ فرمایا ''کیسے آئے؟'' جواب دیا اس لئے کہ رات بھر حضور ﷺ کی

❶ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب فكاك الأسير، ٣٠٤٧۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ ﴿يايها الرسول بلغ ماانزل اليك من ربك وان لم تفعل.....﴾ قبل حديث ٧٥٣٠، تعليقًا۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبى ﷺ، ١٢١٨۔

❹ احمد، ١/ ٣٣٠، صحيح بخاري، كتاب الحج، باب الخطبة ايام منى، ١٧٣٩۔

چوکیداری کروں۔ اس کے بعد حضور ﷺ با آرام سو گئے یہاں تک کہ خرانٹوں کی آواز آنے لگی ❶ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ۲ھ کا ہے۔ اس آیت کے نازل ہوتے ہی آپ ﷺ نے خیمے سے سر نکال کر چوکیداروں سے فرمایا ''جاؤ' اب میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا ہوں' تمہاری چوکیداری کی ضرورت نہیں رہی۔'' ❷ ایک روایت میں ہے کہ ابو طالب آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی آدمی کو رکھتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''بس چچا اب میرے ساتھ کسی کے بھیجنے کی ضرورت نہیں' میں اللہ تعالیٰ کے بچاؤ میں آ گیا ہوں'' ❸ لیکن یہ روایت غریب ہے اور منکر ہے۔ یہ واقعہ ہو تو مکہ کا ہوا اور یہ آیت تو مدنی ہے بلکہ مدینہ کی بھی آخری مدت کی آیت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مکہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اپنے رسول ﷺ کے ساتھ رہی باوجود دشمن جان ہونے کے ہر ہر اسباب اور سامان سے لیس ہونے کے سرداران مکہ اور اہل مکہ آپ ﷺ کا بال تک بیکا نہ کر سکے۔ ابتدائے رسالت کے زمانہ میں اپنے چچا ابو طالب کی وجہ سے جو کہ قریشیوں کے سردار اور بااثر شخص تھے' آپ ﷺ کی حفاظت ہوتی رہی۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت و عزت ڈال دی' یہ محبت طبعی تھی شرعی نہ تھی' اگر شرعی ہوتی تو قریش حضور ﷺ کے ساتھ ہی ان کی بھی جان کے خواہاں ہو جاتے۔ ان کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ انصار کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی شرعی محبت پیدا کر دی آپ ﷺ انہیں کے ہاں چلے گئے۔ اب تو مشرکین بھی اور یہودی بھی بھڑ بھڑا کر نکل کھڑے ہوئے بڑے بڑے باسامان لشکر لے کر چل دوڑے۔ لیکن بار بار کی ناکامیوں نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اسی طرح خفیہ سازشیں بھی جتنی کیں قدرت نے بھی انہیں پر الٹ دیں' ادھر وہ جادو کرتے ہیں ادھر سورۂ معوذتین نازل ہوتی ہیں اور ان کا جادو اتر جاتا ہے۔ ادھر وہ ہزاروں جتن کر کے بکری کے شانے میں زہر ملا کر حضور ﷺ کی دعوت کر کے آپ ﷺ کے سامنے رکھتے ہیں ادھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اس دھوکہ دہی سے آگاہ فرماتے ہیں اور یہ ہاتھ کاٹتے رہ جاتے ہیں۔ اور بھی ایسے واقعات آپ ﷺ کی زندگی میں بہت سارے نظر آتے ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ ایک سفر میں آپ ﷺ ایک سایہ دار درخت تلے جو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی عادت کے مطابق ہر منزل میں تلاش کر کے آپ ﷺ کے لئے چھوڑ دیتے تھے' دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہے تھے کہ ایک اعرابی اچانک آ پہنچا' آپ ﷺ کی تلوار جو اسی درخت پر لٹک رہی تھی اتار لی اور میان سے باہر نکال لی اور ڈانٹ کر آپ ﷺ سے کہنے لگا' اب بتاؤ کون ہے جو تجھے بچا لے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا۔'' اسی وقت اعرابی کا ہاتھ کانپنے لگتا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر جاتی ہے اور وہ درخت سے ٹکراتا ہے جس سے اس کا دماغ پاش پاش ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ آیت اتارتا ہے۔ ❹ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے بنو انمار سے غزوہ کیا' ذات الرقاع کھجور کے باغ میں آپ ﷺ ایک کنوئیں میں پیر لٹکائے بیٹھے تھے جو بنونجار کے ایک شخص حارث نامی نے کہا' دیکھو اب میں محمد ﷺ کو قتل کرتا ہوں لوگوں نے کہا کیسے؟ کہا میں کسی حیلے سے آپ کی تلوار لے لوں گا اور پھر ایک ہی وار میں پرلے پار کر دوں گا۔ یہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور ادھر ادھر کی باتیں بنا کر ==

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله، ۲۸۸۵، صحیح مسلم، ۲۴۱۰، السنن الکبری للنسائی، ۸۸۶۷، احمد، ۶/ ۱۴۱، ابن حبان، ۶۹۸۶۔ ❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المآئدة، ۳۰۴۶، وسنده حسن، حاکم، ۲/ ۳۱۳ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ۲٤۸۹)

❸ طبرانی (۱۱٦٦۳) بنحوه اس روایت میں محمد بن مفضل بن ابراہیم الاشعری اور اس کا باپ مجہول راوی ہیں جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے اور اس کا متن منکر ہے۔ دیکھئے (ابن کثیر بتخریج عبدالرزاق المهدی، ۲/ ۵۷۹)

❹ اس روایت میں ابو معشر نجیح السندی ضعیف راوی ہے۔ (اس کا حوالہ گزر چکا ہے)



ترجمہ: کہہ دے کہ اے اہل کتاب تم دراصل کسی چیز پر نہیں جب تک کہ تورات وانجیل پر اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے قائم نہ ہو جاؤ' جو کچھ تیری جانب تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے اترا ہے وہ ان میں سے اکثروں کو شرارت اور انکار میں اور بھی بڑھائے گا۔ تو تو ان کافروں پر غمگین نہ ہو۔[٦٨] مسلمان' یہودی' ستارہ پرست' نصرانی کوئی ہو جو بھی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ محض بے خوف رہے گا اور بالکل بے غم ہو جائے گا۔[٦٩]

= آپ ﷺ سے تلوار دیکھنے کو مانگی' آپ ﷺ نے اسے دے دی' لیکن تلوار اس کے ہاتھ میں آتے ہی اس پر اس بلا کا لرزہ چڑھا کہ آخر تلوار سنبھل نہ سکی اور ہاتھ سے گر پڑی' تو آپ نے فرمایا ''تیرے اور تیرے بد ارادے کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو گیا'' اور یہ آیت اتری۔ ❶ غورث بن حارث کا بھی ایسا ہی قصہ مشہور ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عادت تھی کہ سفر میں جس جگہ ٹھہرتے آنحضرت ﷺ کے لئے گھنے سائے والا بڑا درخت چھوڑ دیتے کہ آپ ﷺ اس کے زیر سایہ آرام فرمائیں۔ ایک دن آپ ﷺ اسی طرح ایسے درخت کے نیچے سو گئے اور آپ ﷺ کی تلوار اسی درخت میں لٹک رہی تھی۔ ایک شخص آ گیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر کہنے لگا اب بتا کہ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ بچائے گا' تلوار رکھ دے۔'' وہ اس قدر ہیبت میں آ گیا کہ حکم برداری کرنی ہی پڑی اور تلوار آپ ﷺ کے سامنے ڈال دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ❷ مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک موٹے آدمی کے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اگر یہ اس کے سوا میں ہوتا تو تیرے لئے بہتر تھا'' ایک شخص کو صحابہ رضی اللہ عنہم پکڑ کر آپ ﷺ کے پاس لائے اور کہا کہ یہ آپ کے قتل کا ارادہ کر رہا تھا۔ وہ کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''گھبرا نہیں گو تو ارادہ کرے لیکن اللہ اسے پورا نہیں کرے گا۔'' ❸ پھر فرماتا ہے تیرے ذمہ صرف تبلیغ ہے' ہدایت رب کے ہاتھ ہے وہ کافروں کو ہدایت نہیں دے گا' تو پہنچا دے حساب کا لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ایمان دار بننے کی شرط: [آیت:٦٨-٦٩] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کسی دین پر نہیں جب تک کہ اپنی کتابوں پر اور اللہ تعالیٰ کی اس کتاب پر ایمان نہ لائیں۔ لیکن ان کی حالت تو یہ ہے کہ جوں جوں قرآن اترتا ہے' توں توں یہ سرکشی اور کفر میں بڑھتے جاتے =

❶ اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے (المیزان، ٤/ ٢١٣، رقم: ٨٨٩٥) لیکن بخاری (٢٩١٣) وغیرہ میں آیت کے نزول کے بغیر اس معنی کی روایت موجود ہے۔ ❷ ابن حبان: الموارد، ١٧٣٩ وسندہ حسن یہ روایت حسن درجہ کی ہے (ابن کثیر تحقیق عبدالرزاق، ٢/ ٥٨١) ❸ احمد، ٣/ ٤٧١، وسندہ ضعیف، طبرانی، ٢١٨٥، شعب الایمان، ٥٦٦٦، السنن الکبریٰ للنسائی، ١٠٩٠٣، مجمع الزوائد، ٨/ ٢٢٧، یہ روایت ابو اسرائیل کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے (الموسوعۃ الحدیثیۃ، ٢٥/ ٢٠٣)

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: ہم نے بالیقین بنواسرائیل سے عہد و پیمان لیا اور ان کی طرف رسولوں کو بھیجا' جب کبھی رسول ان کے پاس وہ احکام لے کر آئے جو ان کی اپنی منشاء کے خلاف تھے تو انہوں نے ان کی ایک جماعت کی تو تکذیب کی اور ایک جماعت کو قتل کر دیا۔[۷۰] اور سمجھ بیٹھے کہ کوئی سزا نہ ہوگی' پس اندھے بہرے بن بیٹھے' پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوا' اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر اندھے بہرے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔[۷۱]

= ہیں۔ پس اے نبی ﷺ! تو ان کافروں کی طرف سے حسرت و افسوس کر کے کیوں اپنی جان میں گھن لگاتا ہے؟ صابی نصرانیوں اور مجوسیوں کی بے دین جماعت کو کہتے ہیں اور صرف مجوسیوں کو بھی' اور یہ ایک گروہ تھا یہود و نصرانیوں دونوں میں سے مثل مجوسیوں کے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ زبور پڑھتے تھے' غیر قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے تھے اور فرشتوں کو پوجتے تھے۔ وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کو ایک جانتے تھے' کسی شریعت پر عامل نہ تھے۔ ان میں کفر کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ یہ عراق کے متصل آباد تھے۔ بکوثی کہے جاتے تھے' نبیوں کو مانتے تھے' ہر سال تیس روزے رکھتے تھے' اور یمن کی طرف منہ کرتے' دن بھر میں پانچ نمازیں بھی پڑھتے تھے اس کے سوا اور قول بھی ہیں چونکہ پہلے دو جملوں کے بعد ان کا ذکر آیا تھا اس لئے رفع کے ساتھ عطف ڈالا۔ ان تمام لوگوں سے جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ امن و امان والے بے ڈر اور بے خوف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر سچا ایمان رکھیں اور نیک عمل کریں۔ اور یہ ناممکن ہے جب تک اس آخری رسول ﷺ پر ایمان نہ ہو جو کہ تمام جن و انس کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پس آپ ﷺ پر ایمان لانے والے آنے والی زندگی کے خطرات سے بے خوف ہیں اور یہاں چھوڑ کر جانے والی چیزوں کی انہیں کوئی تمنا اور حسرت نہیں۔ سورہ بقرہ کی تفسیر میں اس جملے کے مفصل معنی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی عہد شکنیاں: [آیت: ۷۰-۷۱] اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ سے وعدے لئے تھے کہ وہ اللہ کے احکام پر عامل اور وحی کے پابند رہیں گے۔ لیکن انہوں نے وہ میثاق توڑ دیا اور اپنی رائے و خواہش کے پیچھے لگ گئے کتاب اللہ کی جو بات انہوں نے اپنی منشا اور رائے کے مطابق پائی' مان لی' جس میں خلاف نظر آیا ترک کر دی اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ رسولوں کے مخالف ہو کر بہت رسولوں کو جھوٹا بتایا اور بہتوں کو قتل بھی کر دیا کیونکہ انکے لائے ہوئے احکام ان کی رائے و قیاس کے خلاف تھے' اتنے بڑے پاپ کے بعد بھی بے فکر ہو کر بیٹھے اور سمجھ لیا کہ ہمیں کوئی سزا نہ ہوگی لیکن انہیں زبردست روحانی سزا ہوئی یعنی وہ حق سے دور ڈال دیئے گئے اور اس سے اندھے بہرے بنا دیئے گئے نہ حق کو سنیں نہ ہدایت کو دیکھ سکیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی کی لیکن اس کے بعد ان میں سے اکثر ایسے ہی ہو گئے کہ حق سے نابینا اور حق کے سننے سے محروم۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے باخبر ہے وہ جانتا ہے کہ کون کس چیز کا مستحق ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

ترجمہ: بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جن کا قول ہے کہ مسیح بن مریم علیہ السلام ہی اللہ ہے' حالانکہ خود مسیح علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے' یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ [۷۲] وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تین میں کا تیسرا ہے' دراصل سوا اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ رہے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں انہیں المناک عذاب ضرور پہنچیں گے۔ [۷۳] یہ لوگ کیوں اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں استغفار نہیں کرتے؟ اللہ تو بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ [۷۴] مسیح بن مریم علیہ السلام سوائے پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں۔ اس کی ماں ایک ولیہ عورت تھیں' دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے دیکھ تو کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلیلیں رکھتے جاتے ہیں پھر غور کر لے کہ کس طرح پلٹائے جاتے ہیں۔ [۷۵]

مشرک پر جنت حرام ہے: [آیت:۷۲۔۷۵] نصرانیوں کے فرقوں کی یعنی ملکیہ' یعقوبیہ' نسطوریہ کے کفر کی حالت بیان کی جا رہی ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام ہی کو اللہ کہتے ہیں اور مانتے ہیں' اللہ ان کے قول سے پاک' منزہ اور مبرا ہے۔ مسیح تو اللہ تعالیٰ کے غلام تھے' سب سے پہلا کلمہ ان کا دنیا میں قدم رکھتے ہی گہوارے میں ہی یہ تھا کہ ﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ﴾ [1] ''میں اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں۔'' انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا ہوں بلکہ اپنی غلامی کا اقرار کیا تھا اور ساتھ ہی فرمایا تھا ''میرا اور تم سب کا رب اللہ ہی ہے۔ اسی کی عبادت کرتے رہو' سیدھی اور صحیح راہ یہی ہے'' اور یہی قول اپنی جوانی کے بعد کی عمر میں بھی کہا ''اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو' اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کرنے والے پر جنت حرام ہے اس کے لئے جہنم واجب ہے۔'' جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے ''اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا'' جہنمی جب جنتیوں سے کھانا پانی مانگیں گے تو اہل جنت کا یہی جواب ہو گا دونوں چیزیں کفار پر حرام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ منادی مسلمانوں میں آواز لگوائی تھی کہ جنت میں فقط ایمان و اسلام والے ہی

[1] ۱۹/ مریم:۳۰۔

جائیں گے۔ ❶ سورۂ نساء کی آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ﴾ ❷ الخ کی تفسیر میں وہ حدیث بھی بیان کر دی گئی ہے جس میں ہے کہ گناہ کے تین دیوان ہیں جس میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ ❸ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم میں یہی وعظ بیان کیا اور فرمایا کہ ایسے نا انصاف مشرکین کا کوئی مددگار بھی کھڑا نہ ہوگا۔

اب ان کا کفر بیان ہو رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو تین میں سے ایک مانتے تھے۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو اور نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تین میں سے ایک مانتے تھے۔ لیکن یہ آیت صرف نصرانیوں کے بارے میں ہے وہ باپ بیٹا اور اس کلمے کو جو باپ کی طرف سے بیٹے کی جانب تھا اللہ تعالیٰ مانتے تھے پھر ان تین کے مقرر کرنے میں بہت بڑا اختلاف تھا اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہتا تھا اور حق یہ ہے کہ سب کے سب کافر تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور ان کی ماں کو اور اللہ تعالیٰ کو ملا کر اللہ تعالیٰ مانتے تھے اسی کا بیان اس سورت کے آخر میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرمائے گا ''کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو بھی اللہ مانو؟'' وہ اس سے صاف انکار کریں گے اور اپنی لاعلمی اور بے گناہی ظاہر کریں گے۔ زیادہ ظاہر قول بھی یہی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ دراصل لائق عبادت سوائے اس ذات پاک کے اور کوئی نہیں تمام کائنات اور کل موجودات کا معبود برحق وہی ہے اگر یہ اپنے اس کفریہ قول سے باز نہ آئے تو یقیناً یہ المناک عذابوں کا شکار ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے کرم وجود، بخشش وانعام اور لطف ورحمت کو بیان فرما رہا ہے اور باوجود ان کے اس قدر سخت جرم کے اور اتنی اشد بے حیائی کے اور کذب وافترا کے انہیں اپنی رحمت کی دعوت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اب بھی میری طرف جھک جاؤ ابھی سب کو معاف فرما دوں گا اور دامن رحمت تلے لے لوں گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہی تھے ان جیسے رسول ان سے پہلے بھی ہوئے ہیں، جیسے فرمایا ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ﴾ ❹ ''وہ ہمارے غلام ہی تھے ہاں ہم نے ان پر رحمت نازل فرمائی تھی۔ اور بنی اسرائیل کے لئے قدرت کی ایک نشانی بنائی'' والدہ عیسیٰ علیہا السلام مومنہ اور سچائی والی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ نبیہ نہ تھیں، کیونکہ یہ مقام وصف ہے تو بہترین وصف جو آپ کا تھا وہ بیان کر دیا اگر نبوت والی ہوتیں تو اس موقعہ پر اس کا بیان نہایت ضروری تھا۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا خیال ہے کہ ام اسحاق اور ام موسیٰ اور ام عیسیٰ نبیہ تھیں، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ فرشتوں نے حضرت سارہ اور حضرت مریم علیہما السلام سے خطاب اور کلام کیا اور والدہ موسیٰ علیہا السلام کی نسبت فرمان ہے ﴿وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى﴾ ❺ ''ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ تو انہیں دودھ پلا۔'' لیکن جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ نبوت مردوں میں رہی جیسے قرآن کا فرمان ہے ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ ❻ الخ ''تجھ سے پہلے ہم نے بستی والوں میں سے مردوں ہی کی طرف رسالت انعام فرمائی ہے۔'' شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ماں بیٹا تو دونوں کھانے پینے کے محتاج تھے اور ظاہر ہے کہ جو اندر جائے گا وہ باہر بھی آئے گا پس ثابت ہوا کہ وہ بھی اوروں کی مثل بندے ہی تھے الوہیت ان میں نہ تھی۔ دیکھو تو ہم کس طرح کھول کھول کر ان کے سامنے اپنی حجتیں پیش کر رہے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھ باوجود اس کے یہ کس طرح ادھر ادھر بھٹکتے اور بھاگتے پھرتے ہیں؟ کیسے گمراہ مذاہب لے رہے ہیں اور کیسے ردی اور بے دلیل اقوال کو گرہ میں باندھے ہوئے ہیں۔

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب غلظ تحريم الغلول وأنه لايدخل الجنة الاالمؤمنون ١١٤۔ ❷ ٤/ النسآء:٤٨۔

❸ احمد، ٦/ ٢٤٠، اس روایت میں صدقہ بن موسیٰ کو ابوداود اور نسائی نے ضعیف اور ابوحاتم نے لین الحدیث کہا ہے (تهذيب التهذيب، ٤/ ٢١٨) اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعيف الجامع، ٣٠٢٢)

❹ ٤٣/ الزخرف:٥٩۔ ❺ ٢٨/ القصص:٧۔ ❻ ٢١/ الانبيآء:٧۔



ترجمہ: کہہ دے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک نہ کسی نفع کے؟ اللہ تعالیٰ ہی ہے خوب سننے اور پوری طرح جاننے والا ہے۔[۷۶] اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔[۷۷]

نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے: [آیت:۷۶-۷۷] معبودان باطلہ کی جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہیں عبادت کرنے سے ممانعت کی جاتی ہے کہ ان تمام لوگوں سے کہہ دو کہ جو تم سے ضرر کو دفع کرنے کی اور نفع کو پہنچانے کی کچھ بھی طاقت نہیں رکھتے آخر تم کیوں انہیں پوجے چلے جا رہے ہو؟ تمام باتوں کے سننے والے اور تمام چیزوں سے باخبر اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر بے سمع و بصر، بے ضرر، بے نفع و بے قدر اور بے قدرت چیزوں کے پیچھے پڑ جانا یہ کونسی عقلمندی ہے؟ اے اہل کتاب! اتباع حق کی حدوں سے آگے نہ بڑھو جس کی توقیر کرنے کا جتنا حکم ہوا اتنی ہی اس کی توقیر کرو۔ انسانوں کو جنہیں اللہ نے نبوت دی ہے نبوت کے درجے سے الوہیت کے درجے تک نہ پہنچاؤ، جیسے کہ تم جناب مسیح کے بارے میں غلطی کر رہے ہو اور اس کی کوئی وجہ نہیں بجز اس کے کہ تم اپنے پیروں، مرشدوں، استادوں اور اماموں کے پیچھے لگ گئے ہو وہ خود ہی گمراہ ہیں بلکہ گمراہ کن ہیں، استقامت اور عدل کے راستے کو چھوڑے ہوئے انہیں زمانہ گزر گیا، ضلالت اور بدعتوں میں مبتلا ہوئے عرصہ ہو گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک شخص ان میں تھا بڑا پابند دین اللہ، ایک زمانہ کے بعد شیطان نے اسے بہکا دیا کہ جو اگلے کر گئے وہی تم بھی کر رہے ہو اس میں کیا رکھا ہے؟ اس کی وجہ سے نہ تو عام لوگوں میں تمہاری قدر ہوگی نہ شہرت، تمہیں چاہیے کہ کوئی نئی بات ایجاد کرو، اسے لوگوں میں پھیلاؤ پھر دیکھو کہ کیسی شہرت ہوتی ہے، اور کس طرح جگہ بہ جگہ تمہارا ذکر ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کی وہ بدعتیں لوگوں میں پھیل گئیں اور ایک زمانہ اس کی تقلید کرنے لگا اب تو اسے بڑی ندامت ہوئی، سلطنت و ملک چھوڑ دیا اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں مشغول ہو گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جواب یہ ملا کہ میری ہی خطا صرف ہوتی تو میں معاف کر دیتا لیکن تو نے تو عام لوگوں کو بگاڑ دیا اور انہیں گمراہ کر کے غلط راہ پر لگا دیا جس راہ پر چلتے چلتے وہ مر بھی گئے ان کا بوجھ تجھ پر سے کیسے ہٹے گا، میں تو تیری توبہ قبول نہیں فرماؤں گا، بس ایسوں ہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ: بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی۔ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔[۷۸] آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا۔[۷۹] ان میں کے اکثر لوگوں کو تو دیکھے گا کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔[۸۰] اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے' لیکن ان میں کے اکثر لوگ فاسق ہیں۔[۸۱]

بنی اسرائیل پر لعنت کے اسباب: [آیت: ۷۸-۸۱] ارشاد ہے کہ بنو اسرائیل کے کافر پرانے ملعون ہیں' حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی انہی کے زمانہ میں ملعون قرار پا چکے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے اور مخلوق باری تعالیٰ پر ظالم تھے۔ تورات' انجیل' زبور اور قرآن سب کتابیں ان پر لعنت برساتی آئیں یہ اپنے زمانہ میں بھی ایک دوسرے کو برے کاموں پر دیکھتے تھے لیکن گھنی سادھے بیٹھے رہتے تھے۔ حرام کاریاں اور گناہ کھلے عام ہوتے تھے' اور کوئی کسی کو روکتا نہ تھا یہ تھا ان کا بدترین فعل۔ مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے ''بنو اسرائیل میں پہلے پہل جب گنہگاریاں شروع ہوئیں تو ان کے علما نے انہیں روکا لیکن جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو انہوں نے انہیں الگ نہ کیا بلکہ انہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے دل بھڑا دیے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت نازل فرمائی کیونکہ وہ نافرمان اور ظالم تھے'' اس کے بیان کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے لیکن اب ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے' اور فرمایا ''نہیں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم تم پر ضروری ہے کہ لوگوں کو خلاف شرع باتوں سے روکو اور شریعت کی پابندی پر لاؤ۔'' ❶ ابوداؤد کی حدیث میں ہے ''سب سے پہلی برائی بنی اسرائیل میں یہی داخل ہوئی تھی کہ ایک شخص دوسرے کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھتا تو اسے روکتا' اس سے کہتا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس برے کام کو چھوڑ دے یہ حرام ہے' لیکن دوسرے روز جب وہ نہ چھوڑتا تو یہ اس سے کنارہ کشی نہ کرتا بلکہ اس کا ہم نوالہ' ہم پیالہ رہتا اور میل جول باقی رکھتا اس وجہ سے سب میں ہی سنگ دلی آ گئی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پوری آیت کی تلاوت کر کے فرمادیا ''واللہ! تم پر فرض ہے کہ بھلی باتوں کا ہر ایک کو حکم کرو' برائیوں سے روکو' ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھو اور اسے تنگ کرو کہ حق پر آ جائے۔'' ❷ ترمذی اور

---

❶ احمد، ۱/ ۳۹۱، اس روایت میں ابوعبیدہ اور ان کے والد کے درمیان انقطاع ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

❷ ابوداود، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ٤٣٣٦، وسنده ضعيف ابوعبیدہ نے اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحيح ابو داؤد، ۹۳۲)

ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ❶ ابوداود وغیرہ میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے ''اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تمہارے دل بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مار دے گا اور تم پر بھی اپنی پھٹکار نازل فرمائے گا جیسی ان پر نازل فرمائی۔'' ❷ اس بارے کی اور بہت سی احادیث ہیں کچھ سن بھی لیجیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث تو آیت ﴿لَوْ لَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ﴾ ❸ کی تفسیر میں گزر چکی۔ ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ﴾ ❹ الخ کی تفسیر میں حضرت ابوبکر اور حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہما کی احادیث آئیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مسند احمد اور ترمذی میں ہے ''یا تو تم بھلائی کا حکم اور برائی سے منع کرتے رہو گے یا اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب بھیج دیگا پھر تم اس سے دعائیں بھی کرو گے لیکن وہ قبول نہیں فرمائے گا۔'' ❺ ابن ماجہ میں ہے ''اچھائی کا حکم اور برائی سے ممانعت کرو اس سے پہلے کہ تمہاری دعائیں قبول ہونے سے روک دی جائیں۔'' ❻ صحیح حدیث میں ہے ''تم میں سے جو شخص خلاف شرع کام دیکھے اس پر فرض ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹائے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اور یہ بہت ہی ضعیف ایمان والا ہے'' (مسلم) ❼ مسند احمد میں ہے ''اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں کرتا لیکن اس وقت کہ برائیاں ان میں پھیل جائیں اور وہ باوجود قدرت کے انکار نہ کریں' اس وقت عام خاص سب کو اللہ تعالیٰ عذاب میں گھیر لیتا ہے۔'' ❽ ابوداود میں ہے ''جس جگہ اللہ تعالیٰ کی خطائیں ہونی شروع ہو جائیں' جو وہاں ہو اور ان خلاف شرع امور سے ناراض ہو' ایک روایت میں ہے ''جو ان کا انکار کرتا ہو وہ مثل اس کے ہے جو وہاں حاضر ہی نہ ہو اور جو ان خطاؤں سے راضی ہو گو وہاں موجود نہ ہو وہ ایسا ہے گویا ان میں حاضر ہے۔'' ❾ ابوداود میں ہے ''لوگوں کے عذر جب تک منقطع نہ ہو جائیں وہ ہلاک نہ ہوں گے۔'' ❿ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا ''خبردار کسی شخص کو لوگوں کی ہیبت حق بات کہنے سے روک نہ دے۔'' اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے افسوس ہم نے ایسے موقعوں پر لوگوں کی ہیبت مان لی۔ ⓫ ابوداود ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے ''افضل جہاد حق کلمہ ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا ہے۔'' ⓬ ابن

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المآئدة، ۳۰۴۸، وسنده ضعیف سند منقطع ہے ابوعبیدہ نے اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا ابن ماجه، ۴۰۰۶، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ترمذی، ۵۸۲)

❷ ابوداود، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، ۴۳۳۷، وهو ضعیف ابو عبیده عن ابیه عبدالله منقطع، مسند ابی یعلی ۵۰۳۵، شیخ البانی نے اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابوداود، ۹۳۳) ❸ ۵/ المآئدة:۶۳۔ ❹ ۵/ المآئدة: ۱۰۵۔

❺ احمد، ۵/ ۳۸۸، ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، ۲۱۶۹، وهو حسن، شعب الایمان، ۷۵۵۸، شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ۷۰۷۰) ❻ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ۴۰۰۴، وهو حسن، احمد، ۶/ ۱۵۹، شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابن ماجه، ۳۲۳۵) ❼ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان...... ۴۹، ابوداود، ۱۱۴۰، ترمذی، ۲۱۷۲، ابن ماجه ۱۲۷۵، احمد، ۳/ ۱۰، ابن حبان، ۳۰۶، بیهقی، ۱۰/ ۹۰۔

❽ احمد، ۴/ ۱۹۲، وسنده ضعیف، الزهد، ۱۳۵۲، المعجم الکبیر، ۳۴۴، شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفه، ۳۱۱۰) ❾ ابوداود، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی عن المنکر، ۴۳۴۵، وسنده حسن شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ۶۸۹) ❿ ابوداود، حواله سابق، ۴۳۴۷ وسنده حسن شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ۵۲۳۱) ⓫ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۱۹۱، مطولاً وسنده ضعیف بهذا السیاق علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔ ابن ماجه، ۴۰۰۷، حاکم، ۴/ ۵۰۶، مسند الطیالسی، ۲۱۵۶۔ ⓬ ابوداود، کتاب الملاحم، باب الامر والنهی، ۴۳۴۴ وهو حسن، ابن ماجه، ۴۰۱۱، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے بشواہد حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ۴۹۱)

ماجہ میں ہے کہ جمرہ اولیٰ کے پاس حضور ﷺ کے سامنے ایک شخص آیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے افضل جہاد کونسا ہے آپ خاموش رہے پھر آپ ﷺ جمرہ ثانیہ پر آئے تو اس نے پھر وہی سوال کیا مگر آپ ﷺ خاموش رہے جب جمرہ عقبہ پر کنکر مار چکے اور سواری پر سوار ہونے کے ارادے سے رکاب میں پاؤں رکھے تو دریافت فرمایا ''وہ پوچھنے والا کہاں ہے؟'' اس نے کہا حضور! میں حاضر ہوں فرمایا ''حق کلمہ ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا۔'' ❶ ابن ماجہ میں ہے ''تم میں سے کسی شخص کو اپنی بے عزتی نہ کرنی چاہئے'' لوگوں نے پوچھا حضور! یہ کیسے؟ فرمایا ''خلاف شرع کوئی امر دیکھے اور کچھ نہ کہے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی کہ فلاں موقعے پر تو کیوں خاموش رہا؟ یہ جواب دے گا کہ لوگوں کے ڈر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں سب سے زیادہ حقدار تھا کہ تو مجھ سے خوف کھائے۔'' ❷ ایک روایت میں ہے ''جب اسے اللہ تعالیٰ تلقین حجت کرے گا تو یہ کہے گا کہ تجھ سے تو میں نے امید رکھی اور لوگوں سے خوف کھا گیا۔ ❸ مسند احمد میں ہے ''مسلمانوں کو اپنے آپ کو ذلیل نہ کرنا چاہئے۔'' لوگوں نے پوچھا کیسے؟ فرمایا ''ان بلاؤں کو سر پر لینا جن کی برداشت کی طاقت نہ ہو۔'' ❹ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب چھوڑی جائے؟ فرمایا ''اس وقت جب تم میں بھی وہی ظاہر ہو جائے جو تم سے اگلوں میں ظاہر ہوا تھا۔'' ہم نے پوچھا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا ''کمینے آدمیوں میں سلطنت کا چلا جانا' بڑے آدمیوں میں بدکاری آ جانا' رذیلوں میں علم کا آ جانا۔'' حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رذیلوں میں علم آ جانے سے مراد فاسقوں میں علم آ جانا ہے۔ ❺ اس حدیث کی شاہد ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو یہ آیت ﴿لا یضرکم﴾ کی تفسیر میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

پھر فرماتا ہے کہ اکثر منافقوں کو تو دیکھے گا کہ وہ کافروں سے دوستیاں گانٹھتے ہیں ان کے اس فعل کی وجہ سے یعنی مسلمانوں سے دوستیاں چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں کرنے کی وجہ سے انہوں نے اپنے لیے برا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے' اسی کی پاداش میں ان کے دلوں میں نفاق پیدا ہو گیا ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا ہے اور قیامت کے دن دائمی عذاب بھی ان کے لیے آگے آ رہے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے ''اے مسلمانو! زنا کاری سے بچو اس سے چھ برائیاں آتی ہیں تین دنیا میں تین آخرت میں اس سے عزت و وقار اور رونق و تازگی جاتی رہتی ہے۔ اس سے فقر و فاقہ آ جاتا ہے۔ اس سے عمر گھٹتی ہے۔ اور قیامت کے دن کی تین برائیاں یہ ہیں اللہ کا تعالیٰ کا غضب' حساب کی سختی اور برائی اور جہنم کا خلود۔'' پھر حضور ﷺ نے اسی آخری جملے کی تلاوت فرمائی۔ ❻ یہ حدیث ضعیف ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول اللہ ﷺ پر اور قرآن پر پورا ایمان رکھتے تو ہرگز کافروں سے دوستیاں نہ کرتے اور چھپ لک کر ان سے میل ملاپ جاری نہ رکھتے نہ سچے مسلمانوں سے دشمنیاں رکھتے دراصل بات =

---

❶ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، ٤٠١٢، وسنده حسن شیخ البانی نے اس روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، تحت رقم، ٤٩١) ❷ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، ٤٠٠٨) وسنده ضعيف سند منقطع ہے۔ ابوالبختری کا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ شیخ البانی نے اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (ضعيف ابن ماجه، ٨٦٨) ❸ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب قوله تعالىٰ ﴿يايها الذين امنوا عليكم انفسكم﴾ ٤٠١٧ شیخ البانی نے اس روایت کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة ٩٢٩) وسنده حسن۔ ❹ احمد، ٥/ ٤٠٥، ترمذی، كتاب الفتن، وسنده حسن باب لايعترض من البلاء لايطيق، ٢٢٥٤، ابن ماجه، ٤٠١٦، وسنده ضعيف علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔ ❺ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب قوله تعالىٰ ﴿يايها الذين امنوا عليكم انفسكم﴾ ٤٠١٥، وسنده حسن۔
❻ شعب الايمان، ٥٤٧٥، حلية الاولياء، ٤/ ١١١، الموضوعات، ٣/ ١٠٧، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر موضوع کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعيفه، ١٤١) اس میں مسلمہ بن علی متروک اور ابوعبدالرحمٰن الکوفی مجہول ہے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ: یقیناً تو ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائے گا' اور ایمان والوں سے سب سے زیادہ دوستی کے قریب تو یقیناً انہیں پائے گا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں' یہ اس لیے کہ ان میں دانشمند اور گوشہ نشین ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔[۸۲]

= یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے خارج ہو چکے ہیں' اس کی وحی اور اس کے پاک کلام کی آیتوں کے مخالف بن بیٹھے ہیں۔

عیسائی یہودیوں کی نسبت مسلمانوں کے قریب ہیں: [آیت:۸۲] یہ آیت اور اس کے بعد کی چار آیتیں نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہیں۔ جب ان کے سامنے حبشہ کے ملک میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابوطالب نے قرآن شریف پڑھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں لیکن یہ خیال رہے کہ یہ آیتیں مدینہ طیبہ میں اتری ہیں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیتیں اس وفد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جسے نجاشی نے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا کہ وہ آپ سے ملیں حاضر خدمت ہو کر آپ ﷺ کے حالات وصفات دیکھیں اور آپ ﷺ کا کلام سنیں۔ جب یہ آئے آپ سے ملے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو ان کے دل نرم ہو گئے بہت روئے دھوئے اور اسلام قبول کیا اور واپس جا کر نجاشی سے سب حال کہا۔ ❶ نجاشی اپنی سلطنت چھوڑ کر حضور ﷺ کی طرف ہجرت کر کے آنے لگے لیکن راستے ہی میں انتقال ہو گیا۔ مگر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ وہ حبشہ میں ہی سلطنت کرتے ہوئے فوت ہوئے۔ ان کے انتقال کے دن ہی حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے انتقال کی خبر دی اور ان کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ ❷ بعض تو کہتے ہیں کہ اس وفد میں سات تو علما تھے اور پانچ زاہد تھے یا پانچ علما اور سات زاہد تھے۔ بعض کہتے ہیں یہ کل پچاس آدمی تھے' اور کہا گیا ہے کہ ساٹھ سے کچھ اوپر تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ ستر تھے فَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں جن کے اوصاف آیت میں بیان ہیں یہ اہل حبشہ ہیں۔ مسلمان مہاجرین حبشہ جب ان کے پاس پہنچے تو یہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ ❸ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے یہ دین عیسوی پر قائم تھے لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا اور قرآن کریم سنا تو فوراً سب مسلمان ہو گئے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کا فیصلہ ان سب اقوال کو ٹھیک کر دیتا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں ان لوگوں کے بارے میں ہیں جن میں یہ اوصاف ہوں خواہ وہ حبشہ کے ہوں یا اور کہیں کے۔ یہودیوں کو مسلمانوں سے جو سخت دشمنی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سرکشی اور انکار کا مادہ زیادہ ہے اور جان بوجھ کر کفر کرتے ہیں اور ضد سے ناحق کے اوپر اڑتے ہیں' حق کے مقابلہ میں بگڑ بیٹھتے ہیں' حق والوں پر حقارت کی نظریں ڈالتے ہیں' ان سے بغض و بیر باندھتے ہیں اور علم سے کورے ہیں۔ علما کی تعداد ان میں بہت ہی کم ہے اور علم اور ذی علم لوگوں کی کوئی وقعت ان کے دل میں نہیں' یہی تھے جنہوں نے بہت سے انبیا علیہم السلام کو قتل کیا۔ خود پیغمبر آخر الزمان احمد مجتبیٰ

❶ الطبري، ۱۰/ ۵۰۰۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب الصفوف على الجنازة، ۱۳۱۸، صحيح مسلم، ۹۵۱، ۹۵۲۔ ❸ الطبري، ۱۰/ ۵۰۱۔

حضرت محمد ﷺ کے قتل کا بھی ارادہ کیا اور ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار آپ ﷺ کو زہر دیا' آپ ﷺ پر جادو کیا اور اپنے جیسے بد باطن لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضور ﷺ پر حملے کئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر مرتبہ انہیں نامراد اور ناکام کیا۔ ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جب کبھی کوئی یہودی کسی مسلمان کو تنہائی میں پاتا ہے اس کے دل میں اس کے قتل کا قصد پیدا ہوتا ہے۔'' ایک دوسری سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے [1] لیکن ہے بہت ہی غریب۔ ہاں مسلمانوں سے دوستی میں زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نصاری کہتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے تابعدار ہیں' انجیل کے اصلی اور صحیح طریقے پر قائم ہیں ان میں ایک حد تک فی الجملہ مسلمانوں اور اسلام کی محبت ہے یہ اس لیے کہ ان میں نرم دلی ہے' جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً﴾ یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور رحم ڈال دیا ہے۔'' ان کی کتاب میں حکم ہے کہ جو تیرے داہنے کلے پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے بایاں کلہ بھی پیش کر دے' ان کی شریعت میں لڑائی ہے ہی نہیں۔ یہاں ان کی دوستی کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان میں خطیب اور واعظ ہیں۔ ''قِسِّيسٌ'' اور ''قِسٌّ'' کی جمع ﴿قِسِّيسِينَ﴾ ہے ''قُسُوسٌ'' بھی اس کی جمع آتی ہے ﴿رهبان﴾ جمع راہب کی' راہب کہتے ہیں عابد کو۔ یہ لفظ مشتق ہے رہب سے اور رہبت کے معنے ہیں خوف اور ڈر کے جیسے ''راكب'' کی جمع ہے رکبان ہے اور ''فَارِس'' کی جمع ''فُرْسَانٌ'' ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کبھی ''رُهْبَان'' واحد کے لیے بھی آتا ہے اور اس کی جمع ''رَهَابِيْنَ'' آتی ہے' جیسے ''قُرْبَان'' اور ''قَرَابِيْن'' اور ''جُوْزَان'' اور ''جَوَازِيْن'' اور کبھی اس کی جمع ''رَهَابِنَه'' بھی آتی ہے' عرب کے شعروں میں بھی لفظ رھبان واحد کے لیے آیا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص ﴿قِسِّيسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ پڑھ کر اس کے معنے دریافت کرتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ ﴿قِسِّيسِيْنَ﴾ کو خانقاہوں اور غیر آباد جگہوں میں چھوڑ' مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے ﴿صِدِّيقِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ پڑھایا ہے۔ [2] (بزار اور ابن مردویہ) الغرض ان کے تین اوصاف یہاں بیان ہوئے ہیں' ان میں عالموں کا ہونا' ان میں عابدوں کا ہونا اور ان میں تواضع' فروتنی اور عاجزی کا ہونا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تفسیر ابن کثیر کا چھٹا پارہ ختم ہوا۔



[1] المجروحين لابن حبان، (۳/ ۱۲۲) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر سخت ضعیف یا موضوع کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعيفة، ٤٤٣٩) اس میں یحییٰ بن عبید اللہ متروک راوی ہے۔ دیکھئے تقریب التهذیب، ۷۵۹۹۔ [2] مجمع الزوائد، ۷/ ۱۷، طبرانی، ٦١٧٥، ہیثمی کہتے ہیں، اس روایت میں یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی اور نصیر بن زیاد ضعیف راوی ہیں۔ دیکھئے (مجمع الزوائد حوالہ سابق)

فہرست

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

ع ۱۱

ترجمہ: اور جب وہ اس قرآن کو سنتے ہیں جو اس رسول کی طرف اتارا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہوگئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔[۸۳] اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور اس بات کی امید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کردے گا۔[۸۴] سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کی پاداش میں ایسے باغ دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔[۸۵] اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔[۸۶]

قرآن سن کر اہل ایمان کے دل نرم اور آنکھیں بہہ پڑتی ہیں: [آیت:۸۳-۸۶] اور جب وہ رسول اللہ ﷺ پر اتری ہوئی وحی کو سنتے ہیں، تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ آنسوؤں سے بھری ہوئی ہوں گی کیونکہ وہ اس بشارت کو پہچان گئے ہیں جو بعثت محمد ﷺ سے متعلق انہوں نے اپنی کتابوں توراۃ اور انجیل میں دیکھی تھیں، چنانچہ وہ کہنے لگتے ہیں کہ اے رب ہم محمد ﷺ پر ایمان لے آئے اب تو ہم کو اس گروہ میں شامل رکھ جنہوں نے شہادت دی ہے اور ایمان لے آئے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے ساتھیوں سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ﴿مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ سے محمد ﷺ اور ان کی امت مراد ہے جنہوں نے اپنے نبی کے لئے گواہی دی ہے کہ نبی نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بھی گواہی دی ہے کہ وہ تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے۔ ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ﴿تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ سے وہ کاشتکار لوگ مراد ہیں جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ نے قرآن سنایا تو وہ ایمان لے آئے، ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ''جب تم اپنے وطن جاؤ گے تو اپنے سابقہ مذہب میں لوٹ تو نہیں جاؤ گے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین سے تو ہرگز نہ پلٹیں گے۔'' ❷ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو اس طرح نقل فرمایا ہے ﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ﴾ یعنی ''آخر ہم کیوں ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر۔ ہماری تو عین خواہش ہے کہ ہمارا رب ہمیں قوم صالحین میں داخل فرمالے۔'' یہ نصاریٰ لوگ تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ اہل کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں اور تمہارے قرآن اور اپنی انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے بھی انجیل پر ایمان لائے تھے۔ اور جب قرآن =

❶ حاکم، ۲/ ۳۱۳ وصححه الحاكم ووافقه الذهبي ولكن سنده ضعيف۔

❷ المعجم الكبير، ۱۲۴۵۵، ہیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں عباس بن فضل انصاری ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے (مجمع الزوائد، ۷/ ۱۸) بلکہ متروک متہم بالوضع ہے۔ دیکھئے (تقریب التهذيب، ۳/ ۳۱۸) لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو' بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے ۔[۸۷] اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔[۸۸]

= ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں۔ ❶ اسی لئے یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے اس اعتراف کے سبب انہیں جنتیں دی جائیں گی جن میں پانی کے چشمے بہہ رہے ہونگے۔ یہ ان کے ایمان اور تصدیق کا صلہ ہے۔ ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے دم بھر کے لئے ہٹیں گے نہیں۔ اتباع حق کرنے والوں کی جزا بھی ہے جس طرح بھی وہ ہوں یا جہاں بھی ہوں یا جس کے ساتھ ہوں وہ اسی صلے کے مستحق ہیں۔ اس کے بعد حال اشقیاء کی خبر دی جاتی ہے کہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ سب دوزخی ہیں۔

اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کی ممانعت: [آیت:۸۷۔۸۸] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت اصحاب النبی کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اپنے آلات کو قطع اور ترک شہوت کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ راہبوں کی طرح ادھر ادھر گھومتے رہیں اور دنیا سے بالکل بے نیاز ہو جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور پوچھا تو کہا کہ ہاں ہمارا ایسا قصد ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لیکن دیکھو! میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں' رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی رہتا ہوں' عورتوں سے بھی نکاح کرتا ہوں راہب نہیں بنا پھرتا' جو میرے طریقے پر چلا وہ میرا' اور جو میرا طریقہ اختیار نہ کرے وہ میرا نہیں۔'' ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعض اصحاب رسول اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو مخفی عمل کے بارے میں بعض ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے (تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب و روز عبادت گزاری کا حال معلوم ہوا) تو ان میں سے ایک کہنے لگا کہ میں اب سے کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کسی نے کہا میں کبھی کسی عورت کے قریب نہ جاؤں گا۔ کسی نے کہا میں فرش خاک پر سوؤں گا کبھی بستر پر نہ سوؤں گا۔ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے فرمایا ''ان لوگوں کو کیا ہوا؟ کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے۔ میں تو روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا' سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طور طریق سے ہٹ گیا وہ مجھ میں سے نہیں۔'' ❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں گوشت کھاتا ہوں تو بہت شہوت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا ہے۔ تو یہ آیت اتری کہ اے ایمان

❶ ۲۸/ القصص:۵۲، ۵۳۔ ❷ الطبری، ۱۰/ ۵۱۸، بدون الآیة۔

❸ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۵۰۶۳، صحیح مسلم، ۱۴۰۱، احمد، ۳/ ۲۴۱، ابن حبان، ۱۴۔

والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کر ڈالو۔ ❶ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک لڑائی میں طویل عرصہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں، جب ہم کو رہنا دوبھر معلوم ہونے لگا تو ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں کہ خواہش ہی پیدا نہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ہمیں ایک کپڑے یا ایک جوڑے مہر کے معاوضہ میں ایک موقتی نکاح کی اجازت دی پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرلو ❷ لیکن یہ واقعہ نکاح متعہ کو حرام قرار دیے جانے سے پہلے کا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پکی ہوئی کھیری کا تحفہ آیا۔ لوگ مل کر کھانے لگے تو ایک آدمی مجلس سے ہٹ گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ شریک ہو جاؤ تو کہنے لگا کہ میں نے تو اس کے نہ کھانے کی قسم کھالی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ کھالو قسم توڑ ڈالو اور کفارہ دے دو۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ❸ کہتے ہیں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ایک مہمان کو دعوت دی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہونے کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ گھر آ کر معلوم ہوا کہ مہمان کو منتظر رکھا گیا اور کھانا نہیں کھلایا گیا تو بیوی پر غضبناک ہو کر کہا کہ میرے واسطے تم نے مہمان کو بھوکا رکھا، مجھ پر آج کھانا ہی حرام ہے۔ عورت نے کہا ہاں مجھ پر بھی حرام ہے میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ مہمان نے یہ دیکھ کر کہا مجھ پر بھی حرام ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔ پھر ہاتھ بڑھا کر کھانے لگے اور کہا بسم اللہ پڑھ کر سب شروع کرو۔ غرض یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آیت بالا نازل ہوئی۔ ❹ یہ اثر منقطع سمجھا جاتا ہے۔

صحیح بخاری کی وہ حدیث جس میں واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مہمانوں کا ہے وہ بھی اسی کے مشابہ ہے ❺ اور وہ اور یہ دونوں قصے اس بات کی دلیل ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ علما کا مسلک ہے کہ جس نے اپنے اوپر کوئی طعام یا لباس یا عورتوں کو چھوڑ کر اور کوئی چیز حرام کر لی تو وہ حرام نہیں ہو جاتی اور اس کا کفارہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز اپنے اوپر حرام نہ بنالو۔ یہی تو وجہ ہے کہ جس نے گوشت کھانا اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ جس نے کوئی کھانا پینا، لباس یا اور کوئی چیز حرام کر لی تو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا، اس لئے کہ جب کوئی شخص قسم کے ذریعہ ترک اپنے اوپر لازم کر لے تو جیسے قسم کا کفارہ لازم آتا ہے اسی طرح بغیر قسم کے مجرد تحریم سے بھی غیر لازم کو لازم قرار دینے کی پاداش میں اس سے مواخذہ کیا جانا چاہئے جو کفارہ کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا ہی فتویٰ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول سے بھی یہی نکلتا ہے۔ ارشاد ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ﴾ ❻ اور فرمایا ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ ❼ یعنی "اے نبی! اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جو تم پر حلال کر دیا ہے اس کو کیوں حرام کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔" پھر فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرض کرتا ہے کہ اپنی قسموں کو توڑ دو۔" یہاں آیت مذکورہ بالا کے ذکر کے بعد یمین کے کفارہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یمین کا ذکر نہ بھی ہو اور اپنے اوپر حرام کر لیا ہو تو بھی مستحق کفارہ ہونے میں بمنزلہ یمین ہی کے ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بعض بزرگ صحابہ جیسے عثمان بن مظعون، اور

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، ٣٠٥٤، وسنده ضعيف عثمان بن سعد الکاتب راوی ضعیف ہے۔

❷ صحيح بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿يايها الذين امنوا لاتحرموا طيبات ما أحل الله لكم﴾ ٤٦١٥، صحيح مسلم، ١٤٠٤، بیهقی، ٧/ ٧٩، ابن حبان، ٤١٤١۔

❸ حاکم، ٢/ ٣١٣، ٣١٤۔

❹ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❺ صحيح بخاری، كتاب الأدب، باب مايكره من الغضب والجزع عند الضيف، ٦١٤٠، صحیح مسلم، ٢٠٥٧۔

❻ ٦٦/ التحریم: ١۔

❼ ٦٦/ التحریم: ٢۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرلیں گے خصی ہو جائیں گے' ٹاٹ کے سوا کچھ نہ پہنیں گے تو آیت متذکرہ اتری جس کے آخر میں فرمایا گیا کہ جس اللہ تعالیٰ پر تم ایمان لا چکے اس سے ڈرو۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون، علی بن ابی طالب' ابن مسعود، مقداد بن اسود' سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم ان اصحاب نے ترک دنیا کا قصد کر لیا' گھروں میں بیٹھ گئے' عورتوں کو چھوڑ دیا' ٹاٹ پہن لیا' طعام ولباس کی اچھی اچھی چیزیں سب اپنے اوپر حرام کرلیں' بنی اسرائیل کے رہبانوں کا سا کھانا پینا اختیار کر لیا' خصی ہونے کا قصد کیا' اتفاق کر لیا کہ رات بھر نماز پڑھا کریں گے اور دن بھر روزہ رکھیں گے۔ تو یہ آیت اتری کہ طیبات خداوندی کو اپنے اوپر حرام نہ بنالو' حد سے آگے نہ بڑھ جاؤ' ہم ایسے لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں کہ عورتوں سے الگ رہنا' اچھا کھانا پینا اور اچھا لباس چھوڑ دینا' رات بھر جاگنا' دن بھر روزہ رکھنا' خصی ہو جانا یہ سب غلط طریقے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ کبھی نفل روزہ رکھو کبھی نہ رکھو' کبھی نماز پڑھو کبھی سو جاؤ۔ ہمارے اس طریقے کو چھوڑ دو گے تو تم ہم میں سے نہیں۔" یہ سن کر سب نے کہا اے اللہ تعالیٰ! ہم کو ہمارے ان عزائم سے بچا اور اتباع وحی کی توفیق عنایت فرما۔ ❶

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت تذکیر وتنبیہ کر کے اٹھے اور صرف عذاب الٰہی سے خوف دلاتے رہے تو اصحاب نبی میں سے دس آدمیوں نے کہا جن میں علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کہنے لگے کہ اگر نصاریٰ اور رہبان اپنے اوپر عیش وراحت حرام کر سکتے ہیں' تو ہم کو ان سے بھی زیادہ اس کا حق ہے۔ چنانچہ بعض نے گوشت چربی اپنے اوپر حرام کر لی۔ بعض نے نیند اور بعض نے عورتوں کو حرام کر لیا۔ چنانچہ ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے عورت کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ نہ یہ اہل کے پاس جاتے نہ اہلیہ ان کے پاس آسکتی۔ اب ان کی عورت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوسری ازواج النبی بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا' اے حولاء! یہ تجھے کیا ہو گیا چہرے کا رنگ فق ہے۔ نہ کنگھی چوٹی ہے نہ تیل عطر ہے؟ تو اس نے کہا کنگھی کر کے تیل وعطر لگا کے کیا کروں' میرا شوہر نہ مجھ پر آ گرتا ہے نہ ذرا سا کپڑا تک میرا ہٹاتا ہے۔ سب کی سب اس کی بات سن کر ہنس پڑیں۔ ایسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کی سب کیوں ہنس رہی ہو؟ تو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حولاء ایسا ایسا کہہ رہی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا "یہ تو نے کیا کیا۔" وہ کہنے لگے کہ میں نے یہ عیش اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ عبادت کے لئے بالکل خاص رہوں بلکہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے آپ کو خصی ہی کر لوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہرگز ایسا نہ کرنا فوراً گھر جا اور بیوی سے مل۔" انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا روزہ ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "روزہ توڑ دے۔" چنانچہ حسب حکم انہوں نے پوری تعمیل کی۔ اب حولاء عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی' کنگھی کی ہوئی' سرمہ اور عطر لگائے ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہنس کر پوچھا' حولاء کیا ہوا۔ کہنے لگی کل وہ آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ "عثمان ایسا قطعی نہ کرنا یہ دین پر بہت بڑی زیادتی ہے اور قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا ہے۔ ہاں قسم کا پیمان باندھا گیا ہو تو گرفت کرے گا۔" ❷، ❸ ﴿لَا تَعْتَدُوْا﴾ کے معنی میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ مباحات کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنے نفسوں پر تنگی نہ کرلو اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال کو حرام نہ بنالو اور حلال سے فائدہ اٹھانے میں حد سے آگے نہ بڑھ جاؤ۔ حلال کو بھی بقدر کفایت ہی حاصل کرو زائد از ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ ❹ ==

❶ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❷ یہ روایت معضل یعنی ضعیف ہے۔ ❸ ٥/ المآئدۃ:٨٩۔ ❹ ٧/ الاعراف:٣١۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: اللہ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کر دو۔ سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم قسم کھا لو۔ اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم شکر کرو۔ [۸۹]

= کھاؤ پیو لیکن کھانے پینے میں زائد از ضرورت نہ خرچ کرو۔ فرمایا کہ مؤمن وہ لوگ ہیں جو خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے نہ بخل کرتے ہیں بلکہ اعتدال کی روش میں رہتے ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ نے افراط کی اجازت دی ہے نہ تفریط کی۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿لَا تَعْتَدُوْا﴾ پھر فرمایا کہ ہر حالت میں حلال اور طیب کھاؤ اور اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی اطاعت اور مرضی کی اتباع کرو مخالفت و عصیان سے باز رہو۔

لغو قسموں پر کفارہ نہیں ہے: [آیت:۸۹] (یمین لغو) جن کو جھوٹ موٹ کی قسمیں یا تکیہ کلام قسمیں کہنا چاہئے ان کا ذکر سورۂ بقرہ میں گزر چکا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ایسی قسمیں آدمی بلا قصد اپنی باتوں میں بولتا رہتا ہے ''اللہ تعالیٰ کی قسم'' ''اللہ تعالیٰ کی قسم'' یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ دوسروں کا قول ہے کہ ایسی لغو ہزل میں ہوا کرتی ہیں یا معصیت کے موقع پر بھی ہو سکتی ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول ہے کہ غلبہ ظن کے موقع پر بھی کہا جاتا ہو تو یمین لغو کی تعریف میں آ جائے گا یا غصہ کے وقت یا بھول کر قسم کھائی گئی ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترک اکل و شرب و لباس سے متعلق بھی قسم ہو تو اسی استدلال سے قابل غیر مواخذہ ہے کہ ﴿لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ﴾ لیکن صحیح تر بات یہی ہے کہ بلا قصد جو قسم زبان سے نکلتی ہے وہی یمین لغو ہے۔

قسم اور اس کا کفارہ: ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾ یعنی قسم کھانے کی نیت اور ارادے سے قسم کھائی گئی ہو تو اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائے گا ﴿فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ﴾ یعنی عزم صمیم والی قسم کو توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جن کے پاس ضروریات کے حصول کی کوئی سبیل نہیں، اور وہ اوسط قسم کی غذا دی جانی چاہئے جو تم کماتے ہو اور اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یہ اوسط غذا روٹی اور دودھ یا روٹی اور روغن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ بعض لوگ اپنے اہل کو حیثیت سے بھی خراب غذا کھلاتے ہیں اور بعض حیثیت سے بھی اچھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اوسط قسم کی ہو نہ اس میں تنگی برتی گئی ہو نہ دل کھول کے خرچ کیا گیا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ روٹی گوشت ہے یا روٹی دودھ روغن یا سرکہ وغیرہ

---

(1) ۲۵/ الفرقان:۶۷۔

ہے یا روٹی کھجور وغیرہ۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اوسط سے مراد غذا کی قلت و کثرت ہے۔ چنانچہ علما نے مقدار غذا میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح وشام دو وقت دس مسکینوں کو کھلایا جائے۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت کافی ہے یعنی روٹی اور گوشت۔ اگر گوشت نہ ہو تو روٹی اور روغن سہی یا سرکہ اور پیٹ بھر کھلائی جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا کھجوریں دی جائیں یعنی تقریباً سوا سیر۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ گیہوں ہوں تو نصف صاع اور دوسرا غلہ ہو تو ایک صاع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور کا کفارہ دیا تھا اور یہی حکم لوگوں کو دیا تھا اور کھجوریں نہ ہوں تو نصف صاع گیہوں۔ ❶ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مد گیہوں یعنی ۵٦ تولہ سالن کے ساتھ۔ ابن عمر' زید بن ثابت رضی اللہ عنہما' مجاہد' عکرمہ اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کفارۂ یمین میں مقدار واجب مدّ النبی ہے یعنی وہی ۵٦ تولہ گیہوں لیکن سالن کی کوئی قید نہیں۔ یہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل لی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا تھا جس سے بحالت صوم رمضان جماع کا فعل سرزد ہو گیا تھا ''ساٹھ مسکینوں کو ایک ایسے پیمانہ سے ناپ کر گیہوں ❷ دو جس میں پندرہ صاع سا سکیں کہ ہر ایک کو ایک ایک مد مل سکے۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یمین کا کفارہ ایک مد گیہوں قرار دیتے تھے۔ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ واجب مد بھر گیہوں یا دو مد غیر گندم' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قولہ تعالیٰ ﴿اَوْ كِسْوَتُهُمْ﴾ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر ان دس میں سے ہر ایک کو اس قدر کپڑا دیں جس پر لباس کا اطلاق ہو سکتا ہو تو کافی ہے۔ جیسے ایک قمیص ایک پاجامہ یا عمامہ یا چادر۔ ٹوپی کے بارے میں اختلاف ہے کہ صرف ٹوپی کافی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں جائز ہے' دلیل اس حدیث سے لی ہے کہ عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تو کہا کہ اگر چند لوگ تمہارے امیر کے پاس آئیں اور وہ ہر ایک کو ایک ایک ٹوپی اڑھا دے تو تم کہتے ہو لباس دیا گیا۔ پس ﴿كِسْوَتُهُمْ﴾ میں ٹوپی بھی آ گئی' لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ مالک اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ہر ایک کو اتنا لباس دینا ضروری ہے جتنا کہ نماز پڑھنے میں لباس پہننا رہنا ضروری ہے۔ مرد اور عورت کو اس کے حسب ضرورت شرعی' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر مسکین کو ایک عباء دی جائے یا ایک شملہ۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اوپر کا لباس یا لباس زیریں جو چاہو کوئی ایک دے سکتے ہو۔ ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایسا لباس جو ملحفہ اور رداء دونوں پر مشتمل ہو دینا چاہئے یعنی لحاف اور چادر وغیرہ نہ کہ صرف جانگیا اور قمیص اور اوڑھنی وغیرہ اس کو لباس جامع نہیں کہیں گے۔ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمامہ جسے سر پر لپیٹتے ہیں اور عباء جسے بدن پر پہنتے ہیں' لباس جامع کی تعریف میں ہے۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو دو کپڑے دیئے جائیں۔ ابو موسیٰ نے قسم کھائی تھی تو دو کپڑے کفارے میں دیے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كِسْوَةٌ﴾ سے ہر مسکین کے لئے ایک عباء مراد ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔

﴿اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ یا ایک غلام آزاد کر دیا جائے۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مطلق غلام مراد لیتے ہیں خواہ کافر غلام آزاد کیا جائے یا=

---

❶ ابن ماجه، كتاب الكفارات، باب كم يطعم فى الكفارة اليمين، ٢١١٢، وسنده ضعيف اس کی سند میں عمر بن عبداللہ بن یعلی ضعیف راوی ہے۔(التقريب، ٢/ ٥٩، رقم، ٤٦٨)

❷ صحيح بخارى، كتاب الصوم، باب اذا جامع فى رمضان ولم يكن له شىء فتصدق عليه فليكفر...... ١٩٣٦؛ صحيح مسلم، ١١١١۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

ع ۱۲

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو[۹۰] شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آ جاؤ۔[۹۱] اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔[۹۲] ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں۔[۹۳]

= مؤمن۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے فقہا کہتے ہیں کہ مؤمن غلام ہونا ضروری ہے جیسا کہ قتل کے کفارہ میں مؤمن غلام کی قید ہے۔ اس صورت میں اتحاد موجب تو موجود رہے گا اگرچہ اتحاد سبب نہ ہو۔ حدیث معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں بھی ہے کہ ابن حکم سلمی کے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا تھا۔ چنانچہ وہ ایک حبشی جاریہ کو لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ "اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟" تو اس حبشن نے کہا آسمان میں۔ پھر پوچھا "میں کون ہوں؟" تو کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ہاں یہ مؤمنہ ہے اس کو آزاد کر سکتے ہو۔" ❶ اب ان تین قسم کے کفاروں میں سے جس قسم کا کفارہ بھی ادا کیا جائے گا ادا ہو جائے گا۔ قرآن میں پہلے سب سے سہل کا ذکر ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ یعنی کھلانا زیادہ سہل ہے لباس دینے سے پھر لباس غلام آزاد کرنے سے زیادہ سہل ہے۔ غرض یہ کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف قدم بڑھایا گیا ہے۔

سب کے آخر میں یہ ہے کہ اگر مکلف ان تینوں میں سے کسی پر بھی قادر نہ ہو تو ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ﴾ یعنی تین دن کے روزے رکھے۔ ابن جبیر اور حسن بصری رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ جس کے پاس تین درہم بھی ہوں تو وہ کھانا کھلائے ورنہ روزے رکھے۔ بعض متاخرین فقہا سے منقول ہے کہ اس کے لئے جائز ہے کہ جس کے پاس اپنی ضروریات کے سوا اور کوئی چیز فاضل

❶ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة نسخ ماكان من اباحته، ٥٣٧، ابوداود، ٩٣٠، احمد، ٥/ ٤٤٧، بيهقي، ١٠/ ٥٧، ابن حبان، ١٦٥۔

نہ ہو جس کو وہ یمین کے کفارہ میں دے سکتا ہو۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ نیز وہ اس قدر غریب ہو کہ وہ اپنی یا اپنے عیال کی اس دن کی قوت سے زیادہ کچھ نہ رکھتا ہو۔ اب علما کا اختلاف اس میں بھی ہے کہ پے درپے تین روزے رکھنا کیا واجب ہے یا مستحب ہے اور کیا الگ الگ بھی رکھ سکتے ہیں۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پے درپے رکھنا واجب نہیں مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں اس لئے کہ حکم مطلق ہے کوئی قید نہیں۔ جیسے رمضان کے مسلسل روزے قضا ہوں تو اس کو بھی مسلسل قضا رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ ایک مطلق آیت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک جگہ پے درپے کے وجوب کی صراحت ہے۔ احناف اور حنابلہ کا بھی یہی قول ہے۔ وہ اس روایت کی بنا پر کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک قرأت ہے ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مُّتَتَابِعَاتٍ﴾ اصحاب ابن مسعود بھی اسی طرح پڑھتے تھے اگرچہ یہ قرأت متواتر طور پر ثابت نہیں' لیکن کم از کم خبر واحد ضرور ہے یا صحابہ کی تفسیر سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کفارہ کی آیت اتری تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم ان تینوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں آزاد ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں چاہو تو غلام آزاد کر دو' یا کسی کو لباس پہنا دو یا کھانا کھلا دو اور کچھ بھی نہیں تو تین دن کے پے درپے روزے رکھو'' اور یہ حدیث غریب ہے۔ ﴿ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ﴾ یہ یمین کا شرعی کفارہ ہے ﴿وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ﴾ یعنی کفارہ ادا کئے بغیر نہ رہنا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح وضاحت کے ساتھ اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ شاید تم شکر ادا کرو۔

شراب اور جوئے کی حرمت: [آیت:۹۰۔۹۳] اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو شراب نوشی اور جوئے بازی وغیرہ سے منع فرماتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شطرنج بھی ایک قسم کا جوا ہے۔ مجاہد اور طاؤس رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ ہر چیز جس میں قمار کا لگاؤ ہو جوا ہے حتیٰ کہ بچوں کا شرطیں لگا کر منکے یا کوڑیاں کھیلنا یہ سب جوا ہے۔ ❶ اسلام آنے تک یہ جوا زمانہ جاہلیت میں خصوصیت کے ساتھ کھیلا جاتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اخلاق قبیحہ سے منع فرمایا۔ اہل جاہلیت میں بالعموم یہ جوا یوں ہوتا تھا کہ ایک بکری یا دو بکری کا گوشت شرط کے طور پر بیچ دیا جاتا تھا۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جوا یوں ہوتا تھا کہ اموال واثمار پر پانسے پھینکے جاتے تھے اور اس طرح جوئے کے ذریعہ ان پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانسوں کے ذریعے جو کھیل کھیلا جاتا ہے وہی جوا ہے۔ اسی طرح جس چیز کو کھیلتے وقت مار کر جیتا جاتا ہے وہ بھی قمار ہے۔ اور شاید اس سے یہ مراد ہے کہ شطرنج کا کھیل حرام ہے اور اسی طرح چوسر کا کیوں کہ اس میں مہرے کو مار کر جیتا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شطرنج یا چوسر کھیلے گویا کہ اس نے اپنا ہاتھ سور کے گوشت میں ڈال دیا اور اس کے خون میں ڈبو دیا۔ ❷ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نرد کھیلے وہ اللہ تعالیٰ کا باغی ہے۔ ❸ عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو چوسر کھیل کر نماز پڑھنے کو کھڑا ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی

---

❶ الطبری، ٤/ ٣٢٢، ٣٢٣۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنرد شیر، ٢٢٦٠، الأدب المفرد، ١٢٧١، ابوداود، ٤٩٣٩، ابن ماجه، ٣٧٦٣، احمد، ٥/ ٣٥٢، ابن حبان، ٥٨٧٣۔

❸ ابوداود، کتاب الأدب، باب فی النهی عن اللعب النرد، ٤٩٣٨، وسنده ضعیف سعید بن ابی ھند کی سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔ ابن ماجه، ٣٧٦٢، احمد، ٤/ ٣٩٧، مسند ابی یعلی، ٧٢٩٠، مؤطا امام مالك، ٢/ ٩٥٨، الأدب المفرد، ١٢٦٩، حاکم، ١/ ٥٠، بیهقی، ١٠/ ٥١٤۔

پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا ہو۔ ❶ شطرنج کے بارے میں تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ چوسر سے بھی بری ہے اور وہ اسے قمار و میسر میں شمار کرتے ہیں۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کو مکروہ بتاتے ہیں۔

انصاب اور ازلام: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ''انصاب'' ان پتھروں کو کہتے ہیں کہ جن پر مشرکین قربانیاں کر کے بتوں پر چڑھاتے تھے۔ اور ''ازلام'' بھی ان پانسوں کو کہتے تھے جنہیں تقسیم کر کے فال لی جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہے کہ ''یہ شیطانی اعمال کی گندگی ہے اور سب سے برے شیطانی اعمال ہیں اس لئے اے میرے بندو! اس گندگی سے بچو' تم فلاح پاسکو گے'' اس عبارت کو پہلے کے ساتھ ملائیں تا کہ اسلام قائم رہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''شیطان کا مقصد ہمیشہ یہ رہتا ہے کہ خمر اور میسر میں مبتلا کر کے تم میں بغض و عداوت پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے تمہیں غافل کرتا رہے۔ اب بھی ان باتوں سے باز آؤ گے کہ نہیں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زبردست تنبیہ و تخویف ہے۔

حرمت شراب' احادیث کی روشنی میں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت تین دفعہ آئی۔ جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت لوگ شراب پیتے تھے' جوئے کا مال کھاتے تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا گیا' تو یہ وحی نازل ہوئی کہ ''تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ اس میں فائدہ تو ہے لیکن بہت کم' اور اس کے مقابلے میں نقصان بہت زیادہ ہے۔'' ❷ تو لوگوں نے کہا کہ فائدہ کم اور زیادہ نقصان بتایا گیا ہے' حرام نہیں کہا گیا ہے۔ چنانچہ شراب پیتے رہے۔ لیکن ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مہاجر صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب میں قرآن پڑھتے وقت نشے کے عالم میں قرآن کو غلط سلط اور خلط ملط کر دیا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ ''اے مؤمنو! نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جب تک کہ تمہیں ہوش نہ ہو کہ کیا پڑھتے ہو اور کیا نہیں۔'' ❸ یہ آیت پہلے سے زیادہ سخت تھی۔ چنانچہ لوگوں نے نماز کے وقت شراب پینا چھوڑ دیا لیکن پھر بھی برابر پیتے رہے کیونکہ صراحتہً ممانعت نہیں تھی لیکن ایک دن شراب میں مست ہو کر کوئی نماز پڑھ رہا تھا۔ چنانچہ ممانعت کی صاف آیت نازل ہوگئی کہ ''اے لوگو! شراب اور جوا اور پانسے اور تیر یہ سب شیطان کے گندے عمل ہیں تم فوراً رک جاؤ شاید فلاح پاسکو' تو لوگوں نے کہا اے رب! ہم رک گئے' باز آگئے۔ پھر لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو یہ ممانعت کئے جانے سے قبل فی سبیل اللہ قتل ہوگئے تھے یا طبعی موت مر گئے تھے لیکن شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے ان کا کیا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطانی عمل فرمادیا اور ممانعت کر دی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ''جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک عمل کئے تھے تو ممانعت سے پہلے جو کچھ انہوں نے حرام کھایا تھا اس پر الزام نہیں دیا جائے گا۔'' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر ان کی زندگی میں ان پر یہ حرام ہو جاتا تو وہ بھی اس کو ایسے ہی چھوڑ دیتے جیسا کہ تم نے چھوڑ دیا۔'' ❹

ابو میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تحریم خمر کی آیت اترنے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی اے اللہ رب العزت!

---

❶ احمد، ۵/ ۳۷۰، وسندہ ضعیف، مسند ابی یعلیٰ، ۱۱۰٤، مجمع الزوائد، ۸/ ۱۱۳، اس کی سند میں موسیٰ بن عبدالرحمن الخطمی ہے۔ جس کا ثقہ وصدوق ہونا معلوم نہیں ہے لہٰذا وہ مجہول الحال ہے۔

❷ ۲/ البقرۃ:۲۱۹۔ ❸ ٤/ النسآء:٤۳۔

❹ احمد، ۲/ ۳۵۱، وسندہ ضعیف۔

حرمت شراب کے بارے میں ہمارے پاس اپنی وحی بھیج تو یہ آیت اتری تھی کہ اس میں نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ آیت سنائی گئی تو انہوں نے پھر یہ دعا مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ! بیان شافی و کافی نازل فرما تو سورۂ نساء میں یہ آیت اتری کہ ''اے ایمان والو! نشے کی حالت میں ہرگز نماز نہ پڑھو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے (حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ) کے بعد پکار کر کہہ دیا کہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت آ گئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو پھر یہ وحی سنا دی گئی پھر بھی آپ یہ کہنے لگے کہ ''اے اللہ تعالیٰ! بیان شافی و کافی اتار۔'' تو سورۂ مائدہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ''شراب بالکل حرام ہے بالکل رک جاؤ۔'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ رک گئے اے اللہ تعالیٰ ہم رک گئے۔ ❶

بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! شراب حرام ہوگئی ہے اور ان پانچ چیزوں میں سے جس سے بھی بنائی جائے وہ شراب ہے' انگور' کھجور' شہد' گیہوں' جو اور خمر کا لفظ عام ہے ہر ایسی نشے کی چیز پر جو عقل کو ڈھانک دے ❷ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ تحریم خمر کے وقت انگور کی شراب چالو نہیں تھی۔ ❸

ایک دوسری حدیث یہ بھی ہے کہ شراب سے متعلق جب پہلی وحی آئی تو عام چرچا ہوا کہ شراب حرام ہوگئی تو لوگوں نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں نفع ہے تو ہم کو نفع اٹھاتے رہنا چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے جب دوسری آیت اتری تو پھر شہرت ہوئی کہ شراب حرام ہوگئی' تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نماز کے وقت نہیں پئیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر خاموش ہو گئے۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ شیطان کا عمل ہے اس سے رک جاؤ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ ''شراب حرام ہوگئی۔'' ❹

ایک دوسری حدیث ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبیلہ ثقیف یا قبیلہ دوس کا ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست تھا۔ وہ فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور شراب کا ایک مٹکا حضرت کو تحفۃً پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کر دی ہے'' تو وہ آدمی اپنے غلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اسے بازار میں لے جا کر بیچ دو۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے شراب حرام کی ہے اس نے اس کی خرید و فروخت بھی حرام کی ہے'' تو اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ شہر سے باہر لے جاؤ اور یہ مٹکا لنڈھا دو۔ ❺

ایک دوسری حدیث تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ہر سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ کچھ تحفہ بھیجا کرتے تھے پس اس مرتبہ وہ شراب کا ایک مٹکا تحفۃً لے کر آئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کہ ''تمہارے پیچھے شراب حرام کر دی گئی ہے'' تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسے بیچ دیتا ہوں اور قیمت ہاتھ کر لیتا ہوں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے جن پر گائے اور بکرے کی چربی حرام کر دی گئی تھی وہ اس کو پگھلا کر روغن بنا کر بیچ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت سب حرام کر دی

❶ ابوداود، کتاب الأشربة، باب تحریم الخمر، ٣٦٧٠، ترمذی، ٣٠٤٩، وسنده ضعیف ابواسحاق مدلس کے سماع کی صراحت نہیں۔ عمرو بن شرحبیل نے عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ احمد، ١/ ٥٣، ❷ صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب ماجاء فی ان الخمر ماخامر العقل من الشراب، ٥٥٨٨، صحیح مسلم، ٣٠٣٢، ابوداود، ٣٦٦٩، ترمذی ١٨٧٤، ابن حبان ٥٣٥٣۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله ﴿انما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام ......﴾ ٤٦١٦۔

❹ مسند الطیالسی، ١٩٥٧، وسنده ضعیف اس کی سند میں محمد بن ابی حمید ضعیف راوی ہے۔ ❺ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر، ١٥٧٩، احمد، ١/ ٢٣٠، مسند ابی یعلی، ٣٥٣٥، بیهقی، ٦/ ١٢، دارمی، ٢١٠٣،

ہے۔'' ❶ بالکل ایسی ہی ایک حدیث عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں معناً کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح کی اور ایک حدیث ہے کہ ابن کیسان کا باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شراب کی تجارت کرتا تھا۔ چنانچہ وہ تجارت کے لئے شام سے شراب کے مٹکے لے آیا اور حضور اکرم کے پاس بھی ایک مٹکا لا کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے لئے بڑی نفیس شراب لے آیا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے کیسان! یہ تو تیرے پیچھے حرام ہوگئی ہے۔'' تو اس نے پوچھا کہ حضور! کیا میں اسے فروخت کر دوں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کی قیمت بھی حرام ہے'' تو کیسان رضی اللہ عنہ نے مٹکوں کو لے جا کر پاؤں سے ٹھوکر مار کر تمام تجارت کی شراب بہادی۔ ❷

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو شراب پلا رہا تھا حتیٰ کہ قریب تھا کہ شراب انہیں مخمور کر دے کہ اتنے میں کسی نے کہا' کیا تمہیں خبر نہیں کہ شراب حرام ہوگئی ہے تو لوگوں نے کہا ابھی ہم انتظار کریں گے اور تحقیق کریں گے تو دوسرے صحابہ نے کہا' نہیں اے انس! جو کچھ تیرے مٹکے میں بچ رہی ہے وہ سب لنڈھا دے اللہ تعالیٰ کی قسم اب ہم پھر نہیں پئیں گے۔ یہ کھجور اور جو کی شراب تھی۔ ❸ اس وقت انس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھے۔ منادی ندا کرنے لگا تو کہا گیا کہ نکل کر دیکھو اور سنو! تو معلوم ہوا کہ شراب حرام ہوگئی ہے۔ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی۔ بعض نے کہا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو شراب پیتے تھے اور جہاد میں قتل ہوگئے تو یہ آیت اتری کہ جو مؤمن نیک عمل کرتے تھے اور مر گئے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ❹

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں شراب پلا رہا تھا۔ لوگوں کے سر نشے سے ڈھلک رہے تھے کہ منادی نے شراب کی حرمت سنا دی تو ہر آنے جانے والے نے اپنی شراب بہادی اور مٹکے توڑ دیئے۔ بعض نے وضو کیا اور بعض نے غسل کیا بعض نے ام سلیم کے پاس سے لے کر خوشبو لگائی پھر مسجد آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت شراب کی آیت سنائی۔ ایک آدمی نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کیا تم نے یہ انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور کسی نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے ہیں نہ ہم جھوٹ کہتے ہیں بلکہ ہم تو جانتے بھی نہیں کہ جھوٹ کیا چیز ہے؟ ❺

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام شراب اور جو اور گیہوں کی شراب اور شطرنج اور چوسر' گانے بجانے کے آلات سب حرام کر دیے ہیں اور صرف مجھ پر صلوۃ وتر واجب فرمائی ہے۔ ❻ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری طرف سے جو شخص جھوٹی حدیث بنا کر پیش کرے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غبیرہ درخت سے کھینچی ہوئی شراب بھی حرام قرار دی

---

❶ احمد، ٤/ ٢٢٧، والطبرانی فی الکبیر، ١٢٧٥ وسنده حسن وله شاهد فی صحیح مسلم، ١٥٧٩؛ مجمع الزوائد، ٤/ ٨٨۔

❷ احمد، ٤/ ٣٣٥، وسنده ضعیف، المعجم الکبیر، ٤٣٨، مجمع الزوائد، ٤/ ٨٨، اس کی سند میں ابن لہیعہ مختلط راوی ہے۔ (التقریب، ١/ ١٤٤، رقم: ٥٧٤)

❸ احمد، ٣/ ١٨١، صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب ﴿من رای ان لایخلط البسر والتمر......﴾ ٥٦٠٠، صحیح مسلم، ١٩٨٠، مسند ابی یعلی، ٣٠٠٨۔

❹ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب ﴿لیس علی الذین امنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا﴾ ٤٦٢٠، صحیح مسلم، ١٩٨٠، ابوداود، ٣٦٧٣، احمد، ٣/ ٢٢٧، بیهقی، ٨/ ٢٨٦۔

❺ الطبری، ٧/ ٢٤، وسنده ضعیف، قتاده عنعن؛ مجمع الزوائد، ٥/ ٥٢۔

❻ احمد، ٢/ ١٦٥ وسنده ضعیف۔

اور ہر نشہ آور شے کو حرام فرمایا۔ ❶

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''شراب کے دس متعلقات پر لعنت' خود شراب پر لعنت' پینے والے اور پلانے والے پر لعنت' بیچنے والے اور خریدنے والے پر لعنت' شراب کشید کرنے والے' شراب بنانے والے' شراب اٹھا کر لے جانے والے اور جس کی طرف لے جا رہا ہو اس پر اور شراب کی قیمت کھانے والے' ان سب پر لعنت۔'' ❷

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک باڑے کی طرف نکلے' میں آپ کی سیدھی طرف تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سامنے کی طرف سے آئے میں پیچھے ہو گیا' ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی سیدھی طرف ہو گئے میں بائیں طرف ہو گیا کہ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آتے دکھائی دیئے۔ میں بازو میں ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بائیں طرف ہو گئے۔ اب نبی اکرم ﷺ اس باڑے پر آئے جو گھروں کے پیچھے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی وہاں شراب کا ایک مشکیزہ دکھائی دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے بلایا اور ایک چھرا دیا اور کہا ''اس مشکیزے کو چیر دو'' اور فرمایا کہ ''شراب پر اور شراب کے پینے اور پلانے والے پر' لانے اور لے جانے والے پر' کشید کرنے والے اور بنانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت ہے۔'' ❸ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو لے کر مدینہ کے بازاروں میں گئے۔ وہاں شراب کے مشکیزے رکھے ہوئے تھے جو شام سے لائے گئے تھے۔ میرے ہاتھ میں چھرا تھا۔ مجھ سے آپ ﷺ نے چھرا لیا پھر جتنے مشکیزے آپ ﷺ کے سامنے تھے' سب کو چیر دیا۔ پھر چھرا مجھے دیا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ اس کے ساتھ جاؤ اس کی مدد کرو اور مجھے حکم دیا کہ بازار میں کوئی ایسا مشکیزہ نہ چھوڑنا جس کو چیر کر شراب بہانہ دی گئی ہو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ ❹

یزید خولانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان کا چچا شراب فروشی کرتا تھا اور بہت باخیر اور مخیر آدمی تھا۔ میں نے اس کو شراب فروشی سے منع کیا' اس نے نہ سنی' جب میں مدینہ آیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے شراب اور اس کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ شراب اور شراب کی قیمت حرام ہے۔ پھر کہا کہ اے امت محمد اگر تمہاری کتاب کے بعد کوئی اور کتاب آئی ہوتی یا تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی آیا ہوتا تو تمہارے گناہوں اور سرکشیوں کا اس میں اسی طرح ذکر ہوتا جیسے کہ پہلے کی گناہ گار امتوں کا ذکر تمہارے قرآن میں ہے اور وہ رسوا ہو گئے ہیں لیکن اب دوسری کتاب الٰہی آنے والی نہیں ہے اس لئے تمہاری رسوائی قیامت تک کے لئے تاخیر میں پڑ گئی ہے۔ اللہ کی قسم! یہ ان لوگوں کی رسوائی سے بھی اہم ہے۔

ثابت رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے شراب کی قیمت کے بارے میں پوچھا تو کہا سنو' میں مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ گوٹ لگائے بیٹھے تھے' فرمانے لگے ''جس کے پاس شراب ہے لے آئے'' لوگ لانے لگے۔ کوئی مٹکہ لایا کسی نے مشکیزہ کسی نے کچھ اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''ساری شراب میدان بقیع میں جمع کر کے مجھے اطلاع دو۔'' ایسا ہی کیا گیا۔ اب آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ چلا اور آپ کی سیدھی طرف تھا۔ آپ ﷺ

---

❶ احمد، ٢/ ١٧١ وابو داود، ٣٦٨٥ وهو حديث حسن۔

❷ ابوداود، كتاب الأشربة، باب العصير للخمر، ٣٦٧٤، وسنده حسن، ابن ماجه، ٣٣٨٠، احمد، ٢/ ٢٥، مسند ابى يعلى، ٥٥٩١۔

❸ احمد، ٢/ ٧١، وللبيهقى، ٨/ ٢٨٧ وهو حديث حسن۔

❹ احمد، ٢/ ١٣٢، وسنده ضعيف وحديث احمد، ٢/ ١٧١ يغنى عنه۔

مجھ پر سہارا لئے ہوئے تھے' اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ مل گئے۔ حضرت نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میری جگہ لے لیا اور مجھے بائیں طرف کر دیا۔ پھر چلتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ ملے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف کر دیا اور مجھے پیچھے کر دیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے ذخیرے پر پہنچے اور لوگوں سے کہا ''جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' جواب دیا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شراب ہے۔ فرمایا ''تم سچ کہتے ہو۔'' پھر شراب کے دس متعلقات پر لعنت بھیجی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھری منگوائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری تیز کروائی پھر سارے مشکیزے چیر دیئے۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں منفعت بھی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں' میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں' شراب میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لایئے میں سب مشکیزے چیر دوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں خود اس کو ضائع کروں گا۔'' ❶

سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب کے بارے میں چار آیتیں اتریں۔ پھر وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے ہماری دعوت کی ہم نے وہاں خوب شراب پی۔ یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ذکر ہے۔ جب ہم خوب نشہ میں ہو گئے تو آپس میں فخر کرنے لگے۔ انصار کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں اور قریش کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں۔ چنانچہ ایک انصاری نے اونٹ کی ایک بڑی ہڈی لے کر سعد رضی اللہ عنہ کی ناک پر دے ماری جس سے سعد رضی اللہ عنہ کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی بنا پر شراب کی حرمت نازل ہوئی جس کو مسلم نے بیان کیا ہے۔ ❷

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت کی یہ وجہ ہوئی کہ انصار کے دو قبیلوں نے خوب شراب پی۔ جب مست ہو گئے تو ایک دوسرے پر دست درازیاں کرنے لگے' اور جب نشہ اتر گیا تو کسی کے چہرے پر زخم آیا ہوا تھا تو کسی کے سر پر چوٹ آئی ہوئی تھی کسی کی داڑھی نچی ہوئی تھی۔ کوئی کہتا تھا کہ میرے فلاں ساتھی نے مجھے یہ زخم پہنچایا ہے چنانچہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے' حالانکہ پہلے آپس میں بڑی محبت تھی کینہ نہیں تھا۔ کہتے تھے کہ اگر یہ میرا ہمدرد ہوتا تو کبھی مجھے زخمی نہ کرتا۔ چنانچہ دشمنی بڑھ گئی اب اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت نازل فرما دی۔ لوگ کہنے لگے کہ مرے ہوؤں کا کیا ہو گا تو وحی اتری کہ جو مؤمن نیک عمل کر کے مر گئے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ❸

ابن بریدہ رحمہ اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک ٹیلے پر بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ ہم تین یا چار افراد تھے شراب کا مٹکا رکھا تھا دور چل رہا تھا کہ میں اٹھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اسی وقت تحریم خمر کی آیت اتری۔ میں فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں وحی سنائی۔ بعض نے شراب پی لی تھی' بعض نے کچھ پی تھی اور کچھ ہاتھ میں دھری رکھی تھی۔ کسی کے منہ سے شراب لگی ہوئی تھی۔ یہ سنتے ہی سب نے اپنی اپنی شراب زمین پر بہا دی۔ اور آخری آیت ﴿فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾ کو سن کر کہنے لگے (اِنْتَهَيْنَا رَبَّنَا) اے رب! ہم رک گئے۔ ❹ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد کی صبح میں لوگوں نے شراب پی تھی اور

---

❶ حاكم، ٤/ ١٤٤، وصححه ووافقه الذهبى وسنده حسن وانظر اتحاف المهرة، ٨/ ٢٨١؛ مشكل الآثار، ٣٣٤٢، بيهقى، ٨/ ٢٨٧۔

❷ احمد، ١/ ١٨١، ١٨٢، وهو صحيح، ابن حبان، ٦٩٩٢، مسند البزار، ١١٤٩، مسند الطيالسى، ٢٠٨، ابوعوانه، ٤/ ١٠٤، بيهقى، ٦/ ٢٦٩؛ یہ روایت مختصراً صحيح مسلم، ١٧٤٨، ترمذی، ٣١٨٩، میں بھی موجود ہے۔

❸ المعجم الكبير، ١٢٤٥٩، حاكم، ٤/ ١٤٢، بيهقى، ٨/ ٢٨٥، السنن الكبرىٰ، ١١١٥١، مجمع الزوائد، ٧/ ١٨، وسندہ حسن۔

❹ الطبرى، ١٠/ ٥٧٢ وسنده ضعيف۔

لڑائی میں اس روز اکثر شہید ہو گئے' یہ تحریم خمر سے پہلے کی بات ہے (1) تو اکثر یہودی کہنے لگے کہ جو لوگ قتل ہو گئے اور ان کے پیٹوں میں شراب تھی' تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نیک عمل کرنے والے مومنین پر کچھ آنچ نہیں جب کہ تحریم خمر سے پہلے شراب پی ہو۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص خیبر سے مدینے کی طرف شراب لا رہا تھا تا کہ یہاں لا کر بیچے اور جب مدینے پہنچا تو ایک مسلمان نے اس سے کہا کہ شراب تو حرام ہو گئی ہے تو اس نے لے جا کر ایک ٹیلہ پر رکھ دی' اور اسے کپڑوں سے ڈھانک دیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کیا شراب حرام ہو گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ کہنے لگا کیا میں مال لے جا کر واپس کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''شراب میں واپس کیے جانے کی بھی صلاحیت نہیں'' تو اس نے کہا کہ کیا میں اس شخص کو دے دوں جو اس کا کچھ معاوضہ ادا کرے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ بھی نہیں۔'' اس نے کہا کہ اس تجارت میں یتیموں کا بھی پیسہ لگا ہوا تھا جو میرے زیر پرورش ہیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب بحرین کا مال آئے گا تم میرے پاس آنا تو میں اس میں سے تمہارے یتیموں کا معاوضہ دے دوں گا۔'' پھر حرمت شراب کی مدینہ میں منادی ہو گئی۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے برتنوں سے ہمیں نفع اٹھانے کی اجازت دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ''برتنوں کے منہ کھول ڈالو' شراب بہا دو' چنانچہ شراب اتنی بہائی گئی کہ پست زمینوں میں شراب کھڑی ہو گئی تھی۔ (2) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے زیر پرورش یتیم ہیں کہ درثہ میں جن کو شراب ملی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بہا دو! سب بہا دو!'' ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس کا سرکہ بنالیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں۔'' (3) مسلم' ابوداؤد اور ترمذی سب نے اس کی تائید کی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ الى قوله ...... لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ یہی آیت تورات میں بھی ہے اللہ تعالیٰ نے حق کو اس لئے نازل کیا ہے کہ باطل کو نابود کر دے اور گانے بجانے کے آلات بربط' ستار' سارنگی' دف' طنبورے ان سب کو باطل کر دے۔ اللہ تعالیٰ اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ بعد از حرمت جو اس کو پیے گا' میں اس کو قیامت کے روز پیاسا رکھوں گا اور جو اس کو چھوڑ دے گا میں اس کو جنت کے پاکیزہ چشمہ سے شراب پلاؤں گا۔ (4)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے نشے کی وجہ سے ایک وقت کی نماز کھو دی تو گویا کہ ساری دنیا کی دولت اس کو حاصل تھی اور چھن گئی اور جس نے نشے کی وجہ سے چار وقت کی نماز کھو دی' تو اب اللہ کو حق ہے کہ اس کو (طینة الخبال) پلائے۔'' لوگوں نے کہا' (طینة الخبال) کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنمیوں کے جسم سے نچوڑی ہوئی گندگی۔'' (5)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''عقل پر پردہ ڈال دینے والی ہر پینے کی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے جو شخص کوئی نشہ آور چیز پیے گا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی لیکن اگر وہ توبہ کر لے تو توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اور چوتھی بار اگر شراب پیے تو اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ اس کو (طینة الخبال) پلائے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''(طینة الخبال) اہل نار

---

(1) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله ﴿انما الخمر والميسر والأنصاب والازلام ......﴾ ٤٦١٨۔

(2) مسند ابی یعلی، ١٨٨٤، وسنده حسن، عیسٰی بن جاریه حسن الحدیث وثقه الجمهور مجمع الزوائد، ٤/ ٩٢۔

(3) صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب تحریم تخلیل الخمر، ١٩٨٣، احمد، ٣/ ١١٩، ابوداود، ٣٦٧٥، ترمذی، ١٢٩٢ ، مسند ابی یعلٰی، ٤٠٤٥۔ (4) ابن ابی حاتم، ٤/ ١١٩٦۔

(5) احمد، ٢/ ١٧٨، وسنده حسن، بیهقی، ١/ ٣٨٩، حاکم، ٤/ ١٤٦۔

کی پیپ ہے اور جس نے کسی بچے کو شراب پلائی جو حرام حلال کو نہیں پہچانتا تو اس آدمی کو بھی (طینة الخبال) پلایا جائے گا۔'' ❶

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہیں کی تو آخرت کی شراب اس پر حرام ہے۔ ❷ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر نشیلی چیز خمر ہے اور حرام ہے۔ جو عمر بھر شراب پیتا رہا اور مر گیا اور توبہ نہیں کی تو وہ جنت کی شراب سے بالکل محروم رہے گا۔'' ❸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تین آدمی ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ ایک وہ جو اپنے والدین کی نافرمان اولاد ہے اور دوسرے ہمیشہ شراب پینے والا اور تیسرے احسان کر کے جتانے والا۔'' ❹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''احسان جتانے والا اور والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا یہ تینوں کبھی جنت میں نہیں جائیں گے۔'' ❺

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب سے بہت بچتے رہو کیونکہ وہ ساری برائیوں کی جڑ ہے۔ ایک واقعہ سنو کہ تم سے پہلے کے زمانے میں ایک شخص بڑا ہی عابد تھا۔ لوگوں کو چھوڑ چھاڑ کر بستی سے الگ تھلگ عبادت خانے میں عبادت کرتا رہتا تھا۔ ایک بدکار عورت کی اس پر نظر تھی' اس نے اپنی خادمہ کو بھیجا کہ ایک گواہی کے بہانے اس کو بلا لائے۔ وہ بے چارہ آ گیا۔ جب وہ کسی دروازہ کے اندر داخل ہوتا تو باہر سے اس کا دروازہ بند کر دیا جاتا یہاں تک کہ اس بدکار عورت تک پہنچے۔ اس کے پاس ایک بچہ اور شراب کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ وہ اس شیخ سے کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے تجھ کو کسی گواہی کے لئے نہیں بلایا ہے بلکہ اس لئے کہ یا تو میرے ساتھ رات گزارے یا یہ کہ اس بچے کو قتل کر دے یا یہ کہ شراب پئے۔ اس شیخ نے یہ مناسب جانا کہ دونوں گناہوں کی بہ نسبت شراب آسان گناہ ہے۔ چنانچہ اس نے شراب پی لی۔ اب وہ ایک جام کے بعد پے در پے اور جام مانگنے لگا۔ یہاں تک کہ شراب کے نشے میں اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا اور اس عورت کے ساتھ بھی رات گزاری اس لئے شراب سے بچو' وہ ساری برائیوں کی جڑ ہے' شراب اور ایمان کبھی ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے اگر شراب ہے تو ایمان نہیں' اگر ایمان ہے تو شراب نہیں ❻ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا اور چور جب چراتا ہوتا ہے تو مؤمن نہیں ہوتا' اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو مؤمن نہیں ہوتا۔'' ❼ جب قبلہ کے بدلنے کی آیت اتری تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ جو مر گئے اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' ان کا کیا ہوگا؟ تو وحی اتری کہ ان کی عبادت ضائع نہیں ہوگی۔ ❽

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس سے ناخوش =

---

❶ ابوداود، کتاب الاشربة، باب ما جاء فی السکر، ٣٦٨٠، وسنده حسن، بیهقی، ٨/ ٢٨٨۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب قول الله تعالیٰ ﴿انما الخمر والمیسر والانصاب......﴾ ٥٥٧٥، صحیح مسلم، ٢٠٠٣، احمد، ٢/ ١٩، مؤطا امام مالک، ٢/ ٧٤٦، بیهقی، ٨/ ٢٨٧۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب بیان ان کل مسکر خمر، ٢٠٠٣، ابوداود، ٣٦٧٩، ترمذی، ١٨٦١، ابن حبان، ٥٣٦٦۔

❹ نسائی، کتاب الزکاة، باب المنان بما اعطی، ٢٥٦٣، وسنده حسن، احمد، ٢/ ١٣٤، بیهقی، ٨/ ٣٨٨، حاکم، ١/ ١٤٦، ابن حبان، ٥٦۔ ❺ احمد، ٣/ ٤٤، وسنده ضعیف وهو حسن بالشواهد، انظر مسند احمد، ٢/ ١٣٤ وسنده حسن السنن الکبریٰ، ٤٩٢٠، ابویعلی، ١١٦٨۔ ❻ بیهقی، ٨/ ٢٨٧، ٢٨٨، وسنده حسن، النسائی، ٥٦٦٩، ٥٦٧٠۔

❼ صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب قول الله تعالیٰ ﴿انما الخمر والمیسر والانصاب......﴾ ٥٥٧٨ صحیح مسلم، ٥٧، ابوداود، ٤٦٨٩، ترمذی، ٢٦٢٥؛ احمد، ٢/ ٢٧٦، ابن حبان، ١٨٦، بیهقی، ١/ ١٨٦۔

❽ احمد، ١/ ٢٩٥، وسنده ضعیف وحدیث البخاری، ٤٤٨٦ یغنی عنه۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٤﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرلے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔ سو جو شخص اس کے بعد حد سے نکلے گا اس کے واسطے دردناک سزا ہے۔[۹۴] اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر بدلہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کردیں خواہ وہ بدلہ خاص چوپایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں تاکہ اپنے کیے کی شامت کا مزہ چکھے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ کو معاف کردیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔[۹۵]

= رہتا ہے اگر وہ مرجائے تو کافر مرے گا اور اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرلے گا۔'' ❶ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جب یہ آیت اتری کہ قبل از حرمت پینے پر الزام نہیں لگایا جائے گا تو مجھ سے کہا گیا کہ تم پر بھی کوئی الزام نہیں ہے۔'' ❷ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جوئے سے بچو اور چوسر اور شطرنج سے بچو یہ دونوں عجم کا جوا ہیں۔'' ❸

بحالت احرام شکار کرنے کا حکم: [آیت:۹۴۔۹۵] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزما رہا ہے شکار کی ممانعت کر کے خواہ کمزور شکار ہو یا چھوٹا ہو کہ دیکھیں حالت احرام میں تم ان کا شکار کرنے سے بچتے ہو یا نہیں' حتیٰ کہ لوگ اگر چاہتے تو اپنے ہاتھوں سے اس شکار کو پکڑ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ہونے سے بھی ممانعت فرما دی۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ چھوٹے شکاروں کو اور بچوں کو ہاتھوں سے بھی پکڑ سکتے تھے اور بڑوں کو تیر سے شکار کرکے۔ مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمرۂ حدیبیہ میں یہ آیت اتری کہ جہاں جنگلی چوپائے پرندے اور شکار ان کے ٹھکانوں میں ٹوٹ پڑنے لگے تھے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے۔ چنانچہ بحالت احرام ان کا شکار کرنے سے ممانعت کی گئی تاکہ ثابت ہوجائے کہ سراً وعلانیۃً کس سے اطاعت سرزد ہوتی ہے اور کس سے نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ ❹ ''جو اللہ تعالیٰ سے

---

❶ احمد، ٦/ ٤٦٠، وسنده حسن، مجمع الزوائد، ٥/ ٦٩۔

❷ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن مسعود وامه، ٢٤٥٩، ترمذی، ٣٠٥٣، مسند ابی یعلیٰ، ٥٠٦٤، حاکم، ٤/ ١٤٣۔ ❸ احمد، ١/ ٤٤٦، وسنده ضعيف ابراهيم الهجری ضعيف مشهور۔

❹ ٦٧/ الملك:١٢۔

ڈرتے ہیں‘ غیب پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر کریم ہے۔‘‘ یہاں اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اب اس کے بعد جو نافرمانی کرے اس کے لئے عذاب الیم ہے کیونکہ اس نے حکم الٰہی کی مخالفت کی ہے۔ پھر فرمایا کہ حالت احرام میں شکار نہ کرو۔ یہ نہی معنویت کے لحاظ سے تو حلال جانور اور ان کے بچوں پر بھی مشتمل ہے اور غیر ماکول پر بھی۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر ماکول کا شکار کرنا احرام والے کے لئے جائز ہے۔ لیکن جمہور علما تو ایسے شکار کو بھی جائز نہیں رکھتے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتے۔ اس کے سوا جو بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’پانچ چیزیں فاسق ہیں‘ احرام میں بھی ان کو قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ تکلیف پہنچانے والے جانور ہیں‘ کوا‘ چیل‘ بچھو‘ چوہا اور کاٹنے والا کتا۔‘‘ ❶ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’ان پانچ کو قتل کرنا محرم کے لئے گناہ نہیں۔‘‘ ❷ ایوب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سانپ کا کیا حکم ہے؟ تو نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سانپ کو مارنے میں بھی کیا شک ہے۔ علما کا اس میں اختلاف نہیں۔

امام مالک اور احمد اور دیگر علما رحمۃ اللہ علیہم نے بھونکنے والے کتے کے ساتھ بھیڑیے اور درندے شیر اور چیتے کو بھی شامل رکھا ہے کیونکہ ان کا ضرر تو کتے سے بھی زیادہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ زید بن اسلم اور سفیان رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ ہر حملہ کرنے والے درندے کا حکم کتے کے حکم میں شامل ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عتبہ بن ابی لہب پر بددعا کی تھی تو کہا تھا کہ ’’اے اللہ تعالیٰ اس پر شام میں اپنا ایک کتا مسلط فرما دے۔‘‘ چنانچہ مقام زرقاء میں اس کو ایک بھیڑیے نے پھاڑ کھایا تھا۔ ہاں ان کے سوا اگر وہ کسی اور جانور کو قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا۔ جیسے سوسمار یا لومڑی یا کفتار وغیرہ۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہی حکم ہے ان پانچ جانوروں کے بچوں کا بھی یا پھاڑنے والے جانوروں کے چھوٹے بچوں کا بھی کہ اگر محرم قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا خواہ حیوان غیر مأکول یا ان کے بچوں ہی کو قتل کیا ہو کیوں کہ اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں ہے اور غیر مأکول جانور پر بھی سبب شامل ہے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ احرام والا کاٹنے والے کتے کو اور بھیڑیے کو بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ بھیڑیا بھی بری کتا ہے لیکن ان دونوں کے سوا کسی اور کو قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا ہاں کوئی دوسرا درندہ حملہ کر بیٹھے تو قتل کر سکتا ہے فدیہ ادا کرنا ضروری نہیں۔ یہ اوزاعی اور حسن رحمہما اللہ کا قول ہے کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فدیہ دینا پڑے گا اگرچہ حملہ کرنے کی وجہ سے ہی مار ڈالا گیا ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوے سے مراد وہ کوا ہے کہ جس کے پیٹ اور پیٹھ پر سفیدی ہو سیاہ ہی نہ ہو۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کوے سے ہر عام کوا مراد ہے کیونکہ لفظ میں کوئی قید نہیں۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوا جب حملہ کرے یا تکلیف پہنچائے تو محرم صرف اس وقت اس کو قتل کر سکتا ہے بلا وجہ نہیں‘ اور مجاہد اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ قتل نہ کرے بلکہ اس کو ہانکے یا اس کو اڑا دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’سانپ بچھو اور چوہا ان کو قتل کر دیا جائے لیکن محرم کوے کو صرف اڑا دے قتل نہ کرے‘ اور کاٹنے والے کتے اور گدھ اور حملہ کرنے والے درندے‘ ان کو محرم قتل کر سکتا ہے۔‘‘ ❸

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جو جان بوجھ کر بہ حالت احرام شکار کرے گا اس کو اس شکار کے جیسا ہی دوسرا مویشی فدیہ میں دینا پڑے گا۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ حکم اس شخص سے متعلق نہیں جس نے خطا سے کسی جانور کو قتل کیا ہو‘ بلکہ عمداً قتل کرنے کی قید ہے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم، فلیغمسه...... ۳۳۱٤؛ صحیح مسلم، ۱۱۹۸۔

❷ صحیح بخاری حواله سابق، ۳۳۱٤؛ صحیح مسلم، ۱۱۹۹؛ مؤطا امام مالك، ۱/ ۳۵٦۔

❸ ابوداود، کتاب المناسك، باب ما يقتل المحرم من الدواب، ۱۸٤۸، وسنده ضعيف يزيد بن ابی زياد راوی ضعيف ہے۔ ترمذی، ۸۳۸؛ ابن ماجه، ۳۸۹؛ احمد، ۳/ ۳؛ بيهقی، ۵/ ۲۱۰۔

اور ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں ﴿مُتَعَمِّدًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ کسی نے اپنی حالت احرام کو بھول کر قتل صید کا قصد کیا ہو ورنہ احرام کی حالت یاد رہنے کے باوجود ارادۃً قتل صید کرے تو اس کا گناہ تو کفارہ کی سزا سے بھی بہت بڑھا چڑھا ہے اس کا تو احرام ہی باطل ہو جاتا ہے۔ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ قصداً اور بھول کر قتل کرنے والا دونوں کفارہ ادا کرنے میں برابر ہیں۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قرآن سے تو دلالت ہوتی ہے عمداً قتل کرنے والے پر لیکن حدیث سے بھول کر قتل کرنے والا بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ قرآن سے ثابت ہوا ہے اس کو کفارہ بھی دینا ہوگا اور وہ گنہگار بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کو اپنے گناہ کی سزا چکھنی پڑے گی' لیکن جو گزر گیا سو معاف ہے اور اگر کسی نے پھر ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔ احکام نبی اور احکام اصحاب سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ خطا سے قتل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ دینا پڑے گا جیسا کہ عمداً قتل کرنے کی صورت میں از روئے قرآن دینا پڑتا ہے کیونکہ اگر شکار کو قتل کیا گیا تو یہ شکار کو تلف کرنا ہوگا اور جب عمداً تلف کرے تو تاوان ادا کرنا پڑتا ہے اور خطا سے تلف کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عمداً شکار کرنے والا کفارہ کے ساتھ گنہگار بھی ہوا لیکن خطا والا گنہگار نہیں ہوا۔

قولہ تعالیٰ ﴿فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ بعض نے جزاء کو مضاف بنا کر پڑھا ہے بعض نے عطف قرار دے کر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿فَجَزَآءُ﴾ باضافت پڑھتے ہیں۔ لیکن ہر طرح پڑھنے میں بھی مالک' شافعی' احمد اور جمہور علما رحمہم اللہ کی دلیل قائم رہتی ہے کہ صید شدہ جانور کے مثل کی جزا اپنی جگہ واجب رہتی ہے بشرطیکہ اس جیسا یا اس کے قریب کوئی پالتو جانور ہوتا کہ وہی دے دے ورنہ اس کی قیمت دے دے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صید مقتول پالتو جانور کے مشابہ ہو یا غیر پالتو کے ہر صورت میں اس کا مثل دینے کے بجائے قیمت ہی دینا چاہئے اور اس شکاری کو اختیار ہے کہ چاہے اس کی قیمت صدقہ کر دے یا قربانی کا کوئی جانور خرید لے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مثل دینے کا جو حکم لگایا ہے وہ ہمارے لئے زیادہ قابل اتباع ہے۔ انہوں نے حکم لگایا ہے کہ شتر مرغ کا شکار کیا تھا تو اونٹ کفارے میں دو اور جنگلی گائے کے شکار میں گھریلو گائے اور ہرن کے شکار میں بکری۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہ فیصلے کتاب الاحکام میں سب کے سب مذکور ہیں۔ لیکن جہاں کوئی صید مثلی نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی پالتو جانور کے مشابہ ہو وہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما حکم لگاتے ہیں کہ اس کی قیمت مکے روانہ کر دی جائے۔ بیہقی اس کے راوی ہیں۔

قولہ تعالیٰ ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ یعنی اس کفارہ کا فیصلہ کرنے کے لئے دو عادل مسلمان نامزد کئے جائیں جو یہ فیصلہ کریں کہ مثلی شکار میں مثلی جانور دیا جائے یا غیر مثلی میں قیمت دی جائے۔ اگر علما کا اختلاف ہے تو صرف اس بارے میں ہے کہ ان دو حکموں میں ایک حکم خود شکاری بھی بنایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے کہ اس صورت میں اپنا حکم اپنے ہی پر نافذ کرنا لازم آئے گا جس سے متہم ہونے کا اندیشہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا قول ہے کہ بنایا جا سکتا ہے اس لئے کہ آیت بالکل عام ہے اس میں کوئی اس قسم کی قید نہیں۔ یہ امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔ پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی قضیہ کے اندر حاکم خود محکوم نہیں بنایا جا سکتا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بحالت احرام ایک شکار کر لیا ہے' اب مجھ پر کیا جزا ہے۔ آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے جو پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے پوچھا کہو تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟ تو اعرابی نے کہا میں تو تمہارے پاس آیا کہ تم خلیفۂ رسول اللہ ہو لیکن تم خود دوسرے سے پوچھتے ہو۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم کیوں اعتراض کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ دو عادل مسلمان مل کر کوئی حکم لگائیں۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھی سے

مشورہ کیا۔ ہم دونوں جس بات پر متفق ہو جائیں گے تجھ کو اپنا فیصلہ سنا دیں گے۔ یہاں اسی بات کا احتمال تھا چنانچہ صدیق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اعرابی جاہل ہے اور عادلین کے مسئلہ سے واقف نہیں تو نرمی اور ملائمت سے اسے سمجھا دیا کیونکہ جہل کی دوا تعلیم ہے۔

لیکن معترض اگر صاحب علم ہو تو جیسا کہ ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ابن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ حج کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اور ہم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی سواریوں کے پیچھے پیچھے پیدل چلتے اور باتیں کرتے رہتے۔ ایک دن صبح ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ہرن دکھائی دیا۔ ہمارے ایک ساتھی نے اس کے ایک پتھر مارا وہ نشانہ پر پہنچا اور ہرن مر گیا۔ یہ شخص ہرن کو مردہ چھوڑ کر سوار ہو کر چل دیا۔ ہم نے اس شخص پر سخت اعتراض کیا اور جب مکے پہنچے تو میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے تھے گورے چٹے' چاندی کی طرح سفید۔ یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے' کچھ باتیں کیں پھر اس آدمی سے پوچھا کیا تو نے عمداً اس کو مارا یا خطاءً؟ اس نے کہا پتھر تو میں نے ارادۃً مارا تھا لیکن اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ارادۃً اور خطاءً دونوں کے درمیان تجھ سے عمل سرزد ہوا تھا۔ چنانچہ ایک بکری لے اس کو ذبح کر اس کا گوشت صدقہ کر دے اور اس کی کھال گھر کے کام میں لا۔ اب ہم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا اللہ تعالیٰ کے حدود شریعت کی عزت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ جو کچھ تو نے پوچھا تھا' امیر المؤمنین خود اس سے واقف نہ تھے۔ حتیٰ کہ اپنے ساتھی سے پوچھا۔ اب تو معافی کے طور پر اپنی ناقہ کو ذبح کر دے۔ ممکن ہے کہ اس تیرے جرم کی مکافات ہو جائے۔ قبیصہ کہتے ہیں کہ مجھے سورۂ مائدہ کی عادلین والی آیت یاد ہی نہیں آئی تھی۔ میرے اس مشورہ کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ وہ درہ لئے آ پہنچے' میرے ساتھی پر ایک کوڑا برسایا اور کہنے لگے کیا تو حرم میں قتل کرتا ہے اور حکم میں بیوقوف کو حکم بناتا ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے کہا' اے امیر المؤمنین اگر آپ نے مجھے مارا تو اس ناروا مار کو میں معاف نہیں کروں گا۔ تو کہنے لگے' اے قبیصہ بن جابر! تو نوجوان ہے کھلے دل والا خوب بولنے والا ہے لیکن اگر کسی نوجوان میں نو عادتیں بھی اچھی ہوں اور صرف ایک بری ہو تو وہی ایک ساری اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ نوجوانی کی لغزشوں سے محتاط رہ۔

عبداللہ بن جریر البجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بحالت احرام ایک ہرن کا میں نے شکار کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنے دو ساتھیوں کو لاؤ تاکہ وہ دونوں تم پر اپنا فیصلہ صادر کریں۔ میں عبدالرحمٰن اور سعد رضی اللہ عنہما کو لے آیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ میں ایک موٹا تازہ بکرا فدیہ دوں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اربد نے ایک ہرن کو بحالت احرام روند کر قتل کر دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ لینے کے لئے آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ساتھ فیصلے کے لئے ایک اور حکم تو خود بن جا۔ چنانچہ دونوں نے ایک پالتو بکری کفارے میں قرار دی جو گھر کا پانی اور چارہ کھا کر خوب تازہ ہو گئی تھی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے عادلین والی آیت پڑھی۔ یہ واقعہ اس بات کے جواز پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل خود حکمین عادلین میں سے ایک ہو سکتا ہے جیسا کہ شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ پھر اس میں بھی علما کا اختلاف ہے کہ آئندہ زمانے میں بھی جب کبھی کسی مجرم سے یہ جرم سرزد ہو تو اسی وقت کے دو حکم چاہئیں یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلے ایسے مسائل کے وقت جو صادر ہو چکے ہیں ان کی روشنی میں فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ اس میں دو قول ہیں۔ احمد اور شافعی رحمہم اللہ کہتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں جو فیصلے دے دیئے ہیں ان کی پیروی کی جائے اور ان دونوں نے اسی کو شرعی فیصلہ قرار دیا ہے اس سے انحراف نہ کیا جائے اور جس میں صحابہ کا کوئی حکم موجود نہ ہو تو پھر اپنے زمانے کے عادلین کی طرف رجوع کریں۔ مالک اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ حکم اپنے اپنے زمانے کے ہر ہر فرد پر الگ الگ لگے گا اور اپنے

زمانے ہی کے عادل قرار پائیں گے خواہ صحابہ کا کوئی حکم اور فتویٰ موجود ہو کہ نہ ہو کیونکہ اللہ پاک نے "منکم" کا لفظ فرمایا ہے اور پہلے زمانے کے صحابہ اس وقت تمہاری جماعت کے افراد تو نہیں ہیں۔

وقولہ تعالیٰ ﴿هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ﴾ یعنی یہ قربانی کعبے تک پہنچائی جائے' وہیں ذبح کی جائے اور حرم ہی کے مساکین پر اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں' سب بالاتفاق یہ رائے رکھتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ﴿اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا﴾ یعنی محرم اگر شکار مقتول کا مثل نہ پائے یا شکار مقتول اس قسم کا جانور ہی نہ ہو کہ گھریلو جانور سے مشابہت رکھے تو پھر جزا اور اطعام اور صیام کے بارے میں اختیار ہے اور قرآن پاک میں ﴿اَوْ﴾ اختیار ہی کے معنی میں آیا ہے اور یہی قول ہے مالک اور ابوحنیفہ' ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہم کا نیز شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول ایسا ہی ہے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول مشہور یہی ہے کہ ﴿اَوْ﴾ اختیار دینے کے مقصد سے لایا گیا ہے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اختیار کے مقصد سے نہیں بلکہ ترتیب اور سلسلہ بتانے کے لئے ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ قیمت کے برابر آ کر ٹھہر جائے اور صید مقتول کی تلافی ہو جائے۔ یہ مالک اور ابوحنیفہ اور حماد اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ہے لیکن شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ قیمت بدل ہو اور اس جانور کا کہ اگر موجود ہوتا تو کیا قیمت ہوتی۔ پھر اس رقم سے اناج خرید لے اور صدقہ کر دے اور ہر مسکین کو ایک مد یعنی ۵۶ تولہ غلہ دے۔ یہ مسئلہ شافعی اور مالک اور علمائے حجاز کے نزدیک ہے اور ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کہتے ہیں کہ ہر مسکین کو دو مد دیئے جائیں۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں گیہوں ہوں تو ایک مد اور دوسرا غلہ ہو تو دو مد' پس اگر یہ نہ دے سکے تو روزے رکھے یعنی ایک مسکین کو جتنے دن کھانا کھلایا جاتا ہے اتنے دن روزے رکھے۔ دوسروں کا قول ہے کہ ہر صاع کے بدلے جو نہ دیا جا سکا ایک روزہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ ایک فرق اناج چھ آدمیوں میں تقسیم کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔ [1] ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۲۵ تولے کا ہوتا ہے۔ اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ کہاں کھلائیں۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حرم میں کھلائیں۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس جگہ کھلائیں جہاں شکار کو قتل کیا تھا یا وہیں کہیں قریب میں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس کی کوئی تخصیص نہیں کہیں بھی کھلائیں' خواہ حرم ہو یا غیر حرم یا کوئی اور مقام ہو۔

اس مسئلہ کے متعلق سلف کے اقوال: اس آیت سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ محرم جب صید کرے تو ویسا ہی جانور اس پر لازم آتا ہے اگر کفارے کے لئے ویسا ہی چوپایہ نہ ملے تو اس کی قیمت دیکھی جائے گی قیمت سے پھر طعام کا اندازہ لگایا جائے گا۔ پھر ہر نصف صاع اناج کے بدلے ایک روزہ رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفارہ طعام اور صیام کے ذریعے قرار دیا ہے جب طعام پایا جائے تو اسی سے کفارہ ادا کیا جا سکے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفارہ کا جانور کعبہ کو بھیجا جائے یا مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا اسی کے برابر روزے رکھے جائیں۔ جب محرم نے شکار کو قتل کیا تو اسی کے مثل چوپایہ اس پر لازم آیا۔ اگر کسی نے ہرن یا اس کے مثل جانور قتل کیا تو اس پر بکری لازم آئے گی جو مکے بھیج کر ذبح کی جائے گی۔ اگر نہ ہو سکے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تین روزے رکھے جائیں گے۔ اگر کسی نے اونٹ یا اونٹ کے مثل جانور کو قتل کیا تو اس پر گائے واجب ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو بیس مسکینوں کو کھلائے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بیس روزے رکھے اور اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ کو مارے تو ایک اونٹنی اس پر واجب ہوگی نہ ہو سکا تو تیس مسکینوں کو کھلائے ورنہ تیس دن کے روزے رکھے۔ ابن جریر نے بھی یہی کہا ہے لیکن یہ اور زیادہ کیا ہے کہ طعام ہر ایک =

[1] صحیح بخاری، کتاب المحصر، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿او صدقة﴾ ۱۸۱۵؛ صحیح مسلم، ۱۲۰۱۔

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۗ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾

ترجمہ: تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے انتفاع کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔[٩٦] اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے ہوں یہ اس لئے تا کہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں۔[٩٧] تم یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں۔[٩٨] رسول اللہ ﷺ کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔[٩٩]

= کو ایک ایک مد دیا جائے تا کہ پیٹ بھر کر ملے۔ عطاء اور مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طعام ایک ایک مد اس شخص کے لئے ہے جو قربانی کا جانور کعبے تک نہ پہنچا سکتا ہو۔ سدی کا کہنا ہے کہ اس اختیار میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے اور ابراہیم النخعی رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ہر طرح اس کو اختیار ہے چاہے جو کفارہ پسند کرے۔

قولہ تعالیٰ ﴿لِيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ﴾ تا کہ وہ کرتوت کی سزا پالے یعنی ہم نے کفارہ اس پر اس لئے واجب کیا ہے کہ ہمارے حکم کی جو اس نے مخالفت کی ہے اس کی سزا پالے لیکن زمانہ جاہلیت میں جو کچھ ہوا وہ اس شخص کے لئے معاف ہے جس نے اسلام میں اچھے کام کئے۔ پھر فرمایا کہ ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ یعنی اسلام میں آنے کے بعد اور اس کی ممانعت کے باوجود جس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا اور وہ سرکشوں سے انتقام لینے والا ہے لیکن جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا وہ معاف ہے اور اس سوال کا جواب بھی نفی میں ہے کہ کیا امام وقت اس کی کوئی سزا قرار دے سکتا ہے؟ یعنی امام کو سزا دینے کا حق نہیں ہے۔ یہ گناہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔ ہاں اس کو امام کے سزا نہ دینے کے باوجود فدیہ تو ضرور ہی دینا پڑے گا۔ اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کفارے ہی کے ذریعہ انتقام لے گا اور انتقام کی یہی صورت ہو گی۔

جمہور سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ محرم نے جب شکار کو قتل کر دیا تو اس پر فدیہ دینا واجب ہو گیا اور پہلی یا دوسری یا تیسری خطا میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ کتنی ہی دفعہ ہو۔ فعل خطا اور فعل عمد سب حکم میں برابر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محرم سے خطا اگر

قتل صید سرزد ہوا تو اس پر ہر قتل کے وقت یہ حکم صادر ہوگا۔ لیکن اگر وہ عمداً قتل کرے تو پہلی دفعہ میں تو یہ سزا اس پر عائد ہوگی لیکن دوسری دفعہ میں اس سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے انتقام لے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی فرما دیا ہے کہ دوبارہ کرے تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب احرام نے شکار کیا اس پر فدیہ کی سزا عائد کی گئی۔ اس نے دوبارہ یہ جرم کیا تو آسمان سے آگ اتری بجلی گری اور اسے جلا دیا' یہی معنی ﴿فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں غالب ہے کوئی اس کو مغلوب نہیں کرسکتا۔ وہ انتقام لینا چاہے تو کون ہے کہ روکے۔ ساری کائنات اس کی مخلوق ہے حکم بس اسی کا چلتا ہے سرکشوں کو وہ سزا ضرور دے گا۔ اس کی صفت انتقام کا یہی اقتضا ہے۔

احرام کی حالت میں سمندری شکار کا حکم: [آیت:۹۶-۹۹] تمہارے لئے سمندر کا تازہ شکار حلال ہے اور جو مچھلی سکھا کر زادِ راہ بنائی جاتی ہے وہ بھی تمہارے لئے اور اہل قافلہ کیلئے جائز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ شکار جو سمندر سے زندہ حاصل کیا گیا ہے مراد ہے اور لفظ ﴿طَعَامُهٗ﴾ سے وہ مراد ہے کہ جسے سمندر نے مار کر ساحل پر پھینک دیا ہو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طعام سے ہر وہ چیز مراد ہے جو سمندر میں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو کہا کہ صید بحر تمہارے لئے حلال ہے اور نہ شکار کیا ہوا لیکن سمندر کا پھینکا ہوا وہ بھی تمہارے استفادہ اور زادِ راہ کی چیز ہے۔ ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سمندر نے تو زندہ پھینکا ہو لیکن خشکی پر آ کر مر گیا ہو وہ طعام ہے۔ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ سمندر بہت سی مردہ مچھلیاں ساحل پر لا ڈالتا ہے کیا ہم کھا سکتے ہیں تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ نہ کھانا۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گھر واپس ہوئے قرآن کھولا اور یہ آیت دیکھی ﴿طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ﴾ تو کہا جاؤ اور کہہ دو کہ کھا لیا کرو کیونکہ سمندر کی چیز کو اللہ تعالیٰ طعام کہتا ہے۔ ابن جریر بھی یہی کہتے ہیں کہ ''طعام'' سے سمندر کی مردہ مچھلیاں ہی مراد ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ''سمندر کی موجوں سے مردہ آئی ہوئی مچھلی طعام ہے۔'' متاعٌ سے مراد منفعت اور قوت ہے۔ سیارہ جمع ہے سیار کی عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو سمندری مقامات پر رہتے ہیں وہ تو تازہ تازہ شکار کر لیتے ہیں اور جو مر جائیں ان کو سکھا کر ذخیرہ کر رکھتے ہیں یا شکار کر کے رکھ چھوڑتے ہیں اور یہ مسافرین اور ساحلی مقامات سے دور رہنے والوں کے لئے زادِ راہ کا کام دیتا ہے۔ جمہور نے ماہی مردہ کے حلال ہونے پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا۔ یہ تین سو آدمی تھے میں بھی شامل تھا۔ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادِ راہ ختم ہو گیا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سارے لشکر میں سے سب کا زادِ راہ لا کر جمع کر دیں۔ میرے پاس کھجور زادِ راہ تھی۔ ہم اس میں سے ہر روز تھوڑا تھوڑا کھاتے تھے۔ آخر کار وہ ذخیرہ ختم ہوا اور رسد کے طور پر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ ہم لوگ خود اب مرنے کے قریب ہو گئے لیکن سمندر تک آ پہنچے تھے۔ ساحل پر دیکھا کہ ایک مچھلی ٹیلے کے مانند چوڑی چکلی پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے سارے لشکر نے اس کو تیرہ دن تک کھایا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس مچھلی کی دو پسلیوں کو بصورت کمان قائم کرنے کا حکم دیا۔ اس کمان کے نیچے سے ایک اونٹنی سوار گزر گیا اور اس کے بالائی حصے کو چھو نہ سکا۔ جابر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ساحل بحر پر ایک بلند ٹیلہ سا معلوم ہوا' دیکھا تو وہ دریائی جانور مرا پڑا تھا جس کو عنبر کہتے تھے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو میت ہے پھر کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں بھوک سے مجبور ہو گئے ہیں' تازہ تازہ گوشت ہے خوب کھاؤ۔ ہم وہاں ایک مہینہ ٹھہرے رہے ہم تین سو آدمی تھے۔ کھا کھا کر خوب موٹے ہو گئے۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلوں کے اندر سے ہم مٹکے بھر بھر کر روغن نکالتے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لئے تھے جیسے گائے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس

کی آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمیوں کو بٹھایا تھا۔ اس کی ایک پسلی لے کر بصورت کمان زمین پر قائم کی گئی تو بڑے سے بڑا اونٹ اس کے نیچے سے نکل گیا۔ ❶ غرض یہ کہ وہ مچھلی اس قدر بڑی تھی۔ پھر ہم نے اس کا گوشت سکھا کر زادِ راہ بنا لیا۔ جب مدینے پہنچے اور نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا کہ ''یہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا رزق تھا اگر تمہارے ساتھ کچھ ہے تو لاؤ ہمیں بھی کھلاؤ'' ہم نے آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ بھیجا' آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔ ❷ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لشکر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا جب کہ یہ مچھلی پائی گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں' نہیں نبی اکرم ﷺ ساتھ نہیں تھے اور وہ دوسرا واقعہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں' واقعہ ایک ہی ہے۔ پہلے واقعہ میں نبی اکرم ﷺ ساتھ تھے' پھر نبی اکرم ﷺ نے جب دوسرا لشکر بھیجا تھا تو اس کے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھے اور یہ واقعہ اسی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ والے لشکر کا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سے سوال کیا' یارسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا سا پانی ساتھ رکھ سکتے ہیں' اگر اس سے وضو کر لیا کریں تو پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم اب سمندر سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کی مردہ مچھلی حلال ہے۔'' ❸ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی یہی مروی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج یا عمرہ میں ساتھ تھے تو ایک ٹڈیوں کے لشکر سے ہمارا سامنا ہوا۔ ہم اپنی لکڑی سے انہیں مارتے تھے' وہ مر کر ہمارے پاس گر پڑتی تھیں۔ ہم نے آپس میں کہا کہ اب ہم کیا کریں' ہم تو حالت احرام میں ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے ہم نے پوچھا تو فرمایا کہ ''صید بحر کی ممانعت نہیں ہے۔'' ❹ نبی علیہ السلام نے جب ٹڈیوں پر بددعا کی تھی تو کہا تھا کہ ''اے اللہ! چھوٹی بڑی سب ٹڈیوں کو ہلاک کر دے' ان کے انڈوں کو ضائع کر کے افزائش نسل سے روک دے تاکہ یہ ہمارا غلہ اور ہماری فصلیں اور ہمارے باغات و درخت تباہ نہ کر دیں۔ تو مجیب الدعوات ہے۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! یہ بھی گویا ایک الٰہی فوج ہے آپ اس کے قطع نسل کی بددعا کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ ٹڈیاں بھی سمندر کی مچھلیوں کی نسل سے ہوتی ہیں۔'' زیاد بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے خود اس شخص نے بیان کیا جس نے مچھلی سے ٹڈی پیدا ہوتے دیکھی ہے۔ ❺ یہ حدیث صرف ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حرم میں ٹڈی کا شکار کرنے کی ممانعت کی ہے اور بعض فقہا نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ تمام آبی جانور کھائے جا سکتے ہیں اور اس میں کسی چیز کا استثنا نہیں ہے۔ بعض نے مینڈکوں کو مستثنیٰ کیا ہے اور اس کے سوا باقی کو جائز رکھا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مینڈک کو مارنے کی ممانعت کی ہے اور

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الشركة، باب الشركة في الطعام ...... ٢٤٨٣؛ صحيح مسلم، ١٩٣٥؛ مؤطا امام مالك، ٢/ ٩٣٠؛ ابن حبان، ٥٢٦٢؛ بيهقي، ٩/ ٢٥٢۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب الصيد، باب اباحة ميتات البحر، ١٩٣٥؛ صحيح بخاري، ٤٣٦٢؛ مختصرًا، ابوداود، ٣٨٤٠؛ احمد، ٣/ ٣٠٣؛ مسند ابي يعلى، ١٩٢٠؛ ابن حبان، ٥٢٦٠۔

❸ ابوداود، كتاب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، ٨٣، وسنده صحيح، ترمذي، ٦٩؛ نسائي، ٣٣٣؛ ابن ماجه، ٣٨٦؛ احمد، ٢/ ٣٦١۔ ❹ ابوداود، كتاب المناسك، باب الجراد للمحرم، ١٨٥٤، وسنده ضعيف جداً، ترمذي، ٨٥٠؛ ابن ماجه، ٣٢٢٢؛ احمد، ٢/ ٤٠٧، اس کی سند میں ابوالمہزم یزید بن سفیان ضعیف راوی ہے۔ (الميزان، ٤/ ٤٢٦، رقم: ٩٧٠١)

❺ ابن ماجه، كتاب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد، ٣٢٢١ وسنده ضعيف جداً، ترمذي، ١٨٢٣؛ اس کی سند میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم متروک راوی ہے۔ (الميزان، ٤/ ٢١٨، رقم: ٨٩١٤)

فرمایا ❶ کہ ''اس کی آواز اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے۔'' ❷ دوسروں نے کہا ہے کہ مچھلی کھالی جائے لیکن مینڈک نہ کھائیں۔ان دونوں کے ماسوا میں اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں کہ بری ماکول جانوروں کے مشابہ جو بحری جانور ہیں وہ کھائے جائیں اور جو بر کے جانور نہیں کھائے جاتے ہیں بحر کے بھی ایسے جانور نہ کھائے جائیں۔یہ سب اختلاف بر بنائے مذہب شافعی ہے۔

اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سمندر میں جو مچھلی مرگئی وہ نہ کھائی جائے' جیسا کہ خشکی کا مرا ہوا جانور بھی نہیں کھایا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ''تم نے سمندر سے جو شکار کیا تھا اور وہ زندہ تھا پھر مرگیا تو کھاؤ اور جس مردہ مچھلی کو موجوں نے بہا کر کنارے لا ڈالا ہو تو نہ کھانا۔'' ❸ جمہور نے اصحاب مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ سے حدیث عنبر کے ذریعہ اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سمندر کا پانی طاہر ہے اور اس کا مردہ حلال ہے اس لئے وہ ایسی مچھلی کو بھی جائز رکھتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہمارے لئے دو مردہ جانور اور دو خون جائز ہیں۔دو مردہ جانور تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔'' ❹

احرام کی حالت میں بری شکار کا حکم: قولہ ﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ یعنی حالت احرام میں تم کو بر کا شکار کرنا حرام ہے۔اگر عمداً ایسا کرو گے تو گنہگار بھی ہو گے اور تاوان بھی دینا پڑے گا اور خطا سے کیا ہے تو تاوان دینے کے بعد سزا اٹھ جائے گی لیکن اس شکار کا کھانا حرام ہوگا اس لئے کہ وہ اس کے حق میں مثل میتہ کے ہے اور امام شافعی و مالک رحمہما اللہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ احرام والوں اور غیر احرام والوں سب کے لئے اس کا کھانا حرام ہے۔پس وہ شکاری اگر اس میں سے کچھ کھالے تو کیا اس پر دگنا فدیہ لازم آ جائے گا۔اس میں علما کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ ہاں دگنا فدیہ لازم آئے گا۔عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر محرم شکاری اس کو ذبح کرے اور کھالے تو دو کفارے لازم آئیں گے۔ایک جماعت علما کا مذہب یہی ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے کھانے پر دوسرا فدیہ لازم نہ آئے گا۔مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ابوعمر کہتے ہیں کہ زانی نے حد ماری جانے سے پہلے بار بار وطی کی تو اس پر ایک ہی حد واجب ہوگی۔ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اپنے شکار کا گوشت کھا لینے پر اپنی غذا کی قیمت دینی لازم آئے گی اس سے زیادہ نہیں۔ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں محرم پر صرف کفارہ لازم آئے گا اور اس صید میں سے کھانا اس کے لئے حلال ہے لیکن میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس میں سے کھائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''بہ حالت احرام صید بر تم پر حلال ہے بشرطیکہ خود تم نے اس کا شکار نہ کیا ہو اور نہ تمہارے لئے شکار کیا گیا ہو۔'' ❺ اس حدیث کا بیان آگے آئے گا لیکن شکاری کے لئے اس کا کھانا جائز قرار دینا یہ عجیب بات ہے لیکن غیر شکاری کے لئے محرم کے شکار کے بارے میں اختلاف ہے اور ہم نے سابق میں بیان کر دیا ہے کہ جائز نہیں لیکن بعض لوگ غیر شکاری کو اس کا کھانا جائز کہتے ہیں اور محرم اور غیر محرم سب کو یکساں قرار دیتے ہیں۔

---

❶ ابوداود، کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة، ٣٨٧١، وهو صحیح، نسائی، ٤٣٦٠، احمد، ٣/ ٤٥٤۔

❷ المعجم الأوسط، ٣٧٢٨، وسنده ضعیف، العظمة لابی الشیخ، ٥/ ١٢٢٦، ابن عساکر، ١/ ٢٧٠۔

❸ ابوداود، کتاب الاطعمة، باب فی أکل الطافی من السمك، ٣٨١٥، وسنده ضعیف ابوالزبیر مدلس کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔

❹ سورۃ البقرہ میں اسکی تخریج گزر چکی ہے۔ ❺ ابوداود، کتاب المناسك، باب لحم الصید للمحرم، ١٨٥١، وسنده ضعیف، ترمذی ٨٤٦، نسائی، ٢٨٣٠، دارقطنی، ٢/ ٢٩٠، حاکم، ١/ ٤٥٢، بیهقی، ٥/ ١٩٠، ابن حبان، ٣٩٧١، اس کی سند میں مطلب بن عبداللہ بن حنطب کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو! تا کہ تم کامیاب ہو۔[۱۰۰] اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جائیں۔ سوالات گزشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑے حلم والے ہیں۔[۱۰۱] ایسی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں کا حق نہ بجا لائے۔[۱۰۲]

جب غیر محرم شکار کرے اور محرم کو ہدیہ بھیجے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ محرم کے لئے مطلقاً جائز ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ خود اس کے لئے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے غیر محرم کے شکار کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کا کھانا محرم کو حلال ہے تو فتویٰ دیا کہ ہاں کھا سکتا ہے۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہیں علم ہوا تو کہا کہ اس کے خلاف اگر تم فتویٰ دیتے تو میں تمہیں سزا دیتا لیکن دوسرے لوگ بالکل یہ ناجائز سمجھتے ہیں۔ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ ﴿حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ کی آیت عام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ محرم کے لئے "اکل لحم صید" مکروہ کہتے ہیں اور مالک و شافعی اور احمد رحمہم اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ غیر محرم نے اگر محرم کی خاطر شکار کیا ہو تو محرم کو اس کا کھانا اب جائز نہیں۔ صعب بن جثامہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گورخر ہدیہ بھیجا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجنے والے کے چہرے پر کچھ آثار رنج محسوس کئے تو فرمایا کہ "میں تو صرف محرم ہونے کی وجہ سے نہیں کھاتا ہوں۔" یہ حدیث بخاری و مسلم ❶ میں الفاظ کثیرہ کے ساتھ ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا تھا کہ یہ صرف آپ کی خاطر شکار کیا گیا تھا اس لئے واپس کیا اور اگر کوئی شکار محرم کے واسطے نہ کیا گیا ہو تو محرم کے لئے اس کا کھانا جائز ہے کیونکہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے ایک گورخر شکار کیا تھا اور وہ محرم نہیں تھے اور ان کے اصحاب محرم تھے تو وہ اس کے کھانے سے باز رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا تم میں سے کسی نے شکاری کو شکار کرنے کے لئے شکار بتایا تھا یا اس کے قتل میں مدد دی تھی؟" تو اصحاب نے کہا' نہیں۔ تو فرمایا کہ "پھر تو کھاؤ اور خود آپ نے بھی کھایا۔" ❷

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "صید بر تمہارے لئے حلال ہے بشرطیکہ خود تم نے بحالت احرام شکار نہ کیا ہو یا تمہارے ایما سے یا تمہارے مقصد سے شکار نہ کیا گیا ہو۔" ❸ عامر بن ربیعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جب وہ عرج میں تھے اور محرم تھے سردی کا زمانہ تھا دیکھا کہ آپ نے اپنا چہرہ ارغوانی چادر سے چھپا لیا تھا۔ پھر

❶ صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب اذا اھدی للمحرم حمارا وحشیا حیا لم یقبل، ۱۸۲۵؛ صحیح مسلم، ۱۱۹۳۔

❷ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۱۸۲۴؛ صحیح مسلم، ۱۱۹۶۔ ❸ ابوداود، کتاب المناسك، باب لحم الصید للمحرم، ۱۸۵۱، وسندہ ضعیف؛ ترمذی، ۸۴۶؛ نسائی، ۲۸۳۰، اس کا حکم پہلے گزر چکا ہے۔

شکار کا گوشت لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ''تم لوگ کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا کیونکہ شکار میری خاطر کیا گیا ہے اور تمہاری خاطر نہیں کیا گیا ہے۔'' ❶

رزق حلال پر قناعت: [آیت:۱۰۰۔۱۰۲] اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ خبیث اور طیب دونوں برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ خبیث کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔ اے انسان تھوڑی سی حلال چیز جو نافع ہو وہ اس کثیر حرام سے بہتر ہے جو مضرت بخش ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کم چیز اور کفایت کرنے والی چیز اچھی ہے کثیر چیز سے جو اللہ تعالیٰ سے غافل بنانے والی ہے۔ ❷ ثعلبہ بن حاطب الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بہت سا مال عطا فرمائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کرو وہ اس کثیر سے اچھا ہے جس کا شکر ادا نہ کرو۔'' ❸ پس اے صحیح عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، حرام سے بچو، حلال پر قناعت کرو، شاید تم دین اور دنیا میں فلاح پا سکو۔

فضول سوالوں کی ممانعت: پھر فرمایا کہ اے ایمان والو! ایسے سوالات مت کرو کہ اگر ان کے جوابات ظاہر ہو جائیں تو تمہیں سخت رنج پہنچے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عباد مؤمنین کو تادیب ہے اور غیر مفید و مضر سوالات کے پوچھنے سے ممانعت ہے کیونکہ اگر یہ امور ظاہر ہو جائیں گے تو انہیں سن کر سخت ناگوار ہوگا اور رنج پہنچے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی مجھے کسی کی کوئی خبر لا کر نہ پہنچایا کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سے سامنا ہو تو میرا دل تمہاری طرف سے بالکل صاف رہے اور کسی کی طرف سے دل میں کوئی خلش پیدا ہونے نہ پائے۔'' ❹ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا کہ ایسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم وہ سب کچھ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو بہت تھوڑا ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔'' تو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا اپنا منہ چھپا کر رونے لگے۔ ایک آدمی اٹھ کر پوچھنے لگا کہ حضرت میرا باپ کون تھا؟ کہا فلاں تھا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ ﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ﴾ ❺ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے اور یہ اصرار کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر آئے اور فرمانے لگے کہ ''آج جو بات مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں سب کچھ تمہارے حالات بیان کر دوں گا۔'' اصحاب النبی یہ سن کر کانپ اٹھے کہ کوئی نئی بات ظاہر ہونے والی ہے اور میں دائیں بائیں جدھر بھی دیکھتا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا منہ کپڑے سے ڈھانکے ہوئے رو رہے تھے۔ ایک آدمی اٹھا جس کو لوگ اس کے باپ میں بدنام کرتے تھے۔ کہنے لگا یا نبی اللہ! میرا باپ کون تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حذافہ تھا۔'' پھر عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہنے لگے ہمیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں۔ ہم کسی فتنے کے ظاہر ہونے سے پناہ مانگتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''آج کی طرح میں نے کبھی خیر و شر کو عیاں نہیں دیکھا۔ جنت اور دوزخ اس طرح میرے سامنے مجسم

---

❶ مؤطا امام مالك، كتاب الحج، باب ما لا يحل للمحرم كله من الصيد، ٨٤، وسنده صحيح موقوف؛ للطبرى (١/ ٢٦٦، ح ٤٤٣) وسنده حسن۔ ❷ مسند ابى يعلى، ١/ ٢٩٥، ح ١٠٥٣ وسنده حسن؛ صحيح ابن حبان: الاحسان، ٣٣١٩؛ تهذيب الآثار، مجمع الزوائد، ١٠/ ٢٥٦۔ ❸ المعجم الكبير، ٧٨٧٣، وسنده ضعيف جداً، مجمع الزوائد، ٧/ ٣١، اسکی سند میں علی بن یزید الالہانی متروک راوی ہے (الميزان، ٣/ ١٦١، رقم، ٥٩٦٦) ❹ ابوداود، كتاب الأدب، باب رفع الحديث من المجلس، ٤٨٦٠، وسنده ضعيف ولید بن ابی ہشام مستور اور زید بن زائد مجہول الحال راوی ہے۔ ترمذی، ٣٨٩٦، احمد، ١/ ٣٩٥، مسند ابى يعلى، ٥٣٨٨۔ ❺ صحيح بخارى، كتاب التفسير، سورة المائدة باب قوله ﴿لا تسئلوا عن أشياء ان تبد لكم تسؤكم﴾ ٤٦٢١، صحيح مسلم، ٢٣٥٩، ترمذى، ٣٠٥٨، احمد، ٣/ ٢١٠، مسند الطيالسى، ٢/ ٦٠۔

ہے گویا اس دیوار کے پیچھے ہی واقع ہے۔'' ❶

ابن حذافہ کے پوچھنے پر ام عبداللہ بن حذافہ کہنے لگی کہ تجھ سے زیادہ نالائق لڑکا میں نے نہیں دیکھا تجھے کیا معلوم کہ ایام جاہلیت میں کیا کیا ہوا کرتا تھا اگر فرض کرو میں بھی اس زمانے میں کسی معصیت میں مبتلا ہو جاتی تو آج نبی اکرم ﷺ کی زبان پر لوگوں کے سامنے تیری بدولت رسوا ہونا پڑتا۔ عبداللہ کہنے لگے کہ اگر کوئی حبشی غلام بھی میرا باپ قرار پاتا تو میں اپنے کو اسی کی طرف منسوب کرتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو غضبناک تھے چہرہ سرخ تھا۔ منبر پر بیٹھ گئے۔ ایک آدمی اٹھ کر پوچھنے لگا کہ میرا متوفی باپ کہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''دوزخ میں ہے۔'' دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''تیرا باپ حذافہ ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے بس کافی ہے ہمارے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے' اسلام ہمارا دین ہے اور محمد ہمارے رسول ہیں' قرآن ہمارا امام ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! ہم عہد جاہلیت اور عہد شرک سے بہت قریب ہیں' اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے کہ ہمارے آباء واجداد کون تھے۔ یہ سن کر آپ ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور یہ آیت اتری کہ ایسے سوالات نہ کرو کہ بات ظاہر ہو جائے تو تمہیں رنج پہنچے۔ ❷

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ ایک روز جب کہ نبی اکرم ﷺ غضب میں تھے اٹھ کر فرمانے لگے کہ ''پوچھو مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ جو کچھ تم پوچھو گے بتا دوں گا۔'' یہ سن کر بنی سہم کا ایک قریشی اٹھا جس کے باپ کے بارے میں طعن کیا جاتا تھا۔ پوچھنے لگا حضرت میرا باپ کون تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس کو اس کے باپ کی طرف ہی منسوب کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا حضرت! ہماری خطا معاف کر دیجئے' اللہ تعالیٰ آپ کو بھی معاف فرمائے۔ آپ نے مسلسل درخواست کی' حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ فرمانے لگے زانیہ کا لڑکا باپ کے بجائے ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا اور زانی پر پتھر پڑیں گے ❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ نبی اکرم ﷺ سے ظرافت وخوش طبعی کے طور پر بھی پوچھتے تھے کہ میرا باپ کون ہے۔ کوئی کہتا کہ میری گم شدہ ناقہ کہاں ہے۔ چنانچہ سوالات سے ممانعت کی آیت اتری۔ ❹

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ یعنی جس کو قدرت ہو اس پر حج کرنا فرض ہے تو لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہر سال؟ تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ دوبارہ پوچھا کیا ہر سال؟ آپ ﷺ پھر خاموش ہو گئے۔ تیسری بار پھر پوچھا تو فرمایا کہ ''اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال تم پر حج فرض ہو جائے گا جس کی تم قدرت نہ رکھو گے اور اگر ادا نہ کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔'' چنانچہ ممانعت سوال کی آیت اتری۔ ❺ ایک آدمی نے بھی اسی طرح پوچھا تھا کہ کیا ہر سال حج کریں تو آپ ﷺ چیخ اٹھے کہ چپ کرو' یا اس پر غضب ناک ہو گئے کچھ عرصہ تک ٹھہرے رہے پھر فرمایا ''کس نے سوال کیا تھا'' اعرابی نے کہا میں نے آپ ﷺ نے فرمایا ''کم بخت اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فریضۂ حج سے تجھے کون بچا سکتا تھا۔ یقیناً تم لوگ ادا نہ کرتے۔ تم سے پہلے کی امتیں اسی طرح تو ہلاک ہوئیں' اگر میں تمہارے لئے ساری دنیا ومافیہا بھی حلال کر دوں اور قدم برابر جگہ حرام کر دوں تو اسی کی حرص تمہیں دامن گیر ہو جائے گی۔'' ❻ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر تمہارے سوال کا جواب دے

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب التعوذ من الفتن، ۷۰۸۹، صحيح مسلم، ۲۳۵۹۔ ❷ الطبري، ۱۱/ ۱۰۳۔

❸ ايضًا۔ ❹ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة المائدة باب قوله ﴿لا تسئلوا عن اشياء ان تبد لكم تسؤكم﴾ ٤٦٢٢۔

❺ ترمذي، كتاب الحج، باب ما جاء كم فرض الحج، ۸۱٤، وسنده ضعيف سند منقطع ہے۔ ابو البختری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ ابن ماجه، ۲۸۸٤، احمد، ۱/ ۱۱۳، حاكم، ۲/ ۲۹٤، دار قطني، ۲/ ۲۸۰۔ ❻ الطبري، ۱۱/ ۱۰۸۔

دیا جائے تو تم پر نہایت شاق ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ﴾ قرآن نازل ہوتے وقت اگر تم کچھ پوچھو گے جس کی تمہیں ممانعت کر دی گئی ہے تو یقین رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے سوال پر روشنی ڈال دے گا پھر کیا کرو گے اور یہ بات تو اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ لیکن جو گزر چکا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے اللہ تعالیٰ بڑا غفور ہے حلیم ہے اس لئے ہرگز کوئی نیا سوال بلاوجہ نہ کر بیٹھو ورنہ جواب میں تم پر سختی اور تنگی وارد ہو جائے گی اور یہ اپنے ہاتھوں مصیبت مول لینا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ''مسلمانوں کا سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے سوال کی وجہ سے ایک غیر حرام چیز محض بر بناء وضاحت حرام ہو گئی اور لوگوں پر تنگی پیدا ہو گئی۔'' ❶ ہاں قرآن کی کوئی بات بوجہ اجمال سمجھ میں نہ آتی ہو اور تم سمجھنا چاہو تو پوچھ لو میں بیان کر دوں گا۔ کیونکہ تم تعمیل حکم کے لئے اس کی ضرورت رکھتے ہو۔ اگر کتاب میں کچھ مذکور نہ ہو اور تم نے کیا تو تمہارے عمل کی تم سے باز پرس نہیں، تو تم بھی کسی سوال سے متعلق چپ سادھ لیا کرو' جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے جو بیان نہیں کیا اس کو غیر بیان شدہ ہی رہنے دو۔ کثرت سوال نے اور انبیاء علیہم السلام کے حکم سے اختلاف کرنے ہی نے اگلی قوموں کو تباہ کیا ہے۔'' ❷ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے فرائض قرار دے دیے ہیں۔ ان کو ضائع نہ ہونے دو اور عمل کے حدود مقرر کر دیئے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو باتیں حرام کی گئی ہیں ان کے مرتکب نہ بنو۔ میں بعض باتوں سے عمداً ساکت ہوں' یہ تم پر اقتضاء رحمت کی بنا پر ہے۔ میں بھول جانے کے سبب ساکت نہیں ہوا ہوں اسلئے ہرگز سوالات نہ کرو۔'' ❸ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مسائل ممنوعہ کا سوال تم سے پہلے کی قوموں نے کیا تھا۔ جواب دیا گیا۔ سختی عائد ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے عمل نہیں کیا اور کافر ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے بر بنائے طلب ہدایت سوال نہیں کیا تھا بلکہ بر بنائے استہزاء و عناد۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے جو چھوڑ دیا تم بھی چھوڑ دو اور میں جو حکم دوں اختیار کرو۔ نصاریٰ نے جیسا سوال کیا تھا تم ایسا کرنے سے باز رہو۔ انہوں نے مائدہ مانگا تھا لیکن اس کے باوجود کفر کیا اور مائدہ کی قدر نہ کی۔ پوچھنے کے بجائے خود میرے کہنے کا انتظار کرو۔ تمہارے پوچھنے کے بغیر ہی قرآن خود تمہارے سوال کی وضاحت میں نازل ہو جائے گا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بحیرہ اور وصیلہ اور سائبہ اور حام سے متعلق سوالات کرنے کی ممانعت ہے دیکھو ﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ﴾ کے بعد ہی ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ﴾ ❹ وغیرہ ہے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ معجزات کے بارے میں سوالات کرتے تھے جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ قریش نبی اکرم ﷺ سے باغات اور نہریں مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ کوہ صفا کو ہمارے لئے سونا بنا دو وغیرہ وغیرہ جیسا کہ یہود کے مطالبات تھے کہ موسیٰ! آسمان سے ہمارے لئے کتاب اتار دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ﴾ ❺ جب بھی ہم نے ان کے مطالبہ پر اپنے معجزے بھیجے تو سابقہ لوگوں نے تکذیب کر دی۔ ہم نے ثمود کو اپنی روشن دلیل ناقہ دی۔ انہوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا۔ ہمارے معجزے صرف تخویف کے لئے آتے ہیں۔ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر ان کے پاس معجزہ آئے تو وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ اے نبی! کہہ دو کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں' تم سمجھتے نہیں' اگر معجزے آئیں گے تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے ہم نے ان کے دلوں کو الٹ دیا ہے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ حسب سابق وہ ایمان لائیں گے ہی نہیں۔ ہم ان کی =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ومن تکلف ما لا یعنیه، ۷۲۸۹، صحیح مسلم، ۲۳۵۸؛ ابوداود، ۴۶۱۰؛ احمد، ۱/ ۱۷۶؛ مسند ابی یعلی، ۷۶۱، ابن حبان، ۱۱۰۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ۷۲۸۸، صحیح مسلم، ۱۳۳۷۔ ❸ حاکم، ۴/ ۱۱۶، دار قطنی، (۴/ ۱۸۴) بیهقی (۱۰/ ۱۳) وسندہ ضعیف بتصرف یسیر۔ ❹ ۵/ المآئدۃ: ۱۰۳۔ ❺ ۱۷/ الاسرآء: ۵۹۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو اور لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔[۱۰۳] اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔[۱۰۴]

= سرکشیوں میں ان کو اور بھٹکا رہے ہیں اگر ہم ان پر ملائکہ بھی نازل کر دیں' مردے جی کر ان سے باتیں کرنے لگیں اور ہر سابقہ چیز زندہ ہو کر ان کے سامنے آموجود ہو تو بھی یہ ایمان نہ لائیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے وہ ایمان اختیار کرے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ ❶

بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کی حقیقت: [آیت:۱۰۳۔۱۰۴] بحیرہ وہ مویشی ہے جس کا دودھ نہیں دوہتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بتوں کے نام ہے۔ کوئی یہ دودھ نہیں پیتا تھا۔ سائبہ وہ جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس پر نہ سامان لادا جاتا نہ سواری کی جاتی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "عمرو بن عامر خزاعی کو دوزخ میں پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑنے کا طریقہ رائج کیا۔" اور وصیلہ وہ ناقہ ہے جس سے پہلی دفعہ ایک نر پیدا ہو پھر متواتر دو مادہ پیدا ہوں۔ ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اور حام وہ نر اونٹ ہے جس کی نسل سے کئی بچے ہو چکے ہوں اور جب نسل بہت بڑھ چکی ہو تو اس سے نہ بار برداری کا کام لیا جاتا نہ سواری کا' بتوں کے حوالے کر دیتے۔ ❷ یہ سب عمرو کے ایجادات تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے جہنم کو دیکھا کہ ایک آگ دوسری آگ کو کھائے جا رہی ہے عمرو اس میں گھسٹتا ہوا چل رہا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے "سائبہ" کی رسم ڈالی۔" ❸ رسول اللہ ﷺ اکثم بن الجون رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ "اے اکثم! میں نے عمرو بن لحی بن قمہ کو دوزخ میں دیکھا۔ تم سے بڑھ کر اس کا ہم شکل دوسرا نہیں' نہ اس سے بڑھ کر تمہارا ہم شکل کوئی ہے بالکل تمہارے ہی جیسا معلوم ہوتا ہے۔" اکثم نے کہا' یا رسول اللہ! کیا آپ کا گمان ہے کہ اس کی یہ مشابہت میرے لئے مضر ہو گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا' "نہیں' تم مؤمن ہو اور وہ کافر۔ اسی نے سب سے پہلے دین ابراہیم علیہ السلام میں رخنہ اندازی کی۔ بحیرہ' سائبہ اور

❶ ٦/ الانعام:١٠٩، ١١١۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المائدۃ باب ﴿ماجعل اللہ من بحیرۃ ولاسائبۃ ولا وصیلۃ ولاحام......﴾ ٤٦٢٣؛ صحیح مسلم، ٢٨٥٦، مختصراً؛ احمد، ٢/ ٢٧٥؛ ابن حبان، ٦٢٦٠؛ بیہقی، ١٠/ ١٠٩۔

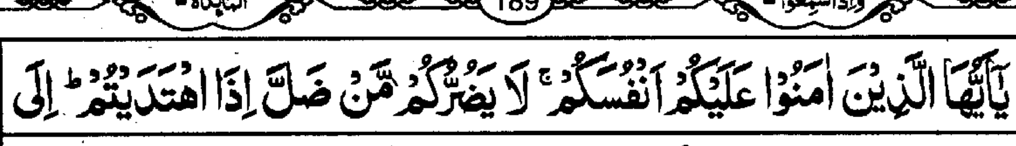
❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المائدۃ باب ﴿ماجعل اللہ من بحیرۃ ولاسائبۃ......﴾ ٤٦٢٤۔

حام کی بدعتیں رائج کیں۔ ❶ صنم پرستی کرنا' سائبہ بنانا' یہ ابوخزاعہ عمرو بن عامر ہی نے کیا ہے۔ میں نے اسے دوزخ میں دیکھا ہے۔" ❷
حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "دین ابراہیم علیہ السلام میں تغیر ڈالنا یہ عمرو بن لحی کا کام ہے جو بنی کعب کے قبیلہ کا تھا۔ وہ دوزخ میں ہے اس کی بدبو دوسرے اہل النار کو سخت تکلیف پہنچاتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بحیرہ کی بدعت کا یہی موجد ہے۔" لوگوں نے کہا یارسول اللہ! وہ کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "قبیلہ بنی مدلج کا ایک آدمی تھا' اس کی دو اونٹنیاں تھیں اس نے ان دونوں کے کان کاٹ دیے پہلے تو ان کا دودھ پینا حرام کر لیا پھر چند روز کے بعد پینا شروع کر دیا۔ وہ دوزخ میں ہے یہ اونٹنیاں اس کو اپنے منہ سے کاٹ رہی ہیں اور پاؤں سے روند رہی ہیں۔ ❸ یہی عمرو لحی بن قمہ کا بیٹا ہے' رؤسا خزاعہ میں سے تھا۔ قبیلہ جرہم کے بعد کعبہ کی تولیت خزاعہ ہی کو ملی تھی۔ دین ابراہیمی کو سب سے پہلے متغیر کرنے والا اور حجاز میں اصنام پرستی داخل کرنے والا اور لوگوں کو بتوں کی پرستش اور ان کے تقرب کی طرف بلانے والا۔ جانوروں اور مویشیوں وغیرہ کے بارے میں ایام جاہلیت میں سب سے پہلے بدعات اس میں رائج کرنے والا۔" جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں فرمایا ہے۔ ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا﴾ کھیت سے جو کچھ پیداوار ہو' یا جانوروں سے' ان کا صرف ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا سمجھتے تھے اور باقی بتوں کے نام کا۔ بحیرہ اس ناقہ کو کہتے ہیں کہ جب پانچ بچے جن چکے اور پانچواں نر ہو تو اس کو ذبح کر کے صرف مرد اس کا گوشت کھا لیں' عورتوں پر اس کا گوشت حرام سمجھتے اور اگر وہ مادہ ہو تو اس کے کان کاٹ دیتے اور کہتے کہ اس کا نام بحیرہ ہے۔ ❹ سدی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اسی کے قریب قریب بیان کیا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سائبہ اس بکرے کو کہتے ہیں جس پر بحیرہ کی تعریف صادق آئے۔ لیکن چھ مادہ ہو جانے کے بعد ساتویں حمل ایک یا دو نر ہوں تو اس کو ذبح کر دیتے تھے اور صرف مرد ہی اس کو کھا سکتے' عورتوں پر اس کا گوشت حرام ہوتا تھا۔ اور محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ سائبہ وہ ناقہ ہے کہ جب مسلسل دس مادہ جن چکے تو وہ بت کے نام پر چھوڑ دی جاتی اس سے سواری نہیں لی جاتی۔ اس کے بال نہیں کاٹے جاتے' نہ اس کا دودھ دوہا جاتا مگر مہمان آ جائے تو اس کو اس ناقہ کا دودھ پلایا جا سکتا تھا۔ ابو روق کہتے ہیں کہ سائبہ اس ناقہ و غنم وغیرہ کو کہتے تھے کہ جب آدمی کسی کام سے نکلے اور وہ کام پورا ہو گیا تو اب اس جانور کو سائبہ بنا دیا جاتا اور بت کے نام پر چڑھا دیا جاتا اس کی اولاد بھی بتوں کے نام پر سمجھی جاتی۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب کسی غرض سے نکلتا یا مرض سے تندرستی پاتا یا اس کے مال و متاع میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا تو اپنا کچھ مال بتوں کے نام پر چڑھا دیتا اور اگر ایسے مال یا مویشی سے کوئی تعرض کرتا تو اسے سخت عقوبت دی جاتی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ بکری ہے کہ جب سات جھول دے دے اور ساتواں اگر نر ہو اور مردہ پیدا ہوا ہو تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے عورتیں نہیں کھا سکتی تھیں اور ساتویں بطن میں مادہ ہو تو اس کو زندہ رہنے دیا جاتا اور اگر اس بطن میں نر اور مادہ دونوں پیدا ہوئے ہوں تو دونوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور کہتے کہ ساتھ والی مادہ نے نر کو بھی وصیلہ بنا دیا۔ اور اب وہ بھی ہم پر حرام ہے۔ ❺ سعید بن المسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ ناقہ ہے کہ پہلی دفعہ اور دوسری دفعہ مادہ ہی جنے تو کہتے کہ متصل دو مادہ پیدا ہوئے چنانچہ دوسری کے کان کاٹ دیتے اور وہ بتوں کے نام پر سمجھی جاتی۔ ❻ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ بکری ہے کہ پانچ جھول میں دس=

---

❶ الطبری، ۱۱/ ۱۱۸ وسنده ضعیف، حاکم، ٤/ ٦٠٥، وسنده ضعیف۔ ❷ احمد، ۱/ ٤٤٦؛ مجمع الزوائد، ۱/ ۱۱٦ اس کی سند صحیح لغیرہ کے درجہ کی ہے۔ دیکھئے الموسوعة الحديثية، ۷/ ۲۹۲۔ ❸ تفسیر عبدالرزاق، ۱/ ۱۹۱، وسنده ضعیف۔ ❹ الطبری، ۱۱/ ۱۲۹۔ ❺ ابن ابی حاتم، ٤/ ۱۲۲۲۔ ❻ تفسیر عبدالرزاق، ۱/ ۱۹۱۔



يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔[۱۰۵]

= مادہ بچے جنے ہر بطن میں دو دو۔ اس کو چھوڑ دیا جاتا اس کے بعد اس کے جو بھی اولاد ہوتی' خواہ نر یا مادہ تو صرف مرد کھاتے عورتیں نہ کھاتیں' اور اگر مردہ پیدا ہوتی تو پھر دونوں کھاتے اور کسی نر کے دس بچے ہو چکے ہوں تو اس کو بھی بت کے نام پر قرار دیتے اور چھوڑ دیتے' اس کو ''حام'' کہتے۔ اس پر بار برداری نہ کرتے نہ اس کے بال کاٹتے کسی کے بھی کھیت اور کسی کے بھی چشمے سے اس جانور کو پانی پینے کی اجازت ہوتی' کوئی نہ روکتا۔

مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پرانے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہارے پاس کیا کچھ مال ہے؟'' میں نے کہا اونٹ' بکرے اور گھوڑوں کے منڈلے (یعنی بڑی تعداد میں ہیں) لونڈی غلام بھی ہیں' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تجھے دولت دی ہے تو تجھ پر دولت کے آثار ظاہر ہونے چاہئیں۔ اور کیا تمہارے اونٹوں کے بچے سالم کانوں والے پیدا ہوتے ہیں۔'' تو میں نے کہا ہاں' لیکن کیا اونٹ کے بچے سالم کانوں کے بغیر بھی پیدا ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا ان بعض بچوں کے استرے سے تم کان کاٹ دیا کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اب یہ بحیرہ ہو گیا اب یہ ہم پر حرام ہے'' تو میں نے کہا ہم ایسا بھی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہر گز نہ کرنا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے سب حلال ہے کوئی حرام نہیں۔ ❶ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' حام کی اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی سند نہیں۔ بحیرہ کے کان کاٹ دیتے ہو عورتوں میں سے تم کسی کو بھی اس بحیرہ سے کسی حیثیت سے بھی مستفید نہیں ہونے دیتے۔ سائبہ کو بتوں کے نام پر چڑھاتے ہو۔ بکری جب ساتواں جھول دے تو اس کے کان اور سینگ کاٹ کر چھوڑ دیتے ہو۔ وہ چاہے جس کھیت میں چرے اور جس حوض سے پانی پیے اس کو روکا نہیں جاتا۔ اس کو وصیلہ کہتے ہو۔'' حدیث میں ان الفاظ کی یوں تفسیر بیان کی گئی ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ یعنی یہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو مشروع نہیں قرار دیا نہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس وجہ قربت ہیں یہ مشرکین کی افترا پردازی ہے۔ انہوں نے اس کو شرع بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس وجہ قربت سمجھتے ہیں یہ تو حاصل نہ ہوگا بلکہ اور ان پر وبال پڑے گا۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ہی ٹھیک ہیں۔ کیا یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے باپ دادا بھی باطل ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی حق سے بے بہرہ اور ہدایت سے محروم ہو سکتے ہیں۔ پھر تم ان کی پیروی کیسے کر سکتے ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ جاہل اور گمراہ ہی ایسا کہہ سکتا ہے۔

علیکم انفسکم کی تفسیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر: [آیت:۱۰۵] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ تم اپنی ذات سے ٹھیک رہو نیکیوں کی ممکنہ کوشش کرتے رہو۔ جس نے آپ اپنی اصلاح کر لی چاہے قریب و بعید کی ساری دنیا فساد پذیر ہو تم پر

❶ الطبری، ۱۱/ ۱۲۲؛ احمد، ۳/ ۴۷۳، وسندہ صحیح۔

کوئی آنچ نہیں۔ جب بندہ حلال وحرام میں میری اطاعت کرے تو کوئی کتنا ہی گمراہ کیوں نہ ہو جائے اس کو کوئی مضرت نہیں۔تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف آنے والے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں بتادے گا کہ تم اچھا کرتے تھے یا برا کرتے تھے جس کا عمل نیک ہوگا اس کو اچھی جزا ملے گی اور جس کا بد عمل ہوگا اس کو بری سزا ملے گی۔اس آیت کے مفہوم سے یہ دلیل نہیں لی جا سکتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری نہیں رہا۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو لیکن اس کے مفہوم پر اس کو نہیں رہنے دیتے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ''اگر کوئی گناہ کی بات دیکھے اور پھر اسے غیرت نہ آئے اور غصہ نہ آئے تو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ دونوں کو عذاب میں گھسیٹ لے۔ ❶ اے لوگو! جھوٹ بولنے سے بچو۔جھوٹ انسان کو ایمان سے ہٹا دیتا ہے۔''

ابوامیہ شعبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ﴾ الخ تو انہوں نے کہا کہ تم نے واللہ بہت ہی باخبر آدمی سے پوچھا۔سنو! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم اپنی اپنی پگڑی سنبھالنے کے بعد بے فکر ہو کر نہ بیٹھ رہنا۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر برابر کیے جاؤ اس وقت تک کہ لوگ تنگ دل اور تنگ حوصلہ ہو جائیں' زکوۃ نہ دیں' خواہشات کی پیروی کرنے لگیں' دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگیں' ہر شخص اپنی ہی رائے پر اڑنے لگے' کسی ناصح کی کچھ نہ سنے اس وقت الگ تھلگ ہو جاؤ' نابکاروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دو۔تمہارے بعد ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں دم سادھ کر بیٹھ رہنے والا ایسی مشکلات میں ہوگا گویا آگ کو ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے۔اپنے آپ نیک عمل کر لینے والا گویا پچاس آدمیوں کے نیک اعمال کے برابر اجر پائے گا۔'' کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمارے پچاس آدمی یا اس گروہ کے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں بلکہ تمہارے پچاس نیک آدمی۔'' ❷

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے اسی آیت کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ آج تو خیر تمہاری بات مان بھی لی جاتی ہے' لیکن قریب تر ایسا زمانہ آنے ہی والا ہے کہ تم خیر خواہی کی بات کہو گے اور وہ تمہارے ساتھ ایسا ایسا برا برتاؤ کرنے لگیں گے' اس وقت چپ چاپ دیکھے جاؤ اور کچھ نہ بولو' وہ گمراہ ہو گئے تو تم پر کچھ آنچ نہیں۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی دو آدمیوں میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو ایک دوسرے کی طرف لڑنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا' تو حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ میں اٹھ کر دونوں کو سمجھا دیتا ہوں' امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہوں' تو برابر والے نے کہا تجھ کو کیا پڑی ہے' اپنی جگہ بیٹھا رہ' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ﴾ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا اس کو نہ روکو' اس آیت کا موقع عمل یہ نہیں ہے قرآن جیسا اترا ہے اترا ہے۔ بعض آیتوں کے اترنے سے پہلے ہی ان کی تاویل کا زمانہ گزر چکا اور بعض ایسی آیتیں ہیں کہ ان کی تاویلیں عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکیں اور بعض کی تاویلیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دن بعد واقع ہوئیں۔بعض کی تاویلیں اس زمانے کے بعد اور بعض کی قیامت کے دن۔ جب کہ قیامت برپا ہونے لگے گی اور بعض کی قیامت کے دن جب کہ حساب کتاب ہو رہا ہوگا۔جب تک تمہارے دل اکٹھے ہیں اور تمہارے جذبات ایک ہیں تم میں پھوٹ نہیں پڑی ہے اور ایک دوسرے کی برائی کے درپے نہیں ہے اس وقت تک امر و نہی برابر کرتے رہو۔اور جب دل بگڑ جائیں' فرقہ بندی ہو جائے' ایک دوسرے کے ساتھ اللہ تعالیٰ واسطے کا غصہ رکھنے لگے۔اس وقت بالکل سب سے الگ تھلگ رہو۔اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

---

❶ ابوداود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهى، ٤٣٣٨، وهو صحيح، ترمذى، ٢١٦٨، ابن ماجه، ٤٠٠٥، ابن حبان، ٣٠٤۔

❷ ابوداود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهى، ٤٣٤١، وسنده حسن ترمذى، ٣٠٥٨، ابن ماجه، ٤٠١٤، ابن حبان، ٣٨٥، بيهقى، ١٠/ ٩٢۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ع ۱۴

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخص وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے۔ جب وصیت کرنے کا وقت ہو وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جائے اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو۔ پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگرچہ کوئی قرابت دار بھی ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے۔[۱۰۶] پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں وصی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا۔ ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے۔[۱۰۷] یہ قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد قسمیں متوجہ کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو! اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہ کریں گے۔[۱۰۸]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ اب تو آپ بیٹھ رہیں تو اچھا ہے نہ امر بالمعروف کرو نہ نہی عن المنکر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکم دے دیا ہے۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے اس کا حق نہیں پہنچتا نہ میرے ساتھیوں کو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ "حاضر شخص سن کر غائب کو پہنچائے۔" ہم حاضر کے حکم میں ہیں اور تم غائب کے حکم میں۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو ہمارے بعد آنے والے ہیں کہ اگر انہیں کچھ کہا جائے گا تو قبول نہ کریں گے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا تیز مزاج اور تیز زبان اور کہنے لگا یا ابا عبدالرحمٰن چھ آدمی ہیں سب کے سب قرآن کے جید عالم کوئی خیر کے سوا شریر النفس نہیں، لیکن ایک دوسرے پر شرک کا الزام لگاتا ہے۔ تو ایک آدمی اٹھ کر کہنے لگا کہ اس سے بڑھ کر شرارت نفس اور کیا ہوگی کہ ایک دوسرے کو مشرک کہے تو اس آدمی نے کہا۔ میں تم

سے نہیں پوچھ رہا ہوں میں تو شیخ سے یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھ رہا ہوں۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھا کہ ایسے لوگوں کو کیا سمجھیں؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے' کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں حکم دوں کہ جاؤ انہیں قتل کر دو۔ تم کو تو چاہئے کہ انہیں نصیحت کرو۔ اس بدگوئی سے روکو' اگر وہ نہ مانیں تو تم پر کچھ نہیں۔ ابو مازن کہتے ہیں کہ میں زمانہ عثمان میں مدینہ گیا۔ وہاں چند مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے یہ آیت پڑھی ﴿عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ﴾ تو ابن مازن نے کہا کہ لوگ اس آیت کا مفہوم اچھی طرح سمجھتے نہیں۔ جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی موجود تھا اور میں سب سے کم سن تھا۔ موضوع بحث تھا امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ میں بول اٹھا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے ﴿عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ وغیرہ تو سب کے سب میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے تم نہیں جانتے آیت کا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ میں نے دل میں کہا۔ کاش میں نہ بولتا۔ پھر وہ تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ جب مجلس برخاست ہونے لگی تو کہا "تم ابھی بچے ہو آیت کا صحیح مصداق نہیں جانتے' لیکن کیا عجب تم ایسا زمانہ بھی پالو' جب لوگ تنگ دل ہو جائیں' خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے لگیں' ہر شخص اپنی ہی رائے پر ناز کرتا ہو کسی کی نہ سنتا ہو تو یہ وہی زمانہ ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے گزشتہ مؤمنوں میں بھی اور موجودہ مؤمنوں میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ ہی منافق ہیں لیکن وہ ان کے عمل کو برا سمجھتے ہیں۔ کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ اس وقت آئے گا جب کہ دمشق کے کنیسہ کو گرا کر مسجد بنا دیا جائے گا۔ یعنی تعصب بڑھ جائے گا۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے۔

سفر میں مرنے والے کی وصیت اور معتبر گواہی: [آیت:۱۰۶۔۱۰۸] یہ آیت کریمہ ایک حکم عزیز پر مشتمل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ بحیثیت ترکیب نحوی ﴿اِثْنَانِ﴾ خبر ہے اور ﴿شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ جملہ میں مبتدا کی حیثیت رکھتا ہے یعنی (شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ شَهَادَةُ اِثْنَانِ) دوسرا لفظ ﴿شَهَادَةُ﴾ بحیثیت مضاف تھا جو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ یعنی اِثْنَانِ ہی کو اس کا قائم مقام قرار دے دیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (يَشْهَدُ اِثْنَانِ) سمجھا جائے (ذَوَا عَدْلِ اِثْنَانِ) کی صفت ہے بہ معنیٰ (عَدْلَانِ مِنْكُمْ) سے (مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ) مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کُمْ سے وصیت کرنے والے مراد ہیں۔ (مِنْ غَيْرِكُمْ) سے (مِنْ غَيْرِ الْمُسْلِمِيْنَ) یا اہل کتاب مراد ہیں۔ یعنی موصی کے قبیلے کے دو گواہ ہوں اور دو غیر قبیلہ موصی ہوں۔ ﴿ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ سے مراد یہ کہ جب تم سفر میں ہو اور تمہیں موت آ جائے تو تم مسلمانوں میں سے دو گواہ ہوں اور مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم ہی سہی۔ یہاں اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ سفر میں وصیت کے وقت جب مسلمان موجود نہ ہوں تو ذمیوں کو گواہ بنایا جا سکتا ہے۔ شریح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سفر اور وصیت کے وقت کے سوا' یہود و نصاریٰ کی شہادت کسی اور وقت جائز نہیں۔ [1] تینوں ائمہ نے مسلمان پر اہل ذمہ کی شہادت جائز نہیں سمجھی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ذمی کی گواہی ذمی پر جائز قرار دیتے ہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ طریق سنت یہی ہے کہ کافر کی شہادت نہ سفر میں جائز ہے نہ حضر میں' شہادت کا حق صرف مسلمان ہی کو ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت اتری جب کہ ایک آدمی مر گیا اور اس وقت وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ شروع اسلام کا زمانہ تھا سب شہر دار الحرب تھے۔ لوگ کافر تھے' وراثت کا کوئی قانون نہ تھا۔ بطور وصیت تقسیم ہوتی تھی۔ پھر وصیت منسوخ ہو گئی اور وراثت فرض ہو گئی اور لوگ قانون وراثت پر عمل کرنے لگے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ یہ چیز ذرا قابل غور ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

[1] الطبری، ۱۱/ ۱۶۳، ۱۶۴۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ﴿ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِ کُمْ ﴾ سے کیا مراد ہے کہ دونوں وصی ہوں یا گواہ ہوں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سفر کیا ہو اس کے ساتھ مال ہو تو اگر مسلمانوں میں سے دو آدمی پائے تو اپنا ترکہ ان کے سپرد کر دے اور دو مسلمان گواہوں کو بھی اس پر گواہ بنا لے۔ یہ تو وصی بنانے کی صورت تھی اور اگر ﴿ مِنْ غَیْرِ کُمْ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ ہوں اور ظاہر سیاق آیت کریمہ یہی ہے۔ پس اگر ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی موجود نہ ہو تو ان دونوں گواہوں میں وصایۃ اور شہادۃ کے دونوں اوصاف بھی پائے جاتے ہوں۔ جیسا کہ قصہ تمیم داری اور عدی بن بداء میں مذکور ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ آئے گا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اشکال پیش کیا ہے کہ جب یہ دونوں گواہ ہوں تو گواہ پر تو قسم نہیں ہوا کرتی۔ لیکن یہ ایک مستقل حکم سمجھا جائے گا دیگر تمام احکام کا قیاس اس پر نہ ہوگا۔ یہ ایک خاص شہادت ہے اور خاص موقع کے لئے۔ اس میں اور بہت ساری باتیں ایسی ہیں جو دوسرے احکام میں نہیں۔ ہاں جب شک کا قرینہ ہو تو اس آیت کے احکام کے مطابق ان گواہوں پر قسم ہے۔ ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو یعنی نماز عصر کے بعد۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان دونوں گواہوں کی مذہبی نماز کے بعد۔ مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ نماز کے بعد جمع ہوں تا کہ اجتماع کثیر کے موقع پر یہ گواہی عمل میں آئے ﴿ اِنِ ارْتَبْتُمْ ﴾ یعنی اگر تمہیں شک ہو کہ وہ غلط بیان کریں گے یا خیانت کریں گے تو ایسی صورت میں انہیں قسم بھی کھلا دیں کہ دنیائے فانی کی تھوڑی سی کمائی ہم جھوٹی قسم کے ذریعہ نہیں کمائیں گے۔ اگر چہ ہماری قسم سے کسی ہمارے رشتہ دار کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے ہم اللہ تعالیٰ کی شہادت کو نہیں چھپائیں گے۔ امر شہادت کی اہمیت کے سبب شہادت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ اگر ہم نے شہادت میں تحریف وتبدیل کر دی یا اس کو بالکلیہ چھپا ڈالا تو ہم گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ پھر اگر ان دونوں گواہوں یا وصیوں کے بارے میں متحقق اور ثابت ہو جائے کہ انہوں نے خیانت کی اور متوفی کا مال وارثوں کو پہنچانے میں کچھ غبن کیا تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دو گواہ ان کی بجائے اٹھ کھڑے ہوں۔ ﴿ اَوْلَیٰنِ ﴾ یہ جمہور کی قرأت ہے اور حسن بصری وغیرہ اس کو (اَوَّلَانِ) پڑھتے ہیں۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿ اَوْلَیٰنِ ﴾ پڑھا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اولیین پڑھتے ہیں۔ جمہور کی قرأت ﴿ اَوْلَیٰنِ ﴾ کی بنا پر یہ معنی ہیں کہ جب خبر صحیح سے ان دونوں کی خیانت متحقق ہو جائے تو مستحقین ترکہ میں سے دو وارث کھڑے ہوں اور چاہیے کہ یہ دونوں ورثا میں سے سب قریب تر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کریں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ صحیح ہے۔ ان دونوں نے درحقیقت خیانت کی ہے اور اس الزام میں ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم نے جھوٹ الزام لگایا ہو تو ہم گنہگار ہیں۔ اللہ ہمیں پکڑ لے۔ یہ وارثوں کی طرف سے گویا قسم ہے جیسا کہ مقتول کے اولیا قسم کھاتے ہیں جب کہ قاتل کی جانب سے بے ایمانی ثابت ہو رہی ہو جیسا کہ احکام کے باب قسامت میں مقرر ہے اور حدیث نبوی بھی اسی طرح وارد ہوئی ہے جس پر کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے۔

تمیم داری رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد اس آیت ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس گناہ سے دوسرے سب لوگ بری ہیں لیکن میں اور عدی بن بداء اس جرم کے مجرم ہیں۔ یہ دونوں نصرانی تھے۔ اسلام سے پہلے شام کی طرف آتے جاتے تھے۔ چنانچہ تجارت کی غرض سے شام آئے ہوئے تھے ان کے پاس بنی سہم کا غلام بھی تجارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا۔ اس کے ساتھ تجارت کی غرض سے چاندی کا ایک پیالہ تھا جو ملک شام کے لئے لایا تھا اور یہ اس کے مال تجارت میں سب سے اہم چیز تھی۔ بیمار ہو گیا تو ان دونوں کو وصی بنایا اور کہا کہ اس کا ترکہ اس کے اہل

وعیال کو پہنچا دیا جائے۔ تمیم داری کہتے ہیں کہ جب وہ مر گیا تو یہ جام ہم نے لے کر ایک ہزار درہم میں بیچ دیا اور آپس میں ہم دونوں نے رقم تقسیم کر لی اور باقی مال اس کے اہل کو لا کر دے دیا۔ ان لوگوں نے جام کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے کہا جو کچھ تھا ہم نے لا کر دے دیا جام کی ہم کو خبر نہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے مدینے تشریف لانے کے بعد جب میں مسلمان ہو گیا تو میں ان لوگوں کے پاس آیا اور صحیح واقعہ کہہ سنایا اور انہیں پانچ سو درم اپنے حصے کے دے دیئے اور کہا۔ اتنی ہی رقم میرے ساتھی کے پاس بھی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کے پاس آ دھمکے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ''اس سے اس کے مذہب کی بنا پر قسم لیں۔'' اس نے قسم کھالی' چنانچہ یہ آیت اتری۔ ❶ اب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرا شخص اٹھے اور قسم کھائی کہ ﴿لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾ چنانچہ عدی سے پانچ سو درہم لے لئے گئے۔ اور یہ جام مکہ میں پایا گیا۔ خریداروں نے کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا تھا۔ تو سہمی کے اولیا میں سے دو آدمی اٹھے اور قسم کھائی کہ ہماری قسم اس کی قسم سے سچی ہے اور یہ جام ہمارے ساتھی کا ہے۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت اتری تھی۔ ❷ اور بیان کیا گیا کہ یہ تحلیف بعد صلوۃ عصر ہوئی تھی۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ سلف میں اس واقعہ کی صحت مشہور اور عوام میں متعارف ہے۔ اس کی صحت کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابو جعفر بن جریر نے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان کی وفات پردیس میں ہو گئی اور وصی بنانے کے لئے وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا تو مرنے والے نے اہل کتاب میں سے دو افراد کو گواہ بنا لیا۔ اب یہ دونوں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس کوفے آئے اور مرنے والے کا ترکہ اور وصیت پیش کی تو اشعری نے کہا کہ ایسا ہی ایک واقعہ تو نبی اکرم ﷺ کے پاس پیش ہوا تھا اور اب یہ دوسرا ہے چنانچہ نماز عصر کے بعد ان دونوں کو قسم دی گئی کہ ہم نے نہ خیانت کی ہے نہ جھوٹ کہا اور نہ کچھ چھپایا اور یہ متوفی کے ترکے اور وصیت کے مطابق ہے۔ چنانچہ ان کی شہادت صحیح مان لی گئی۔ اور اسی شہادت پر اشعری نے فیصلہ کر دیا۔ ❸ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ایسے ہی واقعہ سے مراد تمیم وعدی کا قصہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ تمیم داری کا واقعہ قبول اسلام ۹ ھجری کا ہے اور ظاہر ہے کہ اشعری والا واقعہ دوسرا واقعہ تھا۔

اس آیت میں حکم ہے کہ مرنے والا موت کے وقت وصی بنا دے اور دو مسلمان گواہ قرار دے کہ اس کو کیا لینا اور کیا دینا ہے۔ یہ تو بحالت حضر کا مسئلہ تھا جو اس آیت کی بنا پر تھا کہ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ اور سفر کے بارے میں ہے کہ ﴿اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ﴾ جب کہ کوئی مسلمان بوقت مرگ موجود نہ ہو تو یہود و نصاریٰ یا مجوسی سے دو آدمی لے لیں اور انہیں وصیت کر کے میراث ان کے سپرد کر دیں۔ اب اگر اہل میت نے وصیت کو صحیح مان لیا تو ٹھیک ورنہ مقتدر اعلیٰ کے پاس مقدمہ پیش ہو گا۔ اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ﴿تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ﴾ یعنی اگر تمہیں ان کی صداقت پر شک ہو تو نماز کے بعد انہیں اللہ کی قسم دلاؤ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اہل میت نے انکار کیا تھا اور ان دونوں گواہوں کو ڈرایا دھمکایا تو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو نماز عصر کے بعد قسم دلائی۔ میں نے کہا کہ ہماری نماز کی انہیں کیا وقعت ہو سکتی ہے انہیں تو ان کی نماز کے بعد قسم دلائی =

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۳۰۵۹، وسندہ موضوع اس کی سند میں ابو النضر محمد بن السائب الکلبی سخت ضعیف راوی ہے (التقریب، ۲/ ۱۶۳، رقم، ۲۴۰) ❷ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿یایھا الذین امنوا شھادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت﴾ ۲۷۸۰، ابوداود، ۳۶۰۶، ترمذی، ۳۰۶۰، دارقطنی، ۴/ ۱۶۹۔

❸ ابوداود، کتاب القضاء، باب شھادۃ اھل الذمۃ وفی الوصیۃ فی السفر، ۳۶۰۵ وسندہ ضعیف زکریا بن ابی زائدہ مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے پھر ارشاد فرمادیں گے کہ تم کو کیا جواب ملا تھا۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں آپ بے شک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں۔[۱۰۹]

= جائے چنانچہ اپنے مذہب کی رو سے نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم تھوڑے سے مال کے لئے اپنی قسموں کو نہیں بیچیں گے اگرچہ کسی رشتہ دار کی خاطر ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ کی شہادت کو نہیں چھپائیں گے ورنہ ہم گنہگار ہیں۔ تمہارے ساتھی نے بس یہی وصیت کی تھی اور یہی اس کا ترکہ تھا۔ قسم کھانے سے پہلے امام نے ان سے کہہ دیا تھا کہ اگر تم نے چھپایا یا خیانت کی تو اپنی قوم میں تم رسوا ہو جاؤ گے اور پھر کبھی تمہاری شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور تمہیں سزا بھی دی جائے گی۔ تو ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا﴾ یعنی یہی ایک صورت ایسی ہے کہ گواہ اپنی گواہی کو مطابق واقعہ رکھ سکتے ہیں اور انہیں خوف رہے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان مسلمانوں کی دوبارہ قسموں کے بعد ہماری پہلی قسمیں رد کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا﴾ یعنی اگر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے ناجائز طور پر حق دبا لیا ہے تو ان کے قائم مقام اور دو شخص کھڑے ہوں جن کا حق مارا گیا ہے کہ کافروں کی شہادت باطل ہے اور ہم زیادتی نہیں کر رہے ہیں۔ اب کافروں کی شہادت رد کر دی جائے گی اور اولیا کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔

اس آیت کا مقتضی یہی حکم ہے اکثر ائمہ تابعین اور سلف اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے اور قولہ ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا﴾ یعنی اس حکم کی شریعت اسی وجہ پسندیدہ کی بنا پر ہے کہ ذمی شاہدین کو قسم دلائی جائے ﴿اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ﴾ کیا عجب ہے کہ وہ لوگ حلف باللہ کی تعظیم کے لئے اور رسوائی کے خوف سے کہ ورثا اگر اپنی قسموں سے ہماری قسموں کو رد کر دیں تو پھر ہمیں سزا بھی ملے گی سچ بولیں۔ پھر فرمایا کہ سچ بولو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کی بات سنو، اس کی اطاعت کرو ورنہ نافرمانوں اور فاسقوں کو تو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہی نہیں اور ہدایت کرتا ہی نہیں۔

روزِ قیامت پیغمبروں سے استفسار: [آیت:۱۰۹] اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے روز پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ کس طرح خطاب فرمائے گا کہ جن قوموں کی طرف تم کو بھیجا گیا انہوں نے دعوت تبلیغ کو قبول بھی کیا کہ نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ❶ کہ ہم ان قوموں سے بھی پوچھیں گے اور ان کے پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ❷ تمہارے اللہ تعالیٰ کی قسم کہ ہم ان سب سے پوچھیں گے کہ دنیا میں تمہارا عمل کیا تھا۔ رسولوں کا قول ہوگا کہ ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ ہمیں تو کچھ خبر نہیں یہ اس دن کی وحشت کی بنا پر ہوگا کہ خوف کے مارے انہیں کچھ جواب بن نہ پڑے گا اور کہہ دیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں۔ اس روز عقلیں ٹھکانے نہیں رہیں گی اور پھر جب کچھ اطمینان کی سانس لیں گے تو پھر اپنی قوم کے بارے میں حسب واقعہ شہادت دیں گے۔ لیکن پہلی دفعہ تو یہی ان کا قول ہوگا کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں کیا خبر تو عالم الغیب ہے تیرے مقابلہ میں ہم کیا جان سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلحاظ حسن ادب =

❶ ۷/ الاعراف:٦۔ ❷ ۱۵/ الحجر:۹۲، ۹۳۔

اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ اذۡكُرۡ نِعۡمَتِىۡ عَلَيۡكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ‌ۘ اِذۡ اَيَّدْتُّكَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا‌ ۚ وَاِذۡ عَلَّمۡتُكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَالتَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ‌ ۚ وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـئَةِ الطَّيۡرِ بِاِذۡنِىۡ فَتَنۡفُخُ فِيۡهَا فَتَكُوۡنُ طَيۡرًۢا بِاِذۡنِىۡ‌ وَتُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِىۡ‌ ۚ وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِىۡ‌ ۚ وَاِذۡ كَفَفۡتُ بَنِىۡۤ اِسۡرٰٓءِيۡلَ عَنۡكَ اِذۡ جِئۡتَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ‏ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذۡ اَوۡحَيۡتُ اِلَى الۡحَوَارِيّٖنَ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِىۡ وَبِرَسُوۡلِىۡ‌ ۚ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَاشۡهَدۡ بِاَنَّنَا مُسۡلِمُوۡنَ‏ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمادیں گے اے عیسیٰ بن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جب میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔ تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جب کہ میں نے تم کو کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور تورات اور انجیل تعلیم کیں۔ اور جب کہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے۔ اور جب کہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ بجز کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں۔ [۱۱۰] اور جب کہ میں نے حواریوں کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہیے کہ ہم پورے فرماں بردار ہیں۔ [۱۱۱]

= یہ بہت اچھا جواب ہے کہ تیرے علم محیط کی بہ نسبت ہمارے علم کی کیا حقیقت، ہمارے علم کی بنیاد محض ظاہر پر ہے اور تیرا علم تو باطن کی بھی خبر لاتا ہے کیونکہ تو علام الغیوب ہے تو جانتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے جواب دیا۔ اب اگر بر بناء منافقت کسی کا عمل یا اعتقاد رہا ہو تو ہمیں تو اس کا علم نہیں تو ہی جانتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات الٰہی کا تذکرہ: [آیت: ۱۱۰-۱۱۱] یہاں اللہ تعالیٰ ان احسانات کا ذکر فرماتا ہے جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر وارد فرمائے کہ عیسیٰ ہمارے ان احسانات کو یاد کرو جو معجزات باہرات اور خوارق عادات ہم نے تمہیں دیئے اور تمہیں باپ کے بغیر صرف ماں سے پیدا کیا اور تمہاری ذات کو خود اپنے کمال قدرت کی ایک نشانی قرار دیا اور تمہاری ماں پر بھی یہ احسان کیا کہ تمہیں اس کی پاک دامنی کی دلیل بنایا اور جو فحش الزام یہ ظالم اور جاہل منسوب کرتے تھے اس سے تمہاری ماں کو بچایا۔ تمہیں جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ مدد دی تمہیں طفلی اور شباب میں بھی نبی اور داعی الی اللہ بنایا کہ تم گہوارے میں بھی بولنے لگے اور ماں کی پاک دامنی کی گواہی دینے لگے اور اپنے عبد ہونے کا اعتراف کیا۔ طفلی اور شباب میں بھی لوگوں کو تبلیغ کی۔ بڑی عمر میں بولنا تو کوئی عجیب نہیں لیکن گہوارے میں تمہارا بولنا کیسا عجیب تھا۔ تمہیں کتاب کی تعلیم کی اور تورات کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر اتاری گئی تھی۔ حدیث میں بھی توراۃ =

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

ربع — ع ۱۵/۷/۵

ترجمہ: وہ وقت قابل یاد ہے کہ جب حواریوں نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرمادیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔[۱۱۲] وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائیے کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جائے اور آپ ہم کو عطا فرما دیجئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں۔[۱۱۳] حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں۔[۱۱۴] پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔[۱۱۵]

= کا لفظ ہے۔ اور اس سے مراد ہے تورات بھی اور ہر دوسری کتاب بھی۔ تم مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتے تھے اور ہمارے حکم سے اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ ایک زندہ پرندہ بن جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگتی تھی۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ﴾ سورۂ آل عمران میں اس پر بحث گزر چکی ہے' اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں ﴿وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ﴾ یعنی تم مردوں کو بلاتے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی قدرت سے جیتے جاگتے قبروں سے نکل آتے۔ عیسیٰ علیہ السلام جب ارادہ کرتے کہ کسی میت کو زندہ کریں تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ پہلی رکعت میں ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ❶ اور دوسری رکعت میں ﴿الٓمّٓ تَنْزِيْلُ﴾ ❷ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے۔ پھر یہ سات اسماء باری پڑھتے (يَا قَدِيْم ، يَا خَفِي ، يَا دَائِم ، يَا فَرْدُ ، يَا وِتْر ، يَا اَحَدُ ، يَا صَمَدُ) اور اگر کوئی سخت پریشانی لاحق ہو جاتی تو یہ سات نام لے کر دعا کرتے۔ (يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا اَللّٰهُ يَارَحْمٰنُ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ يَا رَبِّ) یہ زبردست اثر والے نام ہیں۔ اور میری ان نعمتوں کو یاد کرو کہ جب تم بنی اسرائیل کے پاس دلائل نبوت لے کر پہنچے اور انہوں نے تمہیں جھٹلایا' تم پر الزام لگایا کہ تم ساحر ہو' اور تمہیں قتل کرنے اور سولی دینے کی کوششیں کیں۔ تو ہم نے تمہیں ان سے بچالیا۔ اپنی طرف تمہیں اٹھالیا۔ ان کے

❶ ۶۷/ الملك:۱۔ ❷ ۴۱/ حٰم السجدة:۱۔

شر سے تمہیں بچالیا۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ احسان عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے اٹھالئے جانے کے بعد کا ہے یا یہ کہ قیامت کے روز واقع ہونے والا ہے۔ لیکن مستقبل کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس مستقبل بھی ماضی ہی کی طرح یقینی واقع ہونے والی چیز ہے۔ یہ غیب کے اسرار ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واقف کرایا ہے۔

اور جب ہم نے حواریین کو وحی بھیجی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب وانصار بن جاؤ۔ یہاں وحی سے مراد دل میں ایک بات ڈال دینا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف بھی وحی بھیجی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاؤ۔ ایسے الہام کو بلا اختلاف وحی کہا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی تھی کہ پہاڑوں اور درختوں میں اپنا گھر بناؤ اور لوگوں کے محلوں میں۔ اسی طرح حواریین کو بھی الہام کیا گیا تو وہ حکم بجالائے۔ اور محتمل ہے کہ یہ بھی مراد ہو کہ ہم نے تمہارے واسطے سے ان پر وحی بھیجی اور انہیں ایمان باللہ کی طرف بلایا تو انہوں نے قبول کرلیا اور کہنے لگے کہ ﴿اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾ یعنی اے پیغمبر! گواہ رہو کہ ہم اسلام لائے۔

آسمان سے مائدہ کا نزول: [آیت:۱۱۲۔۱۱۵] یہاں مائدہ کا قصہ بیان کیا جارہا ہے اس لئے اس سورہ کا نام سورۂ مائدہ رکھا گیا۔ اس میں بھی اللہ پاک نے اپنے بندے اور رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسان کا اظہار فرمایا ہے۔ یعنی نزول مائدہ کی دعا قبول کی گئی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک زبردست معجزہ اور حجت قاطعہ ہے۔ بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ قصہ انجیل میں مذکور نہیں اور مسلمانوں کے سوا نصاریٰ اس سے واقف نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ انہیں مطلع کردیا۔ قول باری ہے کہ "جب عیسیٰ کے متبعین نے کہا کہ اے عیسیٰ! کیا تمہارے رب سے یہ ہوسکتا ہے کہ آسمان سے ایک بنا بنایا خوانِ نعمت نازل فرمائے؟" یہاں اکثر قاریوں نے ﴿يَسْتَطِيْعُ﴾ پڑھا ہے (یعنی کیا تمہارے رب سے یہ ممکن ہے؟) دوسرے قاری (تَسْتَطِيْعُ) پڑھتے ہیں یعنی کیا تم سے ممکن ہے کہ اپنے رب سے سوال کرو؟ مائدہ پر از طعام خوان کو کہتے ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے اپنی حاجت اور فقر کی وجہ سے یہ سوال کیا تھا کہ ہر روز ایک خوان اترا کرے جس کو ہم کھائیں اور عبادت کے لئے قوت حاصل کرسکیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم ایمان ہی رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایسا سوال نہ کرو طلب رزق میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی چیز تمہارے لئے فتنہ بن جائے۔ تو حواریوں نے کہا کہ ہم غذا کے محتاج ہوگئے ہیں ہمیں کھانے کے لئے چاہئے اور جب ہم آسمان سے اترتا ہوا مائدہ دیکھیں گے تو ہم کو پورا اطمینان ہوجائے گا اور تم پر ایمان بڑھ جائے گا اور تمہارے رسول ہونے کا کامل یقین ہوجائے گا اور ہم خود اس کے گواہ بن جائیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی ایک نشانی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور سچائی کی دلیل واضح ہے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ "اے رب! آسمان سے ہم پر ایک مائدہ اتار! اس روز کی یادگار میں ہمارے اگلے اور پچھلے لوگ عید منائیں گے۔" سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ﴿تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ ہم اس روز نمازیں پڑھنے لگیں گے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم سے بعد آنے والوں کے لئے یہ دن یوم یادگار بن جائے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تاکہ ہم سب کے لئے ایک عبرت بن جائے اور تصدیق رسالت کے لئے دلیل کافی ہوسکے۔ اور اے اللہ تعالیٰ ہر بات پر تیری قدرت کی اور میری دعا کی قبولیت کی دلیل بن سکے تاکہ لوگ میری رسالت کی تصدیق کرسکیں۔ اپنی طرف سے بلا کلفت وتعب خوشگوار رزق بھیج۔ تو خیر الرازقین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا۔ "اچھا میں خوان اتاروں گا۔ لیکن اگر اس پر بھی تمہاری قوم نے کفر کیا اور مخالفت برتی تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ کسی نے ایسا عذاب نہ چکھا ہوگا" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا

الَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ ❶ اور ﴿اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ ❷ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قیامت کے روز شدید ترین عذاب جن پر ہوگا وہ یہ تین ہیں۔ منافق لوگ، مائدہ اترنے کے بعد بھی جنہوں نے کفر کیا اور فرعون کی امت۔

نزول مائدہ سے متعلق سلف کی روایات: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ کیا تم تیس دن تک کے روزے رکھو گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے نزول مائدہ کا سوال کرو گے تا کہ وہ تمہاری درخواست قبول کرے۔ کیونکہ اجر اسی کو ملتا ہے جس نے خود بھی عمل کیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا' تیس دن روزے رکھے اور پھر کہا کہ اے خیر کی تعلیم دینے والے عیسیٰ! تم نے کہا تھا کہ عمل کرنے والوں کو اس کا اجر ضرور ملتا ہے۔ تم نے ہمیں تیس دن روزے رکھنے کے لئے کہا اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ تیس دن ہم کسی کی نوکری کرتے ہیں تو وہ ہم کو روزی یا تنخواہ دیتا ہے تو اب کیا تمہارا اللہ ہم پر مائدہ اتارے گا؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم مؤمن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ حواریوں نے جواب دیا ہم تو اپنے دل کا اطمینان چاہتے ہیں اور خود بھی یقین کر کے دوسروں کے سامنے بھی گواہ بننا چاہتے ہیں۔ غرض یہ کہ آسمان سے مائدہ اترا جس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں اور ان کے سامنے آ کر رک گیا جسے شروع سے لے کر آخر تک تمام لوگوں نے کھایا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مائدہ میں روٹی اور گوشت تھا اور حکم تھا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور کل کے لئے اٹھا نہ رکھیں۔ لیکن لوگوں نے خیانت کی اور اپنے لئے جمع کر رکھا۔ ایسے لوگوں کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔'' ❸ اور یہ بھی کہا گیا کہ اس میں جنت کے میوے تھے۔ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھنے کے بعد باز و والے بنی عجل کے ایک آدمی سے کہا' جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کا مائدہ کیسا تھا؟ لوگ اس میں سے کھاتے جاتے تھے اور وہ ختم نہیں ہوتا تھا اور کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم اس میں خیانت نہ کرو گے اور کل کے لئے ذخیرہ کرنا نہ چاہو گے تو یہ تمہارے لئے پائیدار رہے گا۔ اگر تم نے ذخیرہ کیا تو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ کسی کو نہ دیا گیا ہوگا۔ لیکن پہلے ہی دن انہوں نے اس میں سے چھپا رکھا اور خیانت کی۔ اور اے اہل عرب! تم بھی اونٹوں اور بکروں کی دمیں مروڑتے تھے۔ یعنی نہایت ذلیل حالت میں تھے اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے ایک رسول پیدا کیا۔ تم اس کا حسب نسب جانتے ہو۔ اس نے تمہیں اطلاع دے دی کہ تم عجم پر بھی غالب آنے والے ہو اور بڑے مالدار بننے والے ہو، عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تمہارے رسول نے بھی تمہیں منع کر دیا ہے کہ سونے چاندی کا ذخیرہ نہ کرو۔ اللہ کی قسم کوئی دن نہیں جاتا کہ تم اپنا یہ خزانہ بڑھاتے نہ رہتے ہو۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح اللہ تعالیٰ کہیں تمہیں بھی عذاب الیم میں مبتلا نہ کر دے۔ اسحٰق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مائدہ میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں۔ لوگوں نے کھایا اور کل کے لئے بھی اٹھا رکھا۔ چنانچہ مائدہ کا آنا بند ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس میں ہر قسم کا ذائقہ تھا اور جنت کے میوے ہوتے تھے۔ ہر دن اترتا رہا۔ اسے چار ہزار آدمی بیٹھ کر کھاتے تھے اور جب کھا چکتے تو اور اتنا ہی موجود ہوتا۔ جو کی روٹیاں ہوتیں' سب لوگوں کے کھا لینے کے بعد بھی بچ رہتا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بکرے کے گوشت کے سوا ہر چیز ہوتی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ چاول کی روٹیاں ہوتی تھیں۔

---

❶ ٤٠/ غافر:٤٦۔ ❷ ٤/ النسآء:١٤٥۔

❸ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، ومن سورة المائدة، ٣٠٦١، وسنده ضعیف اسکی سند میں سعید بن ابی عروبہ (التقريب، ١/ ٣٠٢، رقم، ٢٢٦) اور قتادہ (الميزان، ٣/ ٣٨٥، رقم ٦٨٦٤) مدلس راوی ہیں اور روایت معنعن ہے۔

حضرت وہب اور سلمان الخیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مائدے کا سوال کیا گیا تو انہیں برا معلوم ہوا اور کہا کہ زمین سے تمہیں جو رزق دیا گیا ہے اسی پر قناعت کرو اور آسمان سے رزق نازل ہونے کا سوال نہ کرو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ ہوگا اور ثمود نے جس طرح اپنے نبی سے سوال کیا تھا لیکن سوال پورا ہونے کے باوجود کفر کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔ کہیں تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی نہ ہو لیکن وہ اصرار کرتے رہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ سے دعا کئے بغیر چارہ نہیں تو اپنا جبہ اتار دیا اور کالے بالوں کا کرتا اور جبہ پہن لیا کمبل اوڑھ لیا' وضو اور غسل کر کے صومعہ گئے۔ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر قبلہ رخ کھڑے ہو گئے۔ اپنے قدم جوڑ لئے ٹخنہ سے ٹخنہ ملا لیا۔ انگلیاں سیدھی رکھ لیں۔ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ لیا' سر جھکا لیا اور نظریں نیچی کر لیں۔ رخساروں پر سے آنسو بہتے ہوئے داڑھی پر سے ہوتے ہوئے زمین پر گر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے۔ اب ایک سرخ خوان دو بادلوں کے درمیان آسمان سے اترنا شروع ہوا۔ لوگ اسے اوپر سے گرتا ہوا دیکھ رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے خوف سے رو رہے تھے۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے شرط لگا کر نزول مائدہ کیا تھا کہ اگر اس کے بعد بھی وہ ایمان نہ لائیں گے تو سخت ترین عذاب اٹھائیں گے۔ وہ اللہ سے دعا مانگ رہے تھے اور کہہ رہے تھے' اے اللہ! تو اس کو رحمت بنا اور عذاب نہ بنا' کتنی عجیب باتیں جو جو میں نے تجھ سے مانگی تھیں وہ تو نے مجھے عطا کیں۔ اے اللہ ہمیں شاکر بنا۔ اے اللہ! اس مائدے کے سبب غضب بننے سے میں پناہ مانگتا ہوں اس کو سلامت و عافیت بنا اور فتنہ نہ بنا۔

وہ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ خوان ان کے حواریوں کے سامنے آ کر ٹک گیا اور اس میں سے ایسی خوشبو پھوٹ پڑی کہ کبھی ایسی خوشبو سونگھنے میں نہ آئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حوارین سجدۂ شکر میں گر پڑے کیونکہ ایسی عظیم نشانی اور عبرت ناک چیز انہوں نے دیکھی جس کی انہیں امید نہیں تھی یہود اس امر عجیب کو دیکھ رہے تھے اور ان کے دل رنج و غم سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر وہ آپ ہی آپ بل کھاتے ہوئے چل دیئے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی خوان کے پاس آئے' خوان پر رومال ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اس پر سے رومال کون ہٹائے گا؟ ہم میں سے جو اپنے نفس پر سب سے زیادہ مطمئن ہے اور امتحان الٰہی میں سب سے زیادہ نڈر ہے وہ رومال ہٹائے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے رزق کو دیکھیں اور اس کا نام لے کر کھانے لگیں۔ حواریوں نے کہا یا روح اللہ! آپ سے بڑھ کر اس کا حق دار کون ہے یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھے تازہ وضو کیا' مسجد آئے نماز پڑھی۔ کچھ دیر تک روتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مائدے کو کھولنے کی اجازت دے اور اس میں قوم کے لئے برکت و رزق عطا فرما۔ اب خوان کے پاس جا کر رومال ہٹایا۔ دیکھا کہ اس میں ایک بڑی تلی ہوئی مچھلی رکھی ہوئی ہے جس کے پوست پر نہ فلوس ہیں اور نہ گوشت میں کوئی کانٹا ہے۔ روغن اس میں سے بہہ رہا ہے اس میں ہر قسم کی سبزیاں بھی ہیں سوائے مولی کے اس کے سر کی طرف سرکہ ہے اور دم کی طرف نمک ہے۔ سبزیوں کے اطراف پانچ روٹیاں ہیں جن میں سے ایک پر روغن زیتون ہے اور دوسری پر کھجوریں ہیں اور پانچ انار ہیں حواریوں کے سردار شمعون نے کہا کہ یا روح اللہ! یہ ہماری دنیا کا طعام ہے یا جنت کا طعام ہے؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ جو کچھ عجائبات دیکھ رہے ہو اس سے عبرت لو اور ان سوالات سے باز آؤ مجھے تو ڈر ہے کہ یہی نشانی کہیں تمہارے لئے عذاب کا سبب نہ بن جائے۔ شمعون نے کہا نہیں' رب اسرائیل کی قسم! اے سچی ماں کے بیٹے! میرا مقصد اس سے کوئی سوال کرنا نہیں تھا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ نہ یہ طعام دنیا ہے اور نہ طعام جنت۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمان ہی میں پیدا کر لیا ہے۔ وہ صرف کن فرما دیتا ہے اور طرفۃ العین میں وہ چیز مخلوق ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ اور کھا کر

شکر کرو' اللہ تعالیٰ اور زیادہ عطا فرمائے گا۔ کیونکہ وہ بدیع ہے اور قادر اور شاکر ہے۔

حواریوں نے کہا' اے روح اللہ! ہم چاہتے ہیں کہ اس معجزے کے اندر اور ایک معجزہ ہمیں دکھائی دے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ سبحان اللہ' کیا یہ نشانی جو تم نے دیکھی کافی نہیں کہ اسی میں پھر دوسری نشانی کا سوال کرتے ہو۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے مچھلی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مچھلی! اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ چنانچہ وہ بھونی ہوئی مچھلی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گئی اور تروتازہ ہو کر تڑپنے لگی' شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی' اس کی آنکھیں گھومنے اور چمکنے لگیں۔ اس کے جسم پر کھپل بھی نمودار ہو گئے' یہ دیکھ کر لوگ ڈر گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم تو اور ایک نشانی مانگ رہے تھے اور تمہیں دکھائی گئی تو ڈرنے لگے۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو یہ تمہارے لئے عقاب اور فتنے کا سبب ہو گا۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مچھلی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جیسی تھی ویسی ہو جا۔ چنانچہ وہ پہلے ہی کی طرح بھونی ہوئی بن گئی۔ لوگوں نے کہا اے عیسیٰ علیہ السلام تم پہلے کھاؤ پھر ہم کھائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا معاذ اللہ' جس نے مطالبہ کیا ہے اسی کو پہلے کھانا چاہئے۔ جب حواریوں نے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں کھا رہے ہیں تو ڈر گئے کہ نزول مائدہ ناخوشی کا سبب ہے اور اس کے کھانے میں اندیشہ ہے اور رک گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقیروں' غریبوں اور مریضوں کو بلایا اور کہا کھاؤ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف کا رزق ہے اور تمہارے نبی کی طرف سے دعوت ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جس نے یہ تمہیں دیا یہ تمہارے لئے مبارک ہے اور دوسروں کے لئے عقوبت ہے۔ چنانچہ وہ سب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانے لگے' چنانچہ تیرہ سو مرد اور عورتوں نے کھایا اور سب پیٹ بھر کر اٹھے۔ پھر یہ مائدہ آسمان کی طرف چلا گیا اور لوگ دیکھتے ہی رہ گئے۔ ہر فقیر کھا کر غنی بن گیا اور مریض تندرست ہو گیا پھر یہ ہمیشہ غنی اور تندرست رہے اور جن حواریوں نے کھانے سے انکار کیا تھا وہ سخت نادم رہے اور مرتے دم تک کھانے کی حسرت ان کے دلوں میں باقی رہی۔

اور جب یہ مائدہ اترا ہے تو ہر طرف سے سارے بنی اسرائیل ٹوٹ پڑے۔ غنی فقیر' چھوٹے بڑے' مریض و تندرست' کھانے کے لئے ایک پر ایک گر رہے تھے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب کی باری مقرر فرما دی۔ ایک دن آ کر جو کھاتے وہ دوسرے دن نہ آتے' درمیان میں ایک دن چھوڑ کر آیا کرتے۔ اس طرح چالیس دن گزر گئے۔ دن بھر کھانے کا سلسلہ جاری رہتا' پھر مائدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کی طرف چڑھ جاتا' حتیٰ کہ لوگ اس کا سایہ زمین پر گرتا ہوا دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مائدہ میں میرا رزق فقرا اور یتامیٰ اور مریضوں کے لئے ہے' تونگروں کے لئے نہیں۔ مالداروں کو یہ بات بری لگی۔ باتیں بنانے لگے۔ خود بھی شک میں پڑ گئے اور لوگوں کو بھی شک میں ڈالنے لگے اور غلط باتیں پھیلانے لگے۔ شیطان نے ان پر قبضہ کر لیا اور اچھے لوگوں کے دلوں میں بھی وسوسے ڈالے چنانچہ وہ کہنے لگے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام سچ بتانا کہ کیا یہ نزول مائدہ آسمان سے حق بات ہے۔ کیونکہ ہم میں سے اکثر لوگ شک میں ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے اللہ تعالیٰ کی قسم تم ہلاک ہو گئے۔ تم نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مائدہ کی دعا کرے اور جب اس نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی رحمت اور اپنا رزق اتارا اور تمہیں اپنی نشانی اور عبرتیں بتائیں تو لگے تم انکار اور شک کرنے۔ اب عذاب کی خوش خبری سن لو وہ تمہیں آ دبوچنے والا ہی ہے' یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خود رحم فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں تکذیب کرنے والوں کو نہیں چھوڑوں گا' جو نزول مائدہ کے بعد کفر کرے اس سے متعلق شرط ہی یہ تھی کہ اسے ایسا عذاب دیا جائے گا کہ اب تک نہ دیا گیا ہو۔ یہ شک کرنے والے جب اپنے بستروں پر سو گئے اور سوتے وقت اپنی اچھی خاصی شکل و صورت میں تھے۔ لیکن آخر شب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خنازیر بنا دیا=

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِن دُونِ اللّٰهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ تعالیٰ کے معبود قرار دے لو عیسیٰ عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزہ سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔[۱۱۶] میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا تو آپ ان پر مطلع رہے۔ اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔[۱۱۷] اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں۔ اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔[۱۱۸]

اور یہ گھوڑوں پر کچرے اور گندگیوں میں پھرنے لگے۔ یہ ساری روایت بہت عجیب و غریب ہے۔ ابو حاتم نے اس کو جگہ جگہ سے الگ الگ ٹکڑے کر کے بیان کیا ہے۔ میں نے ان کو سیاق و ترتیب قائم رہنے کے لئے بطور واقعہ مسلسل جوڑ لیا ہے۔

یہ روایت تو دلالت کرتی ہے کہ مائدہ اترا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا پر بنی اسرائیل کو ملا تھا۔ ظاہر عبارت قرآن سے بھی یہ اخذ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ﴾ فرمایا ہے۔ لیکن کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ مائدہ اترا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کو صرف مثال کے طور پر فرمایا ہے اور یہ کہ جب انہیں عذاب کا ڈر بتایا گیا تو مطالبہ مائدہ سے دست بردار ہو گئے اور کہا نہیں ہمیں مائدہ نہیں چاہئے۔ مجاہد اور حسن رحمہما اللہ تک اس کی اسانید بہت صحیح ہیں اور سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ نصاریٰ اس مائدہ سے واقف ہی نہیں اور ان کی کتاب انجیل میں مائدہ کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے اگر مائدہ اترا ہی ہوتا تو انجیل میں جگہ جگہ اس کا ذکر آتا اور ایک بار نہیں متواتر انجیل میں مذکور ہوتا لیکن جمہور کا یہی خیال ہے کہ مائدہ اترا تھا۔ ابن جریر نے اسی خیال کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ﴾ فرمایا ہے اس کا وعدہ اور وعید حق ہے اور یہی بات صواب بھی معلوم ہوتی ہے۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نائب بنی امیہ نے فتوح بلاد مغرب کے وقت وہاں مائدہ پایا جس میں موتی جڑے ہوئے تھے اور قسم قسم کے جواہر کندہ تھے۔ تو امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک کے پاس وہ بھیج دیا گیا۔ یہ مائدہ راستے ہی میں تھا کہ وہ مر گیا۔ اب وہ اس کے بھائی سلیمان

بن عبدالملک کے پاس بھیجا گیا جو اس کے بعد خلیفہ ہوا۔ لوگوں نے اس کے یاقوت اور جواہر وغیرہ دیکھ کر بہت تعجب کیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ مائدہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا تھا۔ واللہ اعلم۔

قریش کا سوال اور پیغام جبریل: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ صفا کی پہاڑی کو ہمارے لئے سونا بنادو تو ہم تم پر ایمان لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''کیا ایمان لاؤ گے؟'' کہا ہاں۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اگر تم چاہو تو صبح تک کوہ صفا سونا ہو جائے لیکن اس کے بعد بھی اگر ایمان نہ لائیں گے تو بدترین عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر تم یہ چاہو کہ میں ان کی توبہ قبول کرلوں اور ان پر رحمت کروں تو ویسا سہی۔ آپ نے فرمایا ''اے پروردگار تیری توبہ اور رحمت چاہئے۔'' ❶

روز قیامت عیسیٰ علیہ السلام سے جواب طلبی: [آیت:۱۱۶۔۱۱۸] اللہ پاک عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز ان لوگوں کی موجودگی میں خطاب فرما رہا ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ کی ماں کو اللہ بنا رکھا تھا۔ یہ نصاریٰ کو ڈنکے کی چوٹ تہدید و توبیخ ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ ❷ یعنی یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کی سچائی کا صلہ ملے گا۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ خطاب اور جواب دنیا میں ہے۔ ابن جریر اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ اس واقعہ سے متعلق ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور ابن جریر نے اس پر دو طرح سے استدلال کیا ہے ایک تو یہ کہ کلام لفظ ماضی یعنی ﴿قَالَ﴾ کے ساتھ ہے۔ دوسرے یہ کہ قولہ تعالیٰ ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ﴾، ﴿وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ یعنی کلام شرطیہ ہے اور بات دنیا ہی میں ہوئی ہوگی جب تو عذاب یا مغفرت کی شرط آخرت کے لئے اٹھا رکھی گئی۔ لیکن یہ دونوں دلیلیں غور طلب ہیں۔ اس لئے کہ لفظ ماضی ہو تو کیا ہوا قیامت کے اکثر امور لفظ ماضی ہی سے بیان کئے گئے ہیں تا کہ وقوع اور ثبوت پر دلیل کافی بن سکے' رہا ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ﴾ کا شرطیہ کلام سو اس سے تو عیسیٰ علیہ السلام کا ان گنہگاروں سے بیزاری ظاہر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کا ان میں نافذ ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور شرط پر کسی چیز کا متعلق ہونا وقوع چیز کے لئے مقتضی نہیں ہوسکتا۔ آیات قرآنی میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کا جو بیان ہے وہ زیادہ صاف ہے کہ قیامت کے دن کا مکالمہ ہے تا کہ قیامت کے دن سب کے سامنے نصاریٰ کا پول کھل جائے اور تہدید و توبیخ ہو سکے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن انبیا علیہم السلام اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام طلب کئے جائیں گے ان پر اظہار احسان فرمایا جائے گا وہ اقرار فرمائیں گے پھر اللہ پاک ان سے یہ سوال بالا فرمائے گا تو وہ انکار کریں گے کہ میں نے اپنی امت سے اپنی پرستش کے لئے نہیں کہا تھا۔ اب نصاریٰ بلائے جائیں گے ان سے بازپرس ہوگی وہ کہیں گے کہ ہاں' عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ایسا حکم دیا تھا۔ یہ سن کر خوف کے مارے عیسیٰ علیہ السلام کے سر اور جسم کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔ فرشتے ان بالوں کو تھام لیں گے اور یہ نصاریٰ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ہزار سال تک پاؤں جوڑے بٹھائے رکھے جائیں گے حتیٰ کہ ان پر حجت قائم ہو جائے گی اور اصلیت ان کے سامنے آ جائے گی۔

کذب بیانی کی سزا میں صلیب کو ان کا پیشوا بنا دیا جائے گا۔ پھر یہ لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔'' ❸ وقولہ ﴿سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ﴾ اس جواب میں حسن ادب کی کس قدر توفیق عنایت ہوئی ہے عیسیٰ علیہ السلام کے دل میں کیسی اچھی دلیل القا کی گئی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ جس بات کا مجھے کوئی حق نہیں آخر میں ایسی بات کیسے کہتا وَلَوْ فَرَضْنَا اگر

❶ احمد، ١/ ٢٤٢، وهو حسن، حاكم، ٢/ ٢١٤، المعجم الكبير، ١٢٧٣٦، البيهقى، ٩/ ٨۔

❷ ٥/ المآئدة: ١١٩۔ ❸ الدر المنثور، ٢/ ٦١٥۔

میں نے ایسا کہا بھی ہوگا تو ضرور تو جانتا ہی ہوگا کیونکہ تجھ پر تو کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن میں تیرے ارادے کو نہیں جان سکتا جو کچھ تو نے مجھے حکم دیا تھا میں نے اس سے ایک حرف بھی زیادہ نہیں کہا۔ میں نے تو یہی کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں جب تک ان میں رہا ان کے اعمال کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے اٹھالیا تو اب تو ان کا نگران کار ہوگیا اور تو تو ہر بات کا نگران ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "اے لوگو! قیامت کے روز تم ننگے اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ پیدائش کے وقت تھے۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اب میری امت کے چند لوگ لائے جائیں گے جنہیں دوزخ کی نشانی کے طور پر بائیں طرف رکھا جائے گا۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تو میری امت ہے تو کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد تمہاری سنت کو چھوڑ کر کیا کیا بدعتیں ان لوگوں نے جاری کیں۔ تو میں ایک بندۂ صالح کی طرح یہی کہوں گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ کہا جائے گا کہ تمہارے بعد لوگ مرتد اور بدعتی ہوگئے تھے۔" ❶

امت کی بخشش کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آہ وزاری: قولہ ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ﴾ الی آخرہ۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر متضمن ہے کہ وہ جو چاہے کرے، وہ سب سے پوچھ سکتا ہے لیکن اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ نیز یہ کلام نصاریٰ سے بیزاری پر بھی مشتمل ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور ولد، اور مریم علیہا السلام کو بیوی قرار دے دیا تھا نعوذ باللہ تعالیٰ۔ اس آیت کی بڑی شان ہے حدیث میں ہے کہ ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک اسی آیت کو نماز میں پڑھتے رہے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اسی آیت کو پڑھتے رہے، حتیٰ کہ رکوع اور سجدے میں بھی یہی آیت پڑھی۔ صبح کو جب اس کی وجہ میں نے پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں رب عزوجل سے شفاعت امت کے لئے سوال کرتا رہا۔ چنانچہ شرک کے سوا سب کو بخشنے کا اس نے وعدہ فرمایا۔" ❷ جسرہ بنت دجاجہ سے مروی ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی تو اس کے بعد لوگ اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مسکن پر جا بیٹھے اور جب دیکھا کہ لوگ اپنے گھر چلے گئے ہیں تو پھر مصلیٰ پر آ کر نماز میں مشغول ہوگئے اب میں بھی آ گیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ آپ نے سیدھی طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ میں سیدھی طرف ہوگیا۔ پھر ابن مسعود آئے تو ہمارے پیچھے کھڑے ہوگئے تو انہوں نے بائیں طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اب ہم تینوں اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے لیکن آپ نے نماز میں ایک ہی آیت جو شروع کی تو اسی کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ میں نے اب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رات بھر ایک ہی آیت پڑھنے کا سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا نہیں جب تک آپ از خود بیان نہ فرمائیں میں تو نہیں پوچھوں گا اب میں نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، سارا قرآن آپ کے سینے میں ہے لیکن آپ قرآن کی صرف ایک ہی آیت پڑھ رہے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم اس پر اعتراض کر بیٹھتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ سے امت کے لئے دعا کر رہا تھا۔" میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا جواب ملا تو فرمایا کہ "جس بات کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اگر اس کو تم =

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المائدۃ باب ﴿وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی......﴾ ۴۶۲۵، صحیح مسلم، ۲۸۶۰، ترمذی، ۱۴۲۳، احمد، ۱/ ۲۲۹، ابن حبان، ۷۳۴۷۔

❷ احمد، ۵/ ۱۴۹، نسائی، کتاب الافتتاح، باب ترديدالاية، ۱۰۱۱، ابن ماجه، ۱۳۵۰، وسنده حسن، ابن ابی شیبه، ۷/ ۴۳۹۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

ع ١٦/٥

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں' یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔[۱۱۹] اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔[۱۲۰]

= لوگ سن پاؤ تو اکثر تو نماز پڑھنا ہی چھوڑ دو گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہانہ لے لو گے۔'' میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا اس کی خوشخبری نہ پہنچا دوں؟ فرمایا: ''ہاں! پہنچا دو۔'' میں کچھ دور ہی چلا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ! اگر لوگوں کو یہ بات پہنچا دی جائے گی تو عبادت ہی چھوڑ بیٹھیں گے۔ تو آپ ﷺ نے مجھے واپس بلا لیا۔ اور وہ آیت یہ تھی ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ❶

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جو نبی اکرم ﷺ تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا ''((اَللّٰهُمَّ اُمَّتِي)) اے میرے رب! میری امت! اور زار زار رو رہے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ جبریل علیہ السلام آ کر رونے کی وجہ پوچھنے لگے تو آپ ﷺ نے جو جواب دینا تھا جبریل علیہ السلام کو دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے جبریل! محمد سے جا کر کہو کہ ہم تمہاری امت کے بارے میں تمہیں راضی کریں گے اور دل نہ دکھائیں گے۔'' ❷ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن دیر سے تشریف لائے اور سجدے میں گر پڑے اور اتنی دیر کی کہ گویا روح ہی پرواز ہو گئی ہو۔ پھر آپ ﷺ نے جب سر اٹھایا تو فرمایا کہ ''میرے رب نے امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو میں نے کہا اے رب! یہ تو تیرے ہی بندے اور تیری مخلوق ہیں دوسری بار پوچھا۔ پھر بھی میں نے یہی کہا تو اللہ نے فرمایا کہ اے محمد! میں امت کے بارے میں تم کو رسوا نہ کروں گا اور مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ ستر ہزار امتی جائیں گے اور ہر ایک ایسے امتی کے ساتھ اور ستر ہزار امتی ہوں گے کہ یہ سب بغیر حساب داخل جنت کیے جائیں گے۔ پھر فرمایا' مانگو تم کو دیا جائے گا تو میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ کیا اللہ پاک میرے سوال کو پورا کرنا چاہتا ہے تو جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس اسی غرض سے بھیجا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ عطا کر دیا۔ میں اس پر غرور نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے میرے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں اور میں زمین پر زندہ و تندرست چل رہا ہوں اور مجھے یہ بھی خصوصیت بخشی کہ میری امت قحط سے نہ مرے گی اور مغلوب نہ ہو گی اللہ تعالیٰ نے مجھے کوثر عنایت فرمایا ہے یہ جنت کی ایک نہر کا نام ہے جو میرے حوض میں بہتی آئے گی۔ اور مجھے عزت و نصرت اور

❶ احمد، ٥/ ١٧٠، وسنده حسن، ابن ماجه، ١٣٥٠؛ النسائی، ١٠١١؛ مسند البزار ٤٠٦٢۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب دعاء النبی ﷺ لامة وبكائه شفقة عليهم، ٢٠٢۔

رعب وشوکت کی خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ جو میری امت کے سامنے لوگوں پر ایک مہینہ بھر کی راہ سے اثر ڈالتی ہے۔ میں جنت میں سب انبیا سے پہلے داخل ہوں گا اور میری امت کے لئے مال غنیمت بالکل حلال فرما دیا ہے اور اکثر ایسی چیزیں حلال کر دی ہیں جو مجھ سے پہلے کی امتوں پر حلال نہیں تھیں اور مذہبی حیثیت سے میرے دین میں کوئی سختی روا نہیں رکھی۔'' ❶

روز محشر کامیاب ہونے والے: [آیت:۱۱۹۔۱۲۰] اللہ تعالیٰ اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کی بات کا جواب دیتے ہوئے' جب کہ انہوں نے نصارائے ملحدین کا ذہین سے اپنی بیزاری ظاہر کی تھی فرماتا ہے کہ ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ﴾ یعنی آج کا دن موحدین کی توحید کی نفع بخشی کا دن ہے کہ بہتی نہروں والی جنت میں ہوں گے۔ نہ وہاں سے نکالے جائیں گے نہ دم بھر کے لئے جنت کو چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس روز رب کریم جلوہ افروز ہو گا اور فرمائے گا' مانگو میں دینے پر آمادہ ہوں۔ لوگ اس کی رضامندی مانگیں گے تو فرمائے گا کہ میری رضامندی ہی نے تمہیں میرے گھر اتارا ہے۔ مانگو کیا مانگتے ہو۔ لوگ پھر اس کی رضامندی مانگیں گے۔ فرمائے گا' گواہ رہو کہ سبحانہ' تعالیٰ تم سے راضی ہے۔ ❷ فرماتا ہے ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾ ❸ عمل کرنے والوں کو ایسا ہی عمل کرنا چاہئے۔ ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ ❹ اور اسی کی کوشش لوگوں کو کرنی چاہئے وہ ساری اشیاء کا خالق ہے ہر چیز پر متصرف اور قادر ہے۔ سب اس کے غلبہ اور قدرت کے تحت ہیں' اس کا نہ کوئی نظیر ہے نہ ہم پایہ نہ مددگار ہے۔ اس کے نہ باپ ہے نہ لڑکا نہ بیوی۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سب سے آخری سورت یہی سورۂ مائدہ اتری ہے۔ ❺

تفسیر سورۂ الانعام

فضائل سورۂ انعام: سورۂ انعام مکہ میں ایک ہی رات کے اندر ایک ہی دفعہ میں نازل ہوگئی۔ اس کو ستر ہزار فرشتے لے کر حاضر ہوئے تھے اور تسبیح پڑھتے جا رہے تھے۔ ❻ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور سورۂ انعام اتر رہی تھی۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی باگ تھامے ہوئے تھی۔ وحی کے بوجھ سے اونٹنی ایسی دب گئی تھی کہ گویا اس کی ہڈیاں ہی ٹوٹ جائیں گی۔ ❼ ملائکہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ سورۂ انعام اترنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح پڑھنے لگے اور فرمایا ''اس سورت کی مشایعت میں فرشتے افق تک گھیرے ہوئے تھے۔ ❽ فرشتوں کی (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ) کی گونج سے زمین و آسمان میں ہنگامہ تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ❾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پوری سورۂ انعام ایک ہی =

---

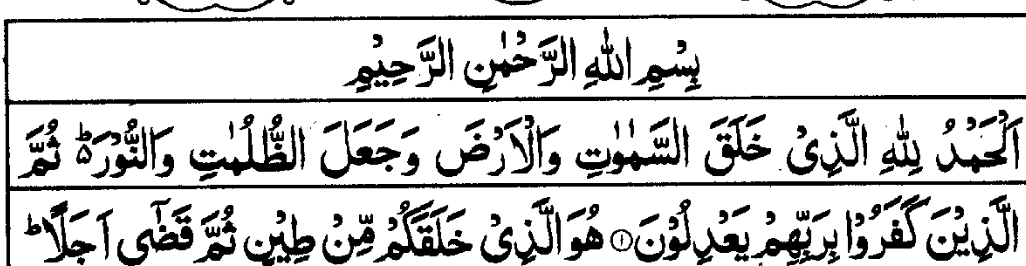
❶ احمد، ٥/ ٣٩٣، وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ مختلط راوی ہے (التقریب، ١/ ٤٤، رقم، ٥٧٤)

❷ ابن ابی شیبہ، ٢/ ١٥٠، وسندہ ضعیف اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم مختلط راوی ہیں (التقریب، ٢/ ١٣٨، ٢/ ١٣)

❸ ٣٧/ الصافات:٦١۔ ❹ ٨٣/ المطففین:٢٦۔ ❺ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن' باب ومن سورۃ المائدۃ، ٣٠٦٣، وسندہ حسن لذاتہ، وصححہ الحاکم، ٢/ ٣١١ ووافقہ الذھبی۔ ❻ طبرانی، ١٢٩٣٠ وسندہ ضعیف، علی بن زید بن جدعان ضعیف۔ ❼ مجمع الزوائد، ٧/ ٢٠، اسکی سند میں لیث بن ابی سلیم مختلط اور ضعیف راوی ہے۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

❽ حاکم، ٢/ ٣١٤، ٣١٥، وسندہ معلل ضعیف، انظر اتحاف المھرۃ، ٣/ ٥٦١ وشعب الایمان، ٢٤٣٢۔

❾ المعجم الأوسط، ٦٤٤٣، مجمع الزوائد، ٧/ ٢٠ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن عبداللہ بن عرس اور احمد بن محمد السالمی غیر معروف ہیں۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔



ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو کہ نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔[۱] وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین وقت خاص اللہ تعالیٰ ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔[۲] اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو جانتے ہیں۔[۳]

= دفعہ میں نازل ہوئی ہے اور ستر ہزار فرشتوں کی تسبیح وتحمید کی گونج کے ساتھ اتری ہے۔'' ❶

اللہ کی قدرت کاملہ اور انسان: [آیت:۱-۳] اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریمہ کی مدح فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ گویا کہ بندوں کو حمد کرنا سکھلا رہا ہے۔ دن میں نور کو اور رات میں تاریکی کو اپنے بندوں کے لئے ایک منفعت قرار دیتا ہے۔ یہاں لفظ نور کو واحد لایا گیا ہے اور ظلمات کو جمع لایا گیا ہے کیونکہ اشرف چیز کو واحد ہی لاتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَائِلِ﴾ ❷ اور ﴿اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ❸ یہاں بھی یمین واحد ہے اور شمائل جمع ہے اور اپنے راستے کو لفظ سبیل کہہ کر واحد لایا ہے اور غلط راستوں کو سبل کہہ کر جمع لایا ہے۔ غرض یہ کہ باوجود اس کے بعض بندے کفر کرتے ہیں اور اس کے لئے شریک وعدیل قرار دیتے ہیں۔ اس کے بیوی اور بچے بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے منزہ ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارے باپ آدم مٹی سے بنائے گئے تھے اور مٹی ہی نے ان کے گوشت پوست کی شکل اختیار کی۔ پھر ان ہی سے لوگ پیدا ہو کر مشرق ومغرب میں پھیل گئے۔ پھر آدم علیہ السلام نے اپنی مدت پوری کی اور اپنے مقررہ وقت موت تک آن پہنچے۔ پہلے لفظ اجل سے حسن رحمہ اللہ کے نزدیک مرنے تک کی زندگی کا وقت مراد ہے اور دوسرے لفظ اجل سے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی تک کا وقت مراد ہے۔ اجل خاص انسان کی عمر رواں ہے اور اجل عام سے مراد ساری دنیا کی عمر ہے۔ یعنی دنیا کے ختم ہونے اور زوال پذیر ہونے تک اور دار آخرت کا وقت آنے تک۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلی اجل سے مراد مدت دنیا ہے اور اجل مسمی سے مراد عمر انسان تا بوقت مرگ ہے۔ ❹ گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ﴾ ❺ الخ یعنی وہ رات میں تم کو مار دیتا ہے اور دن =

❶ المعجم الصغير، ١/ ٨١، وسنده ضعيف جداً مجمع الزوائد، ٧/ ٢٠، اسکی سند میں یوسف بن عطیۃ الصفار ہے جسے نسائی نے متروک اور امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ (الميزان، ٤/ ٤٦٨، رقم، ٩٨٧٧) ❷ ١٦/ النحل:٤٨۔

❸ ٦/ الانعام:١٥٣۔ ❹ الطبری، ١١/ ٢٥٦۔ ❺ ٦/ الانعام:٦٠۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤﴾ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٦﴾

ترجمہ: اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔[۴] سو انہوں نے اس سچی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچی سو جلدی ہی ان کو خبر مل جائے گی اس چیز کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے۔[۵] کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں۔ اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا۔[۶]

== میں تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتا ہے اور رات میں تو تم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ یعنی نیند میں ہوتے ہو جو قبض روح کی شکل میں ہے۔ اور پھر جاگتے ہو تو اپنے ساتھیوں کے پاس گویا واپس آ جاتے ہو۔ اور اس کے قول ﴿عِندَهُ﴾ کے معنی یہ ہیں اس وقت کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اور اسی طرح یہ قول باری ہے کہ اے نبی ﷺ! تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ تمہیں اس کی کیا خبر۔ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ❶ پھر آیت زیر ذکر میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم قیامت کے بارے میں شک کرتے ہو وہی آسمانوں اور زمینوں کا مالک اللہ تمہاری چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے اور کھلی باتوں کو بھی۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس آیت کے مفسرین نے پہلے فرقہ جہمیہ کے قول سے انکار پر اتفاق کیا ہے اور پھر اس آیت کی تفسیر سے متعلق ان کا اختلاف بھی ہے۔ جہمیہ کا یہ قول ہے کہ یہ آیت اس بات کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ بذات خود موجود ہے۔ یعنی اس عقیدے سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ ہر چیز کے اندر بذات خود اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ ہی کو مانا جاتا ہے اور اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور آسمانوں میں جو فرشتے اور زمین پر جو انسان ہیں سب اسی کا اقرار الوہیت کرتے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن جن و انس کے کافر اس سے نہیں ڈرتے۔ اور یہی آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول پر بھی منطبق ہوتی ہے کہ وہی آسمانوں کا اللہ تعالیٰ اور زمین کا اللہ تعالیٰ ہے۔ مطلب یہ کہ جو آسمانوں میں ہے ان کا اللہ تعالیٰ اور جو زمین پر ہیں ان کا اللہ تعالیٰ۔ نہ یہ کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی بنا پر حکم ہے کہ وہ تمہارے چھپے کو بھی جانتا ہے اور تمہارے کھلے کو بھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو زمین و آسمان میں ہر ڈھکی کھلی بات کو جانتا ہے اور اس کا قول ﴿يَعْلَمُ﴾ ==

❶ ۷۹/ النازعات: ۴۲۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ع قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

ترجمہ: اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔[٧] اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی۔[٨] اور اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو آدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو اب اشکال کر رہے ہیں۔[٩] اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے۔ پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب نے آ گھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔[١٠] آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔[١١]

= ﴿فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ﴾ سے متعلق ہے۔ چنانچہ اس کی تقدیر یوں ہوئی کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو زمین و آسمان میں تمہاری ہر بات کو جانتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اس کا علم رکھتا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ﴿هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ یہ وقف تام ہے اس کے بعد پھر خبر کا آغاز ہوتا ہے یعنی ﴿هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ مبتدا ہے اور ﴿فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ﴾ خبر ہے۔ ابن جریر کا یہی مسلک ہے۔ پھر آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے۔

معاندین کا انجام: [آیت:۴۔۶] مشرکین معاندین کے بارے میں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کی کوئی آیت ان کے پاس آتی ہے یعنی کوئی معجزہ یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کوئی دلیل واضح یا رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی کوئی نشانی تو یہ لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اس کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ اور جب حق بات ان کے پاس آئی تو اس کا انکار کرنے لگے۔ اس کے بارے میں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ یہ بات ان کے لئے تہدید اور وعید شدید ہے۔ کیونکہ انہوں نے حق کو جھٹلا دیا۔ اب تکذیب کا نتیجہ انہیں دیکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھا رہا ہے اور ڈرا رہا ہے کہ پہلے کے لوگوں نے بھی جو ان سے زیادہ قوی اور کثیر التعداد تھے اور اموال و اولاد بھی زیادہ رکھتے تھے۔ دولت و حکومت بھی حاصل تھی۔ پھر بھی انہیں کیسا عذاب و نکال پہنچا تھا۔ اسی قسم کے عذاب سے تمہیں بھی سابقہ پڑ سکتا ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے۔ جو دنیا میں بڑی قدرت رکھتے تھے کہ ایسے اموال و اولاد و اعمار اور ایسی شان و شوکت تمہیں نصیب ہی نہیں۔ آسمان سے ہم ان کے لئے پانی برساتے تھے۔ کبھی انہیں قحط سے سابقہ نہیں پڑا۔ ہم نے باغات چشمے اور نہریں دے رکھی تھیں اور اس سے مقصد فقط انہیں ڈھیل دینا تھا پھر ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ پر دوسری قومیں آباد کیں۔ پہلے لوگ تو جانے والے دن کی

طرح چلے گئے اور داستان بن کر رہ گئے۔ لیکن ان بعد کے لوگوں نے بھی پہلے کے لوگوں کی طرح عمل کیا اور سابقہ لوگوں کی طرح یہ بھی ہلاک ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ اے لوگو! اس بات سے ڈرو کہ تمہیں بھی کہیں ایسے ہی حالات سے سابقہ نہ پڑے۔ تم سے نمٹنا اللہ تعالیٰ کے لئے ان سے زیادہ اہم کام تو نہیں۔ تمہارا رسول جس کی تم تکذیب کر رہے ہو یہ تو ان کے رسول سے بھی زیادہ اکرم ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ خاص طور پر مہربانی و احسان نہ کرے تو تم زیادہ عقوبت کے مستحق ہو۔

مشرکوں کی ذہنیت اور صاف دلائل کا بیان: [آیت: ۷۔۱۱] مشرکین کے عناد اور مکابرہ و منازعہ کی خبر دیتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اگر ہم تم پر کوئی ایسی بھی کتاب نازل کرتے جو کاغذوں میں لکھی ہوئی ہوتی جس کو وہ ہاتھ سے بھی چھو سکتے' اس کو آسمان سے اترتی دیکھ سکتے' تو پھر بھی یہ کافر یہی کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ جیسے کہ محسوسات کے اندر بھی ان کی فساد پسند طبیعت کا اقتضا یہ ہے کہ اگر ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ کھول دیں جس میں اوپر چڑھنے بھی لگیں' تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مندگئی ہیں اور ان پر نظر بندی ہوگئی۔ ❶ ہے یا جیسا کہ فرمایا اگر آسمان کے ٹکڑے بھی گرتے ہوئے دیکھیں تو کہیں کہ بادل کے ٹکڑے ہیں۔ ❷ اور پھر ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ لگا لپٹا کیوں نہیں رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو پھر تو بات ختم ہے وہ فرشتے کو دیکھنے کے بعد بھی وہی جادو کی رٹ لگائیں گے تو انہیں اس وقت کی طرح راہ راست پر آنے کے لئے مہلت دی ہی نہیں جائے گی۔ فوراً عذاب الٰہی آ پہنچے گا۔ اور فرمایا کہ جس روز وہ ملائکہ کو دیکھ ہی لیں گے تو پھر مجرمین کے لئے کوئی اچھی خبر ہے ہی نہیں۔ پھر آیت متذکرہ بالا میں ارشاد ہے کہ اگر ہم انسان رسول کے ساتھ کسی فرشتے کو بھی نازل کرتے تو وہ بھی انسان ہی کی شکل و صورت میں ان کے سامنے آتا' تا کہ وہ لوگ اس سے خطاب کر سکیں یا اس سے کوئی انتفاع پا سکیں۔ اور جب یوں ہوتا تو بات ان پر مشتبہ ہو جاتی کہ جیسے رسول بشری کے بارے میں شک کر رہے ہیں' ملک بشری کے بارے میں یہی شک انہیں دامنگیر ہوتا کیونکہ وہ بھی آخر بشر ہی کی شکل و صورت رکھتا۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ آسمان سے تو ہم فرشتہ اس وقت اتارتے جب کہ زمین پر فرشتے چلتے پھرتے ہوتے۔ ❸ اور جب ایسا نہیں تو آسمان سے بھی کیوں اتارا جائے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جب مخلوق کی طرف وہ کوئی رسول بھیجتا ہے تو انہیں میں سے بھیجتا ہے تا کہ ایک دوسرے سے بات کر سکیں اور اس رسول سے انتفاع ان لوگوں کے لئے ممکن ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمنین پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ ان کا رسول انہیں میں سے ایک آدمی ہے جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پیش کرتا ہے اور ان کو پاک بناتا ہے۔ ❹ ورنہ وہ فرشتہ کی طرف تو اس کے نور کی وجہ سے نظر بھی نہیں ڈال سکتے۔ اور بات پھر بھی ان پر مشتبہ ہو جاتی۔ اور اے نبی ﷺ! تم سے پہلے کے نبیوں کے ساتھ بھی تو اسی قسم کا مذاق کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس مذاق و استہزا کے سبب یہ قومیں ہلاک ہوگئیں۔ اس آیت کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ کو ڈھارس دی گئی ہے کہ اگر کسی نے تمہاری تکذیب کی تو پروا نہ کرو۔ پھر مؤمنین کو اپنی نصرت اور عاقبت حسنہ کا وعدہ دیا گیا اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں چل پھر کر تو دیکھو کہ قرون ماضیہ میں جن لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا' ان کی بستیوں کے کیسے کھنڈر پڑے ہیں اور دنیاوی عقوبت کا انہیں کیسا عذاب دیا گیا اور پھر آخرت میں الگ عذاب دیا جائے گا۔ اور پھر رسولوں اور مؤمنوں کو ہم نے کیسا بچا لیا تھا۔

---

❶ ١٥/ الحجر: ١٤' ١٥۔ ❷ ٥٢/ الطور: ٤٤۔
❸ ١٧/ الاسراء: ٩٥۔ ❹ ٣/ آل عمران: ١٦٤۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝

ترجمہ: آپ کہیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے تم کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جمع کریں گے اس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کرلیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے [۱۲] اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتی ہیں اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا۔ [۱۳] آپ کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور ان کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا اور کسی کو معبود قرار دوں آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا [۱۴] آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ [۱۵] جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جائے گا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ صریح کامیابی ہے۔ [۱۶]

آسمان و زمین کے مالک کی ہی بندگی کریں: [آیت: ۱۲-۱۶] خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک مَالِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اور اس نے اپنے نفس پر رحمت واجب قرار دے لی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔" ❶ ارشاد ہے کہ یقیناً وہ قیامت کے روز تم سب کو جمع کرے گا۔ یہاں لام بطور قسم کے ہے گویا اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ یوم مقررہ کے وقت وہ اپنے سارے بندوں کو جمع کرے گا۔ مؤمنین کو تو اس میں شک نہیں لیکن کافر شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہاں چشمے بھی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم وہاں چشمے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے انبیا علیہم السلام اپنے اپنے حوضوں پر وارد ہوں گے۔ اللہ پاک ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھوں میں آگ کے ڈنڈے ہوں گے اور انبیا کے حوضوں پر وارد ہونے والے کفار کو وہاں سے ہانک دیں گے۔" ❷ یہ حدیث غریب ہے۔ اور ترمذی میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور مجھے امید ہے کہ میرے حوض =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ویحذرکم اللہ نفسہ﴾ ۷۴۰۴، صحیح مسلم، ۲۷۵۱، ترمذی، ۳۵۴۳، ابن ماجہ، ۴۲۹۵، ابن حبان، ۶۱۴۳، احمد، ۲/ ۳۱۳۔

❷ ابن مردویہ وسندہ ضعیف، زبیر بن شبیب اور محسن بن عقبہ دونوں نامعلوم ہیں۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿17﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿18﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰي ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿19﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿20﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿21﴾

ترجمہ: اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچادیں تو اسکا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچادیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔[17] اور وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں۔[18] آپ کہیے کہ سب سے بڑھ کر گواہی دینے کے لئے کون ہے آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔ کیا تم سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرمادیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بے زار ہوں۔[19] جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کرلیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔[20] اور اس سے زیادہ کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلائے ایسے بے انصافوں کو کامیابی نہ ہوگی۔[21]

= پر سب سے زیادہ مجمع ہوگا۔'' (1) اللہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو آخرت کے لحاظ سے گھاٹے میں ہیں وہی ہیں جو ایمان نہیں لا رہے ہیں اور اس یوم آخرت سے ڈرتے نہیں۔ پھر فرمایا کہ جو مخلوق بھی دن میں بستی ہے یا رات میں وہ سب اس کے تحت تصرف ہے اور زیر انتظام ہے وہ بندوں کی باتوں کو سنتا ہے اور ان کی حرکات کو اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ پھر اپنے رسول سے جس کو توحید عظیم اور شرع قویم عنایت فرمائی۔ فرماتا ہے کہ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاؤ اور کہہ دو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا اللہ تعالیٰ کے سوا میں کسی دوسرے کو دوست بناؤں۔ جیسا کہ فرمایا کہہ دو اے جاہلو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پوجوں (2) مطلب یہ ہے کہ وہ فاطر السموات والارض ہے۔ بغیر نمونے کے اس نے زمینوں و آسمان کو وجود بخشا۔ اس کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے پوجوں وہ سب کو کھلاتا ہے اس کو نہیں کھلایا جاتا۔ حالانکہ وہ بندوں کا حاجتمند نہیں کہ غرض متعلق ہو جیسا کہ فرمایا کہ جن وانس کو میں نے صرف اپنی عبادت وعبودیت کے لئے پیدا کیا (3) بعض نے (لَا يَطْعَمُ) پڑھا ہے یعنی وہ خود کچھ نہیں کھاتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(1) ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی صفۃ الحوض، ۲۴۴۳، وسندہ ضعیف، المعجم الکبیر، ۶۸۸۱، اسکی سند میں سعید بن بشیر ضعیف راوی ہے۔ (2) ۳۹/ الزمر: ۶۴۔ (3) ۵۱/ الذاریات: ۵۶۔

سے مروی ہے کہ اہل قبا کے ایک انصاری نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی۔ ہم سب بھی گئے۔ آپ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا شکر جو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھاتا۔ ہم پر احسان فرماتا ہے۔ ہمیں کھانا کھلایا' پانی پلایا ہمارے برہنہ جسم پر لباس پہنایا۔'' ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کفران نعمت نہیں کر سکتے نہ اس سے بے نیاز بن سکتے ہیں۔ اس نے گمراہی سے بچایا۔ دل کے اندھے پن سے دور رکھا۔ ساری مخلوقات پر ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ ❶ کہہ دو اے نبی! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلا مسلمان بنوں اور شرک نہ کروں۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے عذاب یوم عظیم کا ڈر ہے۔ قیامت کے روز جس پر سے عذاب ہٹ گیا اس پر بڑی مرحمت ہوئی اور یہ بہت بڑی کامیابی رہی جیسا کہ فرمایا کہ جو دوزخ سے دور رکھا گیا اور جنت میں بھیجا گیا وہ بڑا ہی کامیاب شخص ہے۔ ❷

نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے: [آیت: ۱۷۔۲۱] اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ مالک مضرت ونفع ہے وہ اپنی مخلوقات میں جیسا چاہے تصرف کرے۔ اس کی حکمت کو نہ کوئی پیچھے ڈالنے والا ہے نہ اس کی قضا کو کوئی روکنے والا ہے۔ اگر وہ مضرت کو روک دے تو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور خیر کو جاری کر دے تو کوئی روکنے والا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ﴾ ❸ الخ یعنی اللہ تعالیٰ جسے جو رحمت دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے ((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) ❹ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے لئے لوگوں کے سر جھک گئے ہیں۔ ہر شے پر وہ غالب ہے اس کی عظمت و کبریائی اور علو قدر کے سامنے سب پست ہیں' اس کا ہر فعل حکمت پر مشتمل ہے وہ مواضع اشیاء سے باخبر ہے اگر وہ کچھ دیتا ہے تو مستحق ہی کو دیتا ہے' اور روک دیتا ہے تو غیر مستحق سے روک دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ سب سے بڑی شہادت کس کی شہادت ہے پھر فرماتا ہے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان گواہ کی حیثیت میں ہے اور یہ قرآن میری طرف نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ قرآن پہنچے جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ ❺ یعنی ان لوگوں میں سے جو کفر اختیار کرے گا تو دوزخ اس کا وعدہ گاہ ہے اور جس تک قرآن پہنچ جائے تو گویا اس نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کر لی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس تک میرا قرآن پہنچا گویا میں نے خود اسے تبلیغ کر دی۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی آیتیں دوسروں تک پہنچاؤ جس کو کتاب اللہ کی کوئی آیت پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ کا اس کو حکم پہنچ گیا۔'' ❻ ربیع بن انس رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تابع رسول پر لازم ہے کہ اس طرح اسلام کی دعوت دے جس طرح آنحضرت ﷺ دیتے تھے اور اس طرح ڈرائے جیسے آنحضرت ﷺ ڈراتے تھے۔ قولہ تعالیٰ ﴿اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ﴾ یعنی اے مشرکو! کیا واقعی تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور دوسرے اللہ بھی ہیں۔ کہہ دو کہ ایسی گواہی تو میں نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ﴾ اگر وہ گواہی دیں بھی تو اے نبی! ﷺ تم ایسی گواہی نہ دینا ﴿قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ﴾ =

---

❶ حاکم، ۱/ ۵۴۶، النسائی فی الکبریٰ، ۱۰۳۳، الانوار للبغوی، ۱۰۳۸ وھو حدیث حسن، ابن حبان، ۵۲۱۹، وھو حسن۔ ❷ ۳/ آل عمران:۱۸۵۔ ❸ ۳۵/ فاطر:۲۔
❹ صحیح بخاری، کتاب الاذان' باب الذکر بعد الصلاۃ، ۸۴۴، صحیح مسلم، ۵۹۳، ابوداود، ۱۵۰۵، احمد، ۴/ ۲۵۰، ابن حبان، ۲۰۰۵، بیہقی، ۲/ ۱۸۵۔ ❺ ۱۱/ ھود:۱۷۔ ❻ تفسیر عبدالرزاق، ۱/ ۱۹۸، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا كُلَّ ءَايَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ أَسَٰطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِن يُهْلِكُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلائق کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے۔[۲۲] پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔[۲۳] ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہوگئے۔[۲۴] اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور اگر وہ لوگ تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر بھی ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔[۲۵] اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور دور رہتے ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔[۲۶]

= بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ پھر اہل کتاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن اور نبی اکرم ﷺ کو ایسے بہتر طور پر جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں مرسلین متقدمین کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ یہ سارے پیغمبر وجود محمد ﷺ کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ وہ محمد ﷺ کی ہر صفت سے ان کے وطن، ان کی ہجرت، ان کی امت کے اوصاف، غرض یہ کہ اپنی کتابوں میں ان ساری باتوں کا داخلہ پاتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ ﴿الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ یعنی جن لوگوں نے اپنی ذاتوں کو نقصان پہنچا لیا وہی ہیں کہ ایمان نہیں لاتے، حالانکہ بات بالکل واضح ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کی بشارتیں دی ہیں اور قدیم زمانے سے آپ ﷺ کی پیغمبری اور آپ ﷺ کے وجود کی پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت باندھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور پھر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور دلائل و براہین کو جھٹلا دے۔ ﴿إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ﴾ یہ مفتری اور مکذب کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

روز قیامت مشرکین اور انکے شرکا کا انجام: [آیت:۲۲۔۲۶] ہم جب قیامت کے روز ان سب کو جمع کریں گے تو ان اصنام واوثان کے بارے میں ان سے پوچھیں گے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجتے رہتے تھے کہ تمہارے وہ بت کہاں گئے جنہیں تم شریک الٰہی قرار دیتے تھے۔ قولہ تعالیٰ ﴿لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ یعنی ان کی معذرت اور احتجاج یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم تو مشرک نہیں تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! آپ نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ لیکن یہ کیسے ہوگا؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب یہ مشرکین دیکھیں گے کہ اہل صلوۃ کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہو رہا ہے تو آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم شرک کا انکار کر دیں۔ چنانچہ وہ اپنے مشرک ہونے کا انکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا تو پھر ان کے ہاتھ پاؤں ازخود گواہی دینے لگیں گے اور کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔ اے شخص اب تو کوئی شک تمہارے دل میں باقی نہیں رہا۔ قرآن میں کوئی ایسی بات باقی نہیں رہ گئی ہے جو وضاحت طلب ہو۔ لیکن تم نہیں سمجھ سکتے اور تاویل و توجیہ نہیں کر سکتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں اتری۔ لیکن یہاں پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ یہ آیت تو مکہ میں اتری ہے اور مکہ میں منافقین کہاں تھے۔ یہ تو اسلام کے مقبول عام ہونے کے بعد مدینے میں ان کا گروہ پیدا ہوا۔ منافقین کے بارے میں جو آیت اتری ہے وہ آیت مجادلہ ہے یعنی ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ﴾ ❶ یعنی جس روز اللہ تعالیٰ ان کو قیامت میں جمع کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کھا کر بیان کریں گے اور اسی طرح ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ یعنی دیکھو تو انہوں نے جان بوجھ کر کیسی جھوٹ بات کہی اور جن بتوں کو وہ پوجتے تھے وہ کیسے ان سے منحرف ہو گئے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں' حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرا پن پیدا کر دیا ہے اور خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی کیسی ہی نشانی پائیں ایمان نہیں لاتے ہیں وہ وحی سننے کے لئے آتے ہیں لیکن یہ سننا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ "ان کی مثال ان چوپایوں کی ہے جو اپنے چرواہے کی آواز کو سنتے ہیں لیکن مطلب خاک نہیں سمجھتے۔" ❷ پھر آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ آیات و دلائل و بینات وہ دیکھتے ہیں لیکن انہیں نہ عقل ہے نہ انصاف سے کام لیتے ہیں پھر کیا ایمان لائیں گے۔ اگر ان میں کچھ بھی بھلائی کی صلاحیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں سننے کی توفیق دیتا اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو حجتیں کرنے لگتے ہیں اور باطل باتیں پیش کر کے حق کے اندر بحث و مباحثہ شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ تم وحی کے نام سے پیش کر رہے ہو یہ تو پہلے لوگوں کی کتابوں سے منقول ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی ان سے دور رہتے ہیں۔ ﴿يَنْهَوْنَ﴾ کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اتباع حق اور تصدیق رسول اور انقیاد قرآن سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی ان سے دور رہتے ہیں۔ گویا دو فعل قبیح کرتے ہیں نہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ اٹھانے دیتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿يَنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ سے مراد یہ ہے کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے تھے تو ابوطالب انہیں روکتے تھے۔ انہیں سے متعلق یہ آیت اتری۔

سعید بن ابی ہلال کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس چچا تھے۔ بہ ظاہر آپ کے بڑے ہمدرد لیکن باطن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم =

❶ ٥٨/ المجادلة:١٨۔ ❷ ٢/ البقرة:١١٧۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ترجمہ: اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ دوزخ کے پاس کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیئے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتلائیں اور ہم ایمان والوں سے ہو جائیں۔[۲۷] بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے وہ ان کے سامنے آ گئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھیج دیے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔[۲۸] اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم زندہ نہ کیے جائیں گے۔[۲۹] اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے۔ وہ کہیں گے بے شک قسم اپنے رب کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو۔[۳۰]

= کے برخلاف۔ یہ سب قتل نبی اکرم ﷺ سے لوگوں کو روکتے تھے لیکن افسوس کہ ایمان کی برکت حاصل کرنے سے خود محروم رہ جاتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر اپنے ہی نفوس کو ہلاک کر رہے ہیں۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ اپنی ہی ذات کو نقصان و مضرت پہنچا رہے ہیں۔

روز قیامت کفار کیا کہیں گے؟ [آیت: ۲۷۔۳۰] اللہ تعالیٰ کفار کا حال بیان فرماتا ہے کہ جب وہ قیامت کے روز آگ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اور اس کے طوق اور سلاسل کو دیکھیں گے تو کہنے لگیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں واپس کیے جائیں اب کی بار ہم صالح عمل کریں گے اور رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں گے' ایمان لائیں گے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ کفر و تکذیب و معاندت کی جو باتیں انہوں نے اپنے نفوس میں چھپا رکھی تھیں وہ اب ظاہر ہو گئی ہیں اگرچہ دنیا یا آخرت میں اس کا انہوں نے انکار کیا ہو جیسا کہ ابھی ابھی اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ان کی حجت فقط یہ ہے کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ دیکھو کہ انہوں نے کیسی جھوٹی باتیں بنائیں اور یہ بھی محتمل ہے کہ ان پر اب یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ دنیا میں رسول کی صداقت جاننے کے باوجود وہ جو ایمان نہیں لاتے تھے اس وقت یہی معرض بحث میں ہے یعنی جان کر بھی ایمان نہ لانا۔ یہ چیز یہاں آ کر ظاہر ہو گئی ہے۔ دنیا میں یہ راز فاش نہ ہو سکا تھا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ ''اے فرعون تو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمایا ہے۔'' اور اللہ پاک نے بھی فرعون اور قوم فرعون سے متعلق فرمایا کہ انہوں نے انکار کرنے کو کر دیا لیکن ان کے دل یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہماری طرف سے ظلم و زیادتی ہے۔ اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے مراد وہ منافقین ہوں جو لوگوں کے سامنے تو ایمان لائے ہوتے لیکن باطن میں کافر ہوتے۔ یہ کفار کے اس کلام کی خبر دی جا رہی ہے جو وہ قیامت کے روز کریں گے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ سورت مکی ہے اور نفاق =

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: بے شک خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تکذیب کی' یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر دفعۃً آ پہنچے گا کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس کے بارے میں ہوئی اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے خوب سن لو کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے۔[۳۱] اور دنیاوی زندگانی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو ولعب کے اور پچھلا گھر متقیوں کے لئے بہتر ہے۔ کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔[۳۲]

= تو مدینے والوں میں تھا یا اس کے اطراف کے اعراب میں' پھر مکی سورت میں منافقین کیسے مذکور ہو سکتے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مکیہ میں بھی وقوع نفاق کا ذکر فرمایا ہے اور وہ سورۂ عنکبوت ہے فرماتا ہے: ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ❶ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بھی جانتا ہے اور منافقین کو بھی۔ اسی بنا پر کہا گیا کہ منافقین جب دار الآخرت میں معائنہ عذاب کر لیں گے تو کفر ونفاق کو چھپانے کے بعد ان پر یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ ہمارا ایمان ظاہری ایمان تھا۔ چنانچہ یہ جو فرمایا کہ وہ چھپاتے تھے۔ اب ظاہر ہو گیا سو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف واپسی جو چاہتے ہیں وہ ایمان کے ساتھ رغبت ومحبت کی بنا پر نہیں بلکہ جو عذاب بروز قیامت انہوں نے دیکھ لیا ہے اس سے ڈر گئے ہیں کہ اب اپنے کفر کی سزا ملے گی۔ اس لئے دوزخ سے وقتی طور پر بچنے کے لئے دنیا کی طرف رجعت چاہتے ہیں۔ اور اگر وہ دنیا میں پھر بھیجے بھی جائیں تو ضرور پھر کفر ہی کرنے لگیں گے اور ان کا یہ کہنا کہ اب کے ہم تکذیب نہیں کریں گے اور ایمان دار بنے رہیں گے سب غلط ہے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے وہ صرف یہی زندگی ہے۔ کون دوبارہ اٹھایا جاتا ہے۔ کاش تم دیکھ سکتے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کیسے مایوس ہو کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں یہ روز قیامت حق ہے کہ نہیں؟ وہ کہیں گے ہاں اے اللہ تعالیٰ تیری قسم سچ ہے۔ حکم ہوگا کہ پھر تو اپنے کفر کا مزہ چکھو۔ کیا یہ جادو ہے یا یہ کہ تمہیں کو دیدۂ بصیرت نہیں تھا۔

منکرین قیامت کا انجام: [آیت:۳۱-۳۲] مکذبین لقائے باری تعالیٰ اور ان کی نامرادی و مایوسی کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب اچانک قیامت آ پہنچے گی تو اپنے اعمال قبیحہ پر انہیں کیسی ندامت ہوگی اور کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے خلاف حق جو زیادتیاں کی تھیں ﴿فِيْهَا﴾ کی ضمیر محتمل ہے کہ حیات دنیوی اور اپنے اعمال کی طرف رجوع ہو۔ اور اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوں گے۔ حیف کہ وہ کیسا برا وزن اٹھائے ہوئے ہیں۔ قتادہ ﴿يَزِرُوْنَ﴾ کو ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾ پڑھتے تھے۔ ابو مرزوق سے روایت ہے کہ جب کافر یا فاجر قبر سے اٹھیں گے تو ایک نہایت بدشکل مجسمہ ان کا استقبال کرے گا۔ اس کے پاس سے سخت بدبو آتی ہوگی۔ وہ کافر شخص پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ شکل کہے گی کہ تو مجھے نہیں پہچانتا میں تیرے اعمال خبیثہ کا مجسمہ ہوں' جو تو دنیا میں کرتا رہتا تھا۔ دنیا میں بہت دنوں تو مجھ پر سوار تھا اب میں تجھ پر سوار ہوں گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ﴾ سدی رحمۃ اللہ علیہ سے =

❶ ۲۹/ العنکبوت:۱۱۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔[۳۳] اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں۔[۳۴] اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کرو اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ پر جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیے[۳۵] وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھائیں گے پھر سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لائے جائیں گے۔[۳۶]

روایت ہے کہ جب کوئی گناہ گار قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک نہایت بدشکل صورت سامنے آتی ہے۔ کالا رنگ' بدبودار' میلے کپڑے۔ اس کے ساتھ قبر میں سکونت پذیر ہو جاتا ہے۔ وہ اس کو دیکھ کر کہتا ہے کہ کیا ہی برا ہے تیرا چہرہ تو وہ کہے گا کہ تیرے اعمال قبیحہ کا میں عکس ہوں' ایسے ہی تھے تیرے اعمال اور ایسے ہی بدبودار تھے تیرے تمام کام۔ وہ کہے گا تو ہے کون؟ تو کہے گا میں تیرا عمل ہوں۔ پھر وہ قیامت تک اس کے ساتھ قبر میں رہے گا۔ قیامت میں وہ اس سے کہے گا کہ لذات و شہوات کی شکل میں تجھ کو میں دنیا میں اٹھائے ہوئے تھا' آج کے روز تو مجھے اٹھائے گا۔ چنانچہ اس کے اعمال کا مجسمہ اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کو دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ ❶ یہی اس آیت کی وضاحت ہے۔ ارشاد ہے کہ اکثر حیات دنیوی لہو و لعب ہے اور متقیوں کے لیے تو صرف دار الآخرت ہی ہے۔

نبی ﷺ کی کوشش' کہ کوئی جہنم میں نہ جائے: [آیت:۳۳-۳۶] قوم کی تکذیب و مخالفت پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو تسکین دیتا ہے کہ ہم کو ان کی تکذیب اور تمہارے حزن و تاسف کا علم ہے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ ''ہمیں ان کی حرکت خوب معلوم ہے تم ملال نہ کرو'' اور فرمایا کہ کیا اگر یہ ایمان نہ لائے تو آپ ان کے پیچھے اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہاں تک ان پر

❶ الطبری، ۱۱/ ۳۲۸۔

حسرت وافسوس کریں گے؟

کفار مکہ کی قلبی شہادت: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت تم کو کذب سے متہم نہیں کر رہے ہیں' بلکہ حق سے عناد کے سبب آیات اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ اسی سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تمہیں تو نہیں جھٹلاتے بلکہ تم جو دین پیش کرتے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اتارا۔ ❶

ابو یزید مدنی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل کی ملاقات ہوئی۔ ابو جہل نے مصافحہ کیا تو اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ کیا تم اس شخص سے مصافحہ کرتے ہو؟ تو ابو جہل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں جانتا ہوں کہ یقیناً یہ نبی ہے لیکن کیا کبھی اب تک ہم عبد مناف سے دب کر رہے ہے؟ ❷

قصہ ابو جہل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ شب میں چھپ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سننے کے لئے آیا۔ اسی طرح ابو سفیان بن صخر اور اخنس بن شریق بھی۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی' صبح تک تینوں چھپ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے رہے۔ دن کا اجالا ہونے لگا تو واپسی میں ایک سنگم پر تینوں کی ملاقات ہوگئی۔ ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کیسے آئے تھے۔ اب سب نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہم کو قرآن سننے کے لئے نہیں آنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیکھ کر قریش کے نوجوان بھی آنے لگیں اور آزمائش میں پڑ جائیں۔ جب دوسری رات آئی تو ہر ایک نے یہی گمان کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئے ہوں گے چلو قرآن سن لیں۔ غرض یہ کہ صبح کے قریب پھر تینوں کا سنگم ہوا اور خلاف معاہدہ کرنے پر ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور دوبارہ معاہدہ کر لیا کہ اب کے نہ جائیں گے اور جب تیسری رات آئی تو پھر تینوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گئے۔ پھر صبح کے وقت معاہدہ کر لیا کہ آئندہ سے تو ہرگز نہ آئیں گے۔ اب اخنس بن شریق ابو سفیان بن حرب کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو حنظلہ! تمہاری کیا رائے ہے تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قرآن سنا اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ابو سفیان کہنے لگا اے ابو ثعلبہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے جو باتیں سنیں ان کو خوب پہچانتا ہوں اور اس کا جو مطلب ہے اس کو بھی جانتا ہوں لیکن بعض باتیں ایسی سنی ہیں جن کا مقصد اور معنی نہ سمجھ سکا۔ تو اخنس نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم یہی میری بھی حالت ہے۔ پھر اخنس وہاں سے چل کر ابو جہل کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو الحکم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے اور تم نے کیا سنا؟ تو ابو جہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف مقام شرف کے حاصل کرنے میں ہمیشہ دست و گریباں رہے ہیں انہوں نے دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں' انہوں نے خیر و سخاوت کی تو ہم نے بھی کی۔ حتیٰ کہ ہم تو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا ایک پیغمبر ہے اس پر آسمان سے وحی اترتی ہے۔ تو اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کی پیغمبری کی تصدیق نہ کریں گے اور اپنے پر اس کی مسابقت کو نہ مانیں گے۔ اخنس یہ بات سن کر چلا گیا۔ ❸

اور اس آیت کے بارے میں کہ وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے آیات خداوندی کو جھٹلاتے ہیں' سدی کہتے ہیں کہ بدر کے روز اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا بھانجا ہے۔ تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ اپنے بھانجے کی طرف سے مدافعت کرو اگر درحقیقت وہ نبی ہے تو آج یوم بدر میں تم کو اس سے لڑنا ہی نہیں چاہئے۔ اور اگر وہ کاذب ہے تو اپنے بھانجے سے رک جانے کے بھی

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن' باب ومن سورة الانعام، ٣٠٦٤، وسنده ضعيف ابو اسحاق راوی مدلس ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔ حاکم، ٢/ ٣١٥۔ ❷ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❸ ابن ھشام، ١/ ٣٣٧، دلائل النبوة، ٢/ ٢٠٦، وسنده ضعيف۔

تمہیں زیادہ مستحق ہو کہ اس پر حملہ نہ کرو اور لڑائی سے الگ رہو اور اس کی مدد نہ کرو۔ اچھا ٹھہرو! میں ابوالحکم سے مل لوں۔ اگر وہ محمد ﷺ پر غالب آ جائے تو تم بلا مضرت اپنے وطن واپس ہو گئے اور اگر اس جنگ میں محمد ﷺ غالب آ گئے تو تم نے اپنی قوم کے خلاف جنگ کی ہی نہیں تھی اس لئے شرکت جنگ سے رک ہی کیوں نہیں جاتے۔ اسی دن سے اس کا نام اخنس ہو گیا حالانکہ اس کا نام ابی تھا۔ اب اخنس اور ابوجہل کی باہم خلوت ہوئی۔ اخنس نے پوچھا کہ ابوالحکم! بھلا مجھے بتاتو دو کہ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور اہل قریش نہیں جو ہماری بات سن سکے۔ تو ابوجہل نے کہا کم بخت! اللہ تعالیٰ کی قسم محمد ﷺ ہے تو سچا' کبھی محمد ﷺ نے جھوٹ نہیں کہا لیکن بات یہ ہے کہ جب بنو قصی ہی علم بردار بھی ہوں' ایام حج میں سقایت اور کلید برداری کعبہ کا بھی حق انہیں کو حاصل ہو' پھر نبوت بھی ان کی سب مان لیں تو پھر بقیہ قریش کے لئے رہ کیا گیا۔ اسی بنا پر اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ تم کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ آیات خداوندی کو جھٹلاتے ہیں۔ اور محمد ﷺ بھی تو آیت اللہ ہیں۔

اور یہ قول کہ تم سے پہلے کے رسولوں کی بھی تکذیب ہو چکی ہے۔ انہوں نے صبر کیا انہیں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ حتیٰ کہ انہیں ہماری مدد آ پہنچی۔ اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور ان سے نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ دوسرے نبیوں کی مدد کی گئی تھی۔ حتیٰ کہ قوم کی تکذیب اور ان سے اذیت بلیغ پہنچنے کے بعد وعدہ کیا گیا کہ عاقبت تمہاری ہے چنانچہ دنیا میں بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آ گئی جیسے کہ آخرت کی نصرت حاصل ہو ہی چکی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بات نہیں بدلتی اور نصرت کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا کیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ❶ الخ پھر فرمایا ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ❷ اور قول پاک ﴿لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ﴾ یعنی پیغمبروں کے واقعات تو تمہیں بتائے ہی جا چکے ہیں اور ان کی تاریخ کے اندر تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ﴾ یعنی اگر تم پر ان کا اعراض کر جانا شاق گزرتا ہو تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سرنگ لگاؤ اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور اوپر سے کوئی نشانی ڈھونڈ نکالو اور لا کر پیش کرو۔ اگر ہو سکتا ہو تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لائیں گے ہی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انہیں ہدایت پر لا جمع کرتا۔ اس لئے بات کو سمجھو ناحق کا رنج نہ کرو بے سمجھ نہ بنو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ ❸ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین کے سب ہی باشندے ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَلَوْ شَآءَ﴾ والی آیت کے بارے میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ سب ہی لوگ ایمان لائیں اور ہدایت کی پیروی کرنے لگیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ایمان تو وہی لاتا ہے جس کے لئے سعادت ازل ہی میں مقرر ہو چکی ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ یعنی اے محمد ﷺ! تمہاری دعوت پر لبیک تو وہ لوگ کہیں گے جو تمہاری بات کو سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور قول پاک ﴿وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ یعنی ان مردوں کو اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھائے گا۔ پھر وہ اس کی طرف رجوع کریں گے۔ ''موتی'' سے کفار مراد ہیں کیونکہ ان کے دل مردہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بحالت زندگی بھی اموات کے نام سے یاد کیا اور اموات اجساد سے تشبیہ دی۔ یہ ان کی رسوائی اور تذلیل کی خاطر تھا۔

❶ ۳۷/ الصافات: ۱۷۱، ۱۷۳۔ ❷ ۵۸/ المجادلۃ: ۲۱۔ ❸ ۱۰/ یونس: ۹۹۔



ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا ان کے رب کی طرف سے' آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بے شک پوری قدرت ہے۔ اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرما دیں لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں[٣٧] اور جتنے قسم کے جان دار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جائیں گے۔[٣٨] اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں طرح طرح کی ظلمتوں میں اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے راہ کر دیں اور وہ جس کو چاہیں سیدھی راہ پر لگا دیں۔[٣٩]

معجزات کا صدور رب تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے: [آیت:٣٧-٣٩] مشرکین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم جس طرح چاہتے ہیں ایسی کوئی نشانی یا خارق عادت بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر کیوں نہیں اترتی۔ مثلاً زمین میں چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات پر قادر ہے لیکن اس کی حکمت تاخیر کی مقتضی ہے اس لئے کہ اگر ان کے حسب منشا نشانی اللہ تعالیٰ نازل فرما دے اور پھر وہ ایمان نہ لائیں تو خود ہی عذاب ان پر نازل ہو جائے گا۔ موت تک بھی فرصت نہ ملے گی جیسا کہ امم سابقہ کے ساتھ ہوا۔ اہل ثمود کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ ہم تو جو چاہیں نشان بھی دکھا سکتے ہیں اور جو چاہیں عذاب بھی کر سکتے ہیں۔

جانور' الگ امتیں اور روز حشر: اور پھر فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ الخ چرنے چگنے والے جانور' اڑنے والے پرند بھی تمہاری طرح قسم قسم کے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان دواب کی کئی قسمیں ہیں جن کے نام مشہور ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "طیر" ایک امت ہے۔ انس و جن بھی ایک ایک امت ہیں اور یہ امتیں تمہاری ہی جیسی مخلوق رب تعالیٰ ہیں۔ ﴿مَا فَرَّطْنَا﴾ الخ یعنی سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کسی کو رزق دینا وہ بھولتا نہیں' خواہ وہ بری ہوں کہ بحری ہوں۔ جیسے کہ ارشاد ہے ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ ❶ الخ یعنی وہ ان کے اسماء اور اعداد و مقامات کو جانتا ہے حتیٰ کہ ان کی حرکات و سکنات تک کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور فرمایا ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا﴾ الخ بہت سے جان دار ہیں جن کی روزی تیرے ذمہ نہیں' انہیں اور تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک سال ٹڈی دل نہیں آیا۔ آپ نے دریافت =

❶ ١١/ ھود:٦۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٠﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: آپ کہیے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب آ پڑے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو۔[۴۰] بلکہ خاص اسی کو پکارنے لگو پھر جس کے لئے تم پکارو اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ۔[۴۱] اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے۔ سو ہم نے ان کو تنگ دستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں[۴۲] سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے لیکن ان کے قلوب تو سخت رہے اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر کے دکھاتا رہا۔[۴۳] پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتہً پکڑ لیا، پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے[۴۴] پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔[۴۵]

= کیا تو کچھ معلوم نہ ہوا۔ آپ کو چونکہ تعلق خاطر تھا اس لئے عراق اور شام وغیرہ کی طرف لوگوں کو بھیج کر دریافت کرایا کہ آیا وہاں کوئی ٹڈی دل آیا۔ تو یمن کی طرف سے آدمی نے چند ٹڈیاں نکال کر سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر تین بار اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہزار مخلوقات پیدا کی ہیں جس میں سے چھ سو سمندری ہیں اور چار سو خشکی کی ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اس ٹڈی والی مخلوق کو ہلاک کرے گا۔ پھر پے در پے مخلوقات کی ہلاکت کا سلسلہ ایسا قائم ہو جائے گا جیسے منکے کے دانے ٹوٹ جاتے ہیں'' ❶ ﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾ یعنی ان ساری امتوں کو پھر موت آ جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہائم کی موت ہی ان کا حشر ہونا ہے۔ اس بارے میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بہائم بھی قیامت کے روز دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ یعنی بہائم بھی محشر میں آئیں گے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دو بکروں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کو سینگ مار رہے ہیں کہا ''اے ابوذر! کیا جانتے ہو کہ یہ کیسے لڑ رہے ہیں'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ان میں سے ظالم کو جانتا ہے اور قیامت میں ان کا بھی فیصلہ

❶ ابو یعلیٰ فی المسند الکبیر، مجمع الزوائد، ۷/ ۳۲۲، الموضوعات، ۳/ ۱۳، یہ روایت موضوع ہے۔

کرے گا۔“ ❶ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اڑتے ہوئے پرندے تک کے بارے میں علم دیا ہے۔ ❷ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”بے سینگ کی بکری قیامت کے روز سینگ والی بکری سے انتقام لے گی۔“ ❸ ﴿اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ کے بارے میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بہائم اور دواب اور طیر تک کو پیدا کرے گا۔ ہر ایک دوسرے سے اپنا بدلہ لیں گے پھر فرمائے گا کہ تم سب مٹی بن جاؤ۔ چنانچہ کافر بھی اس وقت یہ کہنے لگیں گے ﴿يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے۔ ❹ ﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ﴾ یعنی جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے وہ اپنے جہل اور قلت علم اور عدم فہم کے سبب بہرے اور گونگوں کی طرح ہیں۔ اور پھر تاریکیوں میں ہیں کچھ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اب ایسے لوگ ٹھیک راستہ پر چل سکیں تو کیوں کر۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے ”ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو آگ روشن کرے تو آس پاس کی چیزیں اس کو نظر آ جائیں اس وقت آگ بجھ جائے وہ تاریکی میں رہ جائیں اور وہ کچھ نہ دیکھ سکیں۔“ اور اسی لئے فرمایا ﴿مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ وہ جن کو چاہے گمراہ ہونے دے اور جن کو چاہے صراط مستقیم پر رکھے۔ وہ اپنی تخلیق پر اپنی حسب منشا متصرف ہے۔

عقیدہ توحید اور مشرکین مکہ: [آیت: ۴۰-۴۵] اللہ تعالیٰ اپنی خلق میں ہر طرح متصرف ہونے کی قدرت رکھتا ہے۔ نہ کوئی اس کا حکم بدل سکتا ہے نہ اس کی حکمت کو پیچھے ڈال سکتا ہے۔ اس سے مانگا جائے تو اگر وہ چاہے تو قبول کر لیتا ہے۔ فرماتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ناگہاں قیامت آ جائے یا یکایک اللہ تعالیٰ کا عذاب آ پکڑے تو تم اس کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ کیونکہ جانتے ہو کہ اس عذاب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا۔ اگر تم غیر اللہ کو رب تعالیٰ بنانے میں سچے ہو تو تجربہ کر دیکھو بلکہ تم تو اسی کو پکارو گے۔ پھر اگر وہ چاہے گا تو یہ عذاب ہٹائے گا۔ ایسے وقت تم اپنے شریکوں اور بتوں سب کو بھول جاتے ہو۔ سمندر میں ہونے کی حالت میں جب کسی مشکل سے دوچار ہوتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو۔ تم سے پہلی امتوں کی طرف بھی ہم نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور جب انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے فقر اور تنگی کے عذاب میں جکڑ لیا اور امراض و آلام میں مبتلا کر دیا۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکاریں اور اسی کی طرف خشوع و خضوع کریں۔ پھر جب ہم انہیں مبتلائے عذاب کرتے ہیں تو وہ اثر گیر کیوں نہیں ہوتے۔ بات یہ ہے کہ ان کے دل پتھر ہو گئے ہیں کچھ اثر ہی نہیں ہوتا شیطان نے ان کے شرک اور معاندت کے اعمال کو ان کی نگاہوں کے سامنے اچھا بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ پس جب وہ ہماری تنبیہ کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایمان کو پس و پیش ڈال دیتے ہیں تو ہم پورے رزق کے دروازے ان پر کھول دیتے ہیں تاکہ وہ اور ڈھیل میں پڑ جائیں۔ سیاست اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ اور جب وہ دنیوی تمتعات پر پھولے نہیں سماتے اور اپنے اموال و اولاد و ارزاق میں ہم سے غافل ہو جاتے ہیں تو یکایک ان پر عذاب آ جاتا ہے یا موت آ جاتی ہے۔ اس نوبت پر وہ ہر خیر سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

بدحالی و خوشحالی ایک آزمائش ایک ڈھیل: حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس پر رزق وسیع ہوتا ہے وہ اس بات پر غور ہی نہیں =

❶ احمد، ۵/ ۱۶۲، وسندہ ضعیف، مسند الطیالسی، ۴۸۰۔

❷ اس کی سند منذر الثوری اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان منقطع ہے البتہ اس معنی کی روایت احمد، ۵/ ۱۷۳ میں موجود ہے۔ جس کی سند ضعیف ہے۔

❸ زوائد مسند احمد، ۱/ ۷۲، مسند البزار، ۳۴۴۹، وسندہ ضعیف وحدیث مسلم (۲۵۸۲) یغنی عنہ۔

❹ حاکم، ۲/ ۳۱۶، وھو حسن۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

ترجمہ: آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دے دے۔ آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر بھی یہ اعتراض کرتے ہیں۔[۴۶] آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ پڑے خواہ بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک کیا جائے گا۔[۴۷] اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں پھر جو شخص ایمان لے آئے اور درستی کر لے سو ان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔[۴۸] اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلائیں ان کو عذاب لگتا ہے۔ بوجہ اس کے کہ وہ دائرہ سے نکلتے ہیں۔[۴۹]

= کرتا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک سیاست ہے اور جس کو تنگ حالی ہو وہ بھی غور نہیں کرتا کہ اس کی آزمائش کی گئی ہے اور مہلت دی گئی ہے۔ رب کعبہ کی قسم جب گنہگاروں کو پکڑنا مقصود ہوتا ہے تو دنیا میں انہیں سرسبز رکھا جاتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو اس وقت تک نہیں پکڑا جب تک کہ وہ اپنی نعمت میں بدمست نہیں ہو گئے۔ دھوکا نہ کھاؤ۔ فاسق اور گنہگار لوگ ہی دھوکا کھاتے ہیں۔

﴿اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ سے دنیاوی راحت و فراخ حالی مراد ہے۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش و تنعم اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے تو یقین کر لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ڈھیل کا وقت گزار رہا ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی کہ جب وہ ہمیں بھول جاتے ہیں تو ہم انہیں ہر طرح کا عیش و تنعم بخشتے ہیں اور جب وہ اس پر مغرور ہو جاتے ہیں اور پھر ہماری گرفت میں آ جاتے ہیں تو ہر طرح سے مایوس بن جاتے ہیں۔ ❶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتا ہے تو اس کو پاک دامنی اور میانہ روی بخشتا ہے اور جس قوم سے اپنا رشتہ توڑ لینا چاہتا ہے تو اسے کشائش عطا فرماتا ہے اور باب خیانت اس پر کھول دیتا ہے اور جب وہ مغرور ہو جاتے ہیں تو ناگہاں اسے پکڑ لیتا ہے۔ اب وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور اس قوم کا نسیاً منسیاً ہو جاتا ہے۔ حمد کی سزاوار اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔'' ❷

❶ احمد، ٤/ ١٤٥، وسنده ضعيف وللحديث شواهد ضعيفة؛ شعب الايمان، ٤٥٤٠؛ المعجم الكبير، ٩١٣؛ الطبرى، ٧/ ١٩٥؛ الاسماء والصفات ص، ٤٨٨، الزهد، ص١٢۔

❷ مسند الفردوس، ١/ ٩٧ ابن ابى حاتم وسنده ضعيف جداً۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْۗءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کر لیتا ہوں۔ آپ کہیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے۔ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔[۵۰] اور ایسے لوگوں کو ڈرایئے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کیے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس امید پر کہ وہ ڈر جائیں۔[۵۱] اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں۔ ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔[۵۲] اور اسی طرح ہم نے ایک کو دوسروں کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے۔[۵۳] اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آئیں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔[۵۴]

معاندین سے وعظِ حق: [آیت:۴۶۔۴۹] رسول پاک ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان مکذبین معاندین سے کہو کہ کچھ خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت و بصارت کو اگر سلب کر لے جو تمہیں دے رکھا تھا جیسا کہ فرمایا ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ سماعت و بصارت کے ہوتے ہوئے انتفاع شرعی سے انہیں محروم کر دے اور حق

بات کے استفادہ سے وہ اندھے اور بہرے ہو جائیں اور یہی مطلب تھا ﴿وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ﴾ جیسا کہ فرمایا ﴿اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ ❶ اور فرمایا ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ ❷ یعنی اگر وہ تمہارے دلوں پر بھی مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو اس مہر کو توڑ سکے۔ اسی لئے فرمایا کہ ذرا غور کرو کہ ہم اپنی باتیں کس قدر وضاحت سے بیان کر دیتے ہیں' جو اس بات کی سیر حاصل دلیل ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا رب تعالیٰ نہیں اور جتنے معبود اللہ کے سوا ہیں سب باطل ہیں۔ اس واضح چیز کے بعد بھی وہ اتباع حق سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی رکتے ہیں۔ کچھ جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہیں آپہنچے کہ اس کا تمہیں سان و گمان بھی نہ ہو یا دیکھتے دکھاتے سامنے آ جائے تو کیا اس گمراہ قوم کے سوا کوئی اور ہلاک ہو گا۔ کیونکہ یہ لوگ شرک باللہ کے سبب اللہ تعالیٰ کے حیطۂ اقتدار میں ہیں' لیکن وہ لوگ نجات پا جائیں گے جو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان پر نہ خوف ہے نہ حزن۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ ❸ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے خراب نہ کیا' ان کے لئے امن و امان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم پیغمبروں کو تو جنت کی خوش خبری اور دوزخ کی تہدید و تخویف کے لئے بھیجتے ہیں' وہ نیک مؤمن بندوں کو بشارت دیتے ہیں تو کفر و گناہ کرنے والوں کو تنبیہ بھی کر دیتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ جو دل سے ایمان لائے اور نبی کی اتباع میں عمل صالح کرے تو اس پر آیندہ کی نسبت کرتے کوئی خوف نہیں اور ماضی کی نسبت کرتے انہیں کوئی حسرت اور رنج نہیں کیونکہ ان کے پچھلوں کا اللہ والی ہے۔ پھر فرمایا کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے انہیں اپنے کفر و فسق کے سبب عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ اوامر الٰہی سے آزاد بن گئے ہیں اور اس کے مناہی اور محارم کا ارتکاب کرنے لگے ہیں اور اس کے حدود کو توڑنے لگے ہیں۔

غیب کے خزانوں کا مالک کون؟ [آیت:۵۰-۵۴] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے رسول ﷺ تم ان سے کہہ دو! کہ میں اس کا دعویٰ ہی کب کرتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے گڑے ہیں اور نہ مجھے اس کا دعویٰ ہے کہ میں غیب کی بات جانتا ہوں۔ غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے مجھے اس میں سے صرف اسی قدر معلوم ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے معلوم کرا دیا اور نہ میں کوئی فرشتہ ہوں میں تو ایک بشر ہی ہوں صرف یہ ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے مجھے اس نے اس کا شرف بخشا ہے اور احسان فرمایا ہے اسی لئے میں وحی کے سوا اور کسی چیز کی اتباع نہیں کرتا اور حدود وحی سے بالشت بھر بھی باہر نہیں ہوتا۔ اور کہہ دو کہ کیا بینا اور نابینا دونوں برابر ہو سکتے ہیں یعنی حق کی پیروی کرنے والے اور اس سے گمراہ لوگ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں؟ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا ''کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے حق ہے' مثل نابینا شخص کے ہو سکتا ہے؟''

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد ﷺ! اس قرآن کے ذریعہ تم ان لوگوں کو خوف دلاؤ جنہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس بات کا خوف کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی ولی ہے' نہ کوئی شفیع کام دے گا۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتے ہیں اور روز حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ جنہیں خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ اس روز ان کے لئے نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی شفیع کہ شفاعت کر کے انہیں عذاب سے چھٹکارا دلائے۔ انہیں اس دن سے ڈراؤ جس روز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حکومت نہیں' شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس دنیا میں ایسے عمل کریں جو انہیں قیامت کے روز عذاب سے نجات دیں اور اگر ثواب ملے تو دگنا ملے۔

---

❶ ۱۰/ یونس:۳۱۔ ❷ ۸/ الانفال:۲۴۔ ❸ ٦/ الانعام:۸۲۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دفاع عرش والا خود کرتا ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ صبح وشام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں مخلصانہ طور پر تو ایسے لوگ کو اپنے پاس سے نہ ہٹانا بلکہ اپنے مخصوص ہمنشین قرار دینا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ﴾ ❶ وہ لوگ رب کی صبح وشام عبادت کرتے ہیں اور دن رات کی نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ فرمایا ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ❷ اور ارشاد ہوتا ہے کہ وہ لوگ یہ عمل مخلصانہ لوجہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ نہ ان کا حساب تم سے لیا جائے گا اور نہ تمہارا حساب ان سے لیا جائے گا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کا قول ان لوگوں کے جواب میں جنہوں نے کہا تھا کیا ہم تم پر ایمان لائیں حالانکہ تمہاری پیروی تو گھٹیا درجہ کے لوگ کرتے ہیں' تو نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے تو علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تو جانے رہو کہ ان کی بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہی ان کا محاسب ہے۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر تم ان کو اپنے پاس سے ہٹا دو گے تو ظالمین میں سے سمجھے جاؤ گے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کی جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' وہاں حضرت خباب اور صہیب اور بلال اور عمار رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ان عزت دار لوگوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تم کو قوم کے یہ لوگ پسند ہیں' کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا ہے؟ اب ہم ان کے گروہ میں مل کر تمہارے تابع کیسے بن سکتے ہیں۔ تم انہیں اپنے پاس سے ہٹا دو تو پھر ہم تمہاری پیروی کریں' تو یہ آیت اتری تھی۔ ❸ اس موقع پر اللہ پاک نے فرمایا کہ اس طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ فتنہ اور آزمائش میں ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف ان مؤمنین ضعفاء کو دیکھ کر ان لوگوں نے ان کی حقارت کی تھی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت میں کہا کہ ہم آپ کے ساتھ شریک مجلس رہنا چاہتے ہیں' یہ دیہاتی عرب اپنے پر ہماری فضیلت سے واقف ہیں۔ وفود عرب آپ کے پاس آتے رہتے ہیں ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ لوگ ہمیں ان گھٹیا درجے کے لوگوں کے ساتھ دیکھیں ہم جب آپ کے پاس آئیں تو آپ انہیں اپنے پاس سے اٹھا دیا کیجئے اور ہم جب آپ کے پاس سے اٹھ جائیں تو چاہے پھر اپنے پاس بٹھا لیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اچھا تو ان لوگوں نے کہا کہ اس معاہدہ پر ایک دستاویزی تحریر پا جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ منگوایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا تاکہ لکھیں۔ یہ ضعفاء مؤمنین ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ آیت اتری کہ انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹانا یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر پھینک دیا اور ان لوگوں کو اپنے نزدیک بلا لیا۔ ❹ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور اقرع بن حابس اور عیینہ رضی اللہ عنہما بعد ہجرت ایمان لائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت چھ اصحاب نبی کے بارے میں اتری ہے جن میں سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قریب بٹھا لیتے تھے تو قریش کہتے کہ ہمیں چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے سے قریب تر کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے آزما لیا کہ کون ان میں کیسا ہے۔ اس امتحان کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار قریش کہتے تھے کہ کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم پر احسان کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا ہے۔ ❺ بات یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتداء تبلیغ کے زمانے میں غالب تر حصہ ان مردوں عورتوں اور غلاموں کا تھا جو کمزور اور نچلے درجے کے

---

❶ ۱۸/ الکھف:۲۸۔ ❷ ٤٠/ غافر:٦٠۔

❸ احمد، ۱/ ٤۲۰، وسندہ ضعیف' المعجم الکبیر، ۱۰۵۲۰، مجمع الزوائد، ۷/ ۲۰۔

❹ الطبری، ۱۱/ ۳۷٦ وسندہ ضعیف۔ ❺ حاکم، ۳/ ۳۱۹ وابن حبان، ٦۵۳۹ وھو حدیث حسن، اس کی اصل صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ' باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۲٤۱۳ میں موجود ہے۔

لوگ تھے۔ امیروں اور سرداروں میں بہت کم ایمان لائے تھے جیسے کہ قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی تو سطحی اور گھٹیا درجے کے لوگ ہی کرتے ہیں' کوئی ممتاز اور رودار آدمی نہیں کرتا۔ اور اسی طرح ہرقل ملک روم نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ کیا قوم کے بڑے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا غریب لوگ؟ تو ابوسفیان نے کہا تھا کہ ضعفا اور غربا زیادہ تر پیرو ہیں۔ تو ہرقل نے کہا تھا رسولوں کی پیروی پہلے ایسے ہی لوگوں نے کی ہے۔ ❶ مطلب یہ ہے کہ مشرکین قریش ان مؤمن ضعفا کا مذاق اڑاتے تھے اور اگر بس میں ہوتا تو انہیں اذیت پہنچاتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے خیر کی طرف ان لوگوں کی کیوں راہ نمائی کی۔ جس بات کی طرف ان لوگوں نے پہل کی ہے اگر وہ خیر ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیوں چھوڑ دیا۔ اور کہتے تھے کہ اگر اس کے تسلیم کرنے میں خیر ہوتی تو یہ ہم سے آگے بڑھتے ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ان پر ہماری واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ کافر مؤمنین سے کہتے ہیں کہ بتاؤ دونوں میں اچھا کون رہا اور شریف اور عزت دار اور دولت مند کون ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان سے پہلے ایسی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جو بڑے رتبے اور اعزاز والے اور جاہ وشوکت والے تھے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان کو کیوں ترجیح دی؟ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سچے شکر گزاروں اور نیک دل اور اچھے کردار لوگوں کو نہیں جانتا؟ اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کو توفیق دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔'' ❷

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں کہ عبرت دلاؤ ان لوگوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے آنے کا اندیشہ تھا' یہ روایت ہے کہ بنی عبد مناف کے چند کافر شرفا ابوطالب کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اے ابوطالب! کاش تمہارا بھتیجا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غلاموں اور حلیفوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیتا کیونکہ وہ ہمارے غلام اور خادم ہیں اور یہ بات ہمیں بہت شاق گزرتی ہے۔ ایسی صورت میں ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے اور ان کی پیروی اور تصدیق کریں گے۔ تو ابوطالب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا۔ تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے۔ اچھا ایسا بھی کر دیکھیے معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کیا ارادہ ہے اور اس کے بعد وہ کیا کریں گے۔ تو یہ آیت اتری۔ یہاں تک کہ فرمایا' کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو نہیں جانتا۔ شکر گزار بندوں سے یہ لوگ مراد ہیں بلال' عمار بن یاسر' سالم مولیٰ ابی حذیفہ' صبیح اسید کے آزاد کردہ غلام' ابن مسعود' مقداد بن عمرو' مسعود بن القاری' واقد بن عبداللہ خطلی' عمرو بن عبد عمرو' ذوالشمالین' مرثد بن ابی مرثد اور ابومرثد الغنوی جو حمزہ بن عبدالمطلب کے حلیف تھے رضی اللہ عنہم اور یہ آیت قریش کے ائمۃ الکفر اور ان کے حلیفوں کے بارے میں اتری تھی' جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے غلط مشورے کی معذرت کرنے لگے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ جب ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے تمہارے پاس آتے ہیں تو ان سے کہو کہ تم پر سلامتی ہو۔ یعنی انہیں سلام کہہ کر ان کی عزت بڑھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کی خوش خبری دو۔ اور اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کریمہ پر رحمت کو واجب قرار دے لیا ہے۔ اور جو تم میں سے نادانستگی کے سبب کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور پھر ہمیشہ کے لئے معاصی سے باز رہے اور ارادہ کر لے کہ پھر ایسا نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی' باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۷، صحیح مسلم، ۱۷۷۳۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ' باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ، ۲۵۶۴، احمد، ۲/ ۴۳۹؛ ابن حبان، ۳۹۴۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ قُلْ اِنِّىْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جائے۔[55] آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیال کا اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔[56] آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو، جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں۔ حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے۔ اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے۔[57] آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا باہمی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔[59]

شانِ رحیمیت: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنی تقدیر قائم کی تو عرش پر جو اس کی کتاب لوحِ محفوظ ہے اس میں تحریر فرما دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔" ❶ چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ "جب مخلوق کے بارے میں نفاذِ حکم سے اللہ تعالیٰ فارغ ہو گا تو تختِ عرش سے کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہو گا میں ارحم الراحمین ہوں۔ پھر اپنی ایک یا دو مٹھی بھر مخلوق کو دوزخ سے نکالے گا جنہوں نے کچھ خیر کے کام نہ کئے ہوں گے اور ان کی آنکھوں کے درمیان ماتھے پر لکھا ہو گا عتقاء اللہ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔" سلمان رضی اللہ عنہ نے قول باری تعالیٰ ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ ہم تورات میں یہ مکتوب پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اپنی سو رحمتیں پیدا کیں اور یہ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہی پیدا کیں پھر مخلوق کو پیدا کر کے ان میں سے ایک رحمت مخلوق کے درمیان تقسیم کی اور اپنے پاس ننانوے حصے رحمت رکھ لی۔ اسی ایک رحمت کی برکت سے لوگ آپس میں رحمت و محبت برتتے ہیں بذل و کرم کرتے ہیں اور میل ملاپ رکھتے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ویحذرکم اللہ نفسہ﴾ ۷۴۰۴، صحیح مسلم، ۲۷۵۱، احمد، ۲/ ۳۱۳، ترمذی، ۳۵۴۳، ابن ماجہ، ۴۲۹۵، ابن حبان، ۶۱۴۳۔

ہیں۔ ناقہ اور گائے اور بکری اسی رحمت میں سے حصہ لے کر اپنے بچوں کے ساتھ عطوفت برتتے ہیں اور سمندر میں دو سانپ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور قیامت کے روز اللہ پاک ان سب رحمتوں کو اور اپنے پاس کی رحمت' سب کو گنہگار بندوں پر صرف فرمائے گا۔ اس مضمون میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر پوچھا کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ پھر کہا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے اور مبتلائے عذاب نہ کرے۔ ❶

عذاب بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اترتا ہے: [آیت: ۵۵-۵۹] ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے سابقہ بیانات میں دلائل و براہین کے ذریعہ طریق رشد و ہدایت وغیرہ کو واضح کر دیا اسی طرح وہ آیتیں جن کے مخاطب محتاج ہیں وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ مجرمین کا راستہ کھل کر سامنے آ جائے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو کہ جو وحی اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے میں اسی پر بصیرت رکھتے ہوئے قائم ہوں' اور تم نے تو حق کو جھٹلا یا دیا ہے۔ تم جس عذاب کی جلدی کر رہے ہو وہ میرے ہاتھ کی بات نہیں۔ حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے اگر وہ جلد تر تم پر عذاب لانا چاہے تو فوراً ہی آ جائے اور وہ درنگ کرنا چاہے اور اپنی حکمت عظیمہ سے تمہیں مہلت دے تو اس کا اختیار ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ حق طریق اختیار فرماتا ہے وہ احکام و قضایا کے فیصلہ کرنے میں اور بندوں کے درمیان کوئی حکم نافذ کرنے میں حق پر ہوتا ہے۔ تم کہہ دو کہ اگر تم پر عذاب جلدی لانا میری اختیاری بات ہوتی تو تم جس عذاب کے مستحق ہو' میں تو اس کو تم پر فوراً ہی نازل کر دیتا اور اللہ تعالیٰ تو ظلم کرنے والوں سے خوب واقف ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت میں اور اس حدیث میں جو بخاری و مسلم سے ثابت ہے آپس میں جمع و توافق کیا ہے۔ یعنی وہ حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یوم احد سے بھی کوئی شدید دن آپ پر گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عائشہ تمہاری اس قوم سے سخت ترین تکلیف جو مجھے پہنچی وہ یوم عقبہ میں پہنچی جب کہ میں نے ابن عبد یالیل پر اپنے کو پیش کیا تو میری دعوت اس نے منظور نہیں کی۔ میں نہایت غمگین ہو کر چل کھڑا ہوا۔ مقام قرن ثعالب میں آ کر میرے حواس ٹھیک ہوئے اور میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک ابر میرے اوپر چھایا ہوا ہے اس میں جبرئیل دکھائی دے رہے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہاری قوم نے جو تم سے کہا' اللہ تعالیٰ نے سن لیا۔ ملک الجبال اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تا کہ تم جو چاہو اس کو حکم دو۔ ملک الجبال نے بھی آواز دی اور سلام عرض کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اسی لئے بھیجا ہے کہ اگر تم حکم دو تو یہ دونوں پہاڑ تمہاری قوم پر گرا دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کافروں کی نسل سے ایسے لوگ بھی پیدا کر دے جو مؤمن نکلیں اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائیں۔" ❷ یہ مسلم کے لفظ ہیں کہ ان پر فرشتے نے اپنا عذاب پیش کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مہلت دینے کو کہا اور عذاب میں تاخیر کی خواہش کی تا کہ ان کی نسل سے مؤمن پیدا ہو سکیں' تو اب شبہ یہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث اور اللہ تعالیٰ کے قول بالا میں تطابق کس طرح ہوگا۔ سابقہ قول یہ ہے کہ جو عذاب تم مانگتے ہو اگر مجھے اس پر دسترس ہوتی' تو ہمارا تمہارا فیصلہ اسی وقت ہو جاتا اور میں اسی وقت تم پر عذاب نازل کر دیتا۔ اور یہاں دسترس ہونے کے باوجود حضرت عذاب نازل نہیں فرما رہے ہیں۔

یہ شبہ یوں دور ہو سکتا ہے کہ آیت پاک تو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جس عذاب کو وہ طلب کرتے ہیں تو طلب کرنے پر=

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمته الی توحید اللّٰه تبارك وتعالیٰ، ۷۳۷۳، صحیح مسلم، ۳۰، ترمذی ۲۶۴۳، ابن ماجه، ۴۲۹۶، احمد، ۵/ ۲۲۸۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملائکة فی السماء فوافقت...... ۳۲۳۱، صحیح مسلم، ۱۷۹۵، السنن الکبریٰ، ۷۷۰۶، ابن حبان، ۶۵۶۱۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضٰٓى أَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ حَتّٰٓى إِذَا جَآءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوٓا إِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۠ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحٰسِبِينَ ﴿٦٢﴾

ع ۱۴

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام کر دی جائے پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔[۶۰] اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔[۶۱] پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے۔ خوب سن لو فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا۔[۶۲]

= وقوع عذاب ہو جاتا ہے اور حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ انہوں نے عذاب طلب کیا تھا۔ بلکہ فرشتے نے اپنی طرف سے عذاب کی پیش کش کی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو یہ اخشبین جو مکہ میں دو پہاڑ ہیں اور جنوباً وشمالاً اس کو گھیرے ہوئے ہیں' ان پر گرا دوں لیکن نبی اکرم ﷺ نے نرمی کرنے اور تاخیر سے کام لینے کی خواہش کی۔

پھر ارشاد باری ہے کہ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "غیب کی باتیں پانچ ہیں' وہ یہ کہ قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسرے پانی کا برسنا۔ تیسرے یہ کہ حمل میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ چوتھے یہ کہ کل کوئی شخص کیا کرنے والا ہے۔ پانچویں یہ کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس مقام میں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی ان باتوں سے خبردار ہے۔" ❶ حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ایک وقت ایک اعرابی کی شکل وصورت میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور ایمان واسلام و احسان کے بارے میں آپ ﷺ سے سوالات کیے تو نبی اکرم ﷺ نے جواب کے ضمن میں فرمایا تھا کہ "پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آیت تلاوت کی ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الخ اور قولہ ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ یعنی اس کا علم کریم جمیع موجودات بری و بحری پر محیط ہے زمین اور آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔" ❷ صرصری نے کیا خوب کہا ہے۔

فَلَا يَخْفٰى عَلَيْهِ الذَّرُّ إِمَّا ... تَرَاءَى لِلنَّوَاظِرِ أَوْ تَوَارٰى

یعنی "اللہ تعالیٰ سے کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا۔ خواہ دیکھنے والوں سے کوئی چیز کھلی رہے یا ڈھکی رہے۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ جب وہ جمادات تک کی حرکات کو جانتا ہے تو پھر حیوانات اور خصوصاً جن وانس کی حرکات واعمال کو کیسے نہ جانے گا جب کہ وہ مکلف بھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي

❶ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة الانعام باب ﴿وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو﴾ ٤٦٢٧، السنن الكبرى، ٧٧٢٨۔

❷ صحيح بخاري، كتاب الايمان، باب سؤال جبريل النبى ﷺ عن الإيمان والإسلام...... ٥٠، صحيح مسلم، ٩، ترمذى، ٢٦١٠، ابن ماجه، ٦٣، ابن حبان، ١٦٨۔

الصُّدُوْرِ﴾ بر و بحر کے ہر شجر تک پر ایک فرشتہ موکل ہے جو پتوں کے گرنے تک کی یاداشت رکھتا ہے۔ کتاب لوح محفوظ میں ہر رطب و یابس ہر سیدھی ٹیڑھی بات اور زمین کی تاریکیوں کے اندر کا ایک ایک ذرہ تک لکھا ہوا ہے۔ ہر درخت بلکہ سوئی کے ناکے پر بھی فرشتہ مقرر ہے یعنی لکھتا ہے کہ کب یہ تر و تازہ ہوا اور کب سوکھ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دوات کو پیدا کیا اور الواح پیدا کئے اور دنیا میں تمام ہونے والے امور درج کئے کہ کیسی مخلوق پیدا ہوگی' رزق اس کو حلال ملے گا یا حرام' عمل اس کا نیک ہوگا یا بد۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تیسری زمین سے نیچے اور چوتھی کے اوپر کے جنوں نے تمہارے لیے ظاہر ہونا چاہا لیکن ان کا نور اور روشنی کسی زاویہ سے بھی تمہیں دکھائی نہ دے سکی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خواتیم ہیں کہ ہر خاتم پر ایک فرشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر روز ایک فرشتہ کو بھیج کر کہتا ہے کہ جو خاتم تیرے حوالے ہے اس کی حفاظت کر۔

موت صغریٰ و کبریٰ کا بیان: [آیت: ۶۰۔۶۲] اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو رات کے وقت بوقت خواب وفات دیتا ہے۔ اور یہ وفات اصغر ہے جیسا کہ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تمہیں اٹھا لینے والا ہوں ❶ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت نفوس کو وفات دے دیتا ہے اور جو بحالت خواب مر نہیں جاتے ہیں وہ ایسے نفوس ہوتے ہیں ان پر طاری ہونے والی موت روک دی جاتی ہے اور ان پر دوسری موت بھیجی جاتی ہے یعنی نیند اور یہ مقررہ موت تک ہوتا رہتا ہے۔ اس آیت میں دو وفاتوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک موت کبریٰ' دوسری موت صغریٰ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ رات کے وقت تم کو وفات دے دیتا ہے تم کاروبار سے رک جاتے ہو لیکن دن میں تم اپنے کام میں لگے رہتے ہو اور وہ تمہارے دن بھر کے اعمال کو جانتا ہے۔ یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق پر کیسا محیط ہے۔ رات کے وقت حالت سکون میں اور دن میں بحالت حرکات۔ جیسا کہ فرمایا ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ ۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ ۢ بِالنَّهَارِ﴾ یعنی چھپا و کھلا رات کا یا دن کے سب امور کا اسے علم ہے۔ اور فرمایا ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ❷ الخ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تمہارے لئے دن اور رات بنائے تا کہ رات میں سکون حاصل کرو اور دن میں کماؤ کھاؤ۔ ❸ اور فرمایا کہ ہم نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا اور دن کو طلب معاش کا وقت۔ ❹ اسی لئے آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ رات کو وہ مار دیتا ہے اور دن میں جو اعمال تم نے کر رکھے ہیں انہیں جانتا ہے۔ پھر اس ظاہری موت کے بعد دن کے وقت پھر تمہیں جیتا جاگتا اٹھاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جب وہ سو جائے تو اس کے نفس کو لے لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ روک رکھ تو روک لیتا ہے ورنہ پھر اس کے جسم میں واپس کر دیتا ہے'' ❺ ﴿هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ﴾ کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ یعنی ہر شخص کا مقررہ وقت پورا ہو جانے پر اس کی جان اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا دی جاتی ہے۔ اللہ پاک اس کو بتلا دیتا ہے کہ تو کیا عمل کرتا تھا اور پھر اس کا بدلہ دیتا ہے۔ خیر ہو تو خیر کا بدلہ بد ہے تو بد۔ وقولہ ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ یعنی وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے اس نے انسان پر ملائکہ مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی ہر آن حفاظت کرتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا کہ انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾ ❻ اور فرمایا ﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ﴾ ❼ اور =

---

❶ ۳/ آل عمران: ۵۵۔ ❷ ۲۸/ القصص: ۷۳۔ ❸ ۷۸/ النبا: ۱۰۔ ❹ ۷۸/ النبا: ۱۰۔

❺ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے الضحاک کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لقاء وسماع ثابت نہیں۔ ❻ ۸۲/ الانفطار: ۱۰۔ ❼ ۵۰/ ق: ۱۷، ۱۸۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اس کو پکارتے ہو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے کہ اگر آپ ہم کو ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جائیں۔[۶۳] آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے۔ تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔[۶۴] آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔[۶۵]

= فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ جاتی ہے تو ہمارے ملائکہ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ملک الموت کے کئی فرشتے مددگار ہیں۔ جو جسم سے روح کھینچتے ہیں اور جب حلق تک وہ روح آ پہنچتی ہے تو ملک الموت قبض کر لیتے ہیں اور اس کا ذکر بوقت تفسیر آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ ❷ میں آگے آئے گا۔ پھر فرمایا ﴿وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ یعنی وہ روح متوفی کی حفاظت میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ پھر اس کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے۔ اگر وہ نیک ہو تو علیین میں جگہ دی جاتی ہے اور اگر فاجر ہو تو سجین میں، جو دوزخ کا طبقہ ہے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ پھر یہ ملائکہ ان روحوں کو اپنے مولائے حق کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

نیک اور بد روح کا انجام: یہاں ہم ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مرنے والے کے پاس ملائکہ آتے ہیں، اگر وہ مرد صالح ہو تو کہتے ہیں کہ آ جا اے نفس طیبہ! تو جسد طیب میں تھا، دنیا سے محمود واپس آ۔ تجھ کو جنت کے روح و ایمان کی خوش خبری ہے، اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض نہیں۔ جب یہ مسلسل کہتے رہتے ہیں تو روح جسم سے نکل آتی ہے وہ اسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کا دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی روح ہے تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ "مرحبا اے نفس طیبہ تو جسم طیب میں تھا۔ تجھے خوش خبری ہے۔" یہاں تک کہ وہ اسے لے کر اس آسمان تک پہنچتے ہیں جہاں اللہ پاک ہے۔ اور اگر وہ جان بدکار کی جان ہے تو کہتے ہیں کہ "اے خبیث جسم میں رہنے والی خبیث جان! نکل ذلیل بن کر، تجھے حمیم و غساق کی خوش خبری ہے اور تیرے لئے اسی پیپ اور آب گرم کی طرح اور دوسرے عذاب بھی ہیں۔" بار بار کہنے کے بعد جب وہ نکلتی ہے تو اسے لے کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ دروازہ کھل جاتا ہے پوچھا جاتا ہے کون ہے؟

❶ الطبری، ۱۱/ ٤١٠۔ ❷ ١٤/ ابراھیم: ٢٧۔

کہا جاتا ہے فلاں۔ تو فرشتے کہتے ہیں لعنت ہے تجھ پر اے نفس خبیثہ! تیرے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھلے گا پھر وہ جان اپنی قبر کی طرف واپس کردی جاتی ہے۔'' ❶ یہ حدیث غریب ہے۔ اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ ﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا﴾ یعنی ساری مخلوق کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف رد کیا جائے گا اور اللہ پاک حسب انصاف ان پر حکم صادر فرمائے گا جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ❷ اور پھر وارد ہے ﴿وَحَشَرْنٰھُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْھُمْ اَحَدًا﴾ ❸ یعنی اولین و آخرین سب کو بروز قیامت جمع کیا جائے گا۔ ہم سب کو اٹھائیں گے۔ کسی کو نہیں چھوڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ وہ مولائے حق ہے حکم صرف اسی کا چلتا ہے۔ وہ بہت جلد سب کا حساب لے گا۔

مشرکین بھی مشکل کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے تھے: [آیت:٦٣۔٦٥] اللہ اپنے بندوں پر احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے بر و بحر کی تاریکیوں سے ان پریشان حالوں کو کیسے نجات دی جب کہ بری مشکلات اور بحری گرداب میں پھنس گئے تھے جہاں مخالف ہوائیں چل رہی تھیں اور اس وقت وہ دعا کے لئے اللہ تعالیٰ واحد کو مخصوص کر رہے تھے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ جب تمہیں سمندر میں کسی مضرت سے سابقہ پڑتا ہے تو اس وقت یہ سارے شرکا کو بھول جاتے ہیں کوئی بت یاد نہیں آتا اور یاد آتا ہے تو صرف اللہ رب العزت۔ قول پاک ہے کہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ تو ہے جو بحر و بر میں تمہیں لے چلتا ہے اور جب جہاز خوشگوار اور موافق ہوا کے ساتھ چلتے ہیں تو بڑے خوش رہتے ہو اور جب باد مخالف چلتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ٹکر دیتی رہتی ہیں اور یقین ہو جاتا ہے کہ اب تو موت میں گھر گئے تو بڑے خلوص سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اگر اس مصیبت سے تو ہمیں نجات بخشے گا تو ہم بہت شکر گزار بندے بنیں گے۔ ❹ اور ارشاد ہوتا ہے کہ غور تو کرو کہ بحر و بر کی تاریکیوں میں تمہیں سیدھی راہ کون چلاتا ہے۔ اور خوش آئند ہواؤں کو اپنی رحمت سے کون بھیجتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور اللہ تعالیٰ بھی ہے جسے تم نے شریک بنالیا ہو۔ اور یہ آیت کریمہ کہ ظلمات بحر و بر سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم سراً و علانیۃً پکارتے ہو کہ اگر تو ہمیں نجات دے تو ہم شکر گزار بنیں گے۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں اس سے اور ہر درد و کرب سے نجات بخشی ہے۔ لیکن تم پھر بھی خوش حالی میں بتوں کو اس کا شریک بناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ تمہارا رب ہی جہازوں کو سمندر میں چلاتا ہے تاکہ تم دولت کماؤ۔ وہ تم پر رحیم و کریم ہے۔ اور جب تمہیں کوئی مضرت آ پہنچتی ہے تو اپنے سب بتوں کو بھول جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی یاد رہ جاتا ہے اور جب سمندر کے خطرات سے بچا کر خشکی پر لا کھڑا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اعراض کر جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکر گزار ہے زمین پر آنے کے بعد کیا تم بچ گئے وہ چاہے تو پانی میں ڈبونے کی طرح کیا زمین کے اندر بھی تمہیں نہیں دھنسا سکتا۔ یا تم پر آسمان سے پتھراؤ ہو جائے اور پھر کوئی تمہارا مددگار نہ ہو۔ وہ تمہیں پھر سمندر کا سفر کرا کے اور باد مخالف کو بھیج کر تمہیں غرق کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ چاہے تو تمہارے سر کے اوپر سے یا تمہارے پیروں تلے ہی سے تم پر عذاب بھیج دے۔ یہ مشرکین سے خطاب تھا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ تنبیہ امت محمد کے لئے ہے۔ یہاں ہم چند احادیث ذکر کریں گے جو اسی سے متعلق ہیں۔ بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔

❶ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ٤٢٦٢، وسنده صحيح، احمد، ٢/ ٣٦٤، ٣٦٥، السنن الكبرىٰ للنسائي، ١١٤٤٢، الشريعة للآجري، ص٣٩٢، الايمان لابن منده، ١٠٦٨۔

❷ ٥٦/ الواقعة:٥٠۔ ❸ ١٨/ الكهف:٤٧۔ ❹ ١٠/ يونس:٢٢۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مندرجہ بالا کے بارے میں فرمایا کہ ﴿يَلْبِسَكُمْ﴾ یعنی تم فرقے بن بن کر آپس میں تفرقہ بندیاں کرنے لگو اور ایک دوسرے سے لڑ بیٹھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسے عذاب میں بھی تمہیں مبتلا فرما سکتا ہے۔

نبی ﷺ کی امت کے لئے رحمت کی دعائیں: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری یعنی ﴿عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ والی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ)) اور ﴿تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ کے وقت بھی فرمایا ((اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ)) یعنی اے اللہ تعالیٰ تیری پناہ۔ اور جب ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا﴾ سنا تو فرمایا ''یہ نسبتاً سہل ہے۔'' ❶ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ﴾ تو آپ ﷺ نے فرمایا ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)) پھر ﴿مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ سن کر بھی فرمایا ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ)) پھر ﴿يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا﴾ سن کر فرمایا ''یہ آسان تر ہے۔'' اگر اس پر بھی آپ ﷺ پناہ مانگتے تو مانگ سکتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اس آیت کو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ بات ہو کر رہے گی اور ابھی تک ہوئی نہیں ہے۔'' ❷

ایک حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چلے اور مسجد بنی معاویہ میں آئے وہاں آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ دیر تک رب عزوجل سے مناجات میں مصروف رہے پھر فرمانے لگے کہ ''میں نے تین باتوں کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ میری امت فرعونیوں کی طرح غرق ہو کر تباہ نہ ہو اور قحط سے ہلاک نہ ہو اور ان کے گروہوں کے اندر جنگ برپا نہ ہو جائے' تو پہلی دو باتیں تو منظور کر لی گئیں اور تیسری بات منظور نہ کی گئی۔'' ❸

جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مقام بنی معاویہ میں آئے جو انصار کا ایک گاؤں ہے اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری اس مسجد میں نبی اکرم ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ میں نے کہا' ہاں۔ اور ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر پوچھا' وہاں آپ ﷺ نے کن تین باتوں کی دعا کی تھی۔ میں نے کہا' آپ ﷺ نے دعا کی تھی کہ ''کوئی دشمن میری امت پر غالب نہ ہو اور قحط انہیں ہلاک نہ کرے۔ تو یہ دونوں باتیں منظور کر لی گئیں' اور یہ بھی دعا کی تھی کہ ان کی آپس میں جنگ نہ ہو تو یہ دعا قبول نہ ہوئی۔'' تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ چنانچہ قیامت تک مسلمانوں کی آپس میں جنگیں ہوتی رہیں گی۔ ❹ یہ حدیث صحاح ستہ میں درج نہیں ہے لیکن اس کی اسناد جید اور قوی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو کہا گیا کہ ابھی چلے گئے ہیں۔ جہاں جاتا کہا جاتا کہ ابھی یہاں سے چلے گئے۔ حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک جگہ نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے بہت لمبی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب ﴿قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم......﴾ ٤٦٢٨، ترمذی، ٣٠٦٥، مسند ابی یعلیٰ، ١٩٨٢، ابن حبان، ٧٢٢٠۔ ❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الانعام، ٣٠٦٦، وسنده ضعیف، احمد، ١/ ١٧١، اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض، ٢٨٩٠، احمد، ١/ ١٧٥، مسند ابی یعلی، ٧٣٤، ابن حبان، ٧٢٣٦۔ ❹ احمد، ٥/ ٤٤٥، المؤطا امام مالك ١/ ٢١٦، ح ٥٠٤ وهو حدیث صحیح۔ المعجم الکبیر، ١٧٨١، مجمع الزوائد، ٧/ ٢٢١۔

نے فرمایا" میں صلوۃ خوف ورغبت پڑھ رہا تھا۔" پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنی تین دعاؤں کا ذکر فرمایا۔ ❶

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مولیٰ بنی زہرہ سے روایت ہے جو بدر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حاضر تھے' کہتے ہیں کہ ایک دن میں تمام رات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا" ہاں' یہ نماز امید و رجا کی تھی جس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔" اس کے بعد پوری حدیث مذکور ہے۔ ❷ اس کو صحاح ستہ میں نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابو مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اے نافع بن خالد خزاعی! کیا یہ حدیث تم نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنی ہے؟ تو کہا' ہاں میں نے ان لوگوں سے سنا جنہوں نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سنا تھا۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ" میرے لئے زمین کے مشرق و مغرب قریب کر دیے گئے اور یہ کہ میری امت ان سب پر مالک ہو جائے گی۔ اور مجھے دونوں خزانے دیے گئے ہیں۔ خزانہ ابیض بھی اور خزانہ احمر بھی۔ اور میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے ساتھ اے اللہ تعالیٰ یہ بھی ہو کہ میری امت قحط سے نہ مرے اور نہ کوئی دشمن ان پر ایسا مسلط ہو کہ عمومی ہلاکت لا ڈالے اور ان میں گروہ بندی نہ ہو جائے کہ ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے محمد ﷺ! میں نے جو تقدیر قائم کر دی وہ ہو کر رہے گی۔ میں نے تمہاری دونوں باتیں تو منظور کیں لیکن تمہاری امت بعض کو بعض ہلاک کرے گی یا قید کیا کرے گی۔" اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ" مجھے اگر اپنی امت پر خوف ہے تو گمراہ اماموں اور سرداروں کا ہے۔ جب ایک بار میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر نہ رکے گی اور قیامت تک آپس میں جنگ و جدال کا سلسلہ قائم رہے گا۔" ❸

نافع بن خالد خزاعی رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جو کہ اصحاب رسول سے تھے اور بیعت رضوان تحت الشجر میں سے تھے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی' لوگ آپ ﷺ کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہلکی نماز پڑھی لیکن رکوع و سجود کامل کیا۔ لیکن جب جلوس کیا تو جلوس بہت طویل تھا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے بعض' بعض کو اشارہ کرنے لگے کہ شاید نبی اکرم ﷺ پر وحی اتر رہی ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" نہیں' میں صلوۃ رغبت و رہبت پڑھ رہا تھا۔" پھر ان تینوں باتوں کی پوری حدیث درج ہے۔ وہ یہ حدیث سنا چکے تو میں نے کہا کیا تمہارے باپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ تو کہا' ہاں' نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سنا ہے اور اپنی ان دس انگلیوں کے برابر دس دفعہ۔ ❹

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ" میں نے اللہ عز و جل سے دعا کی تھی کہ میری امت کو چار چیزوں سے دور رکھ۔ چنانچہ دو باتوں سے اللہ تعالیٰ نے میری امت کو محفوظ رکھا اور دو سے نہیں رکھا۔ میں نے دعا کی تھی کہ میری امت پر آسمان سے پتھراؤ نہ ہو اور اہل فرعون کی طرح وہ غرق ہو کر نہ مریں اور ان میں تفرقہ گیری نہ ہو اور یہ کہ وہ ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں' تو اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ نہ ہونے اور غرق سے محفوظ رہنے کی دعائیں تو قبول کر لیں لیکن آپس میں فرقہ پسندی اور گروہ بندی اور

❶ ابن ماجه، كتاب الفتن، ما يكون من الفتن، ٣٩٥١، وهو صحيح، احمد، ٥/ ٢٤٠، ابن خزيمه، ١٢١٨۔

❷ ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء في سؤال النبي ﷺ ثلاثا في امته، ٢١٧٥، وسنده صحيح، نسائی، ١٦٣٩، احمد، ٥/ ١٠٨، ١٠٩، ابن حبان، ٧٢٣٦، المعجم الكبير، ٣٦٢١۔

❸ احمد، ٤/ ١٢٣، وهو حديث صحيح، مسند البزار، ٣٢٩١۔

❹ المعجم الكبير، ٤١١٤، وهو حديث حسن، مسند البزار، ٣٢٨٩، مجمع الزوائد، ٧/ ٢٢٣۔

جنگ وقتال باقی رہا۔'' ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری ﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ ﴾ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے' وضو کیا اور دعا مانگنے لگے کہ ''اے اللہ! میری امت پر اوپر اور نیچے سے عذاب نازل نہ فرما اور ان میں گروہ بندی اور جنگ نہ ہو' تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے تمہاری امت کو آسمان سے عذاب نازل ہونے اور پاؤں تلے سے عذاب ابلنے سے محفوظ کر دیا ہے۔'' ❷

اس کے بعد اور کئی حدیثیں اسی نوعیت اور اسی مضمون کی درج ہیں۔ جن کا بار بار ذکر ترجمہ وتفسیر پڑھنے والے کے لئے غیر ضروری ہے۔

آسمانی عذاب سے پتھراؤ مراد ہے اور پاؤں تلے کے عذاب سے زمین میں دھنس جانا مراد ہے۔ یہ چار چیزیں تھیں جن میں سے دو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچیس برس بعد ہی ظاہر ہونے لگیں یعنی آپس میں اختلاف رائے اور گروہ بندی اور مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں جنگ وجدال۔ رجم اور خسف سے امت محمد محفوظ ومامون رکھی گئی۔

اس آیت کے بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں یا منبر پر چیخ چیخ کر فرماتے تھے کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کی آیت اتر چکی ہے اگر عذاب آسمان سے آئے گا تو کوئی نہیں بچے گا' اور اگر پاؤں تلے سے آئے گا تو تم زمین میں دھنس کر ہلاک ہو جاؤ گے اگر جماعتوں میں بٹ جاؤ گے اور آپس میں جنگ چھڑ جائے گی تو یہ سب سے بدتر بات ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ اس آیت میں ﴿ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ ﴾ سے برے پیشوا مراد ہیں اور ﴿ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ﴾ سے برے خادم اور برے پیر مراد ہیں یا یہ کہ امراء اور غرباء مراد ہیں۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ قول ایک توجیہ رکھتا ہے لیکن قول اول اظہر اور قوی ہے۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کی صحت کی گواہی اللہ پاک کا یہ قول دیتا ہے ﴿ ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ ﴾ یعنی کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ بھڑکنے اور ابلنے لگے یا اس بات سے محفوظ ہو کہ آسمان سے پہلے کی قوموں کی طرح پتھر برسائے۔ عن قریب تم جان لو گے کہ میری اندیشہ وہانی کتنی صحیح تھی۔ ❸ اور حدیث میں ہے کہ یہ آسمان سے پتھر برسنا' زمین میں دھسنا اور صورتوں کا مسخ ہو جانا یہ سب اس امت میں ہوگا اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ❹ قیامت سے پہلے ان آیات کا ظہور ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

﴿ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا ﴾ سے مراد فرقہ ہائے مختلفہ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک فرقہ کو چھوڑ کے باقی سب ناری اور دوزخی ہوں گے۔'' ❺ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بعض کو بعض پر عذاب وقتل کے ساتھ مسلط کیا جائے گا۔ قولہ تعالیٰ ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ﴾ دیکھو کہ ہم کس طرح وضاحت وتفسیر کے ساتھ بار بار بیان کرتے جاتے =

❶ اس کی سند میں عبداللہ بن کیسان ضعیف راوی ہے۔

❷ اس کی سند میں عمرو بن قیس کا شیخ مجہول ہے جس کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔

❸ ٦٧/ الملك: ١٦، ١٧۔

❹ ابن مردویه وسنده ضعيف، ابو المنهال لم أعرفه، وحديث الترمذى، ٢١٥٢ يغنى عنه۔

❺ ترمذى، كتاب الايمان، باب ما جاء فى افتراق هذه الامة، ٢٦٤١، وسنده ضعيف عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی راوی ضعیف ہے۔ ابوداود، ٤٥٩٧، وسنده حسن، حاكم، ١/ ١٢٩۔

وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ لِّكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَلَٰكِن ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: اور آپ کی قوم اس کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ یقینی ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں۔[٦٦] ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا۔[٦٧] اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کوئی اور بات میں لگ جائیں۔ اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔[٦٨] اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا اور لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں۔[٦٩]

= ہیں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے دلائل پر غور کرو اور سمجھو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جب ﴿هُوَ الْقَادِرُ﴾ والی آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں تلوار لے کر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔" تو لوگوں نے کہا ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ہاں۔" تو کسی نے کہا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے جب کہ ہم صحیح معنی میں مسلمان ہوں۔ چنانچہ یہ آیت اتری۔ ❶ ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ﴾ الخ یعنی تمہاری قوم وحی کو جھٹلائے گی حالانکہ وہ حق ہے۔ تم کہہ دو کہ میں تمہارا کوئی سردھرا تو ہوں نہیں نہ ذمہ دار، ہر بات کا ایک وقت مقرر ہے قریب میں تم کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

تکذیب نہیں، اطاعت: [آیت:٦٦-٦٩] تمہاری قوم قریش نے قرآن کو جھٹلایا حالانکہ اس کے سوا کوئی دوسری چیز حق نہیں۔ تم کہہ دو کہ میں تمہارا کوئی حفیظ اور ذمہ دار نہیں ہوں۔ جیسا کہ فرمایا، کہہ دو (اے محمد ﷺ) کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے نہ مانے، یعنی میرا فریضہ تو صرف تبلیغ کر دینا ہے اور تمہارا کام سننا اور اطاعت کرنا ہے، جو میری اطاعت کرے گا وہ دین و دنیا میں سرخ رو رہے گا اور جو مخالفت کرے گا وہ دونوں جگہ بد بخت رہے گا۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ ہر بات کے لئے ایک معین وقت ہے اور ہر خبر کے لئے ایک وقوع ہے اگرچہ کچھ عرصہ بعد سہی۔ جیسا کہ فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد تم کو اس کا پتہ چل جائے گا۔ اور فرمایا ﴿لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ﴾ یہ تہدید اور وعید اکبر ہے اسی لئے فرمایا کہ عنقریب تم اس کو جان لوگے۔

مذاق کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھنے کا حکم: قول باری ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ یعنی جب تم ان کفار کو دیکھو کہ تکذیب و استہزا کے ساتھ ہماری آیتوں میں بحث کر رہے ہیں تو ان سے روگرداں ہو جاؤ حتیٰ کہ وہ کوئی دوسری =

---

❶ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

ترجمہ: اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتا رہ تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے۔ یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے ان کے لئے نہایت تیز گرم پانی پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی۔ اپنے کفر کے سبب۔[۷۰]

= باتیں کرنے لگیں۔ اور اگر تم کو شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ان ظالم لوگوں کے ساتھ مل نہ بیٹھنا۔ مراد یہ کہ امت کا ہر ہر فرد ان مکذبین کے ساتھ نہ بیٹھے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تحریف کر دیتے ہیں اور اس کے صحیح اور ظاہر مفہوم پر اس کو قائم نہیں رکھتے۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے لئے قابل معافی قرار دیا گیا ہے خطا اور نسیان سے کوئی کام کرنا یا مجبور ہو کر کرنا ❶ اور اسی چیز کی طرف اس قول پاک میں اشارہ ہے کہ کتاب میں تم کو بتلا دیا گیا ہے کہ جب تم معلوم کرو کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور استہزا کیا جا رہا ہے تو ان کے پاس سے اٹھ جاؤ حتیٰ کہ ان کا موضوع سخن بدل جائے ورنہ تم بھی استہزا کرنے والوں میں سمجھے جاؤ گے اور انہیں کے برابر ہو جاؤ گے۔ ❷ اور قولہ ﴿وَمَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ﴾ یعنی جب تم ان کے پاس سے ہٹ گئے اور ان کے ہمنشین نہ رہے تو تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی اور ان کے ساتھ شمولیت گناہ سے محفوظ ہو گئے۔ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ مطلب پیش کیا ہے کہ اگر وہ کفار تنقیص آیات کی کوشش میں لگے ہیں تو اب تم پر کوئی ذمہ داری نہیں جب کہ تم نے ان سے اجتناب اور اعراض کر لیا ہو۔ اور دوسرے علما اس کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ اگر تم لوگ ان نالائقوں کے ساتھ بیٹھو بھی تو ان کے اس استہزا کی ذمہ داری تم پر عائد نہیں اور گمان کیا ہے کہ یہ آیت سورۂ نساء مدنیہ کی آیت سے منسوخ ہے اور وہ آیت یہ ہے ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ ❸ یعنی ایسی صورت میں تم بھی ان جیسے ہو گئے۔ یہ توضیح آیت ﴿وَمَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ﴾ سے متعلق تھی۔ یہ مجاہد و سدی و ابن جریج رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا قول تھا ان کے اس قول کی بنا پر قول پاک ﴿وَلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ﴾ کا مطلب یہ ہوا کہ لیکن ہم نے تم کو ان سے ایسی صورت میں اعراض کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ انہیں تنبیہ اور نصیحت ہو جائے۔ شاید کہ آئندہ کو وہ اس سے محتاط رہیں اور پھر اعادہ نہ کریں۔

دین کو کھیل تماشا سمجھنے والوں کا انجام: [آیت: ۷۰] اللہ پاک فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو چھوڑ و جنہوں نے دین کو ایک کھلونا بنا رکھا ہے کیونکہ وہ عذاب عظیم کی طرف جا رہے ہیں اسی لئے فرمایا کہ انہیں اس قرآن کے ذریعہ نصیحت و عبرت دلاؤ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں ڈراؤ تاکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ کر دیئے جائیں۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ تُبْسَلَ کو تُسَلَّم کے معنی میں لیتے =

❶ اس کی تخریج سورۃ البقرہ آیت ۲۸۶ کے تحت گزر چکی ہے۔ ❷ ٤/ النسآء: ١٤٠۔ ❸ ٤/ النسآء: ١٤٠۔

قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچائے اور نہ وہ ہم کو نقصان پہنچائے اور کیا ہم الٹے پھر جائیں بعد اس کے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کر دی ہے جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اس کے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اس کو ٹھیک رستہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس آ۔ آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہو جائیں پروردگار عالم کے۔[۷۱] اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے[۷۲] اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو با فائدہ پیدا کیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا کہ تو ہو جا پس وہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا با اثر ہے اور جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔ ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔[۷۳]

= ہیں یعنی سونپ نہ دیے جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں تاکہ رسوا نہ ہو جائے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تاکہ روک نہ رکھے جائیں۔ اور مرہ وابن زید مواخذہ کے معنی میں لیتے ہیں۔ یہ تمام اقوال عبارات تقریباً ہم معنی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہلاکت کے لئے چھوڑ دینا اور خیر سے روک لینا اور حصول مطلوب سے باز رہنا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ ❶ ہر شخص اپنے اعمال میں رکا ہوا ہے سوائے داہنے ہاتھ والے کے۔ اور قولہ ﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ﴾ یعنی نہ ان کا کوئی ولی ہوگا نہ شفیع۔ جیسے فرمایا کہ ﴿مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ﴾ اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ سودے بازی ہے نہ دوستی ومحبت نہ سفارش اور شفاعت۔ کافر ہی پورے ظالم ہیں۔ اور قول پاک ﴿وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذْ مِنْهَا﴾ یعنی اپنے گناہ کے بدلے میں وہ اپنی ساری دنیا جہان بھی فدیہ یا بدلہ میں دے ڈالیں تو نہ قبول ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ❷ جو لوگ کفر پر رہے اور کفر ہی پر مرے وہ اگر زمین بھر سونا بھی دے ڈالیں تو ناممکن ہے کہ قبول کر کے ان کی گلوخلاصی کر دی جائے۔ پس فرمایا ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا﴾۔

مشرکوں کو فیصلہ کن جواب: [آیت: ۷۱-۷۳] مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ کہہ دو کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کی پرستش کروں جو نہ نفع بخشتے ہیں نہ ضرر اور کیا کفر اختیار کر کے ہم الٹے پاؤں پھر جائیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں روشنی دے دی ہے۔ ہماری تو ایسی مثال ہو جائے گی جیسے کسی کو شیطان نے بھٹکا دیا ہو۔ یعنی ایمان

❶ ۷۴/ المدثر: ۳۸، ۳۹۔ ❷ ۳/ آل عمران: ۹۱۔

لانے کے بعد کفر اختیار کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص سفر کر رہا ہو اور راستہ بھول گیا ہو اور شیطانوں نے اسے بھٹکا دیا ہو اور اس کے ساتھی سیدھی راہ پر ہوں اور اس کو بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ ہم سیدھی راہ پر ہیں' اور وہ انکار کر گیا ہو۔ یہ وہ شخص ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جاننے کے باوجود گمراہوں کی پیروی کر کے کافر ہو جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سیدھی راہ پر بلا رہے ہوں۔ یہ راہ اسلام کی راہ ہے۔ ﴿قُلْ اَنَدْعُوْا﴾ اس میں بتوں اور بت پرستوں کی مثال بیان کی گئی ہے اور ان لوگوں کی جو ہدایت الٰہی کی طرف بلاتے ہیں۔ جیسے کوئی راستہ سے بھٹک گیا ہو' اور کوئی پکارنے والا اسے پکارتا ہو کہ اے فلاں تو راستہ کی طرف آ۔ اور اس کے دوسرے ہمسفر بلا رہے ہوں کہ بھٹکو نہیں ہماری طرف سیدھی راہ پر آ و پس اگر وہ پہلے داعی کی سن لے تو وہ اس کو لے جا کر ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دے گا۔ اور اگر دوسرے لوگوں کی بات سنے گا تو وہ اس کو سیدھی راہ ہدایت پر پہنچا ئیں گے۔ پہلا بلانے والا جنگل کے شیاطین میں سے ہے۔ یہ مثال ہے اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر بتوں کی پرستش شروع کر دے اور وہ اسی میں مصلحت سمجھے۔ اور جب اس کو موت آ جائے گی تو ندامت اٹھانی پڑے گی۔ یہ راہ سے بھٹکانے والے شیاطین ہوتے ہیں جو اس کو اس کی باپ دادا کے نام لے کر اور اس کا نام لے کر بلاتے ہیں تو وہ ان کی پیروی کرنے لگتا ہے اور وہ اسی میں مصلحت سمجھتا ہے۔ اب شیاطین اسی کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں' اسے کھا جاتے ہیں یا بھوکا پیاسا جنگل میں بھٹکاتے رہتے ہیں تاکہ ہلاک ہو جائے۔ ﴿حَيْرَانَ﴾ سے حیران ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص بھٹکا ہوا حیران پھر رہا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا وہ شیطان کی اطاعت کرنے والا اور گناہ کے کام کرنے والا شخص مراد ہے۔ اس کے ساتھی حالانکہ اس کو ہدایت کی طرف دعوت دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ شیطان کا بھٹکایا ہوا وہ ہے جس کے اولیاء انسان ہیں۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور گمراہی وہ ہے کہ جس کی طرف شیطان بلاتا ہے۔ اس کو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ پھر کہا کہ یہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کے ساتھی اس کو گمراہی کی طرف بلا رہے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہی صحیح راہ ہے۔

عوفی کہتے ہیں کہ یہ رائے ظاہر آیت کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے ہم سفر ساتھی اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ پس یہ جائز نہیں کہ اس کو گمراہی قرار دیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو خبر دی ہے کہ وہ ہدایت ہے' اور یہ بات تو وہی ہے جو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سیاق عبارت اس بات کی مقتضی ہے کہ ﴿كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ﴾ یہ حال ہونے کی وجہ سے نصب کے محل میں ہے۔ یعنی حیرت و ضلال و جہل کی حالت میں اور اس کے اصحاب اسی راہ پر چل رہے ہیں تو انہوں نے اس کو اپنی ہی راہ پر چلایا اور اپنے اسی راستہ پر آنے کے لئے کہا جس کو اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر فرمایا۔ اب تقدیر کلام یوں ہوئی کہ وہ ان کے بلانے پر انکار کرتا ہے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اس کو ہدایت فرماتا اور اس کو سیدھی راہ پر پھیر دیتا۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى﴾ جیسا کہ فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور فرمایا کہ ان کے راہ پر آنے کے کتنے ہی حریص کیوں نہ ہو' اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کر دے اس کو کون راہ پر لائے اور نہ ان لوگوں کا کوئی مددگار ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یعنی ہمیں حکم ہے کہ خلوص سے اس کی عبادت کریں اور نمازیں پابندی سے پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ہر حال میں پرہیزگار بنے رہیں۔ اور اسی کی طرف سب قیامت میں اٹھائے جائیں گے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو اعتدال کے ساتھ پیدا کیا وہ ان کا مالک اور مدبر ہے۔ وہ قیامت کے روز صرف ''کن'' کہے گا اور طرفۃ العین میں سب چیزیں از خود دوبارہ وجود میں آ جائیں گی۔ یہاں ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ میں یوم کے لفظ کو نصب ہے' یا تو

﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ پر عطف قرار دے کر جس کی تقدیر یوں ہوگی (وَاتَّقُوْا یَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ) یعنی ڈرو ان دنوں سے' یا یہ کہ نصیب ہو گا اس بنا پر کہ ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ﴾ پر عطف ہے۔ یعنی ڈرو اس دن سے جس روز وہ کہے گا ''کن'' چنانچہ ابتدائے خلق اور اعادۂ خلق کا ذکر ہوا اور یہی زیادہ مناسب بھی ہے۔ یا یہ کہ نصب ہو گا اس بنا پر کہ فعل یہاں مقدر رکھا گیا ہے تو تقدیر یوں ہوئی کہ یاد کرو اس دن کو جب کہے گا ''کن'' یعنی (وَاذْکُرْ یَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ) اور اس سے پہلے (خَلَقَ یَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ) تھا۔ پھر ارشاد باری کہ ﴿قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ﴾ یہ دو جملے ہیں ان دونوں جملوں کا محل جر ہے اس بنا پر کہ یہ دونوں لفظ رب العلمین کی صفت واقع ہوئے ہیں اور قول باری تعالیٰ ﴿یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ﴾ محتمل ہے کہ یہ بدل ہو ﴿وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ ﴿یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ﴾ کا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ظرف ہو ﴿وَلَهُ الْمُلْكُ﴾ ﴿یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ﴾ کا جیسا کہ فرمایا ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ [1] یعنی آج سلطنت کس کی ہے' واحد قہار کی سلطنت ہے جیسا کہ فرمایا ﴿اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَ كَانَ یَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا﴾ [2] اس روز رحمن کی سلطنت برحق ہے اور وہ دن کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا۔

صور اسرافیل کی حقیقت اور ہولناکی: مفسرین نے ﴿یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ﴾ میں اختلاف رائے کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ صور جمع ہے صورۃ کی۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس طرح ''سور'' شہر کی شہر پناہ کو کہتے ہیں اور یہ سورۃ کی جمع ہے۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ ''صور'' سے مراد وہ قرن ہے جس کے اندر اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صحیح وہی ہے جس پر حدیث نبی سے روشنی پڑتی ہے۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اسرافیل علیہ السلام صور کو منہ میں لگائے ہوئے ہیں۔ سر جھکائے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم صادر ہوتا ہے۔'' [3] ایک اعرابی نے بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ صور کیا چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''قرن جس میں پھونک کر بجاتے ہیں۔'' [4]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ پاک جب آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو صور کو پیدا کیا اور اسرافیل کو دیا جس کو وہ اپنے منہ میں لگائے ہوئے ہیں' آنکھیں عرش کی طرف لگی ہیں منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔'' تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! صور کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''وہ قرن ہے۔'' پوچھا وہ کیسا ہے؟ کہا ''بہت بڑا' اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے مجھے بھیجا اس کا عرض اتنا ہے جتنی آسمانوں اور زمین کی پہنائی۔ اس میں تین وقت پھونکا جائے گا۔ پہلی پھونک گھبراہٹ اور پریشانی پیدا کرنے والی ہوگی اور دوسری سب کو بیہوش کر دینے والی اور تیسری پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے آ کھڑے ہونے کی۔ اللہ پاک پہلی پھونک کا حکم دے گا اس سے ساری دنیا جہان کے لوگ گھبرا اٹھیں گے مگر جس کو اللہ تعالیٰ مستقیم رکھے۔ جب تک دوسرا حکم نہ ہوگا صور پھونکا جاتا رہے گا رکے گا نہیں۔'' جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا یَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ [5] یعنی وہ ایک زبردست چیخ اور بہت ہی بلند آواز ہوگی پہاڑ ابر کی

---

[1] ۴۰/ غافر:۱۶۔ [2] ۲۵/ الفرقان:۲۶۔ [3] اسرافیل کے نام کے بغیر یہ روایت ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الزمر، ۳۲۴۳ وسندہ ضعیف عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ ابن ماجہ، ۴۲۷۳؛ احمد، ۳/ ۷؛ حلیۃ الاولیاء، ۵/ ۱۰۵؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱/ ۷۱، ابن حبان، ۲۵۶۹، میں موجود ہے۔

[4] ابوداود، کتاب السنۃ، باب ذکر البعث والصور، ۴۷۴۲، وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۳۲۴۴؛ دارمی، ۲/ ۳۲۵؛ ابن حبان، ۲۵۷۰؛ حاکم، ۲/ ۴۳۶؛ احمد، ۲/ ۱۶۲۔

[5] ۳۸/ صٓ:۱۵۔

طرح اڑ رہے ہوں گے اور زمین ہلنے اور جھولنے لگے گی' جیسے سمندر میں شکستہ سفینہ جس کو موجیں ہر طرف دھکیلتی رہتی ہیں جیسے کسی قندیل کو جو چھت میں لٹکی ہوئی ہو' ہوا جھولا دیتی رہتی ہے۔ فرماتا ہے ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ ❶ اس روز لرزا دینے والا صور پھونکا جائے گا اور اس کے بعد پھر دوسری بار پھونکا جائے گا۔ اس روز سب کے سب بے انتہا خوف زدہ ہوں گے' لوگ گر پڑیں گے' مائیں دودھ پینے والے بچوں کو بھول جائیں گی' حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے' نوجوانوں پر خوف کے مارے بڑھاپا طاری ہو جائے گا' شیاطین جان بچانے کے خیال سے زمین کے کناروں تک بھاگ جائیں گے لیکن فرشتے انہیں مار مار کر واپس لائیں گے۔ ایک دوسرے کو پکارتا رہے گا لیکن کوئی کسی کو پناہ نہ دے سکے گا سوا اللہ تعالیٰ کے۔ لوگ اسی گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے کہ زمین ہر طرف کے گوشے سے پھٹنے لگے گی۔ ایسا امر عظیم ظاہر ہو گا کہ کبھی نہ دیکھا گیا اور ایسا کرب و ہول لاحق ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو اس کے پرزے اڑ رہے ہوں گے ستارے ٹوٹ رہے ہوں گے۔ سورج اور چاند سیاہ پڑ جائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''لیکن مردوں کو اس کی خبر نہ ہو گی۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ جب فرمائے گا۔ ﴿فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ ❷ تو اللہ تعالیٰ کس کو مستثنیٰ فرمائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ شہدا ہیں۔ فزع اور گھبراہٹ تو زندوں کو ہوا کرتی ہے اور وہ زندہ تو ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ انہیں رزق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے فزع سے انہیں محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور عذاب تو اشرار خلق پر اترتا ہے۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ﴿تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ﴾ ❸ والی آیت میں پیش فرمایا ہے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے سے غافل ہو جائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے وہ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ طویل عرصہ تک یہ کیفیت رہے گی۔ پھر اللہ پاک بیہوشی لانے والے صور کا حکم اسرافیل علیہ السلام کو دے دے گا۔ اس لئے سب اہل سماوات والارض بے ہوش ہو جائیں گے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ چاہے وہ ہوش میں رہے گا۔ ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے' اے اللہ تعالیٰ سب مر گئے۔ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے مگر پوچھے گا باقی کون ہے؟ وہ عرض کریں گے' تو باقی ہے کہ تجھے تو کبھی موت آنے والی نہیں' اور عرش اٹھانے والے ملائکہ بھی ہیں' جبرئیل و میکائیل بھی باقی ہیں اور میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا جبرئیل و میکائیل کو بھی مر جانا چاہئے تو عرش بول اٹھے گا' یا رب! جبرئیل و میکائیل بھی مر جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا زبان نہ کھولنا تحت العرش جتنے ہیں سب کو مر جانا ہے۔ ملک الموت پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے یا رب! جبرئیل اور میکائیل بھی مر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اب کون باقی ہے؟ وہ کہیں گے کہ تو باقی ہے تجھے تو موت آئے گی نہیں۔ اب میں اور عرش اٹھانے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا عرش اٹھانے والوں کو بھی مر جانا چاہئے۔ وہ بھی مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا اب کون باقی ہے؟ عزرائیل کہیں گے تو نہ مرنے والا اور میں۔ اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دے گا اسرافیل سے صور لے لو اور اسرافیل سے کہے گا کہ تم بھی میری مخلوق ہو' تم بھی مر جاؤ۔ وہ اسی وقت مر جائیں گے اور رب واحد و صمد لم یلد ولم یولد کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو آسمان و زمین لپیٹ دیے جائیں گے جیسے کہ طومار لپیٹ دیا جاتا ہے۔ تین دفعہ اس کو کھولا اور لپیٹا جائے گا پھر فرمائے گا میں جبار ہوں میں جبار ہوں میں جبار ہوں۔ پھر تین دفعہ آواز دے گا کیا آج کے روز ہے کسی کی بادشاہت؟ کون جواب دیتا۔ پھر خود ہی فرمائے گا بادشاہت اللہ تعالیٰ واحد القہار کی ہے۔

---

❶ ٧٩/ النازعات:٦، ٧۔ ❷ ٢٧/ النمل:٨٧۔ ❸ ٢٢/ الحج:٢۔

پھر دوسرے زمین و آسمان پیدا کرے گا انہیں پھیلا دے گا اور دراز کر دے گا جس میں کوئی کجی اور نقص باقی نہ رہے گا۔ پھر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست آواز ہوگی تو از سر نو پیدا شدہ زمین میں سب پہلے کی طرح ہو جائیں گے جو زمین کے اندر ہے وہ اندر اور جو زمین کے باہر ہے وہ باہر۔ پھر تحت عرش سے اللہ تعالیٰ پانی نازل فرمائے گا۔ آسمان کو حکم دے گا کہ برسے۔ چالیس دن تک پانی برستا رہے گا حتیٰ کہ پانی ان پر بارہ گز بلند ہو جائے گا۔ پھر اجسام کو حکم دے گا تو وہ زمین میں سے ایسے نمودار ہونے لگیں گے جیسے نباتات اور سبزیاں اگ آتی ہیں۔ جب اجسام پہلے کی طرح مکمل ہو جائیں گے تو پہلے ملائک عرش زندہ کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ صور لے لو۔ وہ لے لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا۔ پھر ارواح بلائی جائیں گی۔ مسلمانوں کی روحیں نور کی طرح چمکتی ہوں گی اور کافروں کی روحیں تاریک رہیں گی۔ ان سب کو لے کر صور میں ڈال دیا جائے گا۔ اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ نفخہ بعث پھونکا جائے چنانچہ زندگی کی پھونک پھونکی جائے گی تو روحیں ایسی اچھل پڑیں گی جیسے کہ شہد کی مکھیاں کہ زمین و آسمان ان سے بھر جائے گا۔ اب حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ روحیں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں تو دنیا کی ساری روحیں داخل ہونے لگیں گی اور نتھنوں کی راہ جسموں میں آئیں گی جیسے زہر کسی مارگزیدہ کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر زمین پھٹنے لگے گی اور لوگ اٹھ اٹھ کر اپنے رب کی طرف رخ کرنے لگیں گے اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔ اللہ تعالیٰ طلب کنندہ کی طرف سب جائیں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا سنگین معلوم ہوتا ہے۔ لوگ برہنہ اور غیر مختون ہوں گے ایک ہی جگہ کھڑے ہوں گے۔ ستر برس یہی عالم رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نہ انہیں دیکھے گا نہ کوئی فیصلہ کرے گا۔ لوگ آہ و گریہ کرنے لگیں گے۔ آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون آنکھوں سے بہنے لگے گا۔ لوگ اپنے پسینہ میں شرابور ہو جائیں گے۔ ٹھوڑیوں تک پسینہ پہنچا ہوا ہوگا۔

لوگ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس کسی کو شفاعت کے لئے جانا چاہئے تاکہ وہ کوئی تصفیہ کر دے۔ اب آپس میں کہنے لگیں گے کہ باپ آدم علیہ السلام کے سوا ایسا کون ہو سکتا ہے جو زبان کھول سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھ سے بنایا' اپنی روح ان کے اندر پھونکی اور سب سے پہلے ان سے بات کی۔ چنانچہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان کے آگے اپنا مقصد پیش کریں گے' وہ سفارش کرنے سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے میں اس کے شایان نہیں۔ پھر فرداً فرداً ایک ایک نبی علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ جس کے پاس بھی آئیں گے وہ نبی انکار کر دے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر میرے پاس آئیں گے میں جاؤں گا اور سجدے میں فحص پر گر پڑوں گا۔" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! فحص کیا چیز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "عرش کے سامنے کا حصہ۔ اب اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجے گا وہ میرا بازو پکڑ کر اٹھائے گا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں عرض کروں گا' یا رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا حق دینے کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ یہ حق مجھے عطا فرما اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اچھا تم شفاعت کر سکتے ہو اور میں انسانوں کے درمیان اپنے فیصلے نافذ کر دوں گا۔"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں " پھر میں واپس آ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ ہم سب لوگ کھڑے ہی ہونگے کہ آسمان سے ایک زور کی آواز ہوگی کہ ہم گھبرا اٹھیں گے۔ زمینی جن و انس سے دگنی تعداد میں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ زمین سے قریب تر آ جائیں گے زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی۔ وہ صف بندی کر لیں گے ہم ان سے پوچھیں گے کیا اللہ پاک تمہارے اندر ہے۔ وہ کہیں گے نہیں' وہ آنے ہی والا ہے۔ فرشتے آسمان سے دوبارہ اس تعداد میں اتریں گے کہ اترے ہوئے فرشتوں سے دگنی تعداد ہوگی حتیٰ کہ جن و انس سے بھی دگنی تعداد میں۔ زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی۔ وہ قرینے سے کھڑے ہو جائیں گے۔ ہم

پوچھیں گے کیا رب پاک تمہارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں' وہ آنے ہی والا ہے۔ پھر تیسری دفعہ اس سے بھی دگنی تعداد میں نزول ملائکہ ہوگا۔ اب رب جبار عزوجل ابر کے چتر لگائے آٹھ فرشتوں سے اپنا تخت اٹھوائے تشریف فرما ہوگا۔ حالانکہ اس وقت تو اس کا تخت چار فرشتے اٹھائے رہتے ہیں۔ ان کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہہ میں ہیں زمین و آسمان ان کے نصف حصہ جسم کے مقابلہ میں ہے۔ ان کے کندھوں پر عرش الٰہی ہے ان کی زبانوں پر تسبیح و تحمید رہے گی' وہ کہہ رہے ہوں گے ((سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ سُبْحَانَ الَّذِی يُمِيْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰى رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰى الَّذِیْ يُمِيْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا يَمُوْتُ)) پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلال افروز ہوگا۔ ایک آواز ہوگی' یا معشر جن وانس! میں نے جب سے تم کو پیدا کیا ہے آج تک خاموش تھا' تمہاری باتیں سنتا رہا تمہارے اعمال دیکھتا رہا۔ اب تم خاموش رہو تمہارے اعمال کے صحیفے تم کو پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ اگر وہ اچھے ثابت ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور اگر خراب نکلے تو اپنے آپ کو ملامت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دے گا تو اس میں سے ایک تاریک ترین چمک دار صورت رونما ہوگی۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بنی آدم! کیا میں نے حکم نہیں دے رکھا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرنا کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ اس شیطان نے تو بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ اب اے مجرمو! نیکوں سے الگ ہو جاؤ۔ ❶ اللہ تعالیٰ اب امتوں کو الگ الگ کر دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی ﷺ! تم ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھو گے۔ ہر امت کے پاس اس کا نامۂ اعمال ہوگا اور آج اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔ ❷ اب اللہ پاک اپنی تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ شروع کر دے گا لیکن جن وانس کا ابھی نہیں۔

اب وحوش و بہائم کے درمیان فیصلے فرمائے گا حتیٰ کہ ایک ظالم اور سینگ والی بکری کے ظلم کا بدلہ بھی دوسری بکری سے دلوائے گا۔ حتیٰ کہ جب انصاف دلوانے سے کوئی جانور بھی باقی نہ رہے گا تو ان جانوروں سے کہے گا کہ مٹی ہو جاؤ تو کافر کہنے لگیں گے کہ کاش ہم بھی اس عذاب سے بچنے کے لئے مٹی ہو جاتے۔ غرض یہ کہ اب بندوں کے درمیان فصل مقدمات ہوگا۔ سب سے پہلے قتل و خون کے مقدمات پیش ہوں گے۔ اب ہر وہ مقتول آئے گا جس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کرنے والے نے قتل کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قاتل کو حکم دے گا' وہ مقتول کا سر اٹھائے گا۔ وہ سر عرض کرے گا اے اللہ تعالیٰ! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا (حالانکہ وہ خود جانتا ہے) کہ کیوں قتل کیا تھا؟ وہ غازی کہے گا اے اللہ تعالیٰ! تیری عزت اور تیرے نام کی خاطر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو سچ کہتا ہے اور اس کا چہرہ نور شمس کی طرح چمکنے لگے گا۔ ملائکہ اس کو جنت کی طرف لے کر چلے جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مقتول بھی اپنی آنتیں سر پر لئے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قاتلوں سے بھی پوچھے گا کہ کیوں قتل کیا تھا ان کو کہنا پڑے گا کہ اپنی شہرت و نام کی خاطر۔ تو فرمائے گا' ہلاک ہو جائے تو۔ غرض ہر مقتول کا مقدمہ پیش ہوگا اور انصاف ہوگا اور ہر ظلم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے گا اور جس ظالم کو اللہ تعالیٰ چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے وہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر ساری مخلوق کا انصاف ہوگا کہ کوئی مظلوم ایسا نہ بچے گا کہ ظالم سے بدلہ نہ دلایا گیا ہو۔ حتیٰ کہ جو دودھ میں پانی ملا کر بیچتا ہے اور کہتا ہے خالص ہے اس کو بھی سزا دی جائے گی۔ اور خریدنے والے کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اس سے بھی جب فراغت ہو جائے گی تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا اور

---

❶ ٣٦/ يٰسين: ٦٠، ٦٤۔ ❷ ٤٥/ الجاثية: ٢٨۔

ساری مخلوق سنے گی کہ ہر گروہ کو چاہئے کہ اپنے اپنے خداؤں کی طرف ہو جاؤ اور اپنے معبودوں کا دامن پکڑ لو۔ اب کوئی بت پرست ایسا نہ ہوگا جس کے بت اس کے سامنے ذلیل پڑے ہوئے نہ ہوں۔ ایک فرشتہ اس دن عزیر علیہ السلام کی شکل میں آ جائے گا اور ایک فرشتہ کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی صورت دی جائے گی۔ چنانچہ یہود تو عزیر علیہ السلام کے پیچھے ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نصاریٰ ہو جائیں گے۔ پھر ان کے یہ فرضی معبود ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ اور وہ کہے گا کہ اگر یہ ان کے رب ہوتے تو اپنے ماننے والوں کو دوزخ کی طرف کبھی نہ لے جاتے۔ اب یہ سب دوزخ میں دوام پذیر ہوں گے۔ اب جب کہ صرف مؤمنین باقی رہ جائیں گے جن میں منافقین بھی شامل رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا' اپنی جس ہیئت متبدلہ میں کہ چاہے گا اور فرمائے گا اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی جن کی عبادت کرتے تھے ان سے جا ملو تو یہ سب لوگ مؤمنین بشمول منافقین یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارا اللہ تعالیٰ تو تھا' تیرے سوا ہم کسی اور کو نہیں مانتے اب اللہ تعالیٰ ان کے پاس سے ہٹ جائے گا۔ پھر اپنی حقیقی شان میں آئے گا ان کے پاس رک رہے گا جب تک کہ چاہے۔ پھر سامنے آئے گا اور ارشاد فرمائے گا۔ اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی اپنے معبودوں سے جا ملو۔ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کی قسم تیرے سوا ہمارا تو کوئی اللہ تعالیٰ نہیں۔ ہم تیرے سوا کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ اب اللہ پاک اپنی ساق کھول دے گا۔ اس کی عظمت سے ان پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ ان کا اللہ تعالیٰ یہی ہے کہ پھر سب کے سب سجدے میں سر کے بل گر پڑیں گے لیکن جو منافق ہوں گے وہ پیٹھ کے بل گریں گے۔ سجدے کے لئے جھک نہ سکیں ان کی پیٹھیں گائے کی پیٹھ کی طرح سیدھی رہیں گی۔

اب اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ انہیں اٹھا لے جاؤ۔ اب ان کے سامنے جہنم کا پل صراط آئے گا جو کسی خنجر یا تلوار کی دھار سے بھی تیز تر ہوگا اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے اور بڑی پھسلتی ہوئی اور خطرناک ہوگی۔ اس کے نیچے اور ایک پست تر پھسلواں پل بھی ہوگا۔ نیک لوگ ایسے گزر جائیں گے جیسے آنکھ جھپک جاتی ہے یا بجلی چمک جاتی ہے یا تیز چلنے والی ہوا کی طرح یا تیز رو گھوڑے یا تیز تر سواری یا تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح کہ بعض تو پوری طرح محفوظ رہیں گے اور نجات پا جائیں گے بعض زخمی ہو کر اور بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے اور پھر جب اہل جنت جنت کی طرف بھیجے جانے لگیں گے تو کہیں گے اب ہماری شفاعت اللہ تعالیٰ کے پاس کون کرے گا۔ چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور درخواست شفاعت کریں گے تو وہ اپنے گناہ کا ذکر کریں گے اور کہیں گے کہ میں تو اس کا اہل نہیں' تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا رسول کہا جاتا ہے۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور کہیں گے میں تو اہل نہیں' اور کہیں گے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل کہا ہے۔ وہ بھی اپنی خطاؤں کا ذکر کریں گے اور کہیں گے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ باتیں کی ہیں اور ان پر تورات جیسی کتاب سب سے پہلے اتاری ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر درخواست کریں گے تو وہ بھی اپنے قتل کے گناہ کا ذکر کر کے کہیں گے کہ میں بھی اس کا اہل نہیں تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہیں گے کہ نہیں میں اس قابل نہیں' تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس پہنچو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اب لوگ میرے پاس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تین شفاعتوں کا حق دیا اور وعدہ فرمایا ہے۔ اب میں جنت کی طرف چلوں گا حلقہ باب کو کھٹ کھٹاؤ نگا دروازہَ جنت کھلے گا مجھے خوش آمدید کہا جائے گا۔ میں جنت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف نظر اٹھاؤں گا' سجدہ میں گر پڑونگا اللہ تعالیٰ مجھے تحمید و تمجید کی اجازت دے گا کہ کسی کو ایسی تحمید نہیں سکھائی تھی' پھر فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھاؤ کیا شفاعت کرتے ہو' کرو! تمہاری

شفاعت سنی جائے گی' تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں کہوں گا یارب! تو نے مجھے شفاعت کا حق دیا ہے۔ اہل جنت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما کہ وہ داخل جنت ہو سکیں۔ تو فرمائے گا' اچھا میں نے اجازت دی' یہ لوگ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم تم جنت کے اندر اپنے مساکن اور اپنے ازواج کو اس سے جلد پہچان لو گے جتنا کہ دنیا میں پہچانتے ہو۔ ہر آدمی کو بہتر بیویاں ملیں گی دو اولاد آدم میں سے اور ستر حوروں میں سے۔ ان دونوں کو ان ستر حوروں پر فضیلت حاصل رہے گی' کیونکہ دنیا میں ان نیکوکار عورتوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی عبادت کی تھی۔ وہ ایک کے پاس آئے گا تو وہ ایک یاقوت کے مکان میں موتیوں سے آراستہ سونے کے تخت پر بیٹھی ہوگی جو سندس اور استبرق کے ستر جنتی حلے پہنے ہوگی۔ وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے گا تو اپنے ہاتھ کا عکس اس کے سینہ کے ورے اس کے کپڑوں' جسم اور گوشت کے ورے ہوتا ہوا دوسری طرف دکھائی دے گا۔ جسم اس قدر مصفا ہوگا کہ پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا' گویا تم یاقوت کی چھڑی کو دیکھ رہے ہو۔ اس کا دل اس کے لئے آئینہ بنا ہوگا اور اس کا دل اس کے لئے' نہ یہ اس سے تھکے گا نہ وہ اس سے تھکے گی۔ وہ جب کبھی اس عورت کے پاس آئے گا اس کو باکرہ پائے گا نہ یہ اس سے خستگی کی شکایت کرے گا نہ وہ اس سے خستگی کی شکایت کرے گی۔ ایسے میں آواز آئے گی کہ ہمیں علم ہے کہ تم میں سے کسی کا جی بھرے گا نہیں' لیکن تیری دوسری ازواج بھی تو ہیں چنانچہ وہ باری باری سے ان کے پاس آئے گا اور جس کسی کے پاس وہ آئے گا' کہے گی اللہ تعالیٰ کی قسم جنت میں مجھ سے زیادہ خوب تر کوئی نہیں اور نہ میرے پاس تجھ سے زیادہ کوئی محبوب تر ہے۔

لیکن جب اہل نار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو آگ کسی کے تو قدموں تک ہوگی اور کسی کے نصف ساق تک اور کسی کے گھٹنوں اور کمر تک اور چہرے کو چھوڑ کر کسی کے پورے جسم تک کیونکہ چہرے پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا یارب! میری امت کے اہل دوزخ کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو فرمائے گا کہ نکال لو دوزخ سے جن اپنے امتیوں کو تم جانتے ہو۔ چنانچہ کوئی امتی بچا نہ رہے گا' پھر شفاعت عام کی اجازت ملے گی۔ چنانچہ ہر نبی اور شہید اپنی اپنی شفاعتیں پیش کریں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں دینار کے وزن کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر فرمائے گا اگر دو ثلث دینار برابر بھی ہو۔ فرمائے گا اگر ثلث دینار برابر بھی ہو۔ اگر چوتھائی دینار برابر بھی ہو۔ پھر قیراط برابر بھی۔ پھر رائی کے برابر بھی اگر ہو۔ چنانچہ سب دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔ پھر وہ بھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بھی کار خیر کیا ہو۔ اب کوئی باقی نہ رہے گا جو قابل شفاعت ہو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت عامہ کو دیکھ کر ابلیس کو بھی طمع ہوگی کہ کوئی اس کی بھی شفاعت کرے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ایک میں باقی رہ گیا ہوں میں تو سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنے والا ہوں' چنانچہ جہنم میں وہ اپنے ہاتھ ڈالے گا اور ایسے لاتعداد دوزخیوں کو نکال لے گا جو جل کر کوئلوں کی طرح ہو گئے ہوں گے انہیں جنت کی ایک نہر میں جس کو نہر حیاۃ کہتے ہیں ڈالا جائے گا وہ از سر نو ایسے سرسبز ہو جائیں گے جیسے جھیل کے کنارے کے نباتات' دھوپ انہیں پہنچے تو سبز دکھائی دیں اور سائے میں ہوں تو زرد معلوم ہوں۔ وہ شاداب سبزیوں کی طرح اگ آئیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوں گے ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا ''اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ جہنمی''۔ اس تحریر سے اہل جنت ان سے متعارف ہو جائیں گے کہ انہوں نے کچھ نیک کام کئے تھے۔ ایک عرصہ تک جنت میں وہ اسی طرح رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ یارب! یہ تحریر مٹا دے۔ چنانچہ مٹا دی جائے گی۔'' یہ مشہور حدیث ہے اور طویل تر ہے۔ بہت غریب ہے اور متفرق احادیث میں متفرق ٹکڑے =



وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۚ إِنِّي أَرٰكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِي إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هٰذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْاٰفِلِينَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّينَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَا أَكْبَرُ ۚ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٧٨﴾ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٧٩﴾

ترجمہ: اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں۔[۷۴] اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔[۷۵] پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔[۷۶] پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔[۷۷] پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا آپ نے فرمایا بے شک میں تمہارے شرک سے بے زار ہوں۔[۷۸] میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔[۷۹]

= ہیں، بعض باتیں قابل نکارت ہیں۔ اسمٰعیل بن رافع قاضی مدینہ اس کی روایت کے منفرد ہیں اس کی صحت میں اختلاف ہیں۔ بعض نے اس کی توثیق کی ہے اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے بعض نے انکار کیا ہے، جیسے احمد بن حنبل، ابو حاتم رازی، عمر بن علی فلاس۔ بعض نے متروک کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ ساری حدیث قابل غور ہے اور اس کے سب راوی ضعیف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے اسناد میں کئی وجوہ سے اختلاف ہے۔ میں نے اس کو علیحدہ ایک جزء میں بیان کر دیا ہے۔ اس کا سیاق عبارت بھی عجیب ہے۔ احادیث کثیرہ ملا کر اسے ایک حدیث بنا لیا گیا ہے اور اس کو ایک ہی سیاق قرار دے لیا گیا اسی لئے وہ قابل انکار ہو گئی۔ میں نے اپنے استاذ حافظ ابو الحجاج المزی سے سنا ہے کہ یہ ولید بن مسلم کی ایک تصنیف ہے جس کو اس نے جمع کر رکھا ہے۔ گویا کہ یہ شواہد ہیں بعض الگ الگ احادیث کے، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاندان اور آزر: [آیت: ۷۴-۷۹] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہیں تھا بلکہ تارخ تھا۔ قولہ ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آزر سے صنم مراد ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تو تارخ اور ماں کا نام شانی اور بیوی کا نام سارہ تھا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ماں کا نام جو ابراہیم علیہ السلام کی کنیز تھیں' ہاجرہ تھا۔ علمائے نسب میں سے اکثر کا یہی قول ہے۔ آزر نام تھا ایک بت کا۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد اس بت کے خادم اور پجاری تھے اس لئے یہی نام ان پر غالب آ گیا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابن جریر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ طریق کلام ان لوگوں کی گفتگو میں ایک عیب کی بات اور ناروا کلام سمجھا جاتا تھا۔ اس لفظ آزر کے معنی ہیں ٹیڑھا۔ لیکن کسی سے اس کی روایت پیش نہیں کی اور نہ کسی سے اس کو منسوب کیا ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ معتمر بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وہ آزر کے معنی اعوج یعنی ٹیڑھا بتاتے تھے اور یہ ایک سخت کلمہ ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ درست تو یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام آزر تھا۔ پھر نسب جاننے والوں کا اعتراض پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ ممکن ہے دو نام ہوں جیسا کہ اکثر لوگوں کے ہوتے ہیں یا ایک نام لقب اور عرف کے طور پر ہو۔ یہ ایک جید وجہ ہو سکتی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آزر کو درس توحید اور اس کا انجام: قول باری تعالیٰ میں قاریوں کا اختلاف ہے۔ حسن بصری اور ابو یزید مدنی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے آزر! کیا تم بتوں کو رب قرار دے رہے ہو؟ گویا آزر کو منادی بنایا ہے اور جمہور اس کو فتحہ سے پڑھتے ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیش سے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لفظ ایک معرفہ اور علم ہے' اس بنا پر غیر منصرف سمجھا جائے گا۔ اور گویا قول ﴿لِاَبِيْهِ﴾ سے بدل ہے اور اس بنا پر منصوب ہے۔ یا عطف بیان سمجھا جائے اور یہی زیادہ ٹھیک ہو سکتا ہے اور جو لوگ اس کو نعت قرار دیتے ہیں جیسے احمر اور اسود غیر منصرف ہیں لیکن جن کا یہ گمان ہے کہ وہ محمول ہونے کی بنا پر منصوب ہے کیونکہ ﴿اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا﴾ کی تقدیر یوں ہوئی (يَا اَبَتِ اَتَتَّخِذُ اٰزَرَ اَصْنَامًا اٰلِهَةً) یعنی اے باپ! کیا آزر بتوں کو تم رب بناتے ہو۔ لیکن لغت کے لحاظ سے یہ قول بعید ہے اس لئے کہ جو حرف استفہام کے بعد ہو وہ اپنے ماقبل پر عمل نہیں کیا کرتا ہے۔ کیونکہ اس حرف استفہام کے لئے تو صدر کلام چاہئے۔ ابن جریر وغیرہ نے اس کی تقریر و تصدیق کی ہے اور قواعد عربیہ میں یہی مشہور ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو نصیحت کی' عبادت اصنام پر ان کی مخالفت کی۔ انہیں اس سے روکا۔ لیکن ان کے باپ باز نہ آئے۔ انہوں نے کہا کیا تم نے صنم کو رب بنا لیا؟ میں تو تم کو اور تمہارے مسلک پر چلنے والوں کو بڑی گمراہی میں پاتا ہوں۔ اس سے بھٹکتے رہو گے بلکہ حیرت و جہل میں رہو گے۔ ان کو جہالت و گمراہی میں قرار دینا ہر صاحب عقل سلیم کے لئے ایک دلیل واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآن حکیم میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر دیکھو۔ وہ صدیق اور نبی تھے۔ اپنے باپ سے انہوں نے کہا تھا کہ ''اے باپ! اس کی عبادت نہ کرو جو نہ سنتا ہے نہ دیکھا ہے اور نہ تمہارا کوئی کام نکالتا ہے۔ اے باپ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو تم کو نہیں ہوا اس لئے میری بات سنو! میں تم کو بالکل سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ اے باپ! شیطان کی عبادت نہ کرو۔ شیطان اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ اے باپ سخت اندیشہ ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے گا اور تم شیطان کے دوست قرار پاؤ گے''۔ تو آزر نے جواب دیا کہ ''اے ابراہیم! کیا تم میرے الٰہوں سے روگرداں ہو۔ اگر تم اس روش سے باز نہ آؤ گے تو میں تم کو سنگسار کر دوں گا اور تم کو بالکل چھوڑ دوں گا''۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا سلام عرض ہے میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ میرا اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے لیکن میں تم کو بھی چھوڑتا ہوں اور تمہارے معبودان باطل کو بھی۔ میں تو اللہ تعالیٰ ہی سے اپنا رابطہ جوڑ دوں گا۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا میں مجھے ناکام نہ رکھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تاحیات اپنے باپ کے لئے استغفار کرتے رہے اور جب

باپ شرک پر ہی مر گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ شرک کے لئے استغفار کام نہیں دیتا تو استغفار کرنا چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لئے تو صرف اس وجہ سے تھا کہ اس نے باپ سے وعدہ کر لیا تھا لیکن جب ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری ظاہر کی۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے اللہ پرست اور حلیم تھے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے ملیں گے تو آزر ان سے کہے گا کہ ''اے بیٹے! آج میں تمہاری نافرمانی نہ کرونگا'' تو ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے عرض کریں گے کہ ''اے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن ذلیل نہ کرے گا۔ اور آج میرے لئے اس سے بڑی اور کون سی رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے'' تو ارشاد فرمایا جائے گا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم اپنے پیچھے دیکھو تو وہ اپنے باپ کو دیکھنے کے بجائے ایک بجو کو دیکھیں گے۔ جو کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہے اور اس کی ٹانگیں پکڑ کر اس کو دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے۔ ❶

آسمان وزمین کے ملکوت پر نظر: چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم اس طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کے ملکوت پیش نظر کر دیتے ہیں اور اس کی نظر میں یہ دلیل قائم کر دیتے ہیں کہ کس طرح وحدانیت اللہ عزوجل پر زمین وآسمان کے خلق کی بنیاد ہے' جس سے یہ دلیل لی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب نہیں۔ ایسی ہی دلالت فی النظر کو ملکوت کہتے ہیں۔ کیونکہ دلالت فی النظر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو حاصل رہی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ❷ اور دوسری جگہ ہے۔ ﴿أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ ❸ یعنی لوگوں کو آسمان وزمین کی مخلوق پر عبرت کی نظر کرنی چاہئے انہیں اپنے آگے پیچھے زمین وآسمان کو دیکھنا چاہیے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں اور چاہیں تو آسمان سے ٹکڑا ان پر گرا دیں۔ رغبت اور رجوع کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ لیکن ملکوت کے بارے میں ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے آسمان پھٹ گئے تھے اور ابراہیم علیہ السلام آسمان کی سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچی اور ساتوں زمینیں ان کے لئے کھل گئیں اور وہ زمین کے اندر کی چیزیں دیکھنے لگے۔ بعض نے اس مضمون کا بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کے معاصی کو بھی دیکھنے لگے تھے اور ان گنہگاروں پر بددعا کرنے لگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں اے ابراہیم میں تم سے زیادہ اپنے بندوں پر کریم ہوں' کیا عجب کہ بعد کو وہ توبہ کر لیں اور رجوع کر لیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے آسمان وزمین کی چھپی ہوئی اور علانیہ ساری چیزیں دکھلا دیں' ان میں کچھ بھی چھپا نہ رہا۔ اور جب وہ اصحاب گناہ پر لعن کر رہے تھے تو فرمایا کہ ایسا نہیں اور ان کی بددعا کو رد کر دیا۔ پھر وہ حسب سابق ہو گئے۔ اس لئے محتمل ہے کہ ان کی نگاہوں پر سے پردہ ہٹ گیا ہو اور نہاں ان کے لئے عیاں ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس کو دل کی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حکمت باہرہ اور دلالت قاطعہ کو معلوم کر لیا ہو۔ جیسا کہ امام احمد اور ترمذی رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ ''عالم خواب میں اللہ تعالیٰ ایک بہترین شکل میں میرے پاس آیا اور فرمانے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ملاء اعلیٰ میں کیا بحث ہو رہی ہے؟ میں نے کہا یا رب میں نہیں جانتا تو اس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا کہ اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میں اپنے سینے میں پانے لگا۔ اب ہر چیز مجھ پر کھل گئی اور میں سب کچھ دیکھنے لگا۔'' ❹ اور

---

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا﴾ ٣٣٥٠۔

❷ ٧/ الاعراف: ١٨٥۔ ❸ ٣٤/ سبا: ٩۔

❹ احمد، ٥/ ٢٤٣، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ص، ٣٢٣٥، وسندہ حسن۔

قول پاک ﴿وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ میں کہا گیا ہے کہ اس آیت میں واوَ زائدہ ہے اس کی تقدیر یوں ہوئی کہ ﴿مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ یعنی بغیر واوَ کے۔ جیسا کہ اس آیت میں ﴿وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ❶ اس میں الایات کے بعد واوَ زائد ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زائد نہیں ہے بلکہ سابقہ بات کی بنیاد پر بات کو اٹھایا گیا ہے۔ یعنی ہم نے اس پر ملکوت ظاہر کر دیا تاکہ وہ دیکھے اور یقین بھی کر لے۔ اب قول باری ہے کہ جب تاریک رات ہوگئی تو ابراہیم علیہ السلام نے جب ستارے کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہوگا لیکن جب وہ غائب ہوگیا تو کہا کہ ڈوب جانے والوں کو تو میں پسند نہیں کرتا نہ غائب ہو جانے والی چیز اللہ تعالیٰ ہو سکتی ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ وہ ہونا چاہئے جو زائل نہ ہو۔ پھر جب چاند کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا اللہ تعالیٰ ہوگا۔ وہ بھی ڈوب گیا تو کہا یہ بھی اللہ تعالیٰ نہیں۔ اگر سچا اللہ تعالیٰ میری راہ نمائی نہ فرمائے تو میں گمراہ ہی ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو طالع دیکھا تو کہا یہ روشن ہے اور سب سے بڑا ہے لیکن وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے اے قوم! میں تو دست بردار ہوتا ہوں تمہاری ان تمام چیزوں سے جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اب میں نے تو اپنا رخ کر لیا ہے اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اب میں بالکل اس کا ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہو سکتا اور اپنی عبادت و پرستش اسی لئے خاص کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہوا ہے حالانکہ اس کی کوئی نظیر تخلیق کے وقت اس کے سامنے نہ ہوگی۔ اس طرح میں شرک سے توحید کی طرف آتا ہوں۔

میدان مناظرہ یا مقام غور وفکر: مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام غور وفکر ہے یا قوم سے مناظرہ کا مقام ہے اور وہ قوم سے ایک مناظرہ کرنے والے کے موقف میں آ کر سوال کر رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو ابراہیم علیہ السلام کا مقام غور وفکر قرار دیتے ہیں' اس قول سے استدلال کرتے ہوئے کہ اگر میرا رب ہی مجھے ہدایت نہ فرمائے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب کہ وہ پہلی دفعہ اس غار سے باہر نکلے' جس میں کہ ان کی ماں نے انہیں جنا تھا' کیونکہ نمرود بن کنعان کے خوف سے ولادت کے وقت وہ غار میں گھس گئی تھیں۔ نمرود سے منجمین نے کہا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے کہ جس کے ہاتھوں تمہارا ملک برباد ہوگا۔ تو اس نے حکم دے رکھا تھا کہ اس سال جتنے لڑکے پیدا ہوں' سب قتل کر دیئے جائیں۔ ام ابراہیم جب حاملہ ہوئیں اور وقت وضع حمل قریب آیا تو وہ شہر کے باہر ایک غار میں چلی گئیں اور لڑکے کو وہیں چھوڑ کر چلی آئیں۔ اس سلسلے میں وہ بہت سے خارق عادات چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اسی بنیاد پر مفسرین سلف وخلف نے بھی ذکر کیا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے یہ بیان بہ حیثیت ایک مناظرہ کے ہے' اس عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے کہ تم جو ہیاکل واصنام کو پوجتے ہو یہ سب ہیچ ہیں۔

چنانچہ مقام اول میں وہ عبادت اصنام سے متعلق اپنے باپ کی خطا ظاہر کرتے ہیں یہ اصنام انہوں نے فرشتوں کی شکل کے بنا رکھے تھے تاکہ یہ پتلے خالق عظیم کے سامنے ان کی شفاعت کریں' حالانکہ یہ بت خود ان کی اپنی نظروں میں بھی حقیر اور بے معنی تھے۔ لیکن وہ گویا ملائکہ کی عبادت کر کے یہ چاہتے تھے کہ وہ رزق اور دوسری ضروریات سے متعلق اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی سفارش کیا کریں چنانچہ اس مقام میں ان کی خطا اور گمراہی ظاہر کی گئی ہے۔ یہ ہیاکل سات ستاروں کے تھے یعنی قمر' عطارد' زہرہ' شمس' مریخ' مشتری' زحل' سب سے زیادہ چمکدار ستارہ شمس ہے پھر قمر ہے پھر سب ستاروں میں روشن تر زہرہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اسی ستارہ زہرہ کو لیا اور قوم کو بتایا کہ الٰہیت کی ان ستاروں میں صلاحیت نہیں یہ خود پابند ہیں ان کی رفتار معین مقدر ہے۔ یہ سیدھیا باتیں ذرا

❶ ٦ / الانعام:٥٥۔

بھی اپنے اختیار سے نہیں جھک سکتے۔ یہ تو اجرام فلکی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے روشن بنا کر پیدا کیا ہے اور اس میں اس کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے یہ مشرق سے نکلتے ہیں پھر مشرق ومغرب کا درمیانی راستہ طے کرتے ہیں پھر نگاہوں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ دوسری رات پھر ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسی چیزیں جو اپنی عادت مستمرہ پر پابند ہوں' اللہ تعالیٰ کیسے ہو سکتی ہیں۔ پھر وہ قمر کی طرف آتے ہیں اور زہرہ کے بارے میں جو بیان کیا تھا وہی بیان کرتے ہیں' پھر شمس کا ذکر کرتے ہیں اور ان تین اجرام سے جب الہیت کا انتفاء فرماتے ہیں جو اجرام فلکی میں روشن ترین تھے اور دلیل قاطع سے اپنا دعویٰ ثابت کر چکتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے قوم! میں تو ان چیزوں سے بری ہوں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ ہیں تو ان سب کو مددگار بنا کر تم میری مخالفت کرو اور ذرا بھی میرے ساتھ رعایت نہ کرو۔ میں تو فاطر السموت والارض کا ہو چکا ہوں' میں تمہاری طرح شرک نہ کروں گا۔ میں تو ان اشیاء کے خالق کو پوجوں گا جو ان کا مخترع ہے مسخر ہے مدبر ہے۔ ہر شئے کا رشتہ انقیاد اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا ''تمہارا رب فقط وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔ رات کو دن اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہا ہے۔ سورج' چاند اور تارے سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔ خلق وامر کا مالک وہی ہے' وہ رب العالمین ہے بڑی برکتوں والا۔ ❶

چنانچہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر نظر غور وفکر ڈالے اور شرک کے خیالات میں پہلے مبتلا ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرما دیا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی سے ہدایت بخش رکھی ہے۔ ہم اس کو خوب جانتے ہیں۔ وہ خود اپنے باپ اور قوم سے کہتے تھے کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنے والا اور بہت مخلص بندہ ہے۔ اس نے کبھی شرک نہیں کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو برگزیدہ بنایا ہے اور اس کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے اور دنیا میں بھی اس کو خوبیاں اور نیکیاں عطا فرمائیں۔ اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہے پھر ہم تمہاری طرف اے نبی وحی بھیجتے ہیں کہ ملت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو' وہ حنیف تھا مشرک نہیں تھا۔ ❷ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہہ دو اے نبی! کہ میرے رب نے صراط مستقیم کی مجھے ہدایت فرمائی ہے جس پر کہ ابراہیم قائم تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ ❸ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔'' ❹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا ہے۔ ❺ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کا ہو کر رہنے والا۔'' اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی فطرت وہ ہے جس پر کہ انسان کی پیدائش ہوئی اور جو چیز جیسی پیدا کر دی گئی اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ❻ اور فرمایا ﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى﴾ ❼ جس کے معنی ایک قول کی رو سے یہی ہیں جیسے کہ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ ❽ کے ہیں جس کا بیان آئے گا۔ یعنی یہ کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے فطرت اللہ پر پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی تبدیلی نہیں۔ جب یہ اللہ پرستی کی فطرت اور اعتراف عبودیت تمام ہی مخلوق کے بارے میں ہے تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں کیسے نہ ہو اور وہ اللہ شناسی کے بارے میں متفکر اور متردد کیسے =

---

❶ ٧/ الاعراف: ٥٤۔ ❷ ١٦/ النحل: ١٢٠۔ ❸ ٦/ الانعام: ١٦١۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، ١٣٨٥، صحیح مسلم، ٢٦٨٥، ترمذی، ٢١٣٨، احمد، ٢/ ٢٥٣، ابن حبان، ١٣٠۔ ❺ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار، ٢٨٦٥، احمد، ٤/ ٢٦٦، ابن حبان، ٦٥٣، مسند الطیالسی، ١٠٧٩، مصنف عبدالرزاق، ٢٠٠٨٨۔

❻ ٣٠/ الروم: ٣٠۔ ❼ ٧/ الاعراف: ١٧٢۔ ❽ ٣٠/ الروم: ٣٠۔

وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: اوران سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کی آپ نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر خیال نہیں کرتے۔[۸۰] اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس ذات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔[۸۱] جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔[۸۲] اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے۔[۸۳]

= ہو سکتے ہیں وہ تو فطرت سلیم کے لحاظ سے بہترین ہستی تھے۔ بلاشک بات یہی ہے کہ وہ اس مقام میں اپنی قوم سے مناظرہ اور مباحثہ فرما رہے ہیں اور جس شرک میں وہ لوگ مبتلا تھے۔ ان کے خیالات کو دلیل اور برہان کے ذریعہ دور کر رہے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ خود متردد ہیں۔

مشرکوں کے سامنے کھری کھری توحیدی باتیں: [آیت:۸۰۔۸۳] اللہ پاک اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرماتا ہے جب کہ آپ توحید سے متعلق اپنی قوم سے مناظرہ کر رہے تھے اور آپ اپنی قوم سے فرما رہے تھے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑ رہے ہو وہ تو واحد یکتا ہے وہ مجھے حق کی طرف بصیرت و ہدایت فرما چکا ہے اور میں اس کی یکتائی پر دلائل رکھتا ہوں۔ پھر تمہارے اقوال فاسدہ اور شبہات باطلہ کی طرف کیسے توجہ دے سکتا ہوں۔ تمہارے قول کے بطلان پر میرے پاس دلیل ہے۔ تمہارے یہ خود ساختہ بت تو کسی بات پر اثر انداز نہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ میں نہ ان سے ڈرتا ہوں نہ ذرہ بھر ان کی پروا کرتا ہوں۔ اگر یہ بت میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو اچھا بگاڑ دیکھیں بلکہ مجھے سنبھلنے کے لئے ذرہ بھر مہلت بھی نہ دیں۔ قولہ ﴿اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــًٔا﴾ ہاں اللہ تعالیٰ ہی اگر کچھ بگاڑنا چاہے تو بگاڑ سکتا ہے۔ تمام اشیاء پر اس کا احاطہ علم وسیع ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ میں جو کچھ بیان کرتا ہوں، تم اس سے کچھ بھی عبرت نہیں لیتے؟ تاکہ ان کی عبادت سے باز آئیں۔ یہ صورت احتجاج بالکل ایسی ہی ہے جیسی

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی' اور اس قوم عاد کا قصہ قرآن میں موجود ہے کہ ﴿قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ﴾ ❶ یعنی اے ہود! تم نے کوئی معجزہ تو پیش نہیں کیا' خالی تمہارے کہنے سے کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے' ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم پر ہمارے معبودوں کی کوئی لعنت بری ہے۔ تو ہود علیہ السلام نے کہا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو جو شریک کر دیتے ہو' ان سے بری ہوں۔ اب تم اور تمہارے بت سب مل کر خوب میری برائی چاہو نہ کوئی کسر اٹھا رکھو' نہ مجھے مہلت دو۔ میرا بھروسہ تو میرے رب پر ہے جو تمہارا بھی رب ہے وہ تو ہر جان دار کو اپنے پاس پکڑ بلائے گا۔ پھر آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ میں آخر تمہارے ان اصنام باطلہ سے کیوں ڈروں' جب تم خود اس بات سے نہیں ڈرتے' جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رہے ہو۔ جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل ہی نہیں' جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا﴾ ❷ نیز فرمایا ﴿اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾ ❸ پھر ارشاد ہوتا ہے' پس تم ہی بتاؤ کہ تمہاری اور میری جماعت میں سے حق پر کون ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ جو سب کچھ کر سکتا ہے یا وہ جو ذرہ بھر نفع و ضرر کا مالک نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کا پیوند نہیں لگایا' امن و اطمینان تو انہیں کا حق ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ انہوں نے اپنی عبادت شائبہ شرک سے خالص رکھی تھی' دنیا و آخرت پر انہیں کا قبضہ ہے۔

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو مفہوم ظلم کا پتہ نہ چل سکا: بخاری میں عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ نازل ہوئی تو اصحاب نے کہا' یا رسول اللہ! کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کر لیا ہے تو آیت نازل ہوئی ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ یعنی ظلم عظیم جو ہے وہ شرک ہے۔ ❹ جب آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی تھی اور لوگوں کو غلط فہمی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم جیسا سمجھتے ہو ویسا نہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ عبد صالح یعنی لقمان حکیم نے کہا تھا ﴿یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ یعنی ظلم سے مراد شرک ہے۔" ❺ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ﴿لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مجھ سے کہا گیا کہ تم انہیں ایمان دار لوگوں میں سے ہو۔" ❻ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور جب مدینہ سے باہر ہوئے تو ایک سوار ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ سوار تم سے ملنے کے لئے آ رہا ہے۔" جب وہ ہم تک پہنچا تو ہمیں سلام کہا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کہاں سے آ رہے ہو؟" اس نے کہا اپنے اہل و عیال اور اپنے قبیلہ والوں کے پاس سے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "کہاں جاؤ گے؟" کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہو میں ہی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔" اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایمان کی تعلیم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' اور نماز پڑھا کرو' زکوٰۃ دیا کرو' رمضان کے روزے رکھو اور حج کرو۔" اس نے کہا مجھے ان سب باتوں کا اقرار ہے۔

پھر جب وہ روانہ ہو چکا تو اس کے اونٹ کا پاؤں ایک جنگلی چوہے کے ایک سوراخ میں پھنس گیا اور اونٹ گر پڑا اس کے ساتھ

---

❶ ۱۱/ ھود:۵۳ ، ۵۶۔ ❷ ٤٢/ الشوری:۲۱۔ ❸ ۵۳/ النجم:۲۳۔

❹ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب ﴿ولم یلبسوا ایمانهم بظلم﴾ ٤٦٢٩، صحیح مسلم، ۱۲٤، ترمذی، ۳۰٦۷، احمد، ۱/ ۳۸۷، السنن الکبری للنسائی، ۱۱۱٦۵، بیهقی، ۱۰/ ۱۸۵، ابن حبان، ۲۵۳۔

❺ احمد، ۱/ ۳۷۸، شرط شیخین پر صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ٦/ ٦۹) ❻ ابن مردویه وسنده ضعیف اس کی سند میں محمد بن شداد المسمعی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۳/ ۵۷۹، رقم: ۷٦٦۵) اور باقی سند بھی ضعیف ہے۔

ہی یہ سوار بھی گر پڑا اور اس کا سر پھٹ گیا' گردن ٹوٹ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھ پر اس کی دیکھ بھال ضروری ہے۔'' ساتھ ہی عمار بن یاسر' اور حذیفہ رضی اللہ عنہما نے دوڑ کر اسے اٹھایا پھر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو مر چکا۔ آپ ﷺ دوسری طرف پلٹ گئے۔ پھر فرمایا ''کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اس کی طرف سے رخ کیوں پلٹا۔ میں نے دو فرشتوں کو دیکھا تھا کہ جنت کے پھل اس کے منہ میں دے رہے ہیں جس سے میں سمجھ گیا کہ وہ بھوکا مرا ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ ان لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم یعنی شرک کو شامل نہیں کرتے۔'' پھر فرمایا ''اپنے بھائی کا انتظام کرو۔'' چنانچہ ہم نے اس کو غسل دیا کفن پہنایا' خوشبو ملی اور جب قبر کی طرف لے جانے لگے تو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے پھر قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ''بغلی قبر بناؤ' کھلی نہ رکھو ہماری قبریں بغلی ہوتی ہیں اور کھلی قبریں دوسروں کی' ❶ اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جو بہت ہی تھوڑا عمل کر کے اجر کثیر حاصل کر لیتے ہیں۔'' ❷ تفصیل کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک اعرابی سامنے سے آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں اپنے وطن اپنی اولاد اور اپنے مال کو چھوڑ کر آ رہا ہوں تا کہ آپ کے ذریعہ ہدایت حاصل کروں اور اس طرح آپ تک پہنچا ہوں کہ زمین کی گھانس پات راہ میں کھاتا ہوا آیا اب مجھے دین سکھایئے۔ آپ ﷺ نے اس کو دین سکھایا اس نے قبول کیا۔ ہم اس کے اطراف جمع ہو گئے۔ وہ جانے لگا تو اس کے اونٹ کا پاؤں جنگلی چوہے کے بل میں پھنس گیا وہ گر پڑا اور دھکے سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی قسم اس نے سچ کہا تھا کہ اپنے وطن اور بال بچوں کو چھوڑ کر وہ مجھ سے صرف ہدایت اور دین حاصل کرنے کے لئے آیا تھا' اس نے تعلیمات دینی حاصل کر لی۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے ایام سفر زمین کی صرف گھانس پات کھا کر گزارے تھے' اس نے عمل کیا تھوڑا اور اجر پایا بہت۔ کیا تم نے ان لوگوں کے بارے میں سنا' جنہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم شرک کو شامل نہیں کیا۔ یہی لوگ امن و اطمینان قلب کے حق دار ہیں۔ یہی اصل ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ انہیں میں سے تھا۔''

عبداللہ بن سنجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ''جس کو دیا گیا اور اس نے شکر کیا' اور جس کو نہ دیا گیا اور اس نے صبر کیا' اور جس نے ظلم کیا پھر مغفرت طلب کی' اور جس پر ظلم ہوا اور اس نے بخش دیا۔'' اتنا کہہ کر آپ ﷺ خاموش ہو گئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اس کو کیا ملے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن کے اندر آ گئے' ہدایت یافتہ یہی ہیں۔'' اور قول پاک ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ﴾ یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قوم سے مناظرہ کرنا اور دلیلیں لانا سکھایا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس آیت سے حسب ذیل دلیل پیش کردہ باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں یعنی یہ حجت ابراہیمی کہ میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں جب کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے نہیں ڈرتے جس کی کوئی سند اور دلیل ہی نہیں۔ اب تم خود جان لو کہ دونوں میں سے کس نے اپنا زیادہ بچاؤ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو امن و ہدایت کا نام دیا ہے۔ پھر فرمایا ﴿اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا﴾ پھر اس کے بعد فرمایا ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ﴾ یہاں درجات کا لفظ بالاضافۃ اور بلا اضافۃ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے اور بات دونوں طرح یکساں ہے۔ اور قولہ ﴿اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ یعنی وہ اپنے اقوال میں حکیم ہے اور اپنے افعال میں علیم ہے یعنی جس کو چاہے ہدایت کرے اور جس کو چاہے گمراہ ہونے دے جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ ❸ الخ یعنی جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ محقق

❶ احمد، ٤/ ٣٥٩، وسندہ ضعیف، المعجم الکبیر، ٢٣٢٩، مجمع الزوائد، ١/ ٤١، حلیۃ الاولیاء، ٤/ ٢٠٣، اس کی سند میں ابوجناب یحیٰی بن ابی حیۃ الکلبی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ٤/ ٣٧١، رقم: ٩٤٩١) ❷ احمد حوالہ سابق۔ ❸ ١٠/ یونس: ٩٦، ٩٧۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع ۸ / ۱۶

ترجمہ: اور ہم نے ان کو اسحٰق دیا اور یعقوب۔ ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔[۸۴] اور نیز زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو سب پورے شائستہ لوگوں میں تھے۔[۸۵] اور نیز اسماعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔[۸۶] اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہ راست کی ہدایت کی۔[۸۷] اللہ تعالیٰ کی ہدایت وہ یہی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو ہدایت کرتا ہے اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے ان سے سب اکارت ہو جاتے[۸۸] یہ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لئے ایسے بہت لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔[۸۹] یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیے آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا یہ تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔[۹۰]

= ہو چکا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے خواہ کیسی ہی نشانی انہیں کیوں نہ بتائی جائے کہ عذاب الٰہی سے انہیں سابقہ نہ پڑے۔

اللہ تعالیٰ کے ابراہیم علیہ السلام پر انعامات: [آیت:۸۴-۹۰] اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰق علیہ السلام جیسا بیٹا بخشا۔ حالانکہ بڑھاپے کے سبب وہ اور ان کی بیوی سارہ اولاد سے مایوس ہو چکے تھے۔ فرشتے ان کے پاس آئے اور قوم لوط کی طرف بھی وہ جا رہے تھے۔ فرشتوں نے میاں بیوی کو اسحاق کی ولادت کی بشارت دی۔ بیوی حیران ہو کر رہ گئیں اور کہا ''ہے ہے اب میرے ہاں بچہ ہوگا'' میں بڑھیا' میرا شوہر شیخ فانی یہ کیسی عجیب بات ہے۔'' تو فرشتوں نے کہا ''اے بی بی! کیا اللہ کے کاروبار پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! اللہ کی رحمت اور برکتیں تم پر ہیں۔'' چنانچہ فرشتوں نے انہیں یہ بھی بشارت دی کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اس کی نسل

بھی بڑھے گی' یعنی فرمایا ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ❶ اور یہ بڑی بشارت اور بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ ❷ یعنی اس مولود اسحٰق کو تمہاری حیات ہی میں لڑکا ہوگا اور تمہاری آنکھیں جیسے بیٹے سے ٹھنڈی ہوں گی' پوتے سے بھی ٹھنڈی ہوں گی کیونکہ بقاءِ نسل کے ثبوت کے سبب پوتے کی ولادت سے خوشی اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ بوڑھے اور بڑھیا کی اولاد میں جب شک ہوسکتا ہے کہ ضعف کی وجہ سے ان کے بچہ نہیں ہوسکتا' تو بیٹے اور پھر پوتے جس کا نام یعقوب ہوگا اس کی خوشی کیسے نہ ہوگی۔ یعقوب کا اشتقاق عقب سے ہے یعنی اسحاق کے بعد اس کے عقب میں بھی آنے والا۔ یہ صلہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا۔ جس نے اپنے وطن اور قوم کو چھوڑا' ان کے شہروں سے ہجرت کر کے عبادت الٰہی کی خاطر دور دراز چل دیا۔ اس کی جزا ان کی صلبی اولاد صالحین تھی تا کہ ان سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ جیسا کہ فرمایا' جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور ان کے معبودوں کو چھوڑا تو ہم نے ان کو اسحاق و یعقوب عطا کئے اور دونوں کو نبی بنایا۔ اور یہاں فرمایا ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا﴾ اور پھر فرمایا ﴿وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ یعنی اس سے پہلے ہم نوح علیہ السلام کی ہدایت کر چکے تھے۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو صالح نسل عطا فرمائی اور اسحاق اور یعقوب ان دونوں کو خصوصیت عظیمہ حاصل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سارے اہل زمین کو غرق کر دیا۔ بجز ان کے جو نوح علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور ان کے ساتھ سفینے میں بیٹھ چکے تھے۔ یہ باقی لوگ ہی نوح علیہ السلام کی ذریت تھے اور ساری دنیا کے لوگ ان کی ذریت ہیں' اور ابراہیم علیہ السلام کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا بجز ان افراد کے جو ان کی ذریت میں تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ❸ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ❹ اور یہ بھی فرمایا کہ نبیوں میں سے یہ بھی ہیں جن پر انعام الٰہی ہوا۔ آدم کی اولاد میں سے اور جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں لے لیا تھا اور ابراہیم واسرائیل کی اولاد میں سے اور جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی اور پسند کر لیا تھا۔ ان کے سامنے جب آیات الٰہی پڑھی جاتی ہیں تو روتے اور گڑگڑاتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ﴾ سے مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی ذریت کو بھی ہدایت دی یعنی داؤد اور سلیمان کو بھی لیکن اگر ذریت کی ضمیر کو نوح علیہ السلام کی طرف پھیریں کہ قریب تر نوح کا لفظ ہی ہے اور ضمیر اقرب کی طرف ہی جاتی ہے تو یہ بات تو صاف ہے کوئی اشکال نہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن اگر ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف پھیریں کہ سیاق کلام ایسا ہی ہے تو یہ تو بہت اچھا ہے لیکن اشکال یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے سلسلے میں لوط کا لفظ بھی آیا ہے اور لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کے بھائی ہارون بن آزر کے بیٹے ہیں کیا عجب کہ غلبہ اور اکثریت کے طور پر ان کی ذریت کے ضمن میں ذکر کر دیا گیا ہو۔ جیسا کہ اس قول باری میں بھی ہے ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾ یہاں آباء یعقوب علیہ السلام کے سلسلہ میں اسماعیل علیہ السلام کا بھی نام آ گیا حالانکہ اسماعیل علیہ السلام تو ان کے چچا تھے۔ یہ سلسلۂ کلام میں غلبہ و اکثریت کی بنا پر ہوا۔ اور اسی طرح کی دوسری آیت ہے ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ﴾ جہاں ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور مخالفت کی مذمت کی گئی وہاں ابلیس کو بنا بر غلبہ ملائکہ میں شامل قرار دے کر استثنٰی کیا گیا۔ کیونکہ وہ ملائکہ کے ساتھ تشابہ رکھتا تھا۔ ورنہ تو ملک نہیں تھا۔ جنوں میں سے تھا۔ اس کی طبیعت ناری تھی' اور فرشتوں کی طبیعت نوری تھی۔ نیز اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ذریت ابراہیم یا نوح کے سلسلے میں لایا گیا ہے۔ گویا انہیں بھی ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں

---

❶ ۳۷/ الصافات:۱۱۲۔ ❷ ۱۱/ ھود:۷۱۔
❸ ۲۹/ العنکبوت:۲۷۔ ❹ ۵۷/ الحدید:۲۶۔

کہا گیا۔اس دلیل کی بنا پر کہ بیٹی کی اولاد بھی آدمی کی نسل ہی میں سے سمجھی جاتی ہے۔اب اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق ہے تو صرف اس بنا پر کہ ان کی ماں مریم علیہا السلام ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھیں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو باپ تھے ہی نہیں۔ کہتے ہیں کہ حجاج (بن یوسف) نے یحییٰ بن یعمر سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم کہتے ہو کہ حسن اور حسین ذریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں حالانکہ وہ علی اور ابو طالب کی ذریت سے ہیں اور پھر یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ اس کا ثبوت قرآن سے ہے۔میں نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہیں اس کو نہ پایا۔تو ابن یعمر نے کہا کہ کیا تم نے سورۂ انعام میں نہیں پڑھا کہ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ﴾ حتیٰ کہ وہ یحییٰ اور عیسیٰ تک پڑھتے چلے گئے۔کہا کہ ہاں پڑھا ہے۔کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ذریت ابراہیم علیہ السلام میں بتایا گیا ہے اور حالانکہ وہ باپ نہیں رکھتے تھے صرف بیٹی کے تعلق سے ذریت میں قرار دیا گیا تو پھر بیٹی کے تعلق سے حسن اور حسین ذریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیوں نہ ہوں۔ حجاج نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو۔ ❶

اسی لئے جب کوئی آدمی اپنی میراث کو اپنی ذریت کے نام پر وصیت کرتا ہے یا وقف یا ہبہ کرتا ہے تو اس ذریت میں اولاد بنات بھی داخل سمجھی جاتی ہے۔لیکن جب وہ اپنے بیٹوں کے نام سے دیتا ہے یا وقف کرتا ہے تو خاص صلبی بیٹے ہی مستحق ہوتے ہیں یا پوتے۔ اور دوسروں نے تو کہا ہے کہ اس میں اولاد بنات بھی داخل ہے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ ''میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کر دے گا اور جنگ کا فتنہ دب جائیگا۔'' ❷ چنانچہ حسن کو ابن کے لفظ سے تعبیر کیا جو دلالت کرتا ہے کہ وہ اولاد میں داخل سمجھے جا سکتے ہیں۔اور قول باری ﴿وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ﴾ یہاں ان کی نسل اور نسب دونوں کا ذکر ہے اور ہدایت و برگزیدگی ان سب پر شامل ہے۔اسی لئے فرمایا ﴿وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ یعنی ہم نے ان کو چن لیا اور صراط مستقیم کی ہدایت کی۔پھر فرمایا ﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ یعنی یہ بات ان کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی ہدایت کے سبب حاصل ہوئی ہے۔

شرک ایک انتہائی گھناؤنا گناہ: ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی اگر وہ شرک کریں گے تو ان کے سارے اعمال نیک سلب کر لیے جائیں گے۔یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ امر شرک کس قدر سخت ہے اور اس کی برائی کی اہمیت کتنی زبردست ہے۔جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ ❸ یہ جملہ محل شرط میں ہے اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ واقع ہی ہو۔جیسے کہ فرمایا ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ﴾ ❹ یعنی اگر اللہ کی اولاد ہوتو میں سب سے پہلے ماننے والا بن جاؤں۔اور فرمایا ﴿لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا﴾ ❺ یعنی اگر کھیل تماشا بنانا ہی چاہتے تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے۔اور فرمایا ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ ❻ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اولاد کا ہی ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا' لیکن وہ اس سے پاک ہے اکیلا اور غالب ہے۔

اور زیر ذکر آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ انہیں لوگوں کو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت دی اور اپنے بندوں پر ان کے سبب نعمت و کرم مبذول فرمایا۔پس اگر وہ نبوت کا انکار کریں تو ان اہل مکہ اور قریش پر ہم ایسے لوگوں کو مسلط کر دیں گے جو انکار نہیں کریں گے اور ہمارے شکر گزار بندے ہوں گے۔اب خواہ وہ غیر قریش عرب و عجم ہوں یا اہل کتاب ہوں' ان پر ہم مہاجرین و انصار کو مسلط کر دیں گے ==

❶ حاکم، ۳/ ۱٦٤، ۱٦٥، وسنده ضعيف جداً، صالح بن موسى الطلحى متروك۔ ❷ صحيح بخاری، کتاب الصلح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی رضی اللہ عنہما ﴿ان ابنى هذا سيد﴾ ۲۷۰٤؛ ابو داود، ٤٦٦۲؛ ترمذی، ۳۷۷۳؛ احمد، ۵/ ٤۹۔ ❸ ۳۹/ الزمر: ٦٥۔ ❹ ٤۳/ الزخرف: ۸۱۔ ❺ ۲۱/ الانبیآء: ۱۷۔ ❻ ۳۹/ الزمر: ٤۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰي نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۹۱ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰي وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹۲

ترجمہ: اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جس کو یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی۔ آپ یہ کہیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے۔ جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئی ہیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے۔[۹۱] اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو ڈرائیں اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں۔[۹۲]

== وہ ہماری کسی بات کا انکار نہیں کرتے ہیں اور نہ کوئی بات رد کرتے ہیں۔ بلکہ قرآن کی سب باتوں پر خواہ وہ آیتیں محکم ہوں یا متشابہ ہوں ایمان رکھتے ہیں۔ پھر اپنے رسول سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ وہ انبیاء مذکور اور ان کے آباء و ذریت و اخوان ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے تو اب تم انہیں کی اقتدا اور اتباع کرو۔ جب رسول کے لئے یہ حکم ہے تو ان کی امت تو ان کے تابع ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ تو فرمایا ہاں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ تا ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ پھر کہا کہ وہ انہیں کے گروہ میں سے ہے۔ ❶ اور قولہ تعالیٰ ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ یعنی میں تم سے اپنا کوئی حق تبلیغ نہیں مانگتا' مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰي لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ یہ تو دنیا جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے تاکہ گمراہی سے ہدایت حاصل کر لیں۔

آیت کا شان نزول: [آیت: ۹۱-۹۲] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب انہوں نے رسول کی تکذیب کی تو اللہ کا حق تعظیم ادا نہیں کیا۔ عبداللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ❷ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہود کے بارے میں ہے یا یہ کہ انہیں کے ایک آدمی فخاص کے بارے میں ہے یا مالک بن صیف کے بارے میں۔ ان بے سمجھوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کتاب نہیں اتاری۔ شان نزول کے بارے میں پہلی بات زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ آیت مکیہ ہے اور یہود تو اس بات کے قائل

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب قول الله تعالىٰ ﴿اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده﴾ ٤٦٣٢۔

❷ الطبری، ١١/ ٥٢٤۔

نہ تھے کہ انسان پر کوئی کتاب نہیں اتری کیونکہ وہ تورات کے اترنے کے قائل ہیں' اور اہل وطن قریش اور عرب محمد ﷺ کے منکر تھے اس حجت میں کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور بشر پر کتاب نہیں اترتی جیسا کہ فرمایا ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ﴾ ❶ یعنی لوگوں کو تعجب کیوں ہے اگر ہم انہیں میں سے کسی پر وحی بھیجیں کہ لوگوں کو کفر سے ڈرائے۔ اور ارشاد ہے ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى﴾ ❷ یعنی جب ان کے پاس ہدایت پہنچی تو ایمان لانے سے جو چیز مانع تھی وہ یہ کہ ان کا کہنا تھا کہ کیا اللہ نے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو اے نبی! کہہ دو کہ ملائکہ اگر زمین پر چلتے پھرتے ہوتے تو ہم بھی آسمان سے کسی ملک ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔

اب یہاں اللہ پاک فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر جیسا کہ چاہئے' نہیں پہچانی۔ یعنی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ کس نے کتاب اتاری تھی موسیٰ پر جو لوگوں پر نور اور ہدایت ثابت ہوئی۔ موسیٰ کی پیش کی ہوئی کتاب تورات کس کی نازل کی ہوئی تھی۔ تم اور ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ موسیٰ بن عمران کی کتاب اللہ کی نازل کردہ تھی جس سے لوگ کشف مشکلات میں روشنی پاتے تھے اور شبہات کی تاریکیوں میں سیدھی راہ کو ڈھونڈ لیتے تھے۔ پھر فرمایا کہ تم تورات کو ورق ورق بنا کر لکھتے ہو لیکن اس میں لکھتے ہوئے تحریف و تبدیل بھی اپنی طرف سے کرتے جاتے ہو اور کہتے یہ ہو کہ یہ بھی اللہ ہی کی آیت ہے اسی لئے فرمایا کہ کچھ تو حقیقی آیتوں کو ظاہر کر دیتے ہو اور اکثر کو چھپا دیتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ تم نے وہ کچھ جان لیا جس کو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے اسلاف۔ یعنی کس نے اتارا اس قرآن کو جس نے تم کو ساری گزشتہ خبریں بتا دیں اور ہونے والی باتوں کی پیش گوئی کر دی جس کو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مشرکین عرب ہیں اور مجاہد کہتے ہیں کہ مسلمان مراد ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اس سوال کے جواب میں تم آپ ہی جواب دے دو کہ اللہ ہی نے نازل فرمایا۔ اور وہ جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے وہ اس کلمہ کی تفسیر میں متعین ہے' ایسا نہیں جیسا کہ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا یہ خطاب ان کے لئے نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ کلمہ صرف ایک کلمہ یعنی لفظ اللہ ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ ایک مفرد کلمہ بھی جملہ ہو سکتا ہے جو غیر مرکب ہو۔ لیکن کلمہ مفردہ کا لانا لغت عرب میں غیر مفید سمجھا گیا ہے اور اس پر سکوت نہیں ہو سکتا۔ اور قول باری تعالیٰ ہے کہ انہیں ضلالت و جہل میں بھٹکنے دو حتیٰ کہ موت کے سبب ان کی یقین کی آنکھیں کھل جائیں اور آخر کار وہ اللہ کو جان لیں۔

قرآن اور صاحب قرآن کی شان: اور قول باری ہے کہ یہ قرآن مبارک ہے اور تورات و انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور تاکہ تم اس کے ذریعہ مکہ اور اس کے اطراف میں رہنے والے قبائل عرب کو اور عرب و عجم کے بنی آدم کو کفر و شرک کے برے نتیجہ سے ڈرا سکو۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ❸ یعنی کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سارے انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں تاکہ تنبیہ کر سکوں' اور انہیں بھی جن تک میرا پیام پہنچے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ کفر کریں گے ان کے لئے دوزخ کا وعدہ ہے۔ اور فرمایا ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ ❹ مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن کو نازل فرمایا اپنے رسول پر' تاکہ ساری دنیا جہان کے لئے وہ ڈرانے والا بنے۔ اور فرمایا ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ❺ =

❶ ١٠/ يونس:٢۔ ❷ ١٧/ الاسرآء:٩٤،٩٥۔ ❸ ٧/ الاعراف:١٥٨۔

❹ ٢٥/ الفرقان:١۔ ❺ ٣/ آل عمران:٢٠۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔ ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔[۹۳] اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں۔ واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا۔[۹۴]

= یعنی اہل کتاب اور ان پڑھ سب ہی لوگوں سے کہہ دو کہ اب بھی تم ایمان لاؤ گے یا نہیں' اگر وہ اسلام لائیں گے تو ہدایت پا لیں گے اور اگر روگردانی کریں گے تو کرنے دو تمہارا کام بات کو صرف ان تک پہنچا دینا تھا۔ اپنے بندوں سے اللہ خوب واقف ہے۔ اور بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے پانچ چیزیں بخشی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے انبیا میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ انہی میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی خاص اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ساری دنیا جہان کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' ❶ اور اسی لئے فرمایا ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ یعنی ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر وہ اس مبارک کتاب پر بھی ایمان لائے گا جو اے محمد ﷺ! ہم نے تم پر اتاری ہے۔ اور وہ مؤمنین ایسے ہیں کہ پابندی سے اپنی نماز ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے اوقات میں ادا کرنے کے لئے ان پر فرض کر دی ہے۔

سب سے بڑا ظالم کون اور ظالموں کا انجام: [آیت:۹۳۔۹۴] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا کہ وہ اس کے لئے شرکا قرار دیتا ہے یا اس کے اولاد قرار دیتا ہے یا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں بھیجا اور اسی لئے فرمایا کہ ''وہ کہتا ہے کہ مجھ پر بھی وحی بھیجی گئی ہے۔ حالانکہ نہیں بھیجی گئی۔''

❶ اس کی تخریج سورۂ آل عمران آیت ۱۵۱ کے تحت گزر چکی ہے۔

عکرمہ اور قتادہ رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مسیلمہ کذاب کے بارے میں اتری ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کہتا ہے کہ میں بھی ایسا قرآن نازل کر سکتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کے ساتھ معارضہ کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اسے سنا' لیکن اگر ہم چاہیں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔'' ❶ آیت زیر ذکر میں ارشاد ہے کہ کاش تم ان ظالموں کو سکرات اور کربات موت کے عالم میں دیکھتے جب کہ ملائکہ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا رہے ہوں جیسا کہ فرمایا ﴿لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ﴾ ❷ یعنی مجھے قتل کرنے کے لئے اگر تو اپنا ہاتھ اٹھائے بھی (قصہ ہابیل و قابیل) اور فرمایا۔ ﴿يَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْءِ﴾ ❸ وہ اپنے ہاتھ اپنی زبانیں تمہاری طرف دراز کرتے ہیں تاکہ تم کو مضرت پہنچائیں اور برا بھلا کہیں۔ ضحاک و ابو صالح کہتے ہیں کہ عذاب کے لئے ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا ''کاش تم دیکھتے کہ مرنے والے کافروں کو ملائکہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر بوقت مرگ مار رہے ہیں ❹ اور اسی لئے فرمایا ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ﴾ تاکہ ان کے جسموں سے ان کی روحوں کو نکالیں۔ وہ فرشتے ان کافروں سے کہیں گے کہ اپنی روحوں کو باہر نکالو۔ کافروں کا جب وقت مرگ قریب آئے گا تو ملائکہ ان کو خبر دیں گے عذاب و نکال کی بیڑیوں' دوزخ اور حمیم کی اور غضب رحمٰن کی' تو ان کی روح ان کے جسم میں پھرنے لگے گی' نکلنے سے انکار کرے گی' تو ملائکہ ان کو مارنے لگیں گے حتیٰ کہ روحیں نکل جائیں' اور کہیں گے کہ اپنی روحیں نکال پھینکو آج تم کو بڑا ذلیل عذاب دیا جائے گا' اس سزا میں کہ کیسے کیسے بہتان اللہ پر تراشا کرتے تھے۔ مؤمن اور کافر کے وقت مرگ سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ قول باری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں قول ثابت کے ذریعہ ثابت و قائم رکھا ہے۔ ❺ ابن مردویہ نے یہاں ایک بہت طویل حدیث سند غریب سے ذکر کی ہے۔ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی بتائی گئی ہے۔

ارشاد باری ہے تم ہمارے پاس ایسے فرداً فرداً آؤ گے جیسے خلق اول میں پیدا کئے جاتے ہو' اور یہ بات ان سے معاد میں فرمائی جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ اپنے رب کے سامنے صف بصف پیش کئے جائیں گے اور اسی کیفیت میں آئیں گے جیسے کہ پہلے خلق کے وقت تھے یعنی جیسا پیدا کیا تھا ویسے ہی اٹھائے جائیں گے اور تم اس بات کا انکار کرتے تھے اور اس یوم قیامت کو دور سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کہ دنیا میں تم نے جو مال و متاع جمع کر رکھا تھا اس کو اپنے پیچھے چھوڑ آؤ گے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال لیکن تیرا مال تو صرف اتنا ہی تھا جتنا کہ تو نے کھایا اور فنا کر دیا' پہنا اور پرانا کر دیا یا دوسروں کو دیا اور گویا باقی رکھ لیا' اس کے سوا تیری ساری دولت دوسروں کے لئے ہے۔ اللہ پاک ابن آدم سے پوچھے گا کہاں جمع کر رکھا ہے تو کہے گا اے رب جمع کیا اور بڑھا کر وہیں چھوڑ آیا۔'' ❻ پھر فرمایا کہ اس دن کے لئے کیا آگے بھیجا۔ وہ دیکھے گا کہ کچھ بھی نہیں بھیجا۔ پھر فرمائے گا کہ تیرے وہ سفارشی کہاں ہیں جن کو تو سمجھتا تھا کہ وہ میرے ساتھ شریک ہیں۔ اب وہ کیوں شفاعت نہیں کرتے۔ یہ اس کو ملامت اور سرزنش کی جا رہی ہے کیونکہ وہ دنیا میں اوثان و اصنام کو پوجتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس کی حیات دنیاوی اور حیات آخرت میں فائدہ بخش ہوں گے۔ قیامت کے روز تو سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے گمراہی ختم ہو جائے گی۔ بتوں کا راج جاتا رہے گا اور اللہ پاک انسانوں سے خطاب کرے گا کہ تمہارے وہ بت اب کہاں ہیں جنہیں تم میرے شرکا قرار دیتے تھے اور ان سے کہا=

❶ ٨/ الانفال: ٣١۔ ❷ ٥/ المائدة: ٢٨۔ ❸ ٦٠/ الممتحنة: ٢۔

❹ ٨/ الانفال: ٥٠۔ ❺ ١٤/ ابراهيم: ٢٧۔ ❻ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، ٢٩٥٨، ترمذي، ٢٣٤٢، احمد، ٤/ ٢٤، مسند الطيالسي، ١١٤٨، ابن حبان، ٧٠١، حاكم، ٢/ ٥٢٤۔

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو،وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ یہ ہے سوتم کہاں الٹے چلے جارہے ہو۔[۹۵] وہ صبح کا نکالنے والا ہے۔اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔یہ ٹھہرائی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔[۹۶] اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کرسکو۔بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کردیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔[۹۷]

= جائے گا کہ اب تمہارے وہ معبودان باطل کہاں ہیں وہ کیا تمہاری اس وقت کوئی مدد کرسکتے ہیں یا تم ان کی مدد کرسکتے ہو۔اور اسی لئے فرمایا کہ تمہارے ساتھ اب وہ شرکا نہیں دکھائی دے رہے ہیں جنہیں تم میرے پاس شفیع سمجھتے تھے اور انہیں بھی مستحق سمجھتے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔پھر فرمایا کہ تمہارے آپس کے تعلقات اب سب قطع ہیں۔

﴿بَيْنُكُمْ﴾ کو اگر رفع سے پڑھیں یعنی ﴿بَيْنُكُمْ﴾ تو مراد یہ ہوگی کہ تمہاری جماعتیں توڑ دی جائیں گی اور اگر نصب سے پڑھیں تو مطلب ہوگا کہ باہمی اسباب وتعلقات ختم ہوجائیں گے اور اصنام وانداد سے تم نے جو امیدیں قائم کررکھی تھیں وہ سب جاتی رہیں گی۔جیسا کہ فرمایا اس وقت یہ معبودان باطل اپنے متبعین سے بیزاری ظاہر کریں گے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے باہمی تعلقات نسب منقطع ہوجائیں گے اور ان کے متبعین کہیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں بھیجے جائیں تاکہ جس طرح ان معبودوں نے ہم سے بیزاری ظاہر کی ہے ہم بھی ان سے بیزار بنیں۔دیکھو اللہ پاک کس طرح ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر پیش کرتا ہے۔اب یہ آگ سے نکل نہیں سکتے (1) اور فرمایا جب صور پھونک دیا جائے گا تو آپس میں حسب نسب کچھ باقی نہ رہے گا نہ کوئی باپ نہ کوئی بیٹا اور نہ کوئی ایک دوسرے کی پرسش کرے گا (2) اور فرمایا تم جو دنیا میں ان کی پرسش کرتے تھے تو صرف دنیاوی زندگی میں محبت و مودت کی خاطر پھر قیامت کے روز ایک دوسرے کا انکار کر بیٹھے گا اور آپس میں لعنت وملامت کرنے لگیں گے۔تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور کوئی تمہاری مدد کو نہ اٹھے گا (3) اور فرمایا اپنے شریکوں کو بلاؤ۔وہ بلائیں گے تو ان کی طرف سے کوئی جواب نہ پائیں گے (4) اور فرمایا کہ جس روز ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے تو مشرکین سے ہم کہیں گے (5) اس سے متعلق قرآن میں کثیر التعداد آیتیں ہیں۔

کائنات کے خالق ومالک کا ایک تعارف: [آیت:۹۵-۹۷] اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین میں بوئے ہوئے دانے کو وہ اوپر لاکر چیر دیتا ہے اور اس میں سے مختلف نوع کی سبزیاں اور روئیدگیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔جن کے رنگ الگ شکلیں الگ اور ذائقے

(1) ۲/ البقرة:۱۶۶۔ (2) ۲۳/ المؤمنون:۱۰۱۔ (3) ۲۹/ العنکبوت:۲۵۔
(4) ۲۸/ القصص:٦٤۔ (5) ٦/ الانعام:۲۲ تا آخر۔

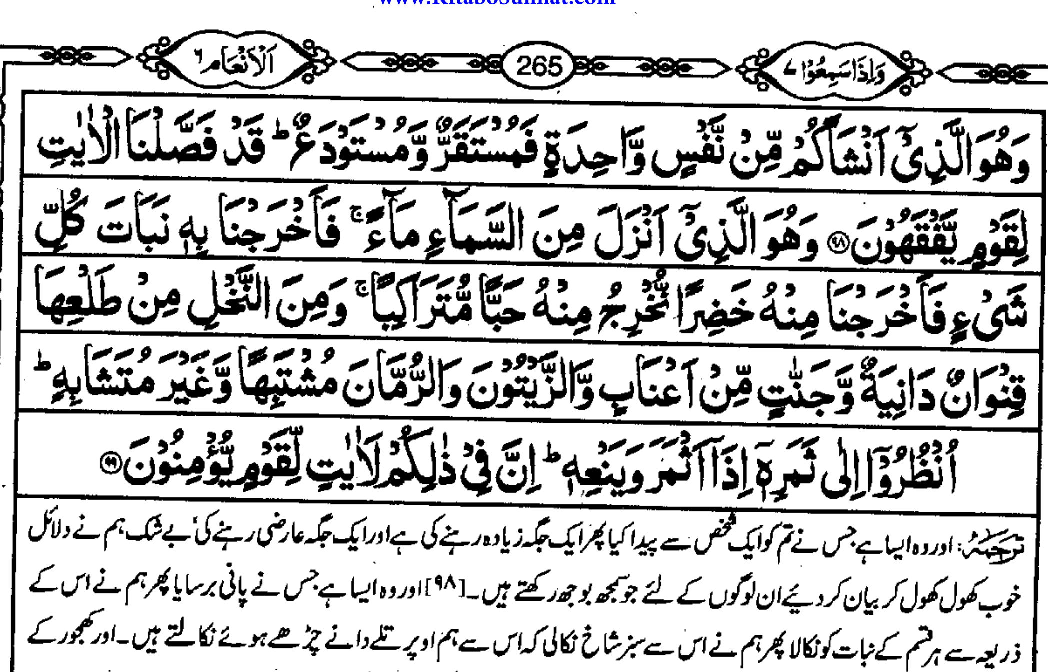
الگ۔ اور اسی ﴿فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ ایک بے جان چیز کے اندر سے ایک جاندار چیز یعنی نباتات پیدا کرتا ہے اور جاندار کے اندر سے بے جان چیز نکالتا ہے۔ جیسے بیج اور حبوب کہ بے جان چیز ہیں جو جاندار پودے کے اندر پیدا ہوتے ہیں' جیسا کہ فرمایا سمجھنے کے لئے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ زمین تو ہوتی ہے خشک اور مردہ لیکن پانی برسا کر ہم اسے پھر زندہ کر دیتے ہیں اور اس سے اناج اور غلہ پیدا کرتے ہیں جسے تم کھاتے ہو ❶ ﴿مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ﴾ یہ ﴿فَالِقُ الْحَبِّ﴾ پر معطوف ہے۔ پھر اس کی تفسیر کی گئی پھر آیت ﴿مُخْرِجُ الْمَيِّتِ﴾ کو اس پر عطف کیا گیا۔ یہ ساری عبارت آپس میں متقارب ہے سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ بے جان انڈے سے جاندار مرغی کا پیدا کرنا مراد ہے یا اس کا عکس کوئی مراد لیتا ہے کہ فاجر سے ولد صالح اور مرد صالح سے ولد فاجر مراد ہے کیونکہ نیک بمنزلہ زندہ کے ہے اور بد بمنزلہ مردہ کے۔ اس کے سوا اور بہت سے امور مراد ہو سکتے ہیں۔

فرمایا ہے کہ ان سب کا فاعل اللہ واحدہ لاشریک ہے تو پھر تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو حق سے منہ موڑتے ہو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہو۔ وہ روشنی اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ ابتدائے سورت میں فرمایا کہ اسی نے تاریکی اور روشنی بنائی یعنی دن کی روشنی کے اندر سے رات کی تاریکی نکالی۔ پھر رات کے اندر سے دن نکالا جس نے سارے افق کو روشن کر دیا۔ رات ختم ہو گئی تاریکی جاتی رہی دن چمک اٹھا جیسا کہ فرمایا رات دن کو ڈھانک دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اشیاء متضاد کی تخلیق پر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے اسلئے فرمایا کہ رات کے اندر سے دن کو چیر کر نکالنے والا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس۔ اور رات کو تاریک اور محل سکون بنایا تاکہ ساری چیزیں اس میں سکون چین اور راحت لے سکیں۔ جیسا کہ فرمایا' قسم ہے دن کی روشنی کی اور قسم ہے رات کی جو تاریک تر ہو جاتی ہے ❷ اور فرمایا قسم ہے رات کی جو گھٹاٹوپ تاریکی بن جاتی ہے اور دن کی قسم ہے جو خوب روشن ہو جاتا ہے۔ ❸ اور فرمایا قسم ہے دن کی جب اس کی ضیا خوب پھوٹ پڑتی ہے اور رات کی جو ساری دنیا کو گھیر لیتی ہے۔ ❹ صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی بیوی ان کی کثرت شب بیداری کی شکایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے رات کو محل سکون بنایا لیکن صہیب رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں۔ کیونکہ صہیب رضی اللہ عنہ کو جب جنت یاد آتی ہے تو اس کے شوق میں رات بھر نہیں سوتے اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب دوزخ یاد آتی ہے تو ان کی نیند ہی اڑ جاتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے اور فرمایا کہ سورج اور چاند اپنے اپنے ضابطہ اور حساب سے چلتے رہتے ہیں ان کے قانون رفتار میں ذرہ بھر تغیر نہیں ہوتا نہ ادھر ادھر بھٹکتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کی منازل مقرر ہیں سردیوں اور گرمیوں میں اپنے اپنے اصول پر چلتے رہتے ہیں اور اسی مرتبہ قاعدے سے دن اور رات گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا' اسی اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشن تر بنایا اور چاند کو ٹھنڈی روشنی دی اور اس کے گھٹنے بڑھنے کی منازل قرار دیں۔ اور فرمایا کہ نہ شمس قمر سے ٹکراتا ہے اور نہ اس سے آگے بڑھ جاتا ہے کہ رات کو بھی نمودار ہونے لگے اور نہ رات دن کو آ پکڑتی ہے۔ ہر سیارہ اپنے اپنے مدار اور محیط پر گردش میں ہے۔ ❺ اور فرمایا کہ شمس و قمر اور سب نجوم امر الٰہی ہی کے محکوم اور مسخر ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ رب عزیز و علیم کا قرار دادہ قانون ہے کہ کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ کوئی چیز اس کے علم سے ہٹ نہیں سکتی' خواہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ہی کیوں نہ ہو۔

جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے خلق لیل و نہار اور خلق شمس و قمر کا ذکر فرمایا ہے تو کلام کو عزیز و علیم ہی کے الفاظ پر ختم فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی ہے اور جیسا کہ فرمایا۔ ان کے سمجھنے کے لئے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ رات جس کے اندر سے ہم دن نکالتے ہیں' وہ ان کے لئے کیسی تاریک رہتی ہے اور سورج بھی اپنی ہی قرارگاہ پر حرکت کر رہا ہے اور اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے یہ رب عزیز و علیم کا قرار دادہ =

❶ ٣٦/ يٰسين:٣٣۔ ❷ ٩٣/ الضحىٰ:١، ٢۔ ❸ ٩٢/ اليل:١، ٢۔

❹ ٩١/ الشمس:٣، ٤۔ ❺ ٣٦/ يٰسين:٣٧۔



وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ عارضی رہنے کی' بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔[۹۸] اور وہ ایسا ہے جس نے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نبات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں سے خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو۔ ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔[۹۹]

== معیار ہے۔ جب اللہ پاک نے اول سورۂ حٰمٓ السجدۃ میں ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کا ذکر فرمایا تو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس آسمان کو چراغوں سے مزین کر رکھا ہے اور یہی چراغ دنیا کی حفاظت کا کام دیتے ہیں۔ یہ تقدیر عزیز و علیم ہے ❶ اور فرمایا کہ اس نے تمہارے لئے ستارے بنا رکھے ہیں تا کہ جب تم بحر و بر کی تاریکیوں میں ہو تو ان سے راہ شناسی کا کام لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ستارے ایک تو آسمان کی زینت ہیں اور دوسرے یہ کہ شیاطین کو اس سے رجم کیا جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ ان سے ظلمات بحر و بر میں راستہ پہچانا جاتا ہے۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ نجوم کا مقصد صرف یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ اور کوئی مقصد اگر ان کا کوئی سمجھے تو اس نے خطا کی اللہ تعالیٰ کی آیات پر اضافہ کیا۔ پھر فرمایا کہ ہم نے اپنی آیتیں بہت تفصیل و وضاحت سے بیان کی ہیں تا کہ لوگ کچھ عقل پکڑیں اور حق کو پہچان کر باطل سے اجتناب کریں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا مزید بیان: [آیت:۹۸-۹۹] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اسی نے تم کو ایک روح یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ جیسا کہ فرمایا' اے لوگو! اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے آدم علیہ السلام کو بنایا اور اس سے اس کی بیوی کو اور پھر ان دونوں سے بے انتہا مرد اور عورتیں پیدا کیں ❷ اور فرمایا کہ پھر تم قرار پذیر ہوتے ہو اور پھر دوسری جگہ سونپ دیئے جاتے ہو۔ اس جملہ کے معنی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد رحم مادر ہے اور مستودع سے مراد پشت پدر ہے ❸ اور بعض کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد قرارگاہ دنیا اور مستودع سے مراد آخرت بعد از مدت۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''استقرار فی الارض'' اور ''ودیعت بعد مرگ'' مراد ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مرنے پر جو عمل رک گئے یہ مستقر ہے اور مستودع دار آخرت ہے۔ لیکن قول اول زیادہ درست ہے۔ ہم سمجھنے والوں کے لئے بات کو کس قدر واضح ==

❶ ۴۱/ فصلت:۱۲۔ ❷ ۴/ النسآء:۱۔ ❸ حاکم، ۲/ ۳۱۶ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و سندہ حسن۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں' وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔[۱۰۰]

= کر کے بیان کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اسی نے آسمان سے پانی برسایا جو مبارک ہے اور بندوں کے لئے رزق مہیا کرتا ہے۔ مخلوق کی مدد کرتا ہے اسی سے ہم ہر قسم کی نباتات اگاتے ہیں' جیسا کہ فرمایا کہ پانی ہی سے ہر شے زندگی پاتی ہے۔ ❶ اسی سے زراعت اور سرسبز درخت اگتے ہیں' انہیں درختوں میں پھر دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ہم انہیں کے اندر سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو ایک سے ایک جڑے ہوتے ہیں جنہیں خوشے اور گچھے کہتے ہو۔ درخت خرما میں خوشہ دار ڈالیاں ہوتی ہیں۔ قنوان قنو کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تازہ خرما کے گچھے جو قریب قریب اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑے جڑے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قنوان دانیہ سے چھوٹے چھوٹے درخت خرما جن کے خوشے زمین سے لگے ہوں مراد ہیں۔ اہل حجاز تو اسے ''قنوان'' کہتے ہیں لیکن بنو تمیم کے قبیلہ والے قنیان (یاء کے ساتھ) کہتے ہیں اور یہ ''قنو'' کی جمع ہے جیسے صنوان' صنو کی جمع ہے۔ پھر فرمایا کہ ''انگور کے باغات'' یعنی انگور کے باغات ہم زمین پر پیدا کرتے ہیں۔ خرما اور انگور کا ذکر فرمایا کیونکہ یہی دونوں اہل حجاز کے بہترین ثمر سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ ساری دنیا کے بہترین ثمر ہیں۔ اللہ پاک اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ ان خرما اور انگور کے پھلوں سے تم شراب بناتے ہو اور اچھی غذا اپنے لئے تیار کرتے ہو۔ یہ آیت تحریم خمر سے پہلے کی ہے۔ اور فرمایا کہ زمین میں ہم نے خرما اور انگور کے باغات بنائے اور فرمایا کہ زیتون اور انار کے بھی باغات جو پتوں اور شکل کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متشابہ اور قریب ہیں لیکن پھل اور شکل اور ذائقہ اور طبیعت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب وہ پک جائے تو اس کے پھل کی طرف دیکھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تفکر کرو کہ کس طرح ان کو عدم سے وجود میں لایا حالانکہ پھل بننے سے پہلے یہ بھی جلانے کی لکڑی تھی۔ پھر یہی لکڑی خرما اور انگور اور دوسرے میوے بن گئی' جیسا کہ فرمایا کہ زمین پر گنجان درخت اور انگور اور زراعت کے باغات میں جو خوشہ دار بھی ہیں اور غیر خوشہ کی بھی' سب کو پانی ایک ہی قسم کا ملتا ہے لیکن کھانے میں ایک بہت افضل ہوتا ہے دوسرے سے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ اے لوگو! اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی کمال دلالتیں ہیں۔ اسکو ایمان دار لوگ ہی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں۔

غیر اللہ کی پرستش اور اسکا بطلان: [آیت: ۱۰۰] یہاں مشرکین کا رد ہے جو عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں اور شیطان کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ تو اصنام کی پرستش کرتے تھے' پھر شیطان کی پرستش کا کیا مطلب؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ بتوں کی پرستش کرتے بھی تھے تو شیطان کے بہکانے اور اس کی اطاعت کرنے کی بنا پر' جیسا کہ فرمایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرنے لگے (یعنی ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہہ کر ان ملائکہ اناث کو پوجنے لگے) وہ تو محض شیطان سرکش کی عبادت کرتے ہیں' جس نے کہا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ میں تیرے بندوں کا ایک بڑا حصہ اپنی طرف کھینچ لوں گا' انہیں گمراہ کروں گا ان میں دور رس امیدیں پیدا کروں گا' میں انہیں حکم دوں گا اور وہ مویشیوں کے کان کاٹ دیا کریں گے میں انہیں ایسا ہی حکم کروں گا تاکہ وہ تیری =

❶ ۲۱/ الانبیآء: ۳۰۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

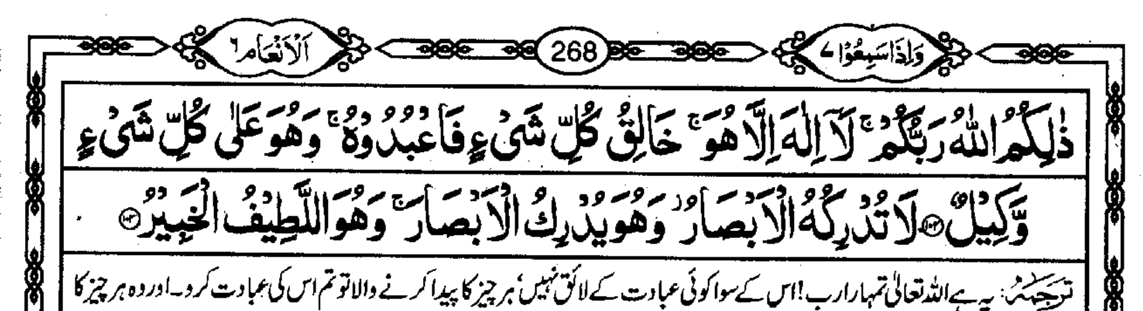
ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے نہیں' اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔[۱۰۱]

= بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست بنالیا۔ وہ بہت کھلے خسارے میں رہا۔ وہ ان مشرکین سے بڑے خوش آیندہ وعدے کرتا ہے' دور رس تمنائیں ان میں پیدا کراتا ہے اور اس کے سارے وعدے دھوکا ہوتے ہیں ❶ جیسا کہ فرمایا کہ کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو اپناتے ہو' ❷ حالانکہ تم کو تو میرا دامن پکڑنا چاہئے تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ اے باپ! کیا تم شیطان کی عبادت کرتے ہو' شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے ❸ اور جیسا کہ فرمایا اے بنی آدم! کیا میں نے تم کو نہ بتا دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ ❹

اور ملائکہ قیامت کے روز کہیں گے۔ تو پاک ہے' تو ہمارا ولی ہے' یہ مشرکین اگرچہ ہمیں ''بنات اللہ'' کہہ کر پوجتے رہے لیکن ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں' یہ تو دراصل شیطان کو پوجتے رہے اسی لئے آیت زیرِ ذکر میں فرمایا کہ ان مشرکین نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا۔ حالانکہ ان کو بھی اللہ واحد نے ہی پیدا کیا ہے۔ ❺ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بھی کیسے پوجتے ہیں جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ ''کیا تم انہیں چیزوں کو پوجنے لگے ہو جن کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا' حالانکہ تم کو بھی اور تمہاری ان مصنوعات کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ تم مفرد بالعبادت ہو کر رب لاشریک سے تعلق رکھو۔'' پھر فرمایا کہ انہوں نے بے سمجھی سے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا ڈالیں۔ یہاں اوصاف باری تعالیٰ میں گمراہ کی گمراہی پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں' جیسے یہود کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ وہ پیغمبر ہیں اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور مشرکین عرب ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے یہ ظالم جس بات کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالاتر ہے۔ ﴿خَرَقُوْا﴾ کے معنی ہیں انہوں نے دل سے گھڑ لیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ انہوں نے اٹکل لگائی۔ عوفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرار دیا۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں انہوں نے جھوٹی بات بنائی۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ جن کو شریک عبادت کرتے ہیں' حالانکہ رب واحد ہی نے انہیں بلاشرکت غیرے پیدا کیا ہے وہ حقیقت سے واقفیت کے بغیر ایسا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت سے جاہل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ ہے اس کو بیٹا' بیٹی' بیوی کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ پاک ہے ان کے ہفوات و بیہودہ گوئیوں سے بالاتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان: [آیت:۱۰۱] وہ زمین و آسمان کا موجد ہے خالق ہے۔ کوئی مثال زمین و آسمان کی اس کے سامنے نہیں تھی۔ چنانچہ بدعت کو بدعت اس لئے کہتے ہیں کہ سلف میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی ہے لوگ کسی عمل کو اپنی طرف سے ایجاد کر کے =

❶ ٤/ النسآء:١١٧۔ ❷ ١٨/ الكهف:٥٠۔ ❸ ١٩/ مريم:٤٤۔
❹ ٣٦/ يس:٦٠۔ ❺ ٣٧/ الصافات:٩٥۔



ترجمہ: یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' ہر چیز کا پیدا کرنے والا تو تم اس کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔[۱۰۲] اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے۔ اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔[۱۰۳]

= اس کو بزعم خود ثواب کا کام سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کا بیٹا کیسے ہوتا۔ اس کے تو بیوی ہی نہیں اور بیٹا تو دو شئیین متناسبین سے پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مناسب ومشابہ تو کوئی چیز بھی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اپنا ایک بیٹا بنا لیا ہے۔ ❶ یہ بڑی جھوٹ بات ہے اسی نے ہر شے پیدا کی۔ پھر اسی کی مخلوق اس کی بیوی کیسے ہوگی' اس کی کوئی نظیر نہیں' پھر اس کا بیٹا اس کی نظیر بن کر کیسے آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے۔

دیدار الٰہی کا بیان: [آیت:۱۰۲۔۱۰۳] یہی تمہارا رب ہے جس نے ہر شے پیدا کی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہی ہر شے کا خالق ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کا نہ کوئی لڑکا ہے نہ کوئی باپ نہ بیوی نہ کوئی اس کا عدیل و نظیر۔ وہ ہر شے پر حفیظ و رقیب ہے۔ ہر چیز کا مدبر ہے وہی رزق دیتا ہے رات اور دن اسی نے بنائے۔ اس کو نگاہیں پا نہیں سکتیں۔ اس مسئلہ میں ائمہ سلف کے کئی اقوال ہیں ایک تو یہ کہ اگرچہ آنکھیں اس کو آخرت میں دیکھ سکیں' لیکن دنیا میں نہیں دیکھ سکتیں۔ نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے بالتواتر یہی ثابت ہے' جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا تو وہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے یہی آیت پڑھی۔ ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے برخلاف مروی ہے۔ انہوں نے رویت باری تعالیٰ کو مطلق رکھا ہے اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دیکھا ہے ❸ اور یہ مسئلہ اول سورۃ النجم میں ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دنیا میں نگاہیں اس کو نہیں دیکھیں گی' اور دوسروں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ بھر کر اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس سے تخصیص ہوتی ہے اس رویت کی جو مؤمنین کو دار الآخرت میں حاصل ہوگی۔ اور معتزلہ نے اپنے اقتضاء فہم کی بنا پر اس کا جو مطلب سمجھا وہ یہ ہے کہ نہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں نہ آخرت میں۔ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے جو نادانی کی بنا پر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایماندار لوگوں کے چہرے اس روز شگفتہ رہیں گے اور اپنے رب کی طرف وہ نظر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ نیز کافروں سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب کو دیکھنے سے حجاب میں ہوں گے یعنی وہ رب کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ مؤمنین کے لئے رویت باری تعالیٰ میں حجاب نہیں ہوگا اور متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ مؤمنین دار آخرت میں اللہ تعالیٰ کو روضات جنت میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ بات نصیب فرمائے' آمین۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ عقول ادراک نہیں کر سکیں گے اور ایسا خیال بہت عجیب ہے اور ظاہر آیت کے خلاف ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ادراک کے معنی رویت کے ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ نیز دوسروں کا یہ خیال ہے کہ رویت کو ثابت مانتے ہوئے

❶ ۱۹/ مریم:۸۸۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النجم، ٤٨٥٥، صحیح مسلم، ۱۷٦۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللّٰه عزوجل ﴿ولقد راه نزلة اخرى﴾ ۱۷٦۔

ادراک کے انکار کا خلاف نہیں' اس لئے کہ ادراک رویت سے خاص تر ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے یہ ادراک کس قسم کا ہے۔ اس میں کئی قول ہیں جیسے معرفت حقیقت۔ اور حقیقت کو جاننے والا تو بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ مؤمن کو رویت ہو گی لیکن حقیقت اور ہی چیز ہے۔ چاند کو سب دیکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت اس کی ذات اور کنہ تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ تو بے مثل ہے۔ ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نہ دیکھنا مخصوص ہے دنیا کے اندر یعنی دنیا میں آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بعض کہتے ہیں کہ ادراک رویت سے خاص تر ہے کیونکہ ادراک احاطہ کر لینے کو کہتے ہیں اور عدم احاطہ سے عدم رویت لازم نہیں آتی۔ جیسے سارے علم کا احاطہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق علم ہی حاصل نہیں۔ انسان کو احاطہ علم کا حاصل نہ ہونا اس آیت سے ثابت ہے کہ ﴿لَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ اور صحیح مسلم میں ہے کہ ''اے اللہ تعالیٰ! میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا۔'' ❶ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ مطلق ثنا بھی نہیں کر سکتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ اللہ تعالیٰ کو گھیر نہیں سکتی۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ تو کہا کہ کیا تم آسمان کو نہیں دیکھ سکتے ہو؟ کہا کہ ہاں دیکھ سکتے ہیں۔ تو کہا' کیا پورا آسمان بیک نظر دیکھتے ہو۔ غرض یہ کہ اس کی شان اس سے بالاتر ہے کہ اس پر نگاہیں پڑ سکیں۔

اللہ پاک نے فرمایا کہ مؤمنین کے چہرے اس درجہ شگفتہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔ لیکن اس کی عظمت کی وجہ سے نگاہیں اس پر محیط نہ ہو سکیں گی۔ اور اس آیت کی تفسیر میں حدیث وارد ہے کہ اگر تمام جن وانس اور شیاطین وملائکہ جب سے پیدا کئے گئے ہیں سب کی ایک صف بنائی جائے تو بھی اس کا احاطہ نہ ہو سکے۔ ❷ یہ حدیث بہت غریب ہے اور صحاح ستہ میں کہیں بھی نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ جب کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کا نور ہے جو اس کا ذاتی نور ہے جب وہ اپنی تجلی کرے تو آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں' ❸ اور بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کوئی شئے اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کو سزاوار ہے۔ وہ میزان قائم کئے ہوئے ہے دن کے اعمال رات ہونے سے پہلے اور رات کے اعمال دن ہونے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے۔ اگر وہ اٹھ جائے تو اس کی تجلی ساری دنیا کو جلا ڈالے گی۔ ❹ کتب متقدمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! کوئی زندہ میری تجلی پا کر زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور کوئی خشک چیز بغیر فنا کے نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ شکستہ وسوختہ ہو کر رہ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو کہا ﴿سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ❺ ادراک خاص یوم قیامت میں رویت کی نفی نہیں کرتا ہے وہ عباد مؤمنین پر اپنی تجلی فرمائے گا۔ اس کی تجلی اور جلال وعظمت اس کے حسب منشا ہو گی۔ نگاہیں اس کو بہ تمامہ ادراک نہیں کر سکتیں۔ اسی لئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا آخرت میں رویت کی قائل ہیں اور دنیا میں رویت کی نفی کرتی ہیں۔ ==

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ٤٨٦، ابوداود، ٨٧٩، ترمذی، ٣٤٩٣، احمد، ٦/ ٥٨، ابن حبان، ١٩٣٢۔

❷ الدر المنثور، ٣/ ٦٨، ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف اس کی سند میں بشر بن عمارہ اور عطیہ العوفی ضعیف راوی ہیں۔

❸ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النجم ٣٢٧٩، وھو حسن، حاکم، ٢/ ٣١٦؛ السنۃ لابن ابی عاصم، ٤٣٧۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قولہ علیہ السلام ان اللہ لا ینام، ١٧٩، مسند الطیالسی، ٤٩١، احمد، ٤/ ٣٩٥، ابن ماجہ، ١٩٥، ابن حبان، ٢٦٦۔ ❺ ٧/ الاعراف: ١٤٣۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔[۱۰۴] اور ہم اس طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کس سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اس کو دانشمندوں کے لئے خوب ظاہر کر دیں۔[۱۰۵]

= انہوں نے بھی احتجاج اسی آیت سے کیا ہے۔ پس جس بات کی نفی ادراک کرے کہ اس کے معنی بھی رویت عظمت وجلال کے ہیں وہ بات کیسے ممکن ہے کہ کسی بشر یا کسی فرشتے سے ہو سکے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ یعنی وہ لوگوں کے ابصار کا ادراک اور احاطہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسی نے ابصار انسان کو پیدا کیا ہے پھر وہ کیسے احاطہ نہ کر سکے۔ ارشاد ہے کہ کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو نہیں جانے گا وہ لطیف وخبیر ہے اور کبھی لفظ ابصار سے مبصرین مراد ہوتی ہے یعنی مبصرین اس کو نہیں دیکھ سکتے وہ لطیف ہے یعنی کسی بات کے استخراج میں بہت باریک بین ہے اور ہر چیز کے ٹھکانہ سے باخبر ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ جیسے کہ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو پند دیتے وقت کہتے ہیں۔ ﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ﴾ ❶ یعنی اے میرے بچے اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں' اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔

مؤمن' کافر اور روشن دلائل: [آیت:۱۰۴۔۱۰۵] بصائر یعنی مبینات اور نشانیاں جو قرآن میں ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ نے پیش کی ہیں۔ پس جس نے بصیرت سے کام لیا اس کی ذات کو فائدہ پہنچا جیسے فرمایا کہ جو ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنی ذات کے لئے کرے گا اور جو بھٹک جائے گا اس کی مضرت اسی پر رہے گی اسی لئے فرمایا کہ جو اندھا بنے گا اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا جیسے فرمایا کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں اور میں تم پر کچھ محافظ ورقیب ونگران کار تو ہوں نہیں۔ بلکہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں' ہدایت تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے جس کو چاہے اور گمراہ ہونے دیتا ہے جس کو چاہے اور اس طرح ہم آیات کو تفصیل سے بیان کرتے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس سورت میں بیان توحید پیش کیا گیا ہے اور اس بنا پر بھی کہ مشرک اور کافر کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ! یہ باتیں تم نے سابقہ اہل کتب سے نقل کر لی ہیں اور انہی سے سیکھ کر کہہ رہے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لفظ "درست" ہے بمعنی تلوت۔ ان کی یہ بات مخاصمت ومجادلت کے محل میں ہے' جیسے ان کفار کے کذب وعناد کی اللہ تعالیٰ نے یوں خبر دی ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ یہ تو بنایا ہوا جھوٹ ہے اور دوسروں نے بھی اس کتاب قرآن کے بنانے میں مدد دی ہے یہ بڑے ظلم اور کذب کی بات ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے کے لوگوں کے ملفوظات ومکتوبات ہیں جس کو انہوں نے بھی لکھ لیا ہے۔ اور ان کفار کے زعم وکذب کے بارے میں فرماتا ہے کہ اس نے فکر کیا' سوچا' اندازہ لگایا۔ کمبخت ہلاک ہو جائے کیسا غلط اندازہ لگایا۔ پھر سوچا ترش رو ہوا' منہ بگاڑا' غرور کیا اور کہنے لگا کہ یہ تو ایک پڑھا =

❶ ۳۱/ لقمان:۱۶۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾

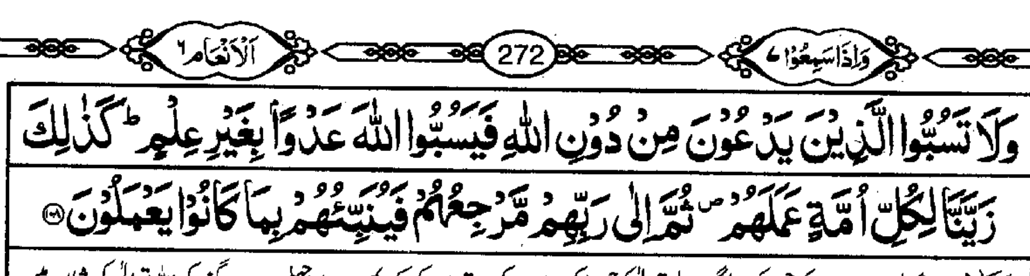
ترجمہ: آپ خود اس طریق پر چلتے رہیے جس کی وحی آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجیے۔[١٠٦] اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا۔ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مختار ہیں۔[١٠٧]

= ہوا جادو ہے یہ اللہ تعالیٰ کا نہیں بشر کا کلام ہے۔ اور فرمایا کہ ہم ایسے لوگوں کے لئے وضاحت سے بات بولتے ہیں جو حق کو جان کر اس کی اتباع کرتے ہیں، باطل سے اجتناب کرتے ہیں۔ کافروں کی گمراہی اور مومنوں کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہے۔ جیسا کہ فرمایا، غلط تعبیر کرنے والے قرآن سے گمراہ بھی ہوتے ہیں اور ہدایت بھی پاتے ہیں۔ ❶ اور فرمایا کہ جن کے دل میں مرض ہے اور جن کے دل پتھر ہیں شیطان ان کے دل میں ڈالتا ہے اور یہ چیز ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش بن جاتی ہے۔ ❷ اور اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو صراط مستقیم کی راہ بتاتا ہے۔ ❸

اور فرمایا ہم نے دوزخ پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور ان کی مقرر کردہ تعداد اہل کفر کے لئے ایک فتنہ ہے لیکن اسی سے اہل کتاب اور ایمانداروں کا ایمان بڑھتا ہے۔ اہل کتاب اور مومنین اس میں شک نہیں کرتے (کیونکہ اہل کتاب بھی اپنی کتابوں میں یہ مقررہ تعداد کا ذکر پاتے ہیں) لیکن کافر اور بیمار دل والے لوگ بول اٹھتے ہیں کہ یہ بات پیش کرنے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہی کیا تھی اسی طرح بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے ہدایت پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لشکر کو اس کے سوا کون جانتا ہے ❹ اور فرمایا ہم نے قرآن کو مومنین کے لئے شفا اور رحمت بنا کر نازل فرمایا اور یہی چیز ظالموں کے لئے خسارے کا سبب ہے ❺ اور فرمایا کہ کہہ دو، یہ قرآن مومنین کے لئے ہدایت و شفا ہے اور کافروں کے کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں اور وہ اندھے ہیں ❻ قرآن کا متقین کے لئے ہدایت ہونا اور ہدایت و ضلالت اس کے منشا پر موقوف ہونا، اس موضوع پر بہت آیتیں ہیں، اسی لئے یہاں فرمایا کہ ہم آیتیں کیسے کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں لیکن کافر یہی کہتے ہیں کہ کہیں سے لکھوا لائے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿دَرَسْتَ﴾ بمعنی (قرأت و تعلمت) بیان کیا ہے۔ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ بہ معنی تقاومت کہتے ہیں۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ بچے یہاں وارست پڑھتے ہیں اور ہے لفظ (درست قرأت) ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿دَرَسْتَ﴾ نصب سین اور وقف تاء کے ساتھ ہے اور اس کے معنی ہیں تقاومت۔ مطلب یہ ہوا کہ جو چیز تم ہمیں سنا رہے ہو، ہم متقدمین کے ذریعے اس سے واقف ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں درس ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سیکھ رکھا ہے۔ یہ اختلاف عجیب ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یوں سنایا تھا ﴿وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ﴾ یعنی سین کے جزم اور تا کے زبر کے ساتھ۔ ❼

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم: [آیت:١٠٦-١٠٧] اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو حکم دیتا ہے کہ وحی کی ہی تم اقتدا کرو اور اسی پر عمل کرو کیونکہ یہی حق ہے اور اس میں کوئی آمیزش نہیں ہے اور ان مشرکین سے اعراض کرو، ان سے =

❶ ٢/ البقرۃ:٢٦۔ ❷ ٢٢/ الحج:٥٣۔ ❸ ٢٢/ الحج:٥٤۔ ❹ ٧٤/ المدثر:٣١۔
❺ ١٧/ الاسرآء:٨٢۔ ❻ ٤١/ فصلت:٤٤۔ ❼ حاکم، ٢/ ٢٣٨، ٢٣٩ وسندہ ضعیف مظلم۔



ترجمہ: اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے۔ سو وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔[۱۰۸]

= درگزر کرو ان کی ایذا رسانی کو برداشت کر لو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان معاندین پر فتح اور ظفر عطا فرمائے اور جان لو کہ ان کی گمراہی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری دنیا ہی کو ہدایت یافتہ کر دیتا سب ہدایت پر متفق ہو جاتے اور شرک کرنے والے شرک کرتے ہی نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے وہ جو کرتا ہے اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں وہ سب سے باز پرس کرتا ہے۔ ہم نے تم کو ان کا ذمہ دار نہیں بنایا ہے ان کے جی میں جو آئے کہیں اور کریں' تم ان پر نگران کار نہیں ہو' نہ تم ان کو رزق دیتے ہو' تمہارا کام تو صرف تبلیغ کر دینا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ان کو نصیحت کر دو تم صرف نصیحت و خیر خواہی کرنے والے ہو تم ان کے لئے ربانی فوجدار نہیں اور فرمایا کہ تبلیغ تمہارا کام ہے اور پھر باز پرس ہمارا کام ہے۔ ❶

معبودان باطلہ کو گالیاں دینے کی ممانعت: [آیت:۱۰۸] اللہ پاک رسول اللہ ﷺ کو اور مؤمنین کو منع فرما رہا ہے کہ مشرکین کے خداؤں کو گالیاں نہ دو اور برا بھلا نہ کہو اگرچہ اس میں یک گونہ مصلحت سہی لیکن مفاسد اس سے بڑھ کر پیدا ہوتے ہیں یعنی مقابلتاً وہ بھی مسلمانوں کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ مشرکین کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! ہمارے بتوں کو گالی دینے سے تم کو باز رہنا چاہئے ورنہ ہم بھی تمہارے رب کی ہجو کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مسلمان اصنام کفار کو گالی دیتے تھے۔ پس کفار بھی بغیر حقیقت کو سمجھے عناد سے اللہ تعالیٰ کو بھی برا بھلا کہنے لگے۔ ❷ جب ابو طالب بستر مرگ پر تھے تو قریش نے مشورہ کیا کہ ابو طالب کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ اپنے بھتیجے کو روک دو ہمیں یہ عار کی بات معلوم ہوتی ہے کہ ابو طالب کے مرنے کے بعد محمد ﷺ کو قتل کر دیں۔ عرب کہیں گے کہ ابو طالب کی زندگی میں تو کچھ نہ چلی' اب جب کہ وہ مر گئے تو بزدلوں نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ ابوجہل' ابوسفیان' عمرو بن العاص اور کئی لوگ بصورت وفد آئے اور مطلب نامی ایک شخص کو اجازت حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ ابو طالب نے بلا لیا۔ وہ کہنے لگے اے ابو طالب! تم ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہو' محمد ﷺ نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے اور ہمارے خداؤں کو اذیت دی ہے ہم چاہتے ہیں کہ تم انہیں بلا کر روک دو تا کہ وہ ہمارے خداؤں کا نام ہی نہ لے ہم بھی اسکو اور اس کے رب تعالیٰ کو چھوڑ دیں گے۔ تو آپ نے نبی اکرم ﷺ کو بلایا اور کہا یہ تمہاری ہی قوم ہے اور تمہارے ہی چچا کی اولاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "چچا! بات کیا ہے اور یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟" تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تم ہم سے اور ہمارے خداؤں سے دست بردار ہو جاؤ اور ہم بھی تم سے اور تمہارے اللہ تعالیٰ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "کیا میں تم کو ایک ایسی بات بتلاؤں کہ اگر تم نے اس کو اپنا لیا تو تم عرب اور عجم کے مالک ہو جاؤ گے اور سب ملکوں سے تمہارے پاس خراج کی دولت آنے لگے گی۔" تو ابوجہل نے کہا کہ تمہاری ایسی ایک بات نہیں دس باتیں بھی قبول کر لیں گے' بتاؤ وہ کیا ہے؟ تو =

❶ ۱۳/ الرعد: ۴۰۔ ❷ تفسیر القرآن لعبدالرزاق، ۱/ ۲۰۸۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

ترجمہ: اوران لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اگران کے پاس کوئی نشانی آ جائے تو وہ ضرور ہی اس پر ایمان لے آئیں گے آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور تم کو اس کی کیا خبر کہ وہ نشانیاں جس وقت آ جائیں گی یہ لوگ جب بھی ایمان نہ لائیں گے۔[۱۰۹] اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ اس سے پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔[۱۱۰]

= آپ ﷺ نے فرمایا کہہ دو ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) تو انہوں نے انکار کر دیا۔ منہ بنالیا۔ ابو طالب کہنے لگے اے بھتیجے! اس کے سوا دوسری بات بتاؤ، تمہاری قوم اس کلمہ سے تو اور بھڑکتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''چچا! مجھے کیا حق ہے کہ اس کے سوا کوئی اور بات بولوں، اگر سورج کو بھی لا کر وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تو میں اس کے سوا تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' مطلب یہ تھا کہ ان کو مایوس کر دیں۔ چنانچہ وہ غصے میں بھر گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کو برا کہنے سے رک جاؤ ورنہ ہم تم کو اور تمہارے رب کو بھی گالیاں دیں گے۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ دشمنی کی بنا پر بغیر سمجھے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔

یہ وہ صورت ہے جہاں مصلحت کو بھی اس لئے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اس کے بالمقابل فساد بڑھ جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو اپنے والدین کو گالیاں دے وہ بڑا ملعون ہے۔'' کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کوئی ماں باپ کو کیسے گالیاں دے گا؟ تو فرمایا کہ ''یہ اس طرح کہ یہ دوسرے کے باپ کو گالیاں دے دوسرا اس کے باپ کو۔ یہ کسی کی ماں کو گالی دے وہ اس کی ماں کو تو گویا کہ اسی پہلے شخص نے اپنے ماں باپ کو گالیاں دیں۔'' (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم ہر امت کو اسی کا عمل اس کی نظروں میں بہتر قرار دیتے ہیں جیسا کہ یہ قوم محبت اصنام ہی کو پسند کرتی ہے چنانچہ گزشتہ امتیں بھی گمراہی پر تھیں اور اسی کو اپنا عمل حسن سمجھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اختیار کرتا ہے اسی میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ پھر ان لوگوں کی بازگشت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوگی۔ اس وقت انہیں اپنے معتقدات کی خوبی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔ اگر عمل نیک ہو تو نیک بدلہ اور برا ہو تو برا بدلہ ملے گا۔

کفار کا معجزات طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ کا جواب: [آیت: ۱۰۹۔۱۱۰] مشرکین اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی معجزہ اور خرق عادت بتائی جائے تو وہ ایمان لائیں گے۔ تو اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ معجزے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اگر وہ چاہے تو معجزہ بتا دے اور نہ چاہے تو نہ بتائے۔ قریش نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ اے محمد! تمہیں نے ہمیں بتلایا ہے کہ موسیٰ نے اپنا عصا پتھر پر مارا تھا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام مردے کو زندہ کرتے تھے اور ثمود علیہ السلام کو بھی ناقہ کا معجزہ ملا

(1) احمد، ۱/ ۳۱۷، بلفظ آخر نحو المعنیٰ وسندہ حسن نیز دیکھئے صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدیہ، ۵۹۷۳، صحیح مسلم، ۹۰، ابوداود، ۵۱۴۱، ترمذی، ۱۹۰۲۔

تھا۔ اگر تم بھی کوئی ایسا ہی معجزہ پیش کرو تو ہم تمہاری تصدیق کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "تم کو کیا معجزہ چاہیے؟" کہا کہ اس صفا کی پہاڑی کو ہمارے لئے سونے کی بنا دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم توحید کی تصدیق کرو گے؟" کافروں نے کہا ہاں ہم سب تم پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ ﷺ اٹھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو کوہ صفا سونے کا بن جائے گا لیکن اگر اس پر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے تو فوری ان پر عذاب نازل ہو جائے گا اور اگر آپ کی مرضی ہو تو یہ لوگ یونہی بلا عذاب چھوڑ دیئے جائیں تا کہ بعد کو ان میں سے کوئی ایمان بھی لے آئیں اور توبہ کر لیں۔ ❶ چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں (الی آخرہ) لیکن بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔ اور فرمایا کہ ہمیں معجزات بھیجنے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ ان کے پہلوں نے بھی معجزے دیکھنے کے باوجود انکار کر دیا تھا اور یہ بھی انکار کر دیں گے تو فوری عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے اور جو مہلت کہ حاصل ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ تم کو کیا خبر وہ تو معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

کہا گیا ہے کہ ﴿يُشْعِرُكُمْ﴾ کے ذریعے مشرکین کو مخاطب بنایا گیا ہے' گویا کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ کیا یہ ایمان والی بات جو قسمیں کھا کر بیان کی جاتی ہے تم درحقیقت سچ سمجھتے ہو۔ ﴿اَنَّهَا اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ایک قرأت میں ﴿اِنَّ﴾ زیر سے ہے اس بنا پر کہ معجزات دیکھنے کے بعد نفی ایمان کی خبر شروع کی جا رہی ہے اور جملہ شروع ہوتا ہے تو ﴿اِنَّهَا﴾ سے پڑھنا پڑتا ہے۔ اور بعض نے ﴿تُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی (ت) سے اس لفظ کو پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ قول ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ﴾ کے مخاطب مؤمنین ہیں۔ یعنی اے مؤمنو! کیا تم جانتے ہو کہ ان نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس صورت میں ﴿اِنَّهَا﴾ الف کے زیر کے ساتھ بھی آ سکتا ہے اور الف کے زبر کے ساتھ بھی۔ یعنی ﴿يُشْعِرُكُمْ﴾ کا معمول ہو کر اور اس صورت میں ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کا ﴿لَا﴾ صلہ واقعہ ہوگا جیسا کہ فرمایا ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ﴾ ❷ یہاں بھی ﴿ان لا﴾ کا ﴿اَنْ﴾ صلہ واقع ہوا ہے۔ اور قول باری تعالیٰ ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ ❸ یعنی جب میں نے تجھ کو حکم دے دیا تھا تو کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے منع کیا۔ تقدیر اس آیت کی یوں ہے کہ اے مؤمنو! تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اپنی مطلوبہ نشانی اور معجزہ پا کر ایمان ضرور لے ہی آئیں گے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿اَنَّهَا﴾ بمعنی ﴿لَعَلَّهَا﴾ ہے۔ بلکہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿اَنَّهَا﴾ کے بدلے ﴿لَعَلَّهَا﴾ ہی ہے۔ اہل عرب سے سنا گیا ہے (اِذهب الى السوق انك تشترى لنا شيئًا) یعنی بازار جاؤ تم میرے لئے وہاں سے کچھ خرید دو گے بمعنی (لَعَلَّكَ تشترى) ہے یعنی شاید خرید و گے۔ اسی طرح اس دعوے پر اشعار عرب بھی پیش کئے گئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ان کے انکار اور کفر کی وجہ سے ان کے دل اور ان کی نگاہیں ہم نے پھیر دی ہیں۔ اب یہ کسی بات پر جمنے والے نہیں۔ ایمان میں اور ان میں فرق پڑ گیا ہے۔ یہ دنیا جہان کی نشانیاں دیکھ لیں گے لیکن ایمان نہ لائیں گے۔ جیسا کہ پہلی دفعہ ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو گئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے ان کے کہنے سے پہلے ہی کہ یہ کیا کہنے والے ہیں اور عمل کرنے سے پہلے ہی اطلاع دے دی کہ کیا عمل کریں گے۔ اور فرمایا کہ شخص آگاہ کے مانند کوئی تم کو پکی بات نہیں بتا سکتا۔ انسان کہے گا کہ ہائے افسوس جو زیادتی اور جو گناہ کہ میں نے کئے ہیں۔ ❹ حتیٰ کہ فرمایا کہ وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں دنیوی زندگی کا ایک اور موقع ملتا تو ہم

---

❶ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❷ ۷/ الاعراف: ۱۲۔

❸ ۲۱/ الانبیآء: ۹۵۔ ❹ ۳۹/ الزمر: ۵۶۔

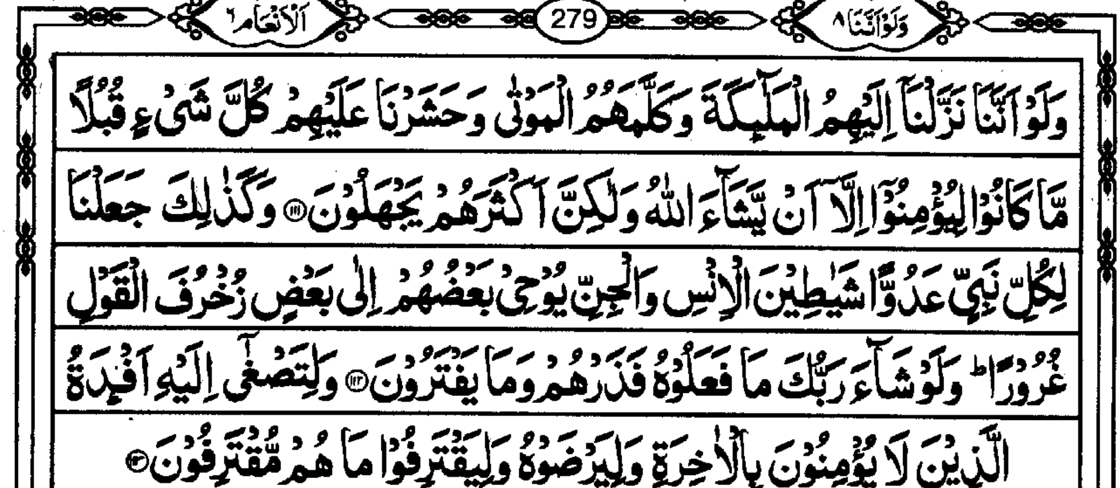
نیکوں میں سے ہوتے۔ ❶ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دنیا میں پھر واپس بھی کئے جائیں تو بھی ہدایت پر نہ چلیں گے۔ ❷ اور فرمایا کہ اگر دنیا میں پلٹائے گئے تو منہیات کا پھر ضرور ارتکاب کریں گے۔ وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ نیک بنیں گے۔ دوبارہ دنیا میں جانے کے بعد بھی وہ حسب زندگی سابقہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اس وقت کی طرح اس وقت بھی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھوں کو منقلب کر دیں گے اور پھر بھی ان کے اور ہدایت متوقع کے درمیان پردہ حائل ہی رہے گا۔ اور ہم انہیں ان کی سرکشیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ساتویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔



❶ ٣٩/ الزمر:٥٨۔ ❷ ٦/ الانعام:٢٨۔

فہرست



ترجمہ: (کافروں کے تمام مطالبات پورے ہو جائیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے) اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لا کر جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر اللہ ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔[۱۱۱] اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض دوسرے بعض کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے۔[۱۱۲] اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ مرتکب ہو جائیں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔[۱۱۳]

کفار حق پہچاننے کے باوجود ایمان نہیں لاتے: [آیت:۱۱۱۔۱۱۳] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر ہم ان لوگوں کا سوال پورا کر دیں جو قسمیں کھا کر یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی نشانی آئے تو ہم ضرور ایمان لائیں گے۔ اور پھر ہم ان پر فرشتے بھی نازل کر دیں جو رسولوں کی تصدیق اور تمہاری رسالت کی گواہی دے دیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو لا کر بتاؤ اور ہم تو اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے کہ دوسرے رسولوں کی طرح تم بھی نشانیاں پیش کر دو۔ اور جنہیں ہم سے سامنا کرنے کا کوئی یقین نہیں کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے یا اللہ ہی کو ہم دیکھ لیتے۔ ایسے لوگ بڑی سرکشی اور عناد میں ہیں' ❶ اور اگر فرشتے بھی آ کر ان سے بات کریں اور رسولوں کی تصدیق کر دیں اور ہر چیز کا ذخیرہ ان کے پاس لا کر جمع کر دیں۔ (تب بھی ان کے دلوں پر کوئی اثر نہ ہوگا) بعض نے ﴿قِبَلًا﴾ کو کسر قاف اور فتحہ با کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی مقابلہ اور معائنے کے ہیں اور بعض نے دونوں حرفوں کو پیش سے پڑھا ہے جس کے سبب معنی ہوئے کہ گروہ در گروہ فوج در فوج لوگ بھی آ کر تصدیق رسل کر دیں تو بھی ایمان نہ لائیں۔ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کتنے ہی لوگ کیوں نہ ہوں انہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ وہ جو چاہے کرے وہ سب سے سوال کرے گا لیکن اس سے سوال نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ فرمایا وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو چکی ہے۔ وہ کبھی ایمان نہ لائیں گے خواہ وہ کتنی ہی نشانیاں کیوں نہ دیکھیں۔ عذاب الیم آ گھیرے گا تو ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ ❷

دشمنوں کے مقابل اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں کی حوصلہ افزائی فرمانا: ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد ﷺ جیسا کہ تمہارے مخالفین اور

---

❶ ۲۵/ الفرقان:۲۱۔ ❷ ۱۰/ یونس:۹۶۔

اعدا ہیں ہر نبی کے اسی طرح معاندین اور دشمن گزرے ہیں اس لیے تم ان کی مخالفت پر رنج نہ کرو۔ اور فرمایا "تم سے پہلے کے نبیوں نے تکذیب وایذارسانی پر صبر کیا تھا۔" ❶ اور فرمایا یہ لوگ جو تم سے کہتے ہیں پہلے کے رسولوں سے بھی ایسا ہی کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت والا بھی ہے اور عقاب الیم والا بھی ہے۔ اور فرمایا کہ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنا رکھے تھے۔ ❷ ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ اے محمد ﷺ یہ قریش تمہارے ساتھ بھی دشمنی کریں گے اور جس نبی نے بھی تمہاری جیسی باتیں اپنی امت سے کہیں، ان کے ساتھ بھی ضرور دشمنی کی گئی ہے۔

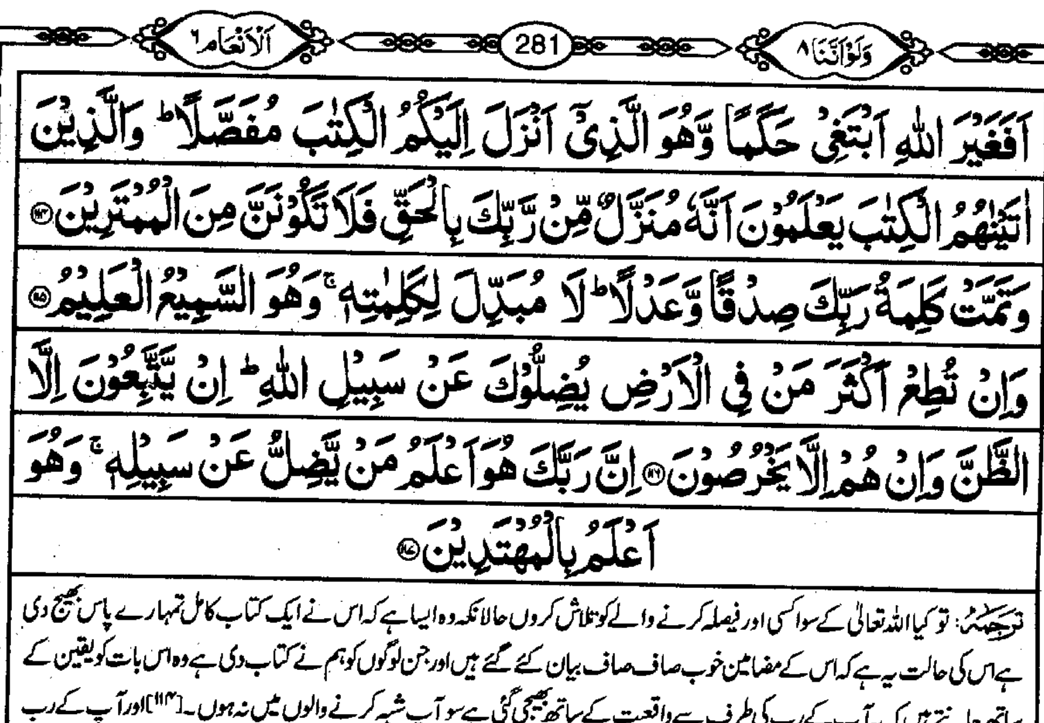
قولہ ﴿شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ﴾ یہ بدل ہے اور ﴿عَدُوًّا﴾ مبدل منہ ہے یعنی ان کے اعدا شیاطین انس وجن ہیں۔ اور شیطان ہر وہ ہے جو شر میں اپنا نظیر نہ رکھتا ہو اور ان رسولوں سے تو دشمنی ان شیاطین کے سوا کون کرے گا جو انہیں کی نوع میں سے ہیں۔ ❸ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جنوں میں بھی شیطان ہیں اور انسانوں میں بھی شیاطین ہیں کہ اپنے اپنے لوگوں کو گناہ کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ ایک روز نماز پڑھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے ابوذر! شیاطین انس وجن سے اَعُوْذُ بِاللّٰہ پڑھ لو!" تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں ہوتے ہیں۔" ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت میں مروی ہے کہ میں حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا مجلس طویل ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ابوذر کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟" میں نے کہا نہیں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اٹھو دو رکعت نماز پڑھ لو۔" میں آپ کے قریب آ کر نماز پڑھنے لگا، تو فرمایا "کیا تم نے شیطان جن وانس سے تعوذ کر لیا ہے؟" میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں یہ جن کے شیاطین سے زیادہ شرانگیز ہوتے ہیں۔" ❹ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جن کے شیاطین انسانی شیاطین کی طرف وحی لاتے ہیں اور انسانی شیاطین جنی شیاطین کی طرف۔ قولہ ﴿يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ انسان میں بھی شیاطین ہیں اور جن میں بھی۔ اب انسانی شیاطین جنی شیاطین پر القا کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کی طرف بیہودہ باتوں کی وحی کرتے رہتے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ انسانی شیاطین وہ ہیں جو انسانوں کو گناہ کے مشورے دیتے ہیں اور جنوں کے شیاطین جنوں کو گمراہ کرتے ہیں چنانچہ ہر ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ میں نے تو اپنے ساتھی کو بھٹکا دیا ہے، تو بھی اس طرح اپنے ساتھی کو بھٹکا دے۔ اس طرح ایک دوسرے کو گناہ کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ غرض اس سے ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ سمجھا کہ عکرمہ اور سدی رحمہما اللہ کے نزدیک شیاطین الانس سے مراد وہ شیاطین جن ہیں جو انسان کو بھٹکاتے ہیں یہ مراد نہیں کہ شیاطین انس بھی انسان کے اندر ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کلام عکرمہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے لیکن کلام سدی اس معنی کا حامل نہیں ہے اگرچہ اس کا احتمال ہو۔

---

❶ ٦/ الانعام: ٣٤۔ ❷ ٢٥/ الفرقان: ٣١۔

❸ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ، ٣، صحیح مسلم، ١٦٠، احمد، ٢/ ٢٣٢، ابن حبان، ٣٣، دلائل النبوۃ، ٢/ ١٣٥۔

❹ الطبری ١٢/ ٥٣ اس کی سند میں انقطاع ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا جبکہ مسند احمد، ٥/ ١٧٨، نسائی، کتاب الاستعاذۃ باب الاستعاذۃ من شر شیاطین الانس ٧/ ٥٥٠٩، وسندہ ضعیف، حاکم، ٢/ ٢٨٢ یہ روایت متصلاً موجود ہے۔ لیکن اس میں عبید بن الخشخاش مجہول اور ابو عمر ضعیف راوی ہے دیکھئے (الموسوعۃ الحدیثیۃ، ٣٥/ ٤٣٢)



اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٤﴾

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا

الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٦﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١١٧﴾

ترجمہ: تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کیے گئے ہیں اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجی گئی ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں۔[۱۱۴] اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں۔[۱۱۵] اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بے راہ کر دیں۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔[۱۱۶] بالیقین آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں۔[۱۱۷]

روایت ضحاک میں ہے کہ جن میں بھی شیاطین ہیں جو ان کو گمراہ کرتے ہیں جیسے کہ انسان شیاطین انسان کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ اب انسانی شیاطین جنی شیاطین سے مل کر کہتے ہیں کہ اس کو اس سے بھٹکاؤ اور اس طرح بھٹکاؤ جیسا کہ قول باری ہے ﴿يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ﴾ بہر حال صحیح وہ ہے جو حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ میں گزرا کہ انسانوں میں بھی انسانی شیطان ہیں اور ہر شے کا شیطان اس کی جنس سرکش ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے" 1 جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کتوں میں سے شیطان ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جن کے کفار شیاطین جن ہیں وہ شیاطین انس کی طرف وحی بھیجتے ہیں اور شیاطین انس کفار انس ہیں۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں مختار کے پاس گیا میری مہمانداری کی رات میں بھی مجھے اپنے پاس ٹھہرایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ قوم کی طرف جاؤ اور انہیں حدیث سناؤ! میں گیا ایک آدمی میرے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ وحی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا وحی دو طرح کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ﴾ یعنی یہ قرآن ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے اور یہ بھی فرمایا ﴿شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ﴾ یعنی انس و جن کے شیاطین اپنے اپنے

1 صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب قدر ما يستر المصلى، ٥١٠، ابوداود، ٧٠٢، ترمذى ٣٣٨، ابن ماجه، ٩٥٢، احمد، ٥/ ١٤٩، ابن حبان، ٢٣٨٥۔

لوگوں کی طرف بیہودگیوں کی وحی کرتے رہتے ہیں لیکن یہ کہنے پر انہوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مار پیٹ کرنا چاہا میں نے کہا کہ تمہاری یہ کیا حرکت ہے میں تو تمہیں ایک بات بتا رہا ہوں اور تمہارا مہمان ہوں۔ غرض انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ عکرمہ رحمہ اللہ نے یہ چیز مختار پر پیش کی تھی اور وہ ابن ابی عبید ہے' اللہ اس کا برا کرے وہ یہ زعم کرتا ہے کہ اس کے پاس بھی وحی آتی ہے۔ اس کی بہن صفیہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی تھیں اور نیک عورت تھیں۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ مختار اپنے پر بھی وحی آنے کا دعویٰ کرتا ہے تو عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ شیاطین اپنے اولیا کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو جھوٹ اور غلط باتیں پہنچاتا ہے جس سے سننے والا اس کے اثر میں آ جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ یعنی یہ سب اللہ کی تقدیر اور مشیت وارادت سے ہے کہ ہر نبی کا انہیں لوگوں میں سے ایک دشمن ہوتا ہے۔ پس اے نبی! تم ان سے درگزر کرو اور ان کے اس جھوٹ وافترا سے بھی اعراض کر جاؤ ان کی عداوت کی بابت میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرو وہ تمہارے لئے کافی ہے۔

اور قولہ ﴿لِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ﴾ یعنی ایسے شیاطین کی طرف آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل جھک جاتے ہیں اور ان کے دوست وہمدم بن جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو خوش کرنے لگتے ہیں جیسے کہ فرمایا ﴿فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ○ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ○ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ○﴾ ❶ اور فرمایا ﴿إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ○ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ○﴾ ❷ اور فرمایا ﴿وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ ○﴾ یعنی اے نبی! اگر وہ شیطان بن کر بہکاتے ہیں اور لوگ ان کی طرف جھکتے ہیں تو انہیں کمانے دو جو وہ کما رہے ہیں۔

اللہ کا قرآن قول فیصل ہے: [آیت:۱۱۴-۱۱۷] اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ! ان مشرکین سے کہہ دو کہ میں اپنے اور تمہارے درمیان کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حکم قرار دوں' حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایک تفصیلی کتاب اتار دی ہے اور صرف تمہیں پر نہیں بلکہ یہ کتاب اہل کتاب کے لئے بھی اتری ہے اور یہ یہود و نصاریٰ سب جانتے ہیں کہ یہ درحقیقت اللہ کے پاس سے اتری ہوئی ہے کیونکہ تمہارے بارے میں ان کی کتابوں کے اندر انبیا متقدمین کی بشارتیں موجود ہیں۔ بس تم شک میں نہ پڑو۔ ❸ جیسا کہ فرمایا ہم نے تمہاری طرف جو نازل کیا ہے اگر اس کی طرف سے تم شک میں ہو تو ان لوگوں سے پوچھو جو اہل کتاب ہیں۔ تمہاری طرف آئی ہوئی وحی بالکل برحق ہے پس شک میں نہ پڑو۔ یہ آیت بطور شرط ہے اور یہ ضروری نہیں کہ شرط واقع بھی ہو جائے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں نہ شک کرتا ہوں اور نہ سوال کرنے کی ضرورت ہے۔" ❹ قولہ تعالیٰ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾ تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل پر ختم ہوتی ہے جو کچھ وہ فرماتا ہے امرحق ہے۔ امرحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہ عدل کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ جس بات سے روکتا ہے وہ باطل ہوتی ہے فساد انگیز چیز ہی سے وہ روکتا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ ❺ یعنی دنیا اور آخرت میں اس کے احکام بدلنے والا کوئی نہیں۔ وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کی حرکات وسکنات کو جانتا ہے اور ہر عامل کے عمل کا بدلہ اسی کے مطابق دیتا ہے۔

دنیا میں گمراہ لوگوں کی کثرت ہے: فرماتا ہے کہ اکثر بنی آدم کے احوال گمراہی سے پر ہیں جیسا کہ فرمایا پہلے کے اکثر لوگوں نے گمراہی اختیار کر لی تھی۔ ❻ اور فرمایا کہ تم کتنی ہی تمنا کیوں نہ کرو اکثر لوگ تو ایمان لانے والے ہی نہیں ہیں۔ ❼ وہ گمراہی میں ہیں

---

❶ ۳۷/ الصافات:۱۶۱-۱۶۳۔ ❷ ۵۱/ الذاریات:۸۔ ❸ ۱۰/ یونس:۹۴۔

❹ مصنف عبدالرزاق، ۶/ ۱۲۶، ح ۱۲۰۱۱ وفی التفسیر، ۱/ ۲۶۱ یہ سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ❺ ۷/ الاعراف:۱۵۷۔ ❻ ۳۷/ الصافات:۷۱۔ ❼ ۱۲/ یوسف:۱۰۳۔

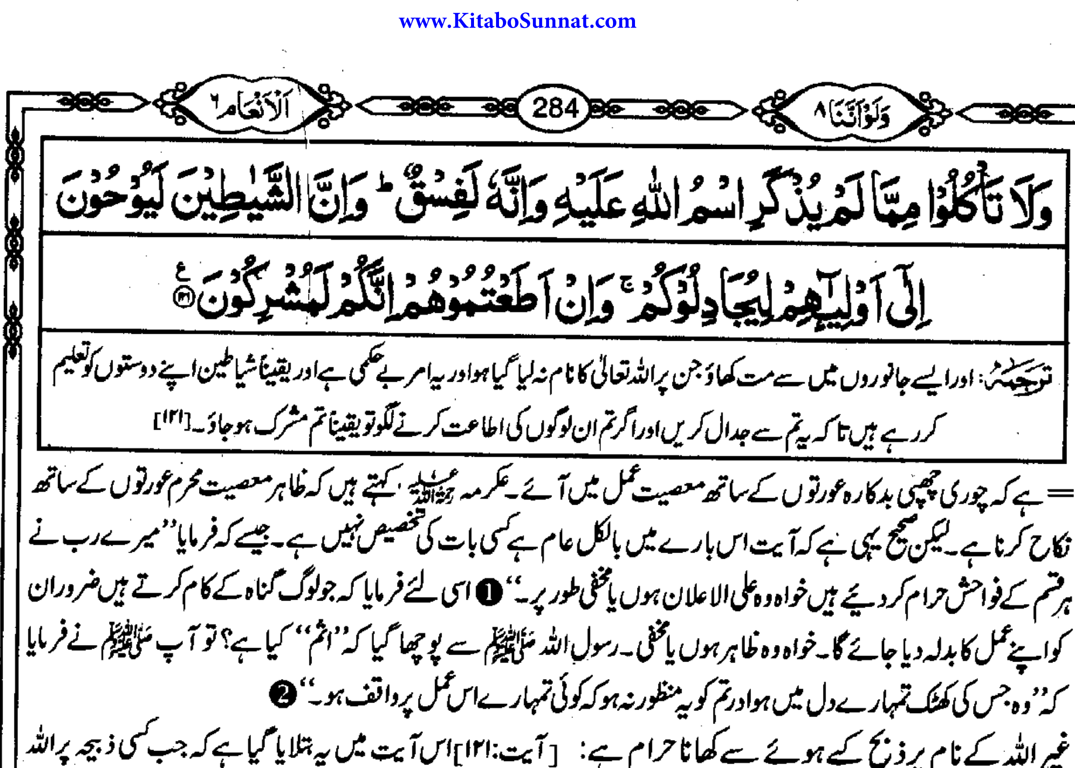
فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: سو جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔[۱۱۸] اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے۔ جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔[۱۱۹] اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کیے کی عنقریب سزا ملے گی۔[۱۲۰]

= اور لطیفہ یہ کہ خود انہیں اپنے عمل اور کردار پر یقین نہیں وہ ظن باطل میں بھٹک رہے ہیں اٹکل سے باتیں بنا لیتے ہیں تو ہم پرستی میں گھرے ہوئے ہیں۔ ﴿اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ؀﴾ خرص کے معنی اٹکل اور اندازہ "خرص النخل" کہتے ہیں کہ درخت اور پودوں کا اندازہ لگانا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اندازہ یہ ہے کہ وہ اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو خوب جانتا ہے اسی وجہ سے بھٹکنا ان پر آسان کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور ان پر بھی ہدایت کو آسان بنا دیتا ہے ہر ایک کے لئے جو مناسب ہے وہی اس پر آسان ہوتی ہے۔

اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے سے کھانا چاہیے: [آیت:۱۱۸۔۱۲۰] اللہ پاک اپنے مؤمن بندوں کو اجازت دیتا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو وہ تم کھا سکتے ہو۔ یعنی جس جانور کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو وہ حرام ہے جیسا کہ کفار قریش مردار چیزوں کو کھا جاتے تھے اور بتوں وغیرہ پر جو جانور ذبح کیا گیا اس کو بھی کھاتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا گیا ہو اس کو تم کیوں نہ کھاؤ اس نے تو حرام چیز تمہیں بتا دی ہے اور وضاحت سے سمجھا دیا ہے۔ بعض نے ﴿فَصَّلَ﴾ کو تشدید کے ساتھ پڑھا اور بعض نے تخفیف کے ساتھ۔ دونوں صورتوں میں معنی بیان وضوح کے ہیں۔ ہاں اضطرار اور سخت مجبوری کی حالت میں جو کچھ تم پاؤ تمہارے لئے حلال ہے۔ پھر اللہ پاک مشرکین کی آرا فاسدہ کا ذکر فرماتا ہے کہ میتۃ کو اور غیر اللہ کے نام پر کیے ہوئے ذبیحہ کو کس طرح انہوں نے اپنے لئے حلال بنا لیا ہے۔ ان میں سے اکثر بغیر علم اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے گمراہ ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان تجاوز کر جانے والوں سے خوب واقف ہے۔

مخفی اور پوشیدہ گناہوں کو چھوڑ دو: ارشاد ہوتا ہے کہ معصیت ظاہری و علانیہ سب کو چھوڑ دو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس سے وہ معصیت مراد ہے جس کے انجام دینے کی کسی عمل کرنے والے نے نیت کی ہو۔ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مخفی اور علانیہ کم اور زیادہ معصیت مراد ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ظاہر معصیت یہ ہے کہ فاحشہ عورتوں سے تعلق ہو اور باطن معصیت یہ =



وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰٓى أَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ امر بے حکمی ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔ [۱۲۱]

= ہے کہ چوری چھپی بدکارہ عورتوں کے ساتھ معصیت عمل میں آئے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ظاہر معصیت محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آیت اس بارے میں بالکل عام ہے کسی بات کی تخصیص نہیں ہے۔ جیسے کہ فرمایا "میرے رب نے ہر قسم کے فواحش حرام کردیے ہیں خواہ وہ علی الاعلان ہوں یا مخفی طور پر۔" ❶ اسی لئے فرمایا کہ جو لوگ گناہ کے کام کرتے ہیں ضرور ان کو اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "اثم" کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ جس کی کھٹک تمہارے دل میں ہو اور تم کو یہ منظور نہ ہو کہ کوئی تمہارے اس عمل پر واقف ہو۔" ❷

غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے سے کھانا حرام ہے: [آیت:۱۲۱] اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جب کسی ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال نہیں خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔ ائمہ فقہ کے اس میں تین اختلافات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس طرح کا ذبیحہ حلال نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ عمداً نہ لیا گیا ہو یا سہواً۔ اس قول کی تائید اصحاب متقدمین اور متاخرین میں سے ایک جماعت نے کی ہے۔ متاخرین شافعیہ نے اپنی کتاب "اربعین" میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اپنی رائے کی تائید میں اسی آیت سے اور آیت صید سے دلیل لی ہے کہ "کھاؤ جس کو تمہارے شکاری جانور نے تمہارے لئے روک رکھا ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا کرو۔" ❸ پھر اس آیت میں قول باری تعالیٰ ﴿وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ سے تاکید کی ہے اور کہا گیا ہے کہ ﴿إِنَّهُ﴾ کی ضمیر ﴿أَكَلَ﴾ کی طرف عائد ہوتی ہے یعنی ایسا ذبیحہ کھانا فسق ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذبح ﴿لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کی طرف عائد ہوتی ہے یعنی ایسا ذبیحہ کرنا فسق ہے اور وہ احادیث جو ذبیحہ اور صید کے وقت نام لینے کے بارے میں وارد ہیں۔ عدی بن حاتم اور ابی ثعلبہ کی احادیث کی مانند ہیں کہ "جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر بھیجو اور بھیجتے وقت بسم اللہ کہہ لیا کرو تو وہ تمہارے لئے شکار کو پکڑ رکھے اور اس میں سے کھائے نہیں تو تمہیں وہ شکار کھانا جائز ہے خواہ وہ زخمی ہو کر مر چکا ہو۔" ❹ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔ اور یہ حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی بھی بخاری و مسلم میں ہے کہ "جس سے خون بہا ہو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا گیا ہو تو وہ کھا سکتے ہو۔" ❺ اور حدیث جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بقر عید میں جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا چاہیے کہ اب نماز کے بعد دوسرا ذبیحہ کرے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کر لے۔" ❻ حضرت

---

❶ ۷/ الاعراف:۳۳۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب البر، باب تفسیر البر والاثم، ۲۵۵۳؛ ترمذی، ۲۳۸۹؛ احمد، ٤/ ۱۸۲؛ ابن حبان، ۳۹۷۔ ❸ ۵/ المآئدۃ:٤۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب التسمیة علی الصید، ۵٤۷۵؛ صحیح مسلم، ۱۹۲۹۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب ماند من البهائم فهو بمنزلة الوحش، ۵۵۰۹؛ صحیح مسلم، ۱۹٦۸؛ ترمذی، ۱٤۹۱؛ ابن ماجه، ۳۱۳۷؛ احمد، ۳/ ٤٦۳؛ ابن حبان، ۵۸۸٦۔
❻ صحیح بخاری، الذبائح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیذبح علی اسم الله، ۵۵۰۰؛ صحیح مسلم، ۱۹٦۰؛ ابن ماجه، ۳۱۵۲؛ احمد، ٤/ ۳۱۲؛ ابن حبان، ۵۹۱۳۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ گوشت کا تحفہ ہمیں دیتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہوا ہے یا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر تمہیں شک ہو تو تم خود اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور کھا لو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ نو مسلم لوگ ہوتے تھے۔ ❶ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ وجہ دلالت یہ ہے کہ ان لوگوں نے سمجھا کہ نام لینا ضروری ہے اور شاید تحفہ بھیجنے والے اس لئے نام نہ لے سکے ہوں کہ نو مسلم تھے اس لئے نبی اکرم ﷺ نے احتیاطاً کھاتے وقت نام لینے کی ہدایت فرمائی تا کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ ذبح کے وقت نام متروک بھی ہو گیا ہو تو اس وقت رب کا نام لینا اس کا بدل ہو جائے۔ اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ ٹھیک طور پر احکام اسلام کا اجرا ہو سکے۔ اور مسئلہ میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ ذبح کے وقت نام لینا ہی کچھ مشروط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر عمداً یا سہواً نام نہ بھی لے تو کوئی حرج نہیں۔ اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ بھی یہی کہتے ہیں اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ کو ذبح لغیر اللہ پر محمول کیا ہے جیسا کہ قول باری ہے ﴿أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ﴾ ❷ اور ابن جریج نے کہا کہ اس ممانعت اکل سے مراد ہے کہ وہ ذبیحہ نہ کھاؤ جس کو قریش نے ''اوثان'' کے لئے ذبح کیا ہو۔ اسی طرح مجوس کا ذبیحہ کھانے کی بھی ممانعت ہے۔ یہی وہ مسلک ہے جس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چلتے ہیں اور یہی قوی بھی ہے۔ بعض متاخرین نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اس قول کو اس طرح قوی بتائیں کہ ﴿وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ کے واؤ کو حالیہ قرار دیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام نہ لئے ہوئے ذبیحہ کو نہ کھاؤ۔ درانحالیکہ ایسا کرنا فسق ہے اور فسق وہی ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح ہو۔ پھر یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ متعین ہے اور یہ جائز نہیں کہ واؤ عاطفہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں جملہ اسمیہ خبریہ کا عطف جملہ فعلیہ طلبیہ پر لازم آئے گا جو غلط بات ہے کیونکہ یہ دلیل اس کے بعد کے جملہ ﴿وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰٓى أَوْلِيٰٓئِهِمْ﴾ سے ہی ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ یہاں تو یقیناً عطف ہے تو جس طرح اگلی واؤ کو حالیہ کہا گیا ہے اگر اسے حالیہ مان لیا جائے تو پھر اس پر اس جملہ کا عطف ناجائز ہوگا اور اگر اسے پہلے کے جملہ فعلیہ طلبیہ پر عطف کیا جائے تو جو اعتراض یہ دوسرے پر وارد کر رہے ہیں وہی ان پر عائد ہوگا۔ ہاں اگر اس واؤ کو حالیہ نہ مانا جائے تو یہ اعتراض مٹ سکتا ہے لیکن جو بات اور دعویٰ تھا وہ سرے سے باطل ہو جائے گا' وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد مردار جانور ہے جو آپ مر گیا ہو۔ اس مذہب کی تائید ابوداود کی ایک مرسل حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ اس نے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ نام لیتا تو اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیتا۔'' ❸ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی تائید دارقطنی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''اگر مسلم ذبح کرے اور اللہ تعالیٰ کا نام نہ بھی لیا ہو تو کھا سکتے ہیں کیونکہ وہ مسلمان خود گویا اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے ❹ اور وہ جب ذبح کرے گا تو نیت یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرتا ہوں۔'' بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی جو پہلے گزر چکی حجت لی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ نو مسلم ہوتے ہیں گوشت کا تحفہ لاتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اس پر لیا گیا ہے یا نہیں۔ تو فرمایا ''تم اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور کھا لو۔'' چنانچہ اگر نام لینا ضروری بھی ہوتا تو آپ ﷺ بغیر تحقیق کے کھانے کی اجازت ہی نہ دیتے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

❶ صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب ذبیحة الأعراب ونحوهم، ٥٥٠٧، ابوداود، ٢٨٢٩، ابن ماجه، ٣١٧٤، بیهقی، ٩/ ٢٣٩۔ ❷ ٦/ الانعام: ١٤٥۔ ❸ مراسیل ابی داؤد، ٣٧٨، یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❹ دار قطنی، ٤/ ٢٩٦، ح ٤٧٦٠، بیهقی، ٩/ ٢٣٩۔

اس مسئلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا اگر بھول گیا تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر عمداً چھوڑ دے گا تو جائز نہ ہوگا۔ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا مشہور مذہب یہی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام ابوالحسن نے اپنی کتاب ''الھدایہ'' میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے اجماع اس پر تھا کہ عمداً تسمیہ اگر ترک ہو تو حرام ہے اسی لئے ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ نے کہا کہ اگر کوئی حاکم ایسے ذبیحہ کے گوشت کی بیع کی اجازت دے تو یہ حکم نافذ نہ کیا جائے گا کیونکہ اس میں اجماع امت کی مخالفت ہے اور اجماع کی مخالفت کے ساتھ کوئی بات جائز نہیں ہو سکتی۔ صاحب ہدایہ کی یہ بات عجیب ہے حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بھی ایسا اختلاف ثابت ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام ابو جعفر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس نے بھول جانے والے کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا اس نے مجتمعہ دلیل کے قائل ہونے سے اپنے کو الگ کر لیا اور جو حدیث کہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے اس کی مخالفت کی۔ وہ حدیث یہ ہے کہ ''مسلم کے لئے خود اس کا مسلمان ہونا کافی ہے خواہ وہ ذبح کے وقت بھول گیا ہو اور نام نہ لیا ہو تم اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور کھا لو۔'' اور اس حدیث کو خطأً مرفوع کہا ہے اور دوسروں نے اس کی توثیق کی ہے اور یہی صحیح ہے۔ ابن جریر اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ نے بھول کر تسمیہ ترک کر دینے کو مکروہ قرار دیا ہے اور سلف لفظ کراہتہ کا اطلاق حرام پر کرتے تھے۔ امام ابو جعفر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ کو حرام کہا ہے انہوں نے علاوہ اور دلائل کا خلاف کرنے کے اس حدیث کا بھی خلاف کیا ہے جو ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''مسلم کو اس کا مسلم ہونا ہی کافی ہے اگر وہ ذبح کے وقت نام لینا بھول گیا تو اب کھانے والا اللہ تعالیٰ کا نام لے اور کھا لے۔'' اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کو مرفوع کہنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبید اللہ جزری کی ہے۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ان دو ایک اقوال کو کچھ وقعت نہیں دیتے جو قول جمہور کے خلاف ہوں اور اس اجماع کو قابل عمل اجماع ہی سمجھتے ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کے پاس بہت سے ذبح شدہ پرندے لائے گئے جن میں سے بعض پر تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا تھا اور بعض پر نام لینا بھول گئے تھے اور یہ اور وہ پرندے آپس میں مخلوط ہو گئے تھے۔ تو حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تم سب کو کھا سکتے ہو۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہی سوال کیا گیا تو کہا جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا ہے نہ کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے ﴿لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ اور اپنے فتوے کی اس حدیث سے دلیل لی جو ابن ماجہ میں بھی مروی ہے یعنی اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سے خطا اور نسیان کو معاف فرما دیا ہے اور مجبور ہو کر ارتکاب خطا کرنے کو بھی معاف کر دیا ہے۔'' ❶ لیکن یہ قابل غور چیز ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اس میں کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''مسلمان کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔'' ❷ لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ مروان بن سالم ابو عبد اللہ شامی اس کے راوی ہیں اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر ایک علیحدہ رسالہ لکھا ہے اور ائمہ کے مذاہب اور ان کے ماخذ اور ان کی دلیلوں اور وجہ دلالت اور وجہ معارضت وغیرہ سب باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

❶ یہ روایت سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶ کے تحت گزر چکی ہے۔ ❷ دارقطنی، ۴/ ۲۹۵، ح ۴۷۵۸، بیہقی، ۹/ ۲۴۰، اس کی سند میں مروان بن سالم متروک الحدیث ہے (المیزان، ۴/ ۹۱، رقم، ۴۸۲۵) لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا اس آیت کا حکم منسوخ ہے یا نہیں۔ تو بعض نے کہا کہ حکم منسوخ نہیں بلکہ محکم اور قابل عمل ہے اور اسی بنا پر مجاہد اور عام اہل علم کا قول ہے۔ حکم منسوخ ہو جاتا تو مجاہد وغیرہ ایسا قول نہ کہتے۔ عکرمہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو وہ کھاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو کیونکہ یہ فسق ہے۔ چنانچہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن اس سے مستثنیٰ ہے قول باری تعالیٰ ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ اہل کتاب کے لئے۔ ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمادیا ہے کہ نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمادیا اور مسلمانوں پر رحم کیا اور فرمایا کہ اب سارے طیبات تمہارے لئے حلال ہیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ بھی تمہارے لئے حلال ہے۔ چنانچہ پہلی بات کو اس آیت کے ذریعہ منسوخ فرمادیا اور اہل کتاب کے ذبیحہ کو حلال قرار دے دیا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صحیح تو یہی ہے کہ اہل کتاب کے طعام کے حلال ہونے اور نام نہ لئے ہوئے ذبیحہ کے حرام ہونے میں باہم کوئی تعارض نہیں ہے۔ یہی بیان ہے جو صحیح کہے جانے کا مستحق ہے اور جس نے اس کو منسوخ قرار دیا ہے تو سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کو خاص کر دیا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ﴾ شیاطین اپنے اولیا کی طرف اپنی باتیں اس لئے وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث مباحثہ اور مناظرہ کرسکیں۔ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ مختار کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی طرف وحی آتی ہے تو کہا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یعنی شیطان اپنے اولیا کی طرف تو وحی کیا ہی کرتا ہے۔

ابو زمیل سے مروی ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت مختار حج کرنے کو آیا ہوا تھا تو ایک آدمی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابن عباس! ابو اسحٰق گمان کرتا ہے کہ آج کی رات اس پر وحی آئی ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سچ کہتا ہے۔ میں یہ سن کر پریشان ہوگیا اور کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے قول کی تصدیق کرتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ وحی دو قسم کی ہوتی ہے ایک اللہ تعالیٰ کی وحی' ایک شیطان کی وحی۔ اللہ تعالیٰ کی وحی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور شیطان کی وحی اس کے اولیا کی طرف ہے۔ پھر اسی آیت کو تلاوت فرمایا۔ عکرمہ رحمہ اللہ کا بھی ایسا ہی قول پہلے گزر چکا ہے۔ قولہ ﴿لِيُجَادِلُوكُمْ﴾ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم جس جانور کو قتل کریں اس کو تو کھالیں اور جس کو خود اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہوا سے نہ کھائیں اور حرام سمجھیں۔ تو یہ آیت اتری ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ اس کو مرسلاً روایت کیا (1) اور ابو داؤد نے متصلاً روایت کیا ہے۔ یہ کئی وجوہ سے غور طلب ہے۔ ایک تو یہ کہ یہود میتہ کے کھانے کو جائز ہی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر وہ اس بارے میں خلاف ہی کیوں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت سورۂ انعام میں ہے جو مکی ہے اور یہود تو مدینہ میں رہتے تھے اور تیسرے یہ کہ اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (2) اور ترمذی کہتے ہیں کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پھر اس حدیث کا ذکر =

---

(1) ابوداود، كتاب الضحايا، باب في ذبائح أهل الكتاب، ٢٨١٩ وسنده ضعيف، عطاء بن السائب مختلط راوی ہے۔

(2) ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الانعام، ٣٠٦٩، وهو حسن۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنادیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔[۱۲۲]

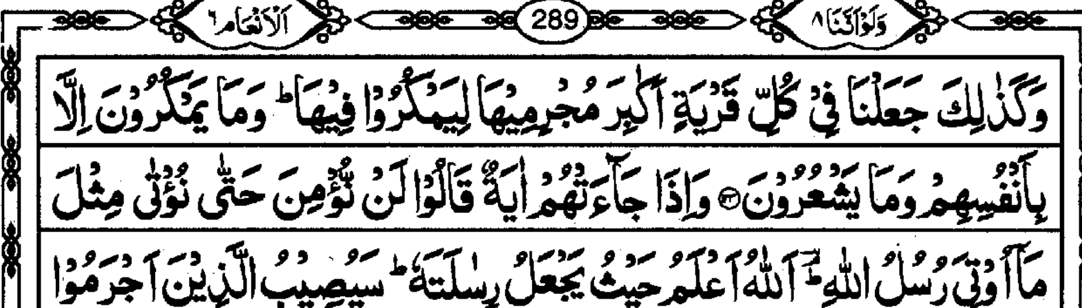
= کیا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور سعید بن جبیر سے مرسل بھی مروی ہے۔ طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لئے ہوئے کو نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریش کو کہلا بھیجا کہ حضرت محمد ﷺ سے اس بارے میں بحث کرو اور کہو کہ اپنی چھری سے قتل کیا گیا تو وہ حلال ہو گیا اور جس کو اللہ نے اپنی سنہری تلوار سے ذبح کیا یعنی میتہ تو وہ حرام ہو گیا' یہ کیسی بات ہے؟ تو یہ آیت اتری کہ شیاطین اپنے اولیا کو سکھاتے ہیں کہ تم سے لڑیں بحث و مجادلہ کریں۔ ❶ اگر تم نے ان کی بات مان لی اور میتہ کو بھی حلال سمجھنے لگے تو تم بھی مشرک قرار پاؤ گے۔ مراد یہ کہ فارس کے شیاطین قریش کو وحی بھیجتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہود کا ذکر نہیں ہے اور یہی اعتراض سے بچنے کی محفوظ صورت ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہ بھی کہ یہود تو میتہ کو پسند ہی نہیں کرتے تھے اور بعض الفاظ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے کہ تم جس کو قتل کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہوتا ہے اور جو خود بخود مر جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور نہیں ہوتا۔ اہل فارس کے سکھانے پر مشرکین نے اصحاب رسول پر جب یہ اعتراض وارد کیا تو مسلمانوں کے دلوں میں ایک شبہ جاگزیں ہو گیا' تو یہ آیت اتری اور مجادلہ کرنے والوں کی سازش کھل گئی۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ تم دعویٰ تو کرتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پسند کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے قتل کئے ہوئے کو نہیں کھاتے اور اپنے قتل کئے ہوئے کو کھاتے ہو۔ تو فرمایا کہ اگر تم ان کی دلیل کے دھوکے میں آ جاؤ گے تو تم بھی مشرک بن جاؤ گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ❷ یعنی اپنے پیشواؤں اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کی بجائے انہوں نے اپنے ارباب بنا لیا ہے اور انہیں کی عبادت کرنے لگے ہیں۔ تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! وہ ان رہبان اور احبار کی تو عبادت نہیں کرتے ہیں' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ان پیشواؤں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا اور ان لوگوں نے ان کی مان لی' تو یہی تو عبادت کرنا ہوا۔" ❸

ایمان روشنی جبکہ کفر تاریکی ہے: [آیت:۱۲۲] یہ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایمان لانے والا جو پہلے میت تھا یعنی ضلالت میں ہالک اور حیران تھا' اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا یعنی اس کے قلب کو ایمان کی دولت بخشی اور اتباع رسول ﷺ کی توفیق و ہدایت فرمائی۔ اور اس کے لئے ایک نور قرار دیا جو اس کے چلنے میں راہنمائی کرتا ہے۔ یہ نور قرآن ہے۔ یہ مؤمن اس شخص کی =

---

❶ المعجم الکبیر، ١١٦١٤، اس کی سند میں موسیٰ بن عبدالعزیز ضعیف راوی ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ❷ ۹/ التوبۃ:۳۱۔

❸ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، ٣٠٩٥، وسندہ حسن غطیف راوی ضعیف ہے۔



ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تا کہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں۔ اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔ [١٢٣] اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی جاتی ہے۔ اس موقع کو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلے میں۔ [١٢٤]

= طرح تھوڑا ہی ہو سکتا ہے جو اپنی جہالتوں اور گمراہی کی تاریکیوں میں ہو جو ان تاریکیوں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا جس سے اس کو چھٹکارا ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا' پھر ان پر نور کی بارش کی جس نے اس نور کو پالیا اس نے ہدایت پالی اور جس نے اس نور کو نہیں لیا وہ دنیا میں گمراہ رہ گیا۔'' ❶ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ پاک ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لے آئے جو ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور جنہوں نے کفر کیا ان کے اولیا شیطان ہیں جو ان کو نور سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی اہل دوزخ ہیں جو ہمیشہ اس میں رہیں گے ❷ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو سر جھکائے جھک کر ٹیڑھا ہو کر چلتا ہے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو سیدھا اور صراط مستقیم پر چلتا ہے۔ ❸ اور فرمایا دو قسم کے لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو ہیں اندھے اور بہرے اور دوسرے آنکھوں اور کان والے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم اس بات کو ذرا نہیں سمجھتے۔ ❹ اور فرمایا ''نابینا اور بینا دونوں برابر نہیں ہو سکتے اور نہ تاریکی اور نور اور نہ سایہ اور گرمی اور نہ زندہ اور مردہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے تم قبر کے مردے کو نہیں سنا سکتے۔ تم تو فقط عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہو'' ❺ اس موضوع پر بہت سی آیتیں ہیں وجہ مناسبت ان مثالوں میں نور اور ظلمات ہیں کہ اس سورت کے اول میں اسی مثال سے ابتدا ہوئی ہے۔ یعنی ﴿ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ﴾ سے ابتدا کی ہے۔

بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس مثال سے مراد دو معین شخص ہیں اور وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو گویا پہلے میت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا اور انہیں نور عطا فرمایا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے لوگوں کے اندر چلتے ہیں۔ اور کہا گیا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ لیکن جو ظلمات میں ہیں وہ اس سے نکل نہیں سکتے وہ ابو جہل یعنی عمرو بن ہشام ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے اس میں ہر مومن اور کافر داخل ہیں۔

❶ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة، ٢٦٤٢ وهو صحیح، احمد، ٢/ ١٧٦؛ ابن حبان، ٦١٦٩؛ حاکم، ١/ ٣٠؛ الشریعة للآجری، ص ١٧٥۔ ❷ ٢/ البقرة: ٢٥٧۔

❸ ٦٧/ الملك: ٢٢۔ ❹ ١١/ هود: ٢٤۔ ❺ ٣٥/ فاطر: ١٩۔٢٣۔

اور قولہ تعالیٰ ﴿كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے اعمال اچھے بنا کر ہی دکھاتا ہے اور یہ بات ان کی جہالت اور گمراہی کے سبب ہے۔

صاحب ثروت حق کا انکار کرتے ہیں: [آیت:۱۲۳۔۱۲۴] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! جیسا کہ تمہاری بستی میں بڑے بڑے لوگ مجرم اور کافر ثابت ہوئے ہیں جو خود بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے رکے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی کفر ہی کی طرف بلاتے ہیں اور تمہاری مخالفت اور عداوت میں سبقت لئے ہوئے ہیں اسی طرح تم سے پہلے بھی رسولوں سے دشمنی کرنے والے ایسے ہی دولت منداور زردار لوگ ہوا کرتے تھے پھر انہیں جو سزا ملی وہ معلوم ہی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے ایسے مجرموں کو دشمن بنا دیا تھا۔ ❶ اور فرمایا کہ جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو برباد کر دیں' تو ان کے مالداروں کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ بستی میں فساد مچائیں اور فسق و فجور کرنے لگیں۔ ❷ مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو اطاعت کا حکم کرتے ہیں لیکن وہ مخالفت کرتے ہیں بنا بریں ہم انہیں ہلاک کر دیتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم انہیں وہ امر کرتے ہیں جو ان کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے تا کہ اس میں وہ شیطنت اختیار کریں۔ اور فرمایا کہ جس بستی میں بھی ہم نے اپنا ڈرانے والا بھیجا تو سب سے پہلے وہاں کے دولت مندوں نے یہی کہا کہ ہم تو تمہیں نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تم سے اموال واولاد میں بڑھے ہوئے ہیں ہمیں عذاب نہیں ہوگا اور فرمایا کہ یہ دولت مند کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اسی ڈھنگ پر پایا اور ہم تو انہیں کے نقش قدم پر چلیں گے۔ ❸ مکر سے یہاں مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بیہودہ بکواس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں جیسے کہ قوم نوح کے بارے میں فرمایا ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝﴾ ❹ اور فرمایا کہ کاش تم دیکھتے ان ظالموں کو کہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے اپنے ساتھی سے یوں کہہ رہا ہے اور چیلا اپنے پیشوا اور تابع اپنے متبوع سے کہہ رہا ہے کہ اگر تمہارے زیر اثر ہم نہ ہوتے تو ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ تو پیشوا اور متبوع اپنے چیلوں اور تابعوں سے کہیں گے ہم نے ہدایت سے تمہیں روکا تھوڑا ہی تھا تم تو آپ گنہگار اور مجرم تھے اور یہ کہ تمہارا مشورہ تھا کہ ہم کفر اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کے لئے شریک بنائیں۔ چنانچہ اپنے ساتھ ہم کو بھی تم نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ❺ سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قرآن میں مکر سے مراد عمل ہے۔ اور فرمایا کہ نہیں چالبازی کرتے ہیں وہ مگر اپنے ہی نفسوں کے ساتھ لیکن اس بات کو وہ نہیں جانتے۔ یعنی اس چالبازی اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا وبال خود ان کی اپنی ذات پر پڑے گا جیسا کہ فرمایا کہ یہ پیشوا اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا وزن بھی اٹھائے ہوئے ہیں۔ ❻ اور فرمایا کہ گمراہ کرنے والے کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں اور جانتے نہیں کہ دوسرے کا بھی گناہ ہم لے رہے ہیں۔ ❼ اور فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جب ہماری کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ اس جیسی نشانیاں نہ پیش کرو جیسی کہ پہلے پیغمبروں نے بتائی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ رسول ﷺ کے ساتھ فرشتے بھی بطور دلیل کیوں نہیں ہوتے جیسے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لے کر آتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کا یقین نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم پر بھی فرشتے کیوں نہیں اترتے' یا یہ کہ ہم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں۔ ❽

نبی اکرم ﷺ حسب ونسب کے لحاظ سے پوری دنیا سے افضل ہیں: اور قولہ تعالیٰ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ محل رسالت کس کو بنانا چاہئے اور کون درحقیقت رسول بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں

---

❶ ٢٥/ الفرقان:٣١۔ ❷ ١٧/ الاسرآء:١٦۔ ❸ ٤٣/ الزخرف:٢٣۔ ❹ ٧١/ نوح:٢٢۔
❺ ٣٤/ سبا:٣١۔٣٢۔ ❻ ٢٩/ العنكبوت:١٣۔ ❼ ١٦/ النحل:٢٥۔ ❽ ٢٥/ الفرقان:٢١۔

کہ یہ قرآن دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیم اپنی صوابدید سے کریں گے ❶ ﴿قَرْيَتَيْنِ﴾ سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔ یہ بات وہ کمبخت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو بغاوت اور حسد کی وجہ سے اپنے سے حقیر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب یہ کافر تم کو دیکھتے ہیں تو تم کو مذاق اور ٹھٹھول میں لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کے متعلق بولتا پھرتا ہے۔ حالانکہ وہ رحمٰن کے ذکر کو بھولے بیٹھے ہیں۔ اور فرمایا کہ جب کبھی وہ تم کو دیکھتے ہیں تو مذاق میں لے اڑتے ہیں کہ کیا یہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور فرمایا کہ تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ اسی طرح کا مذاق اور استہزا کیا جاتا رہا ہے لیکن انہیں کے مذاق نے انہیں ہلاک کر دیا۔ حالانکہ ان کم بختوں کو نبی اکرم ﷺ کے فضل و شرف اور نسب کا اعتراف تھا اور آپ ﷺ کے خاندان کی شرافت اور قبیلہ کی عزت اور وطن مکہ کی بزرگی کے معترف تھے اللہ تعالیٰ اور سارے ملائکہ اور مؤمنین کی طرف سے آپ ﷺ پر درود ہو۔ حتیٰ کہ یہ لوگ آپ کے نبی ہونے کے پہلے ہی سے آپ کے ایسے معترف حسن اخلاق تھے کہ آپ ﷺ کو امین کا خطاب دے رکھا تھا۔ اور رئیس کفار ابوسفیان تک آپ ﷺ کی سچائی سے اس قدر مرعوب تھے کہ ہرقل ملک روم نے جب آپ کی بابت اور آپ کے حسب نسب کی بابت پوچھا تو کہنے لگے کہ وہ ہم لوگوں میں بہت شریف النسب ہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا اس سے پہلے کبھی جھوٹا بھی مشہور رہا ہے تو ابوسفیان نے کہا کبھی نہیں۔ ❷ غرض یہ کہ حدیث طویل ہے جس سے شاہ روم نے یہ استدلال کیا کہ وہ اچھی صفات والا معلوم ہوتا ہے یہ چیزیں تو اس کی نبوت اور صداقت کی دلیل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ پاک نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا اور بنی اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو انتخاب فرمایا۔'' ❸ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''بنی آدم کے اچھے قرن یکے بعد دیگرے آتے رہے حتیٰ کہ وہ اچھا قرن بھی آ گیا جس میں میں ہوں۔'' ❹ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے کہ ''بتاؤ میں کون ہوں؟'' لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کیں اور مجھ کو اپنی مخلوقات میں سب سے بہتر پیدا کیا اور لوگوں کو دو فریق میں تقسیم کیا اور مجھ کو اچھے فرقہ میں سے قرار دیا۔ اور جب اس نے قبائل پیدا کئے تو سب سے اچھے قبیلہ میں سے مجھے قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے گھرانے میں پیدا کیا۔ میں از روئے خاندان تم میں سب سے اچھا ہوں نیز از روئے ذات تم میں سب سے اچھا ہوں۔'' ❺ سچ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ اے محمد! دنیا بھر میں مشرق و مغرب سب میں نے چھان ڈالے لیکن محمد ﷺ سے بڑھ کر میں نے کسی کو افضل نہیں پایا اور سارے مشرق و مغرب ڈھونڈ ڈالے تو کوئی خاندان بنو ہاشم کے خاندان سے زیادہ فضیلت رکھنے والا نہ ملا۔'' ❻ ==

---

❶ ٤٣/ الزخرف:٣١۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ٧؛ صحیح مسلم، ١٧٧٣۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، وتسلیم الحجر علیه قبل النبوة، ٢٢٧٦؛ ترمذی، ٣٦١٠؛ احمد، ٤/ ١٠٧؛ مسند ابی یعلی، ٧٤٨٥؛ دلائل النبوة، ١٦٦۔

❹ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، ٣٥٥٧؛ مسند ابی یعلی، ٦٥٥٣۔

❺ احمد، ١/ ٢١٠، وسنده ضعیف۔

❻ دلائل النبوة، ١/ ١٧٦، وسنده ضعیف۔

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔[۱۲۵]

= عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے سب کے دلوں پر نظر ڈالی تو اصحاب کے قلوب کو سب کے دلوں سے اچھا پایا چنانچہ انہیں کو نبی کے وزرا اور مددگار بنایا جو نبی کے ساتھ دین کے لئے قتال کرتے ہیں پس مسلمان جس کو اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے اچھا ہوتا ہے۔ اور جس کو مسلمان برے سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی برا ہوتا ہے'' ❶ سلمان رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھنا اور ناراض نہ رہنا ورنہ تم اپنے دین سے جدا ہو جاؤ گے۔'' ''تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ سے کیسے بغض رکھوں گا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت فرمائی۔ تو فرمایا ''تم قوم عرب سے بغض رکھو گے تو گویا مجھ سے بغض رکھو گے۔'' ❷

روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ مسجد میں داخل ہو رہے ہیں پس جب ان کی طرف دیکھا تو ڈر گیا اور پوچھنے لگا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ تو کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محل نبوت و رسالت کو خوب جانتا ہے کہ کون نبوت کا مصداق بن سکتا ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ یہ رسالت کی اتباع سے تکبر اور انقیاد رسول سے غرور کرنے والوں کے لئے وعید شدید ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس حقارت اور ذلت دائمہ نصیب ہوگی۔ اسی طرح جو لوگ غرور کرتے ہیں تو قیامت کے روز اس کے نتیجہ میں انہیں ذلت ملے گی۔ جیسا کہ فرمایا ''کہ جو لوگ میری عبادت سے غرور کرتے ہیں اور منہ موڑتے ہیں وہ اوندھے منہ جہنم میں پڑے ہوں گے۔'' ❸ اور فرمایا کہ ان کے اس عمل بد کے سبب انہیں عذاب شدید لاحق ہوگا۔ کیونکہ مکر عموماً خفی ہوتا ہے۔ مکر کہتے ہیں نہایت لطیف طور پر حیلہ بازی اور مکاری کو وہ اسی کے بالمقابل قیامت کے روز پوری جزا اور پورا عذاب شدید دیے جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ﴾ لیکن اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں کسی پر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝﴾ ❹ یعنی اس روز ساری چھپی ہوئی باتیں اور سب مکنونات ظاہر ہو جائیں گی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر باغی اور غدار کے لئے قیامت میں ایک جھنڈا ہوگا اور یہ اس کی سرین سے لگا ہوگا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں غدار ہے۔'' ❺ اس میں حکمت یہ ہے کہ غدر

---

❶ احمد، ۱/ ۳۷۹ وسنده حسن، المعجم الكبير، ۸۵۸۳؛ مجمع الزوائد، ۱ / ۱۷۷؛ مسند البزار، ۱۳۰؛ مسند الطيالسي، ۲۴۶۔

❷ احمد، ۵/ ۴۴۰ وسنده ضعيف، حاكم، ۴/ ۸۶؛ مسند الطيالسي، ۶۵۸۔

❸ ۴۰/ غافر: ۶۰۔ ❹ ۸۶/ الطارق: ۹۔

❺ صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم، ۶۱۷۸؛ صحيح مسلم، ۱۷۳۶؛ ابن ماجه، ۲۸۷۲؛ ابن حبان، ۷۳۴۱؛ بيهقي، ۹/ ۱۶۰۔

چونکہ خفی ہوتا ہے لوگ اس سے آگاہ نہیں ہو پاتے اس لئے قیامت کے روز وہ ایک علم اور جھنڈا بن جائے گا جو غداری کا اعلان کرتا رہے گا۔

شرح صدر سے کیا مراد ہے: [آیت:۱۲۵] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کے لئے اس کا دل کھول دیتا ہے یعنی دین اسلام اختیار کرنا اس کے لئے سہل بنا دیتا ہے چنانچہ یہ چیز علامت ہے اس بات کی کہ اس کی قسمت میں خیر لکھی ہے جیسا کہ فرمایا کہ اسلام کے لئے جس کا دل کھل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے نور متعین کر دیا جاتا ہے ❶ اور فرمایا' لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی جو تمہارے قلوب کی زینت کا سبب ہے۔ اور کفر وفسوق وعصیان سے تمہارے دلوں میں نفرت ڈال دی ہے۔ ایسے ہی لوگ رشد وہدایت پائے ہوئے ہیں۔ ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ توحید اور ایمان کو قبول کرنے کے لئے اس کے دل میں وسعت دے دیتا ہے۔ ❸ ابو مالک اور اکثر نے کہا کہ یہی بات زیادہ ظاہر و ثابت ہے۔ ابو جعفر سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا مؤمن زیرک و دانا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ جو اکثر موت کو یاد کرتا ہے اور جو سب سے زیادہ موت کے بعد کے لئے اپنے کو تیار کرتا ہے۔'' اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اسی آیت کے بارے میں' چنانچہ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! شرح صدر کیا ہوتا ہے تو فرمایا ''ایک نور ہوتا ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے دل کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔'' یعنی انسان میں تنگ دلی باقی نہیں رہتی۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اس چیز کو کیسے پہچانیں کہ اس کو شرح قلب حاصل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کا پتہ اس بات سے چلے گا کہ کون دار الآخرت کی طرف زیادہ جھکا ہوا ہے اور دنیا کے تمتعات سے کس قدر دور رہتا ہے اور موت آنے سے پہلے ہی موت کے لئے اپنے آپ کو کس قدر تیار کر رکھا ہے۔'' ❹

قولہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ جس کو وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے دل کو بہت تنگ کر دیتا ہے۔ ضیق کا لفظ فتح ضاد اور سکون یاء کے ساتھ ہے اور اکثر لوگ تشدید یاء اور کسر یاء سے قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں لغت مثل (هَيِّـنٌ) اور (هَيْـنٌ) کے ہیں اور لفظ (حَـرِجٌ) کو بعض نے فتح حاء اور کسر راء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسری قراءت فتح حا اور فتح راسے ہے یعنی وہ گمراہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا دل ہدایت کے لئے ذرا بھی کشادہ نہیں' اس میں ایمان راہ نہیں پاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بدوی سے پوچھا کہ (حـرجة) کیا چیز ہے؟ تو کہا وہ ایک درخت ہے درختوں ہی کے درمیان ہوتا ہے نہ کوئی چرواہا اس تک پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی جانور اور نہ کوئی اور شے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافقین کا قلب بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ امر خیر کی وہاں تک رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر اسلام کو تنگ کر دیتا ہے کیونکہ اسلام تو ایک وسیع چیز ہے اور کافر کا دل تنگ ہوتا ہے کیسے سما سکے گی۔ ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ یعنی دین قبول کر لینے کے بعد تمہارے دل میں کوئی تنگی نہیں رہ سکتی اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ لیکن منافق کا دل شک میں مبتلا رہتا ہے اور (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کا اقرار اور اپنی تنگ دلی کے سبب وہ کر ہی نہیں سکتا۔ ایمان لانا اس پر اس قدر دشوار ہے جیسے کسی کو آسمان پر چڑھنا دشوار ہے کہ جس طرح ابن آدم ==

❶ ۳۹/ الزمر:۲۲۔ ❷ ۴۹/ الحجرات:۷۔ ❸ الدر المنثور، ۳/ ۳۵۶۔

❹ الطبری، ۱۲/ ۱۰۰؛ الاسماء والصفات، ۱/ ۲۵۷، اسکی سند میں ابو جعفر المدائنی متروک راوی ہے۔ امام احمد نے اسکی روایات کو موضوع، امام نسائی اور دار قطنی نے متروک قرار دیا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۲/ ۵۰۴، رقم، ۴۶۰۸) للہذا یہ روایت مردود ہے۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰۗؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا۔[۱۲۶] ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔[۱۲۷] اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں میں بڑا حصہ لیا۔ جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آ پہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ کو رہو گے ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے۔[۱۲۸]

= آسمان پر نہیں چڑھ سکتا۔ اسی طرح توحید کا عقیدہ اس کے دل میں گھر نہیں کر سکتا۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے تنگ بنایا ہو وہ کس طرح اسلام لا سکتا ہے۔ یہ ایک مثال ہے جو قلب کافر سے متعلق کہی گئی ہے کہ ایمان اس کے دل پر چڑھنا اس قدر مشکل ہے جیسے کوئی آسمان پر چڑھے اور چونکہ آسمان پر چڑھنا ممکن نہیں' اسی طرح اس کافر کا ایمان لانا ممکن نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح اس کے دل کو تنگ کر دیا' اسی طرح شیطان کو اللہ تعالیٰ اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے اس کو بھٹکاتے رہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں (رجس) کے معنی شیطان اور ہر وہ چیز جس میں کوئی خیر نہ ہو اور عذاب کے ہیں۔

قرآن' صراط مستقیم اور جنت سلامتی کا گھر ہے: [آیت:۱۲۶۔۱۲۸] اللہ تعالیٰ جب ان گمراہوں کا ذکر فرما چکا تو اب دین اور ہدایت کے شرف کو بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ تمہارے رب کا راستہ یہی سیدھا راستہ ہے ﴿مُسْتَقِيْمًا﴾ بنا بر حال منصوب ہے۔ یعنی یہ دین، اے محمد! جو ہم نے تمہیں دیا ہے یہ اس وحی کے ذریعہ ہے جس کو قرآن کہتے ہیں اور یہی صراط مستقیم ہے۔ جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تعریف میں فرمایا کہ وہ صراط مستقیم ہے حبل اللہ المتین ہے' ذکر حکیم ہے۔ ❶ اور ہم نے قرآن کی آیتوں کو نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنہیں عقل وفراست حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں نیاز مندانہ غور وفکر کرتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں' ان کے لئے قیامت کے دن جنت دار السلام ہے۔ جنت کو دار السلام کا نام اس لئے دیا گیا کہ جیسی سلامتی کی راہ وہ یہاں چلے قیامت کے دن بھی سلامتی کا گھر انہیں ملے گا۔ اللہ پاک ان کا حافظ وناصر مؤید ہے کیونکہ وہ نیک عمل کرتے تھے۔

❶ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن، ۲۹۰۶ وسندہ ضعیف، دارمی، ۲/ ۴۳۵، اس کی سند میں حارث اعور ضعیف راوی ہے (التقریب، ۱/ ۱۴۱، رقم، ۳۹)

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: اور اسی طرح بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب۔[۱۲۹]

جن و انس کا ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا اور اسکا انجام: ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد! اس دن کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ ان جن و شیاطین اور ان کے انسانی اولیا جن کی وہ دنیا میں عبادت کرتے تھے اور انہیں کے پاس پناہ لیتے تھے اور دنیا سے تمتعات کے بارے میں ایک دوسرے کو وحی بھیجتے تھے ان سب کو جمع کرے گا اور ان سے فرمائے گا کہ اے گروہ جن و شیاطین! تم نے انسانوں کو بہت بھٹکا لیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا سخت دشمن ہے اور میری عبادت کرو کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ اے لوگو! تم میں سے بہت بڑے گروہ کو ان شیطانوں نے گمراہ کر دیا ہے۔ کیا اب بھی تم کو عقل نہیں آئے گی۔ ❶ اور ان کے انسان اولیا کہیں گے کہ اے رب! بے شک تیری بات درست ہے۔ ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے تمتع حاصل کرتا رہا۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ استمتاع یہ تھا کہ شیاطین حکم دیتے تھے اور یہ نادان انسان اس پر عمل کرتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص سفر کرتا ہوا کسی وادی میں بھٹکتا تھا تو کہتا تھا کہ میں اس وادی کے سب سے بڑے جن کی پناہ لیتا ہوں۔ یہ ہوتا تھا ان انسانوں کا استمتاع۔ چنانچہ قیامت کے دن اسی کا عذر پیش کر رہے ہیں۔ اور جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انسان ان کی تعظیم کرتے تھے اور ان سے مدد طلب کرتے تھے اور انسانوں سے انہیں بزرگی ملتی تھی۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہم جنوں اور انسانوں کے سردار ہیں۔ اور تو نے جو وقت ہمارے لئے قرار دے دیا تھا اس وعدہ تک ہم پہنچ گئے' اس سے مراد موت ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب دوزخ تمہارا اور تمہارے اولیا کا ٹھکانہ ہے۔ جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی جو چاہے کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ استثنا کے معنی برزخ کی طرف رجوع کرنے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مدت دنیا کی طرف رد ہے اور بعض نے وہ باتیں کہیں جن کا بیان سورۂ ہود میں آئے گا۔ جہاں کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے' جب تک کہ زمین و آسمان رہیں گے۔ ہاں اس کے سوا اللہ تعالیٰ کچھ اور چاہے تو اس کی مرضی' وہ تو جو ارادہ کرتا ہے اپنے ارادہ کو عمل میں لانے کا حق رکھتا ہے۔ ❷ اس آیت کی تفسیر اس آیت سے ہوتی ہے کہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے مگر ہاں پھر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ یہ ایک ایسی آیت ہے کہ کسی کو بھی یہ سزاوار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر کوئی حکم لگائے اور کسی کو جنتی یا دوزخی قرار دے۔

ظالم ظالموں کا' مؤمن مؤمنوں کا دوست ہے: [آیت:۱۲۹] اللہ تعالیٰ لوگوں کو جو ایک جیسے اعمال رکھتے ہوں تو آپس میں دوست بنا دیتا ہے۔ چنانچہ مؤمن ولی ہے مؤمن کا خواہ کہیں ہو اور کیسا ہی ہو۔ اور کافر ولی ہے کافر کا خواہ کہیں کا ہو اور کسی ذات پات کا ہو۔ ایمان تمناؤں اور ظاہر داریوں کا نام نہیں۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے زبور میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں منافقین کا انتقام منافقین ہی کے ذریعہ لوں گا اور پھر اس کے بعد سارے ہی منافقین سے اور یہ قرآن میں بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے ہم اسی طرح ایک ظالم کو دوسرے ظالم کا دوست بنا دیتے ہیں یعنی جن کے ظالموں کو انسانی ظالموں کا دوست بناتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جائے تو ہم ایک شیطان کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں اور وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ ❸ =

❶ ۳۶/ یٰسٓ:۶۰، ۶۲۔ ❷ ٦/ الانعام:۱۰۷۔ ❸ ۴۳/ الزخرف:۳۶۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾

ترجمہ: اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے وہ سب عرض کریں گے کہ اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ اقرار کریں گے کہ وہ کافر تھے۔[۱۳۰]

= ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ جس نے ظالم کی مدد کی تو اسی کو ہم اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ ❶ یہ حدیث غریب ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے کہ کوئی ہاتھ ایسا نہیں جس سے بالاتر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہ ہو اور کوئی ظالم ایسا نہیں جس کو دوسرے ظالم سے سابقہ نہ پڑے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہوئے کہ جس طرح ہم نے ان نقصان یافتہ انسانوں کے دوست ان کے بہکانے والے جن و شیاطین کو بنادیا اسی طرح ظالموں میں سے بعض کو بعض کا ولی بنادیتے اور بعض بعض سے ہلاک ہوتے ہیں اور ہم ان کے ظلم و سرکشی اور بغاوت کا بدلہ بعض سے بعض کو دلاتے ہیں۔

جنوں میں نبی نہیں بلکہ ڈرانے والے آئے: [آیت:۱۳۰] روز قیامت کافر کفر کا اقرار کریں گے۔ اللہ پاک یہاں کافرین جن وانس کو متنبہ فرمار ہا ہے کہ ہم قیامت کے روز ان سے پوچھیں گے کہ کیا ہمارے رسولوں نے تمہارے پاس حق نبوت ادا کر دیا تھا۔ یہ پوچھنے کا ڈھنگ ہے جو اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ یعنی اے جن وانس! کیا تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے۔ رسول صرف انسانوں میں ہوئے ہیں جنوں میں نہیں ہوئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول بنی آدم میں ہوتے ہیں اور جنوں میں صرف ڈرانے والے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ ابن مزاحم کا خیال ہے کہ جنوں میں بھی رسول ہوتے ہیں اور اپنے دعویٰ میں اسی آیت کریمہ سے دلیل لاتے ہیں۔ لیکن یہ غور طلب بات ہے۔ کیونکہ یہ کوئی یقینی بات نہیں ہے کیونکہ کہیں بھی کسی آیت میں اس چیز کی صراحت نہیں' زیادہ سے زیادہ یہ کہ احتمال ہے اس عدم تصریح کی آیت ربانی سے یہ دلیل ہے کہ فرمایا ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ O بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ O فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O﴾ ❷ اور پھر فرمایا ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ❸ اور ظاہر ہے کہ لؤلؤ اور مرجان کھاری سمندر کے اندر ہوتے ہیں میٹھے سمندر میں نہیں ہوتے۔ چنانچہ جس طرح لولو اور مرجان کو میٹھے اور کھاری دونوں سمندروں کی طرف منسوب کیا بالکل اسی طرح رسولوں کو جن وانس دونوں کے اندر شمار کیا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بالکل یہی جواب دیا ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ رسول صرف انسانوں میں ہیں یہ قول باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ الی قولہ ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ =

❶ تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۶/ ۳) وسندہ موضوع، اس کا راوی حسن بن علی بن زکریا العدوی کذاب متروک ہے۔

❷ ۵۵/ الرحمٰن:۱۹۔۲۰۔ ❸ ۵۵/ الرحمٰن:۲۲۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں۔[۱۳۱] اور ہر ایک کے لئے درجے ملیں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔[۱۳۲]

=لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ ❶ اور ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے متعلق قولہ تعالیٰ ﴿وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ❷ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت اور کتاب کو انہیں کی ذریت میں موقوف کر دیا گیا اور کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے نبوت جن میں تھی اور ان کے مبعوث ہونے کے بعد جنوں سے منقطع ہوگئی۔ غرض یہ کہ جنوں میں ثبوت نبوت نہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ثابت ہے نہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد۔ اور فرمایا کہ تم سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجے تھے وہ بھی کھانا وغیرہ کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ اور فرمایا کہ تم سے پہلے جس قدر ہم نے رسول بھیجے وہ انہیں کے اہل وطن تھے۔ ❸ اور معلوم ہے کہ جن اس باب رسالت میں تابع انسان ہیں اور اسی لئے جنوں سے متعلق خبر دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ "جنوں کی ایک جماعت کو ہم نے تمہاری طرف پھیر دیا ہے کہ وہ قرآن سننے لگتے ہیں اور جب حاضر مجلس رہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ خاموش ہو جاؤ سننے دو اور جب قرآن ختم ہو جاتا ہے تو اپنی قوم کی طرف جا کر اللہ تعالیٰ سے انہیں ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتری ہے اور جو توریت کی تصدیق کرتی ہے اور حق باتوں اور طریق مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو لبیک کہو ان پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور عذاب الیم سے تمہیں نجات عطا کرے گا۔ اور اگر کسی نے داعی اللہ تعالیٰ کو لبیک نہیں کہا اور کا فررہ گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ عاجز نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگ بڑی گمراہی میں ہوں گے۔" ❹ ترمذی کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت فرمائی اور اس میں اس آیت کو پڑھا ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝﴾ ❺ اور فرمایا کہ "اے جن وانس کی جماعت کیا تم میں سے اللہ تعالیٰ کے رسول تمہارے پاس نہیں آئے تھے جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن میری ملاقات سے تمہیں متنبہ کرتے تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ تیرے رسولوں نے اپنی تبلیغ ہم تک پہنچا دی اور ہمیں تیری ملاقات سے ڈرایا بھی تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ یہ آج کا دن ضرور وقوع پذیر ہونے والا ہے۔" اور فرمایا حیات دنیا نے انہیں مبتلائے فریب کر رکھا تھا۔ وہ حیات دنیا میں افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے اور تکذیب رسل اور مخالفت معجزات کر کے ہلاک ہو گئے کیونکہ حیات دنیوی کی عیاشیوں اور زینت و شہوات میں گرفتار ہو گئے اور بروز قیامت وہ خود اپنے نفسوں پر گواہی دیں گے کہ ہم کافر تھے۔

عذاب اتمام حجت کے بعد آتا ہے: [آیت: ۱۳۱-۱۳۲] اللہ پاک فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا کرتا کہ تمہارا رب بستیوں کو ہلاک کرے اور ظلم سے ہلاک کرے ایسی حالت میں کہ وہ لوگ بالکل غفلت میں ہوں۔ نہیں بلکہ رسولوں کو بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے ہم نے جن وانس کے عذرات کو ختم کر دیا ہے تا کہ کوئی ظلم سے نہ پکڑا جائے اور اس کو دعوت توحید نہ پہنچی ہو۔ ہم نے لوگوں کا کوئی عذر باقی=

❶ ٤/ النسآء: ١٦٣-١٦٥۔ ❷ ٢٩/ العنكبوت: ٢٠۔ ❸ ١٢/ يوسف: ١٠٩۔ ❹ ٤٦/ الاحقاف/ ٢٩، ٣٢۔

❺ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الرحمٰن، ٣٢٩١، وهو حسن۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿١٣٣﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿١٣٥﴾

ترجمہ: اور آپ کا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھا لے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کر دے جیسا تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔[۱۳۳] جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بے شک آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔[۱۳۴] آپ یہ فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں' سو اب جلد ہی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے اس عالم کا انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔[۱۳۵]

= نہیں رہنے دیا اگر ہم نے قوموں پر عذاب بھیجا بھی تو رسولوں کو بھیج کر تکمیل حجت کرنے کے بعد جیسا کہ فرمایا کوئی بستی ایسی نہیں جہاں ہم نے کوئی ڈرانے والا رسول اپنی طرف سے نہ بھیجا ہو۔" اور فرمایا کہ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی پرستش کرو اور شیطان سے بچو جیسا کہ فرمایا کہ ہم کبھی کسی پر عذاب نازل کرنے والے نہیں جب تک کہ ان کے پاس رسول نہ بھیج دیں۔ ❶ اور فرمایا کہ "جس وقت جہنم میں لوگ جھونکے جائیں گے تو اس کے متعینہ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا کوئی ڈرانے والا تمہارے پاس نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں ضرور آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا تھا" ❷ اس موضوع سے متعلق بہت سی آیتیں ہیں۔

امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿بِظُلْمٍ﴾ دو وجوہ کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ بات اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی قوم کو اس کے شرک کے سبب اس طرح ہلاک کر دے کہ اسے اپنے شرک کی خبر بھی نہ ہو یعنی وہ عقوبت میں کبھی جلدی نہیں کرتا ہے جب تک کہ ان کے پاس رسول نہ بھیج دے جو انہیں عذاب سے متنبہ کر دے اور اللہ تعالیٰ کی حجت تمام کر دے اور روز آخرت کے عذاب سے انہیں ڈرا نہ دے۔ اگر وہ غفلت میں کسی کو پکڑتا تو وہ کہتے کہ ہمارے پاس تو کوئی بشیر اور نذیر آیا ہی نہ تھا۔ ❸ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ انہیں بغیر متنبہ کر دینے اور رسل اور آیات کے ذریعہ نصیحت کئے بغیر ہلاک نہیں کیا کرتا' ورنہ ان پر ظلم کرنا لازم آتا' اور اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ اس کے بعد ابو جعفر وجہ اول کو ترجیح دیتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی وجہ اقویٰ اور افضل ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قولہ تعالیٰ ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا﴾ یعنی ہر نیک و بد عمل کرنے والے کے بلحاظ عمل کئی مراتب و منازل ہیں کہ جس کا جیسا عمل ہے اس کے نتیجہ تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔ اگر عمل خیر ہو تو نتیجہ خیر تک اور عمل بد ہو تو نتیجہ بد تک۔ اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مطلب ہو کہ ان کافرین جن وانس کے کئی درجات ہیں اور ہر کافر کے لئے دوزخ میں اس کے حسب معصیت مدارج و منازل ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے دوگنا تین گنا عذاب ہے اور فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ مستقیم کی طرف آنے سے لوگوں کو روکا ہم عذاب پر عذاب ان کے لئے زیادہ کریں گے۔ کیونکہ وہ خود بھی کفر کرتے رہے اور لوگوں کو بھی کفر کی راہ پر لائے اور فساد برپا

❶ ۱۷/ الاسرآء:۱۵۔ ❷ ۶۷/ الملک:۸، ۹۔ ❸ ۵/ المآئدۃ:۱۹۔

کرتے رہتے تھے۔ ❶ اور اللہ تعالیٰ تو عمل کرنے والے کے عمل سے غافل نہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں جب وہ اس کی طرف لوٹیں گے تو انہیں سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے: [آیت:۱۳۳۔۱۳۵] ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد! تمہارا رب جمیع خلق سے من جمیع الوجوہ غنی ہے جمیع احوال میں سب اس کے محتاج ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ رحیم و کریم بھی ہے جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۝﴾ ❷ اگر تم اس کے اوامر ونواہی کی مخالفت کرو گے تو اگر وہ چاہے تو تم کو ہلاک و برباد کردے گا اور پھر جس قوم کو چاہے گا تمہارا جانشین بنادے گا تاکہ یہ دوسری قوم اس کی فرماں برداری کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک دوسری قوم کی ذریت سے پیدا کیا۔ وہ اس بات پر قادر ہے اس پر یہ چیز آسان ہے۔ جیسا کہ اس نے قرون اولیٰ کو ہلاک کردیا اور پھر بعد کی قوموں کو لا بسایا اسی طرح وہ اس قوم کو ہلاک کرنے اور دوسری قوم کو لانے پر قادر ہے۔ ❸ اور فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اس کے فقیر ہو اور غنی اور حمید صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ چاہے تو تم کو فنا کر کے ایک دوسری مخلوق پیدا کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر دشوار نہیں۔ ❹ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اس سے منہ پھیرو گے تو تمہاری بجائے دوسری قوموں کو بدل دے گا۔ پھر تمہارا ذکر بھی باقی نہ رہے گا۔

ابان بن عثمان اس آیت سے متعلق کہتے ہیں کہ ذریت اصل کو بھی کہتے ہیں اور ذریت نسل کو بھی کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ ﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۝﴾ یعنی اے محمد! انہیں خبر دے دو کہ امر معاد سے متعلق جس بات کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے وہ لامحالہ ہو کر رہے گی۔ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ تو اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں پھر سے زندہ کرے خواہ تم خاک کیوں نہ بن جاؤ اور تمہاری ہڈیاں تک کیوں نہ گل جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اے بنی آدم! اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو اپنے کو مردوں میں شمار کرو اللہ تعالیٰ کی قسم جس بات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ بات ہو کر رہے گی۔ تم اس پر غالب آ ہی نہیں سکتے اور اس سے بچ نہیں سکتے۔" ❺

پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور میں اپنی جگہ کرتا رہوں گا اور اس بات کو تم قریب میں جان لو گے۔ یہ بڑی سخت وعید اور زبردست تہدید ہے۔ یعنی اگر گمان کرتے ہو کہ تم ٹھیک راہ پر ہو تو اسی پر چلو اور میں بھی اپنے منہج اور اپنے طریق میں چلتا ہوں جیسا کہ فرمایا کہ "ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دو کہ تم بھی اپنا کرتے رہو اور میں بھی اپنا کرتا رہوں گا۔ تم بھی میرا انتظار کرو اور میں بھی تمہارا انتظار کرتا ہوں۔ ❻ قریب میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت کی بھلائی کس کے لئے ہے یاد رکھو ظالم کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔" اللہ تعالیٰ نے رسول سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا ان کے لئے بیسیوں شہر فتح کئے' انہیں ملکوں پر قابض و متصرف بنایا اور مخالفین کو چوٹی سے پکڑ کر نیچا دکھایا' مکے کو نبی اکرم ﷺ کے لئے فتح کرا دیا اور سب مکے والوں پر انہیں غالب کردیا اور تمام جزیرۂ عرب پر ان کا حکم نافذ ہو گیا۔ اسی طرح یمن اور بحرین پر بھی۔ اور خود انہیں کی زندگی میں یہ سب کچھ ہوا۔ اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفا رضی اللہ عنہم کے زمانے میں امصار و اقالیم بھی فتح ہونے لگے۔ جیسا کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ قوی اور عزیز ہے۔ ❼

---

❶ ١٦/ النحل:٨٨۔ ❷ ٢/ البقرة:١٤٣۔ ❸ ٤/ النسآء:١٣٣۔ ❹ ١٤/ ابراهيم:١٥، ١٦۔

❺ شعب الايمان، ١٠٥٦٤، حلية الأولياء، ٦/ ٩١، قصر الأمل لابن ابى الدنيا (١/ ٢/ ١) اسکی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ (الميزان، ٤/ ٤٩٨، رقم، ١٠٠٦) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعيفه، ٤٩٧٧)

❻ ١١/ هود:١٢١۔ ❼ ٥٨/ المجادلة:٢١۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے۔[١٣٦]

اور فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مدد کریں گے جس روز کہ ظالمین کو ان کی معذرت کوئی نفع نہ دے گی۔ ان پر لعنت ہے اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے۔ ❶ اور فرمایا ہم نے بعد الذکر زبور میں لکھ دیا تھا کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ ❷ اور رسولوں سے متعلق خبر دی جارہی ہے کہ ہم نے رسولوں کی طرف وحی بھیج دی تھی کہ ان کفار ظالمین کو ہم ہلاک کردیں گے اور پھر دنیا میں ہم تم لوگوں کو بسائیں گے۔ یہ ہماری عنایت ان لوگوں کے لئے ہے جو ہم سے ڈرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ تمہارے ایمانداروں اور صالحوں سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنا خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور جو دین کہ اس نے پسند فرمایا ہے اس پر انہیں چلائے گا اور خوف کے بعد ان کی زندگی امن سے بدل دے گا کیونکہ وہ میری عبادت کرتے ہیں اور شرک نہیں کرتے۔ ❸ اور اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اسی سرفرازی سے امتیاز خاص بخشا ہے اس کا اول و آخر شکر ہے۔

مشرک اللہ کے ساتھ غیر اللہ کا حصہ بھی نکالتے تھے: [آیت:١٣٦] یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشرکین کو ملامت کی جارہی ہے جنہوں نے کہ بدعتیں اور شرک و کفر پھیلایا اور دوسری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا' حالانکہ ہر چیز کا خالق وہی پاک پروردگار ہے اور اسی لئے فرمایا کہ یہ لوگ کھیتی کی پیداوار یا مویشیوں کی نسل سے جو کچھ پیدا کرتے ہیں تو اس میں سے ایک حصہ تو اللہ تعالیٰ کے نام کا نکالتے ہیں اور اپنے زعم باطل کی رو سے کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے نام ہے اور یہ ہمارے شرکا کے نام کا ہے لیکن جو شرکا کے نام کا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ نہیں کیا جاتا اور جو اللہ تعالیٰ کے نام کا ہے وہ شرکا کے اغراض میں خرچ کردیتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ اعدائے رب جب زراعت یا نخلستان وغیرہ کی کاشت کرتے تھے اور پیداوار اور ثمر حاصل ہوتے تھے تو اس میں سے کسی قدر حصہ اللہ تعالیٰ کا قرار دیتے اور کچھ بتوں کے نام کا۔ پس جو بتوں کے نام کا ہوتا تھا اس کو تو محفوظ کرلیتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کا کچھ حصہ اس میں سے گر جائے یا کچھ آسیب پہنچے تو اس کو بتوں کے حصہ میں شریک کر ڈالتے تھے۔ اور اگر بتوں کے لئے قرار دادہ حصہ سے پانی آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے قرار دادہ حصے تک پہنچ جاتا تو کہتے یہ تو ہمارے بت کا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حصہ کے پھل یا پیداوار گر جاتی یا بتوں کے حصے میں آکر مل جاتی تو کہتے یہ تو مستحقین کا حصہ ہے' بتوں کے حصہ میں ملا لیتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ردنہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حصہ کا قرار دیا ہوا پانی آگے بڑھ کر بتوں کی کاشت والی زمین کو سیراب کرتا تو ایسا=

❶ ٤٠/ غافر:٥١،٥٢۔ ❷ ٢١/ الانبیآء:١٠٥۔ ❸ ٢٤/ النور:٥٥۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾

ترجمہ: اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ ان کے طریقہ کو مخبوط کردیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجئے۔[۱۳۷] اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مویشی ہیں اور کھیت ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوا ان کے جن کو ہم چاہیں اور مویشی جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی اور مویشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے محض اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے طور پر۔ ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افترا کی سزا دیے دیتا ہے۔[۱۳۸]

= ہونے دیتے اور اس کو بتوں ہی کے لئے خاص کر دیتے۔ اور بحیرہ اور سائبہ اور حام اور وصیلہ جانوروں کو بتوں کے لئے مخصوص کر دیتے اور دعویٰ کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر ہم ان سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آیت مندرجہ بالا اسی مضمون پر روشنی ڈالتی ہے۔ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا کوئی جانور رہوتا اور اس کو وہ ذبح کرتے تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ بتوں کا نام بھی لیتے۔ اور بتوں کا نام اگر اس پر لیا گیا نہ ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو تو اس ذبیحہ کو نہ کھاتے اور جو بتوں کے نام کے جانور ہوں ان کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیتے صرف بتوں کا نام لیتے۔ پھر یہ آیت پڑھی ﴿سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝﴾ یعنی ان کی کیسی بری تقسیم ہے۔

پہلے تو تقسیم میں انہوں نے غلطی کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا رب ہے اور خالق ہے۔ اور پھر جو تقسیم فاسدہ کی اس کو بھی اپنی جگہ قائم نہ رکھا بلکہ اس میں بھی جور اور ناانصافی سے کام لیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے اپنے حسب انتخاب بیٹے قرار دیتے ہیں اور فرمایا کہ اللہ ہی کے بندوں کو اس کا حصہ بنا دیا انسان بڑا ناشکر گزار ہے۔ ❶ اور فرمایا کیا تمہارے لئے بیٹا اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹی۔ یہ تمہاری کیسی غلط تقسیم ہے۔ ❷

مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا: [آیت:۱۳۷۔۱۳۸] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس طرح شیاطین نے انہیں یہ بات پسندیدہ بتلائی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بتوں سے الگ ایک حصہ قرار دیں اسی طرح افلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دینا یا اپنی لڑکیوں کو سسرالی رشتہ سے عار کی بنا پر مستحسن بنانا۔ ان کے شرکا شیاطین ہیں جو انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو زندہ دفن کر دیں۔ یا تو نیت ہی ہلاک کرنے کی ہوتی تھی یا اس کو ایک مذہبی بات سمجھتے تھے اور دین ان پر مشتبہ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب کہا جاتا تھا کہ تمہارے لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس کا چہرہ ناراضی سے سیاہ پڑ جاتا' منہ بن کر رہ جاتا اور اس شرم کے مارے لوگوں سے چھپتا پھرتا۔ ❸ اور جیسا کہ فرمایا ''کیا جواب دو گے جب زندہ دفن کردہ لڑکی سے روز قیامت پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ کے بدلہ میں =

❶ ٤٣/ الزخرف:١٥۔ ❷ ٥٣/ النجم:٢٢۔ ❸ ١٦/ النحل:٥٨:٥٩۔

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر تو حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے بلاشبہ وہ حکمت والا ہے وہ بڑا علم والا ہے۔[۱۳۹]

= قتل کی گئی ہے۔" ❶ نیز وہ اس لئے بھی اولاد کو قتل کر دیتے کہ انہیں مفلسی کا خوف دامن گیر ہوتا اور انہیں پالنے میں مال کے تلف ہونے کا خوف ہوتا۔ یہ سب شیاطین کی کارستانیاں ہوتیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ یعنی جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ اس میں اس کی حکمت تامہ ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ تم اے نبی ﷺ! انہیں بھی چھوڑ دو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو بھی۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ہی تمہارا اور ان کا فیصلہ فرما دے گا۔

مشرکین کے خود ساختہ حلال و حرام: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حجر کے معنی حرام کے ہیں یعنی وہ جو بصورت وصیلہ حرام کر لیا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ مویشی اور یہ کھیتی حرام ہے ہماری مرضی کے بغیر کوئی اس کو نہیں کھا سکتا۔ یہ تحریم اور یہ سخت گیری اپنے اوپر شیاطین کی طرف سے تھی اللہ تعالیٰ کی قرار دی ہوئی نہیں تھی۔ ابن زید کہتے ہیں کہ اپنے خداؤں کی خاطر اس کو حرام قرار دے لیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ یہ تمہیں کیا ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا رزق بنایا تھا' اس کو تم نے اپنے اوپر حرام کر لیا اور حرام کو حلال کر لیا۔ ان سے پوچھو کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا حکم دیا تھا' یا یہ کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہو۔ ❷ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کی کوئی سند نہیں۔ مگر یہ کہ یہ کافر اللہ تعالیٰ پر تہمت رکھتے ہیں اور ان میں سے اکثر کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ ❸ سدی کہتے ہیں کہ بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام تو وہ جانور ہیں جن پر سواری لینا حرام قرار دیا گیا ہو۔ یا یہ کہ وہ جانور ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے نہ بوقت پیدائش نہ بوقت ذبح۔ ابو وائل نے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اس آیت میں کہ بعض مویشیوں پر سوار ہونا حرام تھا' اور بعض پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں یاد کیا جاتا تھا' اس سے کون جانور مراد ہیں۔ اس سے بحیرہ جانور مراد ہیں کہ جن پر سوار ہو کر حج کو نہیں جاتے تھے' نہ ان پر سوار ہوتے' نہ بوجھ لادتے' نہ ان کا دودھ پیتے' نہ نسل کشی کرتے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم' نہ رضا جوئی کے لئے ذریعہ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اس افترا کا انہیں بدلہ دے گا۔

مشرکین کے متعین کردہ حلال و حرام: [آیت:۱۳۹] وہ کہتے ہیں کہ جو اس مادہ کے پیٹ میں ہے وہ خالص مردوں کا حق ہے۔ اس سے مراد دودھ ہے کہ اس طرح بعض جانوروں کا دودھ عورتوں پر حرام کر دیتے اور مرد پیتے رہتے۔ اگر بکری کو کوئی نر بچہ ہوتا تو ذبح کر کے صرف مرد کھاتے عورتوں کو نہ دیتے' کہتے تم پر حرام ہے۔ اور مادہ بچہ ہوتا تو ذبح نہ کرتے بلکہ پال لیتے اور اگر مرا ہوا پیدا ہوتا تو سب مل کر کھاتے مردوں کو کھانے کی ممانعت نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ممانعت فرمائی۔ ❹ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بحیرہ جانور کا دودھ صرف مرد پیتے تھے اور کوئی جانور مر جاتا تو مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اس میں حصہ دیا جاتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے اس کذب کی قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ جیسا =

❶ ۸۱/ التکویر:۸، ۹۔ ❷ ۱۲/ یوسف:۵۹۔
❸ ۵/ المآئدۃ:۱۰۳۔ ❹ الطبری، ۱۲/ ۱۴۷۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖؗ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ: واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دی تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے طور پر بے شک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے۔[۱۴۰] اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہیں۔[۱۴۱] اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ بلا شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔[۱۴۲]

= کہ فرمایا ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝﴾ ❶ یعنی تمہاری زبانیں جو جھوٹ بکتی ہیں اس طرح نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام' تاکہ اللہ پر بہتان باندھو' جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پاتے۔ اللہ پاک بڑا حکیم ہے' اپنے افعال واقوال کے اندر۔ اور بندوں کے اچھے برے اعمال سے خوب واقف ہے وہ انہیں پوری پوری جزا دے گا۔

مشرکین عرب کی جہالت: [آیت: ۱۴۰۔۱۴۲] اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو یہ افعال کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان میں ہیں۔ دنیا میں تو اس طرح کہ اپنی اولاد کو قتل کر کے خسارے میں پڑے' ان کی دولت چھن گئی' ان پر مفلسی آ گئی۔ اور خود اپنی طرف سے جو نئی باتیں انہوں نے رائج کر دی تھیں۔ اس کی وجہ سے ان نفع بخش اشیاء سے محروم ہو گئے اور آخرت کے لحاظ سے یوں کہ سب سے برے ٹھکانے کے مستحق بن گئے۔ جیسا کہ فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کذب کا افترا کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ دنیا میں چند روزہ تمتع حاصل کر لو۔ پھر آخر تم کو ہماری طرف آنا ہی ہے اور اپنے کفر کے سبب عذاب شدید کو چکھنا ہی ہے۔ ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر تم چاہو کہ جہل عرب کو معلوم کرو تو سورۂ انعام میں ایک سو تیس آیات کے بعد (والی آیات) پڑھو ﴿قَدْ

❶ ١٦/ النحل: ١١٦۔ ❷ ١٠/ یونس: ٦٩، ٧٠۔

﴿خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ﴾ الخ۔ ❶

اللہ تعالیٰ کے بعض انعامات کا تذکرہ: زروع' ثمار اور انعام جن پر یہ مشرکین تصرف کرتے ہیں اور اپنے فاسد آرا سے اس کی تقسیم کر کے کسی کو حلال اور کسی کو حرام بنا لیتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اور یہ چھتوں اور منڈ وے والے اور بے سقف باغات جو ٹٹیوں پر چڑھے ہوئے نہیں ہیں سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ معروشات تو وہ بیلیں ہوں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی ہوں جیسے انگور وغیرہ اور غیر معروشات وہ ثمر ور درخت جو جنگلوں اور پہاڑوں میں اگ آتے ہیں' جو یکساں بھی ہوتے ہیں اور جداگانہ بھی یعنی دیکھنے میں یکساں اور ذائقہ میں جداگانہ۔ جب خوب پھل پھول جائیں تو ان کے پھل کھاؤ اور کھیت کاٹنے کے وقت غریبوں کو دینے کا جو حق ہے وہ بھی ادا کر دو۔ بعض نے اس سے زکوٰۃ مفروضہ مراد لیا ہے جب کہ وہ پیداوار ناپی یا تولی جائے تو اسی روز یہ حق ادا کر دیا جائے۔ پہلے لوگ نہیں دیا کرتے تھے۔ پھر شریعت نے دسواں حصہ مقرر کر دیا۔ اور جو خوشوں میں سے گر جائے وہ بھی مسکینوں کا حق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کی کھجوریں دس وسق سے زیادہ ہوں تو وہ ایک خوشہ مساکین کے لئے مسجد میں لا کر لٹکا دے۔'' ❷ اس حدیث کی اسناد جید اور قوی ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حبوب و ثمار کا صدقہ ہے اور زکوٰۃ کے سوا غریبوں کا ایک مزید حق ہے اور کھیت کاٹنے اور زکوٰۃ کے سوا یہ دیا جاتا تھا۔ اور جب مساکین اس روز آ جائیں تو انہیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہئے اور کہا کہ کم از کم ایک ایک مٹھی دیا جائے یہ کاشت کے روز' اسی طرح کاٹنے کے وقت بھی ایک ایک مٹھی بھر گرا پڑا بھی مساکین ہی کا حق ہے۔

ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے قبل کی بات ہے کہ مساکین کے لئے مٹھی بھر کی مقدار تھی اور جانور کے لئے چارہ تھا اور گرا پڑا بھی غریبوں کا حق تھا۔ ابن مردویہ کہتے ہیں کہ یہ چیز واجب تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور عشر یا نصف عشر کو اس کے بجائے قرار دے دیا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو منسوخ قرار دینا غور طلب بات ہے کیونکہ یہ تو ایسی چیز تھی جو اصل میں واجب تھی پھر تفصیل سے اس کا بیان کیا گیا اور یہ مقدار مقرر کی گئی کہ کتنا نکالا جائے۔ کہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ سن دو ہجری میں فرض ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کھیت کاٹ تو لیتے ہیں لیکن غریبوں کو اس میں سے صدقہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ ایک باغ والوں کا ذکر سورۂ ''ن'' میں کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ صبح ہوتے ہی جا کر کھیت کاٹ لیں گے' لیکن ان شاء اللہ نہیں کہا تھا۔ تو رات ہی اس کھیت پر ایک ہوا چلی کہ سارا کھیت برباد ہو گیا اور وہ صبح تک سوتے ہی رہے اور کھیت کے سارے ہی دروازے کالے جلے ہوئے بن گئے۔ پس جب صبح کو اٹھے تو کہنے لگے کہ سویرے سویرے کھیت کو چلو جب کہ تمہیں کھیت کاٹنا ہی ہے۔ چنانچہ وہ چلے اور چپکے چپکے بولتے جا رہے تھے کہ دیکھو یہ غریب غربا آنے نہ پائیں۔ چنانچہ صبح ہی جلدی پہنچ گئے۔ پہنچ کر جب انہوں نے اپنے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم بھٹک کر شاید دوسرے باغ میں آ نکلے ہیں۔ پھر کہنے لگے نہیں باغ ہمارا ہی ہے مگر یہ کہ ہم اس باغ سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک بہتر آدمی نے کہا۔ میں نے کیا تم سے نہیں کہا تھا پھر کیوں نہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہے۔ اب وہ کہنے لگے اے اللہ تعالیٰ تو پاک ہے۔ اس امر میں زیادتی ہماری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ اب ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور کہنے لگا افسوس ہم پر ہم نے اللہ تعالیٰ سے سرکشی کی تھی۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بھی بہتر باغ عنایت فرما دے۔ ہم اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھو عذاب دنیوی اس طرح ہوتا ہے اور

---

❶ صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب قصة زمزم وجهل العرب، ٣٥٢٤۔

❷ ابوداود، كتاب الزكاة، باب في حقوق المال، ١٦٦٢، وهو حسن؛ احمد، ٣/ ٣٥٩، ٣٦٠؛ ابويعلىٰ، ٢٠٣٨۔

عذاب آخرت تو اس سے بڑا ہے بشرطیکہ ذرا غور کریں۔ ❶

قولہ تعالیٰ ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ یعنی دینے میں حسب ضرورت سے زیادہ نہ دینے لگو۔ بعض لوگ کھیتی کٹنے کے وقت اس قدر زیادہ دے دیتے تھے کہ یہ بات اسراف میں داخل ہو جاتی' تو فرمایا کہ ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ ثابت بن قیس نے اپنے درخت خرما کے پھل اتارے اور کہہ دیا کہ آج جو بھی میرے پاس لینے آئے گا اس کو دوں گا' حتیٰ کہ اتنے لوگ آ کر لے گئے کہ ایک بھی پھل ان کے لئے باقی نہ رہا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہر بات میں اسراف سے کام لینے کی ممانعت ہے۔ ایاس بن معاویہ کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کی انجام دہی میں تجاوز سے کام لیا گیا تو وہ اسراف ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اس قدر نہ دو کہ خود محروم ہو کر بیٹھ رہو اور فقیر بن جاؤ۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ زکوٰۃ دینے سے نہ رکو ورنہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آئے گی۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہر شے میں اسراف کی مخالفت ہے لیکن سیاق آیت سے ظاہر یہ ہے کہ جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب پک جائیں تو اس کے پھل کھاؤ اور فصل کاٹنے کے وقت غریبوں کو ان کا حق بھی دے دو اور تم اس کے کھانے میں اسراف سے کام نہ لو کیونکہ زیادہ کھانے میں مضرت عقل و بدن ہے جیسا کہ فرمایا کھاؤ پیو لیکن زیادتی نہ کرو۔ ❷ صحیح بخاری میں ہے کہ کھاؤ پیو پہنو' لیکن ان باتوں میں اسراف نہ کرو اور شان نہ بناؤ۔

قولہ عزوجل ﴿مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا﴾ یعنی تمہارے لئے مویشی پیدا کر دیئے جو تمہاری بار برداری کا کام دیتے ہیں اور سواری کے کام میں آتے ہیں جیسے اونٹ ہیں۔ اور ''فرش'' سے چھوٹے مویشی مراد ہیں ❸ یا چھوٹی قامت کے اونٹ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''حمولۃ'' سے اونٹ' گھوڑے' خچر' گدھے اور ہر جانور جس پر بار برداری ہو مراد ہے۔ اور ''فرش'' سے بکرے مراد ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ بکروں کو ''فرش'' اس لئے کہا گیا ہوگا کہ وہ پست قامت ہونے کی وجہ سے گویا فرش زمین بنے ہوئے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید کا خیال ہے حمولۃ سواری کا جانور ہے اور فرش سے وہ مویشی مراد ہیں جن کو ذبح کر کے کھاتے ہیں یا ان کا دودھ پیتے ہیں بکری پر بوجھ نہیں لادا جاتا بلکہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کے بالوں سے کمبل اور فرش بنائے جاتے ہیں۔ یہی وہ معنی ہیں جو عبدالرحمٰن نے اس آیت کی تفسیر میں کہے اور یہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝﴾ ❹ یعنی کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم نے یہ چیزیں ان کے فائدے کے لئے پیدا کیں اور ان جانوروں کو بنانے میں ہمارے ہاتھوں نے کام کیا جن کے وہ مالک بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ جانور ان انسانوں کے لئے مسخر کر دیئے ہیں کہ بعض پر تو وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کو ذبح کر کے کھاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ان جانوروں میں تمہارے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ ان کے خون سے بنا ہوا دودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں یہ خالص دودھ پینے والوں کے لئے کس قدر خوشگوار ہوتا ہے اور ان کے بال تمہارے لئے لباس اور اوڑھنے کا کام دیتے ہیں اور دوسرے اغراض سے استعمال میں آتے ہیں۔ ❺ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ جانور جو تمہارے لئے پیدا کئے تم ان پر سوار ہوتے ہو' انہیں کھاتے ہو اور تمہارے لئے اور دیگر مصالح بھی ہیں۔ اور تم اپنے دلی مقاصد ان سے پورے کرتے =

❶ ٦٨/ القلم: ١٧، ٣٣۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿قل من حرم زينة الله......﴾ تعليقًا قبل حديث، ٥٧٨٣؛ نسائی، ٢٥٦٠؛ ابن ماجه، ٣٦٠٥؛ مسند الطيالسي، ٢٢٦١۔

❸ حاكم، ٢/ ٣١٧، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ وسنده ضعيف۔

❹ ٣٦/ يٰسٓ: ٧١، ٧٢۔ ❺ ١٦/ النحل: ٦٦۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِىْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ۙ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ع

ترجمہ: آٹھ نر و مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم آپ کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو۔[۱۴۳] اور اونٹ میں دو قسم اور گائے میں دو قسم آپ کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا حکم دیا تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹ تہمت لگائے تا کہ لوگوں کو گمراہ کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہ دکھائیں گے۔[۱۴۴]

= ہو۔تم ان پر سوار ہوتے ہو اور جہازوں اور کشتیوں میں بار برداری اور سواری کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی کتنی ہی نشانیاں پیش کرتا ہے۔تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نشانی کا انکار کرو گے۔ ❶

قولہ تعالیٰ ﴿كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو پھل پھلاری حبوب و زروع اور مویشی وغیرہ دیئے ہیں انہیں چاہو تو کھاؤ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور تمہارا رزق بنا دیا ہے۔اور تم شیطان کے طریق اور اوامر کی پیروی نہ کرو جیسے کہ ان مشرکین نے اتباع کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے بعض رزق کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔اے لوگو! شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔یعنی ذرا بھی سوچو تو اس کی عداوت بالکل ظاہر ہے۔تم بھی شیطان کو اپنا دشمن قرار دے لو وہ اپنا شیطانی لشکر لے کر تم پر حملہ آور ہوتا ہے تا کہ اہل دوزخ میں سے ہو جاؤ۔ اے بنی آدم شیطان تم کو فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا اور ان کا لباس ان پر سے اتروا دیا اور وہ کھلے دکھائی دینے لگے۔ ❷ اور فرمایا کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو اپنے اولیا بناؤ گے۔یہ شیاطین تو تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لئے بہت بری جزا ہے۔ ❸ قرآن کے اندر اس موضوع پر بہت کثرت سے آیتیں ہیں۔

مشرکین اور حلال و حرام میں خود ساختہ تقسیم: [آیت:۱۴۳۔۱۴۴] اسلام سے پہلے کے جاہل عربوں نے بعض مویشی اپنے اوپر حرام کر لئے تھے اور ان کی قسمیں قرار دے لی تھیں۔یعنی بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' حام وغیرہ۔جانوروں میں بھی اور زروع و ثمار میں بھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے یہ باغ اور کھیت اور یہ بار برداری اور سواری وغیرہ کے جانور سب اس نے پیدا کئے ہیں۔ پھر اقسام انعام ذکر فرمائے اور بکری کا ذکر فرمایا جو سفید رنگ کی ہوتی ہے اور بھیڑ جو سیاہ رنگ کی ان کی نر اور مادہ کا بھی ذکر کیا۔ =

---

❶ ۴۰/ غافر:۷۹۔۸۱۔ ❷ ۷/ الاعراف:۲۷۔ ❸ ۱۸/ الکھف:۵۰۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص بیتاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور الرحیم ہے۔[۱۴۵]

= پھر اونٹ نر و مادہ کا اور ایسے ہی گائے۔ اس نے ان چیزوں میں سے کسی کو حرام نہیں قرار دیا نہ ان کے بچوں کو۔ کیونکہ یہ سب بنی آدم کی غذا اور سواری' بار برداری اور دودھ وغیرہ سے استمتاع کے لئے مخلوق کیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے ان جانوروں میں سے آٹھ جوڑے تمہارے لئے اتارے۔ ❶ ﴿اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ یہ کافروں کے اس قول کا رد ہے کہ ''ان جانوروں کے پیٹ میں جو ہے وہ صرف ہم مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔'' اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے یقین سے بتاؤ کہ وہ چیزیں جن کے حرام ہونے کا تم گمان کرتے ہو' اللہ تعالیٰ نے تم پر کیسے حرام کر دیں۔ تم بحیرہ سائبہ وغیرہ کو کیوں حرام قرار دیتے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آٹھ جوڑوں میں سے دو بھیڑ اور دو بکری کے چار جوڑے ہوئے۔ فرماتا ہے کہ ان میں سے میں نے کسی کو حرام نہیں بنایا۔ اور ان کا بچہ خواہ نر ہو یا مادہ کسی کو حلال اور کسی کو حرام کیسے بنا دیتے ہو اگر تم سچے ہو تو یقین سے بتاؤ۔ یہ تو سب کے سب حلال ہیں۔ ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا﴾ انہیں ملامت کی جا رہی ہے کہ کس طرح اپنے جی سے ایک نئی نئی بات نکالتے ہیں اور خود حرام قرار دے کر اس تحریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اب جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو بھٹکائے' اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ اس کے مصداق میں عمرو بن لحی بن قمعہ کو بتایا جاتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے دین انبیا کو متغیر کر دیا تھا اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کا اعتقاد پیدا کیا تھا۔ حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ ❷

کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ کا کام ہے: [آیت:۱۴۵] اپنے رسول کو حکم فرماتا ہے کہ اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دو' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رزق کو حرام کر لیا کہ میری طرف جو وحی اتری ہے اس میں تو کہیں نہیں پاتا کہ اس کا کھانا حرام ہے کسی پر حیوانوں میں سے' سوا ان جانوروں کے جو بیان ہوئے ہیں اور کچھ حرام نہیں۔ چنانچہ اس آیت کے مفہوم کا رفع کرنے والی اس آیت کے بعد کی سورۂ مائدہ کی آیات ہیں' اور دوسری حدیثیں بھی جن میں حرمت کا بیان ہے۔ بعض لوگ اس کو بھی منسوخ کہتے ہیں لیکن اکثر متاخرین کے نزدیک یہ منسوخ نہیں۔ کیونکہ اس میں تو اصل کے جواز کو بھی رفع کرنا لازم آئے گا۔ ''دم مسفوح'' بہتے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو لوگ اس خون کو بھی لے لیتے جو رگوں میں پھر رہا ہے' جیسا کہ یہود نے کیا۔ عمران بن جریر کہتے ہیں

❶ ۳۹/ الزمر:۶۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب ﴿ماجعل الله من بحيرة ولاسائبة......﴾ ٤٦٢٤؛ صحیح مسلم، ٢٨٥٦؛ الاوائل لأبن ابی عاصم، ١٩٢؛ المعجم الكبير، ١٠٨٠٨۔

کہ میں نے ابومجلز سے خون کے بارے میں دریافت کیا یعنی اس خون کے بارے میں جو ذبیحہ کے سر اور گلے وغیرہ سے چمٹا ہوا ہو اور پکانے کی ہنڈیا کے اندر جو خون کی سرخی نمودار رہتی ہے، تو کہا اللہ تعالیٰ نے تو بہتے ہوئے خون کو منع فرمایا ہے۔ گوشت کے ساتھ اگر خون لگا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ قاسم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگلی جانور کے گوشت اور ہنڈیا کے اندر کے خون میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر پالتو گدھے کے گوشت کی مخالفت فرمائی تھی۔ تو کہا ہاں، حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی روایت کرتے ہیں۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما جو علم تفسیر کے سمندر ہیں اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ آیت پڑھ کر سناتے ہیں ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ﴾ ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل جاہلیت بعض چیزیں کھاتے تھے اور بعض کو مکروہ و ناپاک جان کر ترک کر دیتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام نازل فرمائے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتا دیا اور جن چیزوں سے متعلق کوئی حکم نہیں دیا ان کا کھانا مباح ہے اور پھر اسی آیت کا اعادہ فرمایا۔ ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی ایک بکری مر گئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بکری مر گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس کی کھال کی تم نے مشک کیوں نہ بنالی۔'' چنانچہ سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بکری مر جاتی تھی تو ہم اس کی کھال سے مشک بنا لیا کرتے تھے۔ پھر اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ میتہ اور بہتا خون اور لحم خنزیر نہیں کھانا چاہیے کہ یہ حرام ہے لیکن اگر تم نے مردار کی کھال کی دباغت دے دی تو اس کو استعمال کر سکتے ہو۔ چنانچہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اس کی کھال کی مشک بنالی جو بہت دنوں ان کے پاس رہی۔ ❸ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک آدمی نے خارپشت یعنی ساہی کے کھانے سے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی یعنی وحی میں اس کی حرمت سے متعلق کوئی ذکر نہیں، تو ایک بوڑھا جوان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ خارپشت ایک شئے خبیث ہے خبائث میں سے۔'' تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے تو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ❹

قولہ تعالیٰ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾ یعنی کوئی اگر حرام چیز کھانے پر مجبور اور مضطر ہو جائے اور وہ نہ خواہش نفس کی بنا پر ایسا کر رہا ہو اور نہ زائد از ضرورت کھاتا ہو تو اس کے لئے خیر جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، رحیم ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گزر چکی اور کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اس آیت کے سیاق سے یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ یہاں مشرکین پر رد مقصود ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر بعض چیزوں کو حرام کرنے کی بدعت رائج کر لی تھی۔ جیسے بحیرہ و سائبہ وغیرہ کی حرمت۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ''انہیں خبر کر دو کہ ایسے جانوروں کی حرمت کا تو کہیں ذکر نہیں اس لئے مسلمانوں کو ان کے کھانے سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف مردار، خون جاری اور لحم خنزیر کی ممانعت ہے اور غیر اللہ کے ذبیحہ سے منع فرمایا ہے اس کے سوا اور کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا، سکوت فرمایا تو معاف ہونا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جس کو حرام نہیں کیا تم کہاں سے اس کو حرام بنا رہے ہو۔'' اسی بنا پر =

❶ صحیح بخاري، کتاب الذبائح، باب لحوم الحمر الأنسية ٥٥٢٩۔

❷ ابوداود، کتاب الأطعمة، باب ما لم یذکر تحریمه ٣٨٠٠ وسنده صحیح، حاکم، ٤ / ١١٥۔ ❸ احمد، ١ / ٣٢٧، ٣٢٨؛ صحیح بخاري، کتاب الإیمان والنذور، باب اذا حلف ان لایشرب نبیذاً فشرب طلاً أو سکرا...... ٦٦٨٦۔

❹ ابوداود، کتاب الأطعمة، باب فی أکل حشرات الأرض، ٣٧٩٩ وسنده ضعیف، بیهقی، ٩ / ٣٢٦، اس کی سند میں عیسیٰ اور اس کا باپ نمیلہ اور ان کا شیخ یہ تینوں مجہول راوی ہیں۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾

ترجمہ: اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو۔ ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔[۱۴۶]

= دوسری چیزوں کی حرمت جیسے پالتو گدھے یا درندوں کا گوشت یا پنجہ والے پرندے جیسا کہ علما کا مشہور مسلک ہے' ان سب کی حرمت باقی نہیں رہتی۔ (یہ یاد رہے کہ ان کی حرمت قطعی ہے کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے)

حرام چیز کی خرید و فروخت بھی حرام ہے: [آیت:۱۴۶] ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے یہودیوں پر سُم والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائے اور بکرے کی چربی بھی حرام کر دی تھی۔ ہاں وہ چربی حلال تھی جو انکی پیٹھ سے یا ہڈیوں سے یا آنتوں اور معدے سے چمٹی ہوئی ہو۔ یہ سُم والے جانور مویشی اور پرندے ہیں جن کی انگلیاں کٹی کٹی اور جدا جدا نہ ہوں۔ جیسے اونٹ اور شتر مرغ' قاز اور بط۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ جانور مراد ہیں جن کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں۔ اور ایک روایت میں سعید سے یوں بھی مروی ہے کہ وہ جن کی انگلیاں متفرق ہوں جیسے مرغ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے اونٹ اور شتر مرغ مراد ہیں اور پرندے اور مچھلیاں۔ اور انہیں سے ایک روایت میں ہے کہ پرندے اور بط اور ایسے ہی جانور جن کی انگلیاں کھلی کھلی نہ ہوں۔ چنانچہ یہود ان جانوروں اور پرندوں کو کھاتے تھے جن کے پنجے کھلے ہوئے ہوں۔ اسی طرح گورخر وغیرہ بھی نہیں کھاتے تھے۔ کیونکہ اس کے پنجے بھی اونٹ کی طرح کھلے ہوئے نہیں ہوتے۔ بقر اور غنم کی چربی سے وہ چربی مراد ہے جو پٹھوں پر الگ جمع ہوتی ہے۔ یہود کہتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام چونکہ اس کو حرام سمجھتے تھے اس لئے ہم بھی حرام قرار دیتے ہیں۔ پیٹھ پر کی چربی حرام نہیں تھی۔ امام ابوجعفر کہتے ہیں کہ حوایا جمع ہے جس کا واحد حاویۃ ہے یہ پیٹ کے اندر کی چیزوں کو کہتے ہیں جیسے آنتیں اور اوجھ وغیرہ۔ یا جو ہڈیوں پر چمٹی ہوئی چربی ہو وہ بھی حلال تھی اور اسی طرح پاؤں' سینہ' سر اور آنکھ کی چربی بھی حلال تھی۔ یہ تنگی جو ہم نے ان پر کی تھی' ان کی بغاوت اور مخالفت کی سزا کے طور پر تھی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا﴾ الخ۔ یعنی جو چیزیں ان پر پہلے حلال تھیں وہ ان کی بغاوت اور راہ رب سے دوسروں کو روکنے کی سزا کے طور پر پاک چیزیں بھی ہم نے ان پر حرام کر دیں تھیں اور اس سزا میں ہم سچے اور عادل ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یعنی اے محمد! ہم نے تمہیں اس کی حرمت سے متعلق جو بتایا یہی درست ہے نہ وہ جو یہود نے گمان کر لیا ہے کہ یعقوب اس کو حرام سمجھتے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ سمرہ نے شراب بیچی ہے تو فرمایا اللہ تعالیٰ سمرہ کو ہلاک کرے کیا اسے معلوم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے کہ جن پر چربی حرام کر دی گئی تھی تو اس کو نکال کر صاف کر کے بیچ دیتے تھے۔" ❶

فتح مکہ کے دنوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار' خنزیر اور اصنام کی بیع کو بھی حرام قرار دیا ہے۔" =

❶ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب لا یذاب شحم المیتة ولا یباع ودکه، ۲۲۲۳، ۲۲۲٤؛ صحیح مسلم، ۱۵۸۲؛ احمد، ۱/ ۲۵، مسند ابی یعلی، ۲۰۰۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

ع ۱۸

ترجمہ: پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔[۱۴۷] یہ مشرکین یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا آپ فرما دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔[۱۴۸] آپ فرما دیجئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا۔[۱۴۹] آپ کہیے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس شہادت کی سماعت نہ فرمائے اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔[۱۵۰]

= تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! میتہ کی چربی سے کھال کو روغن دیتے ہیں کشتیوں پر یہ چربی مرتے ہیں اور اس کو جلا کر روشنی حاصل کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں یہ حرام ہے۔'' ❶ پھر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے کہ جب ان کی چربی حرام کر دی گئی تو وہ اسے صاف کر کے بیچنے لگے اور اس کی قیمت کھانے لگے۔'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کا کھانا حرام ہے اس کو بیچ کر نفع اٹھانا بھی حرام ہے۔'' اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی یوں مروی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ مریض تھے ہم عیادت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے اور عدنی چادر سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے چادر ہٹا دی اور فرمایا کہ ''یہود پر چربی حرام ہوئی تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے لگے اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے'' ❷ جس کا کھانا حرام ہے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام، ۲۲۳۶؛ صحیح مسلم، ۱۵۸۱؛ ابوداود، ۳۴۸۶؛ ترمذی، ۱۲۹۷؛ ابن ماجه، ۲۱۶۷؛ احمد، ۳/ ۳۲۴؛ مسند ابی یعلی، ۱۸۷۳؛ ابن حبان، ۴۹۳۷۔

❷ حاکم، ۴/ ۱۹۴، امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وسنده ضعیف، اعمش مدلس ہے۔

اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔" ❶

اللہ کی رحمت کی امید اور عذاب الٰہی سے ڈرنے کا حکم: [آیت:۱۴۷۔۱۵۰] اے محمد! تمہارے مخالف یہود اور مشرکین وغیرہ اگر تمہیں جھٹلاتے ہیں تو کہہ دو کہ تمہارا رب بڑی رحمت والا ہے۔ یہ اس بات کے لئے ترغیب ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت واسعہ طلب کرو تا کہ انہیں اتباع رسول کی توفیق ہو جائے کیونکہ اگر وہ رحمت نہ کرے تو مجرموں سے عذاب الٰہی کو کوئی نہیں لوٹا سکتا۔ یہاں ترہیب وتخویف ہے کہ مخالفت رسول نہ کرو ورنہ اس کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب وتخویف دونوں کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اس سورت کے آخر میں ہے کہ اللہ سریع العقاب ہے اور غفور ورحیم ہے۔ ❷ اور لوگوں کے گناہوں پر ان کو بخشنے والا بھی ہے اور شدید العقاب بھی ہے۔ ❸ اور میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں رحم کرنے والا بھی ہوں اور میرا عذاب بڑا سخت عذاب ہوتا ہے۔ ❹ اور اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا اور پھر شدید العقاب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ پیدا بھی اسی نے کیا اور واپس بھی اسی کی طرف جانا ہے وہ غفور بھی ہے اور مہربان بھی ❺ اس مضمون سے متعلق بہت سی آیات ہیں۔

مشرکین کا ایک بلا دلیل دعویٰ: یہاں ایک مناظرہ کا ذکر ہے اور مشرکین کا ایک شبہ ذکر کیا گیا ہے جو وہ اپنے شرک اور حلال کو حرام کر لینے سے متعلق رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے شرک اور ان کی تحریم سے انہیں آگاہ فرما رہا ہے۔ وہ یہ شبہ تھا کہ وہ ہمارے دل کو بدل سکتا تھا ہم کو ایمان کی توفیق دے سکتا تھا اور حاجب ہو کر ہم کو کفر سے روک سکتا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ اس کی مشیت اور اس کا ارادہ ہی ایسا ہے اور وہ ہمارے اس کام سے راضی ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگے ﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا﴾ الخ۔ یعنی اگر اللہ نہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے اسلاف، نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دے لیتے۔ اسی طرح وہ کہتے تھے ﴿لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ﴾ ❻ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ﴿كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ یعنی اسی شبہ کے سبب پہلے کے لوگ بھی گمراہ ہوتے رہے اور یہ بڑی ہی پست اور باطل اور طفلانہ حجت ہے اگر یہ صحیح ہوتی تو ان کے اسلاف پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی نہ آتا اور وہ ہلاک نہ کئے جاتے اور مشرکین کو انتقام کا عذاب نہ چکھنا پڑتا۔ اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ تم کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ تمہارے ان کاموں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اگر اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے تو ظاہر تو کرو تم بھلا اس کا کیا ثبوت دے سکتے ہو۔ تم فقط اپنے قیاس اور ایک ظن باطل کی پیروی کر رہے ہو۔

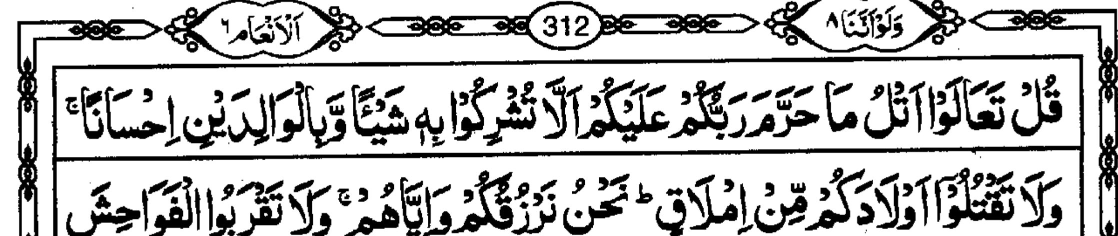
ظن سے یہاں مراد اعتقاد فاسد ہے۔ تم فقط اٹکل چلا رہے ہو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان لگا رہے ہو۔ یہ مشرکین کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی جو عبادت کرتے ہیں تو اس سے فقط اللہ تعالیٰ کے پاس تقرب تلاش کرنا مقصد ہوتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے انہیں تقرب حاصل نہیں ہو گا۔ ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا﴾ ❼ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہم چاہتے تو وہ سب ہدایت پر متفق ہو جاتے۔ کہہ دو کہ حجت بالغہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اگر وہ چاہے تو سب ہدایت یافتہ بن جائیں۔ اے محمد ﷺ! تم کہہ دو کہ اس کی حجت حجت بالغہ ہے اور حکمت حکمت تامہ ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون ضلالت کا۔ ہر چیز اس کی قدرت اور ارادت میں ہے وہ مؤمنین سے راضی ہے اور کافروں سے ناراض ہے اگر وہ چاہتا تو سارے اہل زمین بھی ایمان لے آتے' ❽ اگر وہ چاہتا تو =

---

❶ ابوداود، کتاب البیوع، باب فی ثمن الخمر والمیتة، ۳۴۸۸، وسنده صحیح۔

❷ ٦/ الانعام:١٦٥۔ ❸ ١٣/ الرعد:٦۔ ❹ ١٥/ الحجر:٤٩۔

❺ ٨٥/ البروج:١٢۔١٤۔ ❻ ٤٣/ الزخرف:٢٠۔ ❼ ٦/ الانعام:١٥٧۔ ❽ ١٠/ یونس:٩٩۔



قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْــًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو ہم تم کو اور ان کو رزق دیں گے اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہو اور خواہ پوشیدہ ہو اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔[۱۵۱]

= سب کو ایک ہی قوم اور ایک ہی ملت بنا دیتا۔ اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا کہ میں جہنم جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ بغاوت کرنے کے لئے کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے پاس گواہ ہیں تو انہیں لا حاضر کرو جو اس بات کی گواہی دیں کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں حرام کر دی تھیں اور اگر ایسے جھوٹے گواہ وہ لا ئیں بھی تو اے نبی تم ایسی گواہی نہ دینا کیونکہ ان کی یہ شہادت بالکل کذب اور مکاری ہے ان لوگوں کا ساتھ نہ دو جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں' آخرت پر ایمان نہیں لاتے' اپنے رب سے اعراض کر کے اس کے لئے شریک و عدیل قرار دیتے ہیں۔

اہم اخلاقی اور معاشرتی وصیتیں: [آیت:۱۵۱] ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو نبی اکرم ﷺ کی آخری وصیت کو دیکھنا چاہتا ہے وہ مندرجہ بالا آیتوں کو پڑھے۔ ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سورۂ انعام میں چند آیات محکمات ہیں اور وہ ام الکتاب ہیں۔ پھر ﴿قُلْ تَعَالَوْا﴾ والی آیتیں پڑھیں۔ ❷ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میں سے کون مجھ سے تین باتوں کا وعدہ کرے گا پھر آپ ﷺ نے ﴿تَعَالَوْا﴾ والی آیتیں آخر تک پڑھیں۔ جو ان باتوں کی قرار واقعی تعمیل کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہے اور جو تعمیل میں کوتاہی کرے گا تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس کو عقوبت دے اور اگر امر عقوبت کو آخرت تک اٹھا رکھے تو اس وقت اس کی مرضی چاہے عذاب دے چاہے معاف کر دے۔'' ❸ اس کی تفسیر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ! ان مشرکین سے کہہ دو جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام بنا دیتے ہیں اور اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں' یہ شیاطین کے بہکا دے ہیں اور ان کی من گھڑت باتیں ہیں تو ان سے کہہ دو کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے کن باتوں کو حرام بتایا ہے۔ میں یہ اٹکل اور ظن سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ آیت کا سیاق عبارت بتا رہا ہے کہ یہاں ﴿اَوْصَاكُمْ﴾ کا لفظ محذوف ہے یعنی (اَوْصَاكُمْ اَنْ

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الانعام، ۳۰۷۰، وسندہ ضعیف داؤد راوی کے عدم تعین کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ ❷ حاکم، ۲/ ۳۱۷۔ ❸ حاکم، ۲/ ۳۱۸۔

لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ) اور اسی لئے آخر آیت میں فرمایا ﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ خوش خبری دی کہ جو مر جائے اور اس نے شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں' زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ تیسری بار کے پوچھنے پر جبرائیل علیہ السلام نے کہاں ہاں اگرچہ شراب بھی پی ہو۔" ❶ بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تین دفعہ سوال کرنے والے خود ابوذر رضی اللہ عنہ تھے اور تیسری دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "ہاں ابوذر کی ناک نیچی' خواہ زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔" ابوذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث سناتے تو حدیث پوری کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ بھی ضرور فرما دیتے کہ "ابوذر کی ناک نیچی ہو۔" ❷ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے امید قائم رکھے گا اور دعا مانگتا رہے گا' میں تجھے بخشتا رہوں گا جو کچھ تجھ سے گناہ ہو اور میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے۔ اگر تو میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں بھی زمین بھر کر مغفرت دوں گا بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو اگر تیری خطائیں آسمان بھر کے برابر بھی ہوں اور تو نے مغفرت مانگی ہو تو میں مغفرت دوں گا۔" ❸

قرآن سے اس کی شہادت یوں ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو نہیں بخشے گا باقی سب گناہوں کو چاہے تو بخش دے۔ ❹ حدیث میں ہے "جس نے شرک نہ کیا اور توحید کا قائل رہا اور مر گیا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔" ❺ آیات اور احادیث اس مضمون سے متعلق بہت ہیں۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ "شرک اختیار نہ کرو خواہ تمہارے ٹکڑے کر دیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔" ابن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات خصلتوں کی وصیت فرمائی کہ "خواہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاؤ مگر شرک نہ کرو۔" ❻

پھر ارشاد ہے کہ والدین کے ساتھ بہت نیکی برتو۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہارے رب کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ عموماً اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ والدین سے احسان کرنے کو بھی متصل ہی بیان فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ میرا اور اپنے والدین کا احسان مانو تم کو میری طرف آنا ہے۔ اگر تمہارے والدین تم کو اس بات پر مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک بناؤ جو تمہارا عقیدہ ہی نہیں ہے تو ان کی بات نہ سننا لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ جاری رکھو اور جو میری طرف رجوع ہیں' ان کی پیروی کرو! تم کو میری ہی طرف لوٹنا ہے جہاں میں تم کو تمہارے سارے اعمال سے باخبر کروں گا۔ ❼ چنانچہ والدین کے مشرک ہونے پر بھی والدین کے حسب حال ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل سے یہ بھی وعدہ لیا تھا کہ توحید اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ نیک سلوک بھی ضروری ہے۔ ❽

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب المکثرون هم المقلون، ٦٤٤٣؛ صحیح مسلم، ٩٤۔

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض، ٥٨٢٧؛ صحیح مسلم، ٩٤؛ احمد، ٥/ ١٦٦۔

❸ احمد، ٥/ ١٧٢؛ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ دارمی، ٢/ ٣٢٢، ترمذی، کتاب الدعوات، باب الحدیث القدسی (یاابن آدم إنك ما دعوتنی......) ٣٥٤٠، عن انس رضی اللہ عنہ وسنده حسن اور اس معنی کی روایت صحیح بخاری، ١٢٣٨؛ صحیح مسلم، ٩٢ میں بھی موجود ہے۔ ❹ ٤/ النسآء:٤٨۔

❺ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لایشرك باللہ شیئا دخل الجنة...... ٩٤۔

❻ حسن روایت ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ٦، ص١١۔ ❼ ٣١/ لقمان:١٤۔١٥۔ ❽ ٢/ البقرة:٨٣۔

اس مضمون پر بہت آیتیں ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔'' میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل؟ فرمایا ''والدین کے ساتھ نیک سلوک۔'' میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا ''جہاد فی سبیل اللہ'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں مزید سوال کرتا تو حضرت مزید جواب دیتے۔ ❶ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اے ابن صامت! اپنے والدین کی اطاعت کرو اگر وہ تمہیں یہ بھی حکم دیں کہ ساری دنیا جہان بھی ہمیں دے دو تو دے دو۔'' ❷ اس کی اسناد ضعیف ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

جب والدین اور اجداد کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی تو اب بیٹوں اور پوتوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ شیاطین کے بہکانے سے مشرکین اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور عار و ننگ کی بنا پر لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور بعض وقت لڑکوں کو فقر و تنگ حالی کے خوف سے مار دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''سب سے بڑا گناہ تو اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے۔ حالانکہ یہ شریک خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا پھر کونسا گناہ؟ تو فرمایا کہ ''لڑکوں کو مار ڈالنا اس خوف سے کہ انہیں بھی اپنے ساتھ شریک غذا بنانا پڑے گا۔'' پوچھا گیا پھر کونسا گناہ؟ فرمایا ''اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ❸، ❹ الخ۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو نہیں ملاتے اور اللہ تعالیٰ نے جس جان کی عزت کی ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق بات پر اور جو زنا نہیں کرتے۔ مذکورہ فقیر کو ''املاق'' کہتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رزق تو ان کو اور تم کو ہم ہی دیتے ہیں۔ رزق کی ابتدا میں ان بچوں کا نام لیا کیونکہ اہتمام انہیں سے مقصود تھا۔ یعنی ان کو رزق پہنچانے کے سبب محتاج ہو جانے سے نہ ڈرو کیونکہ سب کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ لیکن یہاں چونکہ فقر حاصلہ موجود ہے اس لئے فرمایا کہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اس لئے کہ یہاں اہم یہی بات ہے کہ تمہارا رزق ہمارا ہی دیا ہوا ہے اس لئے اپنے رزق سے خوف نہ کرو۔

قولہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ یعنی فواحش کے قریب بھی نہ جانا خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن میں۔ جیسا کہ فرمایا کہہ دو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! رب نے فواحش ظاہری و مخفی سب کو حرام قرار دیا ہے۔ اور گناہ اور بغاوت سے بچو جو خلاف حق ہے اور شرک سے بچو جس کی کوئی سند نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرنے سے بچو جن کو تم نہیں جانتے۔ ❺ ﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾ ❻ میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اس نے سارے ظاہر و باطن فواحش حرام کر دیئے ہیں۔'' ❼ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو تلوار سے اسے قتل ہی کر دوں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ ''تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے اسی لئے =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب البر والصلة، ٥٩٧٠؛ صحیح مسلم، ٨٥؛ ترمذی، ١٧٣؛ احمد، ١/ ٤٥١؛ ابن حبان، ١٤٧٧۔ ❷ حسن ہے۔ دیکھئے صفحہ گزشتہ حاشیہ: ٦۔ ❸ ٢٥/ الفرقان: ٦٨۔

❹ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فلا تجعلوا للّٰه اندادا﴾، ٧٥٢٠؛ صحیح مسلم، ٨٦؛ احمد، ١/ ٤٣٤؛ ترمذی، ٣١٨٣؛ ابن حبان، ٤٤١٤۔ ❺ ٧/ الاعراف: ٣٣۔ ❻ ٦/الانعام: ١٢٠۔

❼ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب قوله تعالیٰ ﴿ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن﴾ ٤٦٣٤؛ صحیح مسلم، ٢٧٦٠؛ ترمذی، ٣٥٣٠؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ١١١٧٣؛ احمد، ١/ ٣٨١، ابن حبان، ٢٩٤۔

وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا بِالَّتِيۡ هِيَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ۚ وَاِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ۚ وَبِعَهۡدِ اللّٰهِ اَوۡفُوۡا ؕ ذٰلِكُمۡ وَصّٰىكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ۝

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے اور ناپ تول پوری پوری کیا کرو' انصاف کے ساتھ۔ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو' ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔ [۱۵۲]

= سارے فواحش اس نے حرام کر دیئے ہیں۔'' ❶ اور اسی سند سے مروی ہے کہ میری امت کی عمر ساٹھ اور ستر کے مابین ہے۔ ❷
قولہ تعالیٰ کسی نفس کو قتل نہ کرو جب تک کہ بربناء حق نہ ہو۔ حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے' جب ان کو باغی قاتلوں نے گھیر رکھا تھا' فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ''تین باتوں کے بغیر کسی مسلمان کا خون روا نہیں۔ جب کہ اسلام لانے کے بعد پھر کافر ہو گیا ہو۔ یا شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کیا ہو۔ یا کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو' یعنی بغیر قصاص کے۔'' پس اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے کبھی زنا نہیں کیا' نہ جاہلیت کے زمانہ میں نہ اسلام میں۔ اور کبھی میری یہ خواہش نہ رہی کہ اسلام لانے کے بعد پھر اپنا دین بدل دوں اور نہ میں نے کبھی کسی کو قتل کیا ہے پس تم مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو۔ ❸ جس غیر مسلم سے معاہدہ ہو چکا ہو' اور جس حربی کو اسلامی شہر میں رہنے کے لئے امن دیا گیا ہو' اس کو قتل کی سخت ممانعت اور زجر و وعید آئی ہے۔ جو کسی پیمان بستہ کو قتل کریگا تو جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ سکے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت کی راہ سے بھی پہنچتی ہے۔ ❹ جو کسی معاہد کو قتل کرے گا جس کے لئے۔ امن کے ذمہ دار بن چکے ہیں اور جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری میں آ کر ذمی بن چکا ہو تو اس کے قاتل کو جنت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی۔ ❺ اور قولہ ﴿ ذٰلِكُمۡ وَصّٰىكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ ﴾ یہ ہیں وہ وصیتیں جو تمہیں کی گئیں' کیا عجب تمہیں کچھ عقل آ جائے۔

چند اور مفید ہدایات: [آیت:۱۵۲] جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یتیم کا مال نہ کھاؤ تو جس کے گھر کوئی یتیم رہتا تھا اس نے یتیم کا کھانا پینا اس ڈر کے مارے کہ کہیں اس کا طعام میرے کھانے میں نہ آ جائے اپنے کھانے پینے سے جدا کر دیا اور یتیم کی غذا کھا پی کر بچنے لگی تو وہ اسی کے لئے اٹھا کر رکھی جانے لگی تا کہ وہ دوبارہ کھائے' یا یہ کہ وہ سڑ کر خراب ہو جاتی تھی۔ یہ بات دونوں کے لئے =

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((لا شخص اغیر من الله)) ۷۴۱۶؛ صحیح مسلم، ۱۴۹۹، الأسماء والصفات، ۶۳۰۔ ❷ ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی اعمار هذه الامة...... ۲۳۳۱، وسنده حسن۔
❸ ابوداود، کتاب الدیات، باب الامام یامر بالعفو فی الدم، ۴۵۰۲؛ ترمذی ۲۱۵۸ وسنده صحیح، نسائی، ۴۰۲۴؛ ابن ماجه، ۲۵۳۳؛ مسند الطیالسی، ۷۲؛ احمد، ۱/ ۶۱۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب الجزیة، باب اثم من قتل معاهدا بغیر جرم، ۳۱۶۶؛ ابن ماجه، ۲۶۸۶؛ احمد، ۲/ ۱۸۶۔ ❺ ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فیمن یقتل نفسا معاهداً، ۱۴۰۳ وهو صحیح، ابن ماجه، ۲۶۸۷؛ مسند ابی یعلی، ۶۴۵۲۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے جدا کر دیں گی اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔[۱۵۳]

= گراں اور تکلیف دہ تھی اس کا ذکر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے پاس سے وحی نازل ہوئی کہ یتیموں کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں' کہہ دو کہ خیر کی جو بات ہے وہ ان کی خیر خواہی ہے اس لئے اگر تم ان سے مل جل کر اور غذا ایک ساتھ ملا کر پکاؤ کھاؤ تو کوئی حرج نہیں وہ تمہارے ہی تو بھائی ہیں حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں۔ ❶ سدی نے اس کی مدت ۳۰ سال' ۴۰ سال بلکہ ۶۰ سال تک بھی قرار دی ہے اور یہ باتیں یہاں بعید از مبحث ہیں۔ اور پیمانہ اور ترازو کو انصاف کے ساتھ استعمال کرو۔ فرمان الٰہی ہے کہ لین دین میں عدل برتو۔ اس کا لحاظ نہ رکھنے پر سخت وعید ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہلاکت ہے ان ناپنے والوں پر کہ جب ناپ کر لیتے ہیں تو بھرپور ناپ کے ساتھ' اور جب ناپ یا تول کر دوسروں کو دیتے ہیں تو بے ایمانی کرتے ہیں کیا انہیں خبر نہیں کہ قیامت کے روز اٹھائے جانے والے ہیں اور اللہ کا سامنا کرنا ہے۔ ❷ پہلی ایک قوم اسی لئے تباہ و ہلاک ہوئی تھی کہ ناپ تول میں بے ایمانی کرنے لگی تھی۔ وقولہ تعالیٰ ﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتے۔ جس نے اداء حق میں پوری کوشش کر لی پھر بھی کوتاہی ہو گئی تو کوئی حرج نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کے بارے میں کہ ناپ تول میں انصاف سے کام لو فرمایا کہ ''جس نے صحت نیت کے ساتھ ناپا اور تولا اور اللہ تو نیت کو جانتا ہے تو اس سے کوئی مواخذہ نہیں۔'' ❸ لفظ وسعت کی یہی تاویل ہے۔ اور یہ ارشاد کہ جب بولو تو انصاف کا پاس رکھو اگرچہ کسی عزیز قریب ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو جیسا کہ فرمایا کہ اے ایمان والو عدل و انصاف کے ساتھ شہادت پر قائم رہو۔ ❹

اسی طرح سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فعل اور قول میں عدل کا حکم دیتا ہے چاہے قریب کے لئے ہو یا بعید کے لئے' اللہ پاک ہر ایک کے لئے اور ہر وقت اور ہر حال میں عدل کا حکم دیتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نصیحت کی ہے اس کو پورا کرو اس کا ایفا اس طرح ہے کہ اس کے امر و نہی میں اس کی اطاعت کرو اور اس کی کتاب اور سنت رسول پر عمل کرو۔ یہی وفا بعہد اللہ ہے۔ اس کی نصیحت تم کو اللہ تعالیٰ نے کی ہے ممکن ہے کہ تم پند حاصل کرو اور ماسبق کی برائیوں سے باز آ جاؤ۔ بعض لوگ ﴿تَذَّكَّرُوْنَ﴾ کے ذال کو تشدید سے پڑھتے ہیں اور بعض تخفیف سے۔

ہدایت کا راستہ' اللہ اور رسول کی اطاعت ہے: [آیت:۱۵۳] ارشاد ہے کہ ادھر ادھر کے دوسرے راستوں پر نہ چل پڑو ورنہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹ جاؤ گے۔ اور دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ ❺ اس قسم کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ مومنین کو حکم دے رہا ہے کہ جماعت کو نہ چھوڑو۔ جماعت میں افتراق اور اختلاف سے بچو۔ پہلے کے لوگ دین کے بارے میں لڑائی جھگڑے =

❶ ابو داود، کتاب الوصایا، باب مخالطة الیتیم فی الطعام، ۲۸۷۱ وسندہ ضعیف، نسائی، ۳۶۹۹؛ حاکم، ۲/ ۲۷۸۔
❷ ۸۳/ المطففین:٦١۔ ❸ الدر المنثور، ۳/ ۱۰۵ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔
❹ ٤/ النسآ:۱۳٥۔ ❺ ٤٢/ الشوریٰ:۱۳۔

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾ وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾

ترجمہ: پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جائے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لائیں۔[۱۵۴] اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔[۱۵۵]

= خصومات اور اختلافات بہت پیدا کرتے تھے اور اسی سے تباہ ہوئے۔ ❶

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ "یہ ہے اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ۔" پھر دائیں بائیں اور خطوط کھینچے اور فرمایا یہ "وہ راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور اپنی طرف بلا رہا ہے۔" پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا﴾ الخ۔ ❷ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے زمین پر اس طرح ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ "یہ تو ہوا اللہ تعالیٰ کا راستہ" پھر سیدھی طرف دو خط اور بائیں طرف دو خط کھینچے اور فرمایا یہ "سب شیطان کے راستے ہیں' پھر بیچ کے خط پر انگلی رکھی" اور یہی آیت تلاوت فرمائی کہ ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا﴾ ❸ ایک آدمی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ "صراط مستقیم" کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے پاس جگہ دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں گویا جنت پر ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدھی طرف بھی راستے بنے ہوئے ہیں اور بائیں طرف بھی ان پر لوگ متمکن ہیں جو لوگ ان کے پاس سے گزرتے ہیں وہ انہیں بلاتے ہیں جو ان کے بلائے ہوئے راستوں پر ہولیا وہ دوزخ میں پہنچ گیا اور جو سیدھا راستہ لئے ہوئے رہا وہ جنت تک پہنچ گیا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ ❹

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال پیش کی ہے۔ اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں ان میں کھلے دروازے لگے ہوئے ہیں دروازوں پر پردے لٹکے ہیں اور سیدھے راستے کے دروازے پر ایک داعی الی اللہ بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے لوگو! آؤ سیدھے راستے کے اندر داخل ہو جاؤ ادھر ادھر بھٹکو نہیں۔ اور ایک داعی دروازے کے اوپر بیٹھا بلا رہا ہے جب کوئی انسان ان دوسرے دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولتا ہے تو کہتے ہیں کہ تجھ پر افسوس اسے نہ کھول۔ اگر اسے کھولے گا تو اس میں داخل ہی ہو جائے گا۔ اب یہ سیدھا راستہ تو اسلام کا ہے اور دیواریں حدود اللہ ہیں اور یہ کھلے دروازے اللہ تعالیٰ کے محارم ہیں اور یہ راستے کے سرے پر بیٹھنے والی چیز کتاب اللہ ہے اور دروازے کے اوپر بیٹھا ہوا شخص انسان

❶ الطبری، ۱۲/ ۲۲۹۔ ❷ احمد، ۱/ ٤٦٥ وسندہ حسن، حاکم، ۲/ ۲۳۹، ۳۱۸۔
❸ ابن ماجہ، کتاب السنة، باب اتباع سنة رسول الله ﷺ ۱۱، وسندہ ضعیف مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔ احمد، ۳/ ۳۹۷۔
❹ الطبری، ۱۲/ ۲۳۰۔

کا اپنا ضمیر ہے جو برے کاموں سے اس کے دل میں خلش پیدا کرتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کا واعظ ہے۔" ❶ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "کوئی ہے جو مجھ سے ان تین آیتوں کے بارے میں عہد کرے۔" پھر ﴿تَعَالَوْا﴾ والی آیت تلاوت فرمائی اس کی تینوں آیتیں پڑھنے کے بعد فرمایا "جس نے ان کا حق ادا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر مقرر ہو چکا اور جس نے اس کی تعمیل میں کوتاہی کی دنیا میں اس کو عقوبت مل گئی اور نہ ملی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ تو سزا دے گا ورنہ معاف کر دے گا۔" ❷

تورات اور قرآن اللہ کا نازل کردہ ہے: [آیت:۱۵۴۔۱۵۵] ﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى﴾ کی تقدیر یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! ہم سے متعلق پھر یہ کہہ دو کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی' بدلالتہ قول ﴿قُلْ تَعَالَوْا﴾ لیکن یہ غور طلب ہے۔ ﴿ثُمَّ﴾ یہاں صرف عطف خبر بعد خبر کے لئے ہے ترتیب بتانے کے لئے نہیں ہے۔ (ثم کا حرف عموماً ترتیب بتانے کے لئے آیا کرتا ہے۔)

یہاں جب اللہ پاک اپنے قول ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا﴾ کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدح توریت پر ثم کے ذریعہ عطف فرماتا ہے کہ اب تمہیں ہم یہ خبر بھی دیتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی تھی۔ اکثر جگہ اللہ پاک قرآن اور تورات کا ایک جگہ یعنی متصلاً ذکر فرماتا ہے جیسے کہ فرمایا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب امام و رحمت تھی اور یہ تمہاری کتاب قرآن زبان عربی میں اس کی تصدیق کرتی ہے۔ ❸ اور اس سورت کی ابتدا میں فرمایا پوچھو وہ کتاب جو موسیٰ کو ہم نے دی جسے ہم نے لوگوں کے لئے نور اور ہدایت بنا کر پیش کیا تھا وہ کس نے اتاری تھی جس کو تم کاغذوں میں لکھتے ہو جس میں سے کچھ چھپا ڈالتے ہو اور کچھ رہنے دیتے ہو۔ ❹ پھر اس کے بعد ہی فرمایا کہ اس کتاب قرآن کو ہم نے مبارک بنا کر پیش کیا ہے۔ اب مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے کہ جب ہمارے پاس سے حق یعنی قرآن انہیں پیش کیا گیا تو کہنے لگے کہ ویسی کتاب کیوں نہ دی گئی جیسی موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے ساتھ کیا کفر نہیں کیا تھا اور کیا یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ دونوں تو جادوگر ہیں جو آ دھمکے ہیں' ہم تو انہیں نہ مانیں گے۔ ❺ اور جنوں سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جنوں نے اپنے لوگوں کو یہ خبر دی کہ اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتری اور توریت کے مضمون کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ ❻ پھر قرآن سے متعلق ارشاد ہے کہ اس میں سب باتیں خوبی اور تفصیل سے لکھی ہوئی ہیں اور شریعت کی سب باتیں درج ہیں جیسے کہ توریت میں ہر بات ہم نے بتا دی تھی۔

اس طرح قرآن کو ﴿عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ﴾ فرمایا وقولہٗ ﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ ❼ اور ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ﴾ ❽ الخ۔ اور ﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی جو عطیات میں سب سے اچھا عطیہ تھا۔ جو دنیا میں بھی احسن اور آخرت میں بھی کامل۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تقدیر یوں بتائی ہے کہ (تَمَامًا عَلٰى اِحْسَانِهٖ) گویا کہ (اَلَّذِيْ) کو مصدریہ قرار دیا یعنی وہ کتاب کامل تھی احسن ہونے کی بنا پر جیسے کہ قولہ تعالیٰ ﴿خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا﴾ اب یہاں ﴿اَلَّذِيْ خَاضُوْا﴾ کے معنی خوض کے ہو گئے۔ ==

---

❶ ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی مثل اللہ عزوجل لعبادہ ۲۸۵۹ وھو صحیح، احمد ٤/ ۱۸۲، ۱۸۳؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۲۳۳؛ حاکم ۱/ ۷۳۔ ❷ حاکم ۲/ ۳۱۸، اس کی سند میں سفیان بن حسین ہے جس کی زہری سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھیے (تھذیب الکمال ۳/ ۲۱٤ رقم ۲۳۸۳) لہٰذا یہ سند ضعیف ہے لیکن البتہ اس معنی کی روایت صحیح بخاری کتاب الایمان ۱۸، صحیح مسلم ۱۷۰۹ میں موجود ہے۔ ❸ ٤٦/ الاحقاف:۱۲۔ ❹ ٦/ الانعام:۹۱۔

❺ ٦/ الانعام:۹۲۔ ❻ ۲۸/ القصص:٤۸۔ ❼ ۲/ البقرۃ:۱۲٤۔ ❽ ۳۲/ السجدۃ:۲٤۔



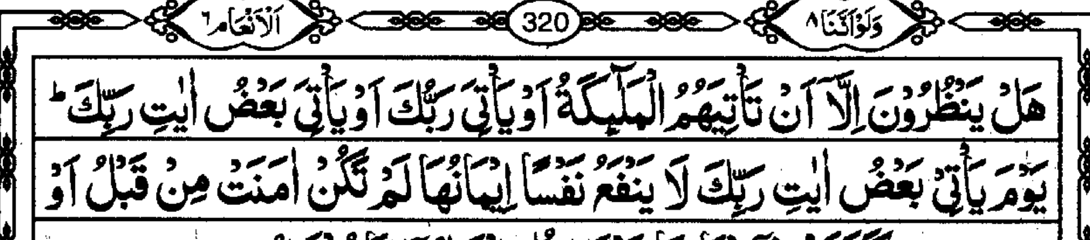
اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿١٥٧﴾

ترجمہ: کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے [١٥٦] یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے۔ سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آ چکی ہے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلائے اور اس سے روکے ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں۔ ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔ [١٥٧]

= دوسروں کا قول ہے کہ (اَلَّذِیْ) بہ معنی (اَلَّذِیْنَ) چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یوں قراءت کرتے تھے (تَمَامًا عَلَى الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا) مجاہد ﴿اَلَّذِیْ اَحْسَنَ﴾ سے (مؤمنین) اور (محسنین) مراد لیتے تھے۔ اور بغوی رحمہ اللہ علیہ (محسنین و انبیاء) مراد لیتے تھے یعنی توریت کی فضیلت ہم نے مؤمنین و محسنین پر ظاہر کردی تھی' جیسے کہ فرمایا ﴿قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ﴾ ❶ الخ۔ یعنی اے موسیٰ علیہ السلام ہم نے تم کو اپنی رسالت و کلام کے سبب سب پر برگزیدہ بنایا۔ یہاں یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو فضیلت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیل علیہ السلام پر بھی ہے۔ یحییٰ بن یعمر احسن کو زبر کے بجائے پیش سے پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ (اَلَّذِیْ هُوَ اَحْسَنُ) کے معنی میں ہے اس لئے پیش سے ہونا ضروری ہے پھر یہ بھی کہا کہ اس طرح پڑھنا میں مناسب نہیں سمجھتا اگرچہ عربیت کے لحاظ سے ایک وجہ صحیح بھی ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ (تَمَامًا عَلٰى اِحْسَانِ اللّٰهِ اِلَيْهِ) اور فرمایا کہ اس میں ہر شئے تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ ہدایت اور رحمت ہے شاید کہ تم اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان لاؤ۔ ہماری یہ نازل کردہ کتاب مبارک ہے اس کی اتباع کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرو' شاید تم پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو جائے۔ اس میں اتباع قرآن کی طرف دعوت ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو اپنی کتاب کی طرف ترغیب دے رہا ہے اور اس میں تدبر کا حکم دے رہا ہے۔

اللہ نے کتاب نازل فرما کر حجت قائم کردی ہے: [آیت: ١٥٦۔١٥٧] یعنی تاکہ تم یہ نہ کہو کہ یہود و نصرانیوں پر تو ہم سے پہلے کتابیں اتار دی گئیں اور ہم پر کوئی نہیں اتری۔ یہ بیان ان کے عذر کو ختم کردینے کے لئے ہے جیسا کہ فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کی مصیبت انہیں کے اعمال کا نتیجہ ہے تو وہ یہ کہتے کہ اے رب! کوئی رسول اگر تو ہماری طرف بھی بھیجتا تو ہم بھی تیرے احکام کی پیروی کرتے۔ ❷ وقولہ ﴿وَاِنْ كُنَّا﴾ الخ۔ یعنی ہم ان یہود و نصرانی کی زبان تو سمجھتے نہیں اس لئے ہم غفلت میں رہے اور ان کے جیسے صحیح عمل نہ کرسکے اور تاکہ تم یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر بھی ہماری زبان میں کوئی کتاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ رہتے چنانچہ ہم نے ان کے عذر کو ختم کردیا جیسا کہ فرمایا وہ قسمیں کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر ان کے پاس بھی کوئی رسول آتا تو ہم سب سے بڑھ کر =

❶ ٧/ الاعراف: ١٤٤۔ ❷ ٢٨/ القصص: ٤٧۔



ترجمہ: یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا ان کے پاس آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے جس روز آپ کے رب کی بڑی نشانی آ پہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔[۱۵۸]

= نیک نیت بنتے اور ہدایت پر ہوتے۔ ❶ چنانچہ فرمایا کہ اب تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے ہدایت و رحمت والی کتاب آ گئی ہے اور تمہاری ہی زبان میں یہ قرآن عظیم ہے اس میں حلال و حرام سب کا بیان ہے اور عبادت گزار بندوں کے دلوں کے لئے رحمت ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والے سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ نہ خود قرآن سے فائدہ اٹھایا نہ احکام کی تعمیل کی بلکہ اللہ کی آیات کے اتباع سے لوگوں کو بھی پھیر دیا اور ہدایت کی راہ پانے سے انہیں محروم رکھا۔ جیسا کہ آغاز سورت میں گزرا کہ وہ خود بھی ایمان لانے سے باز رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ ❷ اور فرمایا جو لوگ کفر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں انہیں دوگنا عذاب ہوگا۔ ❸ اور اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ ''ہم ان لوگوں کو سخت عذاب دیں گے جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا کہ ''نہ تصدیق کی' نہ نماز پڑھی بلکہ تکذیب کی اور منہ پھیر لیا۔'' ❹ غرض یہ کہ بہت سی آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ کافر دل سے تکذیب کرتے ہیں اور جوارح سے بھی عمل نیک نہیں کرتے۔

قیامت اور اسکی نشانیاں: [آیت:۱۵۸] رسول کے مخالفین اور کافروں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ تم تو صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ملائکہ تم تک آ پہنچیں' یا رب سے سامنا ہو جائے' اور یہ قیامت کے روز ضرور ہونے والا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیاں تم پر کھل جائیں اور جب وہ نشانیاں کھل جائیں گی تو پھر کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔ اور یہ قیامت آنے سے پہلے قیامت کی نشانیوں کے طور پر ضرور ہوگا۔ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب یہ صورت حال لوگ دیکھ لیں گے تو سارے اہل زمین کو یقین ہو جائے گا اور ایمان لائیں گے اور اگر پہلے ایمان نہیں لا چکے تھے تو اب ایمان نفع بخش نہیں ثابت ہو سکتا۔'' ❺

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تین چیزیں اگر ظاہر ہو جائیں گی تو ان کے ظہور سے پہلے اگر ایمان نہیں لایا تھا تو اب ایمان لانا بے کار ہے اور پہلے اگر نیک عمل نہیں کئے تھے تو اب کرنا بے کار ہے۔ پہلی نشانی یہ کہ سورج کا مشرق کے

---

❶ ۳۵/ فاطر:۴۲۔ ❷ ٦/ الانعام:۲٦۔ ❸ ۱٦/ النحل:۸۸۔ ❹ ۷۵/ القیامۃ:۳۱۔

❺ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الانعام باب ﴿لاینفع نفسا ایمانها﴾ ٤٦۳۵؛ صحیح مسلم، ۱۵۷؛ ابوداود، ٤۳۱۲؛ ابن ماجه، ٤۰٦۸؛ احمد، ۲/ ۲۳۱، ابن حبان، ٦۸۳۸۔

بجائے مغرب سے طلوع ہونا۔ دوسرے دجال کا نکلنا۔ تیسرے دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔" ❶ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے تک توبہ کر لی تو اسکی توبہ قبول ہو سکے گی ورنہ نہیں۔" ❷ اصحاب ستہ میں سے ایک نے اس کو روایت نہیں کیا باقی پانچ کتابوں میں موجود ہے۔

جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ سورج ڈوب جاتا ہے تو کہاں چلا جاتا ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ فرمایا کہ وہ عرش کے سامنے آتا ہے' سجدہ میں گر پڑتا ہے' پھر اٹھتا ہے تا کہ اس سے کہا جائے کہ اپنا رخ بدل دے۔ اور اے ابوذر! قریب ہے وہ دن کہ اس سے کہا جائے گا کہ پچھلے پاؤں گردش کر اور یاد رکھو کہ اس روز اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' کفر کو چھوڑ دینا کچھ فائدہ نہ بخشے گا۔" ❸

ایک دوسری حدیث: کمرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر آئے ہم قیامت سے متعلق باتیں کرنے بیٹھے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ "اس کی نشانیاں جب تک ظاہر نہ ہو جائیں گی قیامت نہ ہوگی۔ سورج کا مغرب سے طلوع کرنا' ایک زبردست دھواں اٹھنا' دابۃ الارض کا نکلنا' یاجوج ماجوج کا نکل آنا' عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول' دجال کا نکلنا' تین زلزلے اور زمین کا دھنس جانا۔ ایک مشرق میں' ایک مغرب میں' ایک جزیرہ عرب میں۔ بیچ عدن سے ایک آگ کا نمودار ہونا' کہ جس کی وجہ سے لوگ بھاگے دوڑے پھر رہے ہوں وہ رات کو کہیں سونا چاہتے ہیں تو وہاں بھی موجود اور دن کو کہیں لیٹنا چاہتے ہیں تو وہاں حاضر۔" ❹

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مغرب کی طرف سے طلوع شمس کی کیا نشانی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس دن رات اتنی طویل ہو جائے گی کہ دو راتوں کے برابر۔ راتوں کو نماز پڑھنے والے جاگ اٹھیں گے اور جس طرح نماز تہجد پڑھتے تھے پڑھیں گے ستارے اپنی جگہ قائم دکھائی دیں گے' ڈوبیں گے نہیں۔ یہ لوگ سو جائیں گے' پھر اٹھیں گے' پھر نماز پڑھیں گے' پھر سو جائیں گے' پھر اٹھیں گے' لیٹے لیٹے ان کے پہلو سن ہو جائیں گے۔ رات بہت لمبی ہو جائے گی' لوگ گھبرا جائیں گے اور صبح ہو گی نہیں۔ اس انتظار میں ہوں گے کہ سورج مشرق سے ہی طلوع کرے گا کہ یکا یک وہ مغرب سے نکلتا دکھائی دے گا۔ اب ایمان سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔" ابن مردویہ نے اس کو روایت کیا ہے لیکن اس مضمون کے ساتھ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔

حدیث: صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ کھول رکھا ہے جس کا عرض ستر برس کی مسافت ہے یہ توبہ کا دروازہ ہے۔ سورج کے رخ بدل کر نکلنے سے پہلے بند نہ ہوگا۔" ❺ ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو لکھا ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان، ۱۵۸؛ ترمذی، ۳۰۷٤؛ احمد، ۱/ ۱۰۷؛ مسند ابی یعلی، ٦۱۷۲۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ، ۲۷۰۳؛ احمد، ۲/ ۲۷۵، ابن حبان، ٦۲۹۔

❸ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر ۳۱۹۹، بدون ذکر ھذہ الایة؛ صحیح مسلم، ۱۵۹؛ ابن حبان، ٦۱۵۳؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱۷٦۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعة ۲۹۰۱؛ ابوداود، ٤۳۱۱؛ ترمذی، ۲۱۸۳؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۳۸۰؛ ابن ماجہ، ٤۰٤۱؛ احمد، ٤/ ٦؛ ابن حبان، ٦۷۹۱۔

❺ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبة والاستغفار وماذکر من رحمة اللہ لعبادہ، ۳۵۳۵؛ وھو حسن، ابن ماجہ، ٤۰۷۰؛ احمد، ٤/ ۲٤۱؛ ابن حبان، ۱۳۲۱۔

حدیث: ''ایک رات لوگوں پر ایسی آئے گی جو تین راتوں کے برابر ہوگی' جب ایسا ہوگا تو تہجد پڑھنے والے پہچان لیں گے وہ نفل پڑھیں گے' سو جائیں گے۔ اٹھیں گے پھر پڑھیں گے۔ پھر بار بار ایسا ہی کریں گے کہ یکا یک ایک شور اٹھے گا لوگ چیخ پکار شروع کر دیں گے ڈر کر مسجدوں کی طرف بھاگیں گے کیونکہ سورج مغرب سے طلوع ہوا ہوگا۔ اب وہ وسط آسمان تک آ کر پھر مغرب کی طرف واپس جائے گا۔ اس کے بعد حسب عادت مشرق سے نکلتا رہے گا اس وقت ایمان بے سود ہے۔'' ❶ یہ حدیث غریب ہے اور صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں۔

حدیث: تین مسلمان مدینہ میں مروان کے پاس تھے اور وہ آیات قیامت کا ذکر کر رہے تھے کہ خروج دجال قیامت کی نشانی ہے۔ اب یہ لوگ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور مروان سے جو سنا تھا بیان کیا۔ انہوں نے کہا مروان نے تو کچھ نہیں کہا۔ میں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد رکھا ہے تم کو سناتا ہوں۔ ''پہلی نشانی یہ کہ سورج مغرب سے نکلے۔ پھر دابۃ الارض کا خروج یا کوئی ایک پہلے اور پھر دوسری نشانی اس کے بعد ظاہر ہوگی۔'' ❷

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا تو ابلیس سجدے میں گر پڑے گا اور چلائے گا کہ یا رب مجھے حکم کرتا کہ تو جس کو کہے سجدہ کروں' تو اس کے نگران کار جمع ہو کر کہیں گے کہ یہ سب تضرع کیوں ہے' تو کہے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ ''وقت معلوم تک مجھے مہلت دے'' اور آج ہی کا دن وقت معلوم ہے۔ پھر دابۃ الارض نکلے گا۔ پہلا قدم جو وہ رکھے گا انطاکیہ میں ہوگا۔ ابلیس آ کر اس کو طمانچہ مارے گا'' ❸ یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے شاید ابن العاص رضی اللہ عنہ نے اس ذخیرہ میں سے یہ حدیث لی ہوگی جس کو انہوں نے جنگ یرموک میں پڑا ہوا پایا تھا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن السعدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہجرت منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ دشمن جنگ کر رہا ہے اور تنگ کر رہا ہے۔'' معاویہ' اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہجرت دو قسم کی ہے۔ ایک تو برائیوں سے ہجرت کر کے نیکیوں کی طرف آنا اور دوسری اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف کرنا اور یہ باقی رہے گی جب تک کہ دروازۂ توبہ بند نہیں ہوگا اور سورج جب مغرب سے نکلے گا تو ہر شخص کے دل پر مہر لگ جائے گی جو کچھ اس کے اندر ہے سو بس وہی ہے اور جو عمل ہو چکا سو بس ہو چکا۔'' ❹ یہ حدیث اچھے اسناد والی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیات قیامت میں سے سب گزر گئیں' چار نشانیاں آنا باقی ہیں۔ طلوع شمس مغرب سے۔ دجال۔ دابۃ الارض' یاجوج ماجوج' اور وہ نشانی جو اعمال پر مہر لگا دے گی وہ طلوع شمس ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مرفوعاً ذکر ہے۔ حدیث طویل اور غریب ہے۔

اس کی سند نہیں' وہ یہ ہے کہ سورج اور چاند اس روز مل کر مغرب سے طلوع ہوں گے اور نصف آسمان تک پہنچ کر الٹے پیروں واپس =

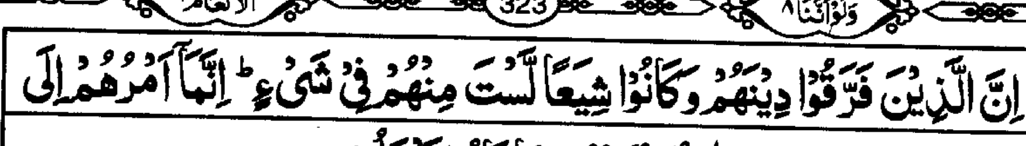
---

❶ اس کی سند میں ضرار بن صرد متروک راوی ہے (المیزان، ۲/ ۳۲۷، رقم، ۳۹۵۱) جس کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

❷ احمد، ۲/ ۲۰۱، وسندہ صحیح۔

❸ المعجم الأوسط، ۹۴، مجمع الزوائد، ۸/ ۱۱، اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم بن زبریق متکلم فیہ (المیزان، ۱/ ۱۸۱، رقم، ۷۳۰) اور ابن لہیعہ مختلط (التقریب، ۱/ ٤٤، رقم، ٥٧٤) راوی ہیں۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

❹ احمد، ۱/ ۱۹۲، وسندہ حسن۔



إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔[۱۵۹]

= ہو جائیں گے۔ ❶ یہ حدیث منکر اور موضوع ہے لیکن اس کے مرفوع ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور وقف راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما اور وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ تک آ کر ہوتا ہے اس لئے بالکلیہ بھی اس کو دفع نہیں کر سکتے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''پہلی علامت کے ظاہر ہوتے ہی کراماً کاتبین کا عمل ختم ہو جائے گا اور اجساد کے اعمال پر گواہی دینے کا وقت آ جائے گا اور اس سے پہلے ہی جو صاحب ایمان تھا اور نیک عمل بھی کرتا تھا تو وہ بڑے فائدہ میں رہے گا اور اگر نیک نہ ہوا اور توبہ کرنے لگے تو اب توبہ سے کیا حاصل'' اور ﴿كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ کا یہی مطلب ہے یعنی اب عمل صالح قبول نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ اس سے پہلے عمل صالح نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! کہہ دو اس دن کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ یہ کافروں کے لئے سخت تنبیہ ہے جو اپنے ایمان اور توبہ سے غافل رہے حتیٰ کہ وقت آ پہنچا۔ جیسا کہ فرمایا یہ بے سمجھ وقت قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ناگہاں وارد ہو جائے۔ اور جب ایسا ہو جائے گا تو پھر موقع کہاں باقی رہے گا۔ ❷ ارشاد ہوتا ہے کہ جب وہ ہمارا عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان لائے اور شرکا سے منکر ہو گئے۔ لیکن عذاب دیکھ چکنے کے بعد ایمان کی ساری باتیں بے کار ہیں۔ ❸

فرقہ پرست لوگوں سے آپ ﷺ کا کوئی تعلق نہیں: [آیت:۱۵۹] یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اتری ہے۔ یہود و نصاریٰ قبل بعثت محمدی ﷺ آپس میں اختلاف کرتے تھے اور اپنا اپنا دین الگ قرار دیتے تھے۔ ❹ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو یہ آیت اتری کہ جن لوگوں نے اپنے دینوں میں تفرقہ ڈال لیا اور گروہ بندیاں کر لیں تمہیں ان سے کوئی سروکار نہیں، انہیں بھی تم سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ اہل بدعت، اہل شبہات اور اہل ضلالت ہیں اور اسی امت میں ہیں۔ ❺ لیکن اس حدیث میں ایک سند ٹھیک نہیں ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسی امت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ﴿وَكَانُوا شِيَعًا﴾ سے خوارج مراد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ''اس سے اصحاب بدعت مراد ہیں۔'' یہ حدیث بھی غریب ہے اور مرفوعاً بھی صحیح نہیں۔ اور ظاہر بات تو یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو دین اللہ تعالیٰ سے فرقہ بندی اختیار کئے ہوئے ہو اور مخالف دین ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تاکہ تمام ادیان پر دین اسلام کو غالب فرمائے اسلام کا راستہ ایک ہی ہے اس میں کوئی اختلاف وافتراق نہیں جس نے الگ فرقہ اختیار کر لیا جیسے کہ بہتر (۷۲) فرقے والوں نے تو اللہ تعالیٰ کا رسول اس سے بری ہے۔ یہ آیت مثل اس آیت کے ہے جیسے کہ فرمایا ہے =

❶ الدر المنثور، ۳/ ۱۱٤، اس کی سند میں عبدالمنعم بن ادریس الیمانی متروک راوی ہے۔ امام بخاری نے اسے ذاھب الحدیث کہا ہے (المیزان، ۲/ ٦٦٨، رقم، ٥٢٧٠) لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ومردود ہے۔ ❷ ٤٧/ محمد:١٨۔

❸ ٤٠/ غافر:٨٤۔ ❹ الطبری، ١٢/ ٢٦٩۔

❺ اس کی سند میں عباد بن کثیر متروک راوی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ روایت موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح سے ضعیف ومردود ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦٠﴾

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔[۱۶۰]

= ''اے نبی! تمہارے لئے بھی ہم نے وہی دین پسند کیا ہے جو نوح علیہ السلام کے لئے تھا۔'' ❶ اور حدیث میں ہے کہ ''ہم گروہ انبیا گویا کہ علاتی اولاد ہیں' جیسے علاتی اولاد کا باپ ایک ہی ہوتا ہے ہم سب کا دین بھی ایک ہی ہے ❷ اور یہی صراط مستقیم ہے اور یہی وہ ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ واحد کی عبادت سے متعلق رسولوں نے پیش کی' اور آخری رسول کی شریعت سے تمسک کو صراط مستقیم بنایا۔ اس کے سوا ساری چیزیں ضلالتیں اور جہالتیں ہیں اور اپنی ذاتی خواہشات ہیں۔'' پیغمبر اس سے بری ہیں۔ جیسے کہ آیت زیر ذکر میں فرمایا ''اے نبی! تم پر کوئی ذمہ واری نہیں''۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو وہ بروز قیامت ان کے اعمال سے ان کو باخبر کر دے گا۔ جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے' جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے یا ستارہ پرست یا جو نصاریٰ اور مجوسی ہیں یا جو مشرکین ہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کا باہم فیصلہ کر دے گا۔ ❸ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ بروز قیامت اپنے حکم اور عدالت کے اندر بھی اپنے لطف و کرم کو یوں بیان فرماتا ہے۔

نیکی کا ثواب کئی گنا جبکہ بدی ایک ہی لکھی جاتی ہے: [آیت:۱۶۰] یہ آیت کریمہ تفصیل سے روشنی ڈال رہی ہے اور اس کے بعد کی آیت میں اجمال ہے اس آیت کی مطابقت میں بہت سی احادیث ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرما رہے ہیں) ''تمہارا رب عزوجل بڑا رحیم و کریم ہے۔ کسی شخص نے اگر کسی نیک کام کا ارادہ کیا لیکن عمل میں نہ لا سکا تو بھی اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر عمل کر لیا تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یہ اضافہ حسن نیت کا لحاظ کرتے ہوئے سات سو گنا تک بھی جا پہنچتا ہے۔ اور اگر کسی نے ایک گناہ کا ارادہ کیا لیکن اس کو عمل میں نہ لایا تو اس کے لئے بھی ایک نیکی درج ہو جاتی ہے اور اگر وہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے تو گناہ دس نہیں بلکہ ایک لکھا جائے گا اور اگر چاہے تو اس کو بھی مٹا دیتا ہے۔'' ❹ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے ایک عمل نیک کیا اس کو دس حصے زیادہ ثواب ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اور اگر ایک بدی کی تو اس کی سزا ایک حصہ ہی ہے بلکہ شاید وہ بھی معاف ہو جائے۔ جو مجھ سے ملے اور دنیا بھر کی خطا میں بھی لائے لیکن شرک نہ لائے تو بھی میں اس پر اتنی ہی مغفرت نازل کروں گا۔ جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں' اور جو ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو میری طرف چلتا آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا آتا ہوں۔ ❺ یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارادہ کر کے پھر اس کو عمل میں لایا ہو ان کی تین اقسام ہیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہ کا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کو بھی گناہ سے رکنے کے سبب

---

❶ ٤٢/ الشورىٰ:١٣۔ ❷ اس کی تخریج سورۃ المائدۃ آیت ۴۸ کے تحت گزر چکی ہے۔ ❸ ٢٢/ الحج:١٧۔

❹ صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة ٦٤٩١؛ صحيح مسلم، ١٣١؛ السنن الكبرىٰ للنسائى، ٧٦٧٠؛ احمد، ١/ ٢٧٩۔ ❺ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الذكر والدعاء التقريب إلى الله تعالىٰ وحسن الظن به...... ٢٦٨٧، ابن ماجه، ٣٨٢١، احمد، ٥/ ١٥٣۔

ایک نیکی دی جائے گی۔" اور یہ چیز عمل اور نیت پر موقوف ہے اور اسی لئے اس کے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے جیسے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ "اس نے گناہ کا کام میری خاطر سے ترک کر دیا تھا۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ گناہ کا کام وہ شخص باوجود ارادہ کے بھول کر چھوڑ دیتا ہے" تو اب اس کے لئے نہ سزا ہے نہ جزا۔" کیونکہ اس نے خیر کی نیت تو نہیں کی تھی لیکن شر کا فعل بھی نہیں کیا تھا۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص گناہ کو عمل میں لانے کی کوشش کرتا ہے اس کے اسباب فراہم کرتا ہے لیکن عملاً وہ اس کو صادر کرنے سے عاجز رہ جاتا ہے اور مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔ ایسا شخص اگرچہ مرتکب گناہ نہ ہوا ہو لیکن بمنزلہ مرتکب ہی کے سمجھا جائے گا اور اسے سزا ملے گی جیسے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ "اگر دو مسلمان دو تلواریں لے کر آپس میں لڑنے لگیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔" لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! قاتل تو ظاہر ہے کہ دوزخی ہوگا لیکن بے چارہ مقتول کیوں دوزخی ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کے درپے تھا" (1) اگر مقتول کا داؤ چل جاتا تو وہی قاتل بن جاتا۔ اب اگر وہ قاتل نہیں بنا ہے تو یہ ایک مجبوری کی بنا پر تھا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس نے کسی نیکی کا ارادہ کر لیا ہو تو اس کے عمل میں لانے سے پہلے ہی اس کے نام ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر عمل میں لا چکا تو من جانب اللہ تعالیٰ دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہو جاتی ہیں۔ لیکن جس نے کسی بدی کا ارادہ کیا تو صرف ارادہ کی بنا پر اس کے نام بدی کا اندراج نہیں ہوگا جب تک کہ وہ عمل نہ کرے۔ پس اگر عمل کر لے گا تو دس بدیوں کے بجائے ایک ہی بدی اس کے نام پر لکھی جائے گی۔ اور ارادے کے باوجود اگر اس گناہ سے باز آ گیا تو بلا عمل بھی ایک نیکی کا اندراج ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا گناہ سے باز رہنا مجھ سے خوف کی بنا پر تھا۔"

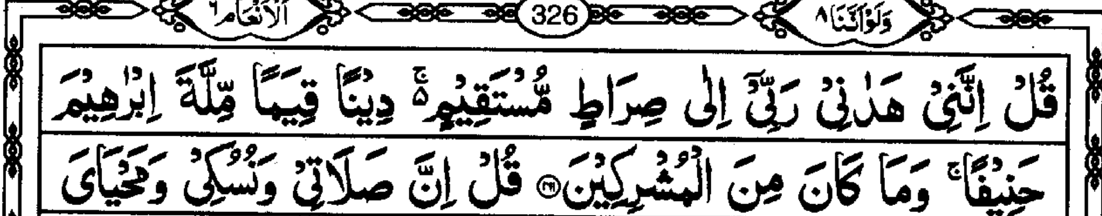
اعمال کی چھ قسمیں یہ ہیں: خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں اور اعمال چھ قسم کے۔ بعض تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ خوش نصیب نکلتے ہیں اور بعض صرف دنیا میں صاحب نصیب ہوتے ہیں اور آخرت میں صاحب نصیب نہیں ہوتے۔ اور بعض دنیا میں بدنصیب ہوتے ہیں اور آخرت کے لحاظ سے صاحب نصیب اور بعض بدبخت تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ بدنصیب ثابت ہوتے ہیں۔"

دو قسمیں تو واجب کر دینے والی یعنی برابر کو برابر بدلہ ملے گا یا دس گنا زیادہ یا سات سو گنا زیادہ۔ دوسری نتیجہ بخش چیزیں دو ہیں۔ یعنی کوئی شخص مؤمن مر جائے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو نتیجہ میں جنت اس کے لئے ہے۔ اور جو کافر مر گیا ہو تو نتیجہ میں اس کے لئے دوزخ ہے۔ اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن عمل میں نہ لا سکا تو اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ اس کے دل میں یہ بات تھی اور وہ اس کو عمل میں لانے پر حریص تھا اس لئے اس کے لئے نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اور کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نفقہ کیا تو کبھی تو دس حصے زیادہ ثواب ملتا ہے اور کبھی اس کے حسب حسن نیت سات سو تک اجر میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ (2) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "نماز جمعہ میں تین آدمی حاضر ہوتے ہیں۔ ایک تو ایسے کہ جو بطور رسم آ گئے ان کا آنا تو لغو ہے اور ان کا حصہ بھی لغو ہے۔ دوسرا ایسا شخص جو مسجد میں حاضر ہو کر دعا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی دعا قبول کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ تیسرا ایسا شخص ہے جو مسجد میں حاضر ہو کر بالکل خاموش رہتا ہے۔ نمازیوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آگے نہیں بڑھتا ہے۔ کسی کو دھکے نہیں دیتا اور تکلیف =

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ﴿وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما......﴾ ۳۱؛ صحیح مسلم، ۲۸۸۸؛ ابوداود، ۴۲۶۸؛ احمد، ۷/ ۴۶، ۴۷؛ ابن حبان، ۵۹۴۵؛ بیهقی، ۸/ ۱۹۰۔

(2) ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل النفقة فی سبیل الله ۱۶۲۵ وسنده صحیح، نسائی ۳۱۸۸؛ احمد، ۴/ ۳۴۵؛ ابن حبان، ۳۱؛ ابن ابی شیبه، ۲/ ۳۸۔



ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے کہ وہ ایک دین ہے مستحکم جو طریقہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا جس میں ذرا کجی نہیں۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔[١٦١] آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔[١٦٢] اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔[١٦٣]

= نہیں پہنچا تا تو اب آیندہ جمعہ تک اور اس کے بعد اور تین دن تک بھی اس کی یہ نماز گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ تم ایک نیکی کرو تو دس حصے اس کا اجر دوں گا۔'' ❶

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو ہر مہینے تین دن روزہ رکھے تو اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھ لیے۔'' یہ اجر بھی اسی اصول موضوعہ کی بنا پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں فرما دی ہے۔ ❷ چنانچہ ایک دن کا روزہ دس دن کے برابر تو سال بھر میں چھتیس روزوں کا اجر تین سو ساٹھ روزوں کا اجر بن جاتا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نیز سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ آیت ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ میں حسنہ سے مراد کلمہ توحید یعنی (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) ہے اور ﴿مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ الخ۔ میں لفظ (سَيِّئَة) سے شرک مراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی بہت سی احادیث آئیں ہوئی ہیں لیکن میں نے جس قدر بیان کیں وہی بہت کافی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انعامات الٰہی: [آیت:١٦١-١٦٣] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دے رہا ہے کہ انہیں خبر کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے کیسے انعامات کئے ہیں کہ صراط مستقیم کی طرف ان کی ہدایت کی جس میں کوئی کجی نہیں ہے جو ایک دین پر قائم ہے اور جو ملت ابراہیم ہے۔ وہ یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا تھا۔ اس نے کبھی شرک نہیں کیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ملت ابراہیم سے بے سمجھ کے سوا کون روگردانی کرے گا۔ ❸ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسی کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو سب سے برگزیدہ تر بنایا اور دین کے بارے میں کوئی تنگی تم سے متعلق نہیں رکھی۔ یہ وہی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اور مسلک ہے۔ ❹ اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام بڑا اللہ پرست انسان تھا وہ مخلص شخص تھا اور شرک سے ہمیشہ دور رہا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار رہا۔ ہم نے اسے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی تھی۔ دنیا میں بھی اس کو نیکیاں حاصل تھیں اور آخرت میں بھی وہ نیک ترین بندوں میں شامل ہے۔

❶ ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب الکلام والإمام یخطب، ١١١٣ وسندہ حسن۔

❷ ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم ثلاثة أیام من کل شھر، ٧٦٢ وسندہ ضعیف ابو عثمان اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مجہول راوی کا واسطہ ہے۔ نسائی، ٢٤١١؛ ابن ماجہ، ١٧٠٨؛ احمد، ٥/ ١٥٤۔

❸ ٢/ البقرۃ: ١٣٠۔ ❹ ٢٢/ الحج: ٧٨۔

اب ہم تمہاری طرف وحی بھیجتے ہیں کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو۔ ❶ اس برتری کے اعتراف سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی اکرم ﷺ کو چونکہ اتباع ملت ابراہیم کا حکم ہے اسلئے ابراہیم علیہ السلام نبی اکرم ﷺ سے اکمل وافضل ہو گئے۔اس لئے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ان کے مسلک کو اپنے اتباع سے قیام عظیم بخشا ہے اوران کے دین کی تکمیل آپ ﷺ سے ہوئی ہے۔اورکوئی نبی اس دین کی تکمیل نہ کرسکا اور یہ خاتم الانبیا ہیں' اولاد آدم کے مطلقاً سردار ہیں' اور مقام محمود پر فائز ہیں کہ قیامت کے روز ساری مخلوق آپ ﷺ ہی کی طرف رجوع کرے گی' حتیٰ کہ خود خلیل علیہ السلام بھی۔ابن ابزیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب صبح ہوتی تو نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے کہ''ہم ملت اسلام اور کلمہ اخلاص پر صبح کرتے ہیں۔'' ❷

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا دین اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ''ابراہیم حنیف کا دین۔''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اپنی ٹھوڑی نبی اکرم ﷺ کے شانہ پر رکھ دیتی اور آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے ہو کر حبشیوں کا کھیل دیکھتی اور جب تھک جاتی تو ہٹ جاتی۔اس روز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ''یہود اس بات کو جان لیں کہ ہمارا دین بہت بڑا ہے اور میں شرک سے بالکل الگ رہنے والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔'' ❸ اور فرمایا اللہ پاک نے کہ کہہ دواے نبی! کہ میری نماز' میری ساری عبادت' میرا جینا اور مرنا سب رب العالمین کے لئے ہے۔اور جیسا کہ فرمایا کہ اے نبی! تم اپنے رب ہی کی نماز پڑھو اور اسی کے لئے قربانی کیا کرو۔ ❹ مشرکین تو اصنام کی عبادت کرتے تھے' اور اصنام کے نام پر قربانی کرتے تھے۔اللہ پاک ان سے مخالفت اور انحراف کا حکم دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ نیت وعزم کا حکم ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔''نسک'' زمانہ حج وعمرہ میں قربانی کو کہتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے بقرعید کے دن دو دنبے ذبح کئے اور جب ذبح کرنے لگے تو فرمایا:((اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِىْ)) الخ۔ ❺ اول المسلمین سے مراد اس امت کا پہلا مسلمان۔تمام انبیا علیہم السلام آپ ﷺ سے پہلے اسلام ہی کی دعوت دیتے تھے۔اصل اسلام اللہ تعالیٰ کو معبود ماننا ہے اور اس کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان سب کی طرف یہی وحی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے' کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور اسی کی عبادت کرو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم مجھ سے منہ موڑتے ہو تو کیا میں نے تم سے تبلیغ وتعلیم کا کوئی معاوضہ مانگا تھا؟ مجھے تو اجر اللہ تعالیٰ دے گا مجھے تو حکم ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام لاؤں۔اور فرمایا جو ملت ابراہیم سے اعراض کرتا ہے وہ بڑا ہی بے سمجھ ہے۔ہم نے اس کو دنیا میں بھی انتخاب کیا ہے اور وہ آخرت میں بھی بڑے اللہ پرستوں میں سے ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اسلام لاؤ۔وہ فوراً بول اٹھے ﴿اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اور یعقوب علیہ السلام نے بھی' کہ اے لڑکو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو مخصوص کر دیا ہے۔نہ مرنا جب تک کہ مسلمان نہ رہو۔اور یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے رب! تو نے مجھے ملک ودولت بخشی اور مجھے خوابوں کی تعبیر اور باتوں کی تاویل سکھائی۔تو آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے تو دنیا وآخرت میں میرا ولی ہے تو مجھے مرنے تک مسلمان ہی رکھ اور مرنے کے =

❶ ١٦/ النحل: ١٢٠، ١٢٣۔ ❷ احمد، ٣/ ٤٠٦ وسنده صحيح؛ عمل اليوم والليلة، ١/ ١٣٣؛ دارمی، ٢/ ٢٩٢؛ ابن ابی شیبہ، ٦٥٩١، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔دیکھئے (السلسلة الصحيحة ٢٩٨٩)

❸ احمد، ٦/ ١١٦ وسنده حسن؛ مسند الفردوس، (٢/ ١/ ٤) ❹ ١٠٨/ الكوثر: ٢۔

❺ ابوداود، کتاب الضحايا، باب مايستحب من الضحايا: ٢٧٩٥؛ وهو حسن، ابن ماجه، ٣١٢١۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ؁

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا۔ پھر وہ تم کو جتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔[۱۶۴]

= بعد صالحین میں میرا شمار کر۔ ❶ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اے لوگو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو۔ تو ان کی امت نے کہا تھا کہ ہم اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں کہ اے رب! ہمیں ظالموں کا نشانہ نہ بنا' اور اپنی رحمت سے ان کافروں کے تسلط سے ہمیں نجات عطا فرما۔ ❷ اور فرمایا کہ ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت ہے اور نور ہے جس کے ذریعہ ان کے بعد اسلام لانے والے انبیا یہودیوں اور ربانیون اور احبار کے درمیان فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ ❸ اور فرمایا کہ جب ہم نے حواریوں سے کہا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے ہاں ہم ایمان لائے اور اے اللہ تعالیٰ تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ ❹

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے تمام رسولوں کو اسلام دے کر بھیجا تھا لیکن انبیا کی یہ امتیں اپنی اپنی شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے الگ الگ مسلک پر تھیں اور بعض نبی بعض کے فروعی مسلک کو نسخ کر کے اپنا مسلک جاری کرتے یہاں تک کہ شریعت محمدی کے ذریعہ دوسرے سب ادیان منسوخ ہو گئے اور دین محمدی کبھی منسوخ نہیں ہوگا ہمیشہ قائم اور منصور رہے گا۔ قیام قیامت تک اس کے جھنڈے بلند رہیں گے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''ہم معاشر انبیا علاتی اولاد ہیں یعنی جیسے علاتی اولاد کا باپ ایک ہوتا ہے ہم سب کا دین بھی ایک ہے۔ ❺ سب وحدہٗ لاشریک کو مانتے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر چہ شریعتیں بدلی ہوئی ہوں۔ یہ شریعتیں بمنزلہ ماؤں کے ہیں جیسا کہ اخیافی بھائی اس کے برعکس ہوتے ہیں کہ ماں ایک ہی ہوتی ہے اور باپ الگ الگ ہوتے ہیں اور حقیقی بھائی ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہوتے ہیں۔ تو گویا امت کی مثال باہم سگے بھائیوں کی طرح ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز کی تکبیر کہنے لگتے تو یہ کہہ کر شروع کرتے۔ ((وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ)) (الی آخرہ) پھر نماز سے پہلے یا بعد یہ دعا مانگتے ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ)) ❻

اسلاف کو اخلاف کے نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے: [آیت:۱۶۴] اے نبی! ان مشرکین سے اخلاص عبادت اور توکل سے متعلق کہہ دو کہ کیا میں رب کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا رب بناؤں اور وہ تو ہر اس چیز کا رب ہے جس کو میں رب بناؤں گا۔ وہ رب یکتا =

❶ ۱۲/ یوسف:۱۰۱۔ ❷ ۱۰/ یونس:۸۴، ۸۶۔ ❸ ۵/ المآئدۃ:۴۴۔ ❹ ۵/ المآئدۃ:۱۱۱۔

❺ اس کی تخریج سورۃ المائدہ آیت ۴۸ کے تحت گزر چکی ہے۔ ❻ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل، ۷۷۱؛ ابوداود، ۷۶۰؛ ترمذی، ۳۴۲۲؛ نسائی، ۱۲۹۲؛ احمد، ۱/ ۱۰۲؛ ابن حبان، ۱۷۷۱۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٥﴾

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا۔ تاکہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں۔ بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ [۱۶۵]

= میری تربیت کرتا ہے میری حفاظت فرماتا ہے وہ میرے ہر امر میں میرا مدبر ہے۔ میں تو اس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جھکوں گا۔ کیونکہ ساری مخلوق اسی کی ہے۔ حکم کا حق صرف اسی کو ہے۔ غرض یہ کہ اس آیت میں اخلاص و توکل کا حکم ہے جیسا کہ اس سے پہلے کی آیت میں اخلاص عبادت کی تعلیم تھی۔ اور یہ مضمون قرآن میں کثرت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیکھا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم یوں کہا کرو کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ❶ اور فرمایا اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ اور فرمایا کہہ دو وہ رحمٰن ہے ہم ایمان لائے اور اسی پر توکل کیا۔ ❷ اور فرمایا وہ شرق وغرب کا رب ہے وہ یکتا ہے۔ اسی کو اپنا وکیل سمجھو۔ ❸ اور اسی جیسی آیتیں ہیں۔ فرماتا ہے کہ کوئی شخص اگر نا مناسب عمل کرے گا تو اس کے گناہ کا ردعمل خاص اسی پر ہوگا۔ ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا اور اس کا کفارہ نہیں بنے گا۔ ان آیتوں کے ذریعہ خبر دی جا رہی ہے کہ قیامت کے روز جو سزا ہوگی وہ حکمت اور عدل کی بنیاد پر ہوگی' اعمال کا بدلہ عمل کرنے والے نفوس ہی کو ملے گا۔ نیکی کی تو نیک بدلہ اور بدی کی تو بد بدلہ۔ ایک کی خطا دوسرے کے سر نہیں منڈھی جائے گی۔ یہی تو اس کا عدل ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ گناہ کا کام کوئی کرے تو اس کا بوجھ کوئی اور نہیں اٹھائے گا خواہ اس کا کتنا ہی کوئی قریبی کیوں نہ ہو۔ ❹ ﴿فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾ ❺ کی تفسیر میں علما نے کہا کہ کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا کہ دوسرے کے گناہ کا بوجھ اپنے سر لے اور نہ یہ ظلم ہوگا کہ اس کی نیکی میں سے کچھ کمی ہو۔ اور فرمایا کہ ہر نفس اپنے عمل بد کی وجہ سے محبوس رہے گا سزا ملنے تک چھٹکارا نہ ہوگا مگر اصحاب یمین ❻ یعنی سیدھی طرف والے آزاد رہیں گے کہ ان کے نیک اعمال کی برکت ان کی ذریات اور اہل قرابت تک جا پہنچے گی۔ جیسا کہ سورۂ طور میں فرمایا جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان کے اتباع میں ان کی ذریت بھی مؤمن بنتی ہے تو ذریت کے ایمان اور اعمال صالحہ کا اثر ان کے اسلاف تک پہنچتا ہے۔ یعنی اسلاف کو بھی اخلاف کے اعمال نیک کا ثواب ملتا ہے لیکن اخلاف کے اجر میں سے کمی نہیں ہوتی اور جنت میں مدارج عالیہ میں ان کی نیک ذریت کے پاس ان کے اسلاف کو بھی ہم پہنچا دیتے ہیں اور بیٹے کی نیکی کا بدلہ باپ کو بھی ملتا ہے اگرچہ وہ اعمال نیک میں بیٹے کا شریک نہیں تھا۔ اور ان بلند مدارج اخلاف کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور دونوں کو ہم برابر کر دیں گے بلکہ ابناء کو بھی منزل آباء تک ان کی برکت اعمال کے سبب پہنچا دیتا ہے۔ یہ اس کا خاص فضل ہے۔ اور فرمایا کہ ہر آدمی اپنے کیے کے لئے رہن ہے یعنی اپنی بدکرداری کے اندر ماخوذ ہے۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جاؤ گے۔ یعنی جو کرنا چاہتے ہو اپنی جگہ پر کرو اور ہم بھی اپنی جگہ پر اپنا کام کریں گے۔ آخر تم کو ایک دن تو ہمارے سامنے آنا ہی پڑے گا اور وہ اللہ تعالیٰ تو مؤمنین اور مشرکین سب کو ان کے اعمال سے آگاہ کر دے گا اور دنیا میں آخرت سے متعلق جو جو اختلافات رکھتے تھے سب عیاں ہو جائیں گے۔ اور فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ تم نے جو گناہ کیے ہوں گے اس کی

---

❶ ١/ الفاتحہ:٥۔ ❷ ٦٧/ الملك:٢٩۔ ❸ ٧٣/ المزمل:٩۔

❹ ٣٥/ فاطر:١٨۔ ❺ ٢٠/ طٰه:١١٢۔ ❻ ٧٤/ المدثر:٢٨۔

بابت سوال ہم سے نہیں ہوگا اور ہمارے اعمال کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا پھر حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ وہ فتاح و علیم ہے۔ ❶

درجات کی تقسیم ایک آزمائش ہے: [آیت:۱۶۵] ارشاد ہوتا ہے کہ تم یکے بعد دیگرے زمین میں بستیاں بساتے تھے اور اسلاف کے بعد اخلاف کا زمانہ آتا رہتا تھا۔ ایک دوسرے کے جانشین ہوئے۔ جیسا کہ فرمایا اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین تمہاری اولاد یا کسی اور کو بنانے کی بجائے فرشتوں کو بنا دیتے اور تمہارے بعد وہ تمہاری جگہ لے لیتے۔ اور فرمایا کہ یہ زمین اس نے تمہیں یکے بعد دیگرے دی۔ اور فرمایا کہ میں زمین میں ایک اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ اور فرمایا ممکن ہے کہ عن قریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو اس کی جگہ پر لا بٹھائے اور پھر یہ دیکھے کہ اس کے بعد تم آ کر کیا کردار پیش کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ ایک سے اوپر ایک کے درجات بنائے گئے ہیں یعنی ارزاق اور اخلاق اور محاسن اور مساوی' مناظر اور اشکال والوان میں سب ایک دوسرے سے کم زیادہ ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی باہمی معیشت کو تقسیم کر دیا ہے اور بعض کے درجے بعض سے اونچے رکھے ہیں۔ ❷ کوئی امیر ہے کوئی غریب اور کوئی آقا ہے اور کوئی اس کا نوکر۔ اور فرمایا غور تو کرو کہ ہم کسی کو کسی پر کیسی برتری اور ترجیح دیتے ہیں لیکن دنیاوی درجات سے قطع نظر آخرت کے درجات بڑی چیز ہیں اور بڑی فضیلت رکھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ تفریق مدارج اس لئے ہے تاکہ ہم تمہیں آزمائیں۔ دولتمند کو دولت دے کر اس سے پوچھا جائے گا کہ اس دولت کا شکر کس طرح ادا کیا تھا۔ اور غریب سے پوچھا جائے گا کہ اپنی غربت پر صبر بھی کیا تھا یا نہیں۔

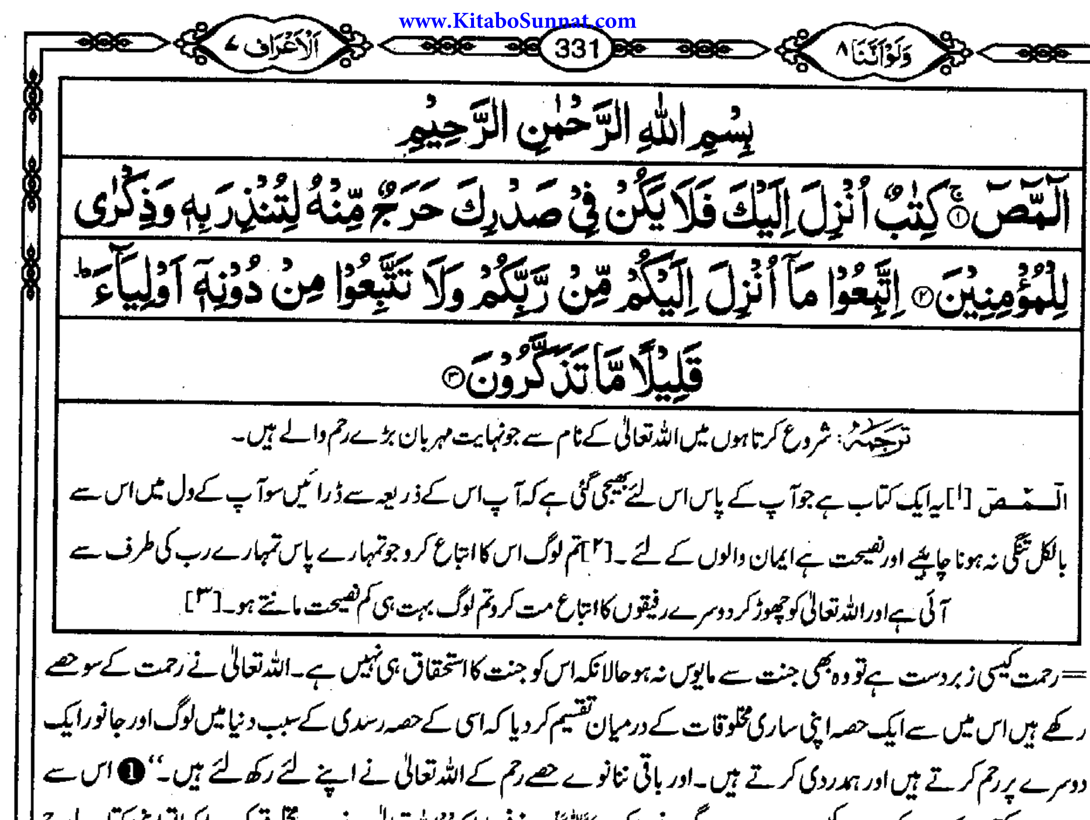
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دنیا شاداب و سرسبز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے بعد اب تم کو دنیا سے متمتع ہونے کا موقع دیا ہے اور تمہیں ان کا جانشین بنایا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے بعد اب تم کیا کردار پیش کرتے ہو۔ اے لوگو! دنیا سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو۔ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوا تھا وہ عورتوں ہی سے متعلق تھا۔" ❸ اور فرمایا کہ "رب تعالیٰ جلد تر سزا دینے والا ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی جلد تر ختم ہو جائے گی اور عاقبت و سزا سے سابقہ پڑ جائے گا اور وہ بڑا غفور اور رحیم بھی ہے۔"

یہاں خوف بھی دلایا جا رہا ہے اور ترغیب بھی دی جا رہی ہے کہ اس کا حساب اور عقاب جلد تر آ جائیں گے اور اللہ کی نافرمانی اور رسولوں کی مخالفت کرنے والے ماخوذ ہو جائیں گے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو دوست بنایا اللہ تعالیٰ اس کا والی اور غفور ہے اور رحیم ہے۔ اکثر جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں یعنی غفور اور رحیم ہمیشہ ساتھ ساتھ آئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے کے بارے میں بڑا صاحب مغفرت ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ ❹ اور فرمایا' اے نبی! میرے بندوں سے کہہ دو کہ میں غفور اور رحیم ہوں' اور میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب ہے۔ ❺ ترغیب و ترہیب پر مشتمل آیات بڑی کثرت سے ہیں۔ کبھی تو بندوں کو جنت کے صفات بیان کر کے ترغیب دیتا ہے اور کبھی دوزخ کا ذکر فرما کر اس کے عذاب اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈراتا ہے اور کبھی ایک ساتھ دونوں کا ذکر فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام میں ہمیں اپنا اطاعت گزار بنائے اور گنہگاروں کے زمرے سے دور رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر مؤمن یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کتنا سخت ہوتا ہے تو کوئی جنت کی طمع تک نہ کرے گا کہے گا کہ دوزخ سے چھٹکارا پا جاؤں تو بس ہے اور اگر کافر یہ معلوم کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی =

---

❶ ٣٤/ سبا:٢٥، ٢٦۔ ❷ ٤٣/ الزخرف:٣٢۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء و أكثر أهل النار النساء...... ٢٧٤٢؛ ترمذی، ٢١٩١؛ ابن ماجه، ٤٠٠٠؛ احمد، ٣/ ١٩؛ مسند ابی یعلی، ١١٠١؛ ابن حبان ٣٢٢١۔ ❹ ١٣/ الرعد:٦۔ ❺ ١٥/ الحجر:٤٩۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③

ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الٓمّٓصٓ [۱] یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہیے اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ [۲] تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔ [۳]

= رحمت کیسی زبردست ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو حالانکہ اس کو جنت کا استحقاق ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے رکھے ہیں اس میں سے ایک حصہ اپنی ساری مخلوقات کے درمیان تقسیم کر دیا کہ اسی کے حصہ رسدی کے سبب دنیا میں لوگ اور جانور ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ہمدردی کرتے ہیں۔ اور باقی ننانوے حصے رحم کے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رکھ لئے ہیں۔" ❶ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی رحمت کیسی زبردست ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے جو اس کے پاس فوق العرش ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ ❷ اسی ایک حصہ کی یہ برکت ہے کہ جانور گائے اونٹنی وغیرہ بھی بچے کو کچل دینے سے بچتی ہے اور بچہ پاؤں کے نیچے آ رہا ہو تو بچتی اور احتیاط کرتی ہے۔" ❸

تفسیر سورۂ اعراف

قرآن نصیحت اور کتاب ہدایت ہے: [آیت: ۱-۳] حروف مقطعات اور ان کے معنی اور ان سے متعلق اختلاف کے بارے میں سورۂ بقرہ میں بات گزر چکی ہے۔ ﴿الٓمّٓصٓ﴾ یعنی (اَنَا اللّٰهُ اَفْصِلُ) یہ کتاب تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اب اس کی تبلیغ اور انداز میں تم اپنے دل کے اندر کوئی کوتاہی اور تنگی نہ آنے دو۔ اور ایسا صبر اختیار کرو جیسا کہ اولوالعزم پیغمبروں نے صبر اختیار کیا تھا۔ اس تنزیل کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ کافروں کو ڈراؤ۔ اور مؤمنین کے لئے تو یہ قرآن نصیحت ہے ہی۔ ان مؤمنین نے تو قرآن نازل شدہ کا اتباع کر لیا ہے اور نبی امی ﷺ نے جو کتاب پیش کی ہے اس کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اب اس کو چھوڑ کر غیر کے پیچھے نہ پڑنا ورنہ اللہ تعالیٰ کے دائرہ حکم سے نکل کر غیر کے حکم میں چلے جاؤ گے۔ لیکن عبرت و نصیحت حاصل کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں اور تم سب ہی کو عبرت نہیں دلا سکتے' خواہ کتنی ہی حرص و کوشش کیوں نہ کرو۔ اور فرمایا کہ اگر تم ہر کسی کو خوش رکھنے =

❶ احمد، ۲/ ٤٨٤ وهو صحيح اس معنی کی روایت صحیح مسلم ۲۷۵۵ میں بھی موجود ہے۔

❷ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ ﴿ويحذركم الله نفسه﴾ ٧٤٠٤؛ صحيح مسلم، ٢٧٥١؛ ترمذي، ٣٥٤٣؛ ابن ماجه، ٤٢٩٥؛ ابن حبان، ٦١٤٣، احمد، ٢/ ٣١٣۔

❸ صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب جعل الله الرحمة في مائة جزء ٦٠٠٠؛ صحيح مسلم، ٢٧٥٢؛ ابن حبان، ٦١٤٨۔

وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ﴿٤﴾ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا إِلَّا أَن قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٥﴾ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ ۖ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ﴿٧﴾

ترجمہ: اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔[۴] سو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔[۵] پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔[۶] پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔[۷]

= کی کوشش کرو گے تو یہ لوگ تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ ❶ اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں اور مشرک رہ جاتے ہیں۔ ❷

ظالموں کا اعتراف جرم اور انکی تباہی: [آیت:۴۔۷] کتنی ہی بستیوں کو ہم نے مخالفت رسول کے سبب ہلاک کر دیا ہے اور دنیا اور آخرت کی رسوائی ان کے پیچھے لگا دی۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا اور یہ استہزا کرنے والے اس کی سزا میں ہلاک کر دیے گئے جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے بہت سی بستیوں کو ان کے گناہوں کے سبب جب ہلاک کر دیا تو ان کے بڑے بڑے محل اور مضبوط مکانات اجڑے اور گرے پڑے ہو گئے ان کے چشمے اور نہریں ٹوٹ پھوٹ گئیں اور فرمایا وہ اپنی فراخیٔ معیشت پر اترائے تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا ان کے گھر ایسے ہو گئے گویا کوئی ان میں رہا ہی نہ تھا مگر تھوڑے سے لوگ بچ رہے۔ اب ان کے وارث ہم ہی ہیں۔ اور فرمایا کہ ہمارا عذاب ان کے پاس سوتے میں آیا یا دوپہر کی استراحت کے وقت اچانک طور پر۔ اور یہ دونوں وقت غفلت کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کیا ان لوگوں کو اس کا ڈر نہیں کہ ہمارا عذاب رات میں سوتے ہوئے اچانک ان کو آ گھیرے گا یا صبح سویرے آ جائے گا اور وہ اپنے خرافات ہی میں مبتلا رہیں۔ اور یہ اپنے گناہوں سے چالبازی کرنے والے کیا اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا سکتا ہے یا ایسا اچانک عذاب آ سکتا ہے کہ ان کے وہم اور گمان میں بھی نہ ہو۔ یا ان کے سفر میں انہیں آ پکڑے گا اور وہ اس کا توڑ نہیں کر سکتے۔ اور فرمایا کہ جب عذاب ان پر آ ہی پڑتا ہے تو بجز یہ کہنے کے بن نہ پڑے گی کہ قصور ہمارا ہی تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ بہت سی ایسی بستیوں کو جو حد سے تجاوز کر گئی تھیں ہم نے برباد کر دیا ہے۔ یہ آیت بالا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی واضح دلیل ہے کہ ''کوئی قوم نہیں ہلاک کی گئی جب تک ان کے سارے عذرات ختم نہیں کر دیئے گئے۔'' عبدالملک سے پوچھا گیا کہ یہ کس طرح ہو گا تو یہی آیت پڑھی تھی کہ جب ہمارا عذاب آ ہی پہنچا تو یہی کہتے بنی کہ زیادتی ہماری ہی طرف سے تھی۔ اور فرمایا کہ جن کی طرف نبی بھیجے گئے ان سے ضرور بازپرس ہو گی۔ جیسا کہ فرمایا' ان سے پوچھا جائے گا کہ رسولوں کو تم نے کیا جواب دیا تھا جب کہ انہوں نے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کیا تھا۔ اور فرمایا اس روز اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع فرمائے گا اور پوچھے گا کہ تمہاری قوم نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ وہ کہیں گے ہم کو علم نہیں تو غیب کی بات جاننے والا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ بروز قیامت ان لوگوں سے پوچھے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم یہ سوال رسولوں سے بھی کریں گے اور ان کی قوموں سے بھی کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''تم لوگ ذمہ دار افسر ہو تم سب سے اپنے اپنے زیر اثر اور ماتحتوں کے بارے میں پرسش ہو گی۔ =

❶ ٦/ الانعام:١١٦۔ ❷ ١٢/ یوسف:١٠٦۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ٍالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾

ترجمہ: اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔[۸] اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔[۹]

=بادشاہ سے پرسش ہوگی رعیت کے بارے میں' مرد سے پرسش ہوگی بیوی بچوں کے بارے میں' عورت سے پرسش ہوگی اسکے شوہر کے بارے میں اور خادم سے پرسش ہوگی اسکے آقا کے مال کے بارے میں۔'' ❶ اور فرمایا ہم یقین کے ساتھ ان کو سب کچھ بتا دیں گے اور ہم بے خبر تو ہیں نہیں۔ قیامت کے روز ان کا نامہ اعمال کھولا جائے گا اور ان کے اعمال کی جانچ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کو دیکھتا ہے وہ تو چوری سے نظر ڈالنے پر بھی واقف ہے۔ دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔ پتا گر جائے یا اندھیرے میں کوئی دانہ پڑا ہو اس کو علم ہے' کتاب مبین میں کیا نہیں رطب و یابس سب کچھ ہے۔

قیامت اور میزان عدل: [آیت:۸۔۹] ارشاد ہے کہ اعمال کو قیامت میں وزن کرنا حق ہے تاکہ کسی پر ظلم نہ ہونے پائے۔ جیسا کہ فرمایا ہم بروز قیامت عدل کی ترازو قائم کریں گے تاکہ کسی پر ظلم نہ ہونے پائے۔ رائی کے دانے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو وہ بھی رہ نہ جائے گا۔ شمار کے لئے ہم کافی ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر ایک نیکی ہو تو اس کو دوگنا تگنا کرتا جاتا ہے۔ یہ اجر عظیم اس کے اپنی طرف سے بطور انعام ہے۔ ❷ اور فرمایا تول میں جو بھاری اترا وہ بڑے مزے میں رہا اور جو ہلکا اترا وہ دوزخ میں جا گرا۔ جانتے ہو''ہاویہ'' کیا ہے؟ دہکتی ہوئی آگ ہے۔ اور فرمایا جب صور پھونکا جائے گا تو رشتے ناطے سب ختم ہو جائیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ جس کا وزن بھاری رہا وہ تو کامیاب رہا اور جو ہلکا رہا وہ بڑے خسارے میں پڑا اور ہمیشہ کا جہنم اس کا ٹھکانہ ہوا۔ میزان میں جو چیز تولی جائے گی بعض نے کہا وہ نفس اعمال ہیں۔ اگرچہ وہ اعراض ہیں یعنی غیر مادی چیز ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جسم دے دے گا۔ اسی مضمون کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران قیامت کے روز دو بادلوں کی صورت میں سامنے آئیں گی' یا دو سائبانوں یا آسمان پر پھیلے ہوئے پرندوں کے جھنڈ کی صورت میں ہوں گی۔ ❸ اور صحیح حدیث میں ہے کہ قرآن پڑھتے رہنے والے کے پاس قرآن ایک نوجوان خوش رنگ کی شکل میں آئے گا۔ قاری پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں قرآن ہوں' رات بھر تمہیں جگا تا رہا اور دن بھر تمہیں تعمیل حکم۔ صوم میں پیاسا رکھا۔'' ❹ قصہ سوال قبر میں ہے کہ ''مؤمن کے پاس قبر میں ایک خوبصورت نوجوان خوشبودار آئے گا۔ صاحب قبر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں تمہارا عمل صالح ہوں۔'' ❺ حدیث بطاقہ میں ہے کہ ''ایک آدمی کو ایک کاغذ کا پرزہ دیا جائے گا اور وہ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں=

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن ۸۹۳؛ صحیح مسلم، ۱۸۲۹؛ ابوداود، ۲۹۲۸؛ ترمذی، ۱۷۰۵؛ ابن حبان، ۴۴۷۲؛ بیهقی، ۶/ ۲۸۷۔ ❷ ۴/ النسآء: ۴۰۔

❸ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة، ۸۰۵، مصنف عبدالرزاق، ۵۹۹۱؛ احمد، ۵/ ۲۴۹؛ ابن حبان، ۱۱۶؛ حاکم، ۱/ ۵۶۴۔ ❹ ابن ماجه، کتاب الأدب، باب ثواب القرآن ۳۷۸۱ وسنده حسن، فضائل القرآن لأبی عبید بن سلام، ص ۳۶؛ احمد، ۵/ ۳۴۸۔

❺ احمد، ۴/ ۲۸۷، ۲۸۸؛ وهو حدیث صحیح، الترغیب والترهیب ۵۲،۲۱۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا' تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔[۱۰] اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔[۱۱]

ننانوے کاغذ کے طومار رکھے جائیں گے۔ ہر ایک اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے۔ اس بطاقہ میں لکھا ہوگا (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) وہ کہے گا کہاں یہ کاغذ کا ٹکڑا اور کہاں یہ پورے کے پورے دفتر تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا مگر تمہارے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''وہ گناہوں کے طومار دفتر کے دفتر ترازو میں ہلکے ہو جائیں گے اور وہ کاغذ کا چھوٹا سا بطاقہ وزنی ہو جائے گا۔'' ❶ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمل یا اعمال نامہ نہیں وزن کیا جائے گا بلکہ صاحب عمل وزن کیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''قیامت کے روز ایک موٹا سا آدمی لایا جائے گا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پر پشہ کے برابر بھی وزن نہ رکھتا ہوگا۔'' پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝﴾ ❷ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ستائش کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تم کو ابن مسعود کی پتلی پتلی ٹانگوں پر تعجب کیوں ہے اللہ تعالیٰ کی قسم یہ میزان میں تلے گا تو اس کی پتلی ٹانگیں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ثابت ہوں گی۔'' ❸ ان تینوں روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ کبھی اعمال تولے جائیں گے اور کبھی اعمال نامے کبھی عمل کرنے والا۔

خالق کے مخلوق پر احسانات: [آیت:۱۰-۱۱] اللہ بندوں پر اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ ہم نے اس قدر تسلط دیا کہ دنیا میں تم حکومت کرنے لگے اور زمین پر اپنی جڑیں مضبوط کر لیں' اپنی نہریں جاری کر دیں' اپنے گھر اور شاندار محل بنا لئے اور ساری منفعتیں اپنے لئے پیدا کر لیں۔ ہم نے ان کے لئے ابر کو مسخر کر دیا تا کہ پانی برسا کر زمین سے ان کے لئے رزق پیدا کرے اور زمین میں ان کے لئے ذریعہ معاش حاصل ہو جس میں وہ تجارت کریں' اور قسم قسم کے اسباب راحت اپنے لئے پیدا کریں۔ پھر بھی یہ ان ساری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔ انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکر گزار ہے۔ ❹ لفظ (مَعَايِشَ) کو سب لوگ (ی) کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ یعنی ہمزہ کے ساتھ (مَعَائِشَ) نہیں پڑھتے لیکن عبدالرحمٰن بن ہرمز اس کو ہمزہ سے پڑھتے ہیں۔ اور صحیح تو یہی ہے کہ جو اکثر کا خیال ہے یعنی بلا ہمزہ۔ اس لئے کہ ''معایش'' جمع (معیشة) کی ہے۔

❶ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ماجاء فیمن یموت وھو یشھد أن لا الہ الا اللہ ۲٦۳۹ وسندہ صحیح، ابن ماجه، ٤۳۰۰؛ احمد، ۲/ ۲۱۳؛ حاکم، ۱/ ٦؛ ابن حبان، ۲۲۵۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الکھف باب ﴿أولئك الذین کفروا بربهم ولقائه فحبطت أعمالهم﴾ ٤۷۲۹؛ صحیح مسلم ۲۷۸۵۔

❸ احمد، ۱/ ٤۲۰، ٤۲۱ وسندہ حسن، مسند الطیالسی، ۲٥٦۱ مسند ابی یعلی، ٥۳۱۰؛ مجمع الزوائد، ۹/ ۲۸۹۔

❹ ۱٤/ ابراھیم: ۳٤۔

یہ مصدر ہے اس کے افعال (عاش' یعیش' معیشة) اس مصدر کی اصلیت ہے۔ (مَعِیْشَةٌ) کسرہ (ی) پر ثقیل تھا اس لئے عین کی طرف منتقل کر دیا گیا اور لفظ (مَعِیْشَة' مَعِیْشَة) بن گیا۔ پھر اس واحد کی جب جمع بنائی گئی تو (ی) کی طرف حرکت پھر لوٹ آئی کیونکہ اب ثقالت باقی نہیں رہی چنانچہ کہا گیا کہ (معایش) کا وزن مفاعل ہے اس لئے کہ اس لفظ میں (ی) اصلی ہے۔ بخلاف مدائن صحائف اور بصائر کے کہ یہ مدینہ۔ صحیفہ اور بصیرۃ کی جمع ہیں۔ اس لئے کہ (ی) اس میں زائد ہے لہٰذا جمع بروزن فعائل ہوگی اور ہمزہ بھی آئے گا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پیدائش اور فضیلت آدم علیہ السلام: اللہ پاک اس مقام پر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت اور ان کے دشمن ابلیس کا ذکر فرما رہا ہے جس کو بنو آدم اور آدم علیہ السلام سے بغض ہے تا کہ لوگ اس دشمن ابلیس سے بچنے لگیں اور اس کے راستہ پر نہ چلیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تمہاری صورتیں ڈھالیں۔ پھر ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا۔ رب نے ملائکہ سے کہا تھا کہ میں ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں جس کو کھنکھناتی سوکھی مٹی سے بناؤں گا۔ پس جب میں نے اس کو تیار کرنے کے بعد اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ ایک زندہ جسم بن گیا تو میری اس قدرت کو دیکھ کر سب اس آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔ ❶ اور اس کی ضرورت اس لئے تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے چکنی لیس دار مٹی سے بنایا اور اس کو ایک راست قامت بشر کی صورت بخشی اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی تو ملائکہ کو حکم دیا کہ کن سے بنی ہوئی مخلوق کو نہیں بلکہ خود میرے ہاتھوں سے بنے ہوئے پتلے کو سجدہ کرو لیکن دراصل یہ قدرت الٰہی کو سجدہ کرنا تھا اور اس کی شان کی تعظیم کرنی تھی۔ چنانچہ سب فرشتوں نے تعمیل حکم میں سجدہ کیا لیکن ابلیس نے نہ کیا۔ اول سورۂ بقرہ کی تفسیر میں اس پر کافی بحث گزر چکی ہے۔ اب اس وقت ہم نے یہاں جو تقریر کی ہے وہ ابن جریر رحمہ اللہ علیہ کی اختیار کردہ ہے۔

﴿خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ﴾ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگ مردوں کی پیٹھوں کے اندر پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد عورتوں کے ارحام میں ان کی شکل بندی ہوتی ہے۔ ❷ قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر اس کی ذریت کی تشکیل کی۔ لیکن اس میں غور طلب مقام ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد فرمایا ہے کہ ﴿قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور یہاں جمع کے ساتھ جو کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ خطاب تو فرماتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بنی اسرائیل سے یعنی ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾ ❸ (تا آخر) یعنی غمام اور من وسلویٰ تو موجودہ بنی اسرائیل کے آباء واجداد پر آیا تھا۔ چنانچہ مراد تو وہی لوگ ہیں جو بزمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے لیکن آباء واجداد پر احسان کرنا بھی دراصل ان کی نسل پر بھی احسان کرنا ہوتا ہے تو گویا یہ احسان اولاد پر بھی ہوا تھا' اس لئے خطاب کم کے ساتھ ہوا تو گویا آدم سے آدم اور اولاد آدم سے سب مراد ہیں۔ یعنی سب کو جمع کیا گیا۔ برخلاف اس قول باری کے کہ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝﴾ ❹ یہاں لفظ انسان سے جنس انسان مراد نہیں ہے یعنی جمع مراد نہیں بلکہ ایک متنفس یعنی آدم علیہ السلام کی ذات مراد ہے جو مٹی سے بنے تھے۔ لیکن ان کی تمام ذریت مٹی سے نہیں بلکہ نطفہ سے بنی ہے۔ اب انسان کو مٹی سے بنا ہوا صرف اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے باپ آدم علیہ السلام انسان کی طرح نطفہ سے نہیں بلکہ مٹی سے بنے ہوئے تھے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

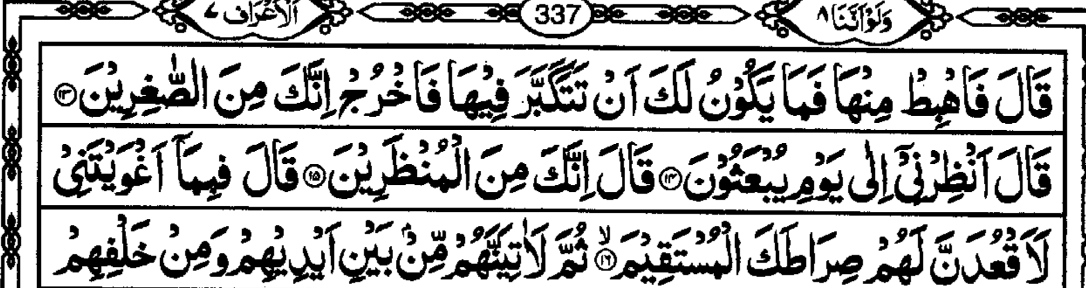
❶ ۱۵/ الحجر: ۲۸، ۲۹۔ ❷ حاکم، ۲/ ۳۱۹۔ ❸ ۲/ البقرۃ: ۵۷۔ ❹ ۲۳/ المؤمنون: ۱۲۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ط قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔[۱۲]

ابلیس کا قیاس فاسد: [آیت:۱۲] بقول بعض نحویوں کے اس آیت ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ﴾ میں (لَا) زائد ہے اور تاکید انکار کے طور پر زیادہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہہ گیا ہے کہ (مَا اِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ) اس مصرعہ میں ان نفی کے لئے ہے جو (مَا) نافیہ پر تاکید نفی کے لئے لایا گیا ہے۔ گویا یہاں (اِنْ) زیادہ ہے۔ اسی طرح اس آیت میں (لا) زیادہ ہے۔ ﴿لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○﴾ یہ قول باری اس سے پہلے ہی آیا ہوا ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ (منعك) ایک دوسرے فعل کو متضمن ہے جس کی تقدیر یوں ہوگی کہ کس بات نے تجھے اس کے لئے مجبور کر دیا تھا کہ سجدہ نہ کرے جب کہ میرا حکم موجود تھا۔ اور یہ قول قوی اور حسن ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

فائدہ: یہاں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ تسامح ہو گیا ہے کہ (لا) کو دوسرے بعض لوگوں کی طرح زائد سمجھتے ہیں یا یہ کہ ایک دوسرا فعل اس سے پہلے مقدر مانتے ہیں۔ یعنی (مَا اَحْوَجَكَ) یا (مَآ اَلْزَمَكَ) یا (مَا اضْطَرَّكَ) تا کہ (تَسْجُدَ) پر (لَا) کے لانے کو کھینچ تان اور تاویل کر کے صحیح ثابت کیا جا سکے۔ حالانکہ (لَا) کو نہ زائد ماننے کی ضرورت ہے اور نہ اس سے پہلے کسی فعل (اضْطَرَّكَ) وغیرہ کو محذوف نکالنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ دراصل (مَنَعَ) میں تجرید واقع ہوئی ہے۔ یعنی (مَنَعَ) بمعنی (قَالَ) ہے کیونکہ بعد میں جب لائے انکار یہ آ رہا ہے تو (مَنَعَ) میں انکاریت کو باقی رکھنے کی ضرورت نہ رہی اور اس میں سے معنائے انکار کی تجرید کر کے صرف قول کے معنی میں باقی رکھ دیا گیا۔ چنانچہ معنی یہ ہوئے کہ کس چیز نے تجھ سے کہا تھا کہ سجدہ نہ کرے۔ تجرید کا یہ سیدھا سادا راستہ جو عین مطابق قانون نحو ہے اور جس کو اکثر ضرورتًا اختیار کرنا پڑتا ہے اختیار کر لیا جائے تو وہ دونوں تکلف بھری باتوں کو ماننا غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ یعنی (لا) کی زیادتی یا جملہ کو صحیح بنانے کے لئے فعل مقدر (اضطرك) کو ماننا ابلیس نے کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں اور فاضل سے سجدہ نہیں کرایا جاتا ہے مفضول کے لئے۔ یعنی میں اس سے بہتر ہوں تو مجھے سجدہ کرنے کا کیوں حکم ہے۔ وہ دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ میں آگ سے پیدا شدہ ہوں اور آگ اشرف ہے مٹی سے جس سے کہ آدم پیدا شدہ ہے۔ ابلیس کی نظر اصل عنصر پر ہے لیکن اس نے اس تشریف وہی آدم پر نظر نہیں ڈالی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا بنا ہوا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی روح بھری ہوئی ہے۔ اس نے ایک قیاس فاسد قائم کر لیا جو نص کے مقابلہ میں عارض ہو رہا ہے۔ یعنی قیاس' اللہ کے حکم کے خلاف بیٹھ رہا۔ غرض سارے ملائکہ سجدہ میں گر پڑے۔ ابلیس ترک سجود کی وجہ سے فرشتوں سے الگ ہو گیا اور رحمت خداوندی سے مایوس بن گیا۔ یہی ناامیدی دراصل اس کی خطا ہے اور قیاس میں بھی غلطی کی۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ نار مٹی سے اشرف ہے۔ لیکن مٹی کی شان تحمل' حلم' بردباری' مستقل مزاجی' ثابت قدمی ہے۔ نیز طین (مٹی) محل نبات دنمود ہے۔ اور نار کی شان جلانا' طیش' سرعت ہے۔ اس لئے ابلیس کے عنصر نے اس کے ساتھ خیانت کی اور آدم کے عنصر نے رجوع اور انابت واستکانہ وعاجزی اور انقیاد کر کے آدم کو نفع بخشا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا =


قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿١٣﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿١٥﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا۔[١٣] وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔[١٤] اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔[١٥] وہ کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا[١٦] پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائے گا۔[١٧]

= سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلہ سے اور آدم مٹی سے حوریں زعفران سے۔'' ❶ ابلیس نے قیاس قائم کیا اور سب سے پہلے قیاس قائم کرنے والا وہی ہے اور شمس وقمر کی عبادت بھی قیاس ہی کی بنا پر کی جانے لگی ہے۔ ❷ ❸

ابلیس کو قیامت تک مہلت: [آیت:١٣۔١٧] اللہ پاک ابلیس سے خطاب فرما رہا ہے ایک ایسے امر سے متعلق جو لامحالہ وقوع پذیر ہونے والا ہے کہ میرے حکم سے نافرمانی اور اطاعت سے باہر ہو جانے کے سبب تو یہاں سے نکل جا تجھے کوئی حق نہیں تھا کہ تکبر کرتا۔ اکثر مفسرین (مِنْهَا) کی ضمیر کو جنت کی طرف عائد کرتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس رتبہ ومنزلت کی طرف عائد ہو جو اس کو ملکوت اعلیٰ میں حاصل تھا۔ فرماتا ہے تو نکل جا تو ذلیل وحقیر ہے۔ یہ ابلیس کی ضد کا نتیجہ تھا۔ اس موقع پر ابلیس نے ایک بات سوچی اور یوم قیامت تک اللہ تعالیٰ سے مہلت چاہی۔ اور یوں عرض کیا کہ ''اے اللہ تعالیٰ! مجھے سزا دینے میں یوم قیامت تک مہلت دے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' جا تجھے مہلت دے دی۔'' اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت مخفی تھی اور اسی کا ارادہ کام کر رہا تھا۔ اس کی مشیت کی مخالفت نہیں کی جا سکتی' اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم نہیں وہ سریع الحساب ہے۔

شیطان کی مکاریاں: جب ابلیس کو یوم قیامت تک کے لئے مہلت مل گئی اور اس نے اطمینان کا سانس لیا تو اس نے معاندت اور تمرد شروع کر دیا۔ اور کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے جس طرح تو نے بھٹکنے دیا ہے میں بھی تیرے بندوں کی سیدھی راہ پر بیٹھ کر انہیں بھی بھٹکاؤں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿اَغْوَيْتَنِيْ﴾ کا ترجمہ (اَضْلَلْتَنِيْ) کرتے ہیں اور دوسرے (اَهْلَكْتَنِيْ) کرتے ہیں۔ میں آدم علیہ السلام کا بدلہ آدم علیہ السلام کی نسل سے لوں گا۔ کیونکہ میں آدم علیہ السلام ہی کی وجہ سے راندۂ درگاہ بنا ہوں۔ صراط مستقیم سے طریق حق

❶ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب فی احادیث المتفرقة ٢٩٩٦؛ احمد، ٦/ ١٥٣؛ ابن حبان، ٦١٥٥، الأسماء والصفات، ٢/ ١٢٦۔ ❷ تاریخ بغداد، ٧/ ٩٩ صفة الجنة لأبی نعیم، ٢/ ٧١ اس کی سند میں حارث بن خلیفہ مجہول راوی ہے (المیزان ج ١/ ٦٣٣ رقم، ١٦١٤) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعیفه، ٣٥٣٩)

❸ الطبری، ١٢/ ٣٣٢۔

اور سبیل نجات مراد ہے۔ بھٹکانا اس طرح ہوگا کہ وہ تیری عبادت نہیں کریں گے۔ تیری توحید سے دور رہیں گے۔ اور بعض نحویوں نے کہا کہ (فَبِمَا) کا (ب) یہاں قسمیہ ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا کہ قسم ہے تیرے اغوا کی جو مجھ پر صادر ہوا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (صِرَاط) سے مراد امر حق لیتے ہیں۔ اور محمد بن سوقہ طریق مکہ مراد لیتے ہیں۔ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ صحیح تر تو یہی بات ہے کہ یہ لفظ ان سارے معانی سے عام تر ہے۔ سبرہ بن ابی الفاکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ''شیطان مختلف طریقوں سے ابن آدم کی راہ مارتا ہے۔ وہ اسلام کی راہ پر آ کر بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تو اسلام لائے گا اور اپنا اور اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ دے گا؟ لیکن وہ شخص شیطان کی نافرمانی کرتا ہے اور اسلام لاتا ہے پھر وہ اس کی راہ ہجرت میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کیوں ہجرت کرتا ہے کیا اپنا وطن چھوڑ دے گا۔ مہاجر کی عزت ایک جانور اور گھوڑے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ لیکن وہ نافرمانی کرتا ہے اور ہجرت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر راہ جہاد کھوٹی کرنے کے لئے آ بیٹھتا ہے۔ جہاد جان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی' چنانچہ کہتا ہے کہ کیا جنگ کرنے کے لئے نکلے گا' ارے تو قتل ہو جائے گا تو تیری عورت دوسرے سے نکاح کر لے گی' تیرا مال لوگ آپس میں بانٹ لیں گے لیکن پھر بھی وہ جہاد کرنے کے لئے نکلتا ہے۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جو ایسا کرتا ہے اور مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اس کو جنت میں جگہ دے' خواہ وہ قتل ہو جائے یا راہ میں ڈوب جائے یا اثنائے راہ میں جانور اسے کچل دے۔'' ❶ پھر شیطان نے کہا کہ میں بنی آدم کے سامنے سے بھی آؤں گا اور پیچھے سے بھی' یعنی آخرت کے بارے میں ان کے دلوں میں شکوک پیدا کروں گا اور دنیا پسندی کے لئے بھی ترغیب دوں گا۔ اور سیدھی طرف سے بھی آؤں گا' یعنی امر دین ان پر مشتبہ کر دوں گا اور ان کی بائیں طرف سے بھی آؤں گا' یعنی معاصی ان کے لئے دل پذیر بنا دوں گا۔

پھر مختلف لوگ اس کے مختلف معنی مراد لیتے ہیں جو تقریباً قریب قریب ہیں۔ اور شیطان نے یہ نہیں کہا کہ اوپر سے آؤں گا کیونکہ اوپر سے تو صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی آ سکتی ہے۔ اور تو اے اللہ تعالیٰ! ان بندوں میں اکثر کو شاکر یعنی موحد نہیں پائے گا۔ یہ بات ابلیس نے اپنے وہم وگمان کی بنا پر کہی تھی لیکن واقعہ کے مطابق آ کر بیٹھ گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابلیس کا یہ گمان ٹھیک تھا کیونکہ مؤمنین کے سوا سب نے اس کی پیروی کی' لیکن مؤمنین پر اس کی چال کارگر نہ ہوئی۔ اور ہم نے شیطان کو ایسی کوشش اس لئے کرنے دی کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون آخرت پر یقین رکھنے والا ہے اور کون شک وشبہ میں پڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا نگران ہے۔ ❷ اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس شیطان سے یوں پناہ مانگو کہ ''اے اللہ تعالیٰ! وہ کسی جہت سے بھی ہم پر تسلط نہ پائے''۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے کہ ''اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے عفو و عافیت مانگتا ہوں دین کے لئے بھی اور دنیا کے لئے بھی اور اہل اور مال کے لئے بھی۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو ڈھانک دے' مجھے خوف سے امن میں رکھ اور سامنے سے بھی میری حفاظت فرما اور پیچھے سے بھی اور سیدھی طرف سے بھی اور بائیں طرف سے بھی اور اوپر سے بھی' اور میں پناہ مانگتا ہوں کہ نیچے سے میرے ساتھ شیطان فریب چلائے۔'' ❸

---

❶ نسائی، کتاب الجهاد، باب ولمن أسلم وهاجر وجاهد ۳۱۳۶ وسنده حسن، احمد، ۳/ ۴۸۳؛ ابن حبان، ۴۵۹۳؛ شعب الایمان، ۴۲۴۶؛ التاریخ الکبیر، ۲/ ۸۷؛ ابن ابی شیبه، ۵/ ۲۹۳؛ المعجم الکبیر، ۷/ ۱۳۸۔

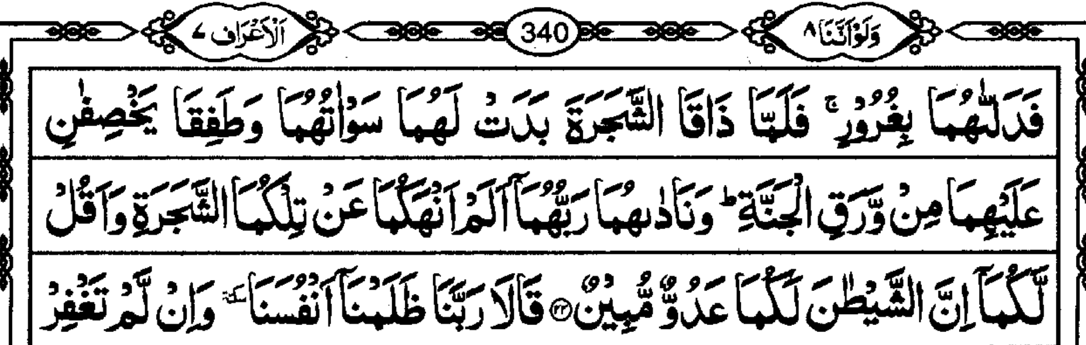
❷ ۳۴/ سبا: ۲۰۔ ❸ ابوداود، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا اصبح، ۵۰۷۴ وسنده صحیح، نسائی، ۵۵۳۱؛ ابن ماجه، ۳۸۷۱؛ احمد، ۲/ ۲۵؛ الأدب المفرد ۱۲۰۰؛ ابن حبان، ۹۶۱؛ حاکم، ۱/ ۵۱۷۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا جو شخص ان میں سے تیرا کہا مانے گا میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا۔[۱۸] اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم علیہ السلام تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں آدمی کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے۔[۱۹] پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ[۲۰] یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانیئے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔[۲۱]

ابلیس راندۂ درگاہ ہوا: [آیت:۱۸۔۲۱] اللہ پاک محل ملاء اعلیٰ سے ابلیس کو نکالتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ ذلیل اور راندہ بنا ہوا یہاں سے نکل جا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''مذؤم'' بہ معنی معیب وذلیل ہے۔ عیب کے موقع پر ذم کا لفظ استعمال کرنے سے ''ذیم'' کا لفظ استعمال کرنا زیادہ بلیغ ہے اور ''مدحور'' کے معنی دور اور راندہ۔ مذوم اور مذموم دراصل ایک ہی ہیں۔ اور یہ فرمان کہ ''جو تیری پیروی کرے گا' میں ایسے سب لوگوں سے اور تیرے گروہ سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' جیسا کہ فرمایا شیطان سے ''نکل جا' جو لوگ تیری پیروی کریں گے' جہنم ان کی پوری پوری جزا ہے۔ جن جن پر تو قدرت رکھتا ہے سب کو آواز دے کر بلالے اور اپنے لشکر اور ذریت کے ذریعہ ان کو فتح کر لے اور اموال واولاد میں ان کا شریک بن جا اور خوب خوب ان سے جھوٹے وعدے کر۔ شیطان کا وعدہ تو محض دھوکا دینے کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن میرے خاص بندوں پر تیرا ہرگز بس نہ چلے گا۔ رب ان کی کفالت ووکالت کرے گا۔''

ابلیس کی مکاری اور فریب: ارشاد ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حوا کے لئے جنت کو مسکن قرار دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جنت کے سب پھل کھا سکتے ہو سوا ایک درخت کے۔ اس پر سیر حاصل بحث سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ یہ بات دیکھ کر شیطان کو ان دونوں پر حسد ہوا اور مکاری اور فریب سے کام لینے کی کوشش کی تاکہ جو نعمت اور لباس حسن ان کو حاصل ہے اس سے انہیں محروم کر دے۔ اب ابلیس نے آدم وحوا سے کہا کہ رب نے جو تمہیں اس درخت سے منع فرمایا ہے وہ اس مصلحت سے ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ اور ہمیشہ یہاں رہنے کا حق نہ حاصل کر لو۔ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو پھر یہ بات تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ جیسا کہ کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تم کو ایک درخت بتاؤں اور ایسی ملکیت کا پتہ دوں جو کبھی مٹنے والی اور فنا ہونے والی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہیں واضح طور پر یہ بات اس لئے سمجھا رہا ہے تاکہ گمراہ نہ ہو جاؤ۔''



فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝٢٢ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٢٣

ترجمہ: سوان دونوں کوفریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔[٢٢] دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔[٢٣]

﴿اَنْ تَضِلُّوْا﴾ کا مطلب ہے (اَنْ لَّا تَضِلُّوْا) اور اس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ ہلنے اور جھکنے نہ لگے یہاں ﴿تَمِيْدَ بِكُمْ﴾ سے (لَا تَمِيْدَ بِكُمْ) مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن ابی کثیر ﴿مَلَكَيْنِ﴾ کو (مَلِكَيْنِ) کسرہ سے پڑھتے تھے لیکن جمہور فتحہ ہی سے پڑھتے ہیں۔

﴿وَقَاسَمَهُمَا﴾ یعنی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔ میں تم دونوں سے پہلے یہاں رہتا تھا اور اس جنت کی جگہ جگہ سے خوب واقف ہوں ﴿قَاسَمَ﴾ باب مفاعلہ سے ہے جس میں شرکت کی خاصیت ہوتی ہے۔ لیکن بعض وقت ایک ہی رخ مراد ہوتا ہے یعنی آدم و ابلیس دونوں نے نہیں بلکہ صرف ابلیس نے قسم کھائی تھی۔ یہاں تک کہ دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مؤمن کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں جس نے ہم کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دھوکا دیا ہم نے ہمیشہ دھوکا کھا لیا تو آدم علیہ السلام بھی کیسے دھوکا نہ کھا جاتے۔

آدم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے رحم کی اپیل: [آیت:٢٢-٢٣] ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام درخت خرما کی طرح طویل القامت تھے۔ سر کے بال گھنے اور لمبے تھے۔ جب ان سے خطا سرزد ہو گئی تو ان کا چھپا ہوا جسم کھل گیا اور اس سے پہلے اپنے مستور جسم کو دیکھتے نہ تھے۔ اب بدحواسی میں جنت کے اندر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ جنت کے ایک درخت سے سر کے بال الجھ گئے کہنے لگے مجھے چھوڑ دے۔ درخت بول اٹھا کہ میں نہ چھوڑوں گا۔ رب عز و جل نے ندا دی کہ اے آدم! کیا مجھ سے بھاگتے ہو؟ آدم علیہ السلام کہنے لگے اے رب! میں تجھ سے حیا کر رہا ہوں کیونکہ کھل گیا ہوں۔ ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ درخت جس سے آدم علیہ السلام کو منع کیا گیا تھا وہ خوشہ گندم تھا۔ جب آدم حوا نے اس کو کھا لیا تو ان کے چھپے اعضاء ان پر ظاہر ہو گئے۔ اب وہ درختوں کے پتوں سے اور انجیر کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے اور ایک سے ایک کو جوڑ کر جسم پر چپکانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم میں نے تمہیں جنت بخش دی تھی اور ہر چیز جائز کر دی تھی سوائے اس درخت کے جس سے منع کر دیا تھا۔ آدم علیہ السلام نے کہا=

❶ الطبری، ١٢/ ٣٥٤۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک۔[۲۴] فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔[۲۵]

= ہاں اے رب! لیکن تیری عزت کی قسم میرے تو گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ تیری قسم کھا کر کوئی جھوٹ کہے گا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝﴾ ❶ قسم کھا کر اس نے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ میں تمہیں زمین کی طرف بھیج دوں گا تم کو اس زندگی میں محنت و رنج کے سوا کوئی راحت نہیں مل سکتی۔ پھر فرمایا جنت سے نیچے اتر جاؤ اگر تم جنت میں ہر قسم کی نعمتیں کھاتے تھے تو اب طعام و شراب کی کوئی خوش گوار نعمتیں تمہیں نہیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آدم کو لوہے سے کام لینا سکھایا' کاشتکاری سکھائی۔ انہوں نے زراعت شروع کی' کھیتوں کی آبیاری کی۔ کھیت پک گئے تو فصل کاٹی۔ اسے کوٹا' دانے نکالے' پھر پیسا' گوندکر روٹی پکائی اور کھایا اور جو زحمت انہیں ہونی قسمت میں لکھی تھی' اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام جنت میں انجیر کے پتے لباس کی شکل میں جوڑ کر باندھتے تھے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ آدم و حوا کا لباس نورانی تھا کہ ایک دوسرے کو برہنہ نہیں دیکھ سکتے تھے اور جب برہنگی ظاہر ہوگئی تو اس برہنگی کو چھپانے کا خیال قدرتی طور پر پیدا ہوا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام نے کہا تھا' اے رب کیا میں توبہ و استغفار کر سکتا ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں' اس صورت میں پھر تمہیں جنت میں داخل کر دوں گا۔ لیکن ابلیس نے بجائے توبہ کی اجازت مانگنے کے مہلت کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کو اس کی مانگی ہوئی چیز دی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے گندم کھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں نے تمہیں اس درخت سے منع کیا تھا تو تم نے کیوں کھایا؟ تو کہنے لگے کہ حوا نے مجھے ایسا مشورہ دیا تھا۔ تو کہا کہ میں حوا کو یہ سزا دیتا ہوں کہ حمل کے زمانے میں بھی اس کو تکلیف اور وضع حمل کے وقت بھی اس کو درد و کرب لاحق رہیں گے۔ یہ سن کر حوا رونے لگیں تو کہا گیا کہ ولادت کے وقت تم اور تمہارا بچہ دونوں رویا کرو گے۔ ❷ آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ کلمات سیکھے تھے ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾

آدم و حوا علیہما السلام عرش سے فرش پر: [آیت: ۲۴-۲۵] یہ جنت سے نیچے اتر جانے کا خطاب آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس کو ہو رہا ہے اور بعض نے اس میں سانپ کو شامل کر لیا ہے۔ کیونکہ سانپ ہی آدم و ابلیس کے درمیان عداوت حاصلہ کا سبب بنا تھا۔ اس لئے سورہ طٰہٰ میں فرمایا ہے کہ تم سب کے سب اتر جاؤ۔ حوا تو آدم علیہ السلام کے تابع تھیں اور سانپ بھی اگر شامل سمجھا جائے تو وہ ابلیس کا تابع ہے۔ مفسرین نے ان مقامات کا بھی ذکر کیا ہے جہاں ان میں سے ہر ایک پھینکا گیا تھا۔ یہ ساری خبریں اسرائیلیات سے لی گئی ہیں ان کی صحت سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔ اگر ان مقامات موقوعہ کی تعیین میں کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ذکر فرماتا یا حدیث میں کہیں مذکور ہوتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اب زمین ہی تمہارا مستقر ہوگی اور موت آنے تک زمین ہی سے تمتع کرتے رہو گے۔ تقدیر میں بھی لکھا ہوا ہے اور لوح محفوظ میں بھی مسطور تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "مستقر" سے مراد قبور ہیں یا فوق ارض و تحت ارض مراد ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اب تمہیں زمین =

❶ ۷/ الاعراف: ۲۱۔ ❷ حاکم، ۲/ ۳۸۱۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۲۶ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۷

ترجمہ: اے اولاد آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔[۲۶] اے اولاد آدم شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کرا دیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی اتروا دیا تاکہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھائی دینے لگے۔ وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو ہم شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔[۲۷]

= پر ہی زندگی گزارنی ہے وہیں مرو گے اور پھر وہیں سے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ جیسا کہ فرمایا﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى O﴾ ❶ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین زندگی بھر بنی آدم کا گھر بنائی گئی ہے۔ یہیں جینا ہے' یہیں مرنا' یہیں قبور ہوں گی اور قیامت کے روز یہیں سے اٹھائے جاؤ گے' پھر اپنے اپنے اعمال کا جائزہ دو گے۔

لباس جسم اور لباس تقویٰ: [آیت:۲۶۔۲۷] اللہ پاک بندوں پر اپنے احسانات کا ذکر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں لباس آرائش دیا۔ لباس تو جسم کو اور عورات کو چھپانے کے کام میں آتا ہے اور ''ریش'' وہ لباس ہے جو تجمّل اور زیب و زینت کے لئے پہنا جاتا ہے۔ پہلی چیز تو ضروریات میں داخل ہے اور ریش تکمیلات و زیادات میں شامل ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ریش کلام عرب میں گھر کے ساز و سامان اور ضرورت سے زیادہ لباس کو کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے معنی مال بتاتے ہیں اور عیش' تنعم کو کہتے ہیں۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا' اور جب گلے تک پہن لیا تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنے جسم کو ضروری طور پر چھپاتا ہوں اور اس سے اپنی زینت بھی کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''جس نے کوئی نیا کپڑا پہنا اور گلے تک پہن لینے پر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنے مخفی جسم کو چھپاتا ہوں اور میری زیست میں وہ میرے لئے تجمّل و شان کا سبب ہے پھر اتارا ہوا کپڑا کسی غریب کو دے دے' تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ گیا' زندگی میں بھی اور مرنے پر بھی۔'' ❷ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکے کے پاس سے تین درہم میں ایک قمیص خریدی اور پہنچے سے ٹخنے تک پہن لی تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے ریش سے مجھے تجمّل بخشا اور اس سے میں اپنی عورات کو چھپاتا ہوں۔ ان سے کہا گیا کہ یہ آپ اپنے =

❶ ۲۰/ طٰہٰ:۵۵۔ ❷ ترمذی، کتاب الدعوات، ۳۵۶۰ وسندہ ضعیف، ابن ماجہ، ۳۵۵۷؛ حاکم، ۴/ ۱۹۳؛ احمد، ۱/ ۴۴ اس کی سند میں ابوالعلاء مجہول (التقریب، ۲/ ۴۸۵، رقم ۲۱۹) علی بن یزید اور عبیداللہ بن زحر ضعیف راوی ہیں (تہذیب الکمال، ۵/ ۳۴، رقم ۴۲۲۲، ۴۷۱۳)

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے۔[۲۸] آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے رکھا کرو۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہو گے۔[۲۹] بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔[۳۰]

= طور پر کہہ رہے ہیں یا نبی اکرم ﷺ سے سن کر؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ سے سن کر کہہ رہا ہوں۔ ❶ اور ارشاد ربانی کہ تقویٰ کا لباس یہ سب سے بہتر لباس ہے۔ لباس کو بعض نے نصب سے پڑھا ہے اور بعض نے رفع سے اس بنا پر کہ یہ مبتدا ہے اور ﴿ ذٰلِكَ خَيْرٌ ﴾ یہ خبر ہے۔ مفسرین نے اس کے معنی میں بھی اختلاف کیا ہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ لباس مراد ہے جو قیامت کے روز متقیوں کو پہنایا جائے گا۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ایمان۔ عروہ "لباس التقوىٰ" کے معنے اللہ تعالیٰ کا خوف بتاتے ہیں۔ یہ سب معنی متقارب ہیں اور اس حدیث کی تائید میں ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ منبر رسول پر آئے آپ ایک قمیص پہنے ہوئے تھے جس کی گھنڈیاں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دے رہے تھے اور کبوتر بازی سے روک رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! چھپ چھپ کر کام کرنے سے بچو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی چوری کا کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس چوری چھپے کے کام کو ظاہر کر دے گا وہ کام اچھا ہو گا تو نیک نامی اور برا ہو گا تو بدنامی ہو گی۔" پھر یہی متذکرہ بالا آیت پڑھی۔ ❷

اولاد آدم کو تنبیہ: اللہ تعالیٰ بنی آدم کو ابلیس اور اس کی ذریات سے ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام سے اس کی پرانی دشمنی ہے کہ جنت سے انہیں نکال کر دنیا کے دار التعب میں بسایا۔ ان کے چھپے ہوئے بدن کھل گئے اور یہ سب زبردست عداوت کی بنا پر تھا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ یعنی کیا تم ابلیس اور اس

❶ احمد، ۱/ ۱۵۷؛ مسند ابی یعلی ۲۹۵؛ مجمع الزوائد، ۵/ ۱۲۱، اس کی سند میں مختار بن نافع ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ٤/ ۸۰ رقم ۸۳۸۱) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ❷ الطبری، ۱۲/ ۳۶۸ اس کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک راوی ہے (المیزان، ۲/ ۱۹٦ رقم ۳۵۲۷) یہ روایت مسند احمد، ۱/ ۷۲؛ الأدب المفرد ۱۳۰۱ میں بھی مختصراً موجود ہے لیکن اس کی سند میں مبارک بن فضالہ ہے جسے نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ (المیزان، ۳/ ٤۳۱، رقم: ۷۰٤۸) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

کی قوم کو اپنا دوست بناتے ہو مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کو بہت ہی برا بدلہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فحش کام کا حکم نہیں کرتا: [آیت:۲۸۔۳۰] مشرکین عرب کعبہ کا برہنہ طواف کرتے تھے مشرکین عرب کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ ہم پیدائش کے وقت جیسے تھے اسی کیفیت سے طواف کریں گے۔ عورت کپڑے کے بجائے چمڑے کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا یا اور کوئی چیز لگا لیتی تھی اور باقی سب برہنہ رہتی۔ وہ کہتی جاتی تھی کہ ''آج جسم کا بعض حصہ یا پورا حصہ کھلا رکھا جائے گا۔ لیکن جو بھی کھلا ہوا ہو وہ کسی پر حلال نہیں ہے''۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا ہی ہے۔ قریش کو چھوڑ کر سارے عرب اپنا رات دن کا لباس پہنے ہوئے طواف نہیں کرتے تھے اور اس کی توجیہ یہ کرتے کہ جو کپڑے پہن کر انہوں نے گناہ کئے ہیں ان کپڑوں کے ساتھ طواف کیسے کریں۔ لیکن قبیلۂ قریش والے کپڑے پہنے ہوئے کرتے اور کسی قریشی احمسی نے اگر کوئی کپڑا کسی کو عاریتاً دے دیا ہو تو پھر وہ عام عرب بوقت طواف کپڑا پہن لیتا' یا وہ عرب جس کے پاس بالکل نیا کپڑا ہوتا۔ پھر یہ کپڑے اتار دیے جاتے اور ان کا کوئی مالک نہ سمجھا جاتا اور کسی کے پاس نیا کپڑا نہ ہو' یا کسی قریشی سے کپڑا بھی عاریتاً نہ ملا ہو تو وہ برہنہ ہی طواف کرتا' عورتیں بھی عموماً برہنہ طواف کرتیں اور رات کے وقت کرتیں۔ یہ چیز ان لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھی اور اس ذہنیت میں اپنے آباء کا اتباع کیا تھا۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے آباء کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس بات کا انکار فرماتا ہے کہ ''اے محمد ﷺ! ان سے کہہ دو کہ یہ فحش اور نازیبا کام تم جو کرتے ہو اللہ تعالیٰ ایسے کاموں کا حکم نہیں دیتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جس کی صحت کا تمہیں کوئی علم نہیں۔ کہہ دو کہ میرا رب تو عدل اور استقامت کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی جگہ پر استقامت سے انجام دو۔'' اسی میں رسولوں کی متابعت ہے۔ جنہوں نے شریعت ربانی پیش کی اور معجزات دکھا کر تاکید کی کہ اب اخلاص اختیار کرو اور جب تک یہ دونوں باتیں یعنی پابندی شریعت اور اخلاص فی العبادۃ نہ ہو تمہاری کوئی عبادت قبول نہیں کی جاسکے گی۔ قولہ تعالیٰ ﴿كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ﴾ اس کے معنی میں مفسرین میں اختلافات ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد پھر زندہ کرے گا۔ دنیا میں پیدا کیا اور آخرت میں اٹھائے گا۔ پیدا کیا جب کہ لاشے تھے پھر مر گئے پھر زندہ کئے جاؤ گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ پند و وعظ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ''اے لوگو! تم کھلے ننگے غیر مختون اٹھائے جاؤ گے۔ کیونکہ پیدائش کے وقت تم ایسے ہی تھے۔'' یہ ہم پر فرض ہے اگر ہم کو کرنا ہے تو ہی کریں گے۔ ❶ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر اٹھایا جائے گا۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق اٹھائے جائیں گے یا جیسا تقدیر میں لکھا ہے یا جیسا تمہارا عمل تھا۔ محمد بن کعب کا خیال ہے کہ شقاوت پر اگر اس کی خلقت ہوئی ہے تو شقی بنا کر ورنہ سعید بنا کر جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے جادوگر کہ عمر بھر اہل شقاوت کے عمل کرتے رہے' لیکن چونکہ ان کی خلقت سعادت کی بنیاد پر ہوئی تھی اس لئے اسی بنیاد پر ان کا نشر ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مومن پیدا کیا ہے اور کسی کو کافر جیسا کہ فرمایا ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ پھر ایسا ہی تمہیں اٹھائے گا جیسا کہ پیدا کیا۔ اس قول کی تائید حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اسکے اور جنت کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ

❶ صحيح بخاري كتاب الرقاق باب الحشر ٦٥٢٦؛ صحيح مسلم ٢٨٦٠؛ ترمذي ٣٣٣٢٣؛ احمد، ١/ ٢٢٩؛ مسند الطيالسي ٢٦٣٨؛ ابن حبان ٧٣٤٧۔

جاتا ہے کہ نوشتہ تقدیر اس پر غالب آتا ہے اور وہ اہل نار کے عمل کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرجاتا ہے اور داخل نار ہوتا ہے۔ اور کوئی شخص عمر بھر اہل نار کے سے عمل کرتا ہے اور دوزخ سے ایک گز کی دوری رہ جاتی ہے کہ کتاب الٰہی اس پر غالب آجاتی ہے پھر وہ جنتیوں کے سے عمل کر کے مرتا ہے اور جنتی بنتا ہے۔'' ❶ اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''کوئی شخص لوگوں کی نظروں میں جنتیوں کے سے عمل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور وہ درحقیقت ہوتا ہے اہل دوزخ۔ اور ایک دوسرا شخص ہوتا ہے کہ دوزخیوں کے سے اعمال کرتا دکھائی دیتا ہے لیکن وہ دراصل ہوتا ہے جنتی۔'' ❷ سند تو ان اعمال کی ہے جو خاتمہ کے وقت سرزد ہوتے ہوں اور کلمہ شہادت پر دم نکلتا ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ مرنے کے وقت جیسا تھا ویسا ہی اٹھے گا۔ ❸ اب ضروری ہے کہ اس قول اور اس آیت کے درمیان کہ ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا﴾ ❹ توافق قائم رہے۔ اور یہ بھی حدیث قول باری کی تائید میں ہے کہ ہر مولود دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسکے ماں باپ یا تو اسکو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔ ❺ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تو اپنے بندے نیک فطرت پیدا کئے تھے لیکن شیاطین نے ان کو بہکا بہکا کر دین سے بھٹکا دیا۔'' ❻ غرض توافق یوں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو یوں پیدا کیا ہے کہ پہلے تو وہ مؤمن ہوں گے۔ کیونکہ فطرت میں ایمان ہی ہے اور یہ بھی تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ پھر کافر ہو جائیں گے اگرچہ ساری مخلوق معرفت اور توحید کی فطرت رکھتی ہے جیسا کہ ان سے ایسا عہد بھی لے لیا گیا تھا' اور اسکو انکی فطری چیز بنایا تھا لیکن باوجود اسکے انکے مقدر میں یہ تھا کہ وہ یا تو شقی ثابت ہونگے یا سعید اور حدیث میں ہے کہ ''لوگ صبح اٹھتے ہیں تو یا تو اپنی جان نجات کے حوالے کرتے ہیں یا ہلاکت کے حوالے۔'' ❼ اس کی نجات میں اللہ تعالیٰ ہی کا حکم نافذ ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ○﴾ ❽ یعنی قرار یوں دیا کہ وہ ہدایت پائے گا۔ ﴿اَلَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ○﴾ ❾ جس نے کہ ہر شے کو اس کی خلقت عطا فرمائی پھر راستے پر لگایا۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ ''جو اہل سعادت ہیں ان کو اہل سعادت کے سے عمل کرنے میں دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ اور جو اہل شقاوت سے ہیں ان پر شقی لوگوں کے سے عمل آسان ہو جاتے ہیں۔'' ❿ اسی لئے فرمایا کہ ایک فریق تو ہدایت پر ہے اور ایک فریق پر گمراہی چھائی ہوئی ہے پھر اس کی یہ علت یہاں بیان فرمائی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بجائے شیاطین کو اپنا اولیا بنا لیا تھا۔ یہ بڑی کھلی دلیل ہے ان لوگوں کی غلطی پر جو یہ زعم کرتے ہیں کہ اللہ کسی کو معصیت یا کسی غلط عقیدہ پر عذاب نہیں دے گا جب کہ اس کو اپنے عمل کے صحیح ہونے کا یقین کامل ہو۔ ہاں کسی علم ویقین کے باوجود اگر ضد سے نہ مانے تو اسی کو عذاب ہو گا۔ اسلئے کہ اگر ان کا یہی خیال صحیح ہوتا تو اس گمراہ میں جو اپنے کو ہدایت پر یقین کر رہا ہے اور اس فریق پر جو درحقیقت گمراہی پر نہیں بلکہ ہدایت پر ہے صحیح عمل کرتا ہے اور صحیح عقیدہ پر ہے کوئی فرق نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے دو قسم کے لوگوں میں فرق بتا دیا ہے۔

---

❶ صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم ۳۲۰۸؛ صحيح مسلم ۲۶۴۳؛ احمد، ۱/ ۳۸۲؛ ابن حبان، ۶۱۷۴۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب الأعمال بالخواتيم وما يخاف منها ۶۴۹۳؛ صحيح مسلم ۱۱۲؛ احمد، ۵/ ۳۳۵؛ دلائل النبوة، ۴/ ۲۵۲۔ ❸ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالىٰ عندالموت ۲۸۷۸؛ احمد، ۳/ ۳۳۱؛ ابن حبان ۷۳۱۹۔ ❹ ۳۰/ الروم:۳۰۔ ❺ اس کی تخریج سورۃ النساء آیت ۱۱۹ کے تحت گزر چکی ہے۔
❻ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الجنة واهل النار ۲۸۶۵ مصنف عبدالرزاق ۲۰۰۸۸؛ مسند الطيالسي ۱۰۷۹؛ احمد، ۴/ ۲۶۶؛ ابن حبان، ۶۵۳۔ ❼ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء ۲۲۳؛ ترمذي ۳۵۱۷؛ احمد، ۵/ ۳۴۲؛ ابن حبان ۸۴۴۔ ❽ ۸۷/ الاعلىٰ:۳۔ ❾ ۲۰/ طٰهٰ:۵۰۔
❿ صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عندالقبر وقعود أصحابه حوله ۱۳۶۲؛ صحيح مسلم ۲۶۴۷؛ ابوداود ۴۶۹۴؛ ترمذي ۲۱۳۷؛ ابن ماجه ۷۸؛ احمد، ۱/ ۸۲؛ مسند ابی یعلیٰ ۳۷۵۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾

ترجمہ: اے اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔ [۳۱]

اچھا لباس کون سا ہے؟ [آیت: ۳۱] ان آیات میں ان مشرکین کا رد ہے جو برہنہ ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کرنے پر اعتماد رکھتے تھے کہ دن میں مرد اور رات میں عورتیں کپڑے اتار کر طواف کرتی تھیں۔ ❶ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت (جس میں بیت اللہ شریف کے طواف کی عبادت بھی شامل ہو سکتی ہے) اپنی زینت یعنی لباس پہنے رہو جو تمہارے جسم کو برہنگی سے چھپا لے۔ اس کے علاوہ اچھے اچھے کپڑے اور زیب و زینت بھی کر لو۔ ائمہ سلف نے یہی لکھا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے برہنہ ہو کر طواف کرنے ہی سے متعلق ہے' اور انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ''یہ نماز کے وقت جوتی پہن کر پڑھنے سے متعلق وارد ہوئی ہے'' لیکن اس کی صحت غور طلب ہے۔ اور اسی بنا پر حدیث میں کہا گیا ہے کہ ''نماز کے وقت تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور لائق صواب ہے۔ خصوصاً یوم جمعہ اور یوم عیدین' اور بہتر ہے کہ خوشبو بھی ملیں کیونکہ یہ بھی زینت ہے اور سب سے اچھا لباس سفید لباس ہے۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''سفید کپڑے پہنو یہی سب سے اچھے کپڑے ہیں اپنی اموات کو بھی اسی میں کفناؤ۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا کرو یہ بصارت کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔'' ❷ یہ حدیث جید الاسناد ہے۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک چادر ہزار درہم میں خریدی تھی' اسی کو اوڑھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ اس آیت میں ساری طب جمع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو چاہو کھاؤ جو چاہو پہنو میں تم پر کوئی الزام نہیں رکھتا لیکن دو خصلتیں بری ہیں ایک تو اسراف دوسرے غرور اور اکڑنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کھاؤ پیو پہنو دوسروں کو دو' لیکن اسراف نہ ہونے پائے اور شان و غرور کے لئے نہ ہو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر اس کی نعمتوں کا اثر نمایاں ہو۔'' ❸ یہ تو پہننے سے متعلق بات تھی اور کھانے سے متعلق یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس برتن سے زیادہ منحوس کوئی برتن نہیں جس کو بھرا ہوا پیٹ کہا جائے۔ انسان کے لئے تو چند لقمے بھی کافی ہیں۔ جو اس کو اپنی حالت پر قائم رکھ سکیں اور اگر کچھ کھانا ہی چاہتا ہے تو ایک تہائی پیٹ غذا کھا لے اور ایک تہائی پانی پی لے اور ایک تہائی بہ آسانی سانس لینے کے لئے چھوڑ دے۔'' ❹ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اسراف یہ ہے کہ جو جی میں آیا انسان کھا لیا کرے۔'' ❺

---

❶ صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله ﴿خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾ ۳۰۲۸۔

❷ ابوداود، کتاب اللباس، باب فی البیاض ۴۰۶۱؛ وهو حسن، ترمذی، ۹۹۴؛ ابن ماجه ۱۴۷۲؛ احمد، ۱/ ۲۴۷؛ ابن حبان ۵۴۲۳؛ حاکم، ۱/ ۳۵۴۔

❸ احمد، ۲/ ۱۸۲؛ حاکم، ۴/ ۱۳۵ وسنده ضعیف وحدیث الترمذی، ۲۸۱۹ (صحیح) یغنی عنه۔

❹ ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی کراهیة کثرة الأکل، ۲۳۸۰ وهو صحیح، ابن ماجه ۳۳۴۹؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۶۷۶۸؛ احمد، ۴/ ۱۳۲؛ ابن حبان ۶۷۴۔

❺ ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب من الإسراف تاکل کل ما اشتهیت، ۳۳۵۲ وسنده ضعیف جداً یوسف بن ابی کثیر مجهول اور نوح بن ذکوان ضعیف راوی ہے۔ مسند ابی یعلی ۲۷۶۵؛ حلیة الاولیاء، ۱۰/ ۲۱۳؛ شعب الایمان، ۲/ ۱۶۹۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳۲ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۳

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے۔ اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز بھی خالص رہیں دنیوی زندگی میں خاص اہل ایمان ہی کے لئے ہیں ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ [۳۲] آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو ان کو جو علانیہ ہیں وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہ رکھو۔ [۳۳]

سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو لوگ برہنہ طواف بیت اللہ کرتے تھے وہ حج کے زمانے میں چربی اپنے پر حرام کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چربی حرام نہیں ہے کھاؤ پیو اور چربی کی تحریم میں جو زیادتی تم نے کر رکھی ہے یہ نہ کرو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کھاؤ پیو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ﴿لَا تُسْرِفُوْا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ کھاؤ لیکن حرام نہ کھاؤ کیونکہ یہ زیادتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کھاؤ پیو لیکن زیادہ کھاؤ پیو نہیں' کیونکہ یہی اسراف ہے۔ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿مُسْرِفِيْنَ﴾ سے (مُعْتَدِيْنَ) مراد ہیں جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝﴾ یعنی حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ غلو کر کے حلال کو بھی بزعم احتیاطاً اپنے پر حرام کر لیتے تھے یا حرام کو حلال بنا لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ حلال کو حلال رکھو اور حرام کو حرام۔ یہی عدل ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

حلال چیز کو حرام کرنا: [آیت: ۳۲-۳۳] اس آیت میں رد ہے اس شخص کا جو کھانے پینے یا پہننے کی کوئی چیز اپنے پر حرام کر لیتا ہے حالانکہ شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہوتی۔ کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان مشرکین سے جنہوں نے اپنی آراء فاسدہ سے اپنے اوپر ایک ایک چیز حرام کر لی ہے کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی اس دی ہوئی زینت کو حرام کر دیا' جو حق تعالیٰ نے بندوں کے لئے قرار دی۔ جس کو کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس دنیوی زندگی میں اپنے عبادت گزار مؤمنوں کے لئے۔ اگرچہ کفار بھی اس میں شریک ہیں۔ لیکن ان نعمتوں کا حق تو دراصل مؤمن ہی رکھتے ہیں اور یہ نعمتیں تو خصوصیت کے ساتھ قیامت میں انہیں ملیں گی جن میں کفار شریک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جنت کی نعمتیں کفار پر حرام ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرب بیت اللہ شریف کا عریاں طواف کرتے وقت سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''لباس تو اللہ تعالیٰ کی زینت ہے'' اس کو پہنے ہوئے طواف کیا کرو۔

سب سے زیادہ غیرت مند ہستی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں۔ اسی لئے کھلی چھپی =

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد معین ہے سو جس وقت ان کی میعاد معین آ جائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے[۳۴] اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آئیں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو جو شخص پرہیز رکھے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[۳۵] اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتائیں گے اور ان سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔[۳۶] سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلائے ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آئیں گے تو کہیں گے کہ وہ کہاں گئے جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے۔[۳۷]

= ساری گناہ کی باتیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہیں اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے جو ہر آن اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہے۔ اور ناحق اور ناروا اثم اور بغی کو بھی حرام کر دیا ہے۔'' ❶ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اثم کے معنی معصیت اور بغی کے معنی ہیں بغیر استحقاق لوگوں کا مال یا ناحق عزت چھیننے میں زیادتی کرنا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ باغی وہ ہے جو خود اپنے نفس پر بغاوت کرے اور حاصل بحث تفسیر یہ ہے کہ ''اثم'' وہ خطایا ہیں جو فاعل کی اپنی ذات سے متعلق ہیں اور ''بغی'' وہ تعدی ہے جو لوگوں تک متجاوز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام فرمایا ہے اور فرمایا کہ شرک باللہ بھی حرام ہے جس کی کوئی سند ہی نہیں ہے اور کسی کو شریک باللہ بنانے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اور یہ بھی حرام ہے کہ وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے یعنی یہ کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور اسی قسم کی باتیں جن کا کوئی علم و یقین ہی نہیں' جیسا کہ فرمایا کہ بت پرستی کی گندگی سے بچو۔

نیکوں کو بشارت اور برے لوگوں کو عذاب کی وعید: [آیت: ۳۴۔۳۷] ارشاد ہوتا ہے کہ ہر امت کے لئے ایک میقات معلوم =

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب قوله تعالیٰ ﴿ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن﴾ ٤٦٣٤؛ صحیح مسلم ٢٧٦٠؛ ترمذی ٣٥٣٠؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ١١١٧٣؛ احمد، ١/ ٣٨١؛ ابن حبان ٢٩٤۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۸

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ۔ جس وقت بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب دوگنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم کو خبر نہیں۔[۳۸] اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سو تم بھی اپنے کردار کے مقابلے میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔[۳۹]

= اور وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آ جائے تو پھر لحہ بھر کی بھی تو تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ پھر بنی آدم کو اللہ پاک ڈراتا ہے کہ دیکھو تمہارے پاس ہمارے رسول آئیں گے تم کو ہماری آیات سنائیں گے بشارت بھی دیں گے اور خوف بھی دلائیں گے اب جو ڈر گیا اور اپنی اصلاح کر لی، محرمات ترک کر دیے اطاعت کے کام کرنے لگا تو اس کو نہ کسی خوف کا سامنا ہوگا اور نہ کوئی رنج و غم گھیرے گا۔ لیکن جو ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے اور غرور سے کام لیں گے یہی لوگ اہل نار ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ملک الموت کی ظالم لوگوں سے ملاقات: ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ پر کذب کا افترا کرے یا اس کی آیتوں اور معجزات کو جھٹلائے، یہ لوگ نوشتۂ تقدیر سے اپنا حصہ پالیں گے۔ مفسرین نے اس کے معنی میں اختلافات کیے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کا چہرہ کالا ہو جائے گا۔ یا یہ کہ جو خیر کرے گا اس کی جزا خیر ملے گی اور بد کی جزا بد ملے گی۔ یا اپنے حصے سے مراد اپنا عمل اپنا رزق اور اپنی عمر۔ اور یہ قول معنی اور سیاق عبارت کے لحاظ سے قوی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ ''ہمارے فرشتے جب ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے۔'' اور اس آیت کے معنی کی مثال یہ قول پاک ہے کہ ''جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کذب کا افترا کرتے ہیں وہ دنیا میں تمتع کے لحاظ سے کوئی فلاح نہیں پائیں گے اور جب پھر وہ ہماری طرف لوٹیں گے تو ان کے کفر کے سبب ہم انہیں عذاب شدید کا مزہ چکھائیں گے۔'' پھر فرمایا کہ ''اگر کوئی کفر کرتا ہے تو کرنے دو تمہیں اس کا کفر رنج و کوفت میں نہ ڈالے۔ ان کو آخر ہماری طرف آنا ہے ہی اس وقت ان کے اعمال ان پر کھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی بات کو جاننے والا ہے۔ ہم نے تو چند روزہ تمتع ان کو دے رکھا ہے۔ اللہ پاک آیت بالا میں خبر دیتا ہے کہ ملائکہ جو مشرکین کی روح قبض کریں گے تو موت کے وقت ان کو ڈرائیں گے اور روح قبض کر کے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اب وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے، انہیں سے دعا مانگتے تھے اور انہیں کی عبادت کرتے تھے۔ انہیں کو بلاؤ تاکہ وہ تم کو دوزخ سے چھڑائیں۔ تو

وہ کہیں گے وہ اب کہاں وہ تو سب بھاگ گئے۔ ہم کو تو اب ان کی خیر کی بھی امید نہیں' اور اپنے منہ آپ اقرار کرنے لگیں گے کہ ہم کفر کرتے رہے تھے۔

کافروں کا ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرانا: [آیت:۳۸۔۳۹] اللہ پاک مشرکین کی ان باتوں کی خبر دے رہا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے تھے جب کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے جیسے ان گروہوں میں جا کر شامل ہو جاؤ جو تمہاری صفات والے تھے اور جو تم سے پہلے گزرے ہیں خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسان میں سے اور پھر دوزخ کی راہ لو۔ ﴿مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ محتمل ہے کہ ﴿فِیْٓ اُمَمٍ﴾ کا بدل ہو اور یہ بھی محتمل ہے کہ ﴿فِیْٓ اُمَمٍ﴾ معنی میں ہو مع امم کے۔ اور قولہ ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا﴾ یعنی جب ایک نیا گروہ دوزخ میں جھونکا جائے گا تو ایک دوسرے کو برا کہنے لگیں گے (خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک کافر دوسرے کافر سے سرکش ہو جائے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگیں گے)۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جس وقت یہ کفار تابعین اپنے متبوعین سے سخت اظہار ناراضگی کریں گے اور جب وہ عذاب الٰہی کو دیکھ لیں گے اور تعلقات باہم ٹوٹ جائیں گے' یہ تابعین کہیں گے کہ کاش ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہو تو جس طرح اس وقت یہ ہم سے الگ ہو گئے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بیزاری کا اظہار کر کے بدلہ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے اعمال حسرت کے رنگ میں پیش کر کے انہیں بتلائے گا۔ لیکن دوزخ سے وہ کسی طرح خارج نہ ہو سکیں گے۔ حتیٰ کہ وہ سب جب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو بعد کے داخل دوزخ ہونے والے تابعین اپنے متبوعین کے بارے میں کہیں گے' وہ متبوعین جن کا جرم بہ نسبت تابعین کے زیادہ شدید تھا اور وہ پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے' اللہ تعالیٰ سے اپنے متبوعین کی شکایت کریں گے کہ انہیں نے ہم کو سیدھے راستے سے گمراہ کیا تھا' اس لئے اے رب ان کو دوزخ میں دگنا عذاب دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''جس روز آگ میں جل کر ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے' وہ کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے۔ اور اے رب! ہم نے اپنے بڑوں کی بات مانی اور انہوں نے ہمیں بہکا دیا۔ اے اللہ ان کو دگنا عذاب دے۔'' ❶ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہیں تم میں سے ہر ایک کو دگنا عذاب ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا کہ جو لوگ کفر کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں ہم ان کا عذاب زیادہ کر دیں گے اور وہ اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دوسروں کے گناہوں کا بھی۔ غرض متبوعین اپنے تابعین سے کہیں گے کہ اب تم کو ہم پر کیا فضیلت رہی' تم بھی ایسے ہی از خود گمراہ ہو گئے' جیسے ہم ہو گئے تھے' تو اب اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔ ان کی یہ حالت ویسی کچھ ہے جس کی خبر اللہ پاک نے یوں دی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کاش تم ان کافروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں اور تابعین اپنے متبوعین سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مؤمن بنتے تھے اور متبوعین اپنے تابعین سے کہیں گے کہ ہدایت حاصل کرنے سے ہم نے تم کو روک تھوڑا لیا تھا' تم تو آپ بھٹک گئے تھے عقل سے کام کیوں نہیں لیا تھا۔ اور تابعین متبوعین سے کہیں گے کہ یہ تو تمہارا رات دن کا بہکانا تھا کہ تم ہم کو کفر پر مجبور کرتے تھے اور خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے۔ پھر آپ ہی چپکے چپکے نادم ہو جائیں گے' جب عذاب الٰہی کو دیکھیں گے اور ہم ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے اور جیسا وہ کرتے تھے ویسی ہی ان کو جزا ملے گی۔ ❷

---

❶ ۳۳/ الاحزاب: ٦٦، ٦٧۔ ❷ ۳٤/ سبا: ۳۱، ۳۳۔



إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

ترجمہ: جو لوگ ہماری آیات کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔[۴۰] ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔[۴۱]

کافروں کا اوڑھنا بچھونا آگ ہی ہے: [آیت: ۴۰۔۴۱] جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور اس سے روگردانی کی' ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے یعنی نہ ان کا عمل صالح اوپر چڑھایا جائے گا نہ دعائیں۔ رسول اللہ ﷺ قبض روح فاجر کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''فرشتے اس روح کو لے کر آسمان پر چڑھیں گے' اور ملاء اعلیٰ کے جن فرشتوں پر سے گزر ہوگا وہ پوچھیں گے کہ یہ کس کی خبیث روح ہے؟ تو اس کا قبیح ترین نام لے کر کہا جائے گا کہ فلاں کی ہے حتیٰ کہ آسمان تک پہنچیں گے اور کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ لیکن دروازہ کھلے گا نہیں'' جیسا کہ ارشاد ہے ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کی مشایعت کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے' اور قبر تک پہنچے تو نبی اکرم ﷺ وہاں بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے اطراف بیٹھے تھے اور ایسے خاموش گویا پرندے ہمارے سروں پر بیٹھ گئے ہیں (ہمیں خاموش و بے حرکت دیکھ کر) آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی زمین پر اس سے ایک شغل کے طور پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمانے لگے ''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ مانگو!'' دو یا تین دفعہ فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ ''مومن جب دنیا سے اٹھنے لگتا ہے اور آخرت کا رخ کرتا ہے تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے اترتے ہیں جنت کا کفن لئے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوئیں ساتھ لاتے ہیں۔ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں ''اے مطمئن روح! مغفرت ربانی کی طرف چل! یہ سنتے ہی روح نکل پڑتی ہے جیسے کہ مشک کے منہ سے پانی کے قطرے نکلنے لگتے ہیں روح نکلتے ہی چشم زدن میں وہ اس کو جنتی کفن پہنا دیتے ہیں اور جنتی خوشبو میں اس کو بساتے ہیں وہ مشک کی ایسی بہتر خوشبو ہوتی ہے کہ دنیا میں جو بہترین ہو سکتی ہے۔ اس کو لے کر آسمان پر چڑھنے لگتے ہیں۔ جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاک روح لے جا رہے ہو؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ دوسرے تمام فرشتے بھی آسمان دوم تک ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح آسمان بہ آسمان ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو علیین کے دفتر میں لکھ لو اور زمین کی طرف واپس کر دو۔ کیونکہ میں نے اس کو مٹی ہی سے پیدا کیا ہے اسی کے اندر اس کو واپس کرتا ہوں اور پھر دوسری بار اسی کے اندر سے اس کو اٹھاؤں گا۔ اب اس کی روح واپس کی جاتی ہے۔ یہاں دو فرشتے آتے ہیں۔ اس کے پاس بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کون سا ہے وہ کہتا ہے اسلام میرا دین ہے۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون شخص ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ پھر پوچھتے ہیں تمہارا ذریعہ علم کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی تھی اس پر ایمان لایا تھا۔ اب آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لئے جنت کا فرش لاؤ۔ جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو تا کہ جنت کی ہوا اور خوشبو اس کو پہنچتی رہے۔ اس کی قبر تا حد نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔ ایک خوبصورت شخص اچھے لباس میں خوشبو میں بسا ہوا اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہو جاؤ کہ آج تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا پورا کیا جاتا ہے۔ وہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا میں تمہارا عمل صالح ہوں۔ تو متوفی کہے گا اے اللہ تعالیٰ اسی وقت قیامت قائم کر دے۔ میں اپنے اہل اور مال سے ملوں گا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بندۂ کافر جب دنیا سے منہ موڑنے لگتا ہے تو سیاہ رنگ کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے آ پہنچتے ہیں اور تا حد نظر ہوتے ہیں۔ اب ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث روح نکل اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غضب کی طرف جا تو وہ جسم کے اندر گھسنے لگتی ہے' فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کہ لوہے کی سیخ بھیگے ہوئے بالوں کے اندر سے نکالی جاتی ہے۔ وہ اس کو لیتے ہی طرفۃ العین میں اس کو ٹاٹ کے اندر لپیٹ لیتے ہیں۔ اس کے اندر سے سڑے ہوئے مردار کی طرح بدبو نکلتی ہے اس کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی روح خبیث ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ اور جب آسمان تک پہنچ کر کہتے ہیں کہ دروازہ کھولو! تو نہیں کھولا جاتا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے ﴿لَا تُفَتَّحُ﴾ والی آیت پڑھی۔

''اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس کو زمین کے طبقہ زیرین کی ''سجین'' میں لے جاؤ۔ چنانچہ اس کی روح وہاں پھینک دی جاتی ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ''جو اللہ تعالیٰ کا شرک کرتا ہے گویا آسمان سے گر پڑا اور پرندے اس کا گوشت نوچ رہے ہوں یا ہوائیں دور دراز اس کو لئے اڑ رہی ہوں۔'' اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے۔ دو فرشتے آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کونسا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے میں واقف نہیں۔ اب دریافت کرتے ہیں کہ تیری طرف کون بھیجا گیا تھا۔ وہ کہتا ہے حیف مجھے علم نہیں۔ اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹ کہتا ہے۔ اس کے لئے دوزخ کا فرش لاؤ اور دوزخ کا دروازہ اس پر کھول دو تا کہ اس کو دوزخ کی حرارت اور باد گرم پہنچتی رہے۔ اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور اتنا دباتی ہے کہ ہڈی پسلی مل جائے۔ ایک قبیح چہرے والا میلے کچیلے کپڑے پہنے بدبودار اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے اپنی بدبختیوں کی بشارت ہے یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا عمل بد ہوں۔ کافر کہنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرے قیامت قائم نہ ہو'' (تا کہ مجھے دوزخ میں نہ جانا پڑے)۔ ❶

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ باہر نکلے' جنازے کے ساتھ تھے' (باقی بیان سابقہ بیان کی طرح ہے)۔ ''حتیٰ کہ مؤمن کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان وزمین کے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ سارے فرشتوں کی دعا یہی ہوتی ہے کہ اس کی روح کو ہمارے سامنے سے لیتے جائیں۔ کافر کی روح پر ایک ایسا فرشتہ متعین ہوتا ہے جو اندھا بہرا اور گونگا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو ریزہ ریزہ ہو جائے۔ چنانچہ اس کی ایک ہی چوٹ سے اس کا چورا ہو جاتا ہے بالکل مٹی بن جاتا ہے پھر وہ جیسا کا ویسا بحکم الٰہی بن جاتا ہے۔ پھر ایک اور مار پڑتی ہے وہ چیخ اٹھتا ہے کہ جن و انس کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ اب دوزخ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور آگ بچھ جاتی ہے۔'' ❷ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی =

---

❶ ابوداود، کتاب السنة، باب المسئلة فی القبر وعذاب القبر ۴۷۵۳ وھو صحیح، احمد، ۴/ ۲۸۷، ۲۸۸؛ الشریعہ للآجری ۸۷۸؛ حاکم، ۱/ ۳۷؛ شعب الایمان ۳۹۵؛ اصول الاعتقاد ۲۱۴۰ ان کی اسناد صحیح درجہ کی ہیں۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ۳۰/ ۵۰۳)

❷ احمد، ۴/ ۲۹۵، ۲۹۶ وسنده ضعیف۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے [۴۲] اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے۔ [۴۳]

= قریب قریب ایسی ہی ہے اس لئے ترجمہ غیر ضروری ہے)۔ وقولہ تعالیٰ ﴿لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ یعنی اگر سوئی کے ناکے سے اونٹ باہر نکل سکتا ہے تو پھر کافر بھی داخل جنت ہو سکے گا۔ غرض یہ کہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کو جُمّل پڑھتے تھے۔ یعنی ضم جیم اور تشدید میم کے ساتھ "جمل" موٹی رسی کو کہتے ہیں جس سے کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔

اہل ایمان کی سعادت مندی: [آیت:۴۲۔۴۳] اللہ پاک جب اشقیا کا حال ذکر فرما چکا تو اب صاحب سعادت لوگوں کا ذکر فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو دل سے ایمان لا چکے ہیں اور اپنے جوارح سے عمل صالح کر چکے ہیں وہ برعکس ہیں ان لوگوں کے جنہوں نے آیات ربانی سے کفر کیا۔ یہاں اس بات کو روشنی میں لایا جا رہا ہے کہ ایمان اور عمل کچھ دشوار چیزیں نہیں' بلکہ بہت سہل ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے تکلیفات شرعی جو عائد کئے ہیں اور ایمان اور عمل صالح کو جو فرض قرار دیا ہے یہ انسان کی وسعت سے کچھ باہر نہیں۔ ہم کسی کو بھی اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے' یہی لوگ اہل جنت ہیں اور اہل ایمان کے دلوں میں جو کچھ باہمی بغض و کینہ ہو گا وہ ہم نکال دیں گے۔ ❶ جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "مومنین جب نار سے نجات پا جائیں گے تو وہ جنت اور دوزخ کے درمیان والے پل پر روک لئے جائیں گے پھر ان کے وہ مظالم زیر بحث آئیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے حتیٰ کہ ان مظالم اور اس بغض وحسد سے جب ان کے دل پاک وصاف کر دیے جائیں گے تو پھر ان کو جنت کی طرف راہ دے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی قسم ان کو جنت کی منزل اپنے دنیا کے مسکن سے زیادہ سہل معلوم ہو گی۔ ❷ اہل جنت جب جنت کی طرف بھیجے جائیں گے تو وہ باب جنت کے پاس ایک درخت پائیں گے جس کے نیچے دو چشمے بہتے ہوں گے ایک میں سے پانی لے کر پئیں گے تو ان کے دل میں جو کچھ باہمی کینہ ہو گا سب ڈھل جائے گا۔ یہی شراب طہور ہے اور دوسرے چشمے میں نہائیں گے تو جنت کی سی تازگی ان کے چہروں پر نمایاں ہو جائے گی۔ پھر نہ تو بال بکھریں گے اور نہ سرمہ لگانے کی ضرورت ہو گی۔ پھر یہ لوگ جنت کی طرف گروہ در گروہ روانہ کئے جائیں گے۔" ❸ =

❶ ٦/ الانعام: ١٥٢، ١٥٣۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظالم ٢٤٤٠؛ حاکم، ٢/ ٣٥٤؛ مسند ابی یعلیٰ ١١٨٦؛ ابن حبان ٧٤٣٤۔ ❸ الطبری ١٢/ ٤٣٩۔

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَہَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیۡنَہُمۡ اَنۡ لَّعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۴﴾ۙ الَّذِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ یَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا ۚ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ کٰفِرُوۡنَ ﴿ۘ۴۵﴾

ترجمہ: اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا؟ وہ کہیں گے ہاں پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان ظالموں پر۔[۴۴] جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے۔[۴۵]

= حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان شاء اللہ انہیں لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دلوں میں کینہ تھا لیکن سب کا سینہ کینہ سے صاف کر دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم میں اہل بدر بھی ہیں اور انہیں کی شان میں یہ آیت اتری ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر جنتی کو دوزخ کا ٹھکانہ بتا دیا جائے گا۔ وہ کہے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری ہدایت نہ فرماتا تو میرا یہی ٹھکانہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا بڑا شکر ہے۔ اور ہر دوزخی کو جنت کا ٹھکانہ بتایا جائے گا وہ کہے گا کاش! اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت فرماتا تو یہ ٹھکانا میرا ہوتا اس طرح اس پر حسرت چھائی رہے گی۔ ❶ اور جب ان مومنین کو جنت کی بشارت مل جائے گی تو کہا جائے گا کہ یہ جنت اعمال صالح کے نتیجے کے طور پر تمہارا انعام ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تم جنت میں داخل کیے گئے اپنے حسب اعمال اپنا ٹھکانہ بنا لو اور یہ سب رحمت ربانی کا سبب ہے" بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر ایک تم میں سے جان لے کہ کسی کے عمل اس کو جنت میں نہیں پہنچاتے ہیں۔" تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں میں بھی نہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میرے بھی شامل حال نہ ہو۔" ❷

جنتیوں کا اہل جہنم سے سوال: [آیت: ۴۴-۴۵] اہل دوزخ کے دوزخ میں جانے کے بعد بہ طور توبیخ و سرزنش ان سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ اصحاب جنت اصحاب نار سے کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا اس کو تو حق ثابت کر دکھایا' کیا تم کو بھی حق کے اس وعدہ سے سابقہ پڑا جو تمہارے ساتھ رب نے کیا تھا۔ یہاں حرف "ان" قول محذوف کی تفسیر کر رہا ہے اور "قد" تحقیق کے لئے آیا ہے' تو وہ کافر جواب دیں گے کہ ہاں۔ جیسا کہ سورۂ صافات میں حق تعالیٰ نے فرمایا اور اس شخص کے بارے میں خبر دی ہے جو زندگی میں کسی کافر کا رفیق تھا یہ کہ وہ مومن جب اپنے کافر رفیق کو دوزخ میں جھانک کر دیکھے گا تو کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ تو مجھے دنیا میں اپنی غلط رہ نمائی سے آج ہلاک ہی کر دینے والا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا کرم شامل نہ ہوتا تو آج میں اسی کے ساتھ ہوتا۔ یہ کافر کہتے تھے کہ بس یہی ہم جو مر گئے سو مر گئے نہ پھر اٹھیں گے نہ کوئی عذاب ہوگا۔ ❸ فرشتے اب ان کے کان کھولیں گے اور کہیں گے کہ =

❶ السنن الکبریٰ للنسائی ۱۱۴۵۴؛ حاکم، ۲/ ۴۳۵؛ احمد، ۲/ ۵۱۲ وسندہ ضعیف ولہ شاھد صحیح عند البخاری، ۶۵۶۹ وحسن عند احمد، ۲/ ۵۴۰ فالحدیث حسن۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت ۵۶۷۳؛ صحیح مسلم ۲۸۱۶؛ احمد، ۲/ ۲۶۴؛ ابن حبان ۳۴۸۔ ❸ ۳۷/ الصافات: ۵۵، ۵۸۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾

ع ٥ ٨ ١٢

ترجمہ: اوران دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اوراعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ ہرایک کوان کے قیافہ سے پہچانیں گے اوراہل جنت کو پکار کر کہیں گے السلام علیکم! ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہونگے اوراس کے امیدوار ہونگے۔[۴۶] اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہم کوان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔[۴۷]

= دیکھو یہ ہے وہ دوزخ جس کا تم انکار کرتے تھے۔ یہ کوئی جادو ہے یا یہ کہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ آؤ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ چاروناچار اب تم کو صبر کرنا ہی پڑے گا۔ تم اپنے کئے کا بدلہ پا رہے ہو۔ ❶ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے مقتولین بدر کے کفار سے یوں خطاب فرمایا تھا کہ اے ابوجہل بن ہشام اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ اور دیگر مقتول سرداران قریش کے نام لے لے کر فرمایا کہ کیوں! رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا پورا فرمالیا کہ نہیں؛ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ تو پورا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ مردوں کو تخاطب فرمارہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم وہ تم سے کم نہیں سن رہے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے ہیں۔'' ❷

پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالمین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی راہ شریعت سے لوگوں کو منحرف کر دیتے تھے کہ لوگ ٹیڑھی راہ چلیں اور پیغمبر ﷺ کی پیروی نہ کریں۔ یہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا سامنا ہونے سے منکر تھے کیونکہ انہیں یوم حساب کا ڈر ہی نہیں تھا۔ یہ بڑے ہی بدلوگ تھے۔

اصحاب اعراف اوران کا انجام: [آیت:۴۶۔۴۷] اہل جنت کا اہل نار سے تخاطب کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک آڑ ہوگی جو دوزخیوں کو جنت تک پہنچنے سے روک دے گی۔ جیسا کہ فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان ایک دیوار قائم کردی گئی ہے۔ جس کے اندر کی طرف ایک دروازہ ہے جس میں رحمت ہے اوراس کے باہر کی طرف عذاب ہے۔ ❸ یہی اعراف ہے جس کی نسبت فرمایا کہ اعراف پر لوگ ہوں گے۔ سدی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''ان کے درمیان آڑ ہوگی'' میں ''آڑ'' یہی اعراف ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اعراف جمع ہے عرف کی۔ ہر مرتفع جگہ کو عرف کہتے ہیں۔ مرغ کی کلغی کو بھی اسی لئے عرف کہا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک ٹیلہ ہے۔ یہاں بھی لوگ روک رکھے گئے ہیں؛ یہ گنہگار ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ اعراف اس لئے نام رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اپنے لوگوں کو پہچان لیں گے۔ مفسرین کی تعبیریں اصحاب اعراف کے بارے میں مختلف ہیں۔ تقریباً سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں وہ کہاں رہیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''یہی لوگ

❶ ٥٢/ الطور:١٤، ١٦۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب قتل ابى جهل ٣٩٧٦؛ صحيح مسلم ٢٨٧٤؛ ابن حبان ٦٤٩٨۔ ❸ ٥٧/ الحديد:١٣۔

صاحب اعراف ہیں یہ جنت میں تو نہیں داخل کئے جائیں گے لیکن انہیں جنت کی توقع ضرور ہو گی۔'' ❶ پھر اسی قسم کے ایک سوال پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ اصحاب اعراف وہ ہیں جو والدین کی اجازت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے اور پھر قتل ہو گئے دخول جنت سے تو انہیں اس لئے روک دیا گیا کہ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف کیا تھا اور دوزخ سے اس لئے بچ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے تھے۔'' ❷ اور ایک حدیث ہے کہ فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر برابر تھیں۔ برائیوں نے تو جنت میں جانے سے انہیں روک دیا اور نیکیوں نے دوزخ میں جانے سے باز رکھا' اب یہ لوگ اسی دیوار کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کرنے تک یہیں ٹھہرے رہیں گے۔ اب ان کی نگاہیں جب اصحاب نار کی طرف اٹھیں گی تو وہ کہیں گے یارب ان ظالمین میں سے ہمیں نہ بنا۔ یہ اسی طرح دعائیں مانگتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا' اچھا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ لوگوں کا حساب لے گا۔ جس کی ایک نیکی بھی بڑھ جائے گی وہ داخل جنت کر دیا جائے گا اور جس کی ایک برائی بھی بڑھ جائے گی اس کو دوزخ کی راہ بتا دی جائے گی۔'' پھر آپ ﷺ نے ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ والی آیت پڑھی۔

پھر فرمایا کہ ''میزان تو ایک دانہ کے فرق سے بھی جھک جائے گا اور چڑھ جائے گا اور نیکیاں اور بدیاں برابر ہوتی ہیں تو وہ پل پر ٹھہرا دیے جاتے ہیں وہ اہل جنت اور اہل نار کو پہچان لیتے ہیں۔ اہل جنت کو دیکھ کر سلام کہیں گے اور بائیں طرف اہل دوزخ دکھائی دیں گے تو کہنے لگیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں سے ہمیں نہ بنانا۔ اصحاب حسنات کے سامنے ایک نور ہو گا جس کی راہنمائی میں وہ چلیں گے ایسے ہر نیک مرد اور عورت کے آگے نور ہو گا۔ صراط پر جب پہنچیں گے تو یہ نور ان لوگوں سے چھن جائے گا جو منافق ہوں گے۔ جب اہل جنت اس حال میں منافقین کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے اللہ! ہمارے نور کو قائم رکھ لیکن اصحاب اعراف کا نور ان کے سامنے ہو گا وہ دور نہ ہو گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ جنتی تو نہیں ہیں لیکن جنت کی توقع رکھتے ہیں۔ بندہ جب کوئی نیکی کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور کوئی بدی کرتا ہے تو ایک ہی بدی کا اندراج ہوتا ہے۔ وہ شخص بدنصیب ہے جس کی اکائیاں اس کی دہائیوں پر غالب آ گئی ہوں۔ جب اللہ پاک انہیں معاف فرما دے گا تو ایک نہر کی طرف بھیجے گا اس کو نہر حیات کہتے ہیں۔ جس کے کنارے سونے کے ہیں جن پر ہیرے اور موتی ٹکے ہیں۔ اس کی مٹی مشک ہے یہ لوگ اس نہر میں نہلائے جائیں گے تو ان کے رنگ درست ہو جائیں گے اور ان کی گردنوں پر سفید اور روشن علامات ظاہر ہو جائیں گی۔ اسی نشانی سے ان کا صاحب اعراف ہونا معلوم کیا جائے گا۔ جب ان کے رنگ نکھر جائیں گے تو اللہ پاک ان سے خطاب فرمائے گا کہ مانگو کیا چاہتے ہو؟ وہ اپنی خواہش ظاہر کریں گے۔ ان کی امیدیں پوری کی جائیں گی اور کہا جائے گا کہ تمہاری درخواست سے اور ستر حصے تمہیں زیادہ دیا جاتا ہے وہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے ان کا نام ہو گا مساکینِ اہل جنت۔'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''سب کے آخر میں ان کا فیصلہ ہو گا۔ سب بندوں کا فیصلہ ہو چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے صاحبان اعراف! تمہاری نیکیوں نے تم کو دوزخ سے بچا لیا۔ لیکن جنت کا حق دار تم کو ثابت نہ کر سکیں۔ اب تم میرے آزاد کردہ ہو جاؤ۔ جنت سے استفادہ کرو جس طرح بھی تم چاہو۔'' ❸

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اہل اعراف وہ لوگ ہیں جو ناجائز پیدا ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جنات کے مؤمنین' =

❶ اس کی سند میں ابوعباد مجہول ہے جبکہ عبداللہ بن محمد بن عقیل جسے ابن معین نے ضعیف اور ابن حبان نے ردی الحفظ کہا ہے (المیزان، ۲/ ۴۸۴ رقم ۴۵۳۶) لہٰذا یہ روایت ضعیف مردود ہے۔ ❷ الطبری، ۸/ ۱۳۹؛ الامالی، ۸/ ۱۶۲ اس کی سند میں یحییٰ بن شبل مجہول راوی ہے (المیزان، ۴/ ۳۸۴ رقم ۹۵۳۹) لہٰذا یہ روایت ضعیف مردود ہے۔ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعيفة ۲۷۹۱) ❸ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جن کو کہ ان کے قیافہ سے پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔[۴۸] کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہ کرے گا۔ان کو یوں حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے۔[۴۹]

=ان کے لئے بھی ثواب اور عذاب ہے۔''لوگوں نے ان کے ثواب کے بارے میں اور ان کے مؤمنین سے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ ''یہ سب صاحب اعراف ہیں۔ یہ جنت میں امت محمدیہ کے ساتھ نہیں ہوں گے۔'' پوچھا کہ اعراف کیا ہے؟ فرمایا ''جنت کے قریب ایک دیوار ہے جس میں نہریں بھی ہیں، درخت اور پھل بھی ہیں۔'' **1** مجاہد کہتے ہیں کہ اصحاب اعراف وہ نیک لوگ ہیں جو فقہا اور علما ہیں۔ ﴿بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ﴾ کے بارے میں ابومجلز کہتے ہیں کہ جو لوگ اعراف پر متعین ہوں گے وہ فرشتے ہوں گے جو اہل جنت اور اہل نار کو پہچانتے ہوں گے اور اہل جنت کو ندا کر کے کہتے ہوں گے السلام علیکم۔ وہ جنت میں تو نہیں ہوں گے لیکن جنت کے آرزو مند ہوں گے اور دوزخیوں کو دیکھ کر دوزخ سے پناہ مانگیں گے۔ اصحاب اعراف ایسے لوگوں کو آواز دیں گے جن کو وہ روشن پیشانی سے پہچان لیں گے اور کہیں گے کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے غرور اور سرتابی نہیں کرتے تھے۔ یہ گنہگار لوگ تو جنتی نہیں ہو سکتے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں پائی۔ اور جب جنتی جنت میں داخل کئے جائیں گے تو کہا جائے گا کہ جاؤ جنت میں اب تم کو نہ کوئی خوف ہے نہ تم کو حزن و غم سے سابقہ ہو گا۔ یہ قول بہت غریب ہے اور سیاق عبارت بھی ظاہر کے خلاف ہے اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے۔ حضرت مجاہد کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا غرابت سے خالی نہیں۔ قرطبی نے اس بارے میں بارہ قول نقل کئے ہیں۔ صلحا' انبیا' ملائکہ وغیرہ یہ جنتیوں کو ان کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے اور جہنم والوں کو ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ پاک نے یہ منزلت ان کو اس لئے بخشی ہے تا کہ وہ جان لیں کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔ وہ اہل نار کو چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کر کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں میں سے ہمیں نہ بنا۔ اسی حالت میں وہ اہل جنت کو سلام کہیں گے اور خود جنت میں داخل تو نہیں ہوئے لیکن امید رکھتے ہیں اور ان شاء اللہ داخل ہوں گے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ طمع ان کے دل میں صرف اس کرامت و مہربانی کے سبب ہے جو اللہ تعالیٰ ان کے حال پر شامل رکھتا ہے اور وہ جو امید رکھیں گے اس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ بھی فرما دیا ہے یعنی کہہ دیا ہے کہ اہل دوزخ کو دیکھ کر وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بچا۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ اہل دوزخ کی طرف دیکھیں گے تو ان کے چہرے جھلس اٹھیں گے اور جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو یہ بات جاتی رہے گی۔

قیامت کے دن حضرت محمد ﷺ کی شفاعت: [آیت: ۴۸۔۴۹] اللہ تعالیٰ اس ملامت کا ذکر فرما رہا ہے جو اہل اعراف

---

1 اس کی سند میں ولید بن موسیٰ الدمشقی ہے جسے دار قطنی نے منکر الحدیث، ابن حبان نے اس کی روایت کو موضوع کہا اور اس کے علاوہ دوسرے محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ٤/ ٣٤٩ رقم ٩٦١٢) لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف مردود ہے۔

بروز قیامت مشرکین کے سرداروں کو دوزخ میں دیکھ کر کریں گے کہ تمہاری کثرت نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور عذاب الٰہی سے تمہاری سرکشی نے بھی تمہیں کوئی نفع نہ بخشا اور تم مستحق عذاب و نکال ہو گئے۔ یہی مشرکین اہل اعراف کے بارے میں کہتے تھے اور قسمیں کھاتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کبھی نہیں ملے گی۔ اب اللہ تعالیٰ اہل اعراف سے کہے گا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ' تمہیں نہ خوف ہے نہ رنج و غم۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعمال برابر ہیں۔ یعنی اتنے نہیں کہ جنت میں جا سکیں اور نہ ایسے ہیں کہ دوزخ میں ڈالے جائیں۔ چنانچہ وہ اعراف کے اندر رہ کر دوزخیوں اور جنتیوں کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیں گے۔ پھر قیامت کے روز جب سب بندوں کے فیصلے ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے' آپ ہمارے باپ ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ کہیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے میرے سوا اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو اور اس میں خاص اپنی روح پھونکی ہو اور کیا ملائکہ نے میرے سوا کسی اور کو بھی سجدہ کیا ہے۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ آدم علیہ السلام کہیں گے پھر بھی میں کنہ ذات الٰہی سے واقف نہیں' میں تو شفاعت کی طاقت نہیں رکھتا۔ تم میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت کے خواستگار ہوں گے۔ وہ کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے میرے سوا کسی کو خلیل قرار دیا ہے اور میرے سوا کیا کسی کو اس کی قوم نے آگ میں جھونکا ہے؟ لوگ کہیں گے نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی کنہ سے واقف نہیں۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کیا میرے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی سے براہ راست باتیں کی ہیں؟ مگر پھر بھی میں حقیقت الٰہی سے واقف نہیں' تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کیا میرے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور کیا کسی نے کوڑھی اور جذامی جیسے لاعلاج مریض کو درست کیا ہے۔ اور میرے سوا کیا کسی نے مردے کو زندہ کیا ہے؟ کہیں گے نہیں۔ پھر بھی میں اس کی ذات سے واقف نہیں۔ مجھے اپنی فکر ہے۔ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں سینے پر ہاتھ مار کر کہوں گا میں تمہاری سفارش کروں گا۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے آگے آ کر کھڑا ہوں گا۔ اور میری زبان اللہ تعالیٰ کی تعریف میں ایسی کھل جائے گی کہ کبھی تم نے ایسی تعریف نہ سنی ہو گی۔ پھر میں سجدے میں گر جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھاؤ' بولو کیا چاہتے ہو' شفاعت کرتے ہو تو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں سر اٹھاؤں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا۔ پھر سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر کہا جائے گا کہ اٹھو درخواست کرو۔ میں سر اٹھا کر عرض کروں گا ''یا رب میری امت کو بخش دے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''ہاں بخش دیا''۔ اس کیفیت کو دیکھ کر کوئی نبی مرسل اور کوئی فرشتہ نہ ہو گا جس کو رشک نہ ہو۔ یہی مقام محمود ہے۔

اب میں سب امتیوں کو لے کر جنت کی طرف آؤں گا۔ جنت کا دروازہ میرے لئے کھل جائے گا۔ اب ان سب امتیوں کو نہر کی طرف لے جایا جائے گا جس کو ''نہر حیات'' کہتے ہیں۔ جس کے دونوں کنارے موتی' ہیرے اور زر سے مرصع ہونگے۔ اس کی مٹی مشک ہو گی' اس کے کنکر پتھر یاقوت ہوں گے۔ اس نہر میں یہ لوگ نہائیں گے اور ان کے رنگ جنتیوں کے سے ہو جائیں گے اور ان سے جنتیوں کی خوشبو پیدا ہو جائے گی ایسے معلوم ہوں گے گویا چمکتے تارے ہیں لیکن ان کے سینوں پر روشن نشانات ہوں گے جن سے وہ پہچانے جائیں گے۔ انہیں مساکین اہل الجنۃ کہا جائے گا۔'' [1]

---

[1] یہ روایت نہیں ملی لیکن اس معنی کی دوسری روایت صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها ۱۹۴، ۱۹۵ میں موجود ہے۔



وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ؀ۙ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ؀

ترجمہ: اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے۔[۵۰] جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ سو ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسا انہوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔[۵۱]

اہل دوزخ کی فریاد: [آیت:۵۰۔۵۱] اللہ تعالیٰ ذلت اصحاب نار کو بتا رہا ہے اور یہ کہ وہ کس طرح اہل جنت سے شراب وطعام مانگ رہے ہیں لیکن جنتی انہیں کچھ نہیں دیتے۔ دوزخی جنتیوں سے کہیں گے کہ کچھ پانی اور کچھ طعام ہمیں بھی دے دو۔ باپ سے بیٹا یا بھائی سے بھائی مانگے گا اور کہے گا کہ میں تو جل اٹھا ہوں تھوڑا سا پانی دے دو۔ لیکن وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ ابو موسیٰ صفار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کونسا صدقہ افضل ہے تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''بہترین صدقہ پانی ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اہل نار اہل جنت سے پانی اور طعام مانگیں گے۔'' ❶ ابو صالح سے روایت ہے کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کے پاس کہلا بھیجو کہ انگور کا ایک جنتی خوشہ منگوا دو شاید کہ اس کی برکت سے شفا ہو جائے۔ قاصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کی ہر چیز حرام کر دی ہے۔ ❷ پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ کافروں نے کس طرح دنیا میں مذہب ودین کو کھلونا بنا رکھا ہے اور دنیا کے اندر کس طرح بھول میں پڑے ہوئے ہیں اور دنیا کی زینت وآرائش میں کیسے مبتلا ہیں۔ اور آخرت کا سودا کرنے سے کیسے غافل ہیں۔ پھر فرمایا آج ہم بھی ان کو بھلا دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اس یوم آخرت کو بھلا دیا تھا۔ یہ بھلانے کا لفظ بطور معاملہ اور بدلے کے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو فراموش نہیں کرتا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿فِیْ کِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی﴾ ❸ یہاں مقصد صرف مقابلۃً بات کہنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ ❹ اور ﴿كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝﴾ ❺ اور ﴿الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ ❻ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کرنا بھلا دیا ہے اور ان کو سزا دینا نہیں بھلایا۔

---

❶ المعجم الأوسط ١٠١٥؛ مسند ابی یعلی ٢٦٧٣ اس کی سند میں موسیٰ بن المغیرہ اور ابوموسیٰ الصفار مجہول راوی ہیں (میزان الاعتدال، ٤/ ٢٢٤، رقم ٨٩٢٩) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

❷ یہ روایت معضل یعنی ضعیف ہے۔ ❸ ٢٠/ طٰہٰ:٥٢۔ ❹ ٩/ التوبۃ:٦٧۔

❺ ٢٠/ طٰہٰ:١٢٦۔ ❻ ٤٥/ الجاثیۃ:٣٤۔



وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاۗءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح کر کے بیان کر دیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے۔[۵۲] ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے جس روز اس کا اخیر نتیجہ پیش آئے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کرے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تا کہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں۔ بے شک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہو گیا۔[۵۳]

حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیے تھے اور کیا تجھ پر انعام واکرام نہیں کیا تھا اور کیا اونٹ، گھوڑے اور فیل و حشم نہیں دیے تھے اور کیا تو سرداری اور افسری نہیں کرتا تھا۔ بندہ کہے گا ہاں اے اللہ تعالیٰ تو نے سب کچھ دیا تھا۔ پھر فرمائے گا کہ کیا تجھے یقین تھا کہ میرا سامنا کرنا پڑے گا؟ وہ کہے گا اے اللہ تعالیٰ مجھے یقین نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جیسا تو نے مجھے بھلا دیا تھا آج میں بھی تجھے بھلا دیتا ہوں۔'' ❶

مشرکین اور تکمیل حجت: [آیت:۵۲-۵۳] اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی تکمیل حجت کر دی تھی یعنی پیغمبر بھیجے تھے، کتابیں بھیجی تھیں جن میں بڑی کھلی کھلی دلیلیں تھیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ﴾ ❷ الخ یعنی ایسی کتاب جس کی آیتیں محکم ہیں اور ہر بات صاف صاف بیان کر دی گئی ہے۔ اور قولہ ﴿فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ یعنی جن باتوں پر ہم نے روشنی ڈالی ہے اس کو خوب جانتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾ ❸

ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس قول باری تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے کہ ﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ﴾ ❹ یعنی یہ کتاب جو تم پر نازل کی گئی ہے اس سے تمہارے دل میں کوئی خلش نہ ہو جائے، اور آیت مندرجہ بالا ﴿وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ﴾ الخ۔ یہ بات جو ابن جریر رحمہ اللہ نے کہی ہے یہ قابل اعتراض ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں فصل طویل ہے اور اس دعوے پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے اور یہاں بات تو صرف یہ ہے کہ جب اس بات کی خبر دے دی کہ وہ آخرت میں کیا خسارہ اٹھانے والے ہیں تو پھر اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ دنیا میں رسول بھیج کر اور کتاب اتار کر ان کے سارے عذرات ختم کر دیے گئے ہیں، جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ❺ یعنی ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک کہ رہ نمائی کے لئے رسول نہ بھیج =

❶ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، ۲۹٦۸؛ احمد، ۲/ ٤۹۲؛ ابن حبان ۷٤٤٦۔

❷ ۱۱/ هود:۱۔ ❸ ٤/ النسآء:۱٦٦۔ ❹ ۷/ الاعراف:۲۔ ❺ ۱۷/ الاسرآء:۱۵۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔[۵۴]

= دیں۔ اور اسی لئے آیت بالا میں فرمایا ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ﴾ یعنی وہ تو اس عذاب اور نکال اور جنت یا دوزخ کا انتظار کر رہے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ تاویل سے مراد عوض اور جزا ہے۔ ربیع کہتے ہیں کہ یوم حساب آنے تک یہ عوض ملتا رہے گا۔ حتیٰ کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ اس وقت جزا کا معاملہ ختم ہو جائے گا اور جب کہ قیامت کے دن ایسا ہوگا تو وہ لوگ جنھوں نے عمل ترک کر دیا تھا اور دنیا میں اس کو بھول گئے تھے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول حق بات لے کر آئے تھے تو کیا وہ ہماری نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گے یا کم از کم پھر دنیا میں ہمیں بھیج دیا جائے گا کہ اب کے ہم سابقہ عمل کی طرح عمل نہ کریں۔ جیسے کہ فرمایا' کاش تم ان لوگوں کو دیکھتے جب کہ وہ دوزخ میں جھونکے جانے کے لئے دوزخ کے منہ پر کھڑے کئے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کاش ہمیں پھر لوٹا دو' اب کے ہم قرآن کی تکذیب نہیں کریں گے اور مؤمن بنے رہیں گے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اب انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ کونسی بات پہلے سے ان کے دل میں چھپی ہوئی تھی۔ اور اگر دوبارہ وہ دنیا میں لوٹائے بھی جائیں تو پھر وہی کریں گے جس کی ممانعت کی گئی ہوگی' ان کی بات جھوٹ ہے کہ اب ایسا نہ کریں گے۔ ❶ جیسا کہ یہاں فرمایا ہے کہ ان کے نفوس بڑے نقصان اور خسران میں پڑ گئے اور جو کچھ وہ افترا کرتے تھے سب ہوا ہو گیا اور اب تو ہمیشہ کی دوزخ پلے پڑ گئی۔ ان کے بت ان کی سفارش نہیں کر سکتے اور نہ ان کو عذاب سے چھڑا سکتے ہیں۔

توحید ربوبیت کا اثبات: [آیت:۵۴] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اس نے زمین و آسمان کو چھے دن میں پیدا کیا ہے جس کا قرآن میں کئی بار ذکر آیا ہے۔ وہ چھ دن یہ ہیں اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ جمعہ ہی کے روز ساری مخلوق مجتمع ہوئی اور اسی روز آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ ایام کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا دن' ان دنوں کی طرح تھا جیسا کہ ذہن فوراً اسی خیال کی طرف منتقل ہوتا ہے یا یہ کہ ایک ہزار سال والا دن تھا۔ اب رہ گیا ہفتہ کا دن۔ اس دن کچھ پیدا نہیں کیا گیا۔ پیدائش اس روز منقطع تھی اسی لئے اس ساتویں دن یعنی ہفتہ کے دن کو یوم السبت کہتے ہیں اور ''سبت'' کے معنی قطع کے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز زمین پیدا کی اور اتوار کے روز پہاڑ پیدا کئے۔ اور پیر کے روز درخت پیدا کئے۔ برائیاں اور مکروہات منگل کے روز' نور بدھ کے روز اور تمام جانور اور ذی روح جمعرات کے روز' اور آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد بروز جمعہ آخری گھنٹے میں عصر اور مغرب کے درمیان۔'' ❷ اس حدیث سے تو

---

❶ ٦/ الانعام: ٢٧، ٢٨۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب ابتداء الخلق وخلق آدم عليه السلام ٢٧٨٩؛ السنن الكبرى للنسائي، ١١٠١٠؛ احمد، ٢/ ٣٢٧؛ ابن حبان ٦١٦١؛ الأسماء والصفات، ٢/ ١٢٤۔

ساتوں دن مصروف ثابت ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ چھے دن مصروفیت کے تھے' اس لئے بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے سن کر کہہ دیا ہوگا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ❶

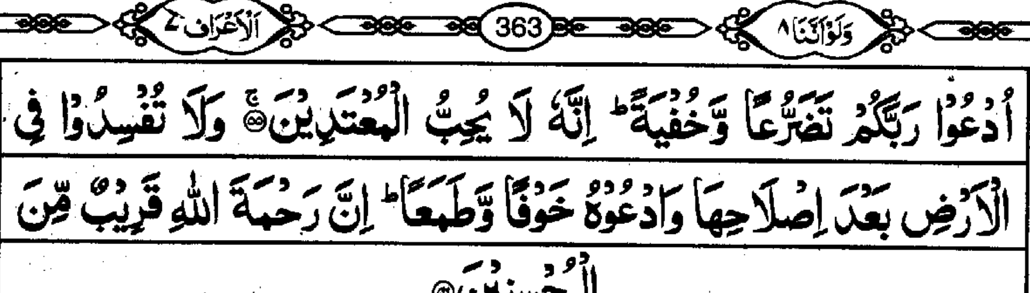
ان چھے دن کی مصروفیت کے بعد وہ عرش پر جلوہ افروز ہو گیا۔ اس مقام پر لوگوں نے بہت کچھ خیال آفرینیاں کی ہیں اور بہت خیالات دوڑائے ہیں جن کی تفصیل کا یہاں کوئی موقع نہیں۔ ہم اس بارے میں صرف سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہیں یعنی مالک' اوزاعی' ثوری' لیث بن سعد' شافعی' احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ اور نئے پرانے ائمۃ المسلمین۔ اور وہ مسلک یہ ہے کہ اس پر یقین کر لیا جائے بغیر کسی کیفیت و تشبیہ کے اور بغیر اس فوری خیال کی طرف ذہن لے جانے کے کہ جس سے تشبیہ کا عقیدہ ذہن میں آتا ہے اور جو صفات اللہ تعالیٰ سے بعید ہے۔ غرض جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بغیر اس پر کچھ خیال آرائی اور شبہ کرنے کے تسلیم کر لیا جائے اور چون و چرا میں نہ پڑیں۔ کیونکہ اللہ پاک کسی شے کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے وہ سمیع اور بصیر ہے۔ جیسا کہ مجتہدین نے فرمایا جن میں سے نعیم بن حماد الخزاعی بھی ہیں جو بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی وہ کفر کا مرتکب ہو گیا۔ اور اللہ پاک نے جن صفات سے اپنے کو متصف فرمایا ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں سے اللہ تعالیٰ کی توصیف نہیں کی ویسی توصیف کرنا بھی تشبیہ ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے وہ اوصاف ثابت کئے جن کی صراحت آیات الٰہی میں اور احادیث صحیحہ میں ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے جلال کو ثابت کرتی ہیں اور ہر نقائص سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو بری کرتی ہیں تو ایسا ہی شخص صحیح خیال پر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ ڈھانکتا ہے رات سے دن کو یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے ڈھانک دیتا ہے اور اس رات اور دن میں سے ہر ایک دوسرے کو بڑی تیزی سے پا لیتے ہیں۔ یعنی یہ ختم ہونے لگتا ہے تو وہ آ دھمکتا ہے اور وہ رخصت ہونے لگتا ہے تو یہ فوراً آ پہنچتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ۝﴾ ❷ یعنی ان کے لئے اس میں نشانی ہے کہ رات کے ذریعہ دن کی پوست کنی ہوتی ہے اور یکایک تاریکی پھیل جاتی ہے اور سورج اپنی قرار گاہ کی طرف دوڑتا ہے۔ یہ عزیز و علیم کا مقرر کردہ اصول ہے۔ قمر کے ہم نے منازل قرار دے رکھے ہیں وہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ کسی روز کھجور کی سوکھی ٹہنی کی طرح باریک ہو جاتا ہے۔ شمس سے یہ ناممکن ہے کہ وہ قمر سے آگے بڑھے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے ہر ایک اپنے مقررہ دائرہ اور مدار پر گردش کرتے رہتے ہیں' اسی لئے ﴿يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ﴾ فرمایا۔ بعض شمس و قمر کو نصب سے پڑھتے ہیں اور بعض رفع سے' اور دونوں صورتوں میں معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی سب چیزیں اس کے تحت تصرف میں اور اسی کی تسخیر و مشیت کے اندر ہیں اسی لئے فرمایا ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ یعنی ملک اور تصرف اسی کا حق ہے۔ قولہ ﴿تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ جیسا کہ فرمایا ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ ❸ الخ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عمل صالح کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے بلکہ اپنی تعریف کرے اس نے کفر کیا اور اس کا عمل سلب کر لیا جائے گا اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اپنی کوئی حکومت یا قدرت منتقل کر دی ہے۔ تو اس نے کفر کیا۔ کیونکہ فرمایا ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ ❹ دعائے ماثورہ میں ہے کہ یوں دعا مانگا کرے =

---

❶ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعویٰ کا رد فرمایا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے (السلسلة الصحيحة ١٨٣٣) جزاه الله احسن الجزاء۔

❷ ٣٦/ یٰسٓ:٣٧، ٤٠۔ ❸ ٢٥/ الفرقان:٦١۔ ❹ الطبری، ١٢/ ٤٨٦۔



ترجمہ: تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں۔[۵۵] اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے۔[۵۶]

=(اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ) ❶

دعا میں عاجزی و انکساری: [آیت:۵۵۔۵۶] اللہ پاک اپنے بندوں کو دعا کا طریقہ سکھاتا ہے جو دین اور دنیا میں ان کا سبب بن سکے۔ فرمایا کہ نہایت خلوص کے ساتھ مخفی طور پر دعا کیا کرو۔ جیسا کہ فرمایا "رب کو اپنے دل میں یاد کیا کرو۔" ❷ لوگ بہت بلند آواز سے دعائیں مانگنے لگتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے لوگو! اپنے نفسوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس سے تم دعا کر رہے ہو وہ قریب تر ہے وہ سن رہا ہے۔" ❸ دعا میں تذلل اور تضرع اختیار کرو اور عاجزی کے ساتھ مخفی طور پر دعا مانگو، خشوع قلب حاصل رہے۔ اس کی وحدانیت پر یقین کامل ہو۔ ریاکاری کے طور پر بلند آواز سے دعا نہیں مانگنا چاہیے۔ ریاکاری سے بچنے کے لئے پہلے کے لوگ اگرچہ حافظ ہوتے تھے۔ لیکن لوگوں کو اس بات کا علم بھی نہیں ہوتا تھا، ایک شخص بڑا فقیہ اور عالم ہوتا اور لوگ اس کے علم سے واقف تک نہ ہوتے۔ لوگ رات کو اپنے گھروں میں لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور ان کے گھر میں مہمان ہوتے مگر انہیں خبر تک نہ ہوتی۔ لیکن آج کل ہم ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو اگرچہ عبادت کو چھپا کر کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ علانیہ کرتے دیکھے گئے ہیں۔ پہلے کے مسلمان جب دعا مانگتے دیکھے جاتے تھے تو سوائے کھسر پھسر کے ان کے منہ سے آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تضرع کے ساتھ اور مخفی طور پر دعا مانگو۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایک برگزیدہ بندے کا ذکر فرماتا ہے کہ وہ جب اپنے رب کو پکارتا تھا تو بہت ہی پست آواز میں پکارتا تھا۔ آواز کو بلند کرنا بہت ہی مکروہ ہے۔ ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝﴾ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دعا میں اپنی حد سے تجاوز کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ ❹ ابومجلز کہتے ہیں کہ منازل انبیا حاصل ہونے کی دعا نہ مانگا کرو۔ ❺ سعد نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ یوں دعا مانگ رہا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ میں جنت اور جنت کی نعمتیں اور جنت کے ریشمی کپڑے مانگتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور اس کی زنجیروں اور بیڑیوں سے تو باپ نے کہا کہ تم نے خیر مانگنے میں بھی انتہا کر دی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "زمانہ قریب میں ایسے لوگ پیدا ہوں=

❶ احمد، ۵/ ۳۹٦ عن حذیفة رضی اللہ عنہ شعب الإیمان ٤٤٠٠ عن أبی سعید رضی اللہ عنہ یہ روایت دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

❷ ۷/ الاعراف:۲۰۵۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من رفع الصوت فی التکبیر ۲۹۹۲؛ صحیح مسلم ۲۷۰٤؛ احمد، ٤/ ٤٠٢؛ ابوداود ۱۵۲۷؛ ترمذی ۳۳۷۱؛ ابن ماجه ۳۸۲٤؛ ابویعلیٰ، ۷۲۵۲۔

❹ الطبری، ۱۲/ ٤٨٦۔ ❺ ایضًا۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ اپنے باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو۔[۵۷] اور جو ستھری سرزمین ہوتی ہے اس کی پیداوار تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کی پیداوار بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو قدر کرتے ہیں۔[۵۸]

= گے جو دعا کرنے میں حد سے آگے بڑھ جائیں گے اور وضو کرنے میں حد سے زیادہ پانی پھینکنے لگیں گے'' اور پھر یہ آیت پڑھی ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا﴾ الخ۔ تمہارے لئے تو صرف اس قدر دعا مانگنا کافی ہے کہ ''اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول وعمل مانگتا ہوں اور دوزخ اور دوزخ سے قریب کرنے والے قول وفعل سے پناہ مانگتا ہوں۔'' ❶ عبداللہ بن مغفل نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ یوں دعا مانگ رہا ہے کہ ''اے اللہ تعالیٰ! میں جنت کی سیدھی طرف کا سفید محل مانگتا ہوں۔'' تو کہا اے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے صرف جنت کا سوال کر اور صرف دوزخ سے پناہ مانگ۔ ❷

اللہ پاک کا قول ہے کہ دنیا میں امن کی حالت کے بعد فساد نہ پیدا کرو کیونکہ امن کے بعد فساد بہت برا ہوتا ہے کیونکہ امور جب اپنی حالت امن پر چل رہے ہوں اور فساد ڈال دیا جائے تو بندے بڑے تباہ ہو جاتے ہیں' اسی لئے اللہ پاک نے ﴿بَعْدَ اِصْلَاحِهَا﴾ کی قید لگائی اور دعا کو عاجزی کے ساتھ مانگنے کے لئے کہا ہے اور فرمایا کہ ﴿وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ یعنی عذاب وعقاب سے ڈر کر اور اللہ تعالیٰ کی نعمت وثواب کی طمع کر کے دعا مانگو۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنین سے قریب ہے۔ یعنی اس کی رحمت نیکوکاروں کے انتظار میں ہے جو لوگ امر ربانی کی پیروی کرتے ہیں اور زواجر ومنہیات سے باز رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ﴿رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ فرمایا ہے (قَرِيْبَةٌ) نہیں فرمایا حالانکہ رحمت مونث ہے تو صیغہ بھی مونث ہونا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت کو ثواب کے معنی میں لے کر معنوی طور پر اس کو مذکر قرار دیا اور اس لئے بھی کہ ذات ربانی کی طرف اس کی اضافت ہوئی ہے۔ طاعت کے سبب محسنین کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا سہارا مل گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہو گئے ہیں۔

باران رحمت کا نزول اللہ کی طرف سے ہے: [آیت:۵۷۔۵۸] اللہ پاک جب اس ذکر سے فارغ ہو چکا وہ خالق ارض وسما ہے متصرف اور حاکم اور مدبر ہے۔ اور دعا مانگنے کے طریقہ کی بھی جب تعلیم دے دی' تو اب اس بات سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہی رازق =

❶ ابوداود، کتاب الوتر، باب الدعاء ۱۴۸۰ وسنده ضعیف سند میں مجہول راوی ہیں۔ احمد، ۱/ ۱۷۲۔

❷ ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب الإسراف فی الوضوء ۹۶ وسنده صحیح، ابن ماجه ۳۸۶۴؛ احمد، ۴/ ۸۷؛ حاکم، ۱/ ۱۶۲؛ ابن حبان ۶۷۶۴۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔[۵۹] ان کی قوم کے آبرودار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔[۶۰] انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔[۶۱] تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔[۶۲]

= ہے مرنے والے کو وہی قیامت کے روز اٹھائے گا۔ ہواؤں کو وہی بھیجتا ہے کہ پانی بھرے بادلوں کو ہر چہار طرف پھیلائیں۔ بعض نے ﴿نَشْرًا﴾ کو (بُشْرًا) پڑھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ﴾ یعنی ہوائیں بارش کی بشارت دیتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ لوگوں کے ناامید ہو چکنے کے بعد وہ بادل کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت کو برساتے ہیں یعنی پانی کو۔ ❶ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے آثار رحمت پر نظر ڈالو کہ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح اس کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ ❷ اور ارشاد ہوتا ہے ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا﴾ یعنی ہوائیں بوجھل بادلوں کو اٹھائے ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان میں وزن دار پانی ہوتا ہے جو زمین سے قریب تر ہوتی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ اور ہم مردہ اور قحط زدہ خشک زمین کو سیراب کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا﴾۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے ﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى﴾ یعنی جس طرح ہم زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں' اسی طرح اجسام کو خاک ہو جانے کے بعد بھی بروز قیامت زندہ کریں گے۔ اللہ پاک آسمان سے پانی برسائے گا اور چالیس دن تک زمین پر بارش ہوتی رہے گی اور کالبدہائے انسانی اپنی اپنی قبور سے اس طرح اٹھنے لگیں گے جیسے کہ زمین سے دانہ اگنے لگتا ہے۔ اس مضمون کی آیتیں قرآن میں کثرت سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز کو بہ طور مثال ذکر فرمایا ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ O﴾ اس غرض سے کہ شاید تم نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ وقولہ ﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ﴾ اچھی زمین پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نباتات اگتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا﴾ اور جو خراب زمین ہے جیسے سنگلاخ اور ریتلی اس سے ویسی ہی پیداوار ہو گی یا نہ ہو گی۔ یہ بات مؤمن اور کافر کے لئے بطور مثال بیان کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علم و ہدایت دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس ابر کی سی ہے جو زمین پر برسے۔ چنانچہ جو زرخیز زمین ہوتی ہے وہ پانی کو قبول کرتی ہے اور سبزہ اور پیداوار اگاتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا

❶ ٤٢/ الشورٰی:٢٨۔ ❷ ٣٠/ الروم:٥٠۔

ہے۔لوگ پیتے سیراب ہوتے اور زراعت کرتے ہیں۔اور ایک دوسری زمین ہوتی ہے چٹیل بنجر زمین کہ پانی ڈھل جاتا ہے۔گھاس اور سبزہ نہیں اگتا۔یہ ان دو قسم کے لوگوں کی مثالیں ہیں کہ ایک نے علم سیکھا' دین الٰہی سے واقف ہوا اور میرے مبعوث ہونے سے فائدہ اٹھالیا اور ایک وہ ہوتا ہے جس نے کچھ نہ سیکھا نہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت حاصل کی جو میری معرفت بھیجی گئی ہے۔'' ❶

نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: [آیت:۵۹-۶۲] اللہ پاک جب اول سورۃ میں آدم علیہ السلام اور ان سے متعلقات کا قصہ بیان کر چکا تو انبیا علیہم السلام کے قصے بیان فرماتا ہے۔ابتداذ کر نوح علیہ السلام سے فرمائی جاتی ہے کیونکہ آپ ہی سب سے پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بعد دنیا میں بھیجا۔وہ نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ ہیں' اخنوخ ہی کا نام ادریس نبی ہے' انہیں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ فن تحریر انہیں نے ایجاد کیا' اخنوخ بن برد بن مہلیل بن قنین ابن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔کسی نبی نے ایسی تکلیفیں نہیں اٹھائیں جیسی نوح علیہ السلام نے۔ہاں بعض نبی قتل بھی کیے گئے ہیں۔نوح علیہ السلام اپنے نفس پر بہت نوحہ کرتے تھے اسی لئے نوح ان کا نام پڑ گیا۔آدم علیہ السلام سے زمانہ نوح تک دس صدیاں گزری ہیں۔یہ سب اصول اسلام وتوحید پر تھے۔

علمائے تفسیر کہتے ہیں کہ اصنام پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ وہ لوگ جو صالحین تھے جب مر گئے تو ان کے معتقدین نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان کی تصویریں بنا کر اس میں رکھنے لگے تاکہ انہیں دیکھ کر ان کی حالت اور عبادت کو یاد کرتے رہیں اور انہیں جیسے بننے کی کوشش کرتے رہیں۔جب کچھ زمانہ گزر گیا تو ان کی تصویروں کے بجائے ان کے پتلے بنا دیے گئے۔کچھ دنوں بعد ان پتلوں کا احترام کرنے لگے اور پرستش ہونے لگی۔ان پتلوں کے نام بھی انہیں صالحین کے نام پر تھے یعنی ود' سواع' یغوث' یعوق' نسر وغیرہ۔جب یہ مجسمہ پرستی بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا کہ پرستش صرف اللہ واحد کی کی جائے کہ ''اے قوم! عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو'اس کے سوا اقتدار اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب عظیم نازل ہو جائے''۔تو ان کی قوم نے جواب دیا کہ ہمارے آباء واجداد بھی ایسا ہی کرتے تھے۔تم ان کی پرستش سے ہمیں روکتے ہو۔ہم تو تم کو اس بارے میں بڑی غلطی اور گمراہی میں سمجھتے ہیں۔آج کل کے فجار کا یہی حال ہے کہ وہ خود نیکو کاروں پر گمراہی کا الزام لگاتے ہیں۔جیسا کہ فرمایا کہ ﴿وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ﴾ ❷ یعنی یہ بدکار جب نیکو کاروں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ گمراہ ہو گئے ہیں اور کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ اگر اس کی بات درست ہوتی تو ان سے پہلے ہمیں اسکو اختیار کرتے۔اور چونکہ خود انہوں نے ہدایت نہیں پائی تھی' تو کہنے لگے کہ گمراہ تو یہ خود ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔اس قسم کی بہت آیات ہیں۔پھر ارشاد ہوتا ہے' نوح علیہ السلام کہتے ہیں کہ اے لوگو! میں گمراہ نہیں ہو گیا ہوں۔میں وہ پیام پہنچا رہا ہوں جو خاص اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم ہے جو تمہیں نہیں ہے۔رسول کی یہی شان ہوا کرتی ہے کہ وہ ایک فصیح وبلیغ اور ناصح مبلغ ہو۔اللہ کی مخلوقات میں ان صفات سے متصف دوسرے نہیں ہوا کرتے۔جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے یوم عرفہ میں فرمایا جہاں ہزاروں لوگ جمع تھے کہ ''اے لوگو! تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا اور میرے ادائے فریضہ کی تم سے تصدیق طلب کی جائے گی تو تم کیا کہو گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کی گواہی دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ نے حق تبلیغ وخیر خواہی ادا کر دیا اور رسالت کا فریضہ پورا کیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔پھر ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ''اے اللہ تعالیٰ گواہ رہ گواہ رہ کہ یہ میری تصدیق کر رہے ہیں۔'' ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم ۷۹ صحیح مسلم ۲۲۸۲، مسند ابی یعلیٰ ۷۳۱۱۔

❷ ۸۳/ المطففین:۳۲۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۱۸۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاِلٰي عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ
اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ
وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾
اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا
اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔[٦٣] سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بے شک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔[٦٤] اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں سو کیا تم نہیں ڈرتے۔[٦٥] ان کی قوم میں جو آبرودار لوگ کافر تھے انہوں نے کہا ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔[٦٦] انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔[٦٧] تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں[٦٨] اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو۔[٦٩]

قوم نوح کا پانی میں غرق ہونا: [آیت: ٦٣-٦٩] اللہ پاک قوم نوح سے متعلق فرماتا ہے کہ تمہیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کسی آدمی پر وحی بھیجتا ہے۔ یہ تو تم پر لطف و کرم ہے۔ وہ تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دور رہو اور شرک نہ کرو شاید کہ تم پر رحم و کرم ہو جائے۔ لیکن قوم نے نوح علیہ السلام کو جھٹلا دیا نوح علیہ السلام کی مخالفت کرنے لگے اور بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دی اور

ہماری تکذیب کرنے والوں کو غرق کر دیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اپنے گناہوں کے سبب وہ غرق کر دیے گئے اور دوزخ میں جھونکے گئے۔ اب اللہ تعالیٰ کے سوا کون ان کا مددگار ہو سکتا تھا' یہ لوگ اندھے تھے کہ حق چیز کو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دشمنی کرنے کی کیسی سزا ملی' رسول اور مؤمنین نجات پا گئے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں غلبہ اور کامیابی نیکوں ہی کو حاصل ہے خواہ دنیا میں یا عاقبت میں ہو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ قوم نوح اتنی کثیر تھی کہ شہر اور جنگل بھر گئے تھے ہر حصہ زمین پر ان کا قبضہ تھا۔ نوح علیہ السلام کے ساتھ نجات پانے والے اسی (۸۰) لوگ تھے انہیں میں سے ایک جرہم تھا جس کی زبان عربی تھی۔

ہود علیہ السلام کی اپنی قوم کو تبلیغ اور قوم کا جواب: اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس طرح ہم نے قوم نوح کی طرف رسول بھیجا تھا قوم عاد کی طرف بھی انہیں میں سے ایک شخص ہود کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ یہ عاد بن ارم کی اولاد تھے بڑے بڑے مکانات میں رہتے تھے' جیسے کہ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے کیسی سزا دی ان کے مکان اور باغ بڑے بڑے ستون والے تھے۔ شہروں میں ایسے بڑے مکانات کہیں بھی نہیں تھے اور یہ ان کی زبردست قوت جسمانی کی دلیل تھی۔ جیسا کہ فرمایا کہ لیکن قوم عاد فخر و ناز میں پڑ گئی ناحق غرور کرنے لگی اور کھلا دعویٰ کرنے لگی کہ ہم سے بڑھ کر قوی کون ہے؟ کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ جس نے انہیں پیدا کیا ہے' وہ ان سے زیادہ قوی ہے۔ وہ ہماری آیتوں اور معجزوں کا انکار کرتے تھے۔ ان کے مساکن ملک یمن میں احقاف میں تھے اور وہ ایک ریگستانی اور پہاڑی قوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضر موت کے رہنے والے ایک آدمی سے کہا کہ کیا تم نے سرزمین حضر موت میں کوئی سرخ ٹیلہ دیکھا جس کی مٹی سرخ ہے۔ اس ٹیلے کے فلاں فلاں کنارے پر بیری اور پیلو کے بہ کثرت درخت ہیں۔ اس نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی قسم آپ تو اس طرح بتا رہے ہیں جیسے کہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ آپ نے فرمایا دیکھا تو نہیں' لیکن مجھے ایسی حدیث پہنچی ہے۔ اس نے کہا' یا امیر المؤمنین! آپ اس بارے میں کیا فرمانا چاہتے تھے؟ آپ نے کہا یہیں ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ [1] اس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ قوم عاد کے مساکن یمن میں تھے اور ہود علیہ السلام وہیں مدفون ہیں۔ ہود علیہ السلام اپنی قوم میں شریف ترین خاندان سے تھے۔ سارے رسول افضل القبائل ہوتے ہیں۔ لیکن ہود علیہ السلام کی قوم جسمانی حیثیت سے جس طرح بڑی سخت تھی' دل بھی ان کا ایسا ہی سخت تھا اور حق کی تکذیب سب امتوں سے بڑھ کر انہوں نے کی۔ اسی لئے ہود علیہ السلام ان کو رب واحد کی عبادت اور اطاعت کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن ہود علیہ السلام کی اس کافر جماعت نے یہ کہا کہ ''اے ہود! ہم تو تمہیں بڑا بے سمجھ اور گمراہ پاتے ہیں کہ ہم کو ترک عبادت اصنام کی دعوت دیتے ہو اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مشورہ دیتے ہو۔'' جیسا کہ قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی دعوت پر تعجب کیا تھا کہ کیا اس نے اتنے سارے خداؤں کو ایک (رب) اللہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ غرض ہود علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اے لوگو! مجھ میں بے سمجھی نہیں ہے بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' رب کی طرف سے حق بات لے کر آیا ہوں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کی ہے وہ ہر شئے کا رب ہے۔ میں رب کے پیغامات تم کو پہنچا رہا ہوں۔ میں تمہارا صحیح معنی میں خیر خواہ ہوں۔ یہی وہ صفات ہیں جن سے رسول متصف رہتے ہیں' یعنی نصیحت اور امانت' اگر تمہارے ہی ایک آدمی پر وحی آئی اور تمہاری ہی بہتری کی خاطر اس نے تم تک پہنچائی' تو اس میں تعجب کیوں کرتے ہو؟ بلکہ یہ تو تمہارے لئے شکر کی جگہ ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ اس نے قوم نوح کے بعد تم کو ان کی جگہ دی اور وہ قوم تو ہلاک ہو گئی جس نے اپنے رسول کا کہا نہیں مانا تھا اور پھر یہ کہ =

[1] الطبری، ۱۲/ ۵۰۷۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان کو چھوڑ دیں۔ اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔[۷۰] انہوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے ان کے معبود ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔[۷۱] غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔[۷۲]

= جسمانی حیثیت سے تم کو بہت ہی توانا بنایا ہے۔ تم دوسری قوموں کی بہ نسبت بہت دراز قامت ہو اور چوڑے چکلے ہو۔ اسی قسم کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قصہ طالوت میں کیا ہے کہ علمی اور جسمانی قوت میں طالوت بہت ہی خصوصیت رکھتے تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اس کے احسانات کو زیر غور لاؤ' شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

قوم عاد کی تباہی و بربادی: [آیت: ۷۰-۷۲] اللہ پاک خبر دے رہا ہے کہ یہ کفار ہود علیہ السلام کے ساتھ کس طرح انکار اور طغیان و عناد سے پیش آئے اور کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اسی لئے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اور ہمارے آباء واجداد جن کی عبادت کرتے تھے' ان سب کو چھوڑ دیں۔ اچھا اگر تم سچے ہو تو جن عذابوں سے ڈرا رہے ہو' لا نازل کرو۔ جیسا کہ کفار قریش کہتے ہیں کہ اگر عذاب کی تمہاری یہی دھمکی سچ ہے تو آسمان سے پتھر برسا لو اور عذاب الیم میں ہمیں ماخوذ کر ہی لو۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ لوگ اصنام کی پرستش کرتے تھے۔ ایک صنم کا نام تھا صمد اور دوسرے کا نام تھا صمود اور ایک کا نام تھا ہبا۔ اسی لئے ہود علیہ السلام نے کہا تھا کہ تمہارے اس کہنے کی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ کا غضب واجب ہو چکا ہے۔ کہا گیا ہے کہ رجس سے مراد ہے رجز یعنی عذاب۔ کیا تم مجھ سے ان اصنام کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کے نام خود تم نے یا تمہارے اسلاف نے رکھ لئے ہیں۔ یہ اصنام تو نہ نفع پہنچاتے ہیں نہ ضرر اور نہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کی عبادت کی تمہیں کوئی سند دی ہے نہ اس بات کی کوئی دلیل ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اچھا عذاب کے منتظر رہو' تمہارے ساتھ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ یہ رسول کی طرف سے اپنی قوم کو بڑی زبردست تہدید ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے ہود علیہ السلام کو تو بچا لیا اور ان کے ساتھیوں کو بھی' اور جو ہود علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی ان کا قصہ ہی پاک کر دیا۔ ان کی ہلاکت کے واقعات قرآن میں دوسرے مقامات پر اس طرح مذکور ہیں کہ ان پر ایک سخت آندھی بھیجی گئی اور جن تک وہ پہنچی ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے کہ عاد ایک ہوائے صرصر کے

ذریعہ ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ آندھی آٹھ دن اور سات راتوں تک چلتی رہی۔ یہ سرکش لوگ ایسے مرے پڑے تھے کہ جیسے کھجور کے درختوں کے تنے الگ ہوں اور شاخیں الگ ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ ❶ ان کی سرکشی کے سبب ایک زبردست آندھی بھیج کر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ہوا ان کو آسمان پر لے اڑتی تھی پھر سر کے بل زمین پر گرا دیتی تھی۔ سر ٹوٹ کر دھڑ سے الگ ہو جاتا تھا۔ اسی لئے فرمایا کہ درخت خرما کے تنے کے مانند ہو گئے تھے جن کی ڈالیاں اور سرے خالی ہوں۔ ❷ یہ لوگ ملک یمن میں عمان وحضر موت کے درمیان رہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ساری سرزمین میں دور دور پھیل گئے اور اپنی قوت کے مظاہرہ میں لوگوں پر ظلم و زبردستی کرنے لگے تھے۔ یہ بتوں کو پوجتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہود علیہ السلام کو بھیجا اور وہ بہ لحاظ نسب ان سب میں شریف تر تھے۔ ان کی تاکید تھی کہ اللہ تعالیٰ کو واحد قرار دیں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔ لوگوں پر ظلم کرنے سے باز آئیں' لیکن انہوں نے انکار کیا۔ ان کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر طاقت ور کون ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی۔ ہود علیہ السلام پر ایمان لانے والے لوگ بہت تھوڑے تھے۔ جب عاد نے اس طرح سرکشی سے کام لیا اور دنیا میں فساد مچاتے پھرنے لگے اور بلا ضرورت بڑی بڑی عمارتیں اور محل بنانے لگے تو ہود علیہ السلام ان سے یوں مخاطب ہوئے کہ تم لوگ ہر جگہ بلا ضرورت مکانات بناتے ہو اور ایسے مستحکم محل بناتے ہو گویا تمہیں یہاں ہمیشہ ہی رہنا ہے اور جب تم کسی پر تسلط پاتے ہو تو بڑی سختی کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میری سنو! تو وہ کہنے لگے اے ہود! تم ایک بے دلیل آدمی ہو تمہارے کہنے سے ہم اپنے خداؤں کو نہیں چھوڑ سکتے اور ہم تم پر ایمان نہیں لا سکتے۔ ہماری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ تم پر ہمارے کسی خدا کی لعنت پڑی ہے کہ دیوانے ہو گئے ہو۔ ہود علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تمہاری مشرکانہ ذہنیت سے میں بالکل بری ہوں۔ اب تم سب مل کر میرے ساتھ جو چال چلنا چاہتے ہو چلو اور مجھے مہلت تک نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے وہ میرا اور تمہارا بھی رب ہے۔ تم تو کیا کوئی جانور بھی ایسا نہیں جو اس کی گرفت میں نہ ہو۔ میرا رب جو کہتا ہے ٹھیک کہتا ہے۔ ❸

یہ لوگ جب کفر پر بالکل ہی اڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے تین برس تک ان سے بارش روک رکھی۔ وہ سخت فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور اس طرح جب وہ کسی سخت آفت میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ سے کشادکاری کی دعائیں مانگنے لگتے اور ان کا یہ دستور تھا کہ کسی کو بیت اللہ بھیجتے۔ اس زمانے میں مکہ میں ان کے قبیلہ کے چند لوگ عمالیق سکونت پذیر تھے اور یہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی نسل سے تھے اس قبیلہ کا سردار ان دنوں وہاں معاویہ بن بکر نامی ایک شخص تھا اس کی ماں قوم عاد میں سے تھی اس کا نام جاہذہ تھا' خیبری کی بیٹی تھی۔ چنانچہ قوم عاد نے ستر آدمیوں کا ایک وفد حرم کی طرف بھیجا تاکہ کعبۃ اللہ میں جا کر پانی برسنے کی دعا کریں۔ یہ لوگ اپنے قبیلہ والے معاویہ بن بکر کے پاس مکے سے باہر ٹھہرے۔ ایک مہینے تک اس کے پاس قیام کیا۔ شرابیں پیتے اور اس کے پاس دو مغنیہ کنیزوں کے گانے سنتے رہتے۔ مہینہ بھر تک ان کا قیام طویل ہو گیا۔ ادھر معاویہ کا اپنی قوم عاد کی پریشان حالی اور قحط کے سبب دل بہت زیادہ تنگ تھا۔ لیکن مہمانوں سے رخصت ہونے کے لئے کہنے سے شرم کرتا تھا۔ چند شعر بنائے اور ان مغنیات کو کہا کہ یہ اشعار ان کے سامنے گائیں۔ وہ یہ تھے۔ ''اے قیل! تجھ پر افسوس' اٹھ' جا دعا مانگ۔ شاید اللہ تعالیٰ بادلوں کو برسنے کے لئے بھیج دے تاکہ سرزمین عاد سیراب ہو جائے کیونکہ قوم عاد کی حالت تو اب یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بات تک اچھی طرح نہیں کر سکتے۔ پیاس سے دم نکل رہا ہے۔ بوڑھے اور جوان کسی کو زندگی کی آس باقی نہیں رہی' ان کی عورتوں کی بھی خیر نہیں۔ وہ بھوک پیاس سے بے سدھ ہو گئی ہیں۔

---

❶ ٦٩/ الحاقۃ:٦۔٨۔ ❷ ٦٩/ الحاقۃ:٧۔ ❸ ٢٦/ الشعرآء:١٢٨، ١٣٦۔

وحوش کھلے بندوں ان کی بستیوں میں گھس آئے ہیں کیونکہ کسی اہل عاد سے انہیں خوف نہیں رہا کہ تیر مار کر انہیں ہلاک کریں گے کیونکہ تیر چلانے کی قوت ہی نہیں رہی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ ان کے روز و شب اب ختم ہی ہو رہے ہیں۔ کسی قوم کا وفد تم جیسا منحوس وفد نہ ہوگا۔ تم پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو۔'' یہ سن کر اس وفد کے لوگوں کو احساس ہوا۔ کعبۃ اللہ میں گئے اور اپنی قوم کے لئے دعا مانگنے لگے۔ اس وفد کے سربراہ کا نام قیل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تین ابر ظاہر ہوئے۔ ایک سفید ایک کالا ایک سرخ۔ آسمان سے ایک ندا سنائی دی کہ اپنی قوم کے لئے ان تینوں میں سے ایک ابر پسند کر لے۔ قیل نے کہا میں یہ سیاہ ابر پسند کرتا ہوں سیاہ ابر بہت برسنے والا ہوتا ہے۔ ندا آئی کہ تو نے تو رماد اور خاک کو پسند کیا ہے قوم عاد سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ یہ ابر نہ تو باپ کو چھوڑے گا نہ بیٹے کو' سب کو برباد کر کے رکھ دے گا لیکن عاد کا قبیلہ بنی الوذیہ محفوظ رہے گا۔ عاد کا یہ قبیلہ مکہ میں قیام پذیر تھا اس پر کچھ آنچ نہ آئی' ساری قوم عاد تباہ ہوگئی۔ جو لوگ بچ گئے وہ اسی قوم کے قبیلہ بنی الوذیہ والے تھے اس کی نسل اور ذریت سے وہ قوم باقی رہی جس کو عاد ثانی کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کالا ابر بھیجا جس کو قیل نے پسند کیا تھا اور یہی اس قوم کے عذاب کا سبب بنا۔ مغیث نامی ایک وادی سے اٹھا' لوگوں نے اس کو دیکھا تو خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو برسنے والا ابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس بادل کو ہوا زوروں سے بہاتی ہوئی لائی' اس میں عذاب الیم تھا' جو ہر شے کو ہلاک کر دے۔ ❶ اس ابر کے اندر ایک شے کو سب سے پہلے جس نے دیکھا وہ ایک عورت تھی جس کا نام مہید تھا۔ اس نے اس ابر کے اندر جو کچھ دیکھا وہ اس کے سبب بیہوش ہو کر گر گئی۔ ہوش میں آئی تو کہا کہ اس ابر کے اندر آگ کے شعلے تھے کچھ لوگ دکھائی دیئے جو ان شعلوں کو کھینچے لا رہے ہیں۔ چنانچہ سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ بادل برستا رہا اور کوئی عادی ہلاک ہونے سے نہیں بچا۔ ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی مؤمنین یہاں سے ہٹ گئے تھے اور ایک کھیت میں پناہ گزیں ہو گئے تھے وہاں انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔ باغ کی ٹھنڈی ہوا ان کے جسموں کو چھوتی رہی اور روح کو تازگی بخشتی رہی۔ لیکن قوم عاد پر یہ باد و باراں سنگ باری کرتا رہا' ان کے سر ٹوٹتے رہے۔ اس قصہ کا ذکر بہت طویل ہے اور سیاق عبارت بھی عجیب ہے۔ اس سے کئی نتیجے بھی نکلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہمارا عذاب آ ہی پہنچا تو ہم نے ہود کو بچا لیا اور ان کے ساتھ کے مؤمنین کو بھی۔ عذاب الیم سے وہ محفوظ رہے۔ ❷ حارث البکری سے روایت ہے کہ علاء بن الحضرمی کی شکایت لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہا تھا اور اقوام ربذہ پر سے گزر رہا تھا کہ بنی تمیم کی ایک بڑھیا جو اس قبیلہ سے چھوٹ گئی تھی اور اکیلی ہو گئی تھی کہنے لگی' اے اللہ تعالیٰ کے بندے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے چل' مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو اونٹ پر بٹھا لیا اور مدینے آیا۔ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور ایک سیاہ علم بلند تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لٹکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا یہ لوگ کیسے جمع ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا جا رہا ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمرے میں داخل ہوئے' میں نے حاضری کی اجازت طلب کی۔ مجھے اجازت دی۔ میں نے آ کر سلام کیا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ '' کیا تم میں اور بنی تمیم میں کوئی رنجش ہے؟'' میں نے عرض کیا ہاں مجھے ان سے شکایت ہے اور الزام انہیں پر ہے۔ اب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ رہا تھا کہ راستہ میں ایک بڑھیا مل گئی قبیلہ بنی تمیم کی ہے جو ان سے چھوٹ گئی تھی۔ مجھ سے کہنے لگی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ہے مجھے لے چلو۔ چنانچہ وہ بھی دروازے پر کھڑی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بلا لیا۔ وہ آ گئی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ==

---

❶ ٤٦/ الاحقاف: ٢٤۔ ❷ ١١/ هود: ٥٨۔



وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَٰلِحًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِۦ نَاقَةُ ٱللَّهِ لَكُمْ ءَايَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِىٓ أَرْضِ ٱللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ ٱلْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَٱذْكُرُوٓا۟ ءَالَآءَ ٱللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦ لِلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ لِمَنْ ءَامَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِۦ ۚ قَالُوٓا۟ إِنَّا بِمَآ أُرْسِلَ بِهِۦ مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾ قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوٓا۟ إِنَّا بِٱلَّذِىٓ ءَامَنتُم بِهِۦ كَٰفِرُونَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا۟ ٱلنَّاقَةَ وَعَتَوْا۟ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا۟ يَٰصَٰلِحُ ٱئْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾ فَأَخَذَتْهُمُ ٱلرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا۟ فِى دَارِهِمْ جَٰثِمِينَ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے۔ یہ اونٹنی ہے اللہ تعالیٰ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کہیں تم کو دردناک عذاب آ پکڑے۔[۷۳] اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کران میں گھر بناتے ہو سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔[۷۴] ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے۔[۷۵] وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس بات پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں۔[۷۶] غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح! جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوایئے اگر آپ پیغمبر ہیں۔[۷۷] پس آ پکڑا ان کو زلزلہ نے سو اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔[۷۸]

= ہم میں اور بنو تمیم میں آڑ کر دیجئے۔ یہ سن کر قبیلہ بنی تمیم کی اس بڑھیا کو حمیت پیدا ہوئی اور تیز ہو کر بولی کہ ''یا رسول اللہ ﷺ! پھر آپ کے پریشان حال کہاں پناہ لیں گے۔'' میں کہنے لگا ارے میری مثال تو اس ضرب المثل کی سی ہو گئی کہ بکری اپنی موت کو آپ کھینچ لائی۔ میں اس بڑھیا کو سوار کر کے لے آیا مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری دشمن ثابت ہو گی۔ میں اللہ تعالیٰ کے پاس اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ وفد قوم عاد کی طرح بن جاؤں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وفد عاد کا کیا قصہ ہے۔'' حالانکہ آپ ﷺ مجھ سے بہتر جانتے تھے لیکن مجھ سے سننے کے خواہشمند تھے۔ میں نے کہا کہ قوم عاد قحط میں مبتلا ہو گئی تھی۔ چنانچہ انہوں

نے اپنا ایک وفد مکہ بھیجا وفد کے قائد کا نام قیل تھا۔ وہ مکہ آ کر معاویہ بن بکر کے پاس ٹھہرے' ایک مہینہ قیام کیا شراب پیتے رہے جرادتان نامی دو لونڈیوں کا گانا سنتے رہے۔ پھر سردار وفد قیل مہرہ کی پہاڑیوں کی طرف نکلا اور دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ میں کسی مریض کی دعائے صحت کے لئے نہیں آیا ہوں نہ کسی قیدی کے چھڑانے کے لئے فدیہ مانگتا ہوں' بلکہ اے اللہ تعالیٰ عاد کو پانی دے۔ چنانچہ بحکم رب تین ابر نمایاں ہوئے۔ ندا آئی کہ ایک ابر کو اختیار کر لے اس نے سیاہ ابر کا انتخاب کیا ندا آئی کہ تجھ کو تو خاک ملے گی قوم عاد کا کوئی فرد باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک آندھی بھیجی جو خزانہ باد میں گویا اتنی ہی تھی جتنا کہ میری اس انگوٹھی کا دائرہ ہے جس سے یہ ساری قوم تباہ ہوگئی۔ اب عرب کے لوگ جب کسی وفد کو بھیجتے ہیں تو بطور ضرب المثل کہتے ہیں کہ وفد عاد کی طرح نہ ہو جانا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس کو بیان کیا ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ❶

صالح علیہ السلام کا پیغام توحید: [آیت:۷۳۔۷۸] ابراہیم خلیل اللہ سے پہلے عرب قدیم کے جو قبائل تھے انہیں میں سے ثمود بھی تھے جو قوم عاد کے بعد ہوئے۔ حجاز و شام کے درمیان وادی قریٰ اور اس کے اطراف ان کے مساکن مشہور ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سن نو (۹) ہجری میں تبوک کی طرف جا رہے تھے تو ان کے مساکن اور دیار پر سے گزرے۔ ایک مقام تھا حجر نامی یہاں ثمود کی بستی تھی۔ جب نبی اکرم ﷺ اصحاب سمیت یہاں فروکش ہوئے تو لوگوں نے ان چشموں سے پانی پی لیا جنہیں ثمود استعمال کرتے تھے اس پانی سے آٹا گوندھا اور ہانڈیوں میں ڈالا تو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ''ہانڈیاں اوندھا دی جائیں اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں۔'' پھر یہاں سے آپ ﷺ کوچ کر گئے۔ پھر آپ ﷺ ایک دوسرے چشمے پر اترے جو ثمود کے پینے کا چشمہ نہیں تھا بلکہ ناقہ ثمود کے پینے کا چشمہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تھا کہ ''وہ عذاب کی ہوئی قوم پر سے گزریں۔ کیونکہ مجھے تو خوف ہوتا ہے کہ ثمود جس طرح مبتلائے عذاب ہو گئے تھے کہیں تم بھی نہ ہو جاؤ' اس لئے اس چشمہ پر قیام نہ کرو ❷ اور حجر پر سے جو مسکن ثمود تھا اگر گزرنا بھی پڑے تو اللہ تعالیٰ کے آگے زاری کرتے ہوئے گزرو۔ اگر زاری نہیں کر سکتے تو ادھر سے گزرنا ہی نہیں' ورنہ تم پر بھی وہی عذاب اتر جائے گا۔'' ❸ غزوۂ تبوک میں لوگ اہل حجر کی طرف تیزی سے جا رہے تھے تا کہ وہاں اتریں۔ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو ندا کرا دی کہ نماز تیار ہے۔ ابی کبشہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور فرما رہے تھے ''ایسی قوم کی طرف نہ جاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا تھا'' تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم ان لوگوں کو دیکھ کر تعجب کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کیا تمہارے اس تعجب سے بڑھ کر تعجب کی بات میں تمہیں نہ سناؤں۔ تمہیں میں سے ایک آدمی یعنی میں تمہیں غیب سے ان لوگوں کی خبر سنا رہا ہے جو تم سے پہلے تھے اور گزشتہ کے علاوہ آئندہ کی باتیں بھی بتا رہا ہے۔ اس لئے سیدھے ہو جاؤ اپنی اصلاح کر لو۔ کیونکہ تم پر بھی عذاب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کو کیا پروا ہو سکتی ہے اور وہ قوم بھی آنے والی ہے کہ وہ خود بھی اپنے نفسوں پر سے کچھ نہ ٹلا سکے گی۔'' ❹ غرض جب آنحضرت ﷺ حجر پر سے گزرے تو فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے

---

❶ احمد، ۳/ ۴۸۲؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الذاریات ۳۲۷۳، ۳۲۷۴؛ وهو حسن، ابن ماجه ۲۸۱۶۔

❷ احمد، ۲/ ۱۱۷ وسنده صحیح، ابن حبان ۶۲۰۳۔

❸ احمد، ۲/ ۷۴ اس معنی کی روایت صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی مواضع الخسف ۴۳۳؛ صحیح مسلم ۲۹۸۰؛ ابن حبان ۶۲۰۰؛ دلائل النبوۃ، ۵/ ۲۳۳ میں موجود ہے۔

❹ احمد، ۴/ ۲۳۱ وسنده ضعیف، مجمع الزوائد، ۶/ ۱۹۴ اس کی سند میں عبدالرحمن بن عبداللہ المسعودی مختلط راوی ہے ابن قطان کہتے ہیں اختلط فی لا یعقل (المیزان، ۲/ ۵۷۴، رقم ۴۹۰۷) اور اسمٰعیل بن اوسط اس کے متعلق امام ذہبی کہتے ہیں لا ینبغی ان یرون عنه (المیزان، ۱/ ۲۲۲ رقم ۸۵۳)

معجزات اور نشانیاں نہ مانگو۔ قوم صالح نے بھی مانگا تھا اور معجزے کے طور پر انہیں ناقہ ملی تھی کہ وہ ایک راستے سے آتی اور دوسرے راستے سے جاتی۔ ان لوگوں نے اللہ کے حکم سے سرکشی کی۔ اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ وہ ایک دن چشمے سے پانی پیتی اور دوسرے دن یہ لوگ اس کا دودھ پیتے۔ جب اس کو مار ڈالا تو ایک ایسی کڑکدار آواز آسمان سے آئی کہ سب مر گئے۔ ان کی قوم کا صرف ایک آدمی بچ گیا۔ وہ اس لئے کہ اس وقت وہ کعبۃ اللہ کے اندر تھا۔'' لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ابو رغال۔ لیکن جب حرم سے نکلا تو وہ بھی مبتلا عذاب ہو کر مر گیا۔'' ❶ (یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود نہیں ہے)۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ثمود کی طرف ان کے ایک ہم قوم صالح علیہ السلام پیغمبر بھیجے گئے تھے۔ تمام پیغمبروں کی طرح آپ کی بھی یہی دعوت و تعلیم تھی کہ اے لوگو! رب واحد کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی دوسرا رب ہے ہی نہیں۔ سارے پیغمبر اسی کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے گئے سب کی طرف یہی وحی تھی کہ اللہ تعالیٰ واحد میں ہی ہوں صرف میری ہی عبادت کرنا۔ اور فرمایا کہ ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجے ہیں وہ سب توحید کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور طاعت شیطان سے روکتے رہے ہیں۔ ❷ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نشانی آ چکی ہے وہ نشانی یہ ناقہ ہے۔ ان لوگوں نے خود صالح علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ انہیں کوئی معجزہ دکھلایا جائے اور درخواست یہ کی تھی کہ اس خاص چٹان کے اندر سے جس کو ہم بتا رہے ہیں ایک ناقہ پیدا ہو۔ یہ چٹان مقام حجر کی ایک طرف اکیلی ایک ہی چٹان تھی جس کا نام کاتبہ تھا۔ اور وہ اونٹنی دس ماہ کا حمل بھی رکھتی ہو دودھ بھی دیتی ہو۔ صالح علیہ السلام نے ان سے عہود و مواثیق لئے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کر لی تو وہ ایمان لے آئیں گے اور میرے کہے پر عمل کریں گے۔ جب یہ وعدے وعید ہو چکے تو صالح علیہ السلام دعا کے لئے اٹھے' دعا کی۔ چٹان کو یک بیک حرکت ہوئی' وہ پھٹ پڑی اور ایک اونٹنی اس کے اندر سے نکلی' جس کے پیٹ میں بچہ ہونے کی وجہ سے چلنے میں ادھر ادھر حرکت ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر ان کفار کا سردار جندع بن عمرو اور اس کے ماتحت لوگ ایمان لے آئے اور دوسرے اشراف ثمود بھی لا رہے تھے کہ ذواب بن عمرو اور حباب پجاری اور رباب نے ان کو روک دیا اور جندع کا ایک چچیرا بھائی شہاب نامی بھی جو اشراف ثمود میں سے تھا ارادہ کر رہا تھا کہ ایمان لائے' لیکن ان لوگوں کے کہنے سے رک گیا۔ اسی سے متعلق ثمود کے مؤمنین میں سے ایک آدمی مہوش کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جندع نے دین نبی کی طرف شہاب کو بلایا تھا اور اس نے ایمان لانے کا ارادہ بھی کر لیا تھا لیکن آل حجر کے گمراہوں نے ہدایت کے بعد اس کو گمراہ کر دیا۔ غرض یہ کہ ناقہ کے بچہ ہوا اور وہ ایک عرصہ تک اس قوم میں رہی۔ ایک چشمے سے ایک دن وہ پانی پیتی تھی اور ایک دن ناغہ کرتی تھی تاکہ دوسرے لوگ اور ان کے جانور پی سکیں اور وہ لوگ اس کا دودھ پیتے اور پھر جس قدر چاہتے دودھ سے اپنے برتن بھر لیتے۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم شدہ تھا' کبھی یہ پیتی کبھی وہ پیتے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ پانی پینے کا ایک مقررہ دن ناقہ کا ہے اور ایک تمہارا ہے۔ اس وادی میں وہ چرنے کو جاتی تو ایک راستے سے جاتی اور دوسرے راستے سے باہر آتی تاکہ آنے جانے والوں کو آسانی ہو کیونکہ پانی پی کر وہ بہت موٹی تازی ہو جاتی تھی اور وہ بہت شاندار اور پر رعب و ہیبت منظر رکھتی تھی۔ جانوروں کے پاس سے گزرتی تو دوسرے جانور ڈر کر بھاگ جاتے۔ اس حالت پر کچھ عرصہ گزرا اور اس قوم کی سرکشی شدید ہو گئی۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس اونٹنی کو قتل ہی کر دیا جائے تاکہ ہر روز پانی کا حق حاصل ہو

---

❶ احمد، ۳/ ۲۹۶؛ وسندہ ضعیف، ابن حبان ۶۱۹۷؛ حاکم، ۲/ ۳۴۰ اس کی سند میں ابوالزبیر مدلس راوی ہے جس کے سماع کی صراحت موجود نہیں۔ ❷ ۱۶/ النحل:۳۶۔

جائے۔ چنانچہ ان سب کفار نے مل کر قتل ناقہ کی رائے کی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس نے اس کو قتل کیا تھا سب اس کے پاس گئے حتی کہ عورتیں بھی اور بچے بھی تا کہ اس سے قتل کرائیں۔ ساری جماعت کا اس میں حصہ لینا اس آیت پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ ﴿فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝﴾ ❶ یعنی انہوں نے نبی کو جھٹلایا' ناقہ کو قتل کر دیا' تو اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر ان کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔ اور فرمایا کہ ثمود کو ہم نے ناقہ کا معجزہ دیا اور یہ ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن ان ظالموں نے ظلم سے کام لیا۔ غرض یہ کہ قتل ناقہ کی نسبت ساری جماعت کی طرف کی گئی ہے کہ اس کام میں سب ہی کا ہاتھ تھا۔

امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے تفسیر نے سبب قتل یہ بتایا ہے کہ ایک عورت تھی عنیزہ نام' بڑھیا اور کافرہ تھی۔ صالح علیہ السلام سے اس کو دشمنی تھی۔ اس کی خوبصورت لڑکیاں تھیں' مال و دولت حاصل تھا۔ اس کا شوہر ذواب بن عمرو رؤساء ثمود میں سے تھا۔ اور ایک دوسری عورت صدقہ بنت مہیا نامی جو حسب و نسب مال و جمال والی تھی یہ ایک مؤمن کی بیوی تھی اور شوہر کو چھوڑے ہوئے تھی۔ ناقہ کے قاتل سے ان دونوں نے وعدے کر رکھے تھے۔ صدقہ نے ایک آدمی حباب نامی کو ابھارا کہ اگر تو ناقہ کو مار ڈالے تو میں تیری ہو جاؤں گی۔ اس نے انکار کر دیا۔ پھر اپنے چچیرے بھائی مصدع ابن مہرج سے کہا تو اس نے قبول کر لیا اور عنیزہ بنت غنم نے قدار کو بلایا۔ وہ نیلا پست قامت آدمی تھا۔ لوگ اس کو ولد الزنا سمجھتے تھے اور اس کو اس کے باپ سالف کا بیٹا نہیں سمجھتے تھے۔ اس آدمی کا نام ضیان تھا جس کا درحقیقت یہ لڑکا تھا حالانکہ اس کی ماں اس وقت سالف کی بیوی تھی۔ اس عورت نے ناقہ کے قاتل سے کہا تھا کہ میری جو لڑکی تو چاہے اس خدمت کے بدلے میں حاصل کر سکتا ہے کہ ناقہ کو قتل کر ڈالے۔ چنانچہ قدار بن سالف اور مصدع بن مہرج نے ثمود کے غنڈوں سے ساز باز کر لی اور سات آدمی ان کے ساتھ ہو گئے۔ اس طرح یہ سب مل کر نو (۹) افراد ہوئے۔ چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ شہر میں نو افراد تھے جو بجائے اصلاح کرنے کے فساد پر کمر بستہ تھے۔ ❷ اور یہ اپنی قوم کے سردھرے تھے۔ ان کافروں نے کافر قبیلہ کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ سب کے سب چلے اور ناقہ کا انتظار کرنے لگے۔ جب یہ پانی پی کر واپس چلی تو قدار اس کی راہ میں ایک چٹان کے پیچھے گھات لگائے بیٹھا رہا اور مصدع دوسری چٹان کے پیچھے تھا۔ ناقہ مصدع کے پاس سے گزری۔ اس نے ایک تیر مارا' وہ پنڈلی کو لگا۔ بنت غنم عنیزہ نکلی اور اپنی سب سے خوبصورت لڑکی کو لے آئی اور قدار اور اس کی جماعت کے سامنے اپنی لڑکی کے بے پناہ حسن کا مظاہرہ کیا۔ قدار اس پیش کش سے متاثر ہو کر تلوار لے کر اٹھا اور اس ناقہ کے کونچے کاٹ ڈالے۔ وہ زمین پر گر پڑی۔ اس نے اپنے بچے کو دیکھ کر ایک چیخ ماری گویا کہ اس کو آگاہ کر رہی ہے کہ بھاگ جا۔ پھر قاتل نے اس کے سینے پر نیزہ مارا پھر اس کا گلا کاٹ دیا۔ اس کا بچہ ایک پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور چوٹی پر چڑھ کر ایک چیخ ماری' گویا کہ کہتا ہے کہ اے رب! میری ماں کہاں ہے؟ کہا جاتا ہے کہ تین دفعہ وہ چلایا پھر چٹان کے اندر گم ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے اس کا پیچھا کر کے اسے بھی مار ڈالا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ خبر جب صالح علیہ السلام کو ملی تو وہ مقتل میں آئے۔ لوگوں کا مجمع تھا۔ ناقہ کو دیکھ کر رونے لگے اور کہا (بقول تعالیٰ) کہ تم تین دن اور جی لو۔ ناقہ کا قتل بدھ کے روز ہوا۔ جب رات ہوئی تو ان نو افراد نے قتل صالح کا بھی قصد کر لیا اور مشورہ کیا کہ اگر یہ سچا ہے اور تین دن بعد ہم ہلاک ہونے والے ہیں تو اپنے سے پہلے ہی اس کو کیوں نہ بھیج دیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو ہم ناقہ ہی کے پاس اس کو کیوں نہ بھیج دیں۔ قولہ تعالیٰ ان لوگوں نے قسموں سے اپنے عہد کو موکد کیا کہ صالح اور اس کی بیوی کو قتل کر دیں گے اور اس کے اولیا سے کہہ دیں گے کہ ہمیں کیا خبر' ہم ان کے واقعہ ہلاک کے وقت موجود تو تھے نہیں کہ قاتل کو جانتے' ہم تو سچے ==

❶ ۹۱/ الشمس: ۱۳، ۱٤۔ ❷ ۲۷/ النمل: ٤۸۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ۝

ترجمہ: اس وقت صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔[۷۹]

= بات کہنے والے ہیں۔ انہوں نے چالبازی کرنا چاہی اور ہم جس چالبازی پر تھے اس کی انہیں خبر بھی نہ تھی۔ دیکھو مکاروں کا نتیجہ کیسا ہوتا ہے۔ جب ان لوگوں نے تہیہ کر لیا اور اتفاق کر کے رات کے وقت اللہ تعالیٰ کے نبی کو قتل کرنے کے لئے آئے تو حکم الٰہی سے پتھر برسنے شروع ہو گئے۔ جمعرات کا دن مہلت کا پہلا دن تھا۔ اس روز ان لوگوں کے چہرے قدرۃً زرد پڑ گئے جیسا کہ صالح علیہ السلام نے کہہ دیا تھا اور دوسرے دن جمعہ کو سرخ پڑ گئے اور تمتع دنیوی کا تیسرا دن سنیچر تھا اس روز سب کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ اتوار کا دن تھا تو یہ لوگ خوشبو مل کر انتظار عذاب کر رہے تھے کہ نہ معلوم اب ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور عذاب کی کیا صورت ہو گی۔ سورج نکلا اور آسمان سے ایک چیخ بھی نکلی اور پاؤں تلے سے ایک شدید زلزلہ پیدا ہوا روحیں نکلیں اور یک لخت سب مر گئے۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں لاشیں بن کر پڑ گئے۔ چھوٹا بڑا مرد عورت کوئی نہ بچا صرف ایک عورت بچ گئی کلبہ بنت السلق نامی' یہ بڑی کافرہ اور سخت ترین دشمن تھی۔ اس نے عذاب کو دیکھا اس کے پاؤں کو تیز تر بھاگنے کی قوت مل گئی۔ ایک قبیلہ کے پاس پہنچی۔ جو کچھ دیکھا اس کی اطلاع دی اور ساری قوم جس ہلاکت سے دوچار ہوئی اس کا ذکر کیا' پھر پینے کے لئے پانی مانگا اور پانی پیتے ہی مر گئی۔ ❶ افراد قوم ثمود میں سے صالح علیہ السلام اور ان کے امتیوں کے سوا کوئی نہ بچ سکا۔ اس قوم کا ایک آدمی ابورغال تھا جو عذاب کے وقت مکے میں تھا وہ کچھ دیر محفوظ رہا لیکن کسی ضرورت سے جب مکے سے باہر نکلا تو آسمان سے اس پر ایک پتھر گرا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ ابورغال طائف کے رہنے والے قبیلہ ثقیف کا جد اعلیٰ ہے۔ ❷ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابورغال کی قبر پر سے گزرے اور فرمایا "جانتے ہو یہ کس کی قبر ہے' یہ ثمود کے ایک فرد ابورغال کی ہے جو حرم میں تھا' حرم نے عذاب سے اس کو روک رکھا۔ جب حرم سے باہر ہوا تو عذاب سے دوچار ہوا اور یہاں دفن ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی سونے کی چھڑی بھی وہیں دفن ہے۔ لوگوں نے تلواروں سے اس کی قبر کھود دی اور یہ لکڑی نکال لی۔ ❸

قوم ثمود کا انجام: [آیت:۷۹] یہ صالح علیہ السلام کی طرف سے قوم کو تہدید ہو رہی ہے اس وقت جب کہ ان کی مخالفت اور تمرد اختیار کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیے گئے تو وہ ان مُردوں کو خطاب کر رہے ہیں گویا کہ وہ سن رہے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم سے بھی یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار بدر پر غالب آ گئے تو تین دن وہاں قیام کیا تھا۔ پھر آخر شب میں وہاں سے چل پڑے اور قلیب (کھائی) پر ٹھہر گئے یہ مدفن تھا کفار قریش کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مدفن کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ "اے ابوجہل بن ہشام' اے عتبہ' اے شیبہ' اے فلاں اے فلاں! کیا رب کے وعدے کو پورا ہوتا ہوا تم نے دیکھ لیا؟ میں نے اپنے رب کے وعدے کو ہمیشہ پورا پایا۔" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم تم ان سے =

❶ تفسیر عبدالرزاق: ۹۱۶، ومصنف عبدالرزاق، ۱۱/ ۴۵۳، ۴۵۵، ح ۲۰۹۸۹ وسندہ ضعیف لانقطاعه۔

❷ ایضًا۔ ❸ ابوداود، کتاب الخراج، باب نبش القبور العادیة یکون فیها المال ۳۰۸۸ وسندہ ضعیف، ابن حبان ۶۱۹۹؛ بیہقی، ۴/ ۱۵۶ اس کی سند میں ابن اسحاق مدلس (التقریب، ۲/ ۱۴۴) اور بجیر بن ابی بجیر مجہول راوی ہے (التقریب، ۱/ ۹۳)

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ ٱلنِّسَآءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٨١﴾

ترجمہ: اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔[۸۰] تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو۔[۸۱]

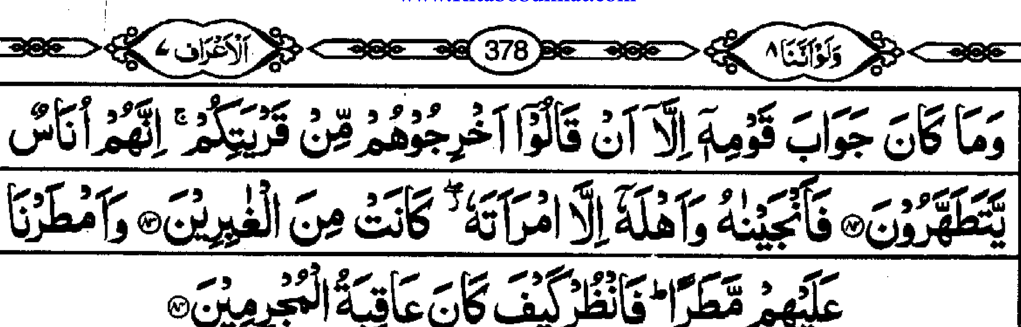
= زیادہ نہیں سن سکتے۔ البتہ سن کر وہ جواب نہیں دے سکتے ہیں۔'' ❶ سیرت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا تھا کہ ''نبی اکرم ﷺ کے قبیلہ والوں میں سے تم بہت ہی برے لوگ تھے۔ باہر کے لوگ تو میری تصدیق کر رہے تھے اور تم میرے قبیلہ کے ہو کر میری تکذیب کر رہے تھے۔ مدینے کے لوگوں نے مجھے پناہ دی اور تم نے مجھے اپنے وطن سے نکالا۔ تم نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور دوسروں نے میری مدد کی۔'' ❷ نبی اکرم ﷺ کے لئے تم بہت ہی برا قبیلہ ثابت ہوئے۔ اسی طرح صالح علیہ السلام بھی اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ میں نے پیغام ربانی تمہیں پہنچادیا' تمہاری خیر خواہی کی' لیکن تم نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا' کیونکہ تم حق بات کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ میں نے تمہیں نصیحت کی تھی لیکن نصیحت تمہیں تو پسند ہی نہیں تھی۔ کسی مفسر نے ذکر کیا ہے کہ ہر نبی جس کی امت ہلاک ہوگئی ہو' وہ حرم میں آ کر قیام پذیر ہو جاتا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حج کے زمانے میں نبی اکرم ﷺ جب وادی عسفان سے گزرے تو فرمایا کہ ''اے ابوبکر! یہ کون سا مقام ہے؟'' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ وادی عسفان ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''صالح اور ہود علیہما السلام ناقہ پر سوار کسی زمانے میں یہاں سے گزرے تھے جن کی نکیلیں کھجور کی رسیوں کی تھیں' کمبلوں کے تہہ بند تھے پوستین کی چادریں تھی۔ اور لبیک کہتے ہوئے بیت عتیق کے حج کے لئے جا رہے تھے۔'' ❸

قوم لوط کا فعل بد: [آیت: ۸۰۔۸۱] اور اس وقت کو یاد کرو کہ ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا تھا اور وہ اپنی قوم سے کہہ رہے تھے۔ لوط بن ہاران بن آزر ہیں اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ وہ بھی ایمان لائے تھے اور ارض شام کی طرف ان کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اہل سدوم کی طرف بھیجا تھا۔ وہ اہل سدوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے۔ اس قوم نے ایسے فواحش اختراع کیے ہوئے تھے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک ان کے سوا کسی نے جس کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اور وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتا تھا۔ یہ چیز اب تک کسی کے دل میں بھی نہیں گزری تھی اور بنی آدم آج تک اس کے عادی نہیں تھے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی بانی جامع دمشق نے کہا تھا کہ اگر اللہ پاک قوم لوط کا قصہ ذکر نہ فرماتا تو مجھے اس بات کا یقین بھی نہ آتا کہ کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایسا ارتکاب کر سکتا ہے۔ چنانچہ لوط علیہ السلام ان سے فرما رہے ہیں کہ کیا تم ایسا فحش اختیار کیے ہوئے ہو کہ دنیا میں کسی نے تم سے پہلے کبھی ایسا کام نہ کیا تھا۔ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو' اللہ تعالیٰ نے تو تمہارے لئے عورتیں پیدا کی ہیں۔ یہ تمہاری بڑی زیادتی اور بڑی جہالت ہے۔ جس چیز کا جو محل نہیں تم اس کو محل بناتے ہو۔ پھر دوسری =

❶ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل ٣٩٧٦؛ صحيح مسلم ٢٨٧٤۔

❷ ابن هشام، ٢/ ٢٩٢ اس کی سند معضل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ❸ احمد، ١/ ٢٣٢ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ٣/ ٢٢٣ اس کی سند میں زمعہ بن صالح متکلم فیہ راوی ہے (ميزان الاعتدال، ٢/ ٨١، ٢٩٠٤)



ترجمہ: اوران کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔[۸۲] سو ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے متعلقین کو بچالیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔[۸۳] اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔[۸۴]

= آیت میں ان سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ سب عورتیں ہیں سب میری بیٹیاں ہیں جس سے چاہو رشتہ جوڑو۔ ❶ لیکن ان لوگوں نے کہا' لوط! تمہیں تو معلوم ہے کہ تمہاری ان دنیا جہان کی بیٹیوں سے ہمیں کوئی غرض نہیں اور ہماری جو غرض ہے تمہیں اس کا علم ہے۔ ❷ مفسروں نے ذکر کیا ہے کہ مرد اپنی حاجت مرد سے پوری کرتے تھے اور اسی طرح عورتیں اپنی حاجت بھی عورتوں سے پوری کر لیتی تھیں' اور اس کے لئے وہ مجبور بھی تھیں۔

قوم لوط کا ردعمل: [آیت:۸۲-۸۴] اس کے جواب میں قوم کا ردعمل یہی تھا کہ وہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کو نکال دو' دیس نکالا دے دو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو زندہ سلامت وہاں سے نکال لیا اور ان کفار کو ذلت کی موت مار ڈالا۔ قولہ تعالیٰ ﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ٥﴾ انہوں نے عیب کے بغیر عیب کو منسوب کیا اور لوط علیہ السلام کی اس نیک کرداری کو عیب بتایا کہ وہ بڑے پاکباز بنتے پھرتے ہیں۔ یا یہ کہ لوط علیہ السلام اور ان کے لوگوں میں یہ عیب ہے کہ ادبار رجال اور ادبار نساء سے بچتے ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

اغلام بازی کی سزا اور فقہا کا موقف: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے کو بچالیا اور ان کے گھرانے کے علاوہ کوئی بھی ایمان لایا ہوا نہیں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں کو عذاب کی جگہ سے نکال لیا جو ایمان لا چکے تھے۔ اور ایک گھر کے سوا کوئی مسلمان گھرانا تو تھا ہی نہیں' لیکن ان کی عورت نہیں بچائی گئی کیونکہ وہ ایمان نہیں لائی تھی۔ قوم کے دین پر ہی تھی اور لوط علیہ السلام کے خلاف قوم سے ساز باز رکھتی تھی۔ لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا نوجوانوں کی شکل میں آنا اور قوم کا اس سے واقف ہو جانا' یہ سب اس عورت کی جاسوسی کے سبب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھرانے کو لے کر رات کے وقت نکل جاؤ اور اس عورت کو معلوم نہ ہونے دو اور اس کو شہر سے لے کر نہ چلو۔ اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بھی لوط علیہ السلام کے ساتھ چلی تھی اور نکلتے ہی جب قوم پر عذاب نازل ہو گیا تو ہمدردی سے پلٹ پلٹ کر انہیں دیکھنے لگی اور خود بھی مبتلائے عذاب ہو گئی۔ لیکن یہی زیادہ صحیح ہے کہ وہ شہر سے نہیں نکلی اور لوط علیہ السلام نے اس کو خبر بھی نہ ہونے دی۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ لوط علیہ السلام کی عورت رہ گئی اور وہ پس ماندگان میں سے تھی۔ تفسیر باللازم یہی ہے۔ ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا﴾ یہ آیت اس قول کی تفسیر کر رہی ہے کہ ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ٥﴾ ❸ اور اسی لئے فرمایا کہ آخر کار مجرموں کا نتیجہ دیکھو کہ معاصی اختیار کرنے اور تکذیب کے سبب کیسی سزا ملی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اغلام باز کو بلندی سے نیچے گرا دو پھر اس پر پتھر برساؤ کہ قوم لوط کے ساتھ بھی سزا دہی کی =

❶ ۱۵/ الحجر:۷۱۔ ❷ ۱۱/ ہود:۷۹۔ ❸ ۱۱/ ہود:۸۲، ۸۳۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کردی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔ [۸۵] اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو۔ اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کردیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا [۸۶] اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا ایمان لے آئے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے ہیں تو ذرا ٹھہر جاؤ۔ یہاں تک کہ ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ [۸۷]

= یہی صورت اختیار کی گئی تھی۔ اور بعض علما کہتے ہیں کہ رجم کردو خواہ وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک روایت کی بنا پر یہی خیال ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس کسی کو تم قوم لوط کے عمل پر دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔“ ❶ بعض نے کہا کہ وہ مثل زانی کے ہے۔ اگر شادی شدہ ہے تو رجم کرو ورنہ سو کوڑوں کی سزا دو۔ عورتوں سے اغلام کرنا بھی لواطت ہے اور یہ بھی بہ اجماع امت حرام ہے۔ اس کے برخلاف صرف ایک قول شاذ ہے۔ اس کی بھی ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث مروی ہیں۔ سورۂ بقرہ میں اس پر تفصیل گزر چکی ہے۔

شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب: [آیت:۸۵۔۸۷] شعیب علیہ السلام کا اصلی نام سریانی زبان میں یثرون تھا۔ مدین کا لفظ قبیلے کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور شہر کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور یہ مقام معان کے قریب ہے جو حجاز کے راستے میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ مدین کے چشمے پر پہنچا تو وہاں ایسے لوگ پائے جو اس چشمہ سے پانی لے رہے تھے ❷ یہ

❶ ابوداود، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط ٤٤٦٢ وسندہ حسن، ترمذی ١٤٥٦؛ ابن ماجہ ٢٥٦١؛ احمد، ١/ ٣٠٠؛ دار قطنی ٣٤١؛ بیہقی، ٨/ ٢٣٢؛ حاکم، ٤/ ٣٥٥ امام حاکم اور ذہبی نے اس روایت کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

❷ ٢٨/ القصص:٢٣۔

اصحاب ایکہ سے مراد ہے۔جس کا ان شاء اللہ قریب میں ذکر کیا جائے گا۔ارشاد باری ہے کہ شعیب علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔تمام رسولوں کی یہی تبلیغ ہوا کرتی تھی۔تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تکمیل حجت ہو چکی ہے۔شعیب علیہ السلام لوگوں کو ان کے معاملاتی کاروبار میں ہدایت کر رہے ہیں کہ اپنے ناپ تول صحیح رکھو لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔دوسروں کے مال میں خیانت نہ کرو۔ناپ تول میں چوری سے کمی کر کے کسی کو دھوکا نہ دو۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے بڑی ہلاکت ہے'' [1] یہ بڑی زبردست تنبیہ ہے۔پھر اللہ تعالیٰ شعیب علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرماتا ہے کہ وہ قوم سے کہہ رہے ہیں۔(شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیا کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت ہی فصیح و بلیغ الفاظ میں بات کہتے تھے اور استعارے استعمال کرتے تھے اور نصیحت کرتے تو کنایۃً کرتے)

شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: شعیب علیہ السلام لوگوں کو حسی اور معنوی طور پر قطع طریق سے منع فرما رہے ہیں۔یعنی راستوں پر نہ بیٹھا کرو کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر کچھ حاصل کر لو اور اگر لوگ مال حوالے نہ کریں تو قتل کی دھمکی دینے لگو۔یہ لٹیرے چنگی وصول کرنے کے نام سے لوٹتے تھے۔اور جو لوگ شعیب علیہ السلام کے پاس ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے آتے تھے انہیں روکتے اور نہ آنے دیتے تھے۔یہ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ پہلا قول زیادہ واضح اور قریب سیاق عبارت ہے۔کیونکہ صراط کے معنی راستہ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مفہوم کو تو اللہ تعالیٰ نے دوسری ہی آیت میں خود ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو ایمان لاتے ہیں تم ان کی راہ مارتے ہو اور میرے پاس آنے سے نیکوکاروں کو روکتے ہو اور غلط راستوں پر موڑ دیتے ہو۔'' اے میری قوم کے لوگو! شکر کرو کہ تم تعداد میں کم تھے کمزور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھا دی اور تمہاری اجتماعی طاقت بڑھ گئی۔یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا۔اور عبرت حاصل کرو کہ دنیا میں اور قرون ماضیہ میں گنہگاروں اور مفسدین کو کس عذاب اور نکال سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی پر بہت جری ہو گئے تھے۔اور اگر تم میں سے ایک گروہ میری تبلیغ پر ایمان لاتا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لاتا ہے تو انتظار کرو صبر سے کام لو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان اپنا فیصلہ صادر کر دے۔وہ سب سے اچھا حاکم اور قاضی ہے۔حسن عاقبت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو ہی حاصل ہے اور کافروں کو ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تفسیر ابن کثیر کے آٹھویں پارہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔



[1] ۸۳/ المطففین: ۱۔

فہرست

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ۔ شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں گو ہم اس کو مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔[۸۸] ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجیے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔[۸۹] اور ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب علیہ السلام کی راہ پر چلنے لگو گے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔[۹۰] پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔[۹۱] جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہو گئی جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی وہی خسارے میں پڑ گئے۔[۹۲]

قوم شعیب کا جواب اور شعیب علیہ السلام کی دعا: [آیت:۸۸-۹۲] کفار اپنے نبی شعیب علیہ السلام کے ساتھ اور اس زمانے کے مسلمانوں کے ساتھ جس بدسلوکی کے ساتھ پیش آئے اور جس طرح شعیب علیہ السلام کو اور مومنین کو ڈرایا دھمکایا کہ یا تو ہماری بستی چھوڑ دو یا پھر یہ کہ ہماری ملت اختیار کر لو اور ہمارے وفادار بن جاؤ۔ ان سب باتوں کی اللہ پاک خبر دے رہا ہے۔ یہ خطاب بظاہر تو رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن مراد ان کے امتی ہیں۔ قوم شعیب کے متکبرین نے کہا تھا کہ اے شعیب! ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ پھر تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا پڑے گا۔ تو شعیب علیہ السلام کہتے ہیں کہ کیا تم ایسا کرنا چاہتے ہو اگرچہ ہمیں شرک اختیار کرنا ناپسند ہو اگر ہم تمہاری ملت میں واپس آ جائیں اور تمہارے ہی نظریات کو اپنا لیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بڑا زبردست بہتان لگائیں گے کہ ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں۔ اس طرح کفار کے اتباع سے نفرت ظاہر کی جا رہی ہے۔ ہم =

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ: اس وقت شعیب علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔ [۹۳] اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں۔ [۹۴] پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہمارے آباء واجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آئی تھی تو ہم نے ان کو دفعۃً پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی۔ [۹۵]

= سے تو یہ نہ ہوگا کہ ہم پھر مشرک بن جائیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی ہمیں بھٹکنے دے تو اور بات ہے یہاں بھی بات کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرا جا رہا ہے کیونکہ اس کو آئندہ کی ہر بات کے علم پر احاطہ حاصل ہے۔ ہم جو اختیار کرتے ہیں اور جو اختیار نہیں کرتے سارے امور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ ہماری اس قوم کے اور ہمارے درمیان حق بات کو کھلم کھلا ظاہر فرما دے اور ہمیں ان پر فتح عنایت فرما تو خیر الفاتحین ہے' خیر الحاکمین ہے ایسا عادل و منصف ہے کہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔

قوم شعیب کا کفر پر عزم مصمم اور نتیجہ: خبر دی جا رہی ہے کہ ان کا کفر' تمرد اور ضلالت کس شدت کی ہے اور مخالفت حق ان کے دلوں میں کس قدر جبلی اور فطری بن گئی ہے۔ اسی لئے انہوں نے آپس میں قسمیں کھا لیں اور عہد کر لیا کہ دیکھو اگر تم نے شعیب کی بات مان لی تو بڑے خسارے میں رہو گے۔ ان کے اس عزم راسخ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس عزم کے سبب ان پر ایک ایسا زلزلہ بھیجا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں دھرے کے دھرے رہ گئے اور یہ سزا تھی اس بات کی کہ شعیب علیہ السلام اور اصحاب شعیب کو انہوں نے بلاوجہ ڈرایا انہیں جلاوطنی کی دھمکی دی جیسا کہ سورۂ ہود میں ذکر ہے کہ ''جب ہمارا عذاب ان پر آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور ان کے اصحاب کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور ان ظالموں کو ایک ایسی کڑک نے آ پکڑا کہ اپنے گھروں ہی میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور فنا ہو گئے۔'' ان دونوں آیتوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان کافروں نے جب ﴿اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ﴾ کہہ کر تذلیل کی تو ایک زبردست چیخ نے انہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ سورۂ شعراء میں اللہ پاک یوں واقعہ بیان فرماتا ہے کہ جب انہوں نے نبی کو جھٹلایا تو ابر سے ان پر عذاب آ نازل ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ایسا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو۔ چنانچہ بتایا گیا کہ انہیں آسمانی عذاب آ پہنچا اور ان پر تین عذاب جمع ہو گئے۔ ایک تو آسمانی عذاب کہ ابر سے آگ کی چنگاریاں اور شعلے گرنے لگے پھر آسمان سے ایک رعد اور کڑک پیدا ہوئی اور ان کے قدموں تلے زمین سے ایک شدید زلزلہ پیدا ہوا کہ ان کی جانیں نکل گئیں اور جسد بے روح بن کر رہ گئے اور اپنے گھروں میں ڈھیر ہو گئے۔ گویا کبھی اس بستی میں بسے ہی نہیں تھے حالانکہ وہ رسول کو دیس نکالا دے رہے تھے۔ اب مقابلۃً انہیں کے لفظ کو اللہ پاک دہراتا ہے کہ جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تھا وہی خسارے میں رہے۔

شعیب علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا: [آیت: ۹۳۔۹۵] کافروں کے اس طرح کہنے سے شعیب علیہ السلام وہاں سے چلے گئے اور

کہہ دیا کہ اے قوم! میں نے اللہ تعالیٰ کے پیامات تمہیں پہنچا دیئے تھے۔ میں نے اپنا حق ادا کر دیا تھا اس پر بھی میری خیر خواہی سے تم نے فائدہ نہ اٹھایا تو تمہاری اس بدانجامی کو دیکھ کر میں کیوں افسوس کروں اور اپنے کو کیوں ہلکان کرلوں۔

صحت اور خوش حالی بھی ایک امتحان ہے: اس بات کی خبر دی جارہی ہے کہ سابقہ امتیں جن کی طرف انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے انہیں تکلیف پہنچا کر اور شادمانی دے کر ہر طرح ہم نے آزمایا۔ ﴿بَاْسَآءِ﴾ یعنی بدنی تکلیف جسمانی امراض واسقام۔ اور ﴿ضَرَّآءِ﴾ وہ مصیبت جو فقر و حاجت کی ہوتی ہے شاید کہ وہ ہماری طرف رجوع کریں ہم سے ڈریں اور اس مصیبت کے دور ہونے کی درخواست کریں۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سختیوں میں مبتلا کیا تاکہ ہمارے سامنے عاجزی پیش کریں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اس پر بھی ہم نے ان کی حالت راحت و مالداری کی طرف پھیر دی انہیں دولت مند خوش حال بنا دیا تاکہ انہیں آزمائیں۔ اسی لئے فرمایا کہ شدت اور سختی سے نرمی و راحت کی طرف ہم نے انہیں پھیر دیا۔ مرض کے بجائے صحت و عافیت دے دی۔ فقر کے بجائے دولت مندی بخشی تاکہ وہ شکر ادا کریں اور کفران نعمت چھوڑ دیں لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ ﴿حَتّٰی عَفَوْا﴾ یعنی ان کی اولاد و اموال میں برکت دی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مسرت و مضرت دونوں چیزوں سے ہم نے انہیں آزمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑیں۔ لیکن نہ وہ ہمارے شکر گزار ہوئے نہ صبر و عاجزی اختیار کی اور کہنے لگے کہ ہم تو مصیبت و مضرت میں پھنس گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے انہیں راحت و خوشی دی تو کہنے لگے کہ یہ انقلاب راحت و مصیبت تو آباء و اجداد کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور ہمیشہ سے یہی دور رہتا ہے زمانہ کبھی ایسا ہوتا ہے کبھی ویسا۔ اسی طرح ہم بھی کبھی راحت میں رہے، کبھی مصیبت میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ چاہئے تھا کہ وہ اس اشارے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو تاڑ جاتے اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش کی طرف ان کا ذہن جاتا۔ لیکن مؤمنین کا حال ان کے برخلاف تھا۔ وہ شادمانی و راحت کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور مضرت و مصیبت پر صبر اختیار کرتے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''مؤمن کے حال پر بڑا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی اس سے متعلق ہوا اس میں اس کے لئے خیر کا ہی پہلو نکل آتا ہے، اگر مصیبت پہنچی اور صبر کیا تو بھی اس مضرت کے اندر نفع ہی میں رہا۔ اور اگر شادمانی ملی اور شکر کیا تو بھی مزے میں رہا۔'' ❶ مؤمن تو وہ ہے کہ مضرت و مسرت پہنچے تو ہر صورت میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضرت یا مسرت دے کر آزمایا جا رہا ہوں۔ حدیث میں ہے کہ ''مصیبتیں مؤمن کو گناہوں سے پاک کرتی رہتی ہیں۔ اور منافق کی مثال مثل گدھے کے ہے جو نہیں جانتا کہ اس پر کیا لدا ہے اور کس غرض سے اس سے کام لیا جارہا ہے اور کیوں باندھا گیا اور کیوں کھولا گیا۔'' ❷ چنانچہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انہیں یکایک عذاب میں پھانس لیا کہ عذاب آنے کا انہیں گمان تک نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''ناگہاں موت مؤمن کے لئے تو رحمت ہو سکتی ہے اور کافر کے لئے حسرت و تاسف ہے۔'' ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب ((المؤمن أمره كله خير)) ۲۹۹۹؛ احمد، ٤/ ۳۳۳؛ ابن حبان، ۳۸۹٦۔

❷ گدھے کی مثال کے ذکر کے ساتھ ہمیں کوئی روایت نہیں مل سکی البتہ اس مثال کے بغیر یا پھر مومن کی مثال نرم پودے اور کافر کی صنوبر کے درخت کی مثال کے ساتھ یہ روایت ان جگہوں میں وارد ہے۔ صحیح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب ((مثل المؤمن كالزرع……)) ۲۸۱۰؛ ترمذی، ۲۸٦٦؛ ابن حبان، ۲۹۱۵؛ احمد، ۲/ ٤٥٠۔ ❸ احمد، ٦/ ۱۳٦؛ بیهقی، ۳/ ۳۷۹؛ مجمع الزوائد، ۲/ ۳۱۸ اس کی سند میں عبیداللہ بن الولید الوصافی متروک راوی ہے (المیزان، ۳/ ۱۷، رقم: ٥٤٠٥) اور عبداللہ بن عبیداللہ بن عمیر کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں اس وجہ سے اس کی سند کمزور ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحديثية، ٤١/ ٤٩١)

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ع ۱۲

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تو تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔[۹۶] کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آ پڑے جس وقت وہ سوتے ہوں۔[۹۷] اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہر آ پڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں۔[۹۸] ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس پکڑ سے بے فکر ہو گئے۔ سو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔[۹۹] اور ان زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ نے ان کو یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کے جرائم کے سبب ہلاک کر ڈالتے اور ہم ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ سنتے نہیں۔[۱۰۰]

ایمان وتقویٰ نزول برکات اور کفر عذاب کا سبب ہے: [آیت:۹۶۔۱۰۰] بستی والوں کے قلت ایمان کی خبر دی جا رہی ہے جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے تھے جیسا کہ فرمایا کہ یہ بستی والے ایمان کیوں نہیں لائے کہ ان کا ایمان ان کو نفع دیتا۔ قوم یونس جب ایمان لائی تھی تو ہم نے انہیں دنیا کے رسوا کن عذاب سے بچا لیا اور ایک عرصہ تک وہ دنیوی راحتوں سے دوچار رہے یعنی سب کے سب نے ایمان قبول نہیں کیا سوا قوم یونس کے کہ جب انہوں نے عذاب دیکھ لیا تو مؤمن ہو گئے جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے اس کو ایک لاکھ سے بڑھ کر انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ بستی والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم آسمان و زمین کی برکتیں ان پر نازل کرتے۔ یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے نباتات لیکن انہوں نے جھٹلایا۔ اس کی سزا میں ہم نے بھی انہیں عذاب کا مزا چکھایا۔ یعنی رسولوں کی تکذیب کی تو ان کے افعال بد کے سبب انہیں عذاب کے شکنجے میں کسا۔ پھر اللہ پاک اپنے اوامر کی مخالفت اور گناہوں پر جرأت کرنے سے انہیں ڈراتا ہے۔ کیا یہ بستی والے کافر ہمارے عذاب و نکال سے محفوظ ہو گئے وہ سوتے ہی رہیں گے اور رات ہی رات میں ہمارا عذاب انہیں آ پہنچے گا یا اس بات سے وہ مامون ہو گئے کہ دن میں کسی وقت عذاب انہیں گھیرے اور اس وقت وہ اپنے کاروبار اور اپنی غفلت میں لگے ہوئے ہوں۔ کیا اس بات سے وہ امن میں ہو گئے کہ ہمارا انتقام کسی وقت بھی انہیں آ پکڑے گا اور وہ اس وقت اپنے سہو اور غفلت میں ہوں گے۔ سمجھ رکھو کہ کمبخت قوم کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے فکر نہیں رہ سکتا اسی لئے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مؤمن طاعت کرتا ہے نیک عمل کرتا ہے اور پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ =

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے پھر جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔[۱۰۱] اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا۔ اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا۔[۱۰۲] پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔[۱۰۳]

= سے خوف زدہ رہتا ہے اور فاجر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر بھی وہ اپنے کو محفوظ و مامون سمجھتا ہے۔

گناہوں کے سبب ہلاکت اور دلوں پر قفل: ارشاد ہوتا ہے کہ جانتے ہو کہ پہلے کے لوگوں کو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا تھا اور اب یہ وارث زمین بنے ہیں اور زمین پر انہیں بسایا گیا ہے لیکن کیا یہ بات اب بھی ان پر واضح نہیں ہوئی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی عذاب میں مبتلا کر دیں۔ ان کافروں نے اپنے سے پہلے لوگوں کی سیرت اختیار کر رکھی ہے انہیں کے سے اعمال کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سرکش بنے ہوئے ہیں۔ اس سرکشی کی سزا میں ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ پھر وہ کسی اچھی بات کو نہ سن سکیں نہ سمجھ سکیں۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ''کیا انہیں اس بات سے عبرت نہیں ہوتی کہ اس سے پہلے کتنی ہی قومیں تباہ کر دی گئی ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں کیسے رہتے بستے تھے؟ کیا یہ سمجھ داروں کے لئے نشانیاں نہیں ہیں۔'' ❶ اور فرمایا کیا اس سے پہلے تم پختہ عزم کے ساتھ دعویٰ نہیں کرتے تھے کہ تم کو زوال ہوگا ہی نہیں حالانکہ ان کو زوال ہو گیا اور آج انہیں ظالموں کی جگہ تم لیتے ہو۔ ❷ اور فرمایا کہ ان سے پہلے کتنی قومیں تباہ ہو گئیں کہ آج ان کا نام و نشان تک نہیں نہ ان کی کوئی آواز تک سنائی دیتی ہے۔ اور فرمایا کیا یہ کافر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے کتنی قومیں یہاں راج کرتی تھیں کہ وہ راج تمہیں بھی نصیب نہیں اور پھر آسمان سے بارش کا عذاب اور زمین تلے سے سیلاب ابل پڑا اور وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے اس کے بعد ہم نے دوسری قوم کو لا بسایا۔ عاد کی قوم کی تباہی کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ اب صرف ان کے کھنڈر دیکھے جا سکتے ہیں مجرمین کا یہی حشر ہوتا ہے۔ جس میں آج ہم نے تمہیں بسایا ہے۔ کبھی ان کو بسایا تھا' ان کو سننے والے کان' دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والے دل دیئے تھے لیکن ان کے کانوں' ان کی آنکھوں ان کے دلوں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنے لگے اور جو استہزاء کرتے تھے اس کی سزا پائی۔ تمہاری سرزمین کے اطراف ہی کی کتنی بستیاں اجڑ گئیں اور کتنی ہی نشانیوں کا ہیر پھیر ہو گیا ہے' سمجھو شاید کہ کچھ عبرت پکڑو۔ ❸ اور فرمایا کہ ''ان سے پہلے کے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اس کا کیسا نتیجہ دیکھنا پڑا اور تم تو ان کے دسویں حصہ کے برابر بھی قوت نہیں رکھتے ہو۔'' ❹ اور فرمایا ''کتنی بستیاں اجڑ گئیں' ان کے گھروں کی چھتیں گر گئیں چشمے بیکار ہو گئے بڑے بڑے محل ویران پڑے ہیں۔ انہوں نے دنیا میں گھوم پھر

❶ ۲۰/ طٰہٰ:۱۲۸۔ ❷ ۱٤/ ابراھیم:٤٥۔ ❸ ٤٦/ الاحقاف:۲٥:۲۷۔ ❹ ۳٤/ سبا:٤٥۔

کر کیوں نہیں دیکھا کہ انہیں سمجھنے والا دل اور سننے والے کان ملتے کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔ ❶ اور فرمایا کہ رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا ان پر اسی مذاق کا عذاب نازل ہوا۔ ❷ غرض اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جو دشمنان رب کے ساتھ انتقام پر روشنی ڈالتی ہیں اور اولیاء اللہ کے ساتھ احسان وکرم پر۔ چنانچہ اسی سلسلے میں حسب ذیل ارشاد ہوتا ہے۔

معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے: [آیت:۱۰۱۔۱۰۳] نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام کی قوموں کا ذکر کرنے کے بعد کہ وہ تو ہلاک کر دیئے گئے اور مؤمن بچا لیئے گئے اور یہ کہ رسولوں کے ذریعہ معجزات اور دلائل پیش کر کے ان کی تکمیل حجت کر دی گئی ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد! ان بستیوں کے حالات ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ ان کے پاس رسولوں نے کھلی نشانیاں پہنچا دی تھیں اور ہم تو رسول بھیج کر تکمیل حجت کرنے کے بغیر کبھی عذاب نہیں کرتے۔ یہ ان بستیوں کے قصے ہیں کہ جن میں سے کچھ تو قائم ہیں اور کچھ کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ظلم ہم نے نہیں کیا انہیں نے اپنی جانوں پر کر لیا ہے، وہ آپ ذمہ دار ہیں۔ ❸ اور وہ کیا ایمان لاتے جب کہ اس سے پہلے انہوں نے جھٹلا دیا تھا۔ ﴿بِمَا كَذَّبُوا﴾ کا (ب) سببیہ ہے یعنی وحی کی تکذیب کرنے کی وجہ سے ایمان لانے کے وہ حقدار ہی نہ رہے۔ جیسے کہ فرمایا تم کیا جانو، یہ تو معجزے پیش کرنے پر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے کیونکہ یہ پہلی بار بھی ایمان نہیں لائے تھے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ ان میں سے اکثر گزشتہ قوموں کو اپنے عہد و میثاق کا پاس ہی نہیں۔ ان میں سے اکثر تو ہمیں فاسق ہی ملے جو طاعت اور فرماں برداری سے خارج ہیں۔ یہ عہد وہ ہے جو روز ازل میں ان سے لیا گیا تھا اور اسی پر وہ پیدا کیے گئے اور وہی بات ان کی فطرت و جبلت میں بھی رکھی گئی۔ وعدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب ہے اور مالک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا رب نہیں۔ اس کا انہوں نے اقرار کیا تھا گواہی دی تھی لیکن پھر اس کی مخالفت کر کے عہد کو انہوں نے پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرنے لگے جس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ حجت، نہ عقل کی بات ہے نہ شرع کی۔ فطرت سلیمہ تو اس بت پرستی کے خلاف ہے۔ شروع سے آخر تک تمام انبیا علیہم السلام بت پرستی سے روکتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو تو بت پرستی سے الگ پیدا کیا تھا شیاطین آئے اور ان کے سچے دین سے انہیں بھٹکا دیا اور میں نے جو حلال کیا تھا وہ انہوں نے حرام کر لیا۔ ❹ بخاری ومسلم میں ہے کہ ہر مولود اپنی فطرت اسلامیہ پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے یہودی یا نصرانی والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنا ڈالتے ہیں، ❺ یا مجوسی بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے نبی بھیجے سب لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرتے رہے۔ ❻ ارشاد ہے کہ تم سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے ان سے ہم پوچھیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب بھی پرستش کے قابل قرار دیا گیا تھا۔ ❼ اور فرمایا ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجے کہ پرستش صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اور شیطان کی پرستش سے بچے رہو۔ ❽ اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں۔ آیت بالا کے بارے میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یوم میثاق میں بندوں نے جو اقرار وحدانیت کیا تھا وہ =

---

❶ ۲۲/ الحج:۴۵، ۴۶۔ ❷ ٦/ الانعام:۱۰۔ ❸ ۱۱/ ھود:۱۰۱، ۱۰۲۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الجنة، الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، ۲۸٦۵؛ احمد، ۴/ ۲٦٦؛ ابن حبان، ٦۵۳؛ عبدالرزاق، ۲۰۰۸۸؛ مسند الطيالسي، ۱۰۷۹۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الروم باب ﴿لا تبديل لخلق الله﴾ ۴۷۷۵؛ صحیح مسلم ۲٦۵۸؛ ترمذی ۲۱۳۸؛ احمد، ۲/ ۲۵۳؛ ابن حبان ۱۳۰۔

❻ ۲۱/ الانبیآء:۲۵۔ ❼ ۴۳/ الزخرف:۴۵۔ ❽ ۱٦/ النحل:۳٦۔

وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ إِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى أَنْ لَّآ أَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَأْتِ بِهَآ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَإِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

ع ۱۳

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔[۱۰۴] میرے لئے یہی شایاں ہے کہ بجز سچ کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔[۱۰۵] فرعون نے کہا اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔[۱۰۶] پس آپ نے اپنا عصا ڈال دیا سو دفعتاً وہ صاف ایک اژدھا بن گیا[۱۰۷] اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔[۱۰۸]

= اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس لئے بنابر علم الٰہی وہ ایمان لانے والے نہیں۔ اور یہی ہو کر رہا کہ دلائل سامنے آنے کے باوجود ایمان نہ لائے اگرچہ بروز میثاق ایمان قبول کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ ناخوشی کے ساتھ ہے جیسے فرمان ہے کہ اگر یہ دوبارہ دنیا کی طرف بھیجے جائیں تو پھر بھی وہی بت پرستی اور شرک و معاصی کرنے لگیں، جن سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس آنا!: ارشاد ہوتا ہے کہ سابقہ پیغمبروں نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات بینات دے کر فرعون کی طرف بھیجا۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا۔ لیکن فرعون اور اس کی قوم نے انکار اور کفر کیا جیسا کہ فرمایا۔ انہوں نے سرکشی کے سبب انکار کیا ہے حالانکہ ان کے دل مانتے ہیں۔ یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک دیا ہے اور رسولوں کی تکذیب کی، اے محمد ﷺ! تم غور تو کرو کہ ہم نے انہیں کیسی سزا دی اور موسیٰ علیہ السلام کے دیکھتے ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ دیکھو ان مفسدین کا کیسا نتیجہ رہا۔ فرعون اور اس کی قوم کے عذاب سے متعلق بات کس بلیغ طریقہ سے بیان کی گئی ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور مؤمنین کے لئے کیسی تشفی بخش ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مناظرہ: [آیت: ۱۰۴۔۱۰۸] موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مناظرہ ہوتا ہے۔ فرعون کے دربار میں اور اس کی قوم قبطیوں کے سامنے آیات بینات کا اظہار ہوتا ہے اور دلائل و حجت پیش کئے جاتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں اس نے بھیجا ہے جو ہر شے کا خالق اور مالک ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ حق بات ہی پیش کروں۔ بعض نے ﴿حَقِيْقٌ عَلٰٓى أَنْ﴾ کے معنی (حَقِيْقٌ بِأَنْ) مراد لئے ہیں اور کہا ہے کہ (ب) اور (علیٰ) ایک دوسرے کے عوض آسکتے ہیں جیسے (رَمَيْتَ بِالْقَوْسِ) اور (عَلَى الْقَوْسِ) اور (جَاءَ عَلٰى حَالٍ حَسَنَةٍ) اور (بِحَالٍ حَسَنَةٍ) اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ (حَقِيْقٌ) سے مراد (حَرِيْصٌ) ہے یعنی میں سچی بات ہی کہنے پر حریص ہوں۔ بعض مدنی کہتے ہیں کہ یہ لفظ ﴿عَلٰى﴾ نہیں (عَلَيَّ) ہے جس کے معنی ہیں واجب یعنی مجھ پر واجب اور حق ہے کہ حق بات کے سوا دوسری بات نہ کہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی دلیل لے کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ میرے ساتھ بنی اسرائیل کو کر دو انہیں اپنی قید سے آزاد کر دو کیونکہ وہ اسرائیل یعنی یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام =



قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔[۱۰۹] یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کردے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔[۱۱۰]

= نبی کی نسل سے ہیں اور ان کی اولاد ہیں تو فرعون نے کہا تمہارے دعوائے رسالت کو ہم نہیں مانتے اگر تم پیغمبر ہو اور کوئی معجزہ لے کر آئے ہو تو بتاؤ تاکہ تمہاری بات کی تصدیق کی جاسکے۔

موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر قدرت الٰہی کا ظہور: موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا سامنے ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ ایک اژدھا بن گیا اور اپنا منہ پھاڑ کر فرعون کی طرف لپکا فرعون تخت سے کود پڑا اور موسیٰ علیہ السلام سے چلا کر کہنے لگا کہ موسیٰ اسے روک لو۔ آپ نے روک لیا اور وہ پھر عصا بن گیا۔ سدی کہتے ہیں کہ جب اس نے منہ پھاڑا تو اس کا نیچے کا جبڑا زمین پر اور اوپر کا محل کی دیوار پر تھا۔ جب وہ فرعون کی طرف بڑھا تو وہ کانپ اٹھا۔ کود کر بھاگنے لگا اور چیخ اٹھا کہ اے موسیٰ اس کو پکڑ لو! میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا اور وہ عصا بن گیا۔ موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس آئے تھے تو فرعون نے کہا میں بتاؤں تم کون ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اچھا بتاؤ۔ اس نے کہا تم وہی تو ہو کہ ہمارے ہی پاس بڑھے اور پلے' ہمیں تمہیں پالتے رہے۔ ❶ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب دے دیا تو فرعون نے حکم دیا اس کو پکڑ لو۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر فوراً عصا پھینک دیا وہ ایک بڑا سا اژدھا بن کر لہرانے لگا اور لوگوں پر حملہ کرنے لگا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اس ہنگامے میں پچیس ہزار آدمی مر گئے لوگ کچل کر مرنے لگے فرعون اپنے محل میں بھاگ گیا۔ اس روایت میں بہت غرابت ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اب ارشاد ہوتا ہے کہ دوسرا معجزہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بتایا کہ اپنی قمیص میں ہاتھ ڈال کر جب باہر نکالا تو وہ انتہائی روشن اور چمکدار ہو کر نکلا کہ اس پر نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی اس کی روشنی میں کوئی کوتاہی نہیں تھی اور جب اپنی آستین میں واپس لے جاتے تو وہ پھر حسب سابق ہو جاتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات نے فرعونیوں کو فکرمند کر دیا: [آیت:۱۰۹۔۱۱۰] جب ان لوگوں کا خوف ختم ہوا اور اصلی حالت پر آئے تو فرعون نے اپنے ارکان سلطنت کی جماعت سے کہا کہ یہ تو بڑا ہی فنکار ساحر معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور مشورے کے لئے بیٹھے کہ اب اس بارے میں کیا کیا جائے۔ اس کے نور کو بجھانے اس کی بات کو دبانے اور موسیٰ علیہ السلام کے کذب وافترا کو ثابت کرنے کے لئے کیا تدبیر کی جائے۔ انہیں اس بات کا اندیشہ ہوگیا کہ لوگ اس کے معتقد ہو کر اس کے سحر کی طرف مائل ہو جائیں گے جس سے موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ ہو جائے گا اور وہ لوگوں کو ان کی سرزمین سے نکال باہر کرے گا۔ لیکن جس بات کا اندیشہ انہیں تھا اسی میں مبتلا ہونا پڑا۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ فرعون وہامان کو وہی خوف سامنے آیا جو انہیں تھا۔ ❷ اور جب یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشورہ کر چکے تو ایک رائے پر اتفاق کر لیا جس کی حکایت اللہ پاک نے فرمائی۔

❶ ۲۶/ الشعرآء:۱۸۔ ❷ ۲۸/ القصص:۶۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں چپراسیوں کو بھیج دیجئے[۱۱۱] کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں۔[۱۱۲] اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟[۱۱۳] فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔[۱۱۴] ان ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ خواہ آپ ڈالئے اور یا ہم ہی ڈالیں۔[۱۱۵] (موسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو۔ پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔[۱۱۶]

موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے لئے ماہر جادوگروں کی خدمات: [آیت: ۱۱۱-۱۱۶] سرداروں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو روک لیا جائے اور ملک بھر کے تمام شہروں میں لوگ بھیج دیئے جائیں اور مشہور مشہور جادوگر جمع کئے جائیں۔ اس زمانے میں سحر کا بہت بول بالا تھا۔ سب کا یہی وہم اور گمان ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ سحر اور شعبدہ کاری تھا چنانچہ انہوں نے تمام جادوگروں کو جمع کیا تاکہ موسیٰ علیہ السلام کی اس فن کاری کا معارضہ اور مقابلہ کیا جائے۔ جیسے کہ اللہ پاک نے فرعون کی بات نقل فرمائی ہے کہ اے موسیٰ! تم اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال باہر کرنا چاہتے ہو۔ ہم بھی تمہاری طرح کے سحر سے تمہارا مقابلہ کریں گے۔ اب امتحان مقابلہ کی کوئی تاریخ قرار دو۔ اس کے خلاف نہ تم کرو نہ ہم۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا عید کے روز صبح کے وقت سب لوگ جمع کئے جائیں۔ اب فرعون نے جا کر اپنی فریب کارانہ تدبیریں اختیار کیں اور آخر کار وقت مقررہ آ گیا۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔

جادوگروں کا فرعون سے مطالبہ: یہاں اس قرارداد کو بیان کیا جا رہا ہے جو فرعون اور جادوگروں کے درمیان ہوئی تھی جو معارضہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے بلائے گئے تھے کہ اگر وہ موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جائیں گے تو انہیں بڑا انعام دیا جائے گا اور ان کو منہ مانگی مراد دی جائے گی اور انہیں ہم نشینوں اور مقربوں میں سے بنا لیا جائے گا۔ جب فرعون سے وعدہ لے لیا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ: یہ موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کی مبارزت اور جنگ ہے۔ جادوگر کہہ رہے ہیں کہ موسیٰ (علیہ السلام) یا تو تم پہلے اپنا ہنر بتاؤ یا ہم پہلے بتائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہیں پہلے اپنا شگوفہ چھوڑو۔ موسیٰ علیہ السلام کی اس میں مصلحت یہ تھی کہ تاکہ لوگ پہلے ان جادوگروں کا تماشا دیکھ لیں اور سوچ سمجھ لیں اور جادوگر اپنی شعبدہ کاری سے فارغ ہو لیں تو حق بات طلب اور انتظار کے بعد واضح اور جلی ہو کر ان کے سامنے آ جائے کیونکہ کوئی بات طلب کے بعد ہی دل پر زیادہ کارگر ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو لوگوں کی نظر بندیاں کر دیں اور یوں دکھائی دینے لگا کہ جو =



وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٢﴾

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے۔ سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا۔[۱۱۷] پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا و نایا تھا سب آتا جاتا رہا۔[۱۱۸] پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے۔[۱۱۹] اور وہ جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے۔[۱۲۰] کہنے لگے ہم ایمان لائے رب العالمین پر[۱۲۱] جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے۔[۱۲۲]

= کچھ یہ دکھا رہے ہیں حقیقت میں ایسا ہی وجود پذیر ہو رہا ہے حالانکہ یہ رسیاں اور لاٹھیاں درحقیقت لاٹھیاں ہی تھیں' دیکھنے والوں کا فقط وہم و خیال تھا کہ یہ سانپ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ''ان کے جادو سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ چلتے اور رینگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پر دہشت طاری ہو گئی۔ ہم نے کہا ڈرو نہیں غالب تم ہی رہو گے۔ اپنے ہاتھ کا عصا تم بھی میدان میں پھینک دو' یہ اژدھا بن کر ان سب سانپوں کو نگل جائے گا۔ یہ جادو تو ان کا فریب ہے جادوگر اپنے تماشے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پندرہ ہزار جادوگروں کی صف بندی تھی۔ ہر ساحر کے ساتھ اس کی رسیاں اور لاٹھیاں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کو لے کر عصا ٹیکتے ہوئے نکلے۔ میدان میں آئے۔ فرعون اپنے تخت پر ارکان سلطنت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جادوگروں نے سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں پر اپنے جادو سے بندش کر دی' پھر فرعون اور لوگوں کی آنکھوں پر۔ اب ہر جادوگر نے اپنی رسی اور لاٹھی ڈالی۔ وہ سب سانپ بن گئے' سارا میدان سانپوں سے بھر گیا۔ ایک پر ایک رینگ رہے تھے' سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ تیس ہزار سے زیادہ جادوگر تھے۔ سب کے ساتھ لاٹھی اور عصا تھا۔ عوام کی بھی نظر بندی ہو گئی' تو یہ منظر دیکھ کر سب ڈر گئے۔ ابن ابی برزہ کہتے ہیں کہ فرعون نے ستر ہزار جادوگر بلائے تھے۔ ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار لاٹھیاں سانپ بنے ہوئے رینگ رہے تھے۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ﴿وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴾ یعنی انہوں نے بہت بڑا جادو بتایا۔

حق کی فتح' موسیٰ علیہ السلام نے میدان مار لیا: [آیت: ۷:۱۱۷-۱۲۲] اللہ تعالیٰ نے اس زبردست آزمائش گاہ میں موسیٰ علیہ السلام کو اپنی وحی بھیجی جس نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا عصا ڈال دیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہ ان تمام وہمی سانپوں کو نگلا جا رہا ہے اور ایک بھی ان کا چھوٹا سانپ نہ بچا۔ یہ دیکھ کر ان جادوگروں نے جان لیا کہ یہ جادو نہیں کوئی آسمانی مدد ہے اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ چنانچہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے آگے سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب میدان مار لیا تو اپنے عصا پر ہاتھ ڈالا تو وہ پھر عصا بن گیا۔ جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ اگر یہ نبی نہ ہوتا اور جادوگر ہوتا تو کبھی ہم پر غالب آ ہی نہیں سکتا تھا۔ قاسم بن ابی برزہ کہتے ہیں کہ جادوگروں نے اپنا سر سجدے سے اٹھانے سے پہلے ہی جنت اور دوزخ کو دیکھ لیا۔ ❶

❶ الطبری، ۱۳/ ۳۰۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٢٣﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٢٥﴾ ۚ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿١٢٦﴾

ع ١٤

ترجمہ: فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدون اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں بے شک یہ کارروائی تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا ہے اس شہر میں تاکہ تم سب اس شہر سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو اب تم کو حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔[١٢٣] میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا۔[١٢٤] انہوں نے جواب دیا کہ ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے۔[١٢٥] اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے بجز اسکے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالئے۔[١٢٦]

جادوگروں کو ان کے ایمان کی سزا: [آیت:١٢٣۔١٢٦] جادوگر جب مؤمن بن چکے اور فرعون کو اپنے مقصد میں شکست ہوگئی تو جادوگروں کو دھمکی دے رہا ہے کہ آج موسیٰ علیہ السلام کو جو تم پر غلبہ ملا ہے دراصل یہ تم لوگوں کا باہمی سمجھوتہ اور سازش تھی' کہ اس طرح حکومت پر غالب آ کر اصلی اہل وطن کو ملک سے نکال باہر کرنا چاہتے ہو۔ یقیناً یہ تم سب کا استاد تھا جس نے تمہیں جادو سکھایا تھا ❶ ہر شخص جس کو ذرا بھی عقل سلیم ہے' سمجھ جائے گا کہ فرعون کا یہ الزام اس بنا پر تھا کہ باطل کے باطل ثابت ہو جانے کی وجہ سے وہ جز بز سا ہو گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے تو مدین سے آتے ہی فرعون کے پاس پہنچ کر اس کو اسلام کی دعوت دی تھی اور اپنے معجزات باہرہ ظاہر کر کے رسول ہونے کی تصدیق کر دی تھی اس کے بعد فرعون نے اپنے ملک کے تمام شہروں اور ہمہ گیر علاقہ میں لوگوں کو بھیج بھیج کر بلاد مصر کے الگ الگ ساحروں کو جمع کیا تھا جن کو اس نے اور اس کی قوم نے منتخب قرار دیا تھا اور ان سے بہترین انعام و اکرام کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس لئے انہیں اس بات کی بڑی کوشش تھی کہ کسی طرح موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جائیں اور فرعون کے پاس تقرب حاصل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام تو کسی بھی جادوگر سے واقف نہیں تھے نہ انہیں کبھی دیکھا تھا نہ ان سے ملے تھے اور فرعون اس بات کو بھی جانتا ہی تھا۔ مگر جاہل عوام کی ذہنیت کو متاثر ہونے سے بچانا چاہتا تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرعون کی قوم اس کی مطیع تھی اور اس کی ہم خیال بنی ہوئی تھی اور وہ لوگ بڑی زبردست گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ ❷ جو فرعون کے ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ ❸ والے دعوے کی تصدیق کرتے تھے۔ سدی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات جادوگروں کے سردار سے ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا تھا کہ اگر میں غالب آ جاؤں اور تم ہار جاؤ تو کیا مجھ پر ایمان لاؤ گے اور کیا تسلیم کر لو گے کہ میری پیش کردہ چیز اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہوگی۔ تو ساحر نے کہا تھا کہ کل میں تو ایسا جادو پیش کروں گا کہ کوئی جادو تو اس پر غالب نہیں آ سکتا اگر تم غالب آ گئے تو میں مان لوں گا کہ تم منجانب اللہ پیغمبر ہو۔ فرعون نے ان کی یہ گفتگو سن لی' اسی لئے سازش کا الزام لگا تھا کہ تم اس لئے جمع ہوئے تھے کہ حکومت پر تمہیں غلبہ و سطوت حاصل ہو جائے تم ملک سے اکابر و رؤسا کو نکال دینا چاہتے ہو اور تخت پر خود قابض ہونے کے درپے ہو۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہیں =

❶ ٢٠/ طٰہ:٧١۔ ❷ ٤٣/ الزخرف:٥٤۔ ❸ ٧٩/ النازعات:٢٤۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

ترجمہ: اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں۔ فرعون نے کہا کہ ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے۔[۱۲۷] موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں مالک بنا دیں اپنے بندوں میں سے' اور اخیر کامیابی ان ہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔[۱۲۸] قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف آوری کے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے۔[۱۲۹]

= کیا سزا دینے والا ہوں۔ سمجھے رہو کہ میں تمہارا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دوں گا یا اس کے برعکس' پھر تم سب کو پھانسی پر لٹکا دوں گا تمہاری لاشیں درختوں کی ٹہنیوں سے بندھی اور لٹکی ہوں گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پھانسی اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کی تعزیر سب سے پہلے فرعون ہی کی نکالی ہوئی ہے۔ جادوگر کہتے ہیں کہ ہم تو اب اللہ تعالیٰ کے ہو چکے ہیں اس کی طرف رجوع کر چکے۔ آج تم ہمیں جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو' اس سے شدید تر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ ہم تمہارے عذاب پر آج صبر کر لیتے ہیں تاکہ کل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہمیں چھٹی مل سکے۔ اسی لئے وہ بول اٹھے کہ ''اے اللہ تعالیٰ! اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کے لئے اور فرعون کے عذاب سے نہ ڈرنے کے لئے ہمیں صبر عنایت فرما اور اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اتباع میں ہمیں دنیا سے مسلمان اٹھا۔ چنانچہ فرعون سے صاف صاف کہہ دیا کہ تو ہمارا جو کچھ بگاڑنا چاہتا ہے بگاڑ لے۔ یہی نا کہ ہماری اس دنیوی زندگی کو ختم کر دے گا۔ ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارا سچا رب ہے۔ تاکہ وہ ہماری گزشتہ خطاؤں کو معاف کر دے اور جو جادو پیش کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے اس سے درگزر فرمائے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس کافر بن کر حاضر ہو گا' اس کی قسمت میں جہنم ہو گی کہ نہ زندوں میں شمار نہ مردوں میں اور جو مؤمن اور پھر نیکوکار بن کر حاضر ہو گا اس کو آخرت میں بڑے بڑے درجے ملیں گے [۲۰/طٰہٰ:۷۲۔۷۵]۔ چنانچہ یہ سب جادوگر صبح کے وقت تو کافر جادوگر تھے اور شام کے وقت نیکوکار اور شہدا تھے۔

درباریوں کی فرعون کو ملامت: [آیت:۱۲۷۔۱۲۹] فرعون اور اس کی جماعت کی باہمی مشاورت کی خبر دی جا رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام =

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٣٤﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿١٣٥﴾

ترجمہ: اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تا کہ وہ سمجھ جائیں۔[۱۳۰] سو جب ان پر خوش حالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے۔ اور اگر ان کو کوئی بد حالی پیش آتی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔[۱۳۱] اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔[۱۳۲] پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔ سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔[۱۳۳] اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے کہ اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔[۱۳۴] پھر جب ان سے اس عذاب کو ایک خاص وقت تک کہ اس تک ان کو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔[۱۳۵]

= کے لئے ان لوگوں کے دلوں میں کیسا کینہ تھا فرعون سے اس کے مقربین کہہ رہے ہیں کہ کیا آپ موسیٰ کو یوں ہی چھوڑ دیں گے کہ دنیا میں فساد مچا تا پھرے اور اہل ملک کو فتنے میں ڈالے اور ان میں اپنے باری تعالیٰ کی تبلیغ کرے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے۔ یہ لوگ تو دوسروں کو موسیٰ علیہ السلام اور مومنین کی فساد انگیزی سے ڈرا رہے ہیں حالانکہ یہی لوگ اصلی مفسد ہیں۔ انہیں آپ اپنی خبر نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ﴿وَيَذَرَكَ﴾ کا واؤ ''اور'' کے معنی میں نہیں بلکہ حال کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کیا آپ موسیٰ علیہ السلام کو اجازت دے دیں گے کہ فساد مچا تا پھرے درآں حالیکہ اس نے آپ کی اطاعت اور آپ کے خداؤں کی عبادت چھوڑ دی ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس کو اس طرح پڑھا ہے (وَقَدْ تَرَكُوْكَ اَنْ يَّعْبُدُوْكَ وَاٰلِهَتَكَ) یہ ابن جریر کا بیان ہے۔ بعض نے اس واؤ کو عاطفہ کہا ہے یعنی کیا آپ اسے چھوڑ دیں گے کہ فساد مچائے اور آپ کو اور آپ کے خداؤں کو چھوڑ دے اور بعض نے اس کو (اِلَاهَتَكَ) پڑھا ہے۔ بمعنائے (عِبَادَتَكَ) بنا بر قرأت اولیٰ بعض اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فرعون بھی پوشیدہ طور پر ایک بت کی پرستش کرتا تھا اور ایک دوسری

روایت میں ہے کہ اس کے گلے میں ایک مورتی لٹکی ہوتی تھی۔ یہ اس کو سجدہ کرتا تھا۔ اسی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب کسی خوبصورت گائے کو پاتے تھے تو فرعون انہیں حکم دیتا تھا کہ اس کی پرستش کریں اسی لئے سامری نے ایک گوسالہ بنایا تھا جس کے اندر سے آواز نکلتی تھی۔ غرض یہ کہ فرعون نے اپنے اہل دربار کی درخواست منظور کر لی اور کہا کہ ان کی نسل کو قطع کرنے کے لئے ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا کریں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے۔ اس قسم کا یہ دوسرا ظلم تھا اور اس سے پہلے بھی پیدائش موسیٰ علیہ السلام سے قبل اس نے ایسا ہی کیا تھا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کا وجود ہی دنیا میں نہ آنے پائے اور واقع ہوا اس کے برخلاف جو فرعون چاہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام آخر کار زندہ بچ رہے۔ دوبارہ اس نے ایسا ہی قصد کیا جب کہ بنی اسرائیل کو ذلیل کرنا اور ان پر غالب آنا چاہتا تھا۔ یہاں بھی اس کی خواہش پوری نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عزت دی اور فرعون کو ذلیل کیا اور اس کو اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ جب فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ برائی کرنے کا عزم مصمم کر چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ صبر کرو اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے حسن عاقبت کا وعدہ کیا اور یہ کہ ملک تمہارا ہو جائے گا۔ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جس کو چاہے ملک کی بادشاہت سونپے اور حسن عاقبت متقین ہی کے لئے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں بڑی بڑی تکلیفیں دی گئی ہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیا ذلیل کیا جا رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام انہیں حالت موجودہ پر اور پیش آنے والے حالات پر متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہت قریب میں اللہ پاک تمہارے دشمن کو ہلاک کرنے والا ہے۔ اس آیت کے ذریعہ انہیں نعمتوں پر شکر گزاری کے لئے ابھارا جا رہا ہے۔

فرعونیوں کا رویہ اور عذاب الٰہی: [آیت: ۱۳۰۔۱۳۵] ہم نے آل فرعون کو قحط میں مبتلا کر کے آزمانا چاہا۔ ان کی کھیتیوں میں غلہ نہیں ہوا۔ درختوں میں پھل نہیں آئے۔ درخت خرما میں ایک ہی کھجور لگتی تھی۔ تا کہ وہ کچھ عبرت حاصل کریں۔ جب یہ خوب سرسبز رہتے تھے غلہ خوب ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم تو اس کے مستحق ہی تھے یہ ہمارا اپنا حق ہے کیسے نہ شادکام ہوتے۔ اور اگر قحط ہو جاتا بھوکوں مرنے لگتے تو کہتے کہ یہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ ارے یہ نحوست تو خود ان کی اپنی قسمت کی بات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما لفظ طائر سے مصائب مراد لیتے ہیں۔ نحوست کے اس اصلی سبب کو لوگ سمجھتے نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿عِنْدَ اللّٰهِ﴾ سے (مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ) مراد لیتے ہیں یعنی (مِنْجَانِبِ اللّٰهِ)

فرعونیوں پر مختلف قسم کے عذاب: قوم فرعون کے تمرد اور سرکشی کی خبر دی جا رہی ہے کہ انہیں کیسا حق سے عناد اور باطل پر اصرار تھا کہ وہ یہ بھی کہنے لگے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کوئی نشانی بتائے کہ جس کے ذریعہ ہم پر سحر کر دے تو بھی ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں۔ ہم نہ اس کی دلیل کو قبول کریں گے نہ اس پر نہ اس کے معجزے پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ''ہم نے ان پر طوفان بھیجا۔'' طوفان کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ''کثرت بارش جو غرق کر دے یا کھیتوں اور باغات کو نقصان پہنچائے یا یہ کہ 'وبائے عام۔'' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں سیلاب اور طاعون۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کہ طوفان یعنی موت۔'' ایک دوسری روایت میں ہے ''اللہ کا ناگہانی اور آسمانی عذاب۔'' جیسا کہ فرمایا ﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ [1] یعنی اللہ تعالیٰ کا ناگہانی عذاب ان کے سوتے ہوئے انہیں آ پہنچا۔ جراد یعنی ٹڈی جو ایک مشہور پرندہ ہے جس کا کھانا حلال ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

[1] ٦٨/ القلم: ١٩۔

سات غزوات میں شریک رہے ہیں اور ہر وقت جراد کھانے کا موقع ملا۔ ❶ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ''دو میت اور دو دم ہمارے لئے حلال ہیں ایک مچھلی اور دوسری جراد کہ یہ مری ہوئی بھی ہوں تو جائز ہیں۔ اور خون میں دو منجمد خون' یعنی تلی اور کلیجی۔'' ❷ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''اکثر جاندار جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں جن کو نہ میں کھاتا ہوں نہ دوسروں کے لئے حرام کہتا ہوں بلکہ وہ حلال ہیں اگرچہ میں نہ کھاؤں۔'' ❸ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ کھانے کا سبب یہ ہے کہ آپ کی طبیعت کو بھاتا نہیں تھا۔ جیسے جانور گوہ کہ آپ کو اس کا کھانا پسند نہیں تھا لیکن دوسروں کو اجازت دے رکھی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹڈی اور گوہ اور گردے نہیں کھاتے تھے۔ مگر یہ کہ اس کو حرام نہیں کہا۔ ٹڈی سے اس لئے اجتناب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے۔ جس طرف ٹڈی دل گزر جاتا ہے کھیت کے کھیت برباد ہو جاتے ہیں گردے اور مثانوں سے اس لئے اجتناب تھا کہ یہ پیشاب سے قریب کے اجزاء ہیں اور گوہ اس لئے کہ غالباً یہ کوئی مسخ شدہ امت ہے۔ ❹ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ روایت بھی غریب ہے میں نے اس لئے اس کو نقل کیا ہے کہ اس سے اس کے اجتناب کے وجوہات پر روشنی پڑے۔ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جراد کو بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جراد کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ حلال ہے تو فرمایا کاش دو ایک لپیں دو ایک ٹڈیاں مل جاتیں تو ہم بڑے مزے سے کھاتے۔ ❺ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ازواج النبی طباق بھر بھر کر جراد تحفہ کے طور پر بھیجا کرتی تھیں۔ ❻ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مریم بنت عمران علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے ایسا گوشت کھلا جس میں خون نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جراد کھلائی۔ تو مریم علیہا السلام نے کہا اے پروردگار! پرورش کے بغیر بھی اس کو زندگی دے اور بغیر آواز اور شور کے اس کو ایک دوسرے کے پیچھے رکھ۔'' ❼ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جراد کو نہ مارو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک زبردست لشکر ہے۔'' ❽ یہ حدیث بہت غریب ہے ﴿فَاَرْسَلْنَا﴾ والی آیت کے بارے میں مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ عذاب اس لئے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں یہ دروازوں کی کیلیں کھا جاتے تھے اور لکڑی چھوڑ دیتے تھے۔ اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں جنگل کی طرف نکلا تھا کہ ناگہاں ایک ٹڈی دل دیکھا کہ زمین و آسمان پر چھایا ہوا ہے۔ اور ایک آدمی اس ٹڈی دل کے اندر ہے اور وہ مسلح ہے اور جس طرح اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے اور دھکیلتا ہے تو ٹڈیاں ہٹ جاتی ہیں اور وہ بار بار کہتا جاتا ہے کہ دنیا اور مافیہا سب باطل ہیں باطل ہیں۔

قاضی شریح سے جراد کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا' اللہ تعالیٰ اسے برباد کرے اس میں سات طاقتوروں کی شان ہے۔ اس کا سر تو

❶ صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب اکل الجراد، ٥٤٩٥؛ صحیح مسلم، ١٩٥٢؛ ابو داود ٣٨١٢؛ ترمذی ١٨٢٢؛ احمد، ٤/ ٣٥٧؛ ابن حبان ٥٢٥٧؛ بیهقی، ٩/ ٢٥٧۔ ❷ احمد، ٢/ ٩٧؛ ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب الكبد والطحال ٣٣١٤ وسنده ضعيف عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف راوی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے مرفوع روایت کو ضعیف جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ موقوف روایت مرفوع کے حکم میں ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة: ١١١٨) ❸ ابو داود، كتاب الأطعمة، باب فی اکل الجراد ٣٨١٣؛ ابن ماجه، ٣٢١٩ وسنده ضعيف سلیمان التیمی مدلس ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔ ❹ اس کی سند میں یحییٰ بن خالد مجہول (الميزان، ٤/ ٣٧٢ رقم ٩٤٩٣) اور حسن بن علی العدوی، دار قطنی نے اسے متروک کہا ہے (الميزان، ١/ ٥٠٦ رقم ١٩٠٤) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعيف الجامع ٣٣٩٢) ❺ موطا امام مالك، كتاب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب ما جاء فی الطعام والشراب ٣٠ وسنده صحيح۔ ❻ ابن ماجه، كتاب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد ٣٢٢٠؛ بيهقى، ٩/ ٢٥٨ وسنده ضعيف ابو سعد البقال ضعیف و مدلس راوی ہے۔ یہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے۔ ❼ بيهقى، ٩/ ٢٥٨ اس کی سند میں نمیر بن یزید القینی مجہول راوی ہے (الميزان، ٤/ ٢٧٣ رقم ٩١٢٢) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (السلسلة الضعيفه تحت رقم ١٩٩٢)

❽ المعجم الأوسط ٩٢٧٣؛ مسند الشاميين ١٦٥٦؛ مجمع الزوائد، ٤/ ٣٩ یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سر ہے گھوڑے کا' گردن ہے بیل کی' سینہ ہے شیر کا' بازو ہیں گدھ کے' پاؤں ہیں اونٹ کے' دم ہے سانپ کی اور پیٹ کثر دم کا پیٹ ہے۔

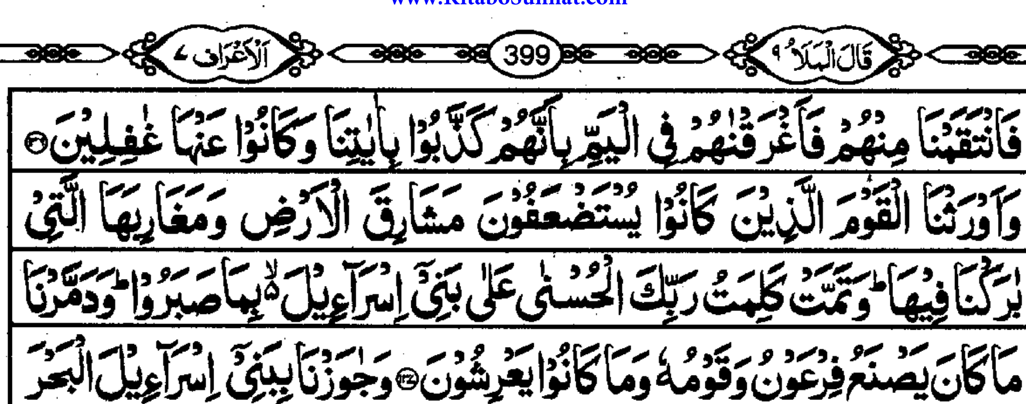
قولہ تعالیٰ ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ ﴾ ❶ کے ذکر کے وقت یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج یا عمرے کے لئے جا رہے تھے کہ ہمیں ایک ٹڈی دل سے سامنا ہوا۔ ہم اسے لکڑیوں سے دھکیلتے اور مار رہے تھے حالانکہ ہم حالت احرام میں تھے۔ ہم نے یہ بات نبی اکرم ﷺ سے کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بحالت احرام صید بحر کی ممانعت نہیں۔'' ❷ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب جراد کے لئے یوں بددعا کی تھی کہ ''الٰہی! چھوٹے بڑے سب جراد کو ہلاک کر دے' ان کے انڈوں کو تباہ کر' ان کی نسل کو قطع کر دے اور ہمارا چھینا ہوا رزق ان کے منہ سے لے لے۔'' تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک لشکر ہے آپ اس کو قطع نسل کی بددعا دے رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ ''یہ سمندر کی مچھلیوں سے پیدا ہوتے ہیں۔'' ❸ زیاد نے خبر دی ہے کہ جس شخص نے مچھلیوں سے پیدا ہوتے ہوئے انہیں دیکھا ہے اس کا بیان ہے کہ مچھلی جب ساحل بحر کے قریب انڈے دیتی ہے اور ساحلی پانی سوکھ جاتا ہے' دھوپ چمکتی ہے تو انڈوں میں سے یہ جراد نکل کر اڑنے لگتے ہیں۔ اور قولہ ﴿ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ﴾ کے تحت ہم نے یہ حدیث بیان کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار قسم کی مخلوق پیدا کی ہے چھ سو سمندری ہے اور چار سو خشکی والی اور جلدی ہلاک ہونے والی مخلوق جراد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جنگ کے مہلوکین کے سامنے وبا بھی کوئی چیز نہیں اور جراد کے مقابلے میں لکڑی کی کوئی حقیقت نہیں۔'' ❹ یہ حدیث غریب ہے ﴿ قُمَّلَ ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ گیہوں کے اندر کے کیڑے ہیں یا یہ کہ وہ چھوٹے چھوٹے جراد ہیں جن کے پر نہیں ہوتے اور اڑتے نہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ قُمَّلَ ﴾ چھوٹے سیاہ رنگ کے کیڑے ہیں یا مچھروں کو کہتے ہیں یا وہ ایک ایسا کیڑا ہے جو اونٹوں کو چمٹی رہنے والی چیچڑیوں کے مشابہ ہے۔

روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کر دو تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طوفان آیا ہوا تھا وہ بارش تھی کہ موسلا دھار برس رہی تھی فرعونی سمجھ گئے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ کہنے لگے اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اس بارش کو بند کرا دیجئے' ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ کر دیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی' لیکن نہ وہ ایمان لائے نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔ اس سال بارش کی وجہ سے خوب کھیتی ہوئی' غلہ اور پھل خوب پیدا ہوئے سبزیاں اگیں۔ لوگوں نے کہا بس ہماری یہی آرزو تھی۔ لیکن ایمان نہ لانے کے سبب جراد ان پر مسلط کر دیئے گئے وہ سب کھیت کھا گئے سبزیاں تباہ کر دیں' سمجھ گئے کہ اب کوئی فصل باقی نہیں رہے گی۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اس عذاب کو ہٹا دیجئے' ہم ایمان لائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جراد ختم ہو گئے لیکن پھر بھی ایمان نہ لائے اور غلہ گھروں میں خوب جمع کر کے رکھ لیا اور کہنے لگے کہ اب کیا ڈر ہے غلہ ڈھیروں جمع کیا ہوا موجود ہے کہ یکا یک کرمہائے گندم کا عذاب ان پر نازل ہوا۔ اگر کوئی پسوانے کے لئے دس جریب پیمان غلہ لے کر نکلتا تو پسنے تک تین قفیز غلہ بھی نہ رہتا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ یہ ''قمل'' کا عذاب دور کر دو ہم آپ کی بات =

❶ ۵/ المآئدۃ:۹۶۔ ❷ ابوداود، کتاب المناسک، باب الجراد للمحرم ۱۸۵٤؛ ترمذی ۸۵۰ وسندہ ضعیف جداً، ابن ماجہ ۳۲۲۲؛ بیہقی، ۵/ ۲۰۷؛ احمد، ۲/ ۳۰٦ اس کی سند میں ابوالمھزم یزید بن سفیان متروک راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ٤۷۸) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء ۱۰۳۱)

❸ ترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ما جاء فی الدعاء علی الجراد ۱۸۲۳ وسندہ ضعیف جداً، ابن ماجہ ۳۲۲۱؛ الموضوعات، ۲/ ۳۳۳ اس کی سند میں موسیٰ بن محمد متروک راوی ہے (التقریب، ۲/ ۲۸۷ رقم ۱۵۰۱)

❹ اس کی سند میں محمد بن مالک ضعیف (المیزان، ٤/ ۲۳ رقم ۸۱۰۸) اور عبدالرحمٰن بن قیس متروک راوی ہے۔ لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔



ترجمہ: پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔[۱۳۶] اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔ اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔[۱۳۷] اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے ہیں کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔[۱۳۸] یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں یہ تباہ کیا جائے گا اور ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے۔[۱۳۹]

= سنیں گے لیکن عذاب دور ہونے کے بعد پھر بھی سرکشی کی۔ ایک وقت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے مل رہے تھے کہ مینڈک کی ٹرٹر سنی گئی۔ آپ نے فرعون سے کہا کہ تم پر اور تمہاری قوم پر یہ کیا عذاب ہے۔ اس نے کہا اس سے تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ لیکن شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لوگوں کے سارے جسم پر مینڈک کودنے لگے۔ کوئی بات کرنے کے لئے منہ کھولتا اور مینڈک پھدک کر منہ میں ہو جاتا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی اور عذاب دور ہونے پر ایمان نہ لائے۔ اب کے خون کا عذاب نازل ہوا۔ نہروں اور باولیوں سے پانی لاتے ہیں تو خون بن جاتا ہے۔ برتنوں میں پانی رکھتے ہیں تو خون ہو جاتا ہے۔ فرعون سے لوگوں نے شکایت کی کہ خون کے عذاب میں ہم مبتلا ہیں، پینے کو پانی نہیں ملتا۔ فرعون نے کہا کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کس نے جادو کیا ہوگا ہمارے برتنوں میں خون ہی خون بھرا ہوا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر درخواست کی اور وعدے کیے۔ لیکن اب بھی ایمان نہ لائے نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جادوگر ایمان لائے، اور فرعون مغلوب اور ناکام واپس ہوا تو پھر بھی سرکشی اور کفر سے باز نہ آیا تو پے در پے اس پر نشانیوں کا ظہور ہوا۔ قحط سے سابقہ پڑا، بارش کا طوفان آیا، پھر جراد کا عذاب، پھر جوں اور کیڑوں کا، پھر مینڈک اور خون۔ یہ مسلسل نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ طوفان آیا ساری زمین دلدل ہو گئی نہ ہل چلا سکتے تھے نہ کچھ بو سکتے تھے۔ بھوک سے تڑپنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ عذاب کھل جائے لیکن ایمان لانے کے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ پھر جراد کا عذاب آیا جو ساری کھیتی کھا گئے۔ دروازوں کی کیلیں چاٹ گئے جس کی وجہ سے ان کے گھر گر پڑے۔ پھر جوؤں کا عذاب آیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس ٹیلے کی

طرف آ و۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی ایک پتھر پر لکڑی ماری جس سے بے شمار چیچڑیاں نکل پڑیں' گھروں میں ہر جگہ پھیل گئیں' غذا کو چمٹنے لگیں نہ سو سکتے تھے نہ قرار لے سکتے تھے پھر مینڈک کا عذاب آیا۔ کھانوں میں مینڈک برتنوں میں مینڈک' کپڑوں میں مینڈک۔ پھر خون کا عذاب آیا۔ پانی کے ہر برتن میں پانی کے بجائے خون ہی خون۔ غرض مختلف عذابوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ❶

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مینڈک کو نہ مارا کرو' کیونکہ مینڈک کا عذاب جو قوم فرعون پر بھیجا گیا تھا تو ایک مینڈک آگ کے ایک تنور میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر گر پڑا تھا۔ چنانچہ مینڈکوں کا مسکن اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈی چیز بنائی یعنی پانی کا مقام اور ان کی آواز کو تسبیح قرار دیا۔" زید بن اسلم "دم" کے عذاب سے نکسیر پھوٹنے کا عذاب مراد لیتے ہیں۔

فرعونیوں کی تباہی اور بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا انعام: [آیت:۱۳۶۔۱۳۹] قوم فرعون کو باوجودیکہ متواتر نشانیاں بتائی گئیں اور یکے بعد دیگرے انہیں کئی عذاب دیئے گئے لیکن ان کی سرکشی دور نہ ہوئی' تو انہیں دریا میں ڈبو دیا گیا۔ جس میں موسیٰ علیہ السلام کے لئے راستہ بنا دیا گیا وہ اس میں اتر پڑے اور اس کو پار کر گئے۔ بنی اسرائیل بھی ان کے ساتھ تھے۔ پھر فرعون اور اس کا لشکر بھی ان کی تقلید میں ان کے پیچھے اترا۔ جب وہ بیچ دریا میں ہو گئے تو پانی مل گیا اور وہ ڈوب گئے۔ یہ آیات الٰہی کی تکذیب کرنے اور اس سے غفلت برتنے کا نتیجہ تھا۔ اللہ پاک نے خبر دی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کی اس سرزمین کو شرقاً و غرباً بنی اسرائیل کے سپرد کر دیا جس کو نہایت ضعیف سمجھا جاتا تھا۔ جو کمزور بنے ہوئے غلامی میں زندگی گزار رہے تھے۔ جیسا کہ فرمایا "ہم چاہتے ہیں کہ اس قوم پر احسان کریں جو دنیا میں کمزور سمجھی جاتی ہے۔ ہم ان کو بادشاہ اور سردار بنانا چاہتے ہیں انہیں اپنی زمین کا وارث اور قادر قرار دیں گے اور جس عذاب سے فرعون اور ہامان اور قوم فرعون کو اندیشہ تھا وہی ان پر عذاب نازل کریں گے۔" ❷ اور فرمایا کہ وہ کیسے کیسے باغات' کھیتیاں اور بہترین مقامات چھوڑ کر تباہ ہو گئے جس میں وہ بڑے مزے سے زندگی گزار رہے تھے۔ ہم اگر چاہتے ہیں تو اسی طرح کسی دوسری قوم کو سردار اور بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ ❸ حسن بصری اور قتادہ رحمہما اللہ شرق و غرب سے ملک شام مراد لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مبارک بات بنی اسرائیل کے حق میں پوری ہوئی کیونکہ انہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا تھا' اور اللہ تعالیٰ کی وہ بات اور وعدہ ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○﴾ ❹ ہے ﴿وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ﴾ یعنی فرعون اور اس کی قوم نے جو عمارتیں اور باغات بنا رکھے تھے اور محل کھڑے کئے ہوئے تھے سب ہم نے تباہ کر دیئے اور اجاڑ دیئے۔

بنی اسرائیل کا جاہلانہ مطالبہ: [آیت:۱۳۸۔۱۳۹] بنی اسرائیل کے جاہل لوگوں کا مطالبہ بیان کیا جا رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب دریا کو پار کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نشانی وہ دیکھ چکے' تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کو لئے بیٹھی تھی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ کنعانی تھے یا قبیلہ لخم کے تھے۔ گائے کے جیسے جانور کا بت بنا رکھا تھا۔ اسی لئے بعد میں اسی کے مشابہ ایک گوسالہ کی پرستش میں وہ مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ "اے موسیٰ! ہمارے لئے ایک معبود بنا دو' جیسا کہ ان لوگوں کے معبود ہیں"۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو' اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بھول بیٹھے ہو۔ وہ تو ایسی باتوں سے منزہ ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثیل ہو سکے۔ ان کا مذہب بھی باطل ہے اور ان کا عمل بھی باطل ہے۔

---

❶ الطبری، ۱۳/ ٦٣، ٦٤۔ ❷ ۲۸/ القصص:٦، ٥۔

❸ ٤٤/ الدخان:۲٥۔ ❹ ۲۸/ القصص:٥، ٦۔

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ: فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوااور کسی کوتمہارا معبود تجویز کردوں حالانکہ اس نے تم کوتمام دنیا جہان والوں پرفوقیت دی ہے۔[۱۴۰] اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کوفرعون والوں سے بچالیا جوتم کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کوقتل کرڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کوزندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔[۱۴۱] اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس شب کا وعدہ کیا اور دس شب اوران تیس شب کا تتمہ بنایا سوان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہوگیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔[۱۴۲]

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے سے حنین کی طرف جارہے تھے۔ راستہ میں کفار کا ایک بیری کا درخت تھا۔ جس پر وہ دھرنا جمائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنے ہتھیار اس درخت پر باندھ رکھے تھے اس درخت کی عظمت کرتے تھے۔ اس درخت کو کہا جاتا تھا ''ذات انواط'' جب ہم اس درخت کے پاس پہنچے جو بہت سرسبز اور عظیم الشان تھا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک ذات انواط ہمارے لئے بھی قرار دیجئے جیسا کہ ان لوگوں کا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے تو وہ بات کہی جو موسیٰ کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک معبود بنادیجئے جیسا ان لوگوں کا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا تم بڑے ہی جاہل ہو۔ ان کا طریق اور ان کے اعمال سب جھوٹے اور باطل ہیں۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم بھی انہیں کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہو۔'' ❶

فرعون کی قید سے نجات دینے والا ہی لائق عبادت ہے: [آیت: ۱۴۰۔۱۴۲] موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرعون کی قید سے اور غلبہ سے نجات دی اور رسوائی و ذلت سے چھٹکارا دیا۔ یہاں اوج وعزت عطا کی۔ تمہارے دشمنوں کو تمہارے سامنے برباد کیا' اس کے سوا اور کون قابل عبادت ہے۔ اس کی پوری تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور پر روانگی اور ھارون علیہ السلام کی جانشینی: بنی اسرائیل پر احسان جتایا جارہا ہے کہ تم کو ہدایت حاصل ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔ اس نے توریت دی جس میں احکام ہیں اور شرع کی تمام تفصیلی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان دنوں روزہ رکھا تھا۔ جب یہ تیس دن تمام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مزید حکم دیا کہ چالیس دن کی تکمیل کریں۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ تیس دن ذیقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے تھے۔ اس=

❶ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم، ۲۱۸۰ وھو صحیح، السنن الکبری للنسائی، ۱۱۱۸۵، احمد، ۵/ ۲۱۸؛ مسند ابی یعلی ۱۴۴۱؛ ابن حبان ۶۷۰۲۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو سو اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے۔ پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تجلی نے اس کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں۔ [۱۴۳]

= طرح عید کے دن تک چالیس دن کا تکملہ ہوا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور اسی دن دین محمدی بھی کامل ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اپنی نعمت تم پر پوری اتار دی اور تمہارے لئے دین اسلام اختیار کیا۔ غرض یہ کہ جب میعاد پوری ہو گئی اور موسیٰ علیہ السلام طور کی طرف گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اے بنی اسرائیل! ہم نے تم کو دشمن سے نجات دی اور طور کی سیدھی طرف بلایا تھا۔" اب موسیٰ علیہ السلام نے جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنایا اور حالات کو بہترین رکھنے کی وصیت کی تاکہ فسادات نہ پیدا ہوں۔ یہ بات بہ طور تنبیہ و تذکیر کے ہے ورنہ ہارون علیہ السلام خود نبی تھے اور وجاہت وجلالت والے نبی تھے۔ (والصلوۃ علی سائر الانبیاء)

موسیٰ علیہ السلام کی اللہ سے ہم کلامی: [آیت: ۱۴۳] موسیٰ علیہ السلام سے متعلق خبر دی جا رہی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام وعدہ گاہ پر آئے اور آپ کو اللہ پاک سے تکلم کا شرف حاصل ہوا تو یہ بھی درخواست کی کہ اے پروردگار! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں مجھے دیکھنے کا موقع عنایت فرما۔ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ لفظ ﴿لن﴾ نے جو ﴿لَنْ تَرٰىنِيْ﴾ میں ہے اکثر علما کے لئے اشکال پیدا کر دیا ہے۔ اسلئے کہ لَنْ ہمیشہ کی نفی کے لئے آیا کرتا ہے۔ اس بنا پر معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ دنیا ہو یا آخرت رویت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں کہ "مومنین کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔" جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○﴾ ❶ اس میں مومنین کو خوش خبری دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔ پھر کفار کے بارے میں کہا ہے کہ وہ نہ دیکھ سکیں گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ○﴾ ❷ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نفی دنیا کے لئے ہے نہ کہ آخرت کے لئے اس طرح اب کلام میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے کہ آخرت میں رویت صحیح ہے اور دنیا میں نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مقام میں یہ کلام بالکل ایسا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○﴾ ❸ سورۂ انعام میں اس پر کافی بحث گزر چکی ہے۔ کتب متقدمہ میں ہے کہ اللہ پاک نے

---

❶ ۷۵/ القیامۃ: ۲۲، ۲۳۔ ❷ ۸۳/ المطففین: ۱۵۔ ❸ ۶/ الانعام: ۱۰۳۔

موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مرنے سے پہلے مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ خشک چیزیں بھی میری تجلی سے فنا ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رب نے جب اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی کی (اس وقت آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ بھی کیا) تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔'' ابو اسماعیل نے بھی یہ کہتے ہوئے ہمیں اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ ❶ اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی کا نام مبہم ہے بتایا نہیں گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى﴾ پڑھتے وقت اپنے انگوٹھے کو اپنی چھنگلیا کے اوپر کے پورے پر رکھ کر بتایا کہ ''اتنی سی تجلی کے سبب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔'' حمید نے ثابت سے کہا کہ دیکھو اس طرح چنانچہ ثابت نے اپنا ہاتھ حمید کے سینے پر مارا اور کہا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے تو کیا میں اس کو چھپاؤں گا۔ ❶ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رب نے صرف چھنگلیا برابر تجلی کی تھی کہ پہاڑ جل اٹھا اور خاک بن گیا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زمین میں دھنس گیا اور دھنستا جا رہا ہے اور اب وہ قیامت تک ظاہر نہیں ہو گا۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب پہاڑوں پر تجلی ہوئی تو چھ پہاڑ اڑ گئے' تین مکہ میں آ کر گرے اور تین مدینے میں۔ مدینے میں احد ہے' ورقان ہے' رضوی ہے۔ اور مکے میں حرا ہے' ثبیر ہے' ثور ہے۔ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔

تجلی سے پہلے کوہ طور چکنا اور صاف تھا۔ تجلی کے بعد اس میں غار اور درّے پڑ گئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ قول کہ ''اے موسیٰ پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ قائم رہے تو سمجھو کہ تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں۔ یہ اس لئے کہا کہ پہاڑ کی پیدائش اور استحکام تو انسان سے کہیں اکبر اور اشد ہے اور جب پہاڑ پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوئی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تو پہاڑ کی یہ کیفیت دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے ﴿صَعِقًا﴾ کے معنی غشی کے ہیں' جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر کی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے معنی موت لیتے ہیں اور از روئے لغت یہ معنی بھی صحیح ہیں جیسا کہ آیت قرآن ہے کہ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ❸ یعنی صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز مر جائے گی فنا ہو جائے گی۔ غرض یہاں قرینہ موت کا ہے اور غشی کا بھی ہے۔ غشی کا اس لئے کہ پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ ﴿فَلَمَّا اَفَاقَ﴾ اور افاقہ تو غشی ہی سے ہوتا ہے نہ کہ موت سے' اس لئے غشی کے معنی لینا ہی صحیح ہے۔

افاقہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ اے اللہ تعالیٰ! تو پاک ہے تجھ پر کوئی نظر نہیں ڈال سکتا ورنہ مر جائے گا جل جائے گا' میں سوال رؤیت کی خطا سے توبہ کرتا ہوں' اب مجھے اس کا یقین ہو گیا' اور سب سے پہلے مجھے یقین ہے۔ یہاں ایمان سے' ایمان واسلام مراد نہیں بلکہ ایمان اس بات کا کہ تیری مخلوق تجھے نہیں دیکھ سکتی۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے ایک عجیب وغریب حدیث نقل کی ہے اور غالباً انہیں یہ بات اسرائیلیات کے دفتر سے ملی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ﴿خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا﴾ سے متعلق ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک یہودی نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ کے ایک انصاری صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ اس انصاری کو بلا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا' تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس یہودی کو کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے تو میں نے کہا' کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تو اس نے کہا' ہاں۔ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ =

---

❶ اس کی سند میں رجل' مبہم راوی ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ ❷ احمد، ۳/ ۱۲۵؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الاعراف ۳۰۷٤ وسندہ صحیح، حاکم، ۲/ ۳۲۰۔ ❸ ۳۹/ الزمر: ٦٨۔

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

ترجمہ: ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو۔[۱۴۴] اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی۔ تو ان کو کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں اب بہت جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں۔[۱۴۵] میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں۔ اور اگر تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں۔ اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے غافل رہے۔[۱۴۶] اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام غارت گئے۔ ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے۔[۱۴۷]

= تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے انبیا پر فضیلت نہ دو' لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے اور جب افاقہ ہوگا تو سب سے پہلے مجھے ہوگا' لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام پایہ عرش کو تھامے کھڑے ہیں' میں نہیں جانتا کہ مجھ سے پہلے انہیں ہوش آ گیا یا یہ کہ وہ بے ہوش ہوں گے ہی نہیں کیونکہ وہ ایک بار تجلی طور سے بے ہوش ہو چکے تھے یا اللہ تعالیٰ انہیں بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ فرما دے گا۔'' ❶ بخاری و مسلم میں یہ روایت موجود ہے۔

ابوبکر بن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ اس قضیہ کے فریق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے لیکن بخاری و مسلم میں یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ انصار کا ایک آدمی تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تو انصار میں سے نہیں تھے بلکہ مہاجر تھے۔ اور یہ بات کہ ((لا تخیرونی علیٰ موسیٰ)) مثل اس حدیث کے ہے کہ ((لا تفضلونی علی الانبیاء ولا علیٰ یونس بن متی)) ❷ کہتے ہیں کہ یہ بات از روئے تواضع

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاعراف باب ﴿ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا و کلمه ربه......﴾ ٤٦٣٨؛ صحیح مسلم ٢٣٧٤؛ مسند ابی یعلی ١٣٦٨۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالیٰ ﴿وان یونس لمن المرسلین﴾ ٣٤١٢؛ صحیح مسلم ٢٣٧٦ مختصرًا۔

تھی یا یہ فرمان اس سے پہلے کا ہے کہ آپ کو اپنی فضیلت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہو یا یہ کہ غصے میں آ کر تعصب کی بنا پر مجھے فضیلت نہ دو یا یہ کہ صرف اپنی رائے سے فضیلت قائم نہ کرو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ بے ہوشی عرصہ قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوگی۔ بہت ممکن ہے کہ یہ اس وقت کا حال ہو جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے آئے گا تو اس کی تجلی سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی کی برداشت نہ لا سکے۔ اسی لئے آپ کا فرمان ہے کہ نہ معلوم مجھ سے پہلے افاقہ ہو گا یا طور کی بے ہوشی کے بدلے یہاں بے ہوش نہیں ہوئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ہوئی تو آپ کی نظر ایسی تیز ہو گئی کہ دس کوس کی مسافت سے تاریک رات میں بھی کسی چٹان پر چلتی ہوئی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔“ [1] قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس لحاظ سے کوئی بعید نہیں کہ یہ خصوصیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہو کیونکہ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو آیات کبریٰ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تھیں۔ اس بات کے ذریعہ گویا کہ حدیث کی تصحیح ثابت کی' لیکن اس کی صحت غور طلب بات ہے کیونکہ اس حدیث میں راوی غیر معروف لوگ ہیں اور ایسی باتیں جب تک عادل اور ثقہ راویوں سے منسوب نہ ہوں' قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے چند امتیازی اوصاف: [آیت:۱۴۴۔۱۴۷] ارشاد ہوتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے خطاب ہے کہ ہم نے تم کو رسالت اور کلام کے لئے سب لوگوں میں سے چن لیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری اولاد آدم کے سردار ہیں۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیا بنایا۔ جن کی شریعت قیامت تک کے لئے جاری ہو گی اور آپ کے امتی سارے انبیا علیہم السلام کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔ شرف و فضل میں آپ کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں' پھر حضرت موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ السلام۔

اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں جو کلام اور مناجات دی ہے اس کو لے لو اور شکر ادا کرو اور جس کے سہنے کی تمہیں طاقت نہیں اس کا مطالبہ نہ کرو۔ پھر خبر دی جاتی ہے کہ ان الواح میں ہر بات کی نصیحت اور ہر حکم کی تفصیل موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ الواح جواہر کے تھے۔ اللہ پاک نے اس میں مواعظ اور احکام تفصیل سے لکھ دیئے تھے اور سب حلال و حرام بتا دیا گیا تھا۔ ان الواح پر توریت لکھی ہوئی تھی۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ قرون اولیٰ کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جس میں لوگوں کے لئے بصیرت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ الواح توریت لکھنے سے پہلے ہی دیئے گئے تھے۔ بہر حال یہ ضروری ہے کہ یہ سوال رویت کو نامنظور کرنے کا معاوضہ تھا۔ قوت کے ساتھ لو یعنی طاعت کا عزم مصمم کر کے لو اور اپنی قوم کو بھی حکم کرو کہ اس پر اچھی طرح عمل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے ساتھ قوت کا لفظ ہے اور قوم موسیٰ کے ساتھ احسن کا لفظ ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو تاکید ہے کہ سب سے پہلے تم اس پر سختی سے عمل کرو' اور تمہاری قوم بھی احسن طریق سے عمل کرے ﴿سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾ یعنی قریب میں تم میری مخالفت کرنے والے اور میری طاعت سے سرتابی کرنے والے کا انجام دیکھ لو گے کہ وہ کس طرح ہلاک اور برباد ہو جائے گا۔ یہ بات بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی اپنے مخاطب سے کہے کہ اگر تم میرے حکم کے خلاف کرو گے تو کل میں تمہیں دیکھ لوں گا۔ یہاں خلاف امر کرنے والوں کو وعید اور تہدید کی جا رہی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے ہم اطاعت کرنے والوں کو فاسقوں کا ملک یعنی شام عطا کریں گے یا یہ کہ منازل قوم فرعون مراد ہیں' لیکن پہلی بات زیادہ قرین قیاس ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ کیونکہ یہ فرمان موسیٰ علیہ السلام کے بلاد مصر کو چھوڑنے کے بعد کا ہے اور یہ دوسرا قول تو بنی اسرائیل سے خطاب ہے اور یہ تخاطب میدان تیہ میں داخل ہونے سے پہلے کا ہے۔

---

[1] المعجم الصغیر ۱/ ۳۲ ح ۷۷ اس روایت میں ساقط شدہ راوی حسن بن ابی جعفر سخت ضعیف متروک ہے۔ لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا ٹھہرالیا جو کہ ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتلاتا تھا اس کو انہوں نے معبود قرار دیا اور بڑا بے ڈھنگا کام کیا۔[۱۴۸] اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گزرے۔[۱۴۹]

تکبر کا نتیجہ وانجام: ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو جنہیں ہماری اطاعت سے انکار ہے جو بلاوجہ لوگوں سے غرور کرتے ہیں شریعت اور احکام کے سمجھنے ہی سے محروم کر دیں گے جو ہماری عظمت و وحدانیت پر دلیل قاطع ہیں۔ انہیں جہالت سے واسطہ پڑا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کر دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ ہی دیا ہے کیونکہ سمجھانے بجھانے پر بھی وہ ایمان لائے ہی نہیں۔ اور فرمایا کہ وہ جب ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا تا کہ نہیں سمجھتے تو کبھی بھی نہ سمجھنے پائیں۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ غرور کرنے والا علم اور معرفت سیکھ ہی نہیں سکتا اس کی تو ناک چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ❶ جس نے کچھ عرصے کے لئے علم سیکھنے کی مذلت کو برداشت نہیں کیا اس کو ہمیشہ کے لئے علم سے محروم رہنے کی مذلت برداشت کرنی پڑے گی۔

اسی لئے اللہ پاک نے ان سے فہم قرآن کا مادہ چھین لیا ہے اور اپنی آیات سے ان کو محروم کر دیا۔ اس آیت کا اشارہ اس امت کی طرف بھی ہے۔ یہ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے لیکن یہ کوئی ضرور نہیں۔ ابن عیینہ تو ہر امت کے حق میں اس کو قرار دیتے ہیں اور امتوں کے مابین کوئی فرق نہیں کرتے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ارشاد ہے کہ وہ کیسی ہی آیت کیوں نہ سنیں' ایمان نہیں لاتے۔ جیسا کہ فرمایا جن لوگوں کے حق میں کلمہ رب پورا ہو چکا کہ وہ راہ راست پر نہیں آئیں گے' تو وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے خواہ کیسی ہی آیت کیوں نہ آئے حتیٰ کہ وہ عذاب الیم دیکھ لیں گے اور اگر راہ ہدایت اور طریق نجات ان پر ظاہر ہو جائے لیکن کبھی سیدھی راہ اختیار نہیں کریں گے اور اگر ہلاکت و گمراہی کی راہ ان کے سامنے آ جائے تو فوراً اختیار کر لیں گے۔ اب ان کی اس نادانی کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے ان پر عمل نہیں کیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہیں ہماری آیتوں کے ماننے سے انکار ہے اور روز قیامت ہم سے سامنا ہونے کا یقین نہیں اور مرتے دم تک اپنے اسی خیال پر قائم رہے تو ایمان کی معیت میں نیک عمل نہ ہونے کے سبب یہ سارے نیک اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور سلب کر لئے جائیں گے۔ ارشاد ہے کہ ان کے اعمال کی یہی جزا ہے۔ ہم ان کے حسب اعمال جزا دیتے ہیں۔ اگر وہ ایمان کے ساتھ نیکی کرتے تو نیک جزا دیتے اور برائی تو برائی ہی ہے جیسا عمل ویسا بدلہ۔

سامری کا تیار کردہ بچھڑا اور اس کی حقیقت: [آیت:۱۴۸-۱۴۹] بنی اسرائیل میں سے گمراہ لوگوں نے گوسالہ کی پرستش کی تھی۔ سامری نے ان زیورات سے جو قبطیوں سے مستعار لے گئے تھے ان کے سونے چاندی سے بچھڑے کا سا ایک مجسمہ بنایا اور اس کے پیٹ =

❶ صحيح بخاری، کتاب العلم، باب الحياء في العلم قبل حديث ۱۳۰۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾

ع ۱۸/۸

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے ماں جائے ان لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھ کو ان ظالموں کے ذیل میں مت شمار کرو۔[۱۵۰] موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب میری خطا معاف فرمائیے۔ اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔[۱۵۱] بے شک جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی۔ اور ہم افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔[۱۵۲] اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ ان کے بعد توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو تمہارا رب اس توبہ کے بعد گناہ معاف کر دینے والا رحمت کرنے والا ہے۔[۱۵۳]

= کے اندر ایک مٹھی بھر وہ مٹی ڈال دی جو جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں تلے سے حاصل کر رکھی تھی چنانچہ اس بچھڑے کے اندر سے ایسی آواز نکلنے لگی جیسے گائے کی ہوتی ہے۔ یہ سارا کھیل موسیٰ علیہ السلام کے غیاب میں ہوا جب کہ آپ میقات رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے تھے۔ طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس فتنہ سے آگاہ فرما دیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہوتا ہے کہ اے موسیٰ! تمہاری قوم کو تمہارے پیچھے ہم نے آزمائش میں ڈال دیا ہے یعنی سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔ (1) مفسرین نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ گوشت اور خون کا بن چکا تھا اور آواز دینے لگا تھا یا سونے ہی کا بنا ہوا تھا صرف اس میں ہوا داخل ہو گئی تھی اور اس کے اندر سے گائے کی طرح آواز نکلتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ بچھڑا تیار ہونے کے بعد جب گائے کی طرح آواز دینے لگا تو ناچتے ہوئے اس کے اطراف طواف کرنے لگے اور بڑے فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہی ہے تمہارا رب اور موسیٰ کا رب' موسیٰ بھول میں پڑ گئے ہیں' (2) ارشاد ہوتا ہے کہ کیا وہ اتنی سی بات کو نہیں سمجھتے کہ آواز نکالتا ہے تو کیا ہوا وہ تمہاری کسی بات کا جواب دیتا تو ہے نہیں نہ تمہیں کوئی ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع (3) چنانچہ اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ نہ وہ ان سے بات کرتا ہے نہ انہیں کوئی رہنمائی کر سکتا ہے۔ ان گوسالہ پرستوں کو سرزنش ہو رہی ہے کہ

(1) ۲۰/ طٰہٰ:۸۵۔ (2) ۲۰/ طٰہٰ:۸۸۔ (3) ۲۰/ طٰہٰ:۸۸۔

بچھڑے کو لے کر گمراہ ہو گئے خالق السموات والارض کو بھول گئے' ان کی آنکھوں پر جہل و گمراہی کے پردے پڑ گئے ہیں جیسا کہ حضور اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''کہ کسی شے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔'' ❶ اور جب یہ اپنے فعل پر نادم ہوئے اور سمجھ میں آ گیا کہ واقعی ہم گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نہ کرے اور مغفرت نہ فرمائے تو ہم بڑے گھاٹے میں رہیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے گناہ کا اعتراف کیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے زاری کی۔

بعض نے ﴿يَرْحَمْنَا﴾ کے بجائے (ت) سے (تَرْحَمْنَا) اور (تَغْفِرْلَنَا) پڑھا ہے۔ اس طرح ﴿رَبَّنَا﴾ فاعل ہونے کے بجائے منادی ہو جاتا ہے۔

موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کی طور سے واپسی' قوم کا شرک اور ہارون عَلَيْهِ السَّلَام پر اظہار خفگی: [آیت:۱۵۰۔۱۵۴] موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام جب اللہ تعالیٰ سے باتیں کر کے قوم کی طرف لوٹے تو نہایت غضبناک تھے اور رنج و افسوس میں تھے۔ اور کہنے لگے کہ میرے پیچھے گوسالہ کی پرستش کر کے تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے' کیا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو تم جلدی بلا لینا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں سے ہٹا کر مجھے جلدی لوٹانا چاہتے تھے۔ مگر یہی بات مقدر میں تھی۔ اور شدت غضب میں یہ الواح انہوں نے زمین پر ڈال دیں اور بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ الواح زمرد کے تھے یا یاقوت کے یا کپڑے کے یا لکڑی کے۔ اس واقعہ سے دلالت ہوتی ہے اس حدیث پر جو نبی اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ((لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ)) یعنی شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ❷ اور ظاہر سیاق عبارت یہ ہے کہ آپ نے غضبناک ہو کر الواح قوم کے سامنے پھینک دیئے۔ یہ سلف و خلف تمام جمہور کا قول ہے۔ ابن جریر رَحِمَهُ اللهُ نے روایت کی ہے کہ یہ قول غریب ہے اس کی اسناد صحیح نہیں۔ اکثر علما کہتے ہیں کہ یہ رد کرنے کے قابل ہے شاید بعض اہل کتاب کے ذخیرہ سے قتادہ رَحِمَهُ اللهُ نے نقل کر لیا ہو اور اہل کتاب میں تو جھوٹ تصرف کرنے والے بات بنانے والے اور زندیق بہت ہیں۔ بھائی کا سر پکڑ کر گھسیٹا تو اس خیال کے تحت کہ لوگوں کو گوسالہ پرستی سے روکنے میں اس نے کوتاہی کی ہوگی۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ اے ہارون! جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ گمراہی اختیار کر رہے ہیں تو میرے حکم پر چلنے سے تم کو کس نے روکا تھا۔ کیا تمہیں میری نافرمانی کی جرأت ہو گئی۔ تو ہارون عَلَيْهِ السَّلَام نے کہا ''اے میرے ماں جائے میری ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑ کے نہ کھینچو مجھے تو یہ خوف تھا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ میرا انتظار کیوں نہیں کیا اور بنی اسرائیل میں تفرقہ کیوں ڈال دیا' اے بھائی یہ لوگ تو میری پروا نہیں کرتے تھے۔ ❸ مجھے کمزور خیال کر لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل بھی کر دیتے' دشمنوں کو مجھ پر مت ہنساؤ اور ان ظالموں میں مجھے شمار نہ کرو۔'' میری ماں کے بیٹے کے الفاظ اس لئے کہے تا کہ یہ الفاظ اثر انداز ہوں۔ موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کو رحم آ جائے۔ ورنہ وہ تو ان کے ماں باپ دونوں طرف سے سگے بھائی تھے۔ جب حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کو بھائی کی بے قصوری ثابت ہو گئی تو ہارون عَلَيْهِ السَّلَام کو چھوڑ دیا۔ ارشاد ہے کہ ہارون عَلَيْهِ السَّلَام نے پہلے ہی لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ ''اے لوگو! تم فتنے میں مبتلا ہو رہے ہو' تمہارا رب یہ گوسالہ نہیں' بلکہ رحمٰن ہے تم میرے پیچھے چلو اور میری بات سنو۔ ❹ اس لئے تو موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے کہا تھا کہ ''الٰہی! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔ ہم دونوں کو تو اپنی رحمت میں لے لے' تو ارحم الراحمین ہے۔'' رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں ''کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام پر رحم کرے' دیکھنے والے کی بات الگ اور سننے والے کی الگ ہوتی=

---

❶ ابو داود، کتاب الأدب، باب فی الهوی ٥١٣٠ وسنده ضعيف، احمد، ٥/ ١٩٤؛ مسند الشاميين ١٤٥٤ ان سب روایات کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے (الميزان، ٤/ ٤٩٨ رقم ١٠٠٦)   ❷ احمد، ١/ ٢٧١ وهو صحيح، مسند البزار ٢٠٠؛ المعجم الكبير ١٢٤٥١؛ مسند الشهاب، ١١٨٢؛ ابن حبان ٦٢١٣؛ حاكم، ٢/ ٣٢١۔

❸ ٢٠/ طٰہٰ:٩٢، ٩٤۔   ❹ ٢٠/ طٰہٰ:٩٠۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۚ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾

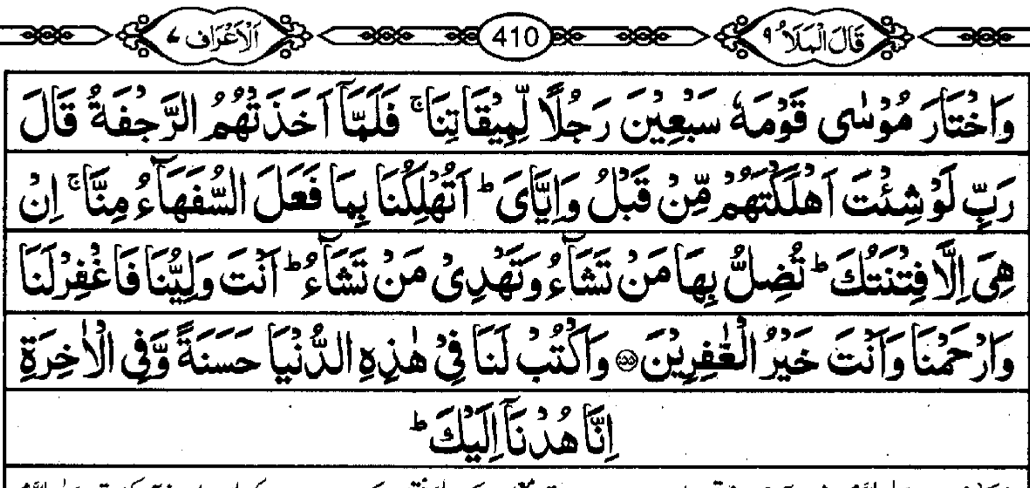
ترجمہ: اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھا لیا اور ان کے مضامین میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔[۱۵۴]

= ہے۔ رب عزوجل نے خبر دی تھی کہ تمہارے پیچھے تمہاری قوم شرک میں مبتلا ہو گئی ہے یہ سن کر انہوں نے الواح نہیں پھینکے اور جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو غصہ کے مارے الواح پھینک دیئے۔" ❶

گوسالہ پرستی سے توبہ کا طریقہ: گوسالہ پرستی کی سزا میں اللہ تعالیٰ کا جو غضب بنی اسرائیل پر نازل ہوا وہ یہ تھا کہ ان کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوئی کہ بحکم الٰہی آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں توبہ پیش کرو کہ باہم اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو۔ اللہ تعالیٰ اسی میں تمہاری بہتری جانتا ہے"۔ اور جب انہوں نے ایسا کیا تو ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ وہ تو رب رحیم ہے۔ ❷ لیکن دنیا میں انہیں ذلت وخواری نصیب ہوئی۔ قولہ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ O﴾ اور یہ ذلت تو ہر مفتری کے لئے یوم قیامت تک رہتی ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی طرح ہر صاحب بدعت ذلیل ہوگا۔ جو بدعت نکالتا ہے اس کو یہی سزا ملے گی۔ مخالفت رسول اور بدعت کا بوجھ اس کے دل سے نکل کر اس کے کندھوں پر آ پڑتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ دنیوی شان وشوکت رکھتا ہو لیکن ذلت اس کے چہرہ پر برستی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت تک یہ سزا جھوٹ باندھنے والے اور افترا کرنے والے کو ملتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ خواہ کیسا ہی گناہ ہو لیکن توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اگرچہ کفر وشرک وشقاق ونفاق ہی ہو۔ حکم ہوتا ہے کہ جو گناہ کے بعد توبہ کر لیں اور ایمان لائیں تو اے رسول رحمت تمہارا رب اس کے بعد بھی غفور رحیم ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں کہ کسی عورت سے زنا کرے پھر اس سے نکاح کر لے تو اس کے بارے میں کیا ہوگا؟ تو اس آیت کی تلاوت کی کہ "جن لوگوں نے برے کام کئے پھر توبہ کر لی' ایمان لائے اور راستی پر آ گئے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی بخشنے والا اور رحیم ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دس بار اس کی تلاوت کی۔ ❸

موسیٰ علیہ السلام' توراۃ اور امت محمدیہ: [آیت:۱۵۴] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ تھم گیا تو انہوں نے تختیاں اٹھا لیں جو شدت غضب کے سبب پھینک دی تھیں۔ یہ حرکت بت پرستی پر غیرت اور غصے کی وجہ سے تھی۔ ارشاد ہے کہ "اس کے اندر ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے اللہ سے ڈرتے ہیں۔" اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ جب انہیں پھینک دیا تو وہ ٹوٹ گئی تھیں۔ پھر انہیں جمع کر لیا اور اسی بنا پر بعض سلف نے کہا ہے کہ ان ٹوٹی ہوئی تختیوں میں ہدایت ورحمت کے احکام درج تھے لیکن تفصیل سے متعلق احکام ضائع ہو گئے۔ گمان کیا گیا ہے کہ اسرائیلی بادشاہوں کے خزانوں میں دولت اسلامیہ کے زمانے تک یہ ٹکڑے موجود تھے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. لیکن اس بات پر دلیل واضح ہے کہ پھینک دینے سے وہ ٹوٹ گئے تھے وہ تختیاں جنت کے جوہر کی بنی ہوئی تھیں۔ اللہ پاک نے خبر دی ہے کہ جب انہیں اٹھا لیا تو اس میں ہدایت ورحمت پائی۔ رہبت کے معنی خشوع وخضوع کے ہیں ﴿أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۚ﴾ سے متعلق =

❶ احمد، ۱/ ۲۷۱ وھو صحیح۔ ❷ ۲/ البقرۃ: ۵٤۔ ❸ الدر المنثور، ۳/ ۵٦٦۔



وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝۱۵۵ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین کے لئے منتخب کیے۔ سو جب ان کو زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اگر آپ کو یہ منظور ہوتا تو آپ اس کے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے۔ کہیں آپ ہم میں سے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے یہ واقعہ محض آپ کی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈال دیں اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں ہیں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں۔[۱۵۵] اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی' ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

= قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یا رب! میں الواح میں لکھا پاتا ہوں کہ ایک بہترین امت ہوگی جو ہمیشہ اچھی باتوں کو سکھاتی رہے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی۔ اے پروردگار! وہ امت میری امت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔ پھر کہا یا رب! ان الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخر میں پیدا ہوگی۔ لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی' اے باری تعالیٰ! وہ میری امت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر کہا یا رب! اس امت کا قرآن ان کے سینوں میں ہوگا دل میں دیکھ کر پڑھتے ہوں گے حالانکہ ان سے پہلے کے سب ہی لوگ اپنے قرآن پر نظر ڈال کر قرآن پڑھتے ہیں دل سے نہیں پڑھتے حتیٰ کہ ان کا قرآن اگر ہٹا لیا جائے تو پھر ان کو کچھ بھی یاد نہیں اور نہ وہ کچھ پہچان سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حفظ کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی امت کو نہیں دی گئی۔ یا رب! وہ میری امت ہو۔ کہا اے موسیٰ! وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر کہا یا رب! وہ امت تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی' وہ گمراہوں اور کافروں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑیں گے' الٰہی وہ میری امت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا رب! الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے کہ وہ اپنے نذرانے اور صدقات خود آپس کے لوگ ہی کھا لیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے تک کی امتوں کا کیا یہ حال ہوگا کہ اگر وہ کوئی صدقہ یا نذر پیش کریں گے اور وہ قبول ہوگی تو اللہ تعالیٰ آگ کو بھیجے گا اور آگ اسے کھا جائے گی اور قبول نہ ہوئی تو رد ہوگئی تو پھر بھی وہ اس کو نہ کھائیں گے بلکہ درندے اور پرندے آ کر کھا جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے صدقے ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے گا۔ یا رب! وہ میری امت ہو تو فرمایا یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔ پھر کہا یا رب! میں الواح میں پاتا ہوں کہ وہ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے گی لیکن عمل میں نہ لا سکے گی تو پھر بھی ایک ثواب کی حقدار ہو جائے گی اور اگر عمل میں لائے گی تو دس حصے ثواب ملے گا بلکہ سات سو حصے تک' اے رب العلمین! وہ میری امت ہو۔ تو فرمایا وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر کہا کہ

الواح میں ہے کہ وہ دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے اور ان کی شفاعت بھی دوسروں کی طرف سے ہوگی اے رب! وہ میری امت ہو تو کہا نہیں یہ احمد ﷺ کی امت ہوگی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے پھر الواح رکھ دیئے اور کہا یا رب! مجھے اس احمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔

کوہ طور پر ستر آدمیوں کی موت: [آیت:۱۵۵] اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو ستر آدمی انتخاب کر لینے کا حق دیا تھا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ایسے منتخب ستر لوگوں کو لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لئے گئے۔ لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو کچھ اس طرح کی کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں وہ کچھ عنایت کر جو اب تک ہم سے پہلے تو نے کسی کو نہ دیا ہو اور نہ ہمارے بعد پھر کسی اور کو دے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزری چنانچہ زلزلے نے انہیں آ گھیرا۔ ❶ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تیس آدمیوں کے ساتھ آنے کے لئے کہا جو گوسالہ کی پرستش کے سبب اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور دعا کے لئے ایک وقت اور مقام قرار دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمی انتخاب کئے جنہیں اعتذار کے لئے اپنے ساتھ لے گئے لیکن جب وعدہ گاہ پر پہنچے تو کہنے لگے کہ اے موسیٰ! ہم تو تم پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے کہ اپنی آنکھوں سے علانیہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں' ❷ تم نے تو اللہ تعالیٰ سے باتیں کر لیں' اب ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کو دکھلا دیجئے۔ اس جسارت کی سزا میں ان پر بجلی گری اور سب وہیں ڈھیر ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے اٹھے اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے تھے کہ اے پروردگار! اب میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا یہ تو ان میں سے اچھے لوگ تھے انہیں بھی تو نے ہلاک کر دیا۔ کاش اے پروردگار تو ان کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔ ❸ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ستر اچھے سے اچھے آدمی چنے تھے اور کہا تھا کہ چلو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اپنی بقیہ قوم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے پاس معذرت پیش کرو' توبہ کرو' روزے رکھو' جسم اور کپڑوں کو پاک کر لو۔ پھر انہیں وقت مقررہ پر طور سینا کی طرف لے چلے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت اور علم سے تھا۔ اب یہ سب ہی ستر افراد جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے' کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ سے تمہاری باتیں ہوتی ہیں ہمیں بھی یہ باتیں سننے دیجئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا' اچھا۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب پہنچے تو وہ ایک بہت ہی گہرے اور امڈے ہوئے بادل کے اندر چھپ گئے' پہاڑ بھی بادل کے اندر ڈھک گیا۔ موسیٰ علیہ السلام بادل میں آئے۔ قوم سے کہا تم بھی قریب تر ہو جاؤ۔ اور موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتے ہوتے تو آپ کے چہرے پر ایک بہت ہی چمکدار نور ضیا بار ہوتا کہ کوئی آپ کے چہرے پر نظر ڈالنے کی قدرت نہ رکھتا۔ اس لئے آپ اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے۔ جب لوگ اس ابر کے قریب آ کر اس میں داخل ہو گئے تو سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کی باتیں سنیں کہ اللہ پاک موسیٰ علیہ السلام کو امر دے رہا ہے اور نہی کر رہا ہے کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو' اور اس سے جب فارغ ہو گئے' ابر ہٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تو اس وقت تم پر ایمان لائیں کہ تم ہمیں علانیہ رب دکھلا دو ❹ اس گستاخی میں انہیں بجلی نے آ پکڑا۔ ان کی روحیں جسم سے نکل گئیں مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے پاس آہ و زاری کرنے لگے کہ اللہ اگر تو انہیں ہلاک ہی کرنا چاہتا تھا تو ان کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دیتا' انہوں نے بیوقوفی کی حرکت کی۔ میرے پیچھے کیا تو بنی اسرائیل کو ہلاک کر دے گا۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون و شبر و شبیر یہ سب مل کر ایک پہاڑ کی وادی کی طرف گئے۔ ہارون علیہ السلام ایک ٹیلے پر کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف لوٹے تو انہوں نے ہارون علیہ السلام کو پوچھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ مر گئے۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں تم نے قتل کیا ہوگا وہ بڑے نرم مزاج اور مرنج و مرنجاں آدمی ==

---

❶ الطبری، ۱۳/ ۱٤۱۔ ❷ ۲/ البقرة:۵۵۔ ❸ الطبری، ۱۳/ ۱٤۱۔ ❹ ۲/ البقرة:۵۵۔

قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔[۱۵۶]

== تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اچھا تم کچھ آدمی چن لو انہوں نے ستر آدمی چن لئے۔ اب ہارون علیہ السلام کی لاش پر گئے اور پوچھا ہارون! تم کو کس نے قتل کیا؟ ہارون علیہ السلام سے آواز آئی "مجھے تو کسی نے بھی قتل نہیں کیا' میں تو اپنی موت مرا ہوں۔" اب یہ لوگ کہنے لگے۔ "اے موسیٰ علیہ السلام! اس کے بعد ہم تم سے کبھی سرکشی نہیں کریں گے۔" سزا یہ ملی کہ انہیں ایک کڑک نے آ لیا۔ موسیٰ علیہ السلام سیدھے اور بائیں بے معنی گردش کرتے اور کہتے کہ اے پروردگار! کیا ان بیہودوں کی گفتگو پر تو ہمیں ہلاک کر دے گا۔ یہ تیری آزمائش تھی تو جس کو چاہے گمراہ کرے جس کو چاہے ہدایت دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زندہ کر دیا اور ان سب کو انبیا بنایا۔

یہ بہت غریب اور نا قابل یقین حدیث ہے راویوں میں عمارہ بن عبید تو بالکل مجہول شخص ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس لئے ان پر عذاب نازل ہوا تھا کہ گوسالہ پرستی کو چپ چاپ دیکھتے رہے تھے اور قوم کو اس شرک سے منع تک نہیں کیا تھا۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بیوقوفوں کا نام دیا تھا اور کہا تھا کہ اے پروردگار! یہ تیرا ابتلا اور امتحان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یوں حمد و ثنا کی کہ یہ تو تیری طرف سے آزمائش ہے تیرا ہی حکم چلتا ہے اور تو جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے' ہدایت و گمراہی تیرے ہی پاس ہے' جسے تو راہ دکھائے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ تو جس سے روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا' ملک کا مالک تو ہی ہے اور حکم کا حاکم بھی صرف تو ہی ہے' خلق و امر سب تیری ہی طرف سے ہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ "اے اللہ تعالیٰ! تو ہمارا ولی ہے ہمیں بخش دے ہم پر رحم فرما۔ تو خیر الغافرین ہے۔" غَفَرَ کے معنی ڈھانپنا' چھپانا اور گناہ پر مواخذہ نہ کرنا' اور غفران کے ساتھ جب رحمت کا جوڑ ہو جائے تو یہ مطلب ہے کہ بخش دینے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ اس کو آئندہ مبتلائے گناہ نہ ہونے دے۔ اے اللہ تعالیٰ! دنیا میں بھی تو ہمیں نیکی دے اور آخرت میں بھی ﴿حَسَنَة﴾ کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے ہم توبہ کرتے ہیں اور تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کا نام یہود اس لئے پڑ گیا کہ انہوں نے ﴿هُدْنَآ اِلَیْكَ﴾ کہا تھا۔

رحمت الٰہی کی وسعتیں: [آیت:۱۵۶] موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ یہ تیرا فتنہ تیرا عذاب ہے' تو ارشاد ہوتا ہے کہ عذاب اسی کو پہنچتا ہے جس کے لئے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کو عذاب ہونا چاہئے ورنہ میری رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے میں جیسا چاہوں کروں۔ ہر بات میں حکمت اور عدل میرا ہی حق ہے۔ رحمت والی آیت بہت عظیم ہے اور سب پر شامل ہے۔ جیسا کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی زبان میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تیری رحمت اور تیرا علم سب پر حاوی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا' اونٹنی کو بٹھا کر باندھ دیا' پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اپنی اونٹنی کھولی' اس پر سوار ہو کر یہ دعا کرنے لگا کہ اے اللہ تعالیٰ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت کر' ہماری رحمت میں کسی کو شریک نہ بنا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "بتاؤ تو یہ زیادہ گمراہ اور بیوقوف ہے یا اس کا اونٹ؟" "تم نے سنا جو اس نے کہا؟ لوگوں ==

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ۧ

ترجمہ: جولوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جولوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔[۱۵۷]

ع ۱۹

= نے کہا' ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ''اس کی بڑی وسیع رحمت ہے' اس نے رحمت کے سو حصے کیے ہیں ایک حصہ ساری خلقت پر تقسیم کیا ہے۔ جن وانس وبہائم سب کو اسی ایک میں سے حصہ ملا ہے اور باقی ننانوے حصے اپنے لئے خاص رکھے ہیں' اب تمہیں بتاؤں کہ ان دونوں میں کون زیادہ بے وقوف ہے۔ ❶ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے ہیں جن میں سے صرف ایک ہی حصہ دنیا میں اتارا' اسی سے مخلوق ایک دوسرے پر ترس کھاتی ہے اور رحم کرتی ہے' اسی سے حیوان اپنی اولاد کے ساتھ نرمی اور رحم کا برتاؤ کرتے ہیں۔ باقی ننانوے حصے اس کے پاس ہی ہیں جن کا اظہار قیامت کے دن ہوگا ❷ اور بروز قیامت اسی حصے کے ساتھ اور ننانوے حصے جو مؤخر ہیں ملا دیئے جائیں گے۔'' ❸ اور روایت ہے کہ ''اسی نازل کردہ ایک حصے میں چرند وپرند بھی شامل ہیں۔ ❹ اللہ تعالیٰ کی قسم! جو بلحاظ دین فاجر ہے جو بہ لحاظ کسب معاش احمق ہے وہ بھی اس میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ بھی جنت میں جائے گا جس کو آگ نے گناہوں کے سبب گھیر رکھا ہو اس کی رحمت قیامت میں ایسی چھا جائے گی کہ ابلیس کو بھی اس میں سے کچھ ملنے کی توقع پیدا ہو جائے گی۔'' ❺ یہ حدیث بہت غریب ہے۔ سعد اس کے راویوں میں ایک غیر معروف شخص ہے۔ میری رحمت کے مستحق وہ ہوں گے جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا' تمہارے رب نے اپنی ذات کے لئے رحمت کو فرض قرار دے لیا ہے۔ پرہیزگاری کرتے ہیں یعنی شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ کہا گیا کہ زکوٰۃ سے زکوٰۃ نفوس مراد ہے یا زکوٰۃ اموال یا یہ کہ دونوں مراد ہوں' کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو مانتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

❶ ابوداود، کتاب الادب، باب من لیست له غیبة، ٤٨٨٥ وسندہ ضعیف ابو عبداللہ جشمی مجہول راوی ہے۔ احمد، ٤/ ٣١٢۔

❷ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ وانها تغلب غضبه، ٢٧٥٣؛ احمد، ٥/ ٤٣٩؛ ابن حبان ٦١٤٦؛ طبرانی، ٦١٢٦۔ ❸ احمد، ٣/ ٥٥، ٥٦ وسندہ حسن اس کی سند عاصم بن بہدلۃ کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے۔

❹ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ما یرجی من رحمة الله یوم القیامة ٤٢٩٤ وهو صحیح؛ احمد، ٣/ ٥٥؛ مسند ابی یعلی ١٠٩٨۔

❺ المعجم الکبیر ٣٠٢٢؛ یہ روایت حماد بن ابی سلیمان کے اختلاط اور تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، ١٠/ ٢١٦۔

رسالت محمد یہ پر ایمان لائے بغیر نجات اخروی ممکن نہیں: [آیت:۱۵۷] جو لوگ نبی امی کی پیروی کرتے ہیں اور مسلمان ہو جاتے ہیں' انہیں اس پیش گوئی کا علم ہے جو ان کی کتابوں توریت وانجیل میں نبی امی سے متعلق لکھی ہوئی ہیں۔ کتب انبیا میں نبی اکرم ﷺ کی صفت مذکور ہے۔ جنہوں نے اپنی اپنی امت کو آپ کی بعثت کی خوشخبری دی ہے اور ان کا مذہب اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان کے علما اور راہب اس چیز کو جانتے ہیں۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ایک بدوی نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں' میں دودھ بیچنے کے لئے مدینے گیا۔ بیع سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا چلو ان (محمد ﷺ) سے بھی مل لوں' اور ان سے کچھ باتیں سنوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہے ہیں' میں بھی پیچھے ہو لیا۔ یہ تینوں ایک یہودی کے گھر پہنچے جو تورات جانتا تھا۔ اس کا لڑکا قریب الموت تھا نوجوان اور خوبصورت۔ وہ اس کے پاس بیٹھا تعزیت نفس کی خاطر توریت پڑھ رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس یہودی سے باتیں کرنے لگے اور کہا کہ ''تمہیں توریت نازل کرنے والے کی قسم ہے سچ بتاؤ اس میں میرا ذکر اور میری بعثت کی خبر بھی ہے کہ نہیں۔'' اس نے سر ہلا کر کہا ''نہیں'' تو اس کا قریب الموت نوجوان لڑکا بول اٹھا کہ توراۃ نازل کرنے والے کی قسم کہ ہم اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کی صفت اور بعثت کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ مسلمان ہے یہودیوں کو یہاں سے ہٹا دو۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کے کفن اور نماز کا انتظام کیا۔ ❶ یہ حدیث جید اور قوی ہے اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہرقل شاہ روم کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے میں اور ایک آدمی بھیجے گئے ہم چلے اور غوطہ دمشق تک پہنچے جبلہ بن ایہم الغسانی کے محل کو گئے۔ وہ صاحب تخت تھا۔ ہمارے پاس ایک سفیر کو بھیجا کہ بات کرے کہ کیا کہنا ہے۔ ہم نے کہا ہم تم سے بات نہیں کریں گے۔ ہم بادشاہ سے بات کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں' اس نے بلا لیا تو اسی سے بات کریں گے۔ ہمیں تم سے کچھ کہنا نہیں ہے۔ اس نے جا کر بادشاہ کو خبر کی۔ اس نے بلا لیا اور کہنے لگا' کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے گفتگو کی اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ سیاہ کپڑے پہنے تھا۔ ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سیاہ کپڑے کیوں ہیں؟ جبلہ نے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ یہ سیاہ لباس نہ اتاروں گا جب تک کہ تم لوگوں کو شام سے نہ نکال دوں۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم یہ تخت تم سے لینے والے ہیں اور ملک اعظم کا ملک بھی ان شاء اللہ ہمارے قبضہ میں آ جائے گا۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اس کی پیش گوئی فرما دی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ دن میں روزہ رکھتے ہیں' راتوں کو نماز پڑھتے ہیں۔ تم بتاؤ تمہارا روزہ کیسا ہے۔ ہم نے پوری طرح بتا دیا تو گویا اس کے چہرے پر سیاہی سی دوڑ گئی۔ اس نے کہا اچھا جاؤ بادشاہ سے ملو' اور ہمارے ساتھ ایک رہبر کر دیا۔ ہم اس کی راہنمائی میں چلے اور جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو ہمارے راہبر نے ہم سے کہا کہ تم ان سواریوں اور اونٹنیوں کو لے کر شہر میں داخل نہیں ہو سکتے تم چاہو تو ہم تمہارے لئے گھوڑے اور خچر مہیا کر دیں۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم تو انہیں پر سوار رہیں گے۔ اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ انہیں دوسری سواریوں پر بیٹھنے سے انکار ہے۔ بادشاہ نے اونٹنیوں پر ہی سوار آنے کی اجازت دے دی۔ ہم اپنی تلواریں لٹکائے بادشاہ کے محل تک پہنچے اپنی سواریاں وہاں بٹھا دیں۔ بادشاہ اپنے محل کے بالا خانے سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ہم نے اترتے ہی کہا (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہماری آواز تکبیر سے سارا محل لرز اٹھا گویا آندھیوں نے اس کو ہلا دیا ہو۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم کو اپنے دین کا اس طرح مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے پھر ہمیں بلا بھیجا۔

---

❶ احمد، ۵/ ۴۱۱ وسندہ ضعیف، ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ابو صخر کو میں نہیں جانتا (مجمع الزوائد، ۸/ ۲۳۴) یہ راوی صحابی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ صحیح حدیث میں یہودی لڑکے کے اسلام لانے کا قصہ مختصراً موجود ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم ۱۳۵۶؛ ابوداود، ۳۰۹۵؛ احمد، ۳/ ۳۸۰۔

ہم داخل دربار ہوئے' وہ اپنی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور پوپ' پادری اور عمائد سلطنت اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی مجلس کی ہر چیز سرخ تھی' سارا ماحول سرخ' اس کے کپڑے بھی سرخ۔ ہم اس کے قریب گئے' وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تم آپس میں جس طرح سلام کر لیا کرتے ہو' مجھے کیوں نہیں کیا؟ اس کے پاس ایک فصیح الکلام عربی جاننے والا ترجمان موجود تھا۔ ہم نے اس کے ذریعہ یہ کہا کہ ہم باہم جو سلام کہہ لیا کرتے ہیں وہ آپ کے سزاوار نہیں اور آپ کا جو طریقہ ادب وسلام ہے وہ ہمارے لئے سزاوار نہیں کہ وہ طریقہ تعظیم وہ شیوہ سلام وکلام ہم آپ کے لئے برتیں۔ اس نے کہا تمہارا باہمی سلام کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے کہا (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ) اس نے پوچھا' تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا انہیں بھی اسی طرح۔ اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح جواب دیتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ بھی یہی الفاظ کہہ کر جواب دیتے ہیں۔ اس نے پوچھا تمہارا امتیازی نعرہ کیا ہے؟ ہم نے کہا (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ) جب ہم نے بہ آواز بلند یہ کہا تو سارا محل لرز گیا۔ حتیٰ کہ وہ گھبرا کر سر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ چھت تو نہیں گرے گی۔ وہ کہنے لگا یہ کلمہ جو تم نے کہا جس سے مکان ہل گیا تو جب کبھی تم اپنے گھروں میں کہتے ہو تو کیا تمہارے گھر بھی کانپ اٹھتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں' ہم نے ایسا کبھی نہیں کیا بجز آپ کے محل کے۔ کہا کیا اچھا ہوتا کہ جب کبھی تم لوگ یہ نعرہ لگاتے تو تمہاری ہر چیز بھی لرز اٹھتی اور اس نعرہ کی زد سے میرا آدھا ملک مارکھا جاتا' اور آدھا رہ جاتا۔ ہم نے پوچھا ایسا کیوں؟ تو کہا یہ آسان ہے اس بات سے کہ امر نبوت مستحکم اور قائم ہو جائے۔ پھر ہم سے آنے کی غرض پوچھی' ہم نے مقصد تبلیغ بتا دیا۔ پوچھا تمہارا نماز روزہ کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے معلوم کرا دیا۔ اس نے اب ہمیں رخصت کیا۔ ہمیں ضیافت خانے میں ٹھہرایا ہماری مہمانی کی۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے۔ پھر ایک رات ہمیں بلا بھیجا۔ ہم گئے پھر ہم سے دریافت کیا' پھر ہم نے اپنا مقصد دہرایا۔ اب اس نے ایک بہت بڑی چیز سونے چاندی سے جڑاؤ منگوائی' اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے اس میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خانہ کا قفل کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک سرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ ایک آدمی کی تصویر تھی جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں' موٹی رانیں' لمبی اور گھنی ڈاڑھی' سر کے بال دو حصوں میں نہایت خوبصورت اور لمبے لمبے۔ کہنے لگا کیا اس کو جانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں۔ کہنے لگا یہ آدم علیہ السلام ہیں ان کے جسم پر بہت بال تھے۔ پھر اور ایک ڈبے کا قفل کھولا۔ اس میں سے بھی ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا۔ اس میں ایک گورے رنگ کے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ گھونگھر والے بال' سرخ آنکھیں' بڑا سا سر' خوبصورت داڑھی۔ کہنے لگا یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے ایک اور تصویر نکالی۔ بہت ہی گورا رنگ خوبصورت سی آنکھیں' کشادہ پیشانی' کھڑا چہرہ' سفید داڑھی' ہنس مکھ صورت' کہا جانتے ہو کہ کون ہیں؟ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور ڈبہ کھولا۔ ایک روشن اور گورے رنگ کی تصویر تھی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ پوچھا کیا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں' یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' تصویر دیکھ کر ہم پر رقت طاری ہو گئی۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کیا یہ وہی ہیں؟ ہم نے کہا ہاں وہی ہیں اس تصویر کو دیکھ کر تم یہ سمجھ لو کہ آپ ہی کو دیکھا ہے۔ پھر کچھ دیر تک اس صورت کو گھورتا رہا۔ پھر کہا یہ آخری ڈبہ تھا۔ لیکن میں نے اس کو سب کے آخر میں بتانے کے بجائے دوسرے ڈبے چھوڑ کر درمیان میں بتا دیا تا کہ تمہاری سچائی کا امتحان کروں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی جو گندم گوں اور نرم صورت تھی۔ گھونگر والے بال' گڑی ہوئی آنکھیں' تیز نظر' غصیلا چہرہ' جڑے ہوئے دانت' موٹے ہونٹ۔ کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے' اس کے متصل ایک اور تصویر تھی جو شکل وصورت میں اس سے مشابہت رکھتی تھی۔ مگر یہ کہ بالوں میں تیل پڑا ہوا کنگھی کی ہوئی' کشادہ پیشانی' آنکھیں بڑی۔ کہنے لگا یہ ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک ڈبہ میں سے ایک تصویر نکالی۔ گندمی رنگ' میانہ قامت'

سیدھے بالوں والا۔ چہرے سے رنج وغضب آشکار۔ یہ لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سفید رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا۔ ایک سنہرے رنگ کا آدمی جس کا قد طویل نہ تھا رخسار ہلکے تھے چہرہ خوبصورت تھا۔ کہا یہ حضرت اسحق علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے سفید ریشمی کپڑا نکال کر ہمیں دکھایا اس کی شکل اسحاق علیہ السلام کی تصویر سے بہت مشابہ تھی مگر اس کے ہونٹ پر تل تھا۔ کہا یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سیاہ کپڑے پر کی تصویر بتائی۔ گورا رنگ بہت خوبصورت چہرہ' چہرے پر نور اور اخلاص وخشوع کے آثار نمایاں' رنگ سرخی مائل' کہا یہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے سفید ریشمی کپڑا نکالا' جس کے اندر کی تصویر آدم علیہ السلام کی تصویر سے ملتی جلتی تھی' چہرے پر آفتاب چمک رہا تھا۔ کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ سرخ رنگ' بھری پنڈلیاں' بڑی آنکھیں' بڑا پیٹ چھوٹا قد' شمشیر آویزاں۔ کہا یہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ موٹی رانیں' لمبے پاؤں' گھوڑے پر سوار' کہا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی' جوان' سیاہ داڑھی' گھنے بال' خوبصورت آنکھیں' خوبصورت چہرہ کہا یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے کہا یہ تصویریں آپ کو کہاں سے ملیں' ہم جانتے ہیں کہ یہ تصویریں ضرور انبیا علیہم السلام کی ہوں گی۔ کیونکہ ہم نے اپنے نبی کی تصویر بھی صحیح پائی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ میری انبیا اولاد کو مجھے بتا تو اللہ تعالیٰ نے ان انبیا علیہم السلام کی تصویریں حضرت آدم علیہ السلام کو دیں' اس کو آدم علیہ السلام نے مغربی ملک میں محفوظ رکھ دیا تھا ذوالقرنین نے اس کو نکالا اور دانیال علیہ السلام کے سپرد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ اپنا ملک چھوڑ دوں اور تم میں سے کسی کمترین کا غلام ہو رہوں' حتیٰ کہ مجھے موت آ جائے۔

اب ہمیں رخصت کر دیا' انعام واکرام دیا' جانے کے انتظامات کر دیئے۔ جب ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیتا تو وہ ضرور ایسا کرتا۔ پھر فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ ''یہود اپنی کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاتے ہیں۔'' ❶ عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے میں نے ملاقات کی اور توریت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پیش گوئی کو دریافت کیا' تو کہا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم توریت میں بھی آپ کا ایسا ہی ذکر ہے جیسے قرآن میں ہے کہ اے نبی! ہم نے تم کو امت کا گواہ بنا دیا اور جنت کی خوشخبری دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا اور عوام کا پشت پناہ بنایا ہے۔ ❷ تم میرے بندے اور رسول ہو تمہارا نام متوکل ہے' تم نہ سخت گیر ہو نہ سنگ دل۔ تم کو اس وقت تک اللہ تعالیٰ نہ بلائے گا جب تک کہ اس غلط راہ چلنے والی قوم کو تم سیدھا نہ کر لو' اور جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور ان کے دلوں سے پردے نہ اٹھ جائیں اور کان سننے اور آنکھیں دیکھنے نہ لگیں۔ پھر عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو یہی سوال ان سے کیا تو بیان میں ایک حرف کا بھی اختلاف نہ پایا سوا اس کے کہ وہ اپنی زبان میں (غُلْفًا) کو (غلوفیًا) اور (صما) کو (صمومیا) اور (عمیًا) کو (عمومیًا) کہتے تھے۔ ❸ لیکن یہ جملے بڑھا دیئے کہ وہ بازاروں میں شور وغل نہ کریں گے' وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہیں' درگزر کر دیتے ہیں' اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ذکر کیا پھر کہا کہ سلف کے کلام میں لفظ توراۃ کا اطلاق عموماً کتب اہل کتاب پر ہوتا ہے اور کتب احادیث میں بھی کچھ ایسا ہی وارد ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں شام کی طرف تجارت کی غرض سے نکلا۔ جب میں ملک شام کے قریب پہنچا تو اہل کتاب میں سے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے ملک میں کوئی شخص نبی آیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا تم اس کی تصویر پہچان سکتے ہو میں نے کہا

---

❶ دلائل النبوة، ۱/ ۳۸۵، ۳۹۰۔ ❷ ۳۳/ الاحزاب: ۴۵۔

❸ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کراھیة السخب فی السوق ۲۱۲۵، ۴۸۳۸۔

ہاں۔تو وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جس میں تصویریں تھیں۔مگر میں نے نبی اکرم ﷺ کی کوئی تصویر نہیں دیکھی۔ہم اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور شخص آیا۔اس نے کہا کیا بات ہے؟ ہم نے خبر دے دی تو وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا۔گھر میں داخل ہوتے ہی میں نے نبی اکرم ﷺ کی تصویر دیکھی اور یہ بھی کہ تصویر میں ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا ہے۔میں نے کہا یہ کون ہے جوان کے پیچھے انہیں تھامے کھڑا ہے؟ اس نے کہا' یہ نبی تو نہیں ہے لیکن اگر ان کے بعد کوئی نبی ہوتا تو یہی ہوتا' ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن یہ ان کا جانشین ہوگا۔ ❶

اقرع موذن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک پادری کو بلا لانے کے لئے بھیجا۔ میں بلا لایا۔اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' کیا تم کتاب میں میرا بھی ذکر پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں کتاب میں آپ کو قرن کہا گیا ہے۔آپ نے اپنا درہ اٹھا کر کہا قرن کیا بات؟ اس نے کہا اس سے مراد ہے'' مرد آہنی'' ''امیر شدید''۔پھر عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اچھا میرے بعد؟ کہا ہاں تمہارا جانشین ایک مرد صالح ہوگا' لیکن وہ اپنے اہل قرابت کو بہت ترجیح دے گا۔تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے'' اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے''۔تین بار کہا۔پھر کہا' اس کے بعد کون؟ کہا' پارہ آہن کی طرح ایک شخص عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔آپ نے اپنا سر پکڑ لیا اور افسوس کرنے لگے۔اس نے کہا یا امیر المومنین وہ خلیفہ صالح ہے لیکن وہ اس وقت خلیفہ ہوگا جب کہ تلوار میان سے نکال لی گئی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا۔ ❷

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نبی نیک باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔یہ رسول اللہ ﷺ کی صفت ہے جو کتب مقدسہ میں درج ہے اور واقعی آنحضرت ﷺ کا یہی حال تھا کہ خیر کے سوا کچھ نہ کہتے اور اسی بات سے روکتے جو شر کی ہوتی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم قرآن میں یہ پڑھو ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ تو کان لگا دو کہ شاید کوئی خیر کا حکم دیا جانے والا ہے' یا کسی شر سے روکا جانے والا ہے۔اور سب سے اہم چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بلا شرکت غیرے عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔تمام انبیا اسی مقصد کے تحت بھیجے گئے تھے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:'' کہ ہم نے ہر قوم کے اندر اپنے پیغمبر بھیجے ہیں کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اور بتوں کی پرستش سے باز رہو۔'' ❸

ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ'' جب تم مجھ سے مروی کوئی حدیث سنو جس کو تمہارے دل مان لیں تمہارے شعور اس سے نرم ہو جائیں اور تم یہ بات محسوس کرو کہ یہ بات تمہاری ذہنیت سے قریب تر ہے تو یقیناً تمہاری بہ نسبت میری ذہنیت اس سے قریب تر ہوگی۔یعنی وہ میری حدیث ہو سکتی ہے اور اگر خود تمہارے دل اس حدیث کا انکار کریں اور وہ بات تمہاری ذہنیت اور شعور سے دور ہو تو سمجھو کہ تمہاری بہ نسبت میری ذہنیت سے دور تر ہوگی اور وہ میری حدیث نہ ہوگی۔'' ❹ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنو' تو اس کے بارے میں وہی گمان کرو جو زیادہ صحیح گمان ہو اور جو زیادہ مبارک ہو اور زیادہ پاکیزہ ہو۔ ❺ ارشاد باری ہے کہ'' اس نے طیبات تمہارے لئے حلال کر رکھے ہیں اور خبائث حرام کر دیئے ہیں'

❶ المعجم الکبیر، ۱۵۳۷، وسندہ ضعیف، المعجم الأوسط ۸۲۲۷ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے دیکھئے (مجمع الزوائد، ۸/ ۲۳۳) ❷ ابوداود، کتاب السنة، باب فی الخلفاء ٤٦٥٦ وسندہ صحیح، الاقرع ثقة واخطأ من قال: لا یعرف۔ ❸ ١٦/ النحل:٣٦۔ ❹ احمد، ٥/ ٤٢٥ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ١/ ١٤٩۔

❺ احمد، ١/ ١٢٢، سنن ابن ماجه، المقدمة، باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ، ٢٠، وسندہ صحیح، دارمی، ٥٩٢ اس کی سند بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ٢/ ٢٨٣)

جیسے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام' یہ حلال ہیں لیکن زبردستی حرام کر رکھے ہیں۔ اس سے اپنی ذات پر اور تنگی کر لی ہے اور جو خبائث اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں' جیسے لحم خنزیر اور ربا اور کھانے کی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی تھیں' انہیں حلال بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ چیز جو حلال کر رکھی ہے اس کا کھانا بدن کو نفع بخشتا ہے دین کا مددگار ہوتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا وہ جسم اور دین دونوں کے لئے مضر ہے۔ وہ لوگ جو عقلی طور پر خوبی اور خرابی کو جانچتے ہیں وہ اسی آیت سے تمسک کرتے ہیں۔ اس تخیل کا جواب بھی دیا گیا ہے لیکن یہاں ان تمام تفصیلات کا محل نہیں ہے اور اسی آیت سے حجت قائم کی ہے ان علما نے بھی جو یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز کی حلت اور حرمت سے متعلق کوئی حدیث نہ ہو تو حلال اور حرام کو جانچنے کا یہ معیار ہو سکتا ہے کہ بہ لحاظ افادیت کس چیز کو عرب مفید اور طیب سمجھتے ہیں اور کس کو خبیث اور مضر سمجھتے ہیں۔ اس تخیل میں بھی بہت کچھ بحث ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ بوجھ جو لوگوں کے دلوں پر تھا رسول اس کو ہلکا کرتے ہیں اور رواج کی جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوئے تھے' رسول ان کو ہٹا دیتے ہیں۔ وہ آسانی اور بخشش و معافی لے کر آئے ہیں۔ جیسے حدیث ہے کہ میں آسان اور آمیزش سے پاک دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ ❶

نبی اکرم ﷺ نے جب معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو امیر یمن بنا کر بھیجا تھا تو ہدایت کی تھی کہ ''خوش مزاج اور خندہ جبیں رہو' لوگ تم سے وحشت پزیر نہ ہوں' ان کے لئے آسانیاں پیدا کرو' تنگی نہ ڈالو۔ لوگوں میں عادت مان لینے کی ہو' اختلافات کی ذہنیت نہ ہو۔'' ❷ حضور اکرم ﷺ کے صحابی ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں آپ کی آسانیاں بخشنے کا خوب مشاہدہ کر چکا ہوں۔ ❸ اگلی امتوں میں بڑی سختیاں تھیں۔ اس امت پر وہ احکام ہلکے کر دیئے گئے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ میری امت سے دل کے خیالات اور ارادوں پر گرفت نہیں کرتا جب تک کہ وہ زبان سے بول نہ دیں یا عمل نہ کر لیں۔'' ❹ فرمایا کہ ''میری امت سے خطا اور نسیان معاف کر دیا گیا ہے۔ بھول چوک سے اگر کچھ کیا ہو یا بہ حالت جبر کیا ہو تو اس کو قابل معافی سمجھا گیا ہے۔'' ❺ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ ❻

صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ اس دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مانگا جاتا ہے تو ہر سوال پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اچھا میں نے دیا' میں نے قبول کیا۔'' ❼ قول باری ہے کہ جو لوگ نبی اکرم ﷺ کی عظمت کرتے ہیں اور ان کے لائے ہوئے کی پیروی کرتے ہیں' یہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

---

❶ اس کی تخریج سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۸۵ کے تحت گزر چکی ہے۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ (یسروا ولا تعسروا) ۶۱۲۴؛ صحیح مسلم ۱۷۳۴؛ احمد، ۳/ ۱۳۱؛ مسند ابی یعلیٰ ۴۱۷۲۔

❸ صحیح بخاری، کتاب العمل فی الصلاۃ باب اذا نفلتت الدابۃ فی الصلاۃ ۱۲۱۱۔

❹ صحیح بخاری، کتاب العتق، باب الخطاء والنسیان فی العتاقۃ والطلاق ونحوہ...... ۲۵۲۸؛ صحیح مسلم ۱۲۷؛ ترمذی ۱۱۸۳؛ احمد، ۲/ ۲۵۵؛ ابن ماجہ ۲۰۴۴؛ ابن حبان ۴۳۳۴۔ ❺ ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی ۲۰۴۵ وھو صحیح، بیہقی، ۷/ ۳۵۶۔ ❻ ۲/ البقرۃ: ۲۸۶۔ ❼ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ تعالیٰ من حدیث النفس والخواطر بالقلب...... ۱۲۶؛ ترمذی ۲۹۹۲؛ احمد، ۱/ ۲۳۳؛ ابن حبان ۵۰۶۹۔



قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٨﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ۔ [۱۵۸]

نبی ﷺ کی عالم گیر نبوت: [آیت:۱۵۸] اے نبی ﷺ! عرب و عجم اور دنیا جہان کے لوگوں سے کہہ دو کہ میں سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ یہ آپ ﷺ کے شرف اور عظمت کی دلیل ہے کہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو گئی اور وہ قیامت تک ساری دنیا کے پیغمبر ہیں۔ اور کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔ تمہیں تنبیہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے ❶ ارشاد باری ہے کہ جو قوم نبی کو نہ مانے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ❷ اور فرمایا کہ "اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب سے کہہ دو کہ اسلام لاتے ہو یا نہیں؟ اگر وہ اسلام لائیں تو ہدایت پائیں گے' ورنہ تمہارا کام تو صرف تبلیغ کرنا تھا۔" ❸ اس مضمون کی اس قدر زیادہ احادیث ہیں کہ شمار دشوار ہے۔ اور دین اسلام کی یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ ساری دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں کچھ تیز گفتگو ہو گئی' ابوبکر نے عمر کو ناراض کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ رنجیدہ واپس ہو گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا' اور وہ عمر رضی اللہ عنہ سے معافی مانگنے کے لئے ان کے پیچھے ہی گئے لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے گھر میں آنے نہیں دیا' دروازہ بند کر لیا۔ اب ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا "تمہارے اس ساتھی نے عمر کو غصہ دلایا ہے۔" پھر عمر رضی اللہ عنہ کو بھی صدیق رضی اللہ عنہ کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دینے پر ندامت ہوئی۔ وہ بھی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ سلام کر کے بیٹھ گئے اور واقعہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے بیان کیا۔ نبی اکرم ﷺ کو عمر رضی اللہ عنہ پر غصہ آ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہی رہ گئے کہ "یا رسول اللہ ﷺ! زیادتی میری ہی طرف سے تھی"۔ لیکن نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے کہ "کیا تم لوگ میرے دوست اور ساتھی کو چھوڑ دینا چاہتے ہو۔ میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میں تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں' تو تم کہتے تھے کہ جھوٹ کہتے ہو اور ابوبکر نے میری تصدیق کر دی تھی۔" ❹

رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک میں رات کی نماز پڑھنے کے لئے اٹھے تو آپ ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کی حفاظت و نگرانی کرنے لگے۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد آپ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا کہ "آج کی رات پانچ چیزیں خصوصیت کے ساتھ مجھے دی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے یہ مخصوص رعایتیں کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں دی گئیں (۱) یہ کہ میں دنیا جہان کے لوگوں کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں اور اس سے پہلے کوئی رسول صرف اپنی قوم ہی کی طرف رسول ہو کر آتا رہا ہے۔ (۲) مجھے صرف رعب ہی سے دشمن پر نصرت حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ میرے اور اس کے درمیان ایک مہینہ بھر کی مسافت کی دوری ہو' مگر اس پر میرا رعب چھا جاتا ہے۔ =

❶ ٦/ الانعام:١٩۔ ❷ ١١/ هود:١٧۔ ❸ ٣/ آل عمران:٢٠۔

❹ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة الأعراف باب ﴿قل يايها الناس اني رسول الله إليكم جميعا......﴾ ٤٦٤٠۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٩﴾

ترجمہ: اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔ [۱۵۹]

= (۳) مال غنیمت میرے اور میری امت کے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ لیکن مجھ سے پہلے مال غنیمت کو کھا جانا گناہ کبیرہ تھا اس کو جلا دیا جاتا تھا۔ (۴) ساری زمین میرے لئے پاک ہے اور مسجد ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت آ یا اسی مٹی سے مسح کیا اور اسی مٹی پر نماز پڑھ لی۔ مجھ سے پہلے کے لوگ صرف اپنے گرجاؤں' کنیسوں اور مندروں ہی میں عبادت کرتے تھے۔ (۵) پانچویں یہ چیز کہ مجھ سے کہا گیا کہ ایک درخواست کی اجازت ہے مانگ لو۔ ہر نبی نے مانگ لیا' میں نے اپنا سوال یوم قیامت پر اٹھا رکھا اور وہ تمہارے لئے ہے اور قائل توحید کے لئے ہے۔'' ❶ اس کی اسناد بہت قوی اور جید ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری امت سے کسی یہودی یا نصرانی نے میرے آنے کی خبر سن لی' مگر مجھ پر ایمان نہیں لایا تو جنت میں نہیں جا سکتا۔'' ❷ یہ حدیث صحیح مسلم میں ایک دوسری طرح سے ہے۔ ❸ مگر سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

قول باری تعالیٰ ہے کہ آسمان وزمین کی بادشاہت اسی کی ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جس نے مجھے بھیجا وہ ہر شے کا خالق ہے' رب ہے' مالک ہے۔ مارنا اور زندہ کرنا اسی کی قدرت میں ہے۔'' حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے نبی امی پر ایمان لاؤ۔ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں تم ان کا اتباع کرو' ان پر ایمان لاؤ' انہیں کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کتب متقدمہ میں انہیں کی بشارت ہے اور کتب سابقہ میں نبی امی ہی کے الفاظ سے آپ کی تعریف کی گئی ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو اس پر اور اس کے کلمات پر ایمان لائے اور اس کی پیروی کرے تو صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا جائے۔

بنی اسرائیل میں ایک جماعت حق پر تھی: [آیت:۱۵۹] آگاہ فرمایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے بھی لوگ ہیں جو امر حق کی پیروی کرتے ہیں حق کی رہبری کرتے ہیں اور عدل وانصاف حق کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ''اہل کتاب میں بھی ایک جماعت ہے جو راتوں کی گھڑیوں میں آیات اللہ کی تلاوت کرتی ہے اور نمازیں پڑھتی ہے۔ اور فرمایا کہ بعض اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ تم پر اور ان پر جو کچھ اترا ہے سب کو مانتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ دوسرے اہل کتاب کی طرح اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو روپے کے لالچ میں نہیں بیچتے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کو بڑا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یہ کلام حق ہے' ہم اب بھی مسلمان ہیں' اس سے پہلے بھی مسلمان تھے۔ انہیں ان کے صبر کا دو دفعہ اجر دیا جائے گا اور فرمایا کہ جنہیں کتاب دی گئی ہے وہ اس کا حق تلاوت ادا کرتے ہیں' یہی مومن لوگ ہیں۔ اور فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے یعنی کتاب' جب یہ کتاب انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے تو سر کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور سجدے میں ان کا خشوع وخضوع بہت بڑھ جاتا ہے۔ بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیا کو قتل کیا اور کفر اختیار کیا تو وہ بارہ گروہ تھے۔ ان میں سے =

❶ احمد، ١/ ٣٠١؛ مسند البزار، ٣٤٦٠، وسنده ضعيف وفي الباب أحاديث أخرى مغنية عنه، مجمع الزوائد، ٨/ ٦٥٨۔

❷ احمد، ٤/ ٣٩٨؛ السنن الكبرىٰ للنسائي، ١١٢٤١؛ مسند الطيالسي ٥٠٩؛ حلية الاولياء، ٤/ ٣٠٨ وسنده صحيح۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب وجوب الايمان برسالة نبينا محمد ﷺ إلى جميع الناس ونسخ الملل بملته ١٥٣۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ: اور ہم نے ان بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو بس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کر لیا اور ہم نے ان پر ابر کو سایہ فگن کیا اور ان کو ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں۔ کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔[۱۶۰] اور جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے اور جھکے جھکے دروازہ میں داخل ہونا ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برآں اور دیں گے۔[۱۶۱] سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔[۱۶۲] اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھیے جب کہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔[۱۶۳]

= ایک گروہ بقیہ گیارہ کے عقائد سے بیزار تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ "اے اللہ! ہم میں اور ان میں تفریق کر دے۔" تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر ان کے لئے ایک سرنگ پیدا کر دی وہ اس پر چلتے رہے یہاں تک کہ اسی راہ ملک چین میں جا نکلے۔ وہاں ہمارے موحد مسلمان تھے جو ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس کے بعد =

النصف · ع ۵

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ: اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کے لئے اور اس لئے شاید یہ ڈر جائیں۔[۱۶۴] سو جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو اس بری بات سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کیا کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا بوجہ اس کے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔[۱۶۵] یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔[۱۶۶]

= بنی اسرائیل سے کہا کہ اب زمین پر رہو بسو۔ اور جب وعدہ آخرت آئے گا تو ہم تمہیں حاضر کریں گے۔ کہتے ہیں کہ سرنگ میں ڈیڑھ سال تک چلتے رہے۔

[آیت: ۱۶۰-۱۶۳] ان تمام آیتوں کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ وہ مدنی سورت ہے اور یہ سیاق آیت مکی ہے۔ ان آیتوں اور ان آیتوں کا فرق بھی ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اصحاب سبت کی حیلہ سازی: اللہ پاک کا قول تھا ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ﴾ یعنی تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو سنیچر کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئے۔ اسی آیت کی روشنی میں یہاں کی آیت کی وضاحت ہو رہی ہے۔ اللہ پاک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ جو یہودی تمہارے پاس ہیں ان سے ان لوگوں کے واقعات دریافت کرو جنہوں نے امر اللہ ہی کی مخالفت کی۔ تو ان کی سرکشی کی کیسی اچانک سزا انہیں دی گئی۔ اور انہیں اس بات کے نتیجہ بد سے ڈراؤ جو تمہاری ان صفات کو چھپاتے ہیں جو اپنی کتابوں میں پاتے ہیں تاکہ دوسرے یہودیوں کو بھی اس عذاب سے سابقہ نہ پڑے جو ان کے اسلاف کو پڑا تھا۔ اس بستی کا نام ایلہ تھا اور یہ بحر قلزم کے کنارے پر واقع تھی۔ اور اس آیت میں کہ ''ان بستی والوں سے پوچھو جو سمندر کے کنارے رہتے ہیں۔'' جس بستی کا ذکر ہے اس کا نام از روئے بیان ابن عباس رضی اللہ عنہما ایلہ تھا۔ جو مدین اور طور کے درمیان واقع ہے اور یہ بھی قول ہے کہ اس کا نام معتا ہے اور وہ مدین اور عینونا کے درمیان ہے ﴿يَعْدُوْنَ﴾ کا مطلب ہے کہ وہ یوم سبت کے بارے میں حکم اللہ ہی کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور اس دن تو وہ مچھلیاں آزادی کے ساتھ چڑھی آتی تھیں اور پانی پر پھیل جاتی تھیں۔ اور جب سنیچر کا دن نہیں ہوتا تھا تو کنارے کے پانی تک ہرگز نہ آتیں۔ یہ ہم نے کیوں کیا؟ صرف اس لئے کہ ان کی فرماں برداری کو آزمائیں کہ صید کی مخالفت والے روز تو مچھلیاں خلاف توقع زد میں رہتی اور جن دنوں شکار حلال ہے چھپ جاتیں۔ یہ ایک آزمائش تھی کیونکہ وہ طاعت اللہ تعالیٰ سے کوتاہی کرتے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حرمت کو توڑنے کے لئے مختلف طریقوں سے حیلے ڈھونڈے اور ممنوع کا ارتکاب کرنے کے لئے چور دروازے سے گھسنا چاہا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''تم نہ کرو جیسا کہ یہود نے کیا کہ حیلے سوچ سوچ

کر حرام کو حلال کر لیا۔'' ❶

بنی اسرائیل کے تین گروہ اور فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر: [آیت:۱۶۴۔۱۶۶] ارشاد ہوتا ہے کہ یہ بستی والے اس خصوص کے اندر تین قسم کے ہو گئے۔ ایک تو وہ کہ ہفتہ کے روز مچھلیاں پکڑنے کا حیلہ اختیار کر کے ممنوع کا ارتکاب کیا۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے ان مرتکبین گناہ کو منع کیا روکا اور اس فعل میں ان سے الگ رہے۔ اور تیسری وہ جماعت جو اس بارے میں بالکل خاموش رہی' نہ خود ایسا کیا نہ کرنے والوں کو روکا بلکہ منع کرنے والوں سے کہا کہ ''ایسے لوگوں کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا اور عذاب دینا چاہتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ مستحق عذاب ہو گئے ہیں نصیحت کا کوئی اثر نہیں لیتے''۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہم تو معذور سمجھے جائیں گے کہ کیوں نہیں روکا تھا۔ کیونکہ اچھی باتیں سکھانا اور بری باتوں سے روکنا چاہیے۔ بعض نے ﴿مَعْذِرَةً﴾ کے بجائے ﴿مَعْذِرَةٌ﴾ پڑھا ہے۔ یعنی یہ معذرت ہے اور بعض نے ﴿مَعْذِرَةً﴾ یعنی ہم معذرت کی خاطر انہیں روکتے ہیں اور کیا عجب کہ وہ اس فعل سے باز آ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس توبہ کر لیں۔ لیکن جب انہوں نے قبول نصیحت سے انکار کر دیا تو جو لوگ اس برائی سے انہیں روک رہے تھے ان کو تو ہم نے بچا لیا اور ان ارتکاب معصیت کرنے والے ظالموں کو ہم نے پکڑ لیا اور انہیں دردناک عذاب دیا۔ یہاں روکنے والوں کی نجات اور گناہ گاروں کی ہلاکت بتائی گئی اور غیر جانب دار لوگوں کے بارے میں سکوت اختیار کر لیا گیا اس لئے کہ جزا ویسی ہی ہوتی ہے جیسا عمل ہوتا ہے اس لئے وہ نہ مستحق مدح ہوئے کیونکہ مدح کے قابل کام نہیں کیا تھا اور نہ مستحق مذمت ہوئے کیونکہ ارتکاب گناہ نہیں کیا تھا۔ پھر بھی ائمہ کا اختلاف ہے کہ کیا ان کی نجات ہوئی ہو گی یا ہلاکت ہوئی ہو گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مچھلیاں ہفتہ کے روز تو بہت آتیں لیکن دوسرے دنوں میں نہ آتیں۔ اس پر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان میں سے بعض لوگ ہفتہ کے روز بھی مچھلیاں پکڑنے لگے تو بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ اس روز تو مچھلیوں کا شکار حرام ہے۔ لیکن ان کی سرکشی قائم رہی۔ لیکن کچھ لوگ انہیں برابر منع کرتے رہے۔ جب اس پر بھی کچھ عرصہ گزر گیا تو روکنے والوں کی ایک جماعت نے ان اپنوں سے کہا کہ ان کم بختوں کو منع کرنے سے کیا فائدہ' ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب متحقق ہو چکا ہے ان کو کیوں نصیحت کرتے ہو۔ یہ لوگ منع کرنے والوں کی بہ نسبت راہ الٰہی میں زیادہ غضبناک تھے۔ چنانچہ منع کرنے والوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے' ہم معذرت کرتے ہیں۔ گویا یہ دونوں جماعتیں بھی منع کرنے والوں کی تھیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے تو یہ دونوں جماعتیں تو بچ گئیں اور یہ چور دروازے سے بھاگنے والے سرکش گنہگار بندر بنا دیئے گئے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا وہ آبدیدہ تھے اور مصحف ان کی گود میں تھا۔ میں اس بات کو اہم سمجھ کر ان کے پاس گیا۔ آگے بڑھ کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا' قرآن کے یہ ورق رلا رہے ہیں۔ سورۂ اعراف زیر تلاوت تھی' کہنے لگے ایلہ کیا ہے جانتے ہو؟ میں نے کہا' ہاں وہ کہنے لگے ایلہ میں یہود لوگ بستے تھے انہیں ہفتہ کے روز مچھلی کے شکار کی ممانعت تھی' ان کی آزمائش کے لئے مچھلیوں کو حکم ہوا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن ہی نکلیں۔ ہفتہ کے دن دریا مچھلیوں سے پر رہتے تھے۔ تر و تازہ موٹی اور عمدہ بہ کثرت مچھلیاں پانی کے اوپر کودتی پھاندتی رہتی تھیں۔ ہفتہ کے سوا دوسرے دنوں میں سخت کوشش کے بعد ملتی تھیں۔ کچھ دنوں تو یہ لوگ اللہ کے حکم ہی کی عظمت کرتے رہے اور انہیں پکڑنے سے رکے رہے۔ لیکن پھر شیطان نے ان کے دلوں میں یہ قیاس ڈال دیا کہ ممانعت تو ہفتہ کے روز مچھلیوں کے کھانے کی ہے تم ہفتہ کو انہیں پکڑ سکتے ہو لیکن کھا نہیں سکتے دوسرے روز کھا لینا۔ یہ خیال ایک جماعت کا ہو گیا۔ لیکن دوسری جماعت نے کہا کہ کھانے اور پکڑنے دونوں کی ممانعت

❶ یہ روایت ابن بطہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ہے غرض یہ کہ اس بحث کے بعد جمعہ کا دن آیا تو یہ لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو لئے ہوئے نکلے۔ ان کی سیدھی طرف روکنے والی جماعت تھی جو ان سے الگ رہی' اور بائیں طرف دوسری جماعت تھی جس نے خاموشی اختیار کر لی۔ سیدھی جانب والوں نے کہا ''دیکھو ہم تمہیں منع کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن جاؤ''۔ اور بائیں طرف والوں نے کہا کہ ''ارے اس ہلاک ہونے والی اور مبتلائے عذاب ہونے والی قوم کو کیا نصیحت کر رہے ہو' یہ کہیں ماننے والے ہیں؟'' اصحاب یمین نے کہا' اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے اس لئے ہم روک رہے ہیں کہ شاید رک جائیں۔ ہماری تو دلی خواہش ہے کہ وہ گرفتار عذاب نہ ہوں اگر وہ باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ لیکن وہ لوگ خطا پر قائم رہے تو انہوں نے کہا اے دشمنان رب آخر تم نے نہ مانا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم کو تو اندیشہ ہے کہ تم کو دن بھی نہ نکلے گا یا تو زمین میں دھنسا دیئے جاؤ گے یا پتھر برس پڑیں گے یا ایسا ہی کوئی اور عذاب یہ منع کرنے والے اور چپ رہنے والے عذاب اللہ سے ڈر کر شہر سے باہر ہی رہ گئے۔ اور یہ گنہگار شہر کے اندر رہے' شہر پناہ کا دروازہ اندر سے لگا لیا اب باہر رہنے والے صبح ہی فصیل کے دروازے پر پہنچے۔ لوگ باہر نکلے ہوئے نہیں تھے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ بہت کچھ کھٹکھٹایا' آوازیں دیں' لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ اب فصیل کہ دیوار کے اوپر سیڑھیاں لگا کر چڑھے' دیکھا کہ یہ سب بندر بنے ہوئے ہیں' ان کی لمبی لمبی دمیں ہیں۔ اب شہر پناہ کا دروازہ کھولا' اندر داخل ہوئے۔ ان بندروں نے اپنے عزیزوں کو پہچان لیا لیکن انسانوں نے اپنے عزیز بندروں کو نہیں پہچانا۔ یہ بندر نزدیک آتے' ان کے پاؤں پر لوٹتے' تو انسان ان سے کہتے کہ کیا ہم تم کو منع نہیں کرتے تھے تو سر ہلا کر کہتے کہ ہاں۔''

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی ''جب انہوں نے نصیحت نہیں مانی' تو منع کرنے والوں کو ہم نے بچا لیا اور ظالموں کو مبتلائے عذاب کر دیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''منع کرنے والوں کو تو میں جانتا ہوں کہ نجات پا گئے لیکن دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں سمجھتا مصیبت تو یہ ہے کہ ہم بھی لوگوں کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن انہیں کچھ نہیں کہتے'' تو عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا' میں آپ پر فدا' یہ دوسرے بھی تو ان گنہگاروں سے بہت ناراض تھے اور ان کی مخالفت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس ہلاک ہونے والی قوم کو نصیحت کر کے کیا کرو گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ عذاب میں شریک نہیں بنائے جا سکتے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خوش ہو کر مجھے دو اچھے کپڑے انعام میں دیئے۔ [1] کہتے ہیں کہ مچھلیاں ہفتہ کے روز ساحل پر بہت دکھائی دیتیں اور جب شام ہو جاتی تو دوسرے ہفتہ کے آنے تک نہ دکھائی دیتیں۔ ایک وقت ایک آدمی جال ڈوریاں اور میخیں لے کر گیا اور وہاں لگا دیا ایک بڑی سی مچھلیاں ہفتہ کے روز اس میں لگ گئی اور ہفتہ کا دن گزرنے پر جب اتوار کی رات آئی تو یہ مچھلی پکڑ کر اور بھون کر کھانے لگا۔ مچھلی کی بو پا کر لوگ اس کے پاس دوڑ آئے۔ اس سے پوچھا' اس نے انکار کیا۔ اور جب بہت اصرار کیا تو کہہ دیا کہ اس نے ایک مچھلی پکڑی تھی۔ اور جب دوسرا ہفتہ آیا تو پھر ایسا ہی کیا اور شب یک شنبہ میں اس کو بھون کر کھایا۔ لوگوں نے مچھلی کی خوشبو پائی تو پھر آ کر پوچھا۔ تو کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسا میں کرتا ہوں۔ کہا' تو کیا کرتا ہے۔ اس نے انہیں اپنا حیلہ بتایا۔ تو دوسرے لوگ بھی اس حیلے پر عمل کرنے لگے۔ حتیٰ کہ یہ بات بہت عام ہو گئی۔ ان کا ایک شہر تھا اس کو ربض کہتے تھے۔ اس شہر کا دروازہ رات میں بند کر لیا کرتے تھے۔

چنانچہ رات ہی رات میں ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔ ان کے پڑوس کے دیہاتی جوان کی بستی کے اطراف ہی رہتے تھے اور صبح طلب معاش میں شہر کے اندر جاتے تھے' تو دروازے کو بند پایا' آوازیں دیں' جواب نہ ملا۔ دیوار کے اوپر چڑھ کر دیکھا تو وہ بندر بن چکے تھے' نزدیک آ رہے تھے اپنے لوگوں سے لپٹ رہے تھے۔ سورۂ بقرہ میں اس کی تفصیل ہم نے بیان کر دی ہے۔ وہاں دیکھ لینا کافی ہے۔

---

[1] حاکم، ۲/ ۳۲۲۔ یہ روایت ابن جریج کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے کہ آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہے گا۔ بلاشبہ آپ کا رب واقعی جلدی ہی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ واقعی بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔[۱۶۷] اور ہم نے دنیا میں ان کی مختلف جماعتیں کر دیں بعضے ان میں نیک تھے اور بعضے ان میں اور طرح تھے اور ہم ان کو خوش حالیوں اور بدحالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آ جائیں۔[۱۶۸] پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو ان سے حاصل کیا اس دنیائے فانی کا مال متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی' حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی مال متاع آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں' کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا اور آخرت والا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیز رکھتے ہیں' پھر کیا تم نہیں سمجھتے[۱۶۹] اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔[۱۷۰]

دوسرا قول ایک یہ بھی ہے کہ ساکت رہنے والے لوگ بھی عذاب میں مبتلا ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ انہیں بھونتے اور کھاتے دیکھ کر بھی منع نہیں کرتے تھے۔ صرف ایک جماعت نے منع کیا تھا۔ حتیٰ کہ ان کا یہ عمل عام طور پر تقلید کیا جانے لگا۔ تو ان بعض لوگوں نے کہا کہ کیوں ان ظالموں کو منع کرتے ہو' انہیں عذاب شدید سے سابقہ پڑنے والا ہے' ہم تو ان کے اس عمل سے سخت ناراض ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ تین فریق تھے ان میں سے صرف منع کرنے والے بچے' باقی دونوں مبتلائے عذاب ہوئے۔ لیکن عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کے بعد پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے قول سے گویا رجوع کر لیا' کیونکہ انہیں انعام میں حلہ اور لباس دیا۔ اور اس قول سے تو یہ رجوع والا قول بہتر ہے کہ سکوت اختیار کرنے والے لوگ بھی نجات پا گئے تھے۔ اور قول باری ﴿اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍ﴾ سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ ان کے سوا دوسرے دو قسم کے جو لوگ بچ گئے انہیں ضرور نجات مل گئی ہوگی۔

﴿بَئِيْسٍ﴾ کے معنی شدید کے ہیں یا الیم کے ہیں یا دردناک ہیں یہ سب معنی آپس میں متقارب ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

﴿ خَاسِئِیْنَ ﴾ کے معنی ذلیل وحقیر کے ہیں۔

یہودیوں کی پوری تاریخ ذلت اور رسوائی ہے: [آیت:۱۶۷-۱۷۰] ﴿ تَاَذَّنَ ﴾ بروزن (تفعّل) اذان سے مشتق ہے یعنی حکم دیا یا معلوم کرایا۔ اور چونکہ اس آیت میں قوت کلام کی شان ہے اس لئے ﴿ لَیَبْعَثَنَّ ﴾ کا (ل) معنائے قسم کا فائدہ دے رہا ہے' اس لئے (ل) کے بعد ہی ﴿ یَبْعَثَنَّ ﴾ لایا گیا۔ ﴿ هُمْ ﴾ کی ضمیر یہود کی طرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم لگا دیا ہے کہ ان یہودیوں پر قیامت تک برا عذاب نازل رہے گا۔ یعنی ان کے عصیان ومخالفت اور ہر بات میں حیلہ جوئی کے سبب انہیں ذلت وحقارت کا عذاب ملتا رہے گا۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سات یا تیرہ سال تک خراج لگا رکھا تھا۔ اور سب سے پہلے خراج آپ ہی نے لگایا۔ پھر ان یہودیوں پر یونانیوں' کشد انیوں' کلد انیوں کا تسلط رہا۔ پھر نصرانیوں کے تحت غضب رہے وہ انہیں ذلیل کرتے رہے' جزیہ اور خراج لیتے رہے۔ اسلام آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنا غلبہ رکھا۔ وہ ذمی تھے جزیہ دیتے تھے۔ پھر آخر کار وہ دجال کے مددگار بن کر نکلیں گے لیکن مسلمان ان کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس غرض میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔ یہ سب قرب قیامت کے وقت ہو گا۔ قولہ ﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ گنہگاروں سے بہت جلد بدلہ لینے والا ہے۔ لیکن وہ بڑا غفور رحیم ہے' جو توبہ کرتا ہے وہ اسے بخش دیتا ہے۔ یہاں بھی وہی بات ہے کہ عذاب اور رحمت دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ ہے' تاکہ عذاب سے ڈرانے کے سبب لوگ یاس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس لئے ترغیب وترہیب دونوں ساتھ ہیں تاکہ لوگ خوف ورجا کے درمیان رہیں۔

یہود ونصاریٰ کے رشوت خور علما اور قاضی: ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو گروہ در گروہ کر کے دنیا میں پھیلا دیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ''اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین پر سکونت پذیر رہو' جب آخرت کا دن آئے گا تو ہم پھر تم سب کو جمع کر لیں گے۔ اس بنی اسرائیل میں اچھے لوگ بھی ہیں اور وہ بھی جو اچھے نہیں' جیسا کہ جن کہتے تھے کہ ہم میں صالح جن بھی ہیں اور غیر صالح بھی ہمارے بھی مختلف فرقے ہوتے ہیں۔ ہم نے انہیں راحت وآرام کا زمانہ اور خوف وبلا کا زمانہ دے کر دونوں طرح آزمایا تاکہ وہ عبرت حاصل کر کے برے کاموں سے باز آ جائیں۔ پھر فرمایا کہ اس کے بعد ان کے جانشین ایسے ناخلف ثابت ہوئے کہ کتاب کے وارث بننے کے باوجود اس دنیا کی تھوڑی سی دولت وشان شوکت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان جانشینوں میں کوئی خیر نہیں یہ توریت تو صرف آپ ہی پڑھنے کے وارث بن گئے دوسروں کو پڑھایا نہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''اس سے نصاریٰ مراد ہیں بلکہ یہ آیت تو اور بھی عام تر ہے نصاریٰ اور غیر نصاریٰ سب حق بات کو بیچتے ہیں اور اس سے دنیاوی کمائی حاصل کرتے ہیں اور اپنے نفس کو یوں بہلا لیتے ہیں کہ پھر توبہ کر لیں گے۔ لیکن اسی جیسی دوبارہ کوئی وجہ پیدا ہو گئی تو پھر حسب سابق دنیا کے عوض دین کو بیچ دیا' آیتوں میں تحریف کر دی' غلط مسئلہ اور غلط فتویٰ بتا دیا' دنیاوی جو چیز بھی حاصل کرنے کی صورت پیدا ہو گئی پھر نہ حلال کو دیکھا نہ حرام کو' لے لیا اور پھر توبہ کرنے کو بیٹھ گئے۔ توبہ کی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگی اور پھر دنیا کا کوئی مال سامنے آیا تو پھر ان کے قدم ڈگمگائے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ بڑے ناخلف لوگ تھے۔ انبیا علیہم السلام کے بعد یہی لوگ توریت وانجیل کے وارث تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں ان سے عہد بھی لے لیا تھا۔'' اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ ان اچھے لوگوں کے بعد ایسے برے جانشین آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اللہ تعالیٰ سے دور دراز امیدیں باندھ رکھیں اور اپنے نفس کو دھوکا دیتے گئے [1] دنیا کمانے کا موقع آیا تو پھر کچھ نہ دیکھا' کوئی چیز گناہ کے ارتکاب سے انہیں نہ روک سکی' جو ملا کھا گئے نہ حلال کی پروا کی نہ حرام کی۔ بنو اسرائیل کا جو قاضی ہوتا تھا وہ مرتشی ہوتا تھا ان ==

---

[1] ۱۹/ مریم:۵۹۔

وَاِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ فَوۡقَهُمۡ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌ ۢ بِهِمۡ‌ ۚ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ۝

ع ۲۱

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح ان کے اوپر معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا اور کہا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ متقی بن جاؤ۔[۱۷۱]

= کے اچھے لوگ اس رشوت خوار حاکم کو نکال کر دوسرے کو لاتے۔ اس کو تاکید رہتی کہ رشوت لے کر مقدمات کا فیصلہ نہ کیا کرے۔ وہ وعدے وعید کر کے جب قاضی اور جج بن جاتا تو دونوں ہاتھوں سے رشوت لینے لگتا اور کہتا کہ ارے اللہ بخشنے والا ہے۔ دوسرے اس پر اعتراض اور طعن تشنیع کرنے لگتے۔ لیکن جب یہ رشوت خوار مرجاتا' یا معزول کر دیا جاتا اور یہی طعن کرنے والا قاضی بنا دیا جاتا تو یہی شخص آپ رشوت لینے لگتا۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ دنیا ان کے پاس آئی اور انہوں نے اسے سمیٹنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا کتاب میں ان سے عہد نہیں لے لیا گیا تھا کہ حق بات کے سوا کوئی دوسری بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنا۔ عہد یہ لیا گیا تھا کہ لوگوں کو حق بات کی تلقین کیا کرنا اور امر حق کو چھپانا نہیں۔ لیکن انہوں نے اس حکم کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑے سے روپیوں کی خاطر آیتوں میں تحریف کر دی یا ان کا غلط مطلب نکال لیا۔ ان کی یہ کمائی کیا بری کمائی ہے ❶ وہ اللہ تعالیٰ سے تمنا رکھتے ہیں گناہوں کی بخشش کی' بخشش کی آرزو تو رکھتے ہیں مگر گناہوں کو چھوڑتے نہیں' توبہ پر قائم رہتے نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہو تو دار آخرت تمہارے لئے بہتر ہے دنیا پر کیوں جان دیئے جاتے ہو' کیا اتنی سی بات سمجھتے نہیں۔ اللہ پاک بڑے اجر کی ترغیب دے رہا ہے اور گناہوں کے نتیجہ بد سے ڈرا رہا ہے۔ یہ دین بیچنے والوں کو کیا ذرا بھی عقل نہیں پھر اللہ پاک ان لوگوں کی تعریف فرماتا ہے جنہوں نے کتاب ربانی سے تمسک کر رکھا ہے جو انہیں اتباع محمد ﷺ کی طرف بلا رہی ہے اور یہ چیز ان کی کتاب توریت و انجیل میں درج ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جو کتاب ربانی کو تھامے ہوئے ہیں اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے ہیں' گناہوں سے باز رہتے ہیں' نمازیں پڑھتے ہیں' تو ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے۔

بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ اور ان کا رویہ: [آیت:۱۷۱] اور جب کہ ہم نے ان کے سروں پر پہاڑ کو مثل سائبان کے لٹکا دیا' جیسا کہ ﴿وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ﴾ ❷ سے ظاہر ہے۔ اس پہاڑ کو فرشتوں نے ان کے سروں پر لا کھڑا کیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام ان کو ارض مقدس کی طرف لے چلے اور غصہ فرو ہو جانے کے بعد تختیاں اٹھالیں' اور فریضہ تبلیغ سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم انہیں سنایا' تو انہیں گراں گزرا اور تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر پہاڑ لا کھڑا کیا جیسے کہ سروں پر چھت ہو اور ملائکہ اس کو تھامے ہوئے تھے اور کہا گیا کہ دیکھو یہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے احکام ہیں اس میں حلال و حرام اور امر و نہی کا ذکر ہے قبول کرتے ہو یا نہیں؟ وہ کہنے لگے سنایئے کیا احکام ہیں۔ اگر یہ فرائض اور حدود آسان تر ہیں تو ضرور قبول کر لیں گے۔ نبی موسیٰ علیہ السلام نے کہا جو کچھ بھی ہو قبول کر لو۔ انہوں نے کہا نہیں' جب تک کہ ہم واقف نہ ہو جائیں کہ کیا حدود و فرائض ہیں' کیسے قبول کر لیں۔ کئی دفعہ یہ سوال جواب رہے۔ آخر کار پہاڑ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آسمان میں اڑتا ہوا ان کے سروں پر چھا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا' رب عزوجل جو کچھ فرماتا ہے' مانتے ہو کہ نہیں' اگر توریت اور اس کے احکام کو نہیں مانو گے تو تمہارے سروں =

❶ ۳/ آل عمران:۱۸۷۔ ❷ ٤/ النسآء:۱٥٤۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں' تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔ [۱۷۲] یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے سو کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں [۱۷۳] ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تا کہ وہ باز آ جائیں۔ [۱۷۴]

= پر پہاڑ گر پڑے گا۔ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ پہاڑ گرا ہی چاہتا ہے تو سجدے میں بائیں رخ پر گر پڑے اور سیدھی آنکھ سے کنکھیوں کے طور پر پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ کہیں گر تو نہیں رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک یہودی جب بھی سجدہ کرتے ہیں اپنے بائیں رخ پر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ سجدہ ہے جو رفع عذاب کی یادگار ہے۔ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے الواح پھینک دیئے تھے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس کے ہاں کی تحریر کردہ تھی تو زمین کا ہر پہاڑ' ہر درخت' ہر پتھر لرز اٹھا اور جنبش میں آ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر یہودی جب توریت پڑھتا ہے تو اپنا سر ہلانے اور جھومنے لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وہ اپنے سر ہلانے لگتے ہیں''۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عالم ارواح اور ایک وعدہ: [آیت: ۱۷۲۔۱۷۴] ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی ذریت کو ان کی پشت سے روز ازل میں باہر نکالا اور انہوں نے اپنے نفوس پر آپ گواہی دے لی کہ اللہ ہمارا رب اور مالک ہے اللہ وہی ہے اور کوئی نہیں۔ چنانچہ یہی اعتراف فطرت انسانی ہے اور یہی ان کی جبلت ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم اپنی پوری توجہ دین حق کی طرف قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اسی فطرت پر انسان کی جبلت بنائی ہے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو جس طرح پیدا کر دیا وہ اسی طرح قائم رہے گی اس میں تبدیلی نہیں ہو گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود اور ہر مخلوق اپنی فطرت پر پیدا ہوئی ہے۔ [1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو شرک سے ہٹا کر پیدا کیا ہے لیکن شیاطین آتے ہیں اور دین حق سے اس کو پھیر دیتے ہیں اور میں نے جو حلال رکھا ہے اس کو حرام کرا دیتے ہیں۔'' [2] اور ایک روایت میں ہے کہ ''ہر مولود اسی مذہب اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی' نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے کہ مویشی بھلے چنگے پیدا ہوتے ہیں کیا کوئی کان کٹا پیدا ہوتا ہے لیکن ان کے کان کاٹ کر ان کو بگاڑ دیتے ہیں۔'' [3] اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوات میں شریک رہا۔ مجاہدین

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین ۱۳۸۵ صحیح مسلم ۲۶۵۸۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا...... ۲۸۶۵؛ احمد، ۴/ ۲۶۶۔

[3] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الروم باب ﴿لا تبديل لخلق الله﴾ ۴۷۷۵؛ صحیح مسلم ۲۶۵۸؛ ترمذی ۲۱۳۸؛ ابن حبان، ۱۳۰۔

نے کافروں کو قتل کر کے ان کے بچوں کو پکڑ لیا۔ اس کی خبر حضور کو ملی۔ آپ ﷺ کو یہ حرکت بہت ناگوار گزری، کہنے لگے: ''لوگوں کو کیا ہوا بچوں کو پکڑ رہے ہیں۔'' کسی نے کہا' یارسول اللہ! کیا یہ مشرکین کے بچے نہیں ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے اچھے سے اچھے لوگ بھی تو مشرکین ہی کی اولاد ہیں۔ کوئی جان ایسی نہیں جو بنائے اسلام پر پیدا نہ ہوتی ہو اور وہ مسلمان ہی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ ماں باپ کی زبان سیکھتے ہیں اور ماں باپ انہیں نصرانی یا یہودی بنا دیتے ہیں۔'' ❶ احادیث میں وارد ہے کہ آدم علیہ السلام کی صلب سے ذریت لی گئی اور انہیں یا تو اصحاب یمین یا اصحاب شمال بنایا اور ان سے گواہی لی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''بہ روز قیامت ایک دوزخی سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تو اگر ساری زمین اور اس کے املاک تمہاری ملک ہوں اور تم سے کہا جائے کہ فدیہ میں یہ سب دے کر کیا نجات حاصل کرو گے؟ تو وہ کہے گا یقیناً ایسا کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تم سے اس سے بہت ہی کم کا مطالبہ کیا تھا۔ میں نے آدم علیہ السلام کی پشت ہی میں تم سے عہد لے لیا تھا کہ کسی کو میرا شریک نہ بناؤ گے لیکن تم شریک کر بیٹھے۔'' ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مقام نعمان میں بروز عرفہ روحوں سے وعدہ لیا گیا تھا اور آدم علیہ السلام کی صلب سے نکال کر انہیں ذروں کی طرح پھیلا دیا گیا تھا اور ان سے یوں گفتگو ہوئی تھی کہ ''بتاؤ! کیا میں تمہارا رب نہیں؟'' سب روحیں کہنے لگیں ''کیوں نہیں ضرور۔'' ❸ جریر سے روایت ہے کہ ضحاک بن مزاحم کا لڑکا مر گیا جو صرف چھ دن کا تھا۔ تو ضحاک نے کہا کہ اے جابر جب تم اس کو لحد میں رکھو تو اس کا چہرہ قبر میں کھلا رکھنا کیونکہ بچے کو بٹھایا جائے گا اور اس سے سوال بھی ہوگا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے ضحاک سے پوچھا کہ تمہارے بچے سے کیا پوچھا جانے والا ہے اور کون پوچھے گا؟ تو کہا اس سے میثاق ازل کے بارے میں سوال ہوگا۔ جب کہ صلب آدم میں روحوں سے اقرار عبودیت لیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا اقرار ہے؟ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب صلب آدم کو چھوا تو اس سے وہ روحیں نکل پڑیں جو قیامت تک نسل آدم سے ہونے والی ہیں۔ پھر ان سے وعدہ لیا گیا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کریں گے اور کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ پھر اللہ پاک ان روحوں کے رزق کا کفیل بنا اس کے بعد صلب آدم میں انہیں واپس کر دیا گیا۔ جب تک یہ اہل میثاق پیدا ہوتے رہیں گے قیامت نہیں آئے گی۔ اب ان میں سے جس کو میثاق آخر سے سابقہ پڑے گا اور وہ اس کو بہ طریق احسن پورا کرے گا تو اسی کو میثاق اول بھی نفع دے سکتا ہے اور جو میثاق آخر میں کامیاب نہیں' اس کو میثاق اول بھی نفع بخش ثابت نہیں ہو سکتا اور جو بچپن ہی میں مر گیا قبل اس کے کہ میثاق آخر کی نوبت آئے اور دنیا میں اچھے اچھے کام انجام دے' تو سمجھا جائے گا کہ وہ میثاق اول یعنی ازل کے وعدہ پر قائم تھا جو بر بنائے فطرت اسلام ہے۔ اس تمام تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان تمام باتوں سے بخوبی واقف تھے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

نبی معظم ﷺ نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے ذریات نکالے تو اس طرح ذریات نکلے جیسے کنگھی کرنے میں بال کنگھی کے اندر ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' تو روحوں نے کہا کہ تو ضرور ہمارا رب ہے۔ فرشتے کہنے لگے کہ ہم گواہ ہیں کہ قیامت کے روز کہیں تم یہ نہ کہہ بیٹھو کہ ہمیں تو اس کا کوئی علم نہیں۔'' ❹

❶ احمد، ۳/ ۴۳۵ وسندہ ضعیف، وصححہ الحاکم، ۲/ ۱۲۳ ووافقہ الذہبی؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۸۶۱۶؛ بدون ذکر الآیة۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریتہ ۳۳۳۴؛ صحیح مسلم، ۲۸۰۵؛ احمد، ۳/ ۱۲۷؛ مسند ابی یعلیٰ، ۴۱۸۶۔ ❸ احمد، ۱/ ۲۷۲ وسندہ حسن، السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱۹۱؛ حاکم، ۱/ ۲۷۱ وصححہ ووافقہ الذہبی۔ ❹ الطبری، ۱۳/ ۲۳۲۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کی پیٹھ پر سے جب ہاتھ پھیرا تو ذریات نکلنا شروع ہو گئے۔ تو فرمایا کہ فلاں فلاں تو جنتی ہیں کیونکہ اہل جنت ہی کا سا عمل کریں گے اور یہ دوزخی ہیں کیونکہ اہل نار کا سا عمل کریں گے۔'' کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب یہ وہیں طے ہو چکا ہے تو پھر عمل کا کیا مقصد رہا؟ تو فرمایا ''کہ اللہ تعالیٰ کا وہی بندہ جنت کے لئے پیدا ہوا ہے جس کے عمل جنتیوں کے سے ہوں گے اور سمجھو کہ دوزخی وہی ہے جو دوزخیوں کے سے کام کرے اور اسی عمل بد پر قبل از توبہ اس کا دم ٹوٹے۔'' ❶

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب روحیں صلب آدم سے ظاہر ہوئیں تو ہر انسان کے ماتھے پر ایک روشنی چمک رہی تھی۔ اس تمام نسل کو آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا اے رب! یہ کون ہیں؟ فرمایا گیا' یہ سب تمہاری نسل ہے۔ ایک شخص کے چہرے پر بہت زیادہ روشنی تھی۔ پوچھا یا رب یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' کہ ایک عرصہ دراز کے بعد تمہاری نسل سے ایک شخص ہو گا جس کو داؤد کہیں گے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا یا رب! اس کی کیا عمر ہو گی؟ کہا ساٹھ برس۔ تو آدم علیہ السلام نے کہا' یا رب! میں نے اپنی عمر میں سے چالیس سال اس کو دے دیئے۔ لیکن جب آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہو گئی ملک الموت آئے تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ ابھی سے کیوں آ گئے ابھی تو چالیس سال میری عمر کے باقی ہیں۔ تو کہا گیا کہ یہ چالیس سال کیا تم نے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیئے تھے۔ تو آدم علیہ السلام نے انکار کیا' چنانچہ ان کی نسل میں بھی انکار کی خو پڑ گئی اور چونکہ آدم علیہ السلام بھول گئے تھے اس لئے بھول چوک بھی اولاد آدم کی خصلت بن گئی اور آدم علیہ السلام سے چونکہ خطا سرزد ہو گئی تھی' اس لئے خطا کرنا بھی اولاد آدم کی فطرت ہے۔ ❷ جب آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت کو دیکھا تھا تو ان میں بیمار بھی تھے' جذامی اور برص والے بھی تھے اندھے وغیرہ بھی تھے۔ آدم علیہ السلام نے کہا' یا رب! یہ ایسے کیوں بنا دیئے گئے۔ فرمایا تاکہ انسان ہر حال میں میرا شکر کرے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا یا رب! یہ کون ہیں جو سرتا پا نور ہیں؟ کہا گیا یہ انبیا علیہم السلام ہیں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اعمال از سر نو نتیجہ آور ہیں' یا جو کچھ طے ہو گیا سو ہو گیا۔ فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ذریت نکالی' پھر انہیں کی اپنی زبان سے توحید اللہ کی گواہی لی پھر دو مٹھیاں ان سے بھریں اور کہا یہ تو ٹھہرے جنتی اور وہ ٹھہرے دوزخی۔ ❸ اگرچہ عمل پر جنت و دوزخ کا انحصار ہے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ اہل جنت کے سے عمل کرنا کس پر آسان رہے گا اور کس پر دوزخیوں کے سے عمل کرنا آسان رہے گا۔ اب اسی بنا پر وہ جنتی یا دوزخی ہوں گے۔ کچھ ہم نے ازل میں انہیں جنتی یا دوزخی نہیں بنایا۔ ان کے اعمال اس کے ذمہ دار ہیں۔ البتہ ہم ابھی سے دونوں کا علم رکھتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہوں گے اور فلاں دوزخی یہ تقسیم ہمارے کہہ دینے کی بنا پر نہیں ہوئی ہے بلکہ عمل کی بنا پر ہوئی ہے۔'' یہ ہم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وضاحت کی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے قسمت بنا دی تو دائیں بائیں روحیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' دونوں نے اعتراف کیا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ پھر دائیں بائیں دونوں طرف کی

---

❶ ابو داود، کتاب السنة، باب فی القدر ٤٧٠٣ وسنده ضعیف سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ ترمذی ٣٠٧٥؛ احمد، ١/ ٤٤؛ حاکم، ١/ ٢٧؛ ابن حبان، ٦١٦٦۔

❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الاعراف ٣٠٧٦ وسنده حسن؛ الطبقات، ١/ ٢٧؛ حاکم، ٢/ ٢٧٦۔

❸ مسند البزار، ٢١٤٠؛ الشریعه للآجری ٣٤٣ وسنده ضعیف، عبدالرحمن بن قتادہ النصری کی معتبر توثیق نامعلوم ہے۔

روحیں مخلوط کردی گئیں۔ کسی نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا یارب! یہ دونوں ممتاز طور پر تھے خلط ملط کیوں کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا' اس میں کوئی حرج نہیں اپنے اپنے عمل کے سبب وہ اب بھی ممتاز رہیں گے۔ ملا دینے پر بھی نیک و بد دونوں کا آپس میں کوئی ملاپ نہیں۔ ہم ایسا نہ کرتے تو قیامت کے دن گنہگار کہتے کہ ہم کو تو اس کا کوئی علم ہی نہیں تھا۔ اور نیک تو کسی صورت میں نہ کہتے۔ اب بات صرف عمل پر رہ گئی ہے تو گنہگاروں کو اعتراض کرنے اور عدم علم کا عذر کرنے کا حق نہیں رہا۔'' ❶ یہ ہم نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وضاحت کی ہے۔ قیامت تک پیدا ہونے والی روحوں کو شکلیں دی گئیں۔ بولنے کی قوت دی' ان سے میثاق لیا' اس میثاق پر آسمان و زمین گواہ بنائے گئے۔ آدم علیہ السلام بھی گواہ ہوئے ورنہ قیامت میں تو وہ صاف انکار کر بیٹھتے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے' کسی کو شریک نہ بناؤ۔ میں تمہارے پاس پیغمبر بھیجوں گا تاکہ وہ تم کو عہد و میثاق یاد دلائے' میں کتابیں بھیجوں گا۔ تو روحوں نے کہا کہ تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں' اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار کیا۔ آدم علیہ السلام ان کے سامنے لائے گئے۔ آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان میں غنی بھی ہیں اور فقیر بھی' خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی۔ کہا گیا یارب! سب لوگ برابر ہی کیوں نہیں پیدا کیئے گئے؟ تو کہا کہ مجھے یہ محبوب تھا کہ دیکھوں شاکر و صابر کون ہے۔ سب ایک ہی جیسے ہوتے تو یہ امتحان کہاں ہوسکتا۔ انبیا ان لوگوں میں نور بھرے چراغ کے سے تھے۔ یہ رسالت و نبوت دوسرا میثاق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے اقرار کے بعد اقرار رسالت بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے نبیوں سے بھی میثاق لیا ہے وہ یہ کہ دین حنیف پھیلانے کے لئے عزم مصمم کرلو جو ایک فطری دین ہے۔ اس اشہاد سے غرض یہ تھی کہ انسان فطرت توحید پر پیدا شدہ ہے۔ اسی لئے ﴿مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ﴾ کہا گیا نہ کہ (مِنْ اٰدَمَ) یعنی نہ صرف آدم بلکہ آدم علیہ السلام کی ساری اولاد فطرت توحید پر مخلوق ہے۔ اور اسی لئے ﴿مِنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ کہا گیا نہ کہ (مِنْ ظَهْرِهٖ) یعنی سب بنی آدم کی نسلوں سے نسل بعد نسل۔ جیسا کہ فرمایا کہ اس نے تم سب کو فرداً فرداً زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ اور فرمایا کہ '' جیسا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا دوسری قوموں کی ذریت سے'' اور خود آپ اپنا انہیں گواہ بنایا جبھی تو گواہی دی کہ '' ہاں تو ہمارا رب ہے'' یعنی حالاً و قالاً دونوں طرح وہ معترف رہے۔ کیونکہ شہادت کبھی تو قول کے ذریعہ ہوتی ہے' کقولہ ﴿قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا﴾ ❷ اور کبھی حال کے ذریعہ ہوتی ہے' کقولہ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ ❸ یعنی مشرکین کو کوئی حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کو بسائیں اپنی ہی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہوئے' یعنی ان کا حال ان کے کفر کا شاہد ہے۔ یہ شہادت قولی شہادت نہیں حالی شہادت ہے اور سوال کبھی قال کے ذریعہ ہوتا ہے' کبھی حال کے ذریعہ' کقولہ ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾ ❹ یعنی تم نے جو کچھ مانگا اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا۔ کہتے ہیں کہ اس بات پر یہ دلیل بھی ہے کہ ان کے شرک کرنے پر یہ حجت ان کے خلاف پیش کی' پس اگر یہ واقع میں ہوا ہوتا جیسا کہ ایک قول ہے تو چاہئے تھا کہ ہر ایک کو یاد ہوتا تاکہ اس پر حجت رہے۔ اگر اس کا جواب یہ ہو کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر پالینا کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو رسولوں ہی کو نہیں مانتے وہ رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو کب صحیح مانیں گے۔ حالانکہ قرآن کریم نے رسولوں کی تکذیب کے علاوہ خود اس شہادت کو مستقل دلیل ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد فطرت اللہ ہی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہ فطرت توحید باری تعالیٰ ہے اسی لئے فرماتا ہے کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہم کو تو اس توحید کا علم ہی نہیں تھا اور یہ کہ شرک تو ہمارے باپ دادوں نے کیا تھا۔ ان کے ایجاد کردہ کام پر ہمیں سزا کیوں ہو۔

---

❶ اس کی سند میں جعفر بن زبیر متروک راوی ہے (المیزان، ۱/ ٤٠٦ رقم: ١٥٠٢) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

❷ ٦/ الانعام:١٣٠۔ ❸ ٩/ التوبۃ:١٧۔ ❹ ١٤/ ابراھیم:٣٤۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾ سَآءَ مَثَلَا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٧٧﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا[۱۷۵] اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔ سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی۔ کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔[۱۷۶] ان لوگوں کی حالت بھی بری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں۔[۱۷۷]

طالب دنیا کا حال کتے کی طرح ہے: [آیت:۱۷۵۔۱۷۷] بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا بلعم ❶ بن باعورا نامی اہل بلقاء میں سے تھا اور وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ یہودی علما کے ساتھ بیت المقدس میں رہتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ اہل یمن میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نشانیاں اور کرامتیں دی تھیں‘ لیکن اس نے ناقدری کی‘ ❷ وہ مستجاب الدعوات تھا‘ اس کی دعائیں قبول ہو جاتی تھیں۔ لوگ مصیبتوں کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے لئے اسی کو آگے بڑھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تبلیغ دین کے لئے ملک مدین کی طرف بھیجا۔ یہاں کے بادشاہ نے اس کو اپنا بنا لیا اس پر بہت سرفرازیاں کیں۔ چنانچہ اس نے اس بادشاہ کے دین کو قبول کر لیا اور دین موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔ اس کا نام بلعام تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ امیہ بن ابی صلت ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے کہنے سے یہ مراد ہو کہ یہ امیہ بھی اسی کے مشابہ تھا اس کو بھی اگلی شریعتوں کا علم تھا لیکن اس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو بھی اس نے پایا تھا آپ کے آیات بینات دیکھے تھے‘ معجزے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے‘ دین الٰہی میں داخل ہوتے ہوئے ہزاروں کو دیکھا‘ لیکن مشرکین کے میل جول ان میں اس کا امتیاز اور وہاں کی سرداری نے اسے اسلام اور قبول حق سے روک دیا۔ اس نے بڑے مرثیے بدر کے کافروں کے ماتم میں کہے ہیں۔ اس کی زبان تو ایمان لا چکی تھی لیکن دل مومن نہیں ہوا تھا۔ یہ سارا بیان ممکن ہے امیہ بن ابی صلت سے متعلق ہو نہ کہ بلعام سے۔

بلعام کا ذکر قرآن میں ہو رہا ہے کہ ہم نے اس کو اپنی آیتیں یعنی کرامتیں بخشی تھیں‘ لیکن وہ ان سے ہٹ گیا یعنی ان سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تین دعاؤں کا حق دیا تھا کہ قبول ہوں گی۔ ایک عورت اور ایک لڑکا اس کا تھا۔ اس کی عورت نے کہا کہ ایک دعا میرے حق میں خاص کر دو۔ اس نے کہا اچھا کہو کیا دعا ہے۔ عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ سارے بنی اسرائیل میں مجھ سے زیادہ حسین کوئی عورت نہ ہو۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی‘ اور وہ حسین ترین عورت بن گئی۔ جب عورت نے یہ محسوس کر لیا کہ اس جیسی

❶ حاکم، ۲/ ۳۲۵، مختصراً جداً وسندہ قوی۔ ❷ الطبری، ۱۳/ ۱۶۰۱۳۔

حسین اب کوئی عورت نہیں' تو شوہر سے بے پروا اور بے رغبت بن گئی اور اس کے خیالات اور اعمال کچھ اور ہی ہو گئے تو بلعام نے دعا کی کہ وہ کتیا بن جائے۔ چنانچہ وہ کتیا بن گئی۔ دو دعائیں ختم ہو گئیں۔ اس کے لڑکے آ کر کہنے لگے کہ ہم سے تو نہیں دیکھا جا سکتا کہ ہماری ماں کتیا ہو' لوگ ہمیں عار دلا رہے ہیں دعا کرو کہ وہ اپنے سابقہ حال پر آ جائے۔ چنانچہ دعا کی اور وہ عورت جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہو گئی۔ اب تینوں دعائیں صرف ہو گئیں۔ یہ روایت غریب ہے۔ اس آیت کا سبب نزول جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک شخص تھا اور وہ جبارین یہود کے شہر کا رہنے والا تھا اسم اعظم جانتا تھا۔ کہا گیا ہے کہ اس کی دعا منجانب اللہ قبول ہوا کرتی تھی۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھا مگر اس کی نبوت چھین لی گئی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا قول ہے لیکن یہ مطلقاً صحیح نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جب شہر جبارین میں آئے تو بلعام کے پاس اس کے لوگ آئے اور کہا کہ موسیٰ ایک مرد آہنی ہے اس کے ساتھ بڑی فوج ہے اگر وہ ہم پر غالب آ جائے تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کی مصیبت ہم سے دور ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اگر میں ایسی دعا کروں تو میرا دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جائیں' لیکن لوگ اس کو تنگ ہی کرتے رہے۔ چنانچہ اس نے ایسی دعا کی' تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بزرگی اور کرامتیں سب اس سے چھین لیں۔ چنانچہ فرمایا ﴿فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ یعنی وہ کرامتوں سے محروم ہو گیا' یہیں سے شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے لئے میدان تیہ کی چہل سالہ گردش ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون علیہ السلام نبی کو بھیجا۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو اپنے نبی ہونے کی خبر دی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ جبارین سے جنگ کرو جبارین نے یوشع علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور تصدیق کی۔ لیکن بنی اسرائیل کا ایک آدمی بلعام نامی نافرمانی کر کے جبارین کے پاس چلا گیا' اور ان سے کہا کہ تم نہ گھبراؤ جب تم لڑنے کے لئے نکلو گے تو میں اپنے بددعا کے ہتھیار سے کام لوں گا اور وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ جبارین کے پاس اس کے دنیوی تمتع کے لئے سب کچھ موجود تھا بجز اس کے کہ وہ ان کی عورتوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ ان عورتوں کی عصمت اس پر چھائی ہوئی تھی وہ صرف اپنی ہی گدھی یعنی عورت سے تعلق رکھتا تھا۔ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا یعنی اس پر چھا گیا۔ اب وہ شیطان کی فرماں برداری کرنے لگا ﴿فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝﴾ یعنی ہالکین حائرین میں سے بن گیا۔ نیک لوگ بھی بعض وقت بد بن جاتے ہیں' چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھ کو تم پر کچھ اس قسم کا اندیشہ ہے جیسے وہ آدمی جو قرآن کا علم رکھتا تھا' قرآن کی برکت اور رونق اس کے چہرے سے ظاہر تھی' اسلامی شان تھی' لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بدبختی نے اس کو آ گھیرا۔ اسلام کے احکام اس نے پس پشت ڈال دیئے۔ وہ اپنے پڑوسی پر تلوار لے دوڑا' یہ الزام لگا کر کہ اس نے شرک کیا ہے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ الزام لگانے والا خطا کار تھا یا جس پر الزام لگایا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''خطا کار الزام لگانے والا تھا۔'' [1]

ارشاد باری ہے کہ اگر ہم چاہتے تو دنیا پرستی کی گندگی سے اس کو بالاتر رکھتے اور جو کرامتیں اس کو دی تھیں ان سے اس کو محروم نہ کرتے لیکن وہ زینت دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور دنیا میں ایسا پھنس گیا جیسے دوسرے بے سمجھ لوگ ﴿لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ وہ شیطان کا ہم کار بن گیا اور پستی اختیار کر لی۔ اس کی سواری نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا لیکن بلعام نے شیطان کو سجدہ کیا۔ ابن سیار سے اس آیت ''اور اس شخص کی خبر پڑھو جس کو ہم نے کرامتیں بخشی تھیں'' کے بارے میں مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لے کر اس سرزمین کا رخ کیا جس میں بلعام رہتا تھا یا شام کا رخ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی فوج کشی سے وہاں کے لوگ گھبرا گئے اور بلعام کے پاس آ

[1] التاريخ الكبير، ٤/ ٣٠١، ٢٩٠٧ وهو حديث حسن؛ المطالب العالية، ٤/ ٢٧٣؛ مسند البزار، ١/ ٩٩۔

کر کہنے لگے کہ موسیٰ اور ان کے لشکر کے لئے بددعا کرو۔ تو اس نے کہا کہ ٹھہرو میں رب سے مشورہ کرلوں۔ چنانچہ اس نے مشورہ کیا یا استخارہ کیا تو اس سے کہا گیا کہ نہیں بددعا نہ کرنا کیونکہ وہ میرے بندے ہیں اور ان میں میرا نبی بھی ہے۔ تو اس نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ میں نے رب سے مشورہ کیا لیکن مجھے بددعا کرنے کی ممانعت ہوئی ہے۔ اب لوگوں نے اس کے پاس بہت سے ہدیے اور تحفے بھیجے' چاہئے تھا کہ وہ قبول نہ کرتا لیکن اس نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد یہ لوگ پھر اس کو مجبور کرنے لگے۔ اس نے کہا اچھا پھر مشورہ کر لوں۔ اب کے اس کو کوئی مشورہ نہ ملا۔ اس نے کہا مجھے کوئی مشورہ نہیں دیا گیا۔ اس لئے بددعا نہ کروں گا لیکن لوگوں نے اس کو بہکایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہی نہ ہوتا تو پہلے کی طرح روک دیتا۔ اب اللہ تعالیٰ خاموش ہے تو گویا تم کو بددعا کی اجازت ہے۔ چنانچہ وہ دھوکا کھا گیا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر کے لئے بددعا کرنے لگا۔ جب بھی وہ بددعا کے الفاظ موسیٰ علیہ السلام کے لئے نکالنا چاہتا تو اپنی ہی قوم کے لئے بددعا کے الفاظ زبان سے نکلتے اور اپنی قوم کی فتح کے لئے الفاظ ادا کرنا چاہتا تو موسیٰ علیہ السلام کی فتح کے الفاظ زبان سے نکل جاتے' یا ان شاء اللہ کا جملہ بھی آخر میں زبان سے نکل جاتا۔ جس کے سبب بددعا مشروط ہونے کے سبب عبث بن کر رہ جاتی۔ لوگ کہنے لگے' ارے تم تو بددعا موسیٰ کے بجائے ہمارے حق میں کر رہے ہو۔ وہ کہتا' میں کیا کروں میری زبان سے بلا ارادہ ایسا ہی کچھ نکل جاتا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اگر بددعا کروں گا بھی تو قبول نہیں ہوگی۔ اب میں تم کو ایک تدبیر بتاؤں جس سے یہ لوگ ہلاک ہو سکتے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کردیا ہے اور فعل زنا سے سخت ناراض ہے اگر یہ لوگ کسی طرح زنا میں مبتلا کر دیئے جائیں تو یقیناً ان کی ہلاکت کی امید ہے۔ چنانچہ ایسا کرو کہ ان کی فوج میں اپنے پاس کی عورتیں بھیج دو۔ یہ تو بیوی بچے چھوڑے ہوئے مسافر لوگ ہیں کیا عجب کہ زنا میں پڑ جائیں اور ہلاک ہو جائیں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ عورتوں کو موسیٰ علیہ السلام کی فوج کی طرف بھیج دیا۔ حتیٰ کہ بادشاہ کی بیٹی بھی نہ چھوڑی۔ شہزادی کو اس کے باپ نے یا بلعام نے تاکید کردی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی کے تصرف میں نہ آنا۔ کہتے ہیں کہ واقعی لوگ زنا میں پڑ گئے۔ شہزادی کے پاس بنی اسرائیل کا ایک سردار آ پہنچا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اس نے کہہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سوا میں اور کسی کو نہ آنے دوں گی۔ سردار نے بتایا کہ میرا عہدہ ایسا برتر ہے اور میری یہ شان و شوکت ہے تو لڑکی نے اپنے باپ کو لکھ بھیجا اور اس بارے میں اس کی ہدایات مانگیں۔ تو اس سے کہا گیا کہ ہاں مان جاؤ۔ وہ دونوں جب مصروف کار تھے تو ہارون علیہ السلام کا ایک بیٹا وہاں پہنچا اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا ایسا مارا کہ دونوں اپنی موجودہ حالت کے اندر ایک ہی نیزہ میں پرو گئے۔ وہ نیزہ بلند کر کے لوگوں کے سامنے آیا اور لوگ دیکھتے رہ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر مرض طاعون کا عذاب بھیجا' جس سے ستر ہزار آدمی مر گئے۔ ابن سیار کا بیان ہے کہ بلعام اپنی گدھی پر سوار ہو کر معلولی تک آیا۔ یہاں سے اس کی سواری آگے نہیں چل رہی تھی وہ اس کو مار رہا تھا اور وہ بیٹھی جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دی اور وہ کہنے لگی کہ مجھ کو کیوں مار رہا ہے' سامنے دیکھ کیا ہے؟ دیکھا تو وہاں شیطان کھڑا تھا وہ اتر کر شیطان کو سجدہ کرنے لگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿فَانْسَلَخَ مِنْهَا﴾ سالم ابو النضر کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جب ارض شام سے بنی کنعان میں آئے تو بلعام کی قوم آ کر ان سے کہنے لگی کہ موسیٰ اپنی قوم کو لے کر ہمارے ملک میں آیا ہوا ہے تاکہ ہمیں قتل کرے اور یہاں انہیں بسائے۔ ہم تمہاری قوم ہیں ہمارا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ تم مرد مستجاب الدعوات ہو اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بددعا کرو! اس نے کہا یہ تمہاری کم بختی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ ان کی مدد پر فرشتے بھی ہیں اور مومنین بھی ہیں' میں کیسے بددعا کروں' میں جو جانتا ہوں سو جانتا ہوں۔ لوگوں نے کہا ہم رہیں کہاں۔ اور ہر گھڑی اس پر دباؤ ڈالتے رہے اور عاجزی کرتے رہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے اس کو فتنے میں ڈال ہی دیا چنانچہ وہ اپنی گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کی طرف چلا جس پر چڑھ کر بنی اسرائیل کے لشکر کو دیکھے۔ اس کو جبل حسبان کہتے ہیں کہ کچھ دور چلا تھا کہ اس کی سواری بیٹھ گئی اتر کر اس کو مارنے لگا۔ کچھ دور

چل کر وہ پھر بیٹھ گئی۔ جب بار بار اس کو مارنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دی اور وہ کہنے لگی کہ ''بلعم! تو مجھے کدھر لئے جا رہا ہے کیا نہیں دیکھتا کہ فرشتے میرے سامنے ہیں' مجھے دھکیل کر پیچھے کی طرف واپس کر رہے ہیں' تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور مؤمنین پر بددعا کرنے کے لئے جا رہا ہے''۔ لیکن وہ باز نہ آیا' اور پھر اس کو مارنے لگا۔ چنانچہ اب کی مرتبہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حسبان نامی پہاڑی پر چڑھ گئی۔ وہ وہاں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام اور مؤمنین کے لئے بددعا کرنے لگے لیکن اس کی زبان الٹ جاتی تھی اور بددعا اپنی قوم کے لئے اور دعا موسیٰ علیہ السلام کے لئے نکلتی تھی۔ کہتے ہیں کہ بدعا کرنے پر اس کی زبان باہر نکل پڑی اور اس کے سینہ پر لمبی ہو کر لٹک گئی۔ اب وہ بول اٹھا کہ میری دنیا بھی گئی اور دین بھی گیا۔ قوم سے کہنے لگا' اب تو صرف مکر و حیلہ ہی سے کام لیا جا سکتا ہے اپنی لڑکیوں کو بناؤ سنگھار کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجو' ان سے کہہ دو کہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ اگر ایک شخص بھی زنا کا مرتکب ہو گیا تو سمجھو تم نے مقصد پا لیا۔ چنانچہ عورتیں بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجی گئیں۔

اہل کنعان کی ایک عورت جس کا نام کسبتی تھا صور کی بیٹی تھی جو قوم کا سردار اور بادشاہ تھا۔ اس عورت کا ملاپ ہو گیا بنی اسرائیل کے ایک سردار سے جس کا نام زمری بن شلوم تھا۔ جو شمعون بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا پوتا تھا اور سردار تھا۔ اس نے اس عورت کو دیکھا تو پسند آ گئی' اس کا ہاتھ پکڑ کے موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور کہنے لگا' موسیٰ تم تو یہی کہو گے کہ یہ تجھ پر حرام ہے اس کے نزدیک نہ ہونا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا' ہاں یہ تجھ پر حرام ہے۔ اس نے کہا موسیٰ! واللہ میں یہاں تو تمہاری بات نہ سنوں گا۔ پھر اس لڑکی کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور ہم بستر رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں طاعون بھیج دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا سردار فنحاص بن عیزار بن ہارون نامی' زمری بن شلوم کی اس حرکت کے وقت وہاں موجود نہ تھا اور اس حرکت سے ساری قوم میں طاعون پھیل گیا۔ یہ سارا واقعہ فنحاص کو معلوم ہوا اس نے اپنا لوہے کا نیزہ اٹھایا اور زمری کے خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ دونوں لیٹے ہوئے تھے۔ دونوں کو ایک ہی نیزے میں پرو لیا اور نیزے کو سر پر بلند کر کے نکلا۔ فنحاص نوجوان اور قوی تھا یہ بوجھ اٹھا لیا اور اٹھائے ہوئے کہتا جا رہا تھا کہ ''اے پروردگار! ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اب طاعون ختم کر دے''۔ طاعون ختم ہو گیا۔ طاعون سے ہلاک ہونے والے بنی اسرائیل اس مدت میں کہ اس نے عورت حاصل کی پھر فنحاص کے ہاتھوں قتل ہوا' ستر ہزار آدمی مر گئے یا کم سے کم بیس ہزار۔ فنحاص کی اسی شکر گزاری میں بنو اسرائیل جب کبھی ذبیحہ کرتے ہیں تو جانور کی سری اور دست اور اپنے پھلوں اور اموال کی پہلی چیز اولاد فنحاص کو نذرانہ کے طور پر دیتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں اختلافات ہیں کہ ''اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اس پر مشقت لا دو تو بھی زبان لٹکائے ہوئے ہانپتا رہے اور چھوڑ دو تو بھی ہانپتا رہے''۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ بلعام کی زبان بھی لٹک کر اس کے سینے پر آ گئی تھی۔ تو اس کی تشبیہ بھی ایسے کتے سے دی گئی ہے جو دونوں حالتوں میں ایک سا ہو کہ اس پر کرامتیں نازل کرو یا رحمتیں ہر دو حالت میں یکساں ہے۔ یا یہ مثال اس کی گمراہی اور گمراہی کی پائیداری میں اور ایمان کی طرف بلانے یا نہ بلانے دونوں حالتوں میں اس سے نفع گیر نہ ہونے کے اندر اس کتے کی سی ہے جو رکید نے اور نہ رکید نے دونوں صورتوں میں زبان لڑکائے ہانپتا رہتا ہے۔ اسی طرح یہ بلعام بھی کہ ایمان کی طرف بلانے سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتا اور نہ بلانے سے بھی نہیں۔ اسی طرح کی ایک بات ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ ''چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' [1] یا اور ایک مثال کہ ''تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو' اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔'' [2] یا یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ کافر اور منافق اور گمراہ کا دل کمزور اور ہدایت سے فارغ ہوتا ہے کتنی ہی کوشش کی جائے ہدایت نہیں پاتا۔

---

[1] ۲/ البقرۃ:۶۔ [2] ۹/ التوبۃ:۸۰۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٧٨﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٧٩﴾

ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے سو ایسے ہی لوگ خسارے میں پڑ جاتے ہیں۔[۱۷۸] اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں یہ لوگ غافل ہیں۔[۱۷۹]

اللہ پاک اپنے نبی کریم ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں کو یہ واقعات سناؤ تاکہ بنی اسرائیل کے حالات سے واقف ہونے کے بعد وہ غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ پر آ جائیں اور یہ سوچیں کہ بلعام کا کیا حال ہوا۔ رب کے علم جیسی زبردست دولت اس نے دنیا کی سفلی راحت پر کھو دی' آخر نہ یہ ملا نہ وہ۔ اسی طرح یہ علما یہود جو اپنی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی ہدایتیں پڑھ رہے ہیں اور آپ کے اوصاف اس میں لکھے پاتے ہیں انہیں چاہیے کہ دنیا کی طمع میں پھنس کر اور اپنے مریدوں کو پھانس کر بھول اور غفلت میں نہ پڑ جائیں ورنہ یہ بھی اسی طرح دین و دنیا سے کھو دیئے جائیں گے انہیں چاہئے کہ اپنی علمیت سے فائدہ اٹھائیں اور تمہاری طاعت کی طرف جھکیں اور دوسروں پر بھی حق بات کو ظاہر کر دیں۔ دیکھو کہ کفار کی کیسی بری مثالیں ہیں کہ کتوں کی طرح کھانے اور شہوت رانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ پس جو بھی علم و ہدایت کو چھوڑ کر خواہش نفس کو پورا کرنے میں لگ جائے وہ بھی کتے جیسا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''بری مثال ہم پر صادق نہیں آنی چاہئے یعنی کسی کو دے کر پھر واپس لے لینے والے کی مثال اس کتے کی سی ہے جو قے کرے پھر اسی کو کھا جائے۔'' 1 اور فرمایا کہ ''انہوں نے آپ اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے'' کیونکہ ہدایت کا اتباع نہیں کیا' دنیا اور دنیا کی لذات میں پھنس گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے۔

ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے: [آیت:۱۷۸۔۱۷۹] جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے' کس کی مجال ہے کہ اس کو ہدایت کرے' اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ہوا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ ((اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَهْدِيْهِ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بھٹکا نہیں سکتا اور اس کے گمراہ کئے ہوئے کو کوئی راہ راست پر لا نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے

1 صحیح بخاری، کتاب الهبة، باب لا یحل لأحد أن یرجع فی هبته وصدقته ۲۶۲۲؛ ترمذی ۱۲۹۸؛ احمد، ۱/ ۱۲۷ اس کے علاوہ اس معنی کی روایت صحیح بخاری ۲۵۸۹؛ ابن ماجه، ۲۳۸۵ میں بھی موجود ہے۔

رسول ہیں۔'' ❶

جسمانی اعضا کا صحیح استعمال نہ کرنے والے جانوروں سے بدتر ہیں: حضور ﷺ کو ایک بار کسی انصار کے لڑکے کے جنازے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! یہ بچہ تو جنت کی ایک چڑیا ہے نہ اس نے کوئی برے کام کیے نہ دوزخ اس کا کوئی ٹھکانہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اے عائشہ! اب مجھ سے بھی کچھ سنو کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور وہ لوگ بھی پیدا کیے جو اہل جنت ہوں گے۔ اور یہ مستحقین جنت اسی روز قرار دیئے گئے کہ ابھی صلب آدم ہی میں تھے اور دوزخ اور اہل دوزخ پیدا کیے گئے اور ابھی وہ صلب آدم ہی میں تھے۔'' ❷

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ پاک رحم مادر میں ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو چار باتیں اس سے متعلق لکھ دیتا ہے۔ اس کا رزق، اس کی عمر، اس کے اعمال اور نیک یا بد۔ ❸ اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ آدم علیہ السلام کی صلب سے جب اللہ تعالیٰ نے ذریت کو نکالا تو اصحاب یمین اور اصحاب شمال دو فریق بنائے ایک جنت کے لئے اور ایک دوزخ کے لئے۔ اور فرمایا مجھے اس کی پروا نہیں کہ کون اپنے کو مستحق جنت بنا رہا ہے اور کون مستحق دوزخ۔ اس بارے میں احادیث کثرت سے وارد ہیں اور مسئلہ تقدیر ایک اہم مسئلہ ہے یہاں مزید وضاحت کی گنجائش نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے دل تو ہیں لیکن وہ نہیں سمجھ سکتے، آنکھیں ہیں اور دیکھتے نہیں، کان ہیں اور سنتے نہیں، یہ چیزیں جن کو ہدایت حاصل کرنے کے لئے سبب بنایا گیا تھا۔ ان سے کچھ بھی منتفع نہیں ہوتے جیسا کہ فرمایا ''انہیں کان، آنکھ، دل دیئے گئے لیکن اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ ان چیزوں سے انہوں نے کام نہیں لیا اور آیات اللہ ہی کا انکار کر بیٹھے۔'' منافقین کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ ❹ اور کافروں کے حق میں ہے ﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝﴾ ❺ اور فرمایا کہ ''اگر اللہ بروں میں کوئی خیر معلوم کرتا تو ضرور ان کو سننے کے قابل بناتا تو ضرور وہ ہدایت پاتے۔'' اور فرمایا کہ ''آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا کہ ''جس نے وحی رحمان سے روگردانی کی تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور ہر وقت اس سے لگا لپٹا رہتا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور گمان یہ کرتے ہیں کہ یہی ٹھیک راہ پر ہیں۔'' اب یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں کہ نہ حق بات کو سنتے ہیں نہ حق کی مدد کرتے ہیں، نہ ہدایت کو دیکھتے ہیں اور اپنے حواس خمسہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے سوائے اس کے کہ دنیوی حیات کے اندر اس سے فائدہ اٹھا لیا جیسا کہ فرمایا کہ کافروں کی مثال اس جانور جیسی ہے جو کہ راعی کے الفاظ کو تو نہیں سمجھتا صرف آواز کو سنتا ہے کہ انہیں بھی ایمان کی طرف بلایا جائے تو اس کی افادیت کو تو نہیں سمجھتے البتہ آواز سن پاتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ یہ ان جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں کہ جانور اپنے راعی کی بات اگرچہ نہ سمجھیں لیکن اس کے بلانے پر اس کا رخ تو کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان جانوروں سے نہ سمجھ سکنے کا فطری و خلقی فعل سرزد ہوتا ہے یا تو از روئے طبیعت یا سدھانے کی بنا پر، برخلاف کافر کے کہ وہ تو بلا شرکت =

---

❶ ابو داود، کتاب النکاح، باب فی خطبة النکاح، ۲۱۱۸ وسندہ ضعیف ابوعبیدہ کی اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے نیز ابو اسحاق السبیعی مدلس راوی کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ ترمذی، ۱۱۰۵؛ نسائی، ۳۲۷۹؛ ابن ماجه، ۱۸۹۲؛ احمد، ۱/ ۴۳۲؛ بیهقی، ۳/ ۲۱۴۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة ۲۶۶۲؛ ابو داود، ۴۷۱۳؛ ابن ماجه، ۸۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۴۵۵۳؛ احمد، ۶/ ۴۱؛ ابن حبان، ۱۳۸۔

❸ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ۳۲۰۸؛ صحیح مسلم، ۲۶۴۳؛ ابو داود، ۴۷۰۸؛ ترمذی، ۲۱۳۷؛ ابن ماجه، ۷۶؛ احمد، ۱/ ۳۸۲؛ ابن حبان، ۶۱۷۴۔ ❹ ۲/ البقرة:۱۸۔ ❺ ۲/ البقرة:۱۷۱۔



وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٨٠

ترجمہ: اور اچھے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ تعالیٰ ہی کو موسوم کیا کرو۔ اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔ [۱۸۰]

= غیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا تھا لیکن اس نے کفر اور شرک کیا اور اسی لئے جس نے اللہ تعالیٰ اطاعت کی وہ بروز قیامت ملائک سے بھی افضل ہے اور جس نے کفر کیا وہ جانور بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔

اللہ کے اسمائے حسنیٰ کی تعداد اور فضیلت: [آیت:۱۸۰] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں' ایک کم سو' جوان کا ورد رکھے گا وہ جنت میں جائے گا اللہ تعالیٰ وتر ہے اس لئے عدد میں بھی وتر ہی کو پسند کرتا ہے۔ ❶ وہ نام ہائے پاک یہ ہیں۔

((هُوَاللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَالرَّحْمٰنُ ' الرَّحِيْمُ' الْمَلِكُ' الْقُدُّوْسُ' السَّلَامُ' الْمُؤْمِنُ' الْمُهَيْمِنُ' الْعَزِيْزُ' الْجَبَّارُ' الْمُتَكَبِّرُ' الْخَالِقُ' الْبَارِئُ' الْمُصَوِّرُ' الْغَفَّارُ' الْقَهَّارُ' الْوَهَّابُ' الرَّزَّاقُ' الْفَتَّاحُ' الْعَلِيْمُ' الْقَابِضُ' الْبَاسِطُ' الْخَافِضُ' الرَّافِعُ' الْمُعِزُّ' الْمُذِلُّ' السَّمِيْعُ' الْبَصِيْرُ' الْحَكَمُ' الْعَدْلُ' اللَّطِيْفُ' الْخَبِيْرُ' الْحَلِيْمُ' الْعَظِيْمُ' الْغَفُوْرُ' الشَّكُوْرُ' الْعَلِيُّ' الْكَبِيْرُ' الْحَفِيْظُ' الْمُقِيْتُ' الْحَسِيْبُ' الْجَلِيْلُ' الْكَرِيْمُ' الرَّقِيْبُ' الْمُجِيْبُ' الْوَاسِعُ' الْحَكِيْمُ' الْوَدُوْدُ' الْمَجِيْدُ' الْبَاعِثُ' الشَّهِيْدُ' الْحَقُّ' الْوَكِيْلُ' الْقَوِىُّ' الْمَتِيْنُ' الْوَلِىُّ' الْحَمِيْدُ' الْمُحْصِىْ' الْمُبْدِئُ' الْمُعِيْدُ' الْمُحْىِ' الْمُمِيْتُ' الْحَىُّ' الْقَيُّوْمُ' الْوَاجِدُ' الْمَاجِدُ' الْوَاحِدُ' الْاَحَدُ' الْفَرْدُ' الصَّمَدُ' الْقَادِرُ' الْمُقْتَدِرُ' الْمُقَدِّمُ' الْمُؤَخِّرُ' الْاَوَّلُ' الْاٰخِرُ' الظَّاهِرُ' الْبَاطِنُ' الْوَالِىْ' الْمُتَعَالِىْ' الْبَرُّ' التَّوَّابُ' الْمُنْتَقِمُ' الْعَفُوُّ' الرَّؤُفُ' مَالِكُ الْمُلْكِ' ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ' الْمُقْسِطُ' الْجَامِعُ' الْغَنِىُّ' الْمُغْنِىُّ' الْمَانِعُ' الضَّارُّ' النَّافِعُ' النُّوْرُ' الْهَادِىْ' الْبَدِيْعُ' الْبَاقِىْ' الْوَارِثُ' الرَّشِيْدُ' الصَّبُوْرُ)) ❷

یہ حدیث غریب ہے۔ کچھ کمی زیادتی کے ساتھ اس طرح یہ نام ابن ماجہ کی حدیث میں بھی وارد ہیں۔ ❸ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ یہ نام راویوں نے قرآن میں سے چھانٹ لئے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ یاد رہے کہ یہی ننانوے نام ہی اللہ تعالیٰ کے ہوں اور نہ ہوں یہ بات نہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے بھی کوئی غم و رنج پہنچے اور وہ یہ دعا کرے۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ عَبْدُكَ' اِبْنُ عَبْدِكَ' اِبْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِىْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِىَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِىَّ قَضَآؤُكَ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ وَاَنْزَلْتَهٗ فِىْ كِتَابِكَ اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِىْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ =

❶ صحيح بخاری، كتاب الدعوات، باب لله مائة اسم غير واحدة، ٦٤١٠؛ صحيح مسلم، ٢٦٧٧؛ ترمذی، ٣٥٠٦؛ ابن ماجه، ٣٨٦٠؛ احمد، ٢/ ٢٦٧؛ ابن حبان، ٨٠٧۔ ❷ ترمذی، كتاب الدعوات، باب حديث فی اسماء الله الحسنی مع ذكرها تماما، ٣٥٠٧ وسنده ضعيف ولید بن مسلم مدلس کے سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔

❸ ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب اسماء الله عزوجل، ٣٨٦١ وسنده ضعيف اس کی سند میں عبدالملک بن محمد صنعانی ضعیف راوی ہے۔ (الميزان، ٢/ ٦٦٣)

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ: اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اس کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔[۱۸۱] اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔[۱۸۲] اور ان کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔[۱۸۳]

=تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجِلَآءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ)) کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم یاد نہ کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''بلکہ جو بھی اسے سنے چاہئے کہ یاد کر لے۔'' ❶ بعض لوگوں نے تو قرآن و سنت سے اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام نکالے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جانے بھی دو ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں کہ یہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ''لات'' کا لفظ بھی شریک کر دیتے ہیں کہ لات کو اللہ تعالیٰ کا مونث لفظ بتاتے ہیں کہ عزیٰ کو عزیز کا لفظ۔ یہ دونوں نام کافروں کے پاس مونث خداؤں کے ہیں۔ الحاد کے معنی تکذیب کے ہیں اور کلام عرب میں اعتدال سے ہٹنے کو کہتے ہیں۔ لحد بہ معنی قبر اسی سے ہے کیونکہ قبلہ کی طرف رخ پھیر کر بنائی جاتی ہے۔

ایک جماعت قیامت تک حق پر ہے: [آیت:۱۸۱۔۱۸۳] ہماری پیدا کردہ قوموں میں سے بعض قوم قولاً و عملاً حق پر قائم ہے' حق بولتی ہے اور حق کی طرف بلاتی ہے اور از روئے حق ہی فیصلہ کرتی ہے۔ اس امت سے مراد امت محمد یہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ جب اس آیت کو پڑھتے تھے تو فرماتے تھے کہ ''یہ تم ہو اور وہ قوم جو تم سے پہلے گزری یعنی قوم موسیٰ کہ یہ لوگ بھی دوسروں کو حق کی طرف بلاتے تھے ❷، ❸ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک قوم حق پر قائم رہے گی حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں' ❹ اور وہ جماعت حق پر غالب رہے گی' ان کا کوئی مخالف ان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور قیامت کے آنے یا وہ اپنے مرنے تک اس پر کار بند رہیں گے۔'' ❺

کثرت رزق باعث وبال بھی ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے ابواب رزق کھل جائیں گے۔ دنیوی مفاد زیادہ ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ اسی دھوکے میں رہیں گے اور یہ گمان کرنے لگیں گے کہ ان کی ہمیشہ یہی حالت رہے گی۔ جیسا کہ فرمایا ''انہوں نے جب ہماری یاد بھلا دی تو ہم نے ابواب رزق ان پر کھول دیئے اور جب وہ غرور میں اتر آئے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا اور وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔ ان ظالموں کی نسل ہی قطع کر دی گئی۔ حمد کے لائق تو اللہ رب العالمین ہی ہے ❻ اسی لئے فرمایا کہ ہم انہیں ڈھیل دیتے ہماری سیاست بہت قوی ہوتی ہے۔

---

❶ احمد، ۱/ ۳۹۱ وسندہ حسن، مسند ابی یعلیٰ ۵۲۹۷؛ حاکم، ۱/ ۵۰۹؛ ابن حبان ۹۷۲۔

❷ ۷/ الاعراف:۱۵۹۔ ❸ الطبری، ۳/ ۲۸۶ یہ روایت معضل یعنی ضعیف ہے۔

❹ الدر المنثور، ۳/ ۲۷۲۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ۲۸، ۳۶۴۰؛ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ ﷺ ((لا تزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق......)) ۱۹۲۰۔ ❻ ۶/ الانعام:۴۴، ۴۵۔



اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ: کیاان لوگوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہےان کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔[۱۸۴] اور کیاان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو۔ پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔[۱۸۵]

نبی اللہ کے سچے رسول ہیں: [آیت:۱۸۴۔۱۸۵] ان تکذیب کرنے والوں نے یہ بھی غور نہ کیا کہ ان کے رفیق (حضرت محمد ﷺ) کو درحقیقت کوئی جنون نہیں' (1) بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حق کی طرف بلاتے ہیں۔ جس شخص کو عقل سلیم ہے اور اس سے کام لینا چاہتا ہے' وہ اس کو صاف صاف تنبیہ کرنے والے ہیں اور فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تبلیغ کے لئے ایک ایک اور دو دو مل کر کھڑے ہو جاؤ پھر اس بات پر تو کچھ غور کرو کہ تمہارے رفیق کو جنون نہیں' بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب شدید سے ڈرانے والے ہیں (2) اللہ تعالیٰ سے خلوص اختیار کرو۔ تعصب و عناد کو چھوڑ دو اگر تم ایسا کرو گے تو حقیقت تم پر کھل جائے گی کہ یہ رسول سچے ہیں اور خیر خواہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے۔ قریش کو جمع کیا اور ایک ایک قبیلہ کا نام لے لے کر بلانے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب اور حادثات متوقعہ سے انہیں ڈرایا تو بعض بیوقوف کہنے لگے کہ یہ تو کچھ دیوانے سے معلوم ہوتے ہیں۔ صبح تک بکواس کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت اتری تھی۔

موت کا علم نہیں' حق کو قبول کر لینا چاہیے: ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری نشانیوں کو جھٹلانے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہمیں کیسا غلبہ حاصل ہے آسمانوں اور زمین پر اور ان میں جو کچھ ہے ان سب پر۔ انہیں چاہیے تھا کہ اس پر تدبر و تفکر کرتے اور عبرت لیتے اور اس نتیجہ پر پہنچتے کہ یہ سب اس کا ہے' جس کا کوئی نظیر و شبیہ نہیں وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت اور خلوص صرف اسی سے برتیں اور اس کے رسول کی تصدیق کریں' اس کی طاعت کی طرف جھک جائیں' بتوں کو نکال پھینکیں اور اس بات سے ڈریں کہ موت قریب ہے اگر کفر ہی پر مر جائیں گے تو عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اب اس کے بعد پھر اور کونسی تخویف اور ترہیب چاہیے کہ جو دھمکی آئی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہے اگر وہ اس وحی و قرآن کی تصدیق نہ کریں جو حضرت محمد ﷺ نے پیش کی ہے تو پھر کس بات کی تصدیق کریں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''شب معراج میں میں نے دیکھا کہ آسمان ہفتم تک جب میں پہنچا تو اوپر نظر کی تو رعد و برق دیکھے۔ اور ایسی قوم پر سے میرا گزر ہوا جن کے پیٹ مٹکوں کی طرح پھولے ہوئے تھے ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں ==

(1) ۸۱/ التکویر:۲۲۔ (2) ۳۴/ سبا:۴۶۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔[۱۸۶] یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا۔ وہ تم پر محض اچانک آ پڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۱۸۷]

= اور جب اس پہلے آسمان پر اترا تو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف نظر ڈالی تو ایک دھند اور دھواں تھا اور شور و غوغا برپا تھا۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ تو کہا یہ وہ شیاطین ہیں جو انسانوں کی آنکھوں کے سامنے گھومتے رہتے ہیں اور آڑ بن جاتے ہیں تاکہ ارض و سماء کے ملکوت میں انسان نظر ہی نہ کر سکے اگر یہ حائل نہ ہوتے تو انسان آسمان کی عجیب عجیب باتیں دیکھتا۔'' ❶ اس کے ایک راوی علی بن زید سے بہت سی منکر روایات بھی منسوب ہیں۔

جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا: [آیت:۱۸۶۔۱۸۷] اللہ تعالیٰ نے جس کے نام گمراہی لکھ دی اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا' وہ کتنی ہی نشانیاں دیکھے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہی فتنے میں ڈالے اس کو کون راہ راست پر لائے ❷ جیسا کہ فرمایا دیکھو آسمانوں اور زمین میں ہماری کیا کچھ نشانیاں ہیں۔ لیکن نشانیاں' معجزات اور دھمکیاں کوئی چیز بھی ان کافروں کو مفید نہیں پڑتی۔ ❸

قیامت اور اس کی نشانیاں: یہ آیت قریش سے متعلق اتری ہے' یا یہود کی ایک جماعت سے متعلق۔ لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور یہود تو مدینے میں رہتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کا وقت جو تم سے پوچھتے ہیں سو اس کا یقین نہ کریں گے' تکذیب کے انداز میں پوچھتے ہیں جیسا کہ اس آیت کے انداز بیان سے نتیجہ نکلتا ہے۔ ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ وہ ہوگی کب اور کس تاریخ؟'' اور فرمایا کہ یہ کافر قیامت کو جلدی مانگتے ہیں' حالانکہ مؤمن تو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھے ہوئے ہیں کہ اس کا آنا حق ہے اور جو لوگ قیامت میں شک کرتے ہیں' بڑی گمراہی میں ہیں ❹ اور فرمایا ''بتاؤ وہ کس تاریخ کو ہوگی۔ اور دنیا کب ختم ہو جائے گی' اور پھر گھڑی قیامت کی کونسی ہے؟'' تو اے نبی! کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے رب ہی

❶ احمد، ۲/ ۳۵۳؛ ابن ماجه، كتاب التجارات، باب التغليظ في الربا، ۲۲۷۳ مختصراً وسنده ضعيف (التقريب، ۲/ ۳۷ رقم: ۳۴۲) اس کی سند میں ابو الصلت مجہول اور علی بن زید ضعیف راوی ہے۔ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابن ماجه ۴۹۶) ❷ ۵/ المآئده:۴۱۔ ❸ ۱۲/ یوسف:۱۰۱۔ ❹ ۴۲/ الشوریٰ:۱۸۔

کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم کہ کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا ہے کہ اے نبی! وہ وقت قیامت پوچھیں تو بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو کہ اس کے وقت کی تحدید تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ اسی لئے فرمایا ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی زمین وآسمان والے اس کے علم سے بے بہرہ ہیں۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض وسما پر بہت بھاری گزرے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب کہتے ہیں کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہوگی جس کو قیامت کا ضرر نہ پہنچے گا۔ آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے ٹوٹ پڑیں گے، سورج تاریک ہو جائے گا، پہاڑ اڑ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہا ہے وہ سب ہوگا۔ آسمان والوں کو بھی اس کا علم نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ اچانک آ جائے گی، لوگوں کو اس کا سان وگمان بھی نہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی کہ ایک وقت سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ کافر یہ عجیب بات اور اس پیش گوئی کی صداقت دیکھ کر ایمان لائیں گے۔ لیکن کسی کو بھی اس وقت کا ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ یا گنہگاروں کو اب نیک کام کرنا کوئی نتیجہ نہ بخشے گا۔ دو آدمی کپڑے کا لین دین کر رہے ہوں گے اس غرض سے کپڑے کا تھان کھولا جا رہا ہوگا۔ دودھ دوھ کر پیا بھی نہ گیا ہوگا، لوگ پینے کے پانی کی ٹینکی صاف ہی کر رہے ہوں گے، نوالہ منہ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا کہ ناگہاں قیامت شروع ہو جائے گی۔'' ❶

﴿يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾ کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ یعنی وہ قیامت کا راز تم سے ایسے پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو اور اس انداز میں پوچھتے ہیں گویا قیامت کی تاریخ وقوع سے تم واقف ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس راز کو کسی مقرب ترین فرشتے یا اپنے کسی رسول پر بھی ظاہر نہیں کیا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش حضور ﷺ سے کہتے تھے کہ تمہارے ہمارے درمیان تو رشتہ داری ہے ہمیں تو بتا دیجئے کہ قیامت کب آ رہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ کہہ دو کہ اس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے۔

یہ لوگ جو نبی کریم ﷺ سے وقت قیامت کو پوچھتے ہیں سو نہیں جانتے کہ نبی کو بھی اس کا علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا علم نہیں رکھتا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک اعرابی کی شکل میں نبی پاک ﷺ کے پاس آئے تاکہ امور دین کی تعلیم لوگوں کو حاصل ہو سکے۔ اور ایک طالب ہدایت سائل کے انداز میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا۔ پھر ایمان اور احسان سے متعلق دریافت کیا۔ پھر پوچھا کہ قیامت کب آنے والی ہے۔ اس چوتھے سوال کے جواب میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس بارے میں تو مجھ کو تم سے زیادہ علم نہیں۔ یعنی جیسے تم ناواقف، میں بھی ناواقف۔ اور کوئی شخص بھی اس بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔'' پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ❷ اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے بہ شکل اعرابی آپ سے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔ آپ نے نشانیاں بتا دیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔'' حضور ﷺ کے ہر جواب پر وہ اعرابی کہتا گیا کہ آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ گویا کہ وہ جانتا تھا اور بات کی صداقت کا اعتراف کر رہا ہے۔ اس انداز تصدیق پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا کہ یہ کیسا سائل ہے کہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی جواب پر صاد کر رہا ہے۔ پھر یہ سائل چلا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ جبرئیل علیہ السلام تھے اور اس بہانے تم لوگوں کو مسائل دین اور معتقدات کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔ ❸ اس سے پہلے جب کبھی یہ صورت بدل کر آتے

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب ٤٠، ٦٥٠٦؛ احمد، ٢/ ٣٦٩؛ مسند ابى يعلىٰ، ٦٢٧١۔

❷ ٣١/ لقمان: ٣٤۔ ❸ صحيح بخاري، كتاب الايمان، باب سؤال جبريل النبى ﷺ...... ٥٠؛ صحيح مسلم، ١٠٠٩۔

رہے میں پہچانتا رہا اور اس دفعہ تو میں نے بھی نہیں پہچانا تھا۔" ❶ میں نے آغاز شرح بخاری میں اس حدیث کو بیان کر دیا ہے۔ اور جب ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا اور بلند آواز میں آپ کو پکارا کہ یا محمد! تو آپ ﷺ نے بھی بلند آواز میں جواب دیا۔ "ہاں کیا ہے؟" تو اس نے کہا' قیامت کب آنے والی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "اے نادان! قیامت جب بھی آئے گی ضرور آئے گی۔ لیکن تم بتاؤ کہ اس کے لئے تم نے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ کہا' بڑی بڑی نمازیں اور روزے تو خیر نہیں ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے مجھے بہت محبت اور شغف ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا آدمی قیامت میں اسی کے ساتھ رہے گا کہ جس کو زیادہ چاہتا ہو۔" ❷ اس حدیث کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے انتہا خوش ہو گئے۔ بخاری و مسلم میں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے یہ حدیث متعدد طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی شخص ایسا سوال کرتا جس کی اس کو چنداں ضرورت نہیں اور اس کے لئے عبث ہے' تو آپ ﷺ جواب میں اس بات کی طرف اس کا رخ پھیر دیتے جس کا جاننا اس کے لئے اپنے سوال سے کہیں زیادہ ضروری ہوتا۔ تا کہ وہ اپنی ذات کو اس سے نمٹنے کا اہل بنا لے' اور پہلے سے تیاری کر رکھے اگرچہ اس کی تعیین وقت سے واقف نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دیہاتی عرب حضور ﷺ کے پاس آتے تو اکثر یہ سوال کرتے رہتے کہ قیامت کب ہوگی۔ تو آپ ﷺ ان کے کسی بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ "اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو زندگی دی تو یہ بوڑھا بھی نہ ہونے پائے گا کہ تمہاری قیامت تو آ جائے گی۔ ❸ گویا قیامت سے مراد موت ہوئی جو یہاں سے ہٹا کر تمہیں عالم برزخ میں لے جا چھوڑے گی۔" اور بہت سی احادیث اسی مضمون کی الفاظ کے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ پیش کی گئی ہیں' جو سب کی سب ایک ہی مضمون کی ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ مقصد ان سب حدیثوں کا یہی ہے کہ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی لیکن وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ "اس بچے کے بڑھاپے سے پہلے قیامت آ جائے گی"۔ یہ اطلاق بھی اسی تقید پر محمول ہے۔ یعنی مراد اس سے لوگوں کی موت کا وقت ہے۔ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "قیامت کے بارے میں مجھ سے تم لوگ پوچھتے رہتے ہو۔ اس کا علم تو خیر اللہ تعالیٰ کو ہے کہ قیامت آنے میں اور کتنی مدت ہے۔ لیکن میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اس وقت زمین پر جتنے متنفس آباد ہیں سو سال بعد ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔" ❹ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ جیسے قیامت میں سب لوگ مر جائیں گے اسی طرح سو سال میں موجودہ سب لوگوں کے لئے قیامت آ جائے گی۔ گویا تعین وقت ہی اگر چاہتے ہو تو لو یہ تعین وقت ہے۔ اس طرح قیامت سے مراد اس ایک صدی کا اختتام تھا ❺ کہ بات کو اس ڈھنگ سے بیان کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "شب معراج میں ابراہیم' اور موسیٰ' اور عیسیٰ علیہم السلام پر میرا گزر ہوا لوگ قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے۔ آپ نے بھی یہی فرمایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے۔ =

❶ احمد، ٤/ ١٢٩ وهو حسن، مجمع الزوائد، ١/ ٤٠۔

❷ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبة...... ٣٥٣٥ وهو حسن، مسند الطيالسی ١١٦٧؛ ابن حبان ٥٦٢ اس معنی کی روایت صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ماجاء فی قول الرجل ویلك، ٦١٦٧؛ صحیح مسلم، ٢٦٣٨ میں بھی موجود ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ٦٥١١؛ صحیح مسلم، ٢٩٥٢۔

❹ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان معنی قوله ﷺ ((علی رأس مائة سنة......)) ٢٥٣٨؛ ترمذی ٢٢٥٠؛ احمد، ٣/ ٣٢٢؛ ابن حبان، ٢٩٨٧۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب السمر فی الفقه والخیر بعد العشاء، ٦٠١؛ صحیح مسلم، ٥٠٣٧؛ ابو داود، ٤٣٤٨؛ ترمذی، ٢٢٥١؛ احمد، ٢/ ٨٨؛ ابن حبان، ٢٩٨٩۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذاتِ خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو۔ اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا۔ اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔[۱۸۸]

= آپ نے بھی فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ہے ہی نہیں لیکن علامت یہ ہے کہ دجال نکلے گا۔ میرے ساتھ ایک دوشاخہ ہوگا وہ مجھے دیکھے گا تو سیسے کی طرح پگھل جائے گا اور اللہ پاک اس کو ہلاک کر دے گا۔ حتیٰ کہ شجر اور حجر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان میری آڑ میں ایک کافر چھپا ہوا ہے' آ اور اس کو قتل کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کافروں کو ہلاک کر دے گا پھر لوگ اپنے اپنے شہروں اور وطنوں کو واپس ہو جائیں گے۔ ایسے وقت میں یاجوج اور ماجوج نکلیں گے ہر گوشے میں ابل پڑیں گے۔ شہروں کو پامال کرتے پھریں گے ہر چیز ان کے آنے اور پھرنے سے برباد اور تلف ہوتی رہے گی۔ حتیٰ کہ چشموں پر پہنچیں گے تو چشموں کو خالی کر دیں گے۔ لوگ میرے پاس ان کی شکایت لے کر آئیں گے۔ میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بددعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب یاجوج اور ماجوج کو ہلاک کر دے گا حتیٰ کہ ہر جگہ کی فضا ان کی لاشوں کی سڑان کی بدبو سے مسموم ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا کہ پانی کا بہاؤ ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں لے جاڈالے گا۔ اس وقت پہاڑ اکھڑ جائیں گے زمین پھیل جائے گی۔'' اس وقت قیامت ایسی قریب ہوگی جیسے نو مہینہ کی حاملہ کہ جس کو لوگ نہیں جانتے کہ دن رات میں کس وقت زچگی ہو جائے۔ ❶ بڑے بڑے پیغمبر علیہم السلام بھی قیامت کا وقت نہیں جانتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی صرف اس کی علامتیں بتا دیں۔ کیونکہ اس امت کے آخری زمانے میں وہ اتریں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نافذ فرمائیں گے۔ مسیح دجال کو قتل کریں گے اور یاجوج و ماجوج کو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے ہلاک کر دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تمہیں اس کی علامتیں بتاؤں وہ یہ کہ اس کے سامنے بڑے فتنے اور ہرج مرج واقع ہوں گے۔'' لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم فتنہ کا مفہوم تو سمجھتے ہیں' لیکن ہرج کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کہ حبش کی عربی زبان میں اس کے معنی قتل۔ پھر فرمایا کہ لوگوں میں اجنبیت اور بے پروائی اتنی بڑھ جائے گی کہ ایک شخص دوسرے کو کہے گا کہ میں نہیں پہچانتا۔'' ❷ صحاح ستہ میں بات کو اس طریقہ سے روایت نہیں کیا گیا ہے۔

ہمارے نبی امی سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نبی الرحمۃ اور نبی التوبہ ہیں' فرمایا ہے کہ ''میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں''۔ چنانچہ آپ نے کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کو جوڑ کر بتایا ❸ گویا کہ میرے ساتھ قیامت لگی ہوئی ہے یعنی دونوں کے درمیان کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ غرض یہ کہ ﴿عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ کا علم صرف اللہ پاک کو ہے۔

❶ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عیسی بن مریم ۴۰۸۱ وسندہ صحیح وأخطأ من ضعفه، احمد، ۱/ ۳۷۵؛ حاکم، ۴/ ۴۸۸۔

❷ احمد، ۵/ ۳۸۹ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۷/ ۳۰۹۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ((بعثت أنا والساعة کهاتین)) ۶۵۰۳؛ صحیح مسلم ۲۹۵۰، ۲۹۵۱؛ ترمذی ۲۲۱۴؛ احمد، ۳/ ۲۲۲؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۹۲۵؛ ابن حبان، ۶۶۴۰۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاۗءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں میاں بی بی اللہ تعالیٰ سے جو کہ ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے۔[۱۸۹] سو جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو صحیح سالم اولاد دے دی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے۔ سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے۔[۱۹۰]

نبی ﷺ غیب نہیں جانتے: [آیت:۱۸۸] اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ سارے امور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو اور اپنے بارے میں کہہ دو کہ مستقبل کا علم مجھے بھی نہیں' ہاں اللہ تعالیٰ نے کچھ بتا دیا تو بتا دیتا ہوں۔ جیسا کہ فرمایا ''عالم الغیب کے علم غیب کو کوئی نہیں پا سکتا۔'' ❶ اور اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ اگر میں غیب کی بات جانتا تو اپنے لئے بہت سا خیر جمع کر لیتا۔ یعنی اگر مجھ کو اپنی موت کی خبر ہوتی کہ کب مروں گا تو کوشش کرتا کہ جلد تر بہت سے اعمال صالحہ کر لوں۔ یہ قول مجاہد کا ہے اور ابن جریج بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات غور طلب ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا ہر عمل اچھا ہی تھا اور جو عمل کرتے وہ مستقل طور پر پائیدار ہوتا۔ ❷ سارے اعمال ایک ہی ڈھنگ کے تھے۔ ہر عمل میں آپ ﷺ کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی۔ غرض یہ کہ کوئی عمل بھی غیر عمل صالح نہ ہوتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ غیب کی باتیں جان لیتا تو لوگوں کی کس نوع کی بھلائی کس کام کے اندر ہوتی' تو اس سے ان کو آگاہ کر دیتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خیر کے معنی مال کے لئے ہیں اور یہ مفہوم احسن ہے۔ یا یہ کہ جس خریداری میں فائدہ کا علم ہوتا وہ ضرور خریدتا اور کوئی چیز نہ بیچتا جب تک اس میں فائدہ کا علم نہ ہوتا۔ غرض یہ کہ تجارت میں کبھی نقصان نہ اٹھاتا یا نہ اٹھانے دیتا۔ یا مجھے فقر و تنگ دستی کبھی نہ آنے پاتی۔ بعض لوگوں نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ قحط آنے والا ہوتا تو بہت کچھ غلہ جمع کر رکھتا۔ سستے زمانے میں خرید لیتا اور گرانی کے زمانے میں بیچتا اور مجھے غربت و مسکنت کبھی نہ چھوتی اور نقصان آنے سے پہلے اس سے بچ جاتا۔ ❸ پھر آپ نے کہا میں صرف نذیر اور بشیر ہوں عذاب سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ہم نے قرآن کو تمہاری زبان پر آسان بنا دیا ہے تا کہ ارادۂ تقویٰ رکھنے والوں کو تم بشارت دو' اور جھگڑنے والے سرکش لوگوں کو ڈراؤ۔ ❹

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اولاد کو مشرک غیر اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں: [آیت:۱۸۹۔۱۹۰] ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا جہان کے لوگ آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا کئے گئے ہیں اور آدم علیہ السلام ہی سے ان کی بیوی حوا پیدا کی گئیں۔ انہیں دونوں سے نسل بڑھی جیسا

❶ ۷۲/ الجن:۲۶۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب هل یخص شیئا من الأیام...... ۱۹۸۷، صحیح مسلم ۷۸۳؛ ابو داود ۱۳۷۰؛ احمد ۶/ ۴۳؛ ابن حبان، ۳۲۲۔ ❸ الدر المنثور، ۳/ ۶۲۲۔ ❹ ۱۹/ مریم:۹۷۔

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ' اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور اتنا بڑھایا کہ تم لوگ خاندان اور قبیلے بن گئے اب تمہیں ایک دوسرے کے حقوق پہچاننا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی نظروں میں تم میں شریف تر وہی ہوگا جو سب سے زیادہ محتاط عمل کرے ❶ ﴿ لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ﴾ کے معنی ہیں تا کہ ایک دوسرے میں الفت پذیری رہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ﴾ یعنی تم دونوں کے دلوں میں محبت اور رحمت ڈال دی۔ دو روحوں میں جو محبت و رحمت ہوتی ہے وہ روحین کی باہمی الفت و موانست سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ساحر اکثر اپنے سحر کے ذریعہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیں غرض شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ فطری محبت کی بنا پر موانست و قربت اختیار کرتا ہے تو ابتداء وہ اپنے پیٹ میں ایک ہلکا سا بوجھ محسوس کرنے لگتی ہے۔ یہ آغاز حمل کا زمانہ ہوتا ہے اس وقت تو عورت کو کوئی تکلیف کا آغاز نہیں ہوتا کیونکہ یہ حمل تو ابھی نطفہ یا علقہ اور مضغہ ہے یعنی نطفہ یا گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا۔ ابھی وہ ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے حسن رحمہ اللہ نے ﴿ مَرَّتْ بِهِ ﴾ کے معنی پوچھے تو کہا اگر میں عرب ہوتا اہل زبان ہوتا تو جانتا اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اسی طرح وہ اس حمل کو چندے لئے پھرتی رہتی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ اس کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ حمل نمایاں ہو گیا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ حمل لئے ہوئے آسانی سے اٹھ بیٹھ سکتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ وہ ہے جب کہ خود اس کو شک ہے کہ مجھے حمل ہے بھی کہ نہیں۔ غرض یہ کہ اس کے بعد جو عورت کو بوجھ اچھا خاصا محسوس ہونے لگتا ہے اور یقین حمل ہو جاتا ہے تو یہ ماں باپ دونوں اللہ تعالیٰ سے تمنا کرنے لگتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سالم بچہ دے تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ماں باپ کو ڈر لگا ہوتا ہے کہ کہیں جانور کی شکل یا اعضاء کا یا غیر سالم بچہ نہ ہو جائے جیسا کہ بعض مرتبہ ہو جایا کرتا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ یہ مطلب لیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو لڑکا دے' کیونکہ مولود میں زیادہ صلاحیت والا مولود لڑکا ہی ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سالم بچہ دیتا ہے تو اس کو بتوں کا حصہ بنا ڈالتے ہیں۔ اللہ کی ذات ایسے شرک سے بے نیاز ہے۔ مفسرین نے یہاں بہت سے آثار و احادیث بیان کی ہیں جن کا ہم ذکر کریں گے' ان پر روشنی ڈالیں گے۔ پھر ان شاء اللہ صحیح بات کی طرف رہنمائی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''حوا کو جب وضع حمل ہوا تو ابلیس ان کے پاس آیا۔ ان کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو حوا کو مشورہ دیا کہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھا گیا اور وہ زندہ رہا۔ یہ شیطان کی طرف کی وحی تھی اور حارث شیطان کا نام ہوتا ہے۔'' ❷ اس حدیث میں تین علتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا راوی عمر بن ابراہیم ایک بصری شخص ہے۔ اگرچہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ دوسرے یہ کہ یہی روایت موقوفاً حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے مروی ہوئی ہے جو مرفوع نہیں۔ ابن جریر میں خود سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ تیسرے یہ کہ اس کے راوی حسن سے بھی اس آیت کی تفسیر اس کے سوا بیان کی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ اگر یہ مرفوع حدیث ان کی روایت کردہ ہوتی تو یہ خود اس کے خلاف تفسیر نہ کرتے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ نہیں بلکہ بعض دوسرے مذہب والوں کا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد بعض مشرک انسان ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود اور نصاریٰ کا فعل بیان ہوا ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی روش پر ڈال لیتے ہیں۔ اس آیت کی جو تفسیریں بیان کی گئی ہیں ان

---

❶ ٤٩/ الحجرات: ١٣۔ ❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الاعراف ٣٠٧٧ وسندہ ضعیف عمر بن ابراہیم صدوق ہے تاہم قتادہ سے ان کی روایت میں ضعف ہے۔ احمد، ٥/ ١١؛ حاکم، ٢/ ٥٤٥۔

سب میں بہتر یہی تفسیر ہے۔ غرض تعجب کیلئے گنجائش یہ تھی کہ ایسا متقی اور پرہیزگار آدمی ایک آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث قول پیغمبر روایت کرے پھر اس کے خلاف خود تفسیر کرے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ وہ سمرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے۔ اس کے بعد یہ خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمرہ رضی اللہ عنہ نے اسے اہل کتاب سے ماخوذ کیا ہو جیسے کعب اور وہب وغیرہ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ ان شاء اللہ اس کا بیان بھی عنقریب آئے گا۔

غرض اس حدیث کا مرفوع ہونا تسلیم نہیں ہو سکتا۔ اب دوسری احادیث بھی اس بارے میں ہیں یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حوا کے جو اولاد ہوتی تھی ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دیتی تھیں اور ان کا نام عبداللہ عبیداللہ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مر جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت آدم وحوا کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر اپنی اولاد کا کچھ دوسرا نام رکھا کرو گے تو وہ زندہ رہے گا۔ اب حوا کے بچہ ہوا تو ماں باپ نے بچہ کا نام عبدالحارث رکھا۔ اسی سے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ﴾ تا آخر۔ حوا علیہا السلام کو شک تھا کہ حمل ہے یا نہیں۔ غرض جب وہ حمل سے بوجھل ہو گئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ اگر جیتا جاگتا صالح بچہ ہو گا تو ہم بڑا شکر کریں گے۔ اب شیطان ان دونوں کے پاس آیا اور کہنے لگا تمہیں کیا خبر کہ کیسا بچہ پیدا ہو گا جانور کی شکل وصورت کا ہو گا یا انسان۔ ایک غلط بات ان کی نگاہوں میں اچھی بنا کر پیش کی اور شیطان تو دھوکا دینے والا ہے ہی۔ اس سے پہلے دو بچے ہو چکے تھے اور مر چکے تھے۔ شیطان نے انہیں سمجھایا کہ اگر تم میرے نام پر اس کا نام نہ رکھو گے تو نہ وہ ٹھیک پیدا ہو گا اور نہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا پر صحیح سالم بچہ دیا تو اس کا نام عبدالحارث رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ ان آیتوں میں اسی کا بیان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ کے حمل کے وقت یہ (شیطان) آیا اور انہیں ڈرایا کہ میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکلوایا اب تم میری اطاعت کرو ورنہ میرے کرتب سے اس کے سینگ پیدا ہو جائے گا اور وہ پیٹ کو پھاڑ کر نکلے گا اور یہ ہو گا وہ ہو گا غرض انہیں بہت خوف زدہ کر دیا مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ اللہ تعالیٰ کی مصلحت بچہ مردہ پیدا ہوا۔ دوسرا حمل ہوا پھر بھی بچہ مردہ پیدا ہوا۔ اب کے ابلیس نے آ کر اپنی بہت خیر خواہی جتلائی۔ بچے کی محبت غالب آ گئی اور اس کا نام انہوں نے عبدالحارث رکھ دیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَآ اٰتٰهُمَا﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو لے کر ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے جیسے مجاہد سعید بن جبیر عکرمہ قتادہ اور سدی رحمۃ اللہ علیہم۔ اسی طرح سلف سے لے کر خلف تک بہت سے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ اہل کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جیسے کہ ابن ابی حاتم میں ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ بات اہل کتاب سے نقل کی گئی ہے جن کی بابت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''ان کی باتوں کو نہ سچی کہو نہ جھوٹی۔'' ❶ ان کی روایتیں تین طرح کی ہوتی ہیں ایک تو وہ جن کی صحت کسی آیت یا حدیث سے ہوتی ہے۔ دوسری وہ جن کی تکذیب کسی آیت وحدیث سے ہوتی ہے۔ تیسری وہ جن کی بابت کوئی ایسا فیصلہ ہمارے دین میں نہ ملے تو بقول حکم حدیث اس کے بیان میں تو کوئی حرج نہیں ❷ لیکن اس کی تصدیق وتکذیب نہیں کرنا چاہیے۔ میرے نزدیک تو یہ اثر دوسری قسم کا ہے یعنی ماننے کے قابل نہیں اور جن صحابہ یا تابعین سے یہ مروی ہے انہوں نے اسے تیسری قسم کا سمجھ کر روایت کر دیا ہے۔ لیکن ہم تو وہی=

❶ ابو داود، کتاب العلم، باب روایة حدیث اهل الکتاب ٣٦٤٤ وسنده ضعیف نملہ بن ابی نملہ راوی مستور یعنی مجهول الحال ہے۔ احمد، ٤/ ١٣٦؛ ابن حبان، ٦٢٥٧۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ٣٤٦١؛ ترمذی، ٢٦٦٩؛ احمد، ٢/ ٢٠٢؛ ابن حبان، ٨٢٥٦۔

اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِیِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

ترجمہ: کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں۔[۱۹۱] اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔[۱۹۲] اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کے لیے پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو۔[۱۹۳] واقعی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں۔ سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔[۱۹۴] کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔[۱۹۵] یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔[۱۹۶] اور تم جن لوگوں کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں[۱۹۷] اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو اس کو نہ سنیں۔ اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔[۱۹۸]

= کہتے ہیں کہ جو حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کا اپنی اولاد میں اللہ کا شریک ٹھہرانے کا ہی بیان ان آیتوں میں ہے نہ کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند و بالا ہے۔ ان آیتوں میں یہ ذکر اور اس سے پہلے آدم و حوا علیہما السلام کا ذکر مثل توطئہ کے ہے کہ ان اصلی ماں باپ کا ذکر کر کے پھر اور ماں باپ کا ذکر ہوا اور انہیں کا شرک بیان ہوا۔

اب شخصی و انفرادی ذکر ختم کر کے جنس کے ذکر کی طرف بات کا رخ پھیرا جاتا ہے جیسے ”ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی اور پھر انہیں ستاروں کو شیطانوں کو مار بھگانے کے کام میں لایا (1) اور یہ ظاہر ہے کہ جو ستارے زینت کے ہیں وہ جھڑتے نہیں ان سے شیطانوں پر مار نہیں پڑتی۔ یہاں بھی بات کا رخ یوں پھیرا جاتا ہے کہ تاروں کی شخصیت سے تاروں کی جنس کی طرف۔

(1) ٦٧/ الملك:٥۔

اس کی اور بہت سی نظیریں قرآن میں موجود ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مشرکوں کے گونگے بہرے اندھے معبود: [آیت:۱۹۱۔۱۹۸] وہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے بجائے اوثان واصنام کی عبادت کرتے ہیں انہیں تنبیہ ہو رہی ہے کہ یہ اصنام بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ایک بنائی ہوئی چیز ہیں۔ کسی بات کی بھی ان کو مقدرت نہیں نہ وہ کسی کو مضرت پہنچا سکتے ہیں۔ نہ نفع' نہ ان میں دیکھنے کی طاقت ہے نہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں' بلکہ یہ بت تو جمادات میں سے ہیں حرکت تک نہیں کر سکتے بلکہ ان کی عبادت کرنے والے ان سے کہیں افضل ہیں کہ سن سکتے ہیں دیکھ سکتے ہیں چھو سکتے ہیں' پکڑ سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ کیا ان پتھروں کے بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا' اے لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے' سنو یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں وہ ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے خواہ سب کے سب ہی مل کر کیوں نہ کوشش کریں' بلکہ مکھی اگر ان کے کھانے کی کوئی چیز لے اڑے تو وہ اس سے واپس تک نہیں لے سکتے' طالب اور مطلوب دونوں کس قدر ضعیف و بے قدرت ہیں' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا قوی اور عزیز ہے۔ مکھی ایک حقیر غذا بھی ان سے لے اڑے تو اس سے چھڑانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جس کی یہ صفت ہو وہ کیسے رزق دے گا یا مدد کرے گا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴾ کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کو خود گھڑتے ہو۔ پھر فرمایا کہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی ذرا بھی مدد نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ان کے ساتھ برا برتاؤ کرے تو خود اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔ جیسے حضرت خلیل علیہ السلام اپنی قوم کے بتوں کو توڑ پھوڑ دیتے تھے اور ان کی انتہائی اہانت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مار مار کر ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے لیکن بت خانہ کے سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ لوگ آ کر اس بڑے بت سے پوچھ لیں کہ یہ کیا ہوا اور کس نے کیا۔

معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں جوان تھے' مسلمان ہو چکے تھے۔ مدینہ میں رات کے وقت مشرکین کے بتوں کے پاس جاتے اور ان کو توڑ دیتے۔ اگر وہ لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے تو ان کو توڑ کر جلانے کے لئے بیوہ غریب عورتوں کو دے دیتے تاکہ ان کمبخت مشرکین کو کچھ عبرت ہو اور اپنے عمل اور عقیدے پر کچھ غور کریں۔ عمرو بن جموح اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس کا ایک بت تھا وہ اس بت کی عبادت کرتا تھا اس کو خوشبوئیں ملتا۔ وہ دونوں نوجوان رات کے وقت اس کے بت خانے میں جاتے' اس کے سر پر غلاظت کرتے۔ عمرو بن جموح آتا تو بت کو اس کیفیت میں دیکھتا تو اس کو دھوتا خوشبوئیں ملتا اور اس کے پاس تلوار رکھ دیتا اور کہتا کہ اس سے مدافعت کر۔ دوبارہ یہ لوگ ایسا ہی کرتے اور ابن جموح پھر دھوتا صاف کرتا پھر اس کے پاس تلوار رکھتا۔ آخر کار ایک دن ان دونوں نے اس بت کو نکالا اور ایک کتے کی لاش سے اس کو باندھ دیا اور ایک رسی کے ذریعہ ایک باؤلی میں لٹکا دیا۔ جب عمرو بن الجموح آیا اور یہ کیفیت دیکھی تو اس کو عقل آ گئی کہ وہ بت پرستی کے اندر اعتقاد باطل رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا کہ ''اگر تو سچ مچ رب ہوتا تو کنوئیں میں کتے کے ساتھ پڑا نہ ہوتا''۔ پھر وہ اسلام لے آیا اور اچھا مسلم رہا اور جنگ احد میں شہید ہوا۔ [1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ کبھی تمہاری پیروی نہ کریں۔ یعنی یہ بت کسی کی پکار کو نہیں سن سکتے' ان کو پکارنا نہ پکارنا برابر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ ''اے باپ! عبادت نہ کر وایسی مورتی کی جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے نہ تمہارا کچھ کام نکالتی ہے''۔ پھر فرمایا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جیسے یہ بت پرست' بلکہ یہ بت پرست ہی ان بتوں سے اچھے کہ سنتے' =

[1] دلائل النبوة، ٢/ ٤٥٦ وسنده ضعيف۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

ترجمہ: سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجایا کیجئے۔[۱۹۹] اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔[۲۰۰]

= دیکھتے اور چھوتے تو ہیں۔ پھر فرمایا کہ اچھا اپنی مدد کے لئے اپنے شریکوں کو بلاؤ اور مجھے چشم زدن کی بھی مہلت نہ دو اور میرے خلاف جی کھول کے کوشش کر دیکھو۔ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی وہ نیکوکاروں کا والی ہے' وہی اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ووافی ہے' وہی میری مدد کرے گا اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ میں مجبور ہوں تو اسی کا ہوں۔ وہ دنیا و آخرت میں نہ صرف میرا بلکہ میرے بعد بھی ہر نیکوکار کا سرپرست ہے۔ جیسا کہ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے جواب میں فرمایا تھا جب کہ آپ کی قوم نے آپ پر یوں تہمت باندھی کہ تم پر ہمارے خداؤں کی کچھ مار پڑی ہے جبھی تو تم ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہو۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہوں اور صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ میں تمہارے شرکا سے نفرت و بیزاری ظاہر کرتا ہوں' اچھا تم سب مل کر میرے ساتھ کچھ شرارت کر دیکھو اور ہاں دم بھر کے لئے مجھے بچاؤ کی مہلت بھی نہ دینا۔ تم میرا کیا بگاڑو گے۔ میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہے وہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی نکیل اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ میرا رب سیدھے اور سچے طریق پر ہے۔ اور خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تمہارا کیا خیال ہے ان بتوں کے بارے میں جن کی تم اور تمہارے آباء واجداد پرستش کرتے تھے۔ یہ لوگ تو میرے دشمن ہیں' مگر پروردگار میرا دوست ہے۔ اسی نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے ٹھیک راہ پر چلائے گا۔ اور جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں تو بری ہوں تمہارے خداؤں سے مگر اپنے رب کا میں عبادت گزار ہوں جس نے مجھے خلق کیا اور پھر میری ہدایت فرمائی اور اس کے پیچھے اس کو ایک کلمہ یادگار بنا چھوڑا شاید کہ یہ اپنی بات سے رجوع کریں' اور اسی لئے فرمایا کہ وہ نہ تو تمہاری مدد کرسکتے ہیں نہ اپنی اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ خاک نہیں سنتے تم ایسا سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف نظر کر رہے ہیں لیکن خاک کچھ نہیں دیکھتے۔ وہ اپنی تصویری آنکھیں تم سے دوچار کر رہے ہیں جیسے واقعی دیکھ رہے ہیں لیکن وہ تو بے جان چیز ہے۔ اسی لئے ان سے ایسا معاملہ کیا جو ایک صاحب عقل کرتا ہو۔ ان بتوں کی شکل تو تصویری شکل ہے اور انسان جیسے معلوم ہوتے ہیں تم دیکھتے ہو کہ گویا وہ تم کو گھور رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف ھم کی ضمیر پھیر دی جو انسان کی طرف پھیری جاتی ہے حالانکہ بے جان چیز ھا کی ضمیر کی مستحق ہوتی ہے۔ سدی اس سے بتوں کے بجائے مشرکین مراد لیتے ہیں لیکن پہلا ہی خیال صحیح ہے۔

عفو و درگزر سے کام لو: [آیت:۱۹۹۔۲۰۰] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ ان کے وہ اموال جو ان کی ضروریات سے مستزاد ہیں اور وہ مال جو تمہیں لا دیں' وہ لے لو۔ اور یہ عمل درآمد سورۂ براءت میں فرائض صدقات کی توضیح وتشریح سے پہلے تھا کہ صدقات آپ کے پاس پیش کئے جاتے تھے۔ اور ضحاک کہتے ہیں کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ کے معنی ہیں جو زیادتی ہے وہ خرچ کردو۔ عفو کے معنی زیادتی کے کئے گئے ہیں۔ زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس میں مشرکین سے عفو و درگزر کا حکم ہے۔ دس سال تک یہ عفو و درگزر رہا پھر ان پر سختی کرنے کا حکم ہوا۔ یہ ابن جریر کا قول ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ لوگوں کے اخلاق اور اعمال سے درگزر کرو یعنی

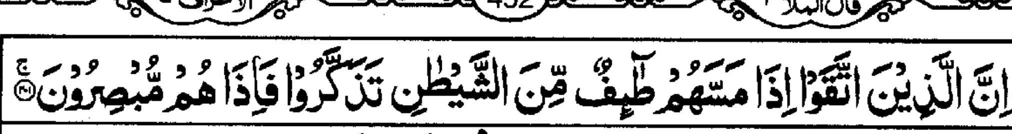
ان کے اعمال واخلاق کا کھوج نہ کرو۔ مراد یہ ہے کہ لوگوں سے درگزر کرو اور بری صحبت اختیار کرنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کی صحبت میں اختیار کروں گا ضرور اس کی خو بو پکڑ لوں گا۔ سب اقوال میں یہی قول زیادہ بہتر ہے۔

عیینہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت اتاری ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ تو حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ ''اس سے کیا مقصد ہوا' تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو تمہاری ذات پر کوئی زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دیا کرو۔ جو تم کو نہ دے تم اس کو دو جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو۔'' ❶ اسی مضمون کی حدیث سے متعلق ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی۔ میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ! بہترین اعمال مجھے بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عقبہ بن عامر! جو تم سے ہمدردی نہیں کرتا تم اس سے ہمدردی کرو' جو تم کو محروم رکھتا ہے تم اس کو عطا سے محروم نہ رکھو' جو تمہاری ذات سے متعلق زیادتی کرے تم اس سے درگزر کرو اور بخش دو ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ معاف کر دیا کرو اور نیک کاموں کی رہنمائی کیا کرو اور جاہل لوگوں سے انجان بن جاؤ'' ❷ عرف کے معنی معروف کے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عیینہ اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ہاں آ کر ٹھہرے۔ حر بن قیس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درباری آدمی تھے وہ قرآن کریم کے ماہر تھے اور قاری علما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کے رکن تھے یہ علما جوان بھی ہوتے تھے اور بوڑھے بھی۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا' اے بھتیجے تم کو امیر المؤمنین کے پاس رسوخ حاصل ہے' امیر سے اجازت لے لو کہ میں ان سے مل لوں۔ تو حر نے عیینہ کے لئے اجازت حاصل کر لی اور عمر رضی اللہ عنہ نے حاضری کی اجازت دے دی۔ جب عیینہ امیر المؤمنین سے ملے تو کہنے لگے یا ابن خطاب! تم نے ہم کو کافی روپیہ نہیں دیا نہ ہمارے ساتھ عدل سے کام لیا۔ عدل کا نام سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور قریب تھا کہ عیینہ کو مار بیٹھیں۔ تو حر کہنے لگے اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ ''معاف کر دیا کرو اور نیک کاموں کا مشورہ دیا کرو اور جاہلوں سے اعراض کیا کرو اور یہ تو جاہلین میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب عمر رضی اللہ عنہ کے آگے یہ آیت تلاوت کی گئی تو وہیں رک گئے کوئی عقوبت نہیں کی' وہ کتاب اللہ کے بڑے واقف کار تھے۔'' صرف بخاری نے اس کی روایت کی ہے۔ مروی ہے کہ سالم بن عبداللہ کا گزر اہل شام کے ایک قافلہ پر سے ہوا۔ قافلہ میں گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ تو کہا کہ گھنٹی بجانا ممنوع ہے کفار مندروں میں گھنٹی بجاتے ہیں تو اہل قافلہ نے کہا کہ اس بارے میں ہمیں تم سے زیادہ معلومات ہیں۔ ممانعت بڑے بڑے گھنٹوں کی ہے ان چھوٹی چھوٹی گھنٹیوں میں کوئی حرج نہیں۔ تو سالم خاموش ہو گئے اور صرف اتنا کہا کہ (اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) یعنی جاہلوں کے منہ نہ لگنا ہی بہتر ہے۔ کہا جاتا ہے (اولیته معروفا، عارفا، وعارفة) سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کار نیک۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ بندوں کو نیک کام کا حکم دو۔ لفظ معروف کے اندر جمیع طاعات داخل ہیں اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اگر چہ اس کے مامور بہ ظاہر نبی اکرم ﷺ ہیں لیکن درحقیقت سب ہی بندے مامور ہیں۔ اس کے ذریعہ بندوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو اس کو برداشت کر لو۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق واجبی میں قصور کرے تو بھی اعراض کر جاؤ یا اللہ تعالیٰ سے کفر کرے یا وحدانیت سے جاہل رہے تو بھی درگزر کرو یا مسلمانوں سے اپنی جہالت کے سبب لڑے تو بھی خاموش ہو جاؤ غرض یہ کہ ایسی غلط فہمی نہ ہونا چاہئے یہ وہ اخلاق ہیں جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دی ہے۔ اس مضمون کو ایک عقلمند شاعر نے بہت عمدگی سے شعر میں لکھا ہے' کہتا ہے:

---

❶ الطبری، ٦/ ١٥٤؛ ابن ابی حاتم، ٥/ ١٦٣۔

❷ ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان ٢٤٠٦ وسنده ضعیف علی بن یزید اور عبیداللہ بن زحر ضعیف راوی ہیں۔



ترجمہ: یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔[۲۰۱] اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے لے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے۔[۲۰۲]

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِعُرْفٍ كَمَا ۔۔۔ اُمِرْتَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ

وَلِنْ فِي الْكَلَامِ لِكُلِّ الْاَنَامِ ۔۔۔ فَمُسْتَحْسَنٌ مِنْ ذَوِي الْجَاهِ لِيْنَ

''معاف کرنے کی عادت رکھو، نیک کاموں کی رہبری کیا کرو، اور جاہلوں سے اعراض کرو، ہر شخص کے ساتھ بات میں نرمی برتو اور بلند مرتبے والوں کے لئے بات میں نرمی برتنا اور بھی زیادہ مستحسن ہے''۔

بعض علما کا مقولہ ہے کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو مرد محسن کہ جو کچھ وہ خوشی سے تجھ پر احسان کرے شکریہ کے ساتھ قبول کر لے اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار نہ ڈال کہ وہ خود دب کر رہ جائے۔ دوسرا بد قسم کا آدمی اس کو امر نیک کا مشورہ دیتا رہ۔ لیکن اگر اس کی گمراہی بڑھتی ہی جائے اور وہ اپنی جاہلیت پر قائم رہے تو اس سے اعراض کر لو۔ شاید یہی درگزر اس کی برائی سے اس کو روک دے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ بہترین طریق سے مدافعت کرو، اس طرح دشمن بھی تمہارے دوست بن جائیں گے۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ اظہار خیال کرتے ہیں اور کہا کرو کہ اے پروردگار! میں شیطان کے بہکاوے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے تیری پناہ کہ شیطانوں کا عمل دخل میرے پاس ہو۔ اور فرمایا کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوا کرتے۔ مدافعت اور رد جواب اچھے ڈھنگ سے کیا کرو۔ یہ عمل وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو طبیعت کے صابر ہیں۔ نتیجہ میں ان کو بڑی کامیابی حاصل رہے گی، خوش قسمت ہی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ اگر شیطان تمہارے دل میں کچھ وسوسے ڈالے اور بہکانے لگے یا تمہیں دشمن سے نمٹنے کے وقت غضب میں لائے اور اس جاہل سے اعراض کرنے سے تمہیں روک دے اور اس سے تصادم پر تمہیں آمادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے لگو جاہل کی تم پر زیادتی کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور تمہارے پناہ مانگنے کو بھی سن رہا ہے اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں شیطان کے بہکاوے اور فساد انگیزیاں تم کو جس قدر نقصان پہنچا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے علیم و واقف ہے۔

جب ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ والی آیت اتری تو بندے نے کہا، یا الٰہی! غصہ چڑھ جائے تو کس طرح عفو کیا جائے؟ تو ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ والی آیت نازل ہوئی۔ ان دو آدمیوں کا واقعہ سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ دونوں آپس میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے لڑ بیٹھے حتیٰ کہ ایک کے غصہ کے مارے نتھنے پھول گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ پڑھے تو اس کا غصہ تھم جائے، وہ کلمہ یہ ہے'' ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ)) اس کو یہ بات بتا دی گئی تو کہا مجھے کچھ جنون نہیں ہے [1] نزغ کے اصلی معنی فساد کے ہیں یہ فساد خواہ غضب کی وجہ سے ہو یا غیر غضب سے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ''اے نبی! میرے بندوں سے کہہ دو کہ بات اچھے ڈھنگ سے کیا کرو، شیطان آپس میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ عیاذ کے معنی ہیں شر سے پناہ مانگنا اور ملاذ طلب خیر میں ہوا کرتا ہے ﴿استعاذہ﴾ کی حدیثیں اول تفسیر میں پہلے گزر چکی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

[1] اس کی اصل صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده ٣٢٨٢؛ صحیح مسلم ٢٦١٠ میں موجود ہے۔

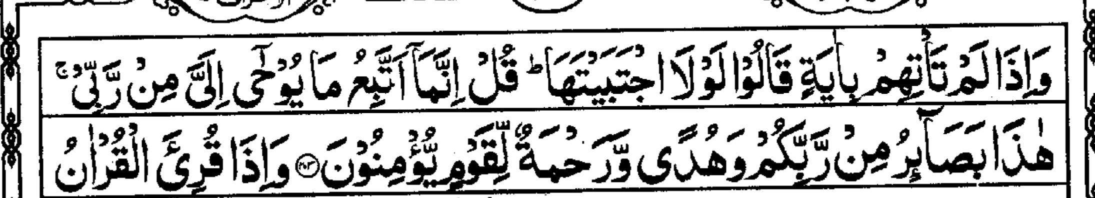
شیطانی وسواس سے بچنے کا طریقہ: [آیت:۲۰۱-۲۰۲] جن بندوں نے امر الٰہی کی اطاعت کی اور ممنوعات سے باز رہے ہیں اگر شیطانی وسوسے انہیں دامن گیر ہوتے ہیں تو فوراً انہیں ذکر الٰہی کی یاد آ جاتی ہے۔ اس لفظ کو بعض طیف اور بعض طائف کہتے ہیں۔ یہ دونوں قرأتیں مشہور ہیں اور معنی ایک ہی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کچھ فرق بھی ہے۔ بعض نے اس کے معنی غضب بتائے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شیطان نے اگر آسیب زدہ کر دیا ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ گناہ کی وجہ سے ندامت اور رنج۔ بعض نے کہا ہے کہ ارتکاب گناہ۔ ایسے لوگوں کو اللہ کی عقوبت' عطاء ثواب' اللہ کے وعدے اور وعید یاد آ جاتے ہیں تو وہ توبہ کرنے لگتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں اور فوراً اس کی طرف رجوع کر کے پناہ مانگنے لگتے ہیں۔ وہ فوراً اہل بصیرت بن جاتے ہیں بے ہوشی میں تھے تو ہوش میں آ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اس کو مرگی کی بیماری تھی۔ حضور ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگی' یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے میری شفا کے لئے دعا فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہی تیری مرضی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ تجھے شفا دے دے گا اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور بروز قیامت حساب تجھ پر سے اٹھ جائے۔ تو کہنے لگی' اچھا میں بیماری پر صبر کر لوں گی جب کہ مجھے حساب سے آزاد کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے صرع کی بیماری ہے ہوش وحواس رخصت ہو جاتے ہیں جسم پر سے کپڑا کھل جاتا ہے برہنہ ہو جاتی ہوں۔ بیماری دور نہ ہو تو نہ ہو دعا کیجئے کہ کم از کم میرا کپڑا نہ کھلنے پائے۔ آپ نے دعا فرمائی اور پھر کبھی بحالت صرع کپڑا اس کے جسم پر سے نہ ہٹا۔ ❶ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان ایک مسجد میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا تھا ایک عورت اس کی دیوانی ہوگئی' اس کو اپنی طرف مائل کرتی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک دن وہ اس کے گھر آ ہی گیا۔ اب فوراً اس کو یہ آیت یاد آ گئی ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ اور ساتھ ہی وہ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو پھر یہی آیت پڑھنے لگا' پڑھتے پڑھتے جان دے دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اس کے باپ سے تعزیت کی۔ وہ رات کو دفن کر دیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ اپنے بعض ساتھیوں کو لے کر اس کی قبر پر گئے اس کی نماز مغفرت پڑھی پھر قبر سے مخاطب ہو کر یوں بولنے لگے' اے نوجوان! ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ ❷ یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو جنتیں ہیں۔ اس آیت کریمہ کو سن کر قبر کے اندر سے آواز آئی کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں جنتیں بخشی ہیں۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ﴾ یعنی ان کے ساتھی انسانی شیاطین ان کو گمراہی کی طرف اور گھسیٹے لئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ ❸ یعنی فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں یعنی ان کے تابعین ان کی باتوں کو تسلیم کرنے والے انہیں اور گمراہی کی طرف لئے جا رہے ہیں' معاصی ان پر آسان بناتے ہیں اور گناہوں کو ان کی نگاہوں میں مستحسن کر دکھلاتے ہیں۔ مد کے معنی زیادتی کے ہیں یعنی جہل اور گمراہی میں زیادتی کرتے ہیں ﴿ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ﴾ یعنی یہ کہ شیاطین اپنی کوششوں میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نہ انسان اپنے اعمال بد کے صدور میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ شیاطین ان سے باز رہتے ہیں۔ گمراہی کی طرف کھینچ لے جانے والے جن و شیاطین ہیں جو اپنے انسانی اولیا کی طرف اپنی وحی بھیجتے رہتے ہیں اور اس میں اپنی کوشش اٹھا نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ ان کی فطرت اور طبیعت ہی ایسی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ =

---

❶ احمد، ۲/ ۴۴۱ وسندہ حسن حاکم، ۴/ ۲۱۸؛ ابن حبان ۲۹۰۹؛ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح، ۵۶۵۲؛ صحیح مسلم، ۲۵۷۶۔

❷ ۵۵/ الرحمٰن:۴۶۔ ❸ ۱۷/ الاسرآء:۲۷۔



ترجمہ: اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے۔ یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔[۲۰۳] اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اسکی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔[۲۰۴]

=﴿ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝ ﴾ ❶ یعنی اے پیغمبر! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں کے پاس بھیجا جو ان کافروں کو معاصی کی طرف مائل کرتے رہتے ہیں۔

قرآن حکیم زندہ وجاوید اور عظیم معجزہ ہے: [آیت: ۲۰۳-۲۰۴] یہ لوگ کسی معجزے اور نشانی کے طالب ہوتے ہیں اور تم نہیں پیش کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ کوئی نشانی تم نے خود کیوں نہیں بنا ڈالی۔ اپنی طرف سے کیوں نہ گھڑ لیا یا آسمان سے کوئی نشانی کیوں نہ کھینچ لائے۔ آیت سے مراد معجزہ اور خرقِ عادت جیسا کہ فرمایا ''اگر ہم چاہیں تو آسمان سے معجزہ اتاریں جس کو دیکھ کر ان کی گردنیں جھک جائیں۔ یہ کافر بھی ہمارے رسول سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی حاصل کرنے کی تم کوشش کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم اس کو دیکھ لیں تو ایمان لائیں۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ میں اپنی طرف سے اس بارے میں کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں جو مجھے حکم بھیجا گیا اس کی تعمیل کرنے والا۔ اگر اس نے از خود کوئی معجزہ بھیجا تو میں نے پیش کر دیا' اگر نہ بھیجا تو میں اصرار نہیں کر سکتا۔ اس نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ یہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ ہے اس میں دلائل توحید ایسے واضح ہیں کہ خود معجزہ بنے ہوئے ہیں۔

﴿ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

قرآن کو خاموشی سے سنو: جب اس بیان سے فراغت حاصل ہو چکی کہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور لوگوں کے لئے سمجھنے کی چیز ہے تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت خاموش رہا کرو تاکہ اس کا احترام اور تعظیم کی جا سکے ایسا نہیں جیسا کہ کفار قریش کرتے تھے یعنی کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو نہ سننے دو' قرآن خوانی کے وقت شور وغوغا مچایا کرو۔ لیکن یہ سکوت کی تاکید فرض نماز کے بارے میں ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ امام بہ آواز بلند قراءت کر رہا ہو۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ' جب امام نماز پڑھنے لگے' جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرنے لگے تو خاموش ہو جاؤ۔'' ❷ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے اترنے سے پہلے لوگ نماز پڑھنے میں باتیں کر لیا کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت اتری کہ خاموش ہو جاؤ اور قرآن سنو تو سکوت کا حکم دیا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نماز میں ایک دوسرے کو سلام علیک کہہ لیا کرتے تھے اس لئے یہ آیت اتری۔ ابن

❶ ۱۹/ مریم: ۸۳۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب التشهد فی الصلاة ٤٠٤؛ ابو داود ٦٠٤؛ نسائی ٩٢٢؛ ابن ماجه ٨٤٦ ان میں (جب قراءت کرنے لگے تو خاموش ہو جاؤ) کے الفاظ شاذ ہیں۔

مسعود رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے لوگوں کو دیکھا کہ امام کے ساتھ خود بھی قرأت کر رہے ہیں تو نماز ختم کر کے کہا تمہیں کیا ہو گیا کہ قرآن سنتے نہیں سمجھتے نہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خاموش رہ کر سننے کی ہدایت فرمائی ہے۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی (یہ آیت مکی ہے اور انصار کے قبول اسلام سے پہلے کی نازل شدہ ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتا تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالجہر نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ ''کیا تم میں کوئی خود بھی میرے ساتھ ساتھ پڑھ رہا تھا'' تو ایک شخص نے کہا' ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ''مجھے کیا ہوا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ ساتھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔'' چنانچہ اس کے بعد لوگ صلوۃ بالجہر میں امام کے پیچھے قرأت کرنے سے رک گئے۔ ❶ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ امام کی اپنی قرأت بھی تمہارے لئے کافی ہے اگرچہ اس کی آواز تمہیں سنائی نہ دے۔ لیکن نماز بالجہر نہ ہو تو لوگ اپنے منہ میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ درست نہیں کہ کوئی شخص جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرے' نہ پوشیدہ کرے نہ علانیہ کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن خوانی کے وقت خاموشی اختیار کر لیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طریقہ علما کی ایک جماعت کا ہے کہ مقتدی پر نماز جہر میں یہ واجب نہیں ہے کہ قرأت خود بھی کرے نہ امام کے فاتحہ پڑھنے کے وقت نہ غیر فاتحہ پڑھنے کے وقت اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں جن میں ایک قول یہ بھی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ مقتدی ہرگز قرأت نہ کرے نہ سری نماز میں نہ جہری میں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ امام کی قرأت تمہاری قرأت ہے۔ یہی زیادہ صحیح ہے۔ یہ مسئلہ بہت بسیط ہے اور مختلف فیہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت واجب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قرآن پڑھا جانے لگے تو خاموشی سے سنو یعنی جب کہ صلوۃ مفروضہ میں پڑھا جا رہا ہو یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر اور عطاء بن ابی رباح کو باہم باتیں کرتا پایا حالانکہ دوسری طرف وعظ ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ ذکر اللہ کیوں نہیں سنتے' تم وعید کے قابل ہو رہے ہو' تو ان دونوں نے میری طرف دیکھا پھر اپنی باتوں میں لگ گئے۔ میں نے دوبارہ انہیں تنبیہ کی۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں لگ گئے۔ میں نے تیسری بار اپنی بات کا اعادہ کیا تو کہنے لگے کہ یہ حکم نماز سے متعلق ہے کہ امام قرآن پڑھ رہا ہو اور تم مقتدی ہو تو خاموش ہو کر سنو' تم بھی نہ پڑھنے لگو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بھی کئی راوی اس حکم کو قرآن سے متعلق ہی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی شخص نماز میں نہ ہو اور قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پھر باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی مراد لیتے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم نماز اور خطبہ یوم جمعہ سے متعلق ہے۔ ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یوم الاضحیٰ اور عید الفطر اور یوم جمعہ کے خطبے اور جہری نماز سے متعلق ہے' غیر جہری نماز سے متعلق نہیں ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ اس سے مراد چپ رہنا ہے نماز میں اور خطبے میں۔ اور یہی حکم ہے کہ خطبے میں اور امام کے پیچھے چپ رہا کرو' حدیث میں بالکل یہی حکم وارد ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بہت ہی برا سمجھتے تھے کہ جب امام کوئی آیت خوف یا آیت رحمت پڑھے تو بولنے لگیں۔ نہیں بلکہ خاموش رہیں اپنی زبان سے جذبات خوف و رجا کے تحت کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ 'جو قرآن کی کوئی آیت خاموش ہو کر سنے تو اس کے لئے دوگنا نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے قرآن قیامت کے دن اس کے لئے نور بن جاتا ہے۔'' ❷

---

❶ احمد، ۲/ ۳۴۱ اس کی سند میں عباد بن میسرہ ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲/ ۴۱۴۶ ۳۷۸) جبکہ حسن بصری کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ❷ ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب من رأی القراۃ اذا لم یجھر ۸۲۶ وھو صحیح، ترمذی ۳۱۲؛ نسائی، ۹۲۰؛ ابن ماجہ ۸۴۸؛ احمد ۲/ ۳۰۱؛ ابن حبان ۱۸۴۹ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی ۲۵۷)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

ترجمہ: اور اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔[۲۰۵] یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔[۲۰۶]

آہستہ آواز سے ذکر مستحب ہے: [آیت:۲۰۵۔۲۰۶] اللہ پاک حکم دیتا ہے کہ اول روز اور آخر روز میں اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو جیسا کہ ان دونوں وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا اس آیت کے ذریعہ حکم دیا ہے۔ کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور اسی طرح غروب سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح کیا کرو۔ اور یہ شب معراج میں پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے اور یہ آیت مکی ہے ﴿غُدُوٌّ﴾ کے معنی اول نہار کے ہیں اور ﴿اٰصَال﴾ اصیل کی جمع ہے جیسے (اَیْمَانٌ) یمین کی جمع ہے۔ پھر حکم ہوتا کہ اپنے رب کو دل سے بھی یاد کرو اور زبان سے بھی' اس سے رغبت رکھ کر بھی اور اس سے ڈر کر بھی' بلند آواز کے ساتھ نہیں اور یہ مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر چیخ پکار کے ساتھ نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے یا دور' اگر قریب ہے تو ہم سرگوشی کے طور پر اس کو مخاطب کریں گے اور اگر دور ہے تو آواز سے ندا دیں گے۔ تو اللہ پاک نے یہ آیت اتاری کہ ''میرے بندے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں بہت قریب ہوں' وہ مجھے پکاریں تو میں پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں''۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کسی سفر میں بلند آواز سے دعا کرنے لگے' تو ان سے نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ ''اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو! تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس کو پکار رہے ہو وہ سننے والا اور قریب ہے تمہاری شہ رگ گردن سے بھی قریب تر۔'' (1) اس آیت سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے جو اس آیت میں ہے کہ ''اپنی دعا اور نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت آہستہ آواز سے بلکہ دونوں کی درمیانی آواز ہو کیونکہ مشرکین جب قرآن سنتے تھے تو قرآن کو اور قرآن اتارنے والے اور لانے والے کو برا بھلا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بہت بلند آواز سے قرآن نہ پڑھو تاکہ مشرکین کو اذیت نہ ہو اور نہ اتنی پست آواز میں کہ تمہارے ساتھی بھی نہ سن سکیں۔ اس آیت کریمہ میں بھی یہی مضمون ہے کہ صبح و شام کی عبادت میں بلند آواز سے نہ پڑھو اور ناوانوں میں سے نہ بنو۔ مراد یہ کہ سامع قرآن کو حکم دیا جائے کہ اس ڈھنگ سے نماز اور عبادت کی جائے۔ اور یہ بات بعید ہے اور آہستہ پڑھنے کے حکم کے منافی ہے اور پھر اس سے مراد یہ بھی ہے کہ یہ حکم متعلق بہ نماز ہے جیسا کہ ماسبق میں گزرا۔ یہ صلوۃ اور خطبہ سے متعلق ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے وقت ذکر کرنے سے افضل خاموش رہنا ہے۔ خواہ وہ ذکر آہستہ ہو یا بلند آواز سے ہو۔ یہ چیز جو ان دونوں نے بیان کی اس کی متابعت نہیں کی گئی۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ بندوں کو صبح و شام ہر وقت کثرت ذکر پر ابھارا جائے تاکہ وہ =

(1) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من رفع الصوت في التکبیر ۲۹۹۲؛ صحیح مسلم ۲۷۰۴؛ احمد، ۴/ ۴۰۲۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔
یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور رسول اللہ کی ہیں۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔[1]

= کسی وقت بھی ذکر اللہ سے غافل نہ رہیں۔ اسی لئے تو ان ملائکہ کی مدح کی گئی ہے جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے میں غفلت نہیں برتتے۔ چنانچہ فرمایا کہ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ﴾ ان فرشتوں کی مثال صرف اس لئے بیان کی گئی تاکہ بندے کثرت طاعت میں فرشتوں کی اقتدا کریں۔ اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سجدہ کرنے کا ذکر فرمایا تو ایسا ہی سجدہ ہمارے لئے بھی مشروع فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ ''تم بھی عبادت اللہ کے لئے ایسی ہی صفیں کیوں نہیں باندھتے جیسے کہ فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں باندھے رہتے ہیں اور پہلی صف والوں کو اولیت حاصل رہے اور صفوں میں صحیح اور سیدھی صف بندی کا بہت خیال رکھتے ہیں۔'' ❶ یہاں جو سجدۂ تلاوت ہے وہ قرآن کا سب سے پہلا سجدۂ تلاوت ہے جس کا ادا کرنا تلاوت کرنے والے اور سننے والے سب پر بالاجماع مشروع ہے۔ اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو سجدات قرآن میں سے قرار دیا ہے۔ ❷

اَلْحَمْدُلِلّٰہ تفسیر سورۂ اعراف ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ انفال

اس میں پچھتر آیتیں ہیں ایک ہزار چھ سو اکتیس کلمات ہیں اور پانچ ہزار دو سو چورانوے حروف ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مال غنیمت کے احکام اور اس کو نفل کہنے کی وجہ: [آیت:۱] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ''انفال'' مال غنیمت کو کہتے ہیں اور کہا کہ سورۂ انفال غزوۂ بدر میں نازل ہوئی ہے۔ ❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ انفال وہ غنیمت ہیں کہ وہ کسی کا حق نہیں صرف نبی اکرم ﷺ کا حق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جب کوئی بات پوچھی جاتی تو کہتے کہ نہ میں اجازت دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو منع کرنے والا' حکم دینے والا اور حلال و حرام کی تشریح کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور انفال کے بارے

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الأمر بالسکون فی الصلاۃ والنھی عن الاشارۃ بالید...... ۴۳۰۔

❷ ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب عدد سجود القرآن ۱۰۵۶ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عثمان بن فائد ضعیف راوی ہے (التقریب، ۲/ ۱۳ رقم ۱۰۶) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابن ماجہ ۲۱۷)

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الانفال باب قولہ ﴿یسئلونک عن الانفال قل الانفال للّٰہ والرسول......﴾ ۴۶۴۵؛ صحیح مسلم ۳۰۳۱۔



میں آپ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے کہا کہ ''انفال یہ ہے کہ ایک آدمی جنگ میں دوسرے کو مار کر اس کا گھوڑا اور ہتھیار مال غنیمت کے طور پر لے لے۔'' اس آدمی نے پھر سوال کیا' تو آپ ﷺ نے پھر ویسا ہی جواب دیا۔ پھر اس نے سوال کیا تو آپ ﷺ کو غصہ آ گیا اور آپ ﷺ اس پر حملہ کرنے کے قریب ہو گئے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جس کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مارا تھا حتیٰ کہ خون اس کی ایڑی اور پاؤں پر بہنے لگا تھا' تو اس آدمی نے کہا کہ کیا تم بھی وہ نہیں ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے تم سے لیا ہے۔ یہ اسناد صحیح ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نفل کی تفسیر اس مال غنیمت سے کی جو جنگ میں چھینا ہوا مال' امام بعض اشخاص کو اصل غنیمت کے تقسیم کے بعد کچھ اور زیادہ دے دیتا ہے اور اکثر فقہا نے بھی انفال کا مطلب یہی اخذ کیا ہے۔

لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس پانچویں حصہ کے بارے میں پوچھا جو چار حصے خارج کرنے کے بعد رہ جائے تو یہ آیت اتری ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''نفل'' کا اطلاق بروز جنگ چھینے ہوئے مال پر نہیں بلکہ جنگ کی صفیں قائم کرنے سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ وہ تو ایک قسم کی زیادتی ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ''اے نبی! تم سے لوگ اس لونڈی' غلام' سواری اور سامان وغیرہ کے بارے میں پوچھتے ہیں جو بغیر جنگ کے مشرکین سے مسلمانوں کو ملا ہو' سو یہ نبی اکرم ﷺ کا حق ہے وہ جیسا چاہیں اس کا مصرف کریں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مال فے کو انفال سمجھتے ہیں۔ اور فے وہ مال ہے جو کفار سے بغیر قتال حاصل ہو۔ اور دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ سرایا سے جو مال مل جائے وہ انفال ہے یعنی مسلمان کافروں سے لڑنے کے لئے گئے ہوں اور کافر لڑنے کے بغیر اپنا مال و متاع اور سامان وغیرہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں اور یہ مال مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہو اور نبی ﷺ اس لشکر کے ساتھ نہ ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد لشکر کے کسی رسالے کو اس کی کار گزاری کے عوض میں یا اس کے حوصلہ افزائی کی خاطر امام وقت انہیں عام تقسیم سے کچھ زیادہ دے دے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرا بھائی عمیر قتل کر دیا گیا تھا تو میں نے بھی سعید بن العاص کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار لے لی جس کا نام ذوالکتیفہ تھا۔ اس کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''مال مقبوضہ کے ذخیرہ میں ڈال آؤ۔'' میں ڈال دینے کے لئے جا رہا تھا۔ اس وقت میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا تھا' ایک تو بھائی کا قتل دوسرے جو کچھ میں نے چھینا تھا وہ بھی لے لیا گیا۔ لیکن میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورۂ انفال کی یہ آیت اتری۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر کہا کہ ''جاؤ اپنا چھینا ہوا مال لے لو۔'' [1] سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آج مجھے مشرکین کی ہزیمت سے شفا بخشی ہے اب یہ تلوار مجھے بخش دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ تلوار نہ تمہاری ہے نہ میری اس کو رکھ دو۔'' میں نے رکھ دی اور واپس ہوا اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ مجھے نہیں ملی تو کوئی ایسا شخص پا لے گا جو مجھ جیسا مستحق نہیں اور جس نے نہ ایسی مصیبت برداشت کی جیسی میں نے کہ یکایک کسی نے مجھ کو پیچھے سے آواز دی۔ میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم نے مجھ سے تلوار مانگی تھی لیکن وہ میری تھی نہیں کہ تمہیں دیتا' اب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مجھے دے دی ہے تو لو اب تمہیں دیتا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے کہ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ

[1] احمد ۱/ ۱۸۰ وسندہ ضعیف اس کی سند میں محمد بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

﴿لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ ❶ سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیتیں اتری ہیں۔ جنگ بدر میں ایک تلوار پر میں نے قبضہ کیا تھا۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا' یہ تلوار مجھے بخش دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جہاں سے لی ہے وہیں رکھ دو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ کہا۔ میں نے پھر درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی کہا۔ چنانچہ انفال والی آیت اتری۔ اور مجھ سے متعلق دوسری آیت ہے ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ﴾ ❷ الخ۔ تیسری آیت ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ ❸ الخ۔ اور چوتھی آیت وصیت۔ ❹

مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کے روز ابن عائذ کی تلوار میرے قبضہ میں آئی جس کا نام مرزبان تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ''اپنا اپنا لوٹا ہوا مال رکھ دو'' تو میں نے بھی یہ تلوار رکھ دی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ کوئی کچھ مانگے تو سوال رد نہیں کرتے تھے' ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ تلوار دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ لی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی۔

نزول آیت کا دوسرا سبب: ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انفال کے بارے میں میں نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' تو انہوں نے کہا ہمارے ساتھ مجاہدین بدر بھی تھے' اور یہ آیت اس وقت اتری ہے جب کہ انفال کے لئے ہم میں اختلاف پڑ گیا اور ہم آپس میں تیز و تلخ باتیں کرنے لگے' تو بات اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ سے لے لی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی۔ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال غنیمت مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا۔ ❺ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی اب ایک جماعت نے تو دشمنوں کا تعاقب کیا اور بھاگتوں کو قتل کیا اور ایک جماعت لشکر پر آ پڑی کہ ان کا محاصرہ کر رہی تھی اور ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لئے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہی تھی کہ کہیں دشمن گزند نہ پہنچائے۔ جب رات ہو گئی اور مال غنیمت تقسیم کرنے لگے' تو جن لوگوں نے مال غنیمت کو سمیٹ کر محفوظ کیا تھا' کہنے لگے کہ اس کے صرف ہم حقدار ہیں' اور جو دشمن کے تعاقب میں گئے تھے ان کا کہنا تھا کہ ہم دشمن کی شکست کا سبب ہیں اس لئے صرف ہم حقدار ہیں اور جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی وہ کہتے تھے کہ ہم کو اس بات کا سخت اندیشہ تھا کہ کہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند نہ پہنچے۔ اس لئے ہم تو ایک بہت ہی اہم کام میں مصروف تھے۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ انفال تو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح قائم رکھو۔ اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں اس کی تقسیم کر دی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب دشمن پر ہوتے تو اسی روز ہی چوتھائی مال غنیمت تقسیم کر دیتے اور جب واپس ہو چکتے تو تہائی کی تقسیم کر دیتے اور اپنے لئے اس کو نامناسب سمجھتے۔ ❻ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ایسی ایسی کارگزاریاں بتائے گا اس کو ایسا ایسا انعام ملے گا۔ اب نوجوان تو اپنی کارگزاری بتانے کی کوشش میں لگ گئے اور بوڑھوں نے مورچے اور جھنڈے سنبھال لئے اور جب مال غنیمت آیا تو جس کے لئے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ لینے کے لئے آئے۔ بوڑھوں نے کہا تم کو ہم پر ترجیح نہیں ہو سکتی' ہم

---

❶ ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی النفل ۲۷٤۰؛ صحیح، ورواه مسلم: ۱۷٤۸ من طریق آخر، ترمذی ۳۰۷۹؛ احمد ۱/ ۱۷۸۔

❷ ۲۹/ العنكبوت: ۸۔ ❸ ۵/ المائدة: ۹۰۔

❹ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ ۱۷٤۸؛ مسند الطیالسی ۲۰۸۔

❺ احمد ۵/ ۳۲۲ وسنده ضعیف، دارمی ۲/ ۲۲۹؛ حاکم ۲/ ۱۳٦؛ بیهقی ٦/ ۲۹۲ [ابن ماجه ۲۸۵۲ وهو صحیح]۔

❻ ترمذی، کتاب السیر، باب فی النفل ۱۵٦۱؛ ابن ماجه ۲۸۵۲؛ مختصراً وهو صحیح، احمد ۵/ ۳۲۳؛ حاکم ۲/ ۱۳۵؛ ابن حبان ٤۸۵۷؛ بیهقی ٦/ ۲۹۲۔

تمہارے پشت پناہ بنے ہوئے تھے اگر تمہیں ہزیمت ہوتی تو ہمارے ہی پاس تم کو پناہ ملتی۔ بات بڑھ گئی جھگڑا ہوا تو انفال والی آیت اتری۔ ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بدر کے روز حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے کسی کو قتل کیا اس کو مال مقتول میں سے یہ یہ انعام اور جو کسی کو قید کر لائے اس کو یہ انعام۔ چنانچہ ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے دو قیدی پکڑے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ نے اس طرح دے دیا تو آپ کے دوسرے اصحاب کے لئے کچھ نہ بچے گا۔ ہم جو میدان جنگ میں رکے رہے تو اس کا سبب کچھ یہ نہیں تھا کہ ہم کو مال کا یا معاوضہ کا لالچ نہ تھا اور نہ یہ کہ ہم دشمن سے گھبراتے تھے۔ ہم تو یہاں صرف اس لئے ٹھہرے رہے کہ کہیں آپ پر پیچھے سے حملہ نہ ہو جائے۔ مقامی حفاظت کی بھی سخت ضرورت تھی۔ غرض یہ کہ کچھ جھگڑا ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ❷ ارشاد باری ہے ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ ❸ یعنی جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ امام ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاموال الشرعیہ'' میں لکھا ہے کہ انفال' مالہائے غنیمت کو کہتے ہیں اور ہر وہ مال جو حربیوں سے مسلمانوں کو ملے۔ انفال پر سب سے پہلے تو رسول اللہ ﷺ کا حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے یوم بدر میں اس کی تقسیم حسب ہدایت باری تعالیٰ خمس نکالے بغیر کی تھی۔ جیسا کہ حدیث سعد میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد آیت خمس نازل ہوئی' تو پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔ ابن مذید کا بیان ہے کہ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ وہ بھی قائم ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ اس بارے میں اور بھی حدیثیں ہیں۔

انفال مجتمعہ مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ لیکن اس میں سے خمس نبی اکرم ﷺ کے اہل کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اور حدیثوں میں ہے۔ ''انفال'' کلام عرب میں ہر وہ احسان ہے جو محسن نے محض سلوک کے طور پر کیا ہو اور اس پر احسان کرنا واجب نہ ہو۔ یہی ہے وہ مال غنیمت جس کو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لئے حلال کر دیا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ ہم مسلمان ہی اس سے مخصوص ہیں اور مسلمانوں سے پہلے دوسری امتوں پر مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے خمس کا حقدار بنایا گیا ہے' کہ مجھ سے پہلے کسی کو خمس نہیں دیا گیا تھا۔'' ❹ ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام اگر فوج کے افراد کو کوئی انعام دے جو ان کے مقررہ حصے کے علاوہ ہو تو اس کو نفل یا انفال کہتے ہیں اور یہ اس کا کارگزاریوں اور دشمن پر زوردار حملہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ نفل جو امام کی طرف سے اعتراف حسن کارگزاری کے طور پر ملتا ہے چار طریقوں پر ہوتا ہے ہر طریقہ اپنی جگہ پر دوسرے طریقہ سے الگ ہے۔ ایک تو مقتول کا لوٹا ہوا مال واسباب' اس میں سے کوئی پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ دوسرا وہ نفل جو پانچواں حصہ الگ کرنے کے بعد دیا جاتا ہے۔ مثلاً امام نے کوئی چھوٹا سا لشکر دشمن پر بھیج دیا وہ غنیمت کا مال لے کر پلٹا تو امام اس میں سے اس لشکر کو چوتھائی یا تہائی اپنے حسب صوابدید تقسیم کر دے۔ تیسرا یہ طریقہ کہ جو خمس سے نکال کر باقی تقسیم کیا جانے والا ہے' اس میں سے اپنے حسب صوابدید اور حسب کارگزاری جس کو جتنا مناسب سمجھے دے اور باقی تقسیم کر دے۔ چوتھی صورت یہ کہ ساری غنیمت میں سے نفل دے قبل اس کے کہ خمس نکالے اور یہ سقاؤں' چرواہوں' سائیسوں اور دیگر مزدوروں کا حق ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ کئی صورتوں سے اس کی تقسیم ہوتی ہے۔

---

❶ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی النفل ۲۷۳۷ وسنده صحیح، ابن حبان ۵۰۹۳؛ حاکم، ۲/ ۱۳۱ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ❷ مصنف عبدالرزاق ۹۴۸۳ اس کی سند میں محمد بن السائب الکلبی متروک راوی ہے (التقریب، ۲/ ۱۶۳ رقم ۲۴۰) جبکہ ابوصالح کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔ ❸ ۷/ الاعراف: ۴۱۔

❹ صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب ۱، ۳۳۵؛ صحیح مسلم ۵۲۱۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنے سے پہلے مجاہدین کو مقتولین کا جو سامان اور مال و متاع دیا جاتا ہے' وہ انفال میں داخل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حصہ جو پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ تھا اس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں' اور جتنا چاہیں عطا فرمائیں' یہ بھی نفل ہے۔ پس امام کو چاہئے کہ دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت اور اسی قسم کے ضروری مواقع کا لحاظ رکھتے ہوئے طریق سنت کی پیروی کرے۔ اگر ایسی مصلحت درپیش نہ ہو تو نفل نکالنا ضروری نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ایک جماعت کافروں سے لڑنے کے لئے بھیجتا ہے اور ان سے کہہ دیتا ہے کہ جو شخص جو کچھ حاصل کرے اس میں سے پانچواں حصہ تو الگ کر دے اور باقی لے لے اور یہ بات جنگ پر جانے سے پہلے ہی باہمی رضامندی سے طے پا چکی ہوتی ہے۔ لیکن ان کے اس بیان میں جو کہا گیا ہے کہ بدر کی غنیمت کا پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا' اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ دو اونٹنیاں وہ ہیں جو انہیں بدر کے دن پانچویں حصہ میں سے ملیں تھیں۔ [1] میں نے اس کا پورا بیان کتاب السیرۃ میں کر دیا ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ یعنی اپنے امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح کل سے رہو' نہ ایک دوسرے پر ظلم کرو نہ دشمن بنو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہدایت اور علم دیا ہے کیا یہ اس مال سے بہتر نہیں جس کے لئے تم لڑ رہے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تقسیم کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حسب ارادہ ہی کرتے ہیں۔ ان کی تقسیم عدل و انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ﴿اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ کے معنی ہیں کہ آپس میں لڑو جھگڑو نہیں اور گالی گلوچ نہ بکو۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کونسی چیز ہنسی کا سبب ہوئی؟ تو فرمایا کہ ''میرے دو امتی اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ یا رب اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے میں بدلہ چاہتا ہوں۔ اللہ پاک اس سے فرماتا ہے کہ اپنے ظلم کا بدلہ ادا کرو۔ ظالم جواب دیتا ہے' یا رب اب میری کوئی نیکی باقی نہیں رہی کہ ظلم کے بدلے میں اسے دے دوں۔ تو وہ مظلوم کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! میرے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دے۔ یہ کہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ وہ بڑا ہی سخت دن ہو گا۔ لوگ اس بات کے حاجتمند ہوں گے کہ اپنے گناہوں کا بوجھ کسی اور کے سر دھر دیں۔ اب اللہ پاک طالب انتقام سے فرمائے گا کہ نظر اٹھا کر جنت کی طرف دیکھ! وہ سر اٹھائے گا جنت کی طرف دیکھے گا اور عرض کرے گا' یا رب! اس میں تو چاندی اور سونے کے محل ہیں موتیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ یا رب! یہ محل کس نبی اور کس صدیق اور شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے اس کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہے گا یا رب کون اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ اب وہ عرض کرے گا یا رب کس طرح؟ اللہ عزوجل شانہ ارشاد فرمائے گا' وہ اس طرح کہ تو اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ وہ کہے گا' یا رب میں نے معاف کیا۔ اللہ پاک فرمائے گا' اب تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو' آپس میں صلح قائم رکھو۔ کیونکہ قیامت کے روز اللہ پاک بھی مؤمنین کے درمیان آپس میں صلح کرانے والا ہے۔'' [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس ۳۰۹۱؛ صحیح مسلم ۱۹۷۹۔

[2] حاکم، ٤/ ٥٧٦ وسندہ ضعیف، الدر المنثور، ۳/ ۲۹۶ اس کی سند میں عباد بن شیبۃ الحبطی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲/ ۲٦٦، رقم: ٤١٢٠) اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الترغیب ۲۱۰۳)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔[۲] جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔[۳] سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔[۴]

ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے نیز اہل ایمان کی صفات: [آیت:۲-۴] منافقین جب فریضہ صلوۃ ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو قرآن کی آیتیں ذرہ بھر ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں' نہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں جب کہ گھر میں ہوتے ہیں' نہ اپنے مال کی زکوۃ دیتے ہیں۔ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ مؤمن ایسے نہیں ہوتے۔ مؤمنین کا وصف اس آیت میں یوں فرماتا ہے کہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جب آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو تصدیق کرنے کے سبب ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ کرتے ہی نہیں۔ مؤمن کی حقیقی پہچان یہی ہے کہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کا نام بیچ میں آ گیا تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے باز رہتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ مؤمن لوگوں سے اگر کوئی گناہ کا کام سرزد ہو بھی گیا یا حدود سے انہوں نے تجاوز کیا تو فوراً انہیں اللہ تعالیٰ کا دھیان آ جاتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں سے استغفار کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کا بخشنے والا ہی کون ہے۔ غلطی سے گناہ ہو گیا تو بار بار اس پر اصرار نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھدار لوگ ہیں۔ اور فرمایا کہ ''جن کو اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنے کا خوف دامنگیر ہے اور خواہش نفسانی ناجائز طور پر پوری کرنے سے وہ باز رہا تو جنت درحقیقت اسی کا حق ہے۔ چنانچہ سدی رحمۃ اللہ علیہ مرد مؤمن کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو معصیت کا ارادہ کرتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر تو اس کا قلب کانپ اٹھتا ہے۔ ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ دل خوف اللہ ہی سے دھڑکنے لگتے ہیں اور تن بدن میں ایک سوزش سی ہو جاتی ہے یہی تو وجہ ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جب یہ کیفیت طاری ہو جائے تو بندہ کو چاہئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے مقصد کی دعا مانگنے لگے کیونکہ ایسے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ قرآن سن کر ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے''۔ جیسا کہ فرمایا جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو کوئی کہتا ہے کہ اس آیت سے تم میں سے کس کا ایمان بڑھ گیا۔ سو بات یہ ہے کہ اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے جو پہلے ہی سے مؤمن ہے اور جنت کی خوش خبری اسی کے حق میں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ نے اسی نوعیت کی آیتوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی ہو سکتی ہے جیسا کہ جمہور ائمہ کا مذہب ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ بہت سارے ائمہ کا اسی پر اجماع ہے۔ جیسے شافعی اور احمد بن حنبل اور ابو عبید رحمۃ اللہ علیہم جیسا کہ ہم نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے۔

﴿وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ یعنی اس کے سوا کسی سے امید ہی نہیں رکھتے۔ اپنی پناہ اسی کو قرار دیتے ہیں۔ کچھ مانگتے ہیں تو اسی سے مانگتے ہیں اور ہر بات میں اسی کی طرف جھکتے ہیں' جانتے ہیں کہ وہ جو چاہے گا وہ ہوگا اور جو نہ چاہے گا وہ نہ ہوگا وہ وحدہ لا شریک ہے' متصرف فی الملک ہے' اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم نہیں' وہ سریع الحساب ہے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ توکل ایمان کا شیرازہ ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ مومنین کے اعتقاد کا ذکر کرنے کے بعد ان کے اعمال سے آگاہی دی جا رہی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور لوگوں کو دیتے دلاتے رہتے ہیں۔ یہ دونوں اعمال ایسے زبردست ہیں کہ تمام اعمال خیر پر مشتمل ہیں۔ اقامت صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے اقامت صلوۃ کہتے ہیں نماز کی اپنے اوقات پر پابندی کرنے کو' اور یہ کہ وضو میں اچھی طرح منہ ہاتھ پاؤں دھوئے گئے ہوں۔ رکوع اور سجود تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کئے گئے ہوں۔ قرآن کی تلاوت اس کے آداب کے ساتھ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تشہد اور درود ہو' یہ ہے اقامت صلوٰۃ جو ﴿یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ [1] کا مفہوم ہے۔ اور ﴿یُنْفِقُوْنَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قابل ہوں تو زکوٰۃ دیں' اور جو کچھ بھی ہے لوگوں کو دیتے دلاتے رہیں۔ بندوں کے واجب اور مستحب مالی حقوق ادا کرتے رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو سب کی مدد کریں کیونکہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی عیال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہی بندہ سب سے زیادہ مقبول ہے جو مخلوق کو سب سے زیادہ نفع رساں ہے۔ تمہارے اموال اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس گویا بطور امانت ہیں اور بہت جلد تمہارا مال تم سے جدا ہونے والا ہے اس لئے اس سے محبت نہیں ہونی چاہیے ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ ان صفات سے جو متصف ہیں وہی حقیقی مومن ہیں۔

حارث بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''حارث! صبح کیسی گزری؟'' حارث رضی اللہ عنہ نے کہا ایک مومن حقیقی کی حیثیت سے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خوب سمجھ کر کہو ہر شے کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے' تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے بتاؤ تو سہی۔'' تو حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دنیا کی محبت سے میں نے روگردانی کر لی ہے راتوں کو جاگ کر عبادت کرتا ہوں دن کو روزے کے سبب پیاسا رہتا ہوں اور اپنے کو یوں پاتا ہوں گویا میرے سامنے عرش رب کھلا ہوا ہے اور گویا میں اہل جنت کو باہم ملاقاتیں کرتا دیکھتا ہوں اور اہل دوزخ کو گرفتار بلا دیکھ رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں اے حارث! تم حقیقت ایمان تک پہنچ چکے ہو' اس پر قائم رہنے کی کوشش کرو۔'' یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ [2] قرآن زبان عرب میں نازل کیا گیا ہے اور (حقاً) کا لفظ ادبی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے (فُلَانٌ سَیِّدٌ حَقًّا) یعنی فلاں حقیقی سردار ہے' اگرچہ قوم میں اور دوسرے بھی سردار ہیں اور فلاں حقیقی تاجر ہے اگرچہ اور تاجر بھی بہت ہیں۔ اور فلاں حقیقی شاعر ہے' اگرچہ اور بہت شاعر ہیں ﴿لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ یعنی جنت میں ان کو بڑے بڑے درجے ملیں گے۔ جیسا کہ فرمایا' اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے بڑے درجے ہیں اور جو کچھ وہ عمل کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے گا۔ اہل جنت میں سے بعض کے درجے بعض سے بالاتر ہیں اور پر والے اوپر سے نیچے کے درجہ والوں کو دیکھیں گے اور فخر نہیں کریں گے۔ نیچے والے اوپر والوں کو دیکھ کر حسد نہیں کریں گے۔ مسلم اور بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''علیین والوں کو نیچے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح کہ تم افق آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔'' لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ انبیا کے منازل ہیں اور کسی اور کو کیا نہ ملیں گے۔ آپ نے فرمایا ''کیوں نہیں' اللہ تعالیٰ کی قسم وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق

[1] ۲/ البقرة:۳۔ [2] المعجم الكبير، ۳۳٦۷؛ شعب الإيمان ۱۰۵۹۱؛ مسند عبد بن حميد ٤٤٤ وسنده ضعيف مجمع الزوائد، ۱/ ۵۷ اس کی سند میں ابن لھیعہ اختلاط کی وجہ سے ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے (التقريب، ۱/ ٤٤، رقم: ۵۷٤)

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۟ۙ﴿۵﴾ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۟ۙ﴿۷﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمہ: جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے مصلحت کے ساتھ آپ کو روانہ کیا' اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔[۵] وہ اس مصلحت میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔[۶] اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آ جائے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور ان کافروں کی بنیاد کو قطع کر دے۔[۷] تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔[۸]

= کی وہ بھی اس کے مستحق ہیں۔'' ❶ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اہل جنت اوپر کی جنت والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے افق آسمان پر ستارے ہیں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما انہیں میں سے ہیں انہیں بھی یہ عزت ملے گی۔'' ❷

جنگ بدر کا پس منظر اور دیگر تفصیلات: [آیت:۵-۸] مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ ﴿كَمَآ اَخْرَجَكَ﴾ میں ﴿كَمَآ﴾ کے آنے کا کیا سبب ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آیت زیر ذکر میں تشبیہ دی گئی ہے' مؤمنین کے باہمی صلح کے ساتھ ان کے اتقا رب اور اطاعت رسول کے بارے میں۔ چنانچہ بات کا ڈھنگ یوں ہوتا ہے کہ جیسا تم نے غنیمتوں کے بارے میں اختلاف کیا تھا اور لڑ پڑے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا فیصلہ چکا دیا تھا اور تم سب سے چھین کر تقسیم کا حق رسول اللہ ﷺ کو دے دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے عدل اور مساوات کے ساتھ تقسیم کر دی تھی اور یہ بات تمہاری مصلحت کاملہ کی خاطر تھی۔ اسی طرح اس موقع پر جب دشمنوں سے لڑنے کے لئے تم کو مدینے سے نکلنا پڑا تو شوکت و جاہ والے بڑے لشکر سے لڑنا تمہیں ناپسند ہوا۔ یہ بڑا لشکر وہ تھا جو اپنے ہم مذہب کافروں کی مدد اور شام کو گئے ہوئے قافلہ مال تجارت کی حفاظت کے لئے مکے سے نکل آئے تھے اور اس جہاد کو ناپسند کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی جنگ سے تمہیں دوچار کیا اور پہلے سے بغیر کسی قرار داد جنگ کے دشمن سے تمہیں بھڑا دیا اور نتیجہ میں تمہیں نصرت و ہدایت بخشی۔ جیسا کہ فرمایا قتال تم پر فرض کیا جاتا ہے اور یہ تمہیں ناپسند ہے۔ لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناگوار سمجھو اور دراصل تمہاری بھلائی اسی میں ہو' اور تم کسی بات کو پسند کرو اور درحقیقت نتیجہ میں وہ تمہارے لئے مضر ثابت ہو۔ تمہاری بہتری کا علم تمہارے اللہ تعالیٰ کو ہے تم کو نہیں۔ بعض نے اس تشبیہ کے یہ معنی بتائے ہیں کہ جس طرح تمہارے اللہ تعالیٰ نے حق طور پر تم

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة ۳۲۵٦؛ صحیح مسلم ۲۸۳۱؛ ابن حبان ۷۳۹۳۔

❷ ابوداود، کتاب الحروف والقراءات، باب ۳۹۸۷؛ بتصرف یسیر: وسنده ضعیف، ترمذی ۳٦۵۸؛ ابن ماجه ۹٦؛ احمد، ۳/ ۲۷؛ مسند ابی یعلی ۱۱۳۰، اس کی سند میں عطیہ العوفی مجروح راوی ہے (التقریب، ۲/ ۲۴، رقم: ۲۱٦)

کو مدینہ سے باہر نکلنے میں کامیاب کیا ہے' حالانکہ بعض مؤمنین اس خروج سے ناراض تھے لیکن انہیں آنا پڑا' اسی طرح وہ جنگ سے باز رہنا چاہتے ہیں اور تم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں' حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی رائے کی حقانیت ان پر ظاہر ہو چکی تھی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ معنی ہیں کہ جس طرح مدینے سے مجبوراً تم لوگ نکلے اسی طرح امر حق میں وہ رسول سے جھگڑتے ہیں۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت بدر کی لڑائی میں نکلنے کے بارے میں نازل ہوئی ﴿يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ﴾ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اے نبی! یہ مؤمنین تم سے لڑنے کی نیت سے انفال کے بارے میں سوالات پیدا کر رہے ہیں جیسا کہ بدر کے روز بھی انہوں نے تم سے مجادلہ کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ آپ تو ہمیں قافلے سے نمٹنے کے لئے لے کر نکلے تھے' ہم کو گمان بھی نہ تھا کہ ہمیں جنگ کرنا پڑے گی اور نہ ہم جنگ کے لئے تیار ہو کر گھر سے نکلے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ سے ابوسفیان کے قافلے کی راہ روکنے کے لئے نکلے تھے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ قافلہ ملک شام سے قریش کے لئے بہت سا مال لے کر روانہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو آمادہ کیا اور تین سو دس سے کچھ زیادہ آدمی لے کر نکل کھڑے ہوئے' اور چشمہ بدر کی راہ پر ساحل کی طرف چل پڑے۔ ابوسفیان کو حضور ﷺ کے حملہ کرنے کی خبر ہو چکی تھی' جو اس قافلہ کا سردار تھا۔ اس نے ضمضم بن عمرو کو مکہ بھیج کر اہل مکہ کو مدینے والوں کے ارادے سے آگاہ کیا۔ مکے والے تقریباً ایک ہزار آدمی لے کر نکلے۔ ابوسفیان قافلے کو سیف البحر کی طرف سے لے کر نکل گیا اور صاف بچ گیا۔ اب مکہ کا یہ ایک ہزاری لشکر بڑھتا رہا حتیٰ کہ چشمہ بدر کے پاس آکر پڑاؤ ڈالا۔ اب مسلمان اور کافر بغیر اس کے کہ پہلے سے کوئی قرارداد جنگ ہو آپس میں گتھ گئے۔ کیونکہ اللہ پاک مسلمانوں کا بول بالا کرنا چاہتا تھا اور حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر تھی۔ جیسا کہ یہ بیان عنقریب آنے والا ہے۔ غرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی کہ مکے سے ایک بڑا لشکر ان سے لڑنے کے لئے نکلا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی بھیجی کہ دو میں سے ایک چیز تمہیں ملے گی' یا تو قافلے کو لوٹ لو' یا اس لشکر سے لڑ بیٹھو' دونوں نہیں ملیں گے کسی ایک کو اختیار کر لو اور اس میں کامیاب ہو جاؤ۔ مسلمانوں میں سے اکثر کی یہ رائے تھی کہ قافلے کو لوٹ لو اور چل دو بغیر جنگ کے بہت سا مال مل جائے گا۔ جس کی حکایت اللہ پاک نے یوں فرمائی ہے کہ ''تم چاہتے ہو کہ دونوں میں سے وہ صورت پسند کریں جو شوکت والی نہ ہو' یعنی قافلے سے نمٹ لیں اور اللہ تعالیٰ کا تو ارادہ یہ تھا کہ حق ظاہر ہو کر رہے اور مکے کے کافروں کا قلع قمع ہو جائے۔''

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مدینے میں تھے اور حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا ''کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابوسفیان قافلہ لے کر آ رہا ہے' تم لوگ کیا کہتے ہو' کیا اس قافلہ کی راہ روکنے کے لئے ہم نکل پڑیں ممکن ہے کہ تم لوگوں کو بہت کچھ مال و دولت مل جائے۔'' ہم نے عرض کیا ضرور چلنا چاہیے۔ چنانچہ ہم سب نکلے اور ایک یا دو روز چلتے رہے۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اچھا ان کافروں سے جنگ کرنے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انہیں اس بات کی خبر ہو گئی ہے کہ تم قافلے کے خیال سے نکل چکے ہو۔'' مسلمانوں نے کہا کہ واللہ ہم میں دشمن کے اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں۔ ہم جو نکلے ہیں تو صرف قافلے کو لوٹنے کے خیال سے چل پڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ پھر ہم لوگوں نے یہی جواب دیا۔ اب مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس موقع پر ایسا نہ کہیں گے' جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم یہیں بیٹھے تمہاری واپسی کے منتظر رہتے ہیں۔ ہم گروہ انصار نے تمنا کی اور کہا' اگر ہم بھی وہی کہتے جو مقداد نے کہا تو یہ بات قافلہ کا مال عظیم مل جانے سے بھی ہمیں زیادہ پسند ہوتی۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ ﴿كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ

بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝﴾ ابو وقاص لیثی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف سب کو لے کر نکلے اور مقام روحاء میں پہنچ کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور کہا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں علم ہو چکا ہے کہ یہ کفار یہاں یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اب کی مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اور ایک بار یہ سوال کیا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی مراد ہم سے ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہ کبھی برک الغماد گیا ہوں نہ مجھے اس کی راہ کا علم ہے لیکن اگر آپ یمن کے برک الغماد تک بھی جائیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور امت موسیٰ کی طرح نہ کہیں گے کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑ لو ہم یہیں سے تمہارا ساتھ دیں گے۔ ممکن ہے کہ آپ نکلنے کے وقت کسی اور غرض سے نکلے ہوں' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کوئی دوسری صورت پیدا کر دی ہو' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو صورت چاہیں اختیار کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینا چاہتا ہے دے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹنا چاہتا ہے ٹوٹ جائے' جو چاہے آپ کا مخالف بن جائے اور جو چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر کے رہے۔ ہمارا مال جو کچھ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لے سکتے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ کے اسی قول کی بنا پر وہ آیت اتری۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے لئے مشورہ کیا اور پھر قریش کے لشکر سے جنگ کا حکم دیا تو مسلمانوں کو یہ جنگ ناپسند تھی۔ اسی لئے آیت اتری تھی کہ ﴿اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝﴾ یعنی بعض مومنین کی یہ مرضی نہیں ہے۔ اور حق بات ظاہر ہو جانے کے بعد بھی یہ تم سے بحث کرتے ہیں۔ وہ ایسا سمجھ رہے ہیں کہ جنگ کریں گے تو گویا موت کی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ فی الحق سے مراد فی القتال ہے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ﴿لَكٰرِهُوْنَ﴾ سے مشرکین کے ساتھ ہی جنگ کی ناپسندی مراد ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ ﴿بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ﴾ کا مطلب ہے کہ یہ ظاہر ہو جانے کے بعد کہ تم حکم رب کے سوا کسی بات کا اقدام نہیں کرتے' پھر بھی رسول کی رائے کے خلاف کرتے ہیں۔ ابن زید ﴿يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد مشرکین ہیں۔ یعنی یہ مشرکین حق بات کے بارے میں مجادلہ کرتے ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف کھینچے جا رہے ہیں جبکہ انہیں اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو اور یہ کہ ایسی مذموم صفت سے مومنین متصف نہیں ہو سکتے اور یہ صفت اہل کفر ہی کی ہو سکتی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر یہ اعتراض ہے کہ ابن زید کا یہ قول کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ الفاظ ﴿يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ﴾ سے پہلے سیاق عبارت اہل ایمان سے متعلق ہے اور جو الفاظ اس کے بعد ہیں ظاہر ہے کہ وہ اسی کی خبر ہو گی۔ سچ تو یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا قول درست ہے کہ اس سے مراد مومنین ہی ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید کی ہے۔ یہی حق ہے اور سیاق کلام اسی کی تائید کرتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کامیابی کے ساتھ جنگ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اب مال بھرے قافلے سے بھی نمٹ لیں۔ اب کوئی رکاوٹ بھی باقی نہیں رہی۔ تو عباس رضی اللہ عنہ جو قیدی کی حیثیت سے اسیران جنگ میں تھے بول اٹھے کہ ہرگز یہ مناسب نہیں' کیونکہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے دو چیزوں میں سے ایک کا چنانچہ ایک چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو چکی اب دوسری چیز بھی حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ [1] اس کی اسناد جید

---

[1] ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الأنفال ۳۰۸۰ وسندہ ضعیف سماک کی عکرمہ سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ احمد، ۱/ ۲۲۹؛ مسند ابی یعلی ۲۳۷۳۔

ہیں۔اس قول کے معنی ﴿تَوَدُّونَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ﴾ یہ ہیں کہ تم یہ چاہتے تھے کہ وہ چیز حاصل کریں جس میں نہ کوئی مدافعت ہے نہ قتال ہے یعنی ابوسفیان کے قافلے کو لوٹنا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا تھا کہ تم کو ایسی جماعت سے بھڑا دے جو جاہ و شوکت والی ہو اور اس سے جنگ واقع ہو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان پر کامیابی بخشے اور اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ ہو کلمہ اسلام بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عاقبت امور سے کوئی واقف نہیں' حسن تدبیر کا مدبر وہی ہے اگر چہ لوگ اس کے خلاف ہی کیوں نہ چاہتے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا کہ قتال تم پر فرض ہے خواہ وہ تمہیں ناگوار ہی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ تمہیں ایک بات ناپسند ہو اور خیر اسی کے اندر ہو اور ایک بات اچھی لگے اور شر اسی کے اندر ہو۔ حسب ذیل حدیث بھی سیاق حدیث بدر میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے شام سے ابوسفیان کے چلنے کی خبر پائی تو مسلمانوں کو بلایا اور کہا کہ قریش کے اس قافلے کے ساتھ مال و متاع بہت ہے اس پر دھاوا بولو۔ کیا عجب کہ کفار کا مال غنیمت اللہ تعالیٰ تمہیں دے دے۔ بعض کے پاس اسلحہ تھا اور بعض کے پاس نہیں اور نہ انہیں یہ گمان تھا کہ نبی اکرم ﷺ جنگ کریں گے۔ اور ابوسفیان جب حجاز سے قریب ہوا تو اس نے اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے اور ہر آنے جانے والے سے نبی اکرم ﷺ کی خبریں پوچھتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس کو خبر مل گئی کہ حضرت محمد ﷺ تمہارے قافلے کے درپے ہیں تو اس نے احتیاطی تدابیر اختیار کر لیں اور ضمضم بن عمرو غفاری کو فوراً مکے بھیجا کہ قریش سے مل کر قافلے کی حفاظت کا انتظام کرائے کیونکہ محمد ﷺ حملہ آور ہو رہے ہیں ادھر رسول اللہ ﷺ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے اور وادی ذفران تک پہنچے اور دہاں قیام کیا کہ اتنے میں آپ کو خبر ملی کہ قریش اپنے قافلے کی حفاظت و مدافعت کی خاطر مکہ سے روانہ ہو گئے ہیں تو آپ ﷺ نے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ٹھیک بات کہہ دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا۔ پھر مقداد رضی اللہ عنہ کہنے لگے' یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ کا جو منشا ہے اس کو پورا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح نہیں کہیں گے۔ اگر آپ ہمیں حبش تک بھی لے جانا چاہیں تو جب تک آپ ﷺ وہاں نہ پہنچیں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ تو آپ نے مقداد رضی اللہ عنہ کو دعائے خیر دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے لوگو! مجھے مشورہ دو" آپ ﷺ کی مراد انصار سے تھی۔ ایک تو اس وجہ سے بھی کہ انصار تعداد میں زیادہ تھے دوسرے اس لئے بھی کہ عقبہ میں جب انصار نے بیعت کی تھی تو اس بات پر کی تھی کہ جب آپ اس قرب مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جائیں گے تو ہر حال میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ یعنی دشمن آپ پر چڑھائی کر کے آئے تو ہم اس کے مقابلے پر ہو جائیں گے۔ اس میں چونکہ یہ وعدہ نہ تھا کہ جارحانہ اقدام پر بھی ساتھ دیں گے' اس لئے حضور ﷺ ان کا بھی ارادہ اور رائے دریافت کر لینا چاہتے تھے تا کہ ان سے بھی وعدہ لے کر ان کی ہمدردیاں بھی حاصل کر لیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شاید آپ ہم سے جواب طلب فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میری مراد تمہیں لوگوں سے ہے۔ تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ہمارا آپ ﷺ پر ایمان ہے' آپ کا حکم ماننے کی بیعت آپ کے ہاتھ پر کر چکے ہیں' ہم آپ کا ساتھ کبھی نہ چھوڑیں گے اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر بھی آپ ﷺ اس میں گھوڑا ڈال دیں تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے ہم میں سے کوئی بھی ذرا تامل نہ کرے گا۔ ہم لڑائیوں میں بہادر بتانے والے' مصیبتوں کو جھیلنے والے ہیں۔ آپ ہم سے ان شاء اللہ خوش رہیں گے۔ اس جواب سے آپ بہت خوش ہوئے اسی وقت کوچ کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ رب نے دو میں سے ایک کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور کیا عجب وہ ایک یہی جنگ ہو۔ میں گویا مشرکین کا مقتل یہیں سے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

ع

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے۔[۹] اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس کے لئے کی کہ بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے۔ اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔[۱۰]

میدان بدر میں نبی ﷺ کی دعا پر اللہ کی مدد کا نزول: [آیت:۹-۱۰] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے روز نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کا شمار کیا تو تین سو سے کچھ اوپر تھے۔ اور مشرکین کوئی ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ چنانچہ آپ قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ آپ صرف ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور تہبند بندھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ ''یا رب! تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اس موقع پر پورا کر۔ اگر مسلمانوں کی اس مٹھی بھر جماعت کو تو نے ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور توحید کا نام و نشان مٹ جائے گا۔'' آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے دعائیں مانگ رہے تھے حتیٰ کہ چادر آپ ﷺ کے شانوں سے گر پڑی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آ کر اس کو آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈال دیا اور آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اب اللہ تعالیٰ سے التجائیں بس کر دیجئے' وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس نے تمہاری درخواست قبول کر لی' اب میں ایک ہزار صف بہ صف فرشتوں سے تمہاری مدد کرتا ہوں۔ چنانچہ جس روز جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش دے دی۔ مشرکوں میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر اور عمر اور علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا' تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے بھائی بند اور قبیلہ د خاندان والے ہیں' میں تو یہ رائے رکھتا ہوں کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تا کہ فدیہ کی رقم سے ہمیں مالی استحکام حاصل ہو کافروں پر غلبہ کی اور قوت پیدا ہو اور کیا عجب ہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت بخشے۔ پھر یہ خود ہماری قوت میں اضافہ کریں گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''عمر! تم کیا کہتے ہو؟'' تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' میری تو وہ رائے نہیں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے رشتہ دار کا فر قیدی کو قتل کر دوں اور علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن اڑا دیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے فلاں بھائی کی گردن ماریں تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ ثابت کر سکیں کہ مشرکین کے لئے ہمارے دلوں میں کوئی رعایت نہیں۔ یہ مشرکین قیدی تو کافروں کے سردار اور قائد ہیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور ان قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دوسرا دن نکلا تو میں آنحضرت ﷺ کے گھر گیا۔ دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ اور ابو بکر دونوں رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ اور ابو بکر کیوں رو رہے ہیں۔ تا کہ رونا آئے تو میں بھی روؤں اور نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بنا لوں تا کہ آپ ﷺ کا شریک ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی وجہ سے رونا ہے۔ میں اس خطا کی وجہ سے

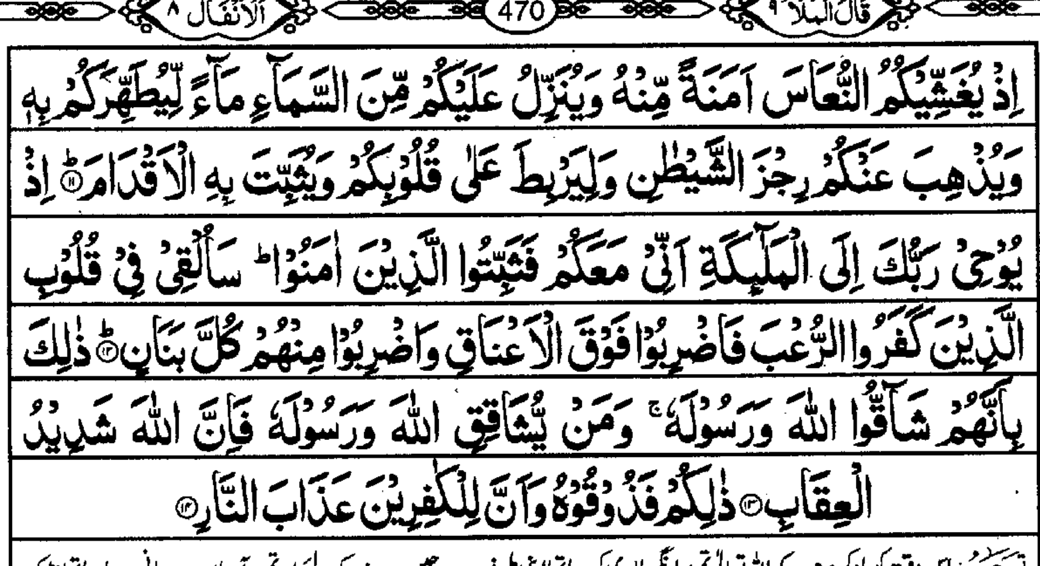
اس عذاب کو دیکھ رہا ہوں جو اتنا قریب ہے جتنا یہ میرے سامنے کا درخت۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ...... فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ ❶ چنانچہ غنیمت حلال کر دی گئی۔ پھر جب آیندہ سال یوم احد آیا تو یوم بدر کی غلطی کا اللہ تعالیٰ نے یوں بدلہ لیا کہ فدیہ کے ستر چھوٹے ہوئے کافروں کے بدلے احد میں مسلمانوں کے ستر صحابی شہید ہوئے۔ حضور ﷺ کے سامنے کے چار دانت ٹوٹ پڑے، خود سر مبارک میں دھنس گیا، خون چہرۂ مقدس پر بہنے لگا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ "مصیبت پہنچی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی۔ کہہ دو کہ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں نازل ہوئی ہے" ❷ یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے سبب۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ﴾ سے مراد حضور ﷺ کا دعا کرنا ہے کیونکہ بدر کے روز نبی اکرم ﷺ اللہ سے بہت اصرار کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ آ کر کہنے لگے: یا رسول اللہ! اب دعا کو مختصر کر دیجئے اللہ پاک ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا جو آپ ﷺ سے کیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یوم بدر میں نبی پاک ﷺ فرما رہے تھے کہ "اے اللہ تعالیٰ! میں عہد کے پورا کرنے کی طرف تجھے توجہ دلاتا ہوں ورنہ اے اللہ تعالیٰ تجھے پوجنے والا کوئی نہ رہے گا۔" تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا حضرت بس بس۔ تو آپ اٹھے اور فرما رہے تھے "کہ قریب تر عرصہ میں کافروں کو شکست ہونے والی ہے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے ہیں" ﴿بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾ یعنی فرشتوں کی صفیں ایک کے پیچھے ایک لگی ہوئی تھیں۔ اور ﴿مُرْدِفِينَ﴾ سے مراد مدد بھی ہو سکتی ہے یعنی فرشتے مدد پر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام ہزار فرشتے لے کر نبی اکرم ﷺ کی سیدھی طرف تھے جدھر کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور میکائیل ایک ہزار فرشتے لے کر بائیں طرف تھے جدھر میں تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہزار کی مدد پر دوسرے ہزار بھی تھے۔ اسی لئے بعض نے ﴿مُرْدَفِينَ﴾ بفتحہ دال قراءت کی ہے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ پانچ سو ملائکہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ تھے اور پانچ سو میکائیل علیہ السلام کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اوپر سے ایک کوڑا مشرک کے سر پر پڑنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی بھی آہٹ پائی گئی، اب کیا دیکھتے ہیں کہ کافر گر کر زمین پر ڈھیر ہو گیا ہے۔ کوڑے کی ضرب سے سر پھٹ گیا ہے حالانکہ کسی انسان نے اسے مارا نہ تھا۔ اب پیچھے والے انصاری نے یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچائی، تو آپ ﷺ نے فرمایا "تم نے سچ کہا یہ آسمانی مدد تھی۔" یہ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا۔ چنانچہ ستر تو قتل ہوئے تھے اور ستر قیدی ہوئے۔ ❸ رافع رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے، کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام آئے اور حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "مسلمانوں میں سب سے افضل" تو حضرت جبریل علیہ السلام کہنے لگے کہ بدر میں مدد کرنے والے ملائکہ بھی دوسرے ملائک میں ایسے ہی افضل سمجھے جاتے ہیں۔ ❹ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا جب کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قتل حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ دیا تھا، یہ کہ حاطب بدر میں شریک ہوا تھا اور تمہیں کیا خبر کہ شاید اللہ پاک نے اہل بدر کو بخش دیا ہو۔ کیونکہ فرمایا تھا کہ اب تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ ❺

❶ ٨/ الانفال: ٦٧، ٦٩۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر...... ١٧٦٣؛ احمد، ١/ ٣٠؛ ابن حبان، ٤٧٩٣؛ دلائل النبوة، ٣/ ٥١۔ ❸ صحیح مسلم، حوالہ سابق۔

❹ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرا، ٣٩٩٢۔

❺ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرا، ٣٩٨٣؛ صحیح مسلم، ٢٤٩٤۔



إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جما دے۔[۱۱] اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔[۱۲] یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔[۱۳] سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔[۱۴]

قولہ تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی﴾ یعنی فرشتوں کا یہ بھیجنا تمہیں صرف خوش کرنے کے لئے تھا اور یہ کہ تمہارے دل کو اطمینان کی صورت ہو ورنہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری مدد کرنے پر ہر طرح قادر ہے۔ اسکو مدد کے لئے فرشتوں کی محتاجی تھوڑی ہے۔ یہ مدد تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مدد تھی فرشتے تو مدد کی ظاہری صورت تھی۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب کبھی تم کافروں کو پاؤ تو ان کی گردن اڑا دو غالب آ جاؤ تو انہیں زنجیروں میں جکڑ لو پھر یا تو معاف کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو حتیٰ کہ جنگ کا سدباب ہو جائے۔ یہ آیت اس لئے لائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو خود ان کی مدد کر سکتا ہے۔ لیکن دراصل وہ بعض کو بعض کے ذریعہ آزماتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو کبھی تلف نہیں کرے گا۔ انہیں ہدایت کرے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ اور ارشاد باری ہے کہ ﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ o وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ o﴾ [1] ہم زمانہ کو لوگوں میں گھماتے رہتے ہیں اور زمانہ کو بدل بدل کر لاتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ جانچ لے اور شہیدوں کو الگ کرے۔ ظالموں سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں رہ سکتا۔ اس میں ایمانداروں کا امتیاز ہو جاتا ہے اور کافروں کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے۔ جہاد کا شرعی فلسفہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو موحدوں کے ہاتھوں سزا دیتا ہے۔ اس سے پہلے وہ عام آسمانی عذابوں سے ہلاک کر دیئے جاتے تھے' جیسے قوم نوح پر طوفان آیا' عاد اولیٰ آندھی میں تباہ ہوئے۔ اہل ثمود چیخ سے غارت کر دیئے گئے۔ قوم لوط کا طبقہ الٹ گیا اور پتھروں کی بارش ہوئی۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کے سر پر پہاڑ معلق کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو

[1] ۳/ آل عمران: ۱۴۰۔

بھیجا اور ان کے دشمن فرعون کو ہلاک کر دیا گیا اور اس کی قوم کو دریا میں غرق کر دیا گیا موسیٰ علیہ السلام کو توریت دے کر کفار کو قتل کر دینا فرض قرار دیا گیا اور یہی حکم دوسری شریعتوں کے اندر بھی قائم رہا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان سے پہلے کی امتیں بھی نافرمانی کے سبب ہلاک کر دی گئیں تھی۔ اس میں لوگوں کے لئے بصیرت ہے۔ مؤمنین کا کافروں کو بھی بجائے قید کے قتل کر دینا ان کافروں کی زبردست اہانت کی چیز تھی۔ اور اس سے مؤمنین کے دل بھی ٹھنڈے ہوتے۔ جیسا کہ اس امت کے مؤمنین کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کافروں کو قتل ہی کر دو۔ اللہ پاک تمہارے ہاتھوں انہیں رسوا کرنا اور عذاب دینا چاہتا ہے اور اس لئے بھی کہ تمہارا دل ٹھنڈا ہو۔ کیونکہ یہ گردن زدنی سرداران قریش مسلمانوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور انہیں ممکنہ آزار پہنچاتے تھے۔ اگر یہ قتل ہو کر سر بازار رسوا ہوتے تو مسلمانوں کے دلوں کو اس انتقام سے کتنی ٹھنڈک پہنچتی۔ چنانچہ ابوجہل جب عین جنگ میں مارا گیا تو اس کی لاش کی بڑی بے عزتی ہوئی کہ اگر بستر پر اپنی موت مرتا تو اس کی کبھی یہ رسوائی نہ ہوتی۔ یا جیسا کہ ابولہب مرا تو ایسا سڑ گیا تھا کہ اس کے قریب ترین اقربا بھی اس کی لاش کے قریب نہ آتے تھے۔ نہلانے کے بجائے دور سے لاش پر پانی پھینک دیا گیا اور دفن کے طور پر اس کو ایک گڑھے میں گرا دیا گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ عزت کافروں کے لئے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کے لئے ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں اور مؤمنین کی مدد دنیا میں بھی کرتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ تم کو یہ حکم دینا کہ کفار کو قتل کرو اس میں بھی اس کی خاص حکمت ہے ورنہ کیا وہ خود اپنی قدرت سے انہیں ہلاک نہیں کر سکتا۔

میدان بدر میں رحمت الٰہی کا نزول: [آیت:۱۱۔۱۴] اللہ پاک ان احسانات کو یاد دلاتا ہے کہ وقت جنگ تم پر غنودگی طاری کر کے ہم نے تم پر احسان کیا ہے کہ اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا جو تمہیں احساس تھا اور اس احساس کے تحت تم پر ایک خوف سا جو طاری تھا اس سے تمہیں مامون کر دیا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یوم احد میں بھی کیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا﴾ ❶ الخ۔ یعنی رنج و غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں امن دیا جو غنودگی کی صورت میں تمہیں ڈھانکے ہوئے تھا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے روز مجھے بھی غنودگی آ گئی تھی کہ تلوار میرے ہاتھ سے گری جاتی تھی اور میں اٹھاتا جاتا تھا۔ ❷ اور میں لوگوں کو بھی دیکھ رہا تھا کہ ڈھال سر پر لگائے ہوئے نیند میں لوگ جھول رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کے روز مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے پاس سواری نہیں تھی۔ ہم سب نیند کے سے عالم میں تھے لیکن رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے صبح تک نمازیں پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے آگے روتے رہے۔ ❸ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بروز جنگ یہ اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا ایک امن کی شکل میں تھی اور نماز میں یہی اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ ❹ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اونگھ سر میں ہوتی ہے اور نیند دل میں ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ غنودگی یوم احد میں گھیرے ہوئے تھی اور یہ خبر تو بہت عام اور مشہور ہے اور یہاں آیت شریفہ سیاق قصۂ بدر میں ہے اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بدر میں بھی غنودگی طاری تھی اور یہ شدت جنگ میں مؤمنین پر طاری ہو جایا کرتی تھی تاکہ ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی مدد سے مطمئن اور مامون رہیں اور یہ مؤمنین پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے جیسا کہ فرمایا کہ سختی کے ساتھ ساتھ آسانی بھی ہے۔

میدان بدر میں فرشتوں کا نزول: اسی لئے حدیث میں ہے کہ بروز بدر نبی اکرم ﷺ اپنے لئے بنائے ہوئے کاشانہ میں صدیق

---

❶ ۳/ آل عمران:۱۵۴۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة آل عمران باب قوله (أمنة نعاسا) ۴۵۶۲؛ ترمذی ۳۰۰۷۔ ❸ احمد، ۱/ ۱۲۵ وسندہ صحیح، مسند ابی یعلی ۲۸۰؛ ابن حبان ۲۲۵۷ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح موارد الظمآن ۱۴۰۸) ❹ الطبری، ۱۳/ ۴۱۹۔

اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور دونوں مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ ایسے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ سی آ گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کرتے ہوئے خودی میں آ گئے اور فرمانے لگے'اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ وہ ہیں جبرئیل علیہ السلام گرد آلود کیفیت میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شانے سے باہر آئے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ ''دشمنوں کو ہزیمت ہوگئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔'' ❶ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿يُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تم پر پانی برسایا۔ ایک تو نیند کی سی کیفیت کو تمہارے لئے امن کی وجہ قرار دی دوسرا احسان تم پر اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ پانی برس پڑا جو مسلمانوں کے لئے مفید اور کافروں کے لئے مضر ثابت ہوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بدر میں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا وہاں مشرکوں نے میدان بدر کے پانی پر قبضہ کر لیا تھا اور مسلمانوں کے اور پانی کے درمیان وہ حائل ہو گئے تھے مسلمان کمزوری کی حالت میں تھے۔ شیطان نے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ تم تو بڑے اللہ والے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور تم میں رسول بھی موجود ہیں' اور پانی پر قبضہ مشرکوں کا ہے اور پانی سے تم اتنے محروم ہو گئے ہو کہ نماز بھی پڑھتے ہو تو غسل کا تیمم کر کے پڑھ لیتے ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خوب پانی برسایا۔ مسلمانوں نے پیا بھی اور پاکی و صفائی بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسہ کو بھی نیچا دکھایا پانی کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف کی ریت جم گئی لوگوں کو اور جانوروں کو چلنے میں آسانی ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی ایک ہزار فرشتوں سے مدد کی۔ جبرئیل علیہ السلام ایک طرف پانچ سو فرشتے لئے ہوئے تھے اور میکائیل دوسری طرف پانچ سو فرشتے لئے ہوئے موجود تھے۔ ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مشرکین قریش جب ابوسفیان کے قافلے کی مدد کے لئے نکلے اور مسلمانوں سے لڑ بیٹھے تو چشمۂ بدر پر پڑاؤ ڈالا۔ مسلمان پانی سے محروم ہو گئے۔ پیاس سے تڑپنے لگے۔ نماز بھی جنابت اور حدث ہونے کی حالت میں پڑھنے لگے۔ حتیٰ کہ ان کے دلوں میں مختلف خیالات پیدا ہونے لگے۔ اب اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا اور میدانوں میں پانی بہنے لگا۔ مسلمانوں نے برتن بھر لئے جانوروں کو پلایا' نہائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکی بخشی اب وہ ثابت قدم بھی ہو گئے۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ریت تھی۔ پانی برس گیا تو زمین دب گئی اور سخت ہوگئی مسلمانوں کے قدم زمین پر جمنے لگے۔ مشہور یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی طرف چلے تو وہاں پانی کے قریب اترے۔ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مقام جہاں آپ فروکش ہیں' سو کیا بحکم وحی فروکش ہیں جس سے ہم ذرہ بھر سرتابی نہیں کر سکتے' یا یہ کہ جنگی مصلحت کے تحت قیام کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ''مصلحت کے تحت قیام کیا ہے'' حباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسی صورت میں اور آگے چلئے آخری پانی پر قبضہ کر لیجئے وہیں حوض بنا کر یہاں کا سب پانی جمع کر لیں تو پانی پر ہمارا قبضہ رہے گا اور دشمن پانی کے بغیر رہ جائے گا۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے چل کھڑے ہوئے۔ ❸ کہتے ہیں کہ حباب رضی اللہ عنہ نے جب یہ مشورہ دیا تو اس وقت آسمان سے ایک فرشتہ اترا اور جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس فرشتہ نے کہا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے سلام فرمایا ہے نیز ارشاد فرمایا ہے کہ حباب بن منذر کی رائے تمہارے لئے صحیح ہے۔'' آپ جبرئیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا تم اس کو جانتے ہو؟ جبرئیل علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر کہا کہ میں تمام ہی فرشتوں کو جانتا تو نہیں ہوں' لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ فرشتہ ہے کوئی شیطان نہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

---

❶ دلائل النبوۃ، ۳/ ۸۰، ۸۱ وسندہ ضعیف لارسالہ اس معنی کی روایت صحیح بخاری ۳۹۵۳ میں بھی موجود ہے لیکن اس میں جبرائیل علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔ ❷ دلائل النبوۃ، ۳/ ۷۸، ۷۹ وسندہ ضعیف، الطبری، ۱۳/ ۴۲۳۔

❸ ابن ھشام، ۱/ ۶۲۰؛ دلائل النبوۃ، ۳/ ۳۱، ۳۵ وسندہ ضعیف لارسالہ۔

نے پانی برسایا حضور ﷺ کی طرف کی زمین پانی سے دب کر سخت ہوگئی اور چلنے میں آسانی ہوگئی۔ لیکن کفار کی طرف کی زمین نشیب میں تھی وہاں دلدل ہوگئی انہیں چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے غنودگی کا احسان کرنے سے پہلے پانی برسا کر احسان کیا' گرد و غبار دب گیا' زمین سخت ہوگئی مسلمان خوش ہوگئے ثابت قدمی بڑھ گئی۔ اب اونگھ آنے لگی' مسلمان تازہ دم ہوگئے [1] صبح لڑائی ہونے والی ہے رات کو ہلکی سی بارش ہوگئی۔ ہم نے درخت کے نیچے ہو کر بارش سے پناہ لی۔ حضور ﷺ جاگتے رہے اور لوگوں سے جنگ کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ قولہ ﴿لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ﴾ یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک کرنے کے لئے پانی برسایا اور تا کہ شیطان کے بہکاوے سے بھی تم کو چھڑا دیں' اور یہ دل کی پاکی تھی۔ جیسا کہ اہل جنت کے حق میں فرمایا ہے کہ انہیں پہننے کے لئے ریشمی لباس ملے گا اور سونے چاندی کا زیور ہوگا اور یہ ظاہری زینت ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں شراب طہور پلائے گا اور حسد اور بغض کے کینے سے انہیں پاک رکھے گا اور یہ باطن کی زینت ہے۔ پانی برسانے سے یہ بھی غرض تھی کہ تمہارے دلوں کو اطمینان دے کر صابر اور ثابت قدم بنایا جائے۔ یہ صبر اور اقدام باطنی شجاعت ہے اور یہ ثابت قدمی شجاعت ظاہری ہے۔

قولہ ﴿اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مؤمنین کو ثابت قدم رکھو۔ یہ نعمت خفیہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر ظاہر فرما رہا ہے تا کہ اس کی شکر گزاری کریں۔ وہ تبارک تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو تاکید فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ کی اور دین نبی اور جماعت مؤمنین کی مدد کریں تا کہ ان کے دل ٹوٹ نہ جائیں وہ ہمت نہ ہار دیں۔ تم بھی ان کے ساتھ کافروں سے قتال کرو۔ کہا گیا ہے کہ فرشتہ کسی مسلمان کے پاس آتا اور کہتا کہ مشرکوں میں عجیب بددلی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے حملہ کر دیا تو ہمارے قدم نہیں ٹک سکتے۔ ہم تو بھاگ کھڑے ہوں گے' اب ہر ایک دوسرے سے کہتا دوسرا تیسرے سے۔ اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل بڑھ جاتے اور سمجھ لیتے کہ مشرکوں میں طاقت و قوت نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ یعنی اے ملائکہ تم مؤمنوں کو ثابت قدم رکھو اور ان کے دلوں کو قوی بناؤ۔ تم ان کافروں کی گردنوں پر مارو اور ان کی ایک ایک پوری کو زخمی کرو۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کر دو۔

مفسرین نے ﴿فَوْقَ الْاَعْنَاقِ﴾ کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے سر پر مارنے کے معنی لئے ہیں اور بعض نے گردن پر چنانچہ اس معنی کی شہادت اس آیت سے ملتی ہے ﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ [2] یعنی کافروں سے جنگ ہو تو گردنوں پر مارو اور انہیں زنجیروں میں جکڑ لو۔ قاسم سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف کا عذاب جیسا کہ پہلی امتوں پر نازل ہوتا رہا بلکہ خود لڑ کر گردنیں مار کر اور قید کر کے انہیں عبرت ناک نتیجہ پر پہنچاؤں گا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ گردنیں مارنا اور کھوپڑی پھوڑنا مراد ہے۔ مغازی اموی میں لکھا ہے کہ جنگ بدر کے روز نبی اکرم ﷺ مقتولین پر سے گزرے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے ((يُفَلِّقُ هَامًا)) یعنی سر ٹوٹے پڑے ہیں' تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ساتھ ہی بول اٹھے اور جوڑ ملا کر اس کا ایک شعر ہی بنا دیا یعنی ''يفلق هامًا من رجال اعزة علينا. وهم كانوا اعق واظلما'' یعنی سر ٹوٹے پڑے ہیں ان لوگوں کے جو ہم پر غرور کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ بڑے ظالم اور نافرمان تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے گویا ایک بیت کے دو ابتدائی لفظ کہہ دیئے اور منتظر تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کو ایک شعر بنا کر پورا کر دیں' کیونکہ آپ کے لئے بہ حیثیت شاعر کے ثابت ہونا مناسب نہیں تھا۔ جیسا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾ [3] یعنی ہم نے ان کو شاعر نہیں بنایا اور نہ انہیں شاعر ہونا سزاوار تھا۔ یوم بدر میں =

[1] الطبری، ١٣/ ٤٢٥۔ [2] ٤٧/ محمد: ٤۔ [3] ٣٦/ یٰس: ٦٩۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔[۱۵] اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔[۱۶]

= لوگ ان مقتولین کو پہچان جاتے تھے جو ملائکہ کے ہاتھوں مرے ہیں کیونکہ ایسے مقتولین کا زخم گردن پر یا جوڑ بندوں پر ہوتا تھا اور یہ ایسے نشانات ہوتے تھے گویا آگ سے جلے ہوئے ہیں ﴿وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝﴾ اے مؤمنو! دشمنوں کو مار وان کے جوڑ بندوں پر تا کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں۔ بنان جمع ہے بَنَانَۃٌ کی ہر جوڑ اور ہر حصے کو ''بنان'' کہتے ہیں۔ اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ مطلب ہے کہ اے فرشتو! ان کافروں کے چہروں اور آنکھوں پر مارو اور ایسے زخم ڈالو گویا آگ کی چنگاریوں سے جلا دیئے گئے ہیں۔ اور کسی کافر کو قید کر لینے کے بعد مارنا جائز نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بدر کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل نے کہہ رکھا تھا کہ قتل کرنے کے بجائے مسلمانوں کو زندہ پکڑو تا کہ تم انہیں مزہ چکھا سکو' ہمارے دین کو برا کہنے' ہم پر طعن کرنے اور لات وعزی سے روگردانی کا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مؤمنین کو ثابت قدم رکھو۔ میں کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دوں گا۔ تم ان کی گردنوں اور جوڑ بندوں پر مارو۔ مقتولین بدر میں ابو جہل کا انہترواں نمبر تھا۔ پھر عقبہ بن ابی معیط قید کر کے قتل کر دیا گیا اور ستر کی تعداد پوری ہوگئی۔ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کی تھی اور شرع وایمان کو چھوڑنے کا پہلو اختیار کیا۔ لفظ ''شق'' ''شق عصا'' سے ماخوذ ہے یعنی اس نے لکڑی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ارشاد ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی یعنی مخالفت اختیار کی' کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخالفت کرنے والے پر غالب ہے۔ کسی بات میں اس کو بھول چوک نہیں' اس کے غضب کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ﴿ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ﴾ یہ کافروں سے خطاب ہو رہا ہے کہ دنیا میں عذاب ونکال کا مزہ چکھو اور آخرت میں بھی عذاب دوزخ کا۔

جنگ سے بھاگنا سخت کبیرہ گناہ ہے: [آیت: ۱۵۔۱۶] جنگ کے عالم میں پیٹھ پھیرنے والوں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ اے ایمان والو جب لڑائی میں تم دونوں گتھ گئے ہو' تو اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ نہ جانا۔ ہاں کوئی چالبازی کے طور پر بھاگے کہ گویا خوف زدہ ہو گیا ہے تا کہ اس کا تعاقب کیا جائے پھر اکیلا پا کر پلٹ کر حملہ کر کے قتل کر دے تو ایسی مصلحت کے تحت بھاگنے میں کوئی حرج نہیں' یا اس غرض سے بھاگے کہ مسلمانوں کے دوسرے دستے سے جا ملے تا کہ جا کر ان کی مدد کرے یا وہ اس کی مدد کریں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ وہ اپنے امام کی پناہ میں جانا چاہتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ایک چھوٹے سے لشکر کا سپاہی تھا کہ لوگوں میں بھگدڑ پڑ گئی میں بھی بھاگا۔ اب ہمیں احساس ہوا کہ ہم جنگ سے بھاگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے' اب کیا کریں؟ ہم نے مشورہ کیا کہ مدینے چلیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوں گے اگر ہماری توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

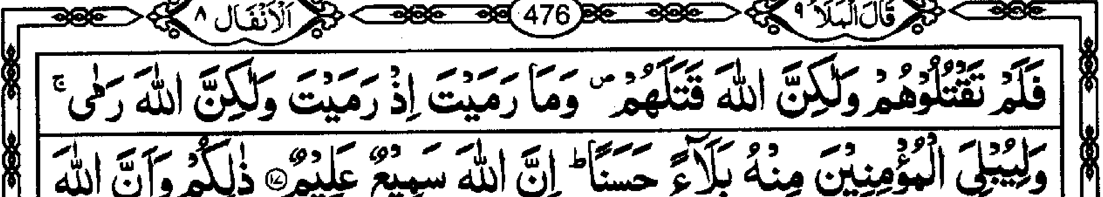
نے قبول فرمالی تو کیا کہنا ورنہ ہم کہیں بھی نکل جائیں گے اور منہ نہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ہم قبل از نماز ظہر حضور ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" ہم نے کہا ہم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے لوگ ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں بلکہ تم لوگ اپنے مرکز کی طرف آنے والے ہو۔ میں تمہارا اور تمہاری جماعت مومنین کا بندھن ہوں۔" ہم نے یہ سن کر آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ ❶ ابوداؤد نے اور یہ مزید کہا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ﴾ اہل علم نے عکارون کے معنی عرافون بتائے ہیں یعنی دوراندیش اور نکتہ رس۔ ابوعبیدہ سرزمین ایران کے ایک پل پر قتل کر دیئے گئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہوشیاری برت کر انہیں بھاگ آنے کا موقع تھا۔ میں ان کا امیر اور بندھن تھا میرے پاس کیوں نہ آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "اے لوگو! اس آیت سے تم غلط فہمی میں نہ پڑنا۔ یہ آیت یوم بدر کے لئے تھی اور اس وقت میں ہر مسلمان کی جماعت ہوں۔" نافع رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ہم لوگ دشمن سے قتال کے وقت ثابت قدم نہیں رہ سکتے اور ہم نہیں جانتے کہ ہمارا مرکز کیا ہے۔ امام یا جنگی مرکز' تو کہا مرکز رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے کہا کہ اللہ پاک فرماتا ہے ﴿اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا﴾ تو کہا یہ آیت یوم بدر کے بارے میں اتری ہے نہ اس سے پہلے کے لئے نہ بعد کے لئے ﴿مُتَحَيِّزًا﴾ کے معنی ہیں نبی اکرم ﷺ کی طرف پناہ لینے والا۔ اسی طرح آج بھی کوئی شخص جنگ کے میدان سے ہٹ کر اپنے امیر یا اصحاب امیر کی طرف پناہ لے سکتا ہے۔ لیکن یہ فرار اگر اس سبب کے سوا کوئی اور اسباب کی بنا پر ہو تو یہ حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ شرک باللہ جادو کرنا کسی کو ناحق قتل کر دینا سود کھانا مال یتیم کھا جانا جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا پاک دامن اور بے گناہ عورتوں پر الزام لگانا۔" ❷ یہ بات اور کئی طرح بھی ثابت ہے کہ یہ آیت بدر سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بھاگے گا تو اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر بھاگے گا۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ بشیر بن معبد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کے لئے حضور ﷺ کے پاس آیا تو بیعت کے لئے آپ نے یہ شرط کی کہ ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کی گواہی دو' میری رسالت کو مانو' نماز پابندی سے پڑھو' زکوٰۃ دیتے رہو' حج کرو' رمضان کے روزے رکھو اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو گے۔" میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس میں سے دو باتیں میرے لئے دشوار ہیں۔ ایک تو جہاد کہ اگر بہ حالت جنگ کوئی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہو جائے گا اور مجھے خوف ہے کہ موت سے گھبرا کر کہیں مجھ سے یہ گناہ سرزد نہ ہو جائے۔ دوسرے صدقہ سو اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے غنیمت اور اس کے سوا کچھ نہیں ملتا ہے اور دس اونٹنیاں ہیں جن کا دودھ دوھ لیا' پیا پلایا' اس پر سواری کر لی۔ تو حضرت نے میرا ہاتھ تھام لیا اس کو ہلایا اور کہا "جہاد بھی نہ کرو گے صدقہ بھی نہ دو گے پھر جنت کا استحقاق کیسے حاصل کرو گے۔" میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے منظور ہے میں ہر شرط پر بیعت کروں گا۔ ❸ یہ حدیث غریب ہے۔ صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "تین کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نیک بھی کارآمد نہیں ہو سکتا۔ ① شرک باللہ ② والدین کی نافرمانی ان سے سرکشی ③ میدان جنگ سے =

---

❶ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی التولی یوم الزحف ۲٦٤٧ وسنده ضعیف، ترمذی ۱۷۱٦؛ ابن ماجه ۳۷۰٤؛ مختصراً جداً الأدب المفرد ۹۷۲؛ احمد، ۲/ ۷۰؛ مسند حمیدی ٦۸۷؛ بیهقی، ۹/ ۷٦؛ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد الہاشمی مختلط راوی ہے (التقریب، ۲/ ۳٦٥، رقم: ۲٥٤، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء ۱۲۰۳)

❷ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله تعالیٰ ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمىٰ......﴾ ۲۷٦٦؛ صحیح مسلم، ۸۹؛ أبو داود ۲۸۷٤؛ ابن حبان ٥٥٦۱؛ بیهقی، ۸/ ۲٤۹۔

❸ احمد، ٥/ ۲۲٤ وسنده صحیح وأخطأ من ضعفه، المعجم الکبیر ۱۲۳۳؛ مجمع الزوائد، ۱/ ٤۲۔



مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔[۱۷] ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا۔[۱۸]

= بھاگ جانا۔" ❶ یہ حدیث بھی غریب ہے۔

زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے ((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ)) کہا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ جنگ سے فرار کا گناہ بھی ہو۔" ❷ یہ حدیث بھی غریب ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ خادم نبی ﷺ نے اس کے سوا اور حدیث بیان نہیں کی۔ بعض نے یہ حکم لگایا ہے کہ فرار از جنگ صحابہ پر حرام تھا اس لئے کہ جہاد اس وقت انہیں پر فرض تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ صرف انصار پر فرض تھا اس لئے کہ بیعت انہیں نے کی تھی اور کہا تھا کہ سختی اور راحت ہر حالت میں ہم فرماں بردار رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر سے مخصوص ہے۔ دلیل یہ پیش کی ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں کی کوئی باقاعدہ مستقل اور صاحب شوکت جماعت تھی ہی نہیں جو کچھ تھے یہی مٹھی بھر لوگ تھے اس لئے ایسے حکم کی سخت ضرورت تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث اسی حالت پر روشنی ڈالتی ہے کہ "یا اللہ! اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کو بھی ہلاک کر دے گا تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔" حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یوم بدر میں یہ بات ضروری تھی لیکن آج اگر کوئی اپنے امام کی طرف یا اپنے قلعہ کی طرف پناہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ یوم بدر میں بھاگنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوزخ قرار دے دی لیکن استثنا بھی کر دیا کہ دشمن کو دھوکا دینے کے لئے حکمت عملی کی خاطر یا اپنی جماعت میں آ کر محفوظ ہو جانے کے لئے ایسا کیا تو خیر حرج نہیں۔ پھر اس کے بعد جنگ احد ہوئی تو فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ﴾ ❸ پھر سات سال بعد جنگ حنین ہوئی تو فرمایا ﴿ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ﴾ ❹ اور ﴿ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ﴾ ❺ اور پھر یہاں فرمایا ﴿وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗ﴾ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ❻ اس ساری تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر اہل بدر بھی بوقت جنگ اگر فرار کریں تو بھی یہ حرام ہونا چاہئے۔ اگرچہ یہ آیت بوقت جنگ بدر نازل ہوئی تھی لیکن جب اس کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا تو حرام ہونا چاہئے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

❶ المعجم الکبیر ۱۴۲۰ وسندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۱/ ۱۰۴، اس کی سند میں یزید بن ربیعہ متروک راوی ہے (المیزان، ۴/ ۴۲۲، رقم: ۹۶۸۸) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت پر ضعیف جداً کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفه، ۱۳۸۴)

❷ ابوداود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار ۱۵۱۷ وهو حسن، ترمذی، ۳۵۷۷؛ طبرانی ۴۶۷۰۔

❸ ۳/ آل عمران: ۱۵۵۔ ❹ ۹/ التوبة: ۲۵۔ ❺ ۹/ التوبة: ۲۷۔

❻ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی التولی یوم الزحف ۲۶۴۸ وسندہ صحیح۔

بدر میں کامیابی اللہ کی نصرت سے تھی: [آیت:۱۷۔۱۸] اس بات پر روشنی ڈالی جارہی ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ پاک ہے اور جو نیک کام بندوں سے ظاہر ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے نیک بنایا ہے کیونکہ توفیق اسی نے دی تھی اور کام کرنے کی ہمت وقدرت اسی نے بخشی تھی۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے تمہاری طاقت میں یہ کہاں تھا کہ اتنے کم ہونے کے باوجود دشمن کی اتنی کثیر التعداد فوج کو شکست دیتے یہ کامیابی اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں دی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾ ❶ یعنی بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں کامیاب بنایا حالانکہ تم بہت کمزور تھے۔ اور فرمایا ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝﴾ ❷ یعنی اللہ تعالیٰ نے اکثر مواقع پر تمہاری مدد فرمائی۔ حنین کی جنگ میں تمہاری کثرت نے تم کو مغرور بنادیا تھا لیکن اس کثرت نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ زمین اتنی کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کامیابی کثرت عدد پر نہیں اور نہ تعداد اور ہتھیاروں پر ہے کامیابی تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی بات ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً﴾ ❸ بہت دفعہ ہوتا ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔ پھر مٹھی بھر مٹی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ سے فرماتا ہے جو جنگ بدر میں کافروں کے منہ پر آپ نے پھینکی تھی کہ میدان جنگ کی جھونپڑی سے آپ ﷺ باہر آئے اللہ تعالیٰ سے دعا اور تضرع کی' یہ مٹی کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا ''تمہارے چہرے بگڑ جائیں۔'' پھر اصحاب کو حکم دیا کہ ''فوراً دھاوا بول دو۔'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ یہ مٹی اور کنکر مشرکین کی آنکھوں میں جا گرے۔ ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس سے متضرر نہ ہوا ہو اور جس کو جنگ سے قاصر نہ رہنا پڑا ہو۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ یعنی تم نے مٹی نہیں پھینکی تھی اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ آنکھوں میں مٹی جھونک کر تم نے انہیں سرنگوں نہیں کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم بدر میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ''اے اللہ! یہ مٹھی بھر لوگ مر جائیں گے تو کون تیرا نام لیوا باقی رہے گا۔'' تو جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ مٹھی بھر مٹی ان کافروں کی طرف پھینک مارو۔ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ کافروں کی ناک' آنکھ اور منہ مٹی سے بھر گیا اور گرد آلود آندھی سے گھبرا کر وہ پچھلے پاؤں بھاگے اور شکست ہوگئی۔ ❹ مسلمانوں نے ان کو قتل کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا اور قید کرلیا۔ کافروں کو یہ ہزیمت حضور ﷺ کے معجزے کے سبب ہوئی۔ عبدالرحمن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے تین کنکر لئے تھے ایک سامنے پھینکا دو کنکر دشمن کی فوج کے سیدھی و بائیں طرف پھینکے تھے۔ یہ یوم بدر کا واقعہ ہے حضرت ﷺ نے اسی طرح یوم حنین میں بھی کیا تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی گویا ایک تھال میں کنکر ڈال کر ہلائے گئے ہوں۔ یہ حضور ﷺ کی مٹی پھینکنے کی آواز تھی۔ چنانچہ ہمیں ہزیمت ہوگئی تھی۔ یہاں اور دو قول ہیں جو بہت غریب ہیں۔

ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کمان منگوائی' یہ بہت لمبی تھی۔ حضور ﷺ نے دوسری لانے کا حکم دیا۔ دوسری لائی گئی۔ حضور ﷺ نے اس سے قلعہ کی طرف ایک تیر پھینکا یہ تیر گھومتا ہوا چلا اور سردار قبیلہ ابن ابی حقیق کے آ لگا' جب کہ وہ اپنے قلعہ کے اندر اپنے بستر پر تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ﴾ الی آخرہ۔ یہ حدیث بہت غریب ہے ممکن ہے =

❶ ۳/ آل عمران:۱۲۳۔ ❷ ۹/ التوبۃ:۲۵۔
❸ ۲/ البقرۃ:۲۴۹۔ ❹ الطبری، ۱۳/ ۴۴۵۔

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے۔ اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو۔ اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔[۱۹]

= راوی کو شبہ ہو گیا ہو یا اس کی مراد یہ ہو کہ یہ آیت عام ہے اور اس واقعہ کو بھی شامل ہے۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ سورۂ انفال کی اس آیت میں جنگ بدر کا ذکر ہے تو یہ واقعہ اسی جنگ بدر کا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔

دوسرا یہ کہ احد کی لڑائی کے دن آنحضرت ﷺ نے ابی ابن خلف کے ایک نیزہ مارا تھا۔ یہ شخص زرہ بکتر اور لوہے میں غرق تھا لیکن یہ نیزہ اس کے تالو پر جا لگا اور وہ گھوڑے سے لڑھکنے لگا۔ اس کے کئی دن بعد اسی تکلیف سے اس کی موت واقع ہوئی۔ ❶ وہ عذاب دنیوی کے علاوہ عذاب آخرت کا بھی مستحق ہوا۔ ان دونوں اماموں سے ایسی روایت بہت غریب ہے۔ شاید ان دونوں کا یہی مقصد ہو کہ آیت عام ہے خاص واقعہ ہی سے متعلق نہیں، بلکہ جب کبھی ایسا ہو تو ہر واقعہ اسی آیت سے متعلق ہو سکتا ہے ﴿وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا﴾ تاکہ مومنین اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو معلوم کریں کہ دشمن ان سے بہت زیادہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے بڑا اچھا امتحان ہم سے لیا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○﴾ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ کون مدد کا مستحق ہے اور کون نہیں۔" ﴿ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ○﴾ یہ نصرت حاصلہ کی دوسری بشارت ہے کہ اللہ پاک معلوم کرا رہا ہے کہ وہ کافروں کی چالوں کو ناکام بنا دینے والا ہے اور مستقبل میں ان کو ذلیل کرنے والا ہے اور وہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

حق پر کون؟ فیصلہ ہو گیا: [آیت:۱۹] کافروں سے خطاب ہے کہ اگر تم فتح مانگ رہے اور اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے تھے کہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ کر دے تو جو تم مانگتے تھے وہی ہوا۔ اے اللہ تعالیٰ! جس نے ہم سے قطع تعلق کر رکھا ہے اور غیر مانوس باتیں ہمیں پیش کر رہا ہے، کل اسے ذلیل کر۔ یہ تو انہیں کافروں کی مانگ تھی۔ پس یہ آیت اتری کہ ﴿إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ﴾ تم فتح مانگ رہے تھے لو فتح آ گئی۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مشرکین جنگ بدر کے لئے جب مکے سے چلنے لگے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے اور کہنے لگے "اے اللہ! دونوں فریقوں میں جو تیرے نزدیک افضل ہے اور جس کا قبلہ بہتر قبلہ ہے اس کی مدد فرما۔" چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ تم جیسا کہتے ہو ویسی ہی میں تمہاری مدد کرتا ہوں اور وہ مدد محمد ﷺ کے ساتھ ہو گی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ﴾ یعنی اگر تم کفر سے باز آ جاؤ گے تو اس کے اندر دین و دنیا میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر تم نے پھر شرک و کفر کیا تو ہم بھی دوبارہ سزا دیں گے اور کفر و ضلالت کا تم نے پھر اعادہ کیا تو ہم بھی پھر ایسا ہی مزا چکھائیں گے اور دوبارہ محمد ﷺ کو فتح و نصرت دیں گے اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، کچھ تمہارے کام نہ آئے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ہو اس پر کون غالب آ سکتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ○﴾ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے اور یہی نبی ﷺ کی جماعت ہے۔

❶ حاکم، ۲/ ۳۲۷ وسندہ ضعیف، الزہری عنعن۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔[۲۰] اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔[۲۱] بے شک بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے۔[۲۲] اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے تو ان کو سننے کی توفیق دیتے۔ اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔[۲۳] اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول کے کہنے کو بجا لایا کرو جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں اور بلاشبہ تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔[۲۴]

اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے: [آیت:۲۰۔۲۴] مومنین کو اللہ کی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور ترک مخالفت کا حکم ہوتا ہے اور یہ کہ کافروں سے مشابہت نہ پیدا کرو۔ اور اسی لئے فرمایا ﴿لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾ یعنی اطاعت اور امتثال امر نہ چھوڑو۔ ﴿وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ۝﴾ یعنی حالانکہ تم جانتے ہو کہ نبی اکرم ﷺ کس بات کی طرف بلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے مشابہت نہ پیدا کرلو جو کہتے ہیں کہ ہاں، ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے منافقین مراد ہیں جن کا وتیرہ یہ تھا کہ زبان سے تو کہتے تھے کہ ہم سنتے ہیں قبول کرتے ہیں لیکن خاک نہیں سنتے تھے۔ پھر آگاہ فرمایا جا رہا ہے کہ بنی آدم کی یہ قسم فطرتاً ساری مخلوق سے بدتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدمخلوق: چوپایوں اور جاندار میں بدترین وہ ہیں جو حق بات سننے میں بہرے ہیں، حق بات بولتے نہیں گونگے ہیں۔ عقل ہی نہیں رکھتے کیونکہ حق بات سمجھتے نہیں۔ یہ بدترین مخلوق ہے اور یہ کافر انسان ہیں جانور تو جس فطرت پر پیدا شدہ ہیں، اسی ڈھرے پر چل رہے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ انسان تو از روئے فطرت عبادت کے لئے پیدا کئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کفر کرتے ہیں یعنی خلاف فطرت کرنے کی وجہ سے جانوروں سے بھی بدتر ہیں اسی لئے انہیں جانوروں سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ کافروں کی مثال ان جانوروں کی سی ہے جو پکارنے والے کا مطلب تو کچھ نہیں سمجھتا صرف آواز کو سنتا ہے۔ پھر فرمایا بلکہ یہ کافر جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ایسے ہی لوگ انتہائی غفلت میں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قریش کے بنی عبدالدار کے لوگ ہیں۔ ❶ بعض کا خیال ہے کہ اس سے منافق مراد ہیں۔ مگر مشرکین و منافقین میں کوئی منافات نہیں اس لئے کہ یہ دونوں فرقے بے عقل اور مسلوب الفہم ہیں اور عمل صالح کرنے کی ان میں صلاحیت ہی نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جانتا ہوتا کہ یہ سمجھانے سے سمجھ جائیں گے اور ان میں کوئی خیر ہوسکتی تو اللہ تعالیٰ انہیں سناتا یعنی سننے کی قوت دیتا۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ چونکہ ان میں خیر ہی نہیں اس لئے وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں اور اگر

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الأنفال باب ﴿ان شر الدوآب عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون﴾ ٤٦٤٦۔

فرض کریں اللہ تعالیٰ انہیں سنائے بھی تو بھی یہ کمبخت سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے اور پھر بھی اعراض ہی کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی بات ماننے میں ہی نجات ہے: اے ایمان والو تمہاری ہی اصلاح اور مصلحت کی خاطر جب نبی اکرم ﷺ تمہیں بلائیں تو فوراً قبول کرلو اور تعمیل حکم میں جلدی کرو۔ ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ نے مجھے آواز دی لیکن نماز میں ہونے کے سبب میں نہ جا سکا۔ نماز پڑھ کر میں پہنچا تو فرمایا کہ ''کیوں اب تک نہیں آئے' کیا تم سے اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہارے ہی بھلے کے لئے تمہیں بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔'' پھر فرمایا کہ ''میں یہاں سے چلنے سے قبل تمہیں قرآن کی ایک عظیم سورت تعلیم کروں گا۔'' پھر حضور ﷺ جانے لگے تو میں نے یاد دلا دیا۔ غرض فوری تعمیل کا حکم ہے اور روایت ہے کہ یہ واقعہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ نے وہ سورت سورۂ فاتحہ بتائی اور فرمایا ''یہی ''سبع مثانی'' ہے یعنی سات آیتیں ہیں جو ہر وقت نماز میں دہرائی جاتی رہتی ہیں۔'' ❶ اس حدیث کا بیان سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ﴾ کے معنی ہیں حق کی خاطر۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی قرآن ہے جس میں نجات بقا اور حیات ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسلام لانے میں ہی ان کی زندگی ہے اور کفر میں موت ہے یا یہ کہ جب نبی اکرم ﷺ تمہیں جنگ کے لئے بلائیں کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت بخشی حالانکہ اس سے پہلے تم ذلیل تھے اور ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی اور پہلے تم کافروں سے مغلوب تھے پھر تم ان پر غالب ہو گئے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور انسان کے دل کے درمیان حائل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ حائل ہے مؤمن اور کفر کے درمیان اور کافر کے اور ایمان کے درمیان کہ مؤمن کو کفر کرنے نہیں دیتا اور کافر کو ایمان لانے نہیں دیتا۔ ❷ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ یوں حائل ہے کہ کافر کو سمجھنے نہیں دیتا۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ اس کی اجازت کے بغیر ایمان لائے یا کفر کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت جیسی ہے کہ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ ❸ اور بہت ساری احادیث اس کے مناسب حال وارد ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اکثر آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے ((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰى دِيْنِكَ)) ''اے دلوں کو بدلنے والے میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھ'' تو ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر اور قرآن پر ایمان لا چکے ہیں۔ کیا آپ ﷺ کو ہم پر کوئی اندیشہ ہے؟ فرمایا ''ہاں' کیونکہ کیا عجب تم بدل جاؤ۔ کیونکہ لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جب چاہے بدل دے۔'' ❹ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے تھے کہ ہر دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو سیدھا رکھنا چاہے تو وہ سیدھا رہتا ہے اگر چاہے بگاڑ دے تو وہ دل بگڑ جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ میزان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے چاہے ہلکا کر دے چاہے بھاری۔ ❺

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا دل بدل جاتے ہیں۔ فرمایا ''ہاں' اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو انسان =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الأنفال باب ﴿يايها الذين أمنوا استجيبوا لله وللرسول......﴾ ٤٦٤٧؛ ابوداود ١٤٥٨؛ ابن ماجه ٣٧٨٥؛ احمد، ٣/ ٢١١؛ ابن حبان، ٧٧٧۔ ❷ حاکم، ٢/ ٣٢٨۔

❸ ٥٠/ ق:١٦۔ ❹ ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء ان القلوب بین أصبعی الرحمٰن ٢١٤٠ وسنده ضعیف اعمش راوی مدلس ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں احمد، ٣/ ١١٢؛ مسند ابی یعلیٰ ٣٦٨٧؛ حاکم، ١/ ٥٢٦۔

❺ ابن ماجه، المقدمه باب فیما انکرت الجهمية ١٩٩ وسنده صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی ٧٧٣٨؛ احمد، ٤/ ١٨٢؛ السنة لابن ابی عاصم ٢١٩؛ ابن حبان ٩٤٣؛ حاکم، ١/ ٥٢٥۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔[۲۵]

= کے دل کو سیدھا اور مستقیم رہنے دے اور اگر چاہے تو وہ ٹیڑھا کر دے اسی لئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ❶ یعنی ''اے اللہ تعالیٰ! ہدایت پر ہونے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ ہونے دے اور اپنی طرف سے ہمارے لئے رحمت بھیج' تو بڑا وہاب اور بخشنے والا ہے۔'' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسی دعا سکھلایئے کہ میں اپنے لئے وہ مانگتی رہوں' تو فرمایا یوں دعا مانگا کرو ((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَاذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ مُّضَلَّاتِ الْفِتَنِ مَآ اَحْيَيْتَنِيْ)) ❷ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''بنی آدم کے قلوب اللہ تعالیٰ کے پاس قلب واحد کی تعریف میں ہیں کہ انہیں جس طرح چاہے پھیرے۔'' پھر فرمایا ((اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا اِلٰى طَاعَتِكَ)) یعنی ''اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے۔'' ❸

خاص کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب: [آیت:۲۵] مؤمنین کو آزمائش سے ڈرایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش گنہگار اور نیکو کار سب سے متعلق ہوگی' صرف گنہگار اس سے مخصوص نہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یا ابو عبداللہ تمہیں کیا ہو گیا' امیر المؤمنین (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو کھو دیا۔ پھر ان کے خون کے دعوے دار بن گئے دعوے دار ہی بننا تھا تو انہیں قتل کیوں ہونے دیا۔ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی جس میں ہم لوگ مبتلا ہو گئے ہم نبی ﷺ' ابوبکر' عمر' اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں قرآن کے اندر پڑھتے تھے ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ یعنی تم بھی ایسی آزمائش میں مبتلا ہو گے جو صرف ظالموں ہی سے مخصوص نہیں' بلکہ سب کا امتحان ہوگا۔ لیکن ہمیں گمان بھی نہ تھا کہ ہمیں کو اس سے سابقہ پڑے گا حتیٰ کہ وہ آزمائش ہم پر آ پڑی ❹ اور مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ مرے اور قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے اس فتنہ کی ابتدا ہوگئی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہ آیت علی' عمار' طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ہمیشہ یہ آیت پڑھتے رہتے تھے لیکن کیا خبر تھی کہ اس کا مصداق ہمیں ہوں گے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ یہ خاص کر اہل بدر کے حق میں اتری ہے۔ جنگ جمل میں وہی اس کا مصداق بنے اور آپس میں لڑ بیٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال ہے کہ اس سے صرف اصحاب نبی اکرم ﷺ مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مؤمنین کو حکم ہے کہ بدی کو اپنے اندر چلنے نہ دو۔ جہاں کسی کو امر منکر میں مبتلا دیکھو فوراً روک دو۔ ورنہ عذاب سب پر ہونے لگے گا۔ یہی تفسیر اچھی تفسیر ہے۔

---

❶ ۳/ آل عمران:۸۔ ❷ احمد، ٦/ ٣٠٢؛ ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء (یا مقلب القلوب......) ٣٥٢٢ بدون (اللھم رب النبی ﷺ...... ما احییتنی) وسندہ حسن۔

❸ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء ٢٦٥٤؛ احمد، ٢/ ١٦٨؛ ابن حبان ٩٠٢؛ الشریعہ للآجری ٧٤١۔ ❹ احمد، ١/ ١٦٥ وسندہ حسن، مسند البزار ٩٧٦؛ السنن الکبریٰ للنسائی ١١٢٠٦۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم تمہارے لئے بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اس آزمائش میں مبتلا ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ❶ پس تم میں سے ہر شخص کو فتنوں کی گمراہیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا چاہئے کیونکہ یہ تحذیر صحابہ اور غیر صحابہ سب پر شامل ہے۔ اگر چہ یہ ضرور صحیح ہے کہ خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے۔ یہ حدیث فتنوں اور آزمائشوں سے ڈرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس موضوع سے متعلق ان شاء اللہ ایک مستقل کتاب میں صراحت کی جائے گی کہ یہ کام ائمہ نے بھی مستقل کتابوں کی صورت میں انجام دیا ہے۔ یہاں جس چیز کا خصوصیت سے ذکر ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ''اللہ عزوجل خواص کے عمل کے سبب عوام پر عذاب نہیں بھیجتا ہے' لیکن جب کہ خاص لوگ امر منکر قوم میں پھیلا ہوا دیکھتے ہیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوتے ہیں لیکن اپنے اقتدار کو کام میں لا کر نہیں روکتے تو پھر عمومی عذاب آجاتا ہے اور اس میں خاص و عام سب گرفتار بلا ہو جاتے ہیں۔'' ❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی قسم جب تک تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے' عذاب نہ آئے گا اور جہاں بری باتوں سے تم نے روکنا چھوڑ دیا اور نیک کام کی ترغیب سے رک گئے تو اللہ پاک تم پر سخت ترین عذاب بھیج سکتا ہے' پھر تم لاکھ دعا کرو گے دعا قبول نہیں ہو گی۔'' ❸ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ تم پر دوسری قوم کو مسلط کر دے گا پھر تمہاری ساری دعائیں بے کار ہو جائیں گے۔ ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک غلام کو حذیفہ کی طرف بھیجا تو وہ اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر ایک بات بھی کوئی اس قسم کی کہہ دیتا تو اس کو منافق سمجھنے لگتے' لیکن آج ایک نشست میں تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے میں ایسے چار منافقانہ کلمات سن رہا ہوں' تم کو چاہئے کہ نیک کاموں کا حکم دیا کرو' بری باتوں سے فوراً روک دیا کرو' لوگوں کو خیر پر ابھارا کرو' ورنہ تم سب کے سب عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ یا عذاب اس نوعیت کا ہو گا کہ تمہارے حاکم بدلوگ بنا دیئے جائیں گے پھر اچھے لوگ بھی لاکھ دعائیں کریں کچھ نہ ہو گا۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ تقریر کر رہے تھے اور اپنی دونوں انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حدود پر قائم رہنے والے اور حدود اللہ تعالیٰ کو توڑنے والے یا اس میں سستی و غفلت کرنے والوں کی مثال یوں سمجھو جیسے چند لوگ کسی کشتی میں سوار ہیں کشتی کے اوپر کے لوگ نیچے کے لوگوں کی تکلیف کا سبب بنے اور نیچے کے لوگوں نے اوپر کے لوگوں کو تکلیف پہنچائی یعنی نیچے کے لوگوں کو پانی کی ضرورت ہوئی تو اوپر گئے تاکہ پانی کھینچ لائیں لیکن اوپر والوں کو تکلیف ہونے لگی تو کہنے لگے اگر ہم کشتی کے نیچے ہی سے کوئی تختہ ہٹا کر پانی کی سبیل کر لیں تو اوپر والوں کو تکلیف نہ ہو گی۔ غرض یہ کہ ظاہر ہے کہ اس کا کیا نتیجہ ہوا ہو گا کشتی میں پانی آنے کے سبب سب ڈوب گئے ہوں گے چاہیے کشتی میں سوراخ کرنے سے انہیں روک دیا جائے۔ ❹ اسی طرح اگر ان گنہگاروں کو اگر تم چھوڑ دو گے امر گناہ سے روکو گے نہیں تو کشتی والوں کی طرح تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے اگر چہ کشتی کے اوپر والوں کی طرح تمہارا اپنا قصور نہ ہو اس لئے کہ یہ سزا ہے اس بات کی کہ روکا کیوں نہیں۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''معاصی جب میری امت میں عام ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ عذاب کو عام کر دے گا۔'' تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں نیک لوگ بھی تو ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ''ہاں وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوں =

---

❶ ٦٤/ التغابن:١٥۔ ❷ مسند احمد، ٤/ ١٩٢ وسنده ضعیف۔ ❸ ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، ٢١٦٩؛ ٥/ ٢٨٨، ٢٨٩، وهو حسن۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشکلات ٢٦٨٦؛ ترمذی ٢١٧٣؛ احمد، ٤/ ٢٦٨؛ ابن حبان ٢٩٧۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ ع

ترجمہ: اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کیے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے تم کو رہنے کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔[۲۶] اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم تو جانتے ہو۔[۲۷] اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔[۲۸]

= گے۔لیکن مرنے پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت انہیں حاصل رہے گی۔'' ❶

کمزور مسلمانوں کے لیے اللہ کی مدد: [آیت:۲۶۔۲۸] اللہ پاک ان نعمتوں کو بتا رہا ہے جو مؤمنین پر کی گئی کہ وہ تعداد میں کم تھے ہم نے انہیں بڑھا دیا' وہ کمزور تھے اور خائف تھے' ہم نے قوی بنا دیا اور خوف کے اسباب دور کر دیئے غریب اور فقیر تھے انہیں پاک رزق دیا۔ انہیں شکر گزار بنایا وہ اطاعت کرنے لگے اور ہر بات میں فرماں بردار ہو گئے۔ یہ تھا حال مؤمنین کا جب کہ وہ مکے میں تھے اور تعداد میں بہت تھوڑے تھے' کمزور تھے' مشرک' مجوسی' رومی سب کے سب ان کی قلت اور عدم قوت کے سبب ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ ہر آن انہیں خوف تھا کہ وہ اچک لئے جائیں گے۔ یہی حالت ایک عرصہ تک رہی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وہاں انہیں پناہ ملی۔ مدینے کے لوگوں نے ان کی مدد کی۔ یوم بدر اور دوسری لڑائیوں میں ان کا ساتھ دیا۔ جان و مال ان پر قربان کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا چاہتے تھے ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عرب میں یہ لوگ بہت ہی خستہ حالی میں تھے' ان کی زندگی بہت تباہ تھی' پیٹ سے بھوکے جسم سے ننگے' راہ سے بے راہ' جو بھی تھا بدنصیب' انہیں تو کھانے کو نہ ملتا تھا بلکہ انہیں کو کھایا جا رہا تھا۔ ہمیں تو نہیں معلوم کہ دنیا بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی بھی ذلیل حالت میں ہو' لیکن اسلام لانے کے بعد کیا ہوا' یہی ذلیل لوگ ملکوں پر قابض ہو گئے' امیر اور بادشاہ بن گئے۔ رزق ڈھیروں ملنے لگا۔ بادشاہوں پر بھی حکم چلانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ سب کچھ دیا جو آج تم دیکھ رہے ہو۔ اب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرو' وہ منعم حقیقی ہے۔ شکر گزار بندوں کو پسند کرتا ہے اور دولت و نعمت کو اور بڑھاتا ہے۔

اللہ رسول کی خیانت کا مفہوم: یہ آیت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری ہے جب کہ حضور ﷺ نے انہیں بنو قریظہ کے یہودیوں کی طرف بھیجا تھا کہ حکم رسول کی شرط مانتے ہوئے قلعہ خالی کر دیں۔ یہودیوں نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ ہی سے مشورہ مانگا۔ انہوں نے ان کے حسب مرضی مشورہ دیا۔ اس کے بعد ہی ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا اور وہ تاڑ گئے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ اور رسول

---

❶ احمد، ٦/ ٣٠٤، ٢٩٤، ٢٩٥ بسندین ضعیفین۔

اللہ ﷺ کی خیانت ہوئی۔ چنانچہ قسم کھا بیٹھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانہ لے گا مر جائیں گے لیکن کھانا نہ کھائیں گے۔ اب مدینے کی مسجد میں آئے ستون سے اپنے کو باندھ دیا۔ نو دن اسی حالت میں گزرے۔ بھوک پیاس سے غش کھا کر گر گئے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی۔ لوگ بشارت دیتے ہوئے آئے اور چاہا کہ ستون سے کھول دیں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے صرف رسول اللہ ﷺ ہی کھول سکتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کھولا تو کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے سب اپنا مال صدقہ کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں' صرف تیسرا حصہ صدقہ ہوگا۔'' ❶ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہ لحاظ مضمون یہ آیت قتل عثمان کی پیش گوئی سے متعلق ہے کیونکہ امیر کو فتنہ وفساد پیدا کر کے قتل کر دینا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیانت ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوسفیان مکے سے نکلے' جبریل علیہ السلام نے آ کر نبی ﷺ کو خبر کر دی کہ ابوسفیان فلاں مقام پر ہے تو نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ ''ابوسفیان فلاں مقام پر ہے اس کو گرفتار کرنے کے لئے نکلو اور یہ معاملہ بالکل راز میں رہے۔'' لیکن ایک منافق نے ابوسفیان کو لکھ بھیجا کہ محمد ﷺ تم کو پکڑنے کے درپے ہیں' ہوشیار ہو جاؤ۔ تو یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی خیانت نہ کرو' رسول اللہ کا راز ظاہر کر دینا یہی رسول اللہ ﷺ کی خیانت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ آیت کے سیاق سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ مسلم و بخاری میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ یوں لکھا ہے کہ انہوں نے کفار قریش کو نبی اکرم ﷺ کے قصد سے آگاہ کرنے کے لئے خط لکھا۔ یہ فتح مکہ کے وقت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرما دیا آپ ﷺ نے پیچھے ہی آدمی کو دوڑایا' وہ خط پکڑا گیا۔ حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! اس کی گردن اڑا دیجئے' اس نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت کی ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ''عمر جانے بھی دو یہ بدر کے جہاد میں شامل تھا کیا تمہیں خبر نہیں کہ مجاہدین بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ میں نے تمہیں بخش دیا تمہارے سب گناہ معاف ہیں۔'' ❷ غرض یہ کہ صحیح تر یہی بات ہے کہ آیت میں عمومیت ہے اگرچہ یہ درست ہے کہ آیت کا شان نزول ایک سبب خاص ہے' اور علما کے نزدیک عموم لفظ کے قائل ہو سکتے ہیں۔ خصوص سبب نہیں تو نہ سہی۔ اور خیانت کی تعریف میں چھوٹے بڑے لازم اور متعدی سب ہی گناہ شامل ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہاں لفظ امانت سے وہ سارے اعمال مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کر رکھے ہیں۔ مراد یہ کہ فریضہ کو نہ توڑو' ترک سنت نہ کرو' ارتکاب معصیت سے بچو۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ سامنے تو کسی کی مرضی کی بات بولو اور اس کے غیاب میں کسی سے اس کی غیبت یا مخالفت کرو' اصلی خیانت یہی ہے' امانت اسی سے ختم ہوتی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیانت یہی ہے کہ آدمی باہمی خیانت کرے۔ لوگ نبی اکرم ﷺ سے بات سنتے تھے دوسروں سے کہہ دیتے تھے اس کی خبر مشرکین تک پہنچ جاتی تھی۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''دو آدمیوں کے درمیان کی بات بہرصورت امانت ہوا کرتی ہے۔'' بات کو جہاں سنا ہے وہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ کسی کے سامنے کسی کی بات دہرانا نہیں چاہئے اگرچہ اس نے منع نہ کیا ہو ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ فتنہ سے آزمائش اور امتحان مراد ہے کہ اولاد دے کر آزماتے ہیں کہ تم شکر کرتے ہو یا نہیں اور اولاد کی ذمہ داریاں بجالاتے ہو یا نہیں' یا یہ کہ ان کی محبت میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتے ہو۔ اگر اس امتحان میں پورے =

❶ الطبری، ۱۳/ ۴۸۲ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے جبکہ مختصراً مسند احمد، ۳/ ۴۵۲ میں موجود ہے جس کی سند کمزور ہے۔ دیکھئے۔ (الموسوعة الحديثة، ۲۵/ ۲۷) ❷ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الجاسوس والتجسس والتبحث، ۳۰۰۷؛ صحیح مسلم، ۲۴۹۴؛ ابوداود، ۲۶۵۰؛ ترمذی، ۳۳۰۲؛ احمد، ۱/ ۷۹؛ مسند ابی یعلیٰ ۳۹۴۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔[۲۹] اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ تعالیٰ ہے۔[۳۰]

= اترو گے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔ اور فرمایا کہ شر اور خیر کے ذریعہ ہم تم کو آزمائیں گے۔ اور فرمایا کہ اے مومنو! تمہاری اولاد اور تمہارے اموال اللہ تعالیٰ کی یاد سے تم کو غافل نہ بنا دیں اگر ایسا ہوگا تو تم بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ اور فرمایا کہ تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد دشمن ہیں اس لئے احتیاط کو پیش نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس کا ثواب اور اس کی جنتیں اس مال اور اولاد سے کہیں بہتر ہیں۔ یہ دشمن کی طرح ضرر رساں ہیں اور اکثر ان میں سے تمہارے لئے فائدہ بخش نہیں بنتے۔ اللہ پاک دنیا اور آخرت کا مالک ہے قیامت میں اس کے پاس ثواب عظیم ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”اے ابن آدم! تو مجھے ڈھونڈھ میں مل جاؤں گا۔ میں تجھے مل گیا تو سمجھ لے کہ سب کچھ مل گیا اور اگر تو نے مجھے کھو دیا تو سب کچھ کھو دیا‘ چاہئے کہ میں تیرے پاس ہر چیز سے زیادہ محبوب رہوں۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تین چیزوں میں زبردست حلاوت ایمان ہے (۱) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہونا (۲) جس سے بھی محبت اور خلوص ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر اور للھیت کے طور پر ہو ذاتی غرض شامل نہ ہو۔ (۳) آگ میں جھونک دیا جانا بہتر سمجھے بہ نسبت اس کے کہ اسلام کے بعد مرتد ہو جائے۔“ ❶ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اموال و اولاد پر بھی مقدم سمجھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم ایمان نصیب ہی نہیں اگر اپنی جان و مال و اولاد سے زیادہ مجھے نہ چاہو۔“ ❷ اللہ تعالیٰ سے ڈر جانا ہی اچھا ہے: [آیت: ۲۹-۳۰] اے مومنو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اللہ تعالیٰ تم کو دین اور دنیا میں نجات دے دے گا۔ ”فرقان“ سے مراد نجات یا مدد یا حق و باطل میں فیصلہ مراد ہے۔ یہ تفسیر ابن اسحٰق کی تفسیر‘ تفسیر ماسبق سے زیادہ عام ہے۔ اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اس کے احکام بجا لائے گا اس کی مناہی سے اجتناب کرے گا معرفت حق و باطل کی اسے توفیق ہو گی۔ یہ اس کی نجات و مدد کا سبب ہوگا‘ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اللہ تعالیٰ غفار و ستار بن جائے گا اللہ تعالیٰ سے جزاء عظیم کا حقدار ہو گا جیسا کہ فرمایا ”اے مومنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو‘ اللہ تعالیٰ تم پر دہری رحمت نازل کرے گا وہ تمہیں ایک نور دے گا کہ اس کی رہنمائی میں چلو گے وہ تمہیں بخش دے گا وہ بڑا غفور رحیم ہے۔“ ❸

کفار کی مجلس شوریٰ میں قتل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپاک سازش: اب کافر یہ چال چلنا چاہتے ہیں کہ تم کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ومن کرہ أن یعود فی الکفر کما یکرہ...... ۲۱؛ صحیح مسلم ٤٣؛ ابن ماجه ٤٠٣٣؛ احمد، ۳/ ۱۷۲؛ ابن حبان ۲۳۷۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان ١٥؛ صحیح مسلم ٤٤۔ ❸ ٥٧/ الحدید:۲۸۔

وطن سے نکال دیں۔ اثبات کے معنی قید اور حبس کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی برا ارادہ رکھتے ہیں۔ کافروں نے جب یہ مشورہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو قید یا قتل کر دیں یا دیس نکالا دیں تو ابو طالب نے بھتیجے سے پوچھا کیا تمہیں کچھ خبر ہے کہ یہ کافر تمہارے ساتھ کیا قصد رکھتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''قید یا قتل یا جلا وطنی۔'' تو ابو طالب نے پوچھا تمہیں کس نے خبر دی' آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے رب نے خبر دی۔'' ابو طالب نے کہا' تمہارا رب بہت اچھا رب ہے ہمیشہ اس کے خیر طلب رہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس کا خیر طلب کیا رہوں گا' بلکہ وہ میرا خیر طلب رہتا ہے۔'' [1] سچ تو یہ ہے کہ ابو طالب کا ذکر اس میں بہت ہی عجیب ہے بلکہ قابل انکار۔ اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور یہ واقعہ اور قریش کا اس طرح مشورہ کرنا ہجرت کی رات تھا اور ابو طالب کی موت تو اس سے بھی تین سال پہلے واقع ہو چکی تھی۔ ابو طالب کی موت ہی کے سبب تو کافروں کو اتنی جرات و ہمت بھی ہوئی تھی کیونکہ ابو طالب تو ہمیشہ آپ کی حمایت اور مدد کرتے رہتے تھے اور بھتیجے کی حفاظت میں قریش کا مقابلہ کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرداران قریش کی ایک جماعت نے مجلس شوریٰ کی اور آپ کو ضرر رسانی کے درپے ہوئے۔ اس مجلس میں ابلیس بھی ایک شیخ جلیل کی صورت میں آیا۔ لوگوں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا۔ میں اہل نجد کا شیخ ہوں' میں نے سنا کہ تم لوگ مجلس شوریٰ کر رہے ہو' میں بھی چلا آیا تاکہ میری نصیحت اور مشورے سے تم محروم نہ رہو۔ لوگوں نے کہا آیئے ضرور آیئے۔ وہ کہنے لگا کہ تم لوگ اس شخص کے بارے میں خوب فکر اور تدبیر سے کام لو ورنہ بہت ممکن ہے کہ وہ تم پر چھا جائے۔ چنانچہ ایک نے رائے دی کہ اسے قید کر دینا چاہئے حتیٰ کہ وہ قید ہی میں ہلاک ہو جائے جیسا کہ زہیر اور نابغہ شاعروں کو اس سے پہلے قید کر دیا تھا اور وہ وہیں تادم مرگ سڑتے پڑے رہے اور یہ بھی تو ایک شاعر ہی ہے۔ اس پر وہ شیخ نجدی چیخ اٹھا کہ میری تو ہرگز یہ رائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس کا رب اسے وہاں سے نکال لے جائے گا وہ اپنے ساتھیوں میں پہنچ جائے گا۔ پھر وہ حملہ کر کے تم سے سب کچھ چھین لے گا اور تمہارے شہروں سے تم کو نکال باہر کرے گا۔ لوگوں نے کہا شیخ نے سچ کہا کوئی دوسری تجویز پیش کرو۔ دوسرے نے رائے دی اس کو اپنے ملک ہی سے نکال باہر کرو اور چین پاؤ جب وہ یہاں رہے گا ہی نہیں تو تمہیں اس سے پھر اندیشہ ہی کیا ہے۔ اس کا تعلق تمہارے سوا کسی اور سے رہے گا۔ تمہیں کیا واسطہ۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے کہا' اللہ تعالیٰ کی قسم یہ رائے بھی ٹھیک نہیں' کیا تمہیں اس کی شیریں زبانی کی خبر نہیں' وہ اپنی باتوں سے سب کا دل موہ لیتا ہے' اگر تم نے ایسا کیا تو وہ باہر جا کر سارے عرب کو ملا لے گا۔ اس کے سارے حمایتی مل کر حملہ کر بیٹھیں گے اور تمہیں اپنے وطن سے نکال دیں گے تمہارے شرفا قتل ہو جائیں گے۔ لوگوں نے کہا شیخ سچ کہتا ہے' کوئی اور رائے پیش ہو۔ تو ابو جہل نے کہا میں ایک مشورہ دیتا ہوں اگر تم سوچو تو اس سے بہتر کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔ ہر قبیلہ سے تم ایک ایک نوجوان چن لو جو بہادر اور شریف ہو' ہر ایک کے پاس تلوار ہو' سب مل کر اس پر دفعتہً واحدۃً وار کر بیٹھیں جب وہ قتل ہو جائے تو اس کا خون قبائل میں بٹ جائے گا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ بنی ہاشم کا ایک قبیلہ قریش کے سارے قبیلوں سے لڑائی مول لے مجبوراً بنی ہاشم کو اس کے قتل کی دیت قبول کرنی پڑے گی۔ دیت دے دیں گے ہم کو چین مل جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا واللہ یہ رائے ٹھیک رہی' اس سے بہتر کوئی رائے نہیں۔ اس پر اتفاق رائے کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ اب جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضور ﷺ سے کہا کہ آج کی رات بستر پر نہ سونا اور کافروں کی سازش کی اطلاع دے دی۔ حضور ﷺ اس رات اپنے بستر پر نہ سوئے اور اسی وقت ہجرت کا حکم دے دیا۔ مدینے آنے کے بعد اللہ پاک نے آپ ﷺ پر سورۂ انفال نازل فرمائی' اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ =

[1] یہ مرسل یعنی ضعیف روایت ہے اور اس کی سند میں حجاج بن أرطاۃ اور ابن جریج مدلس راوی ہیں۔ (المیزان، ۱/ ۴۵۸، ۴٦۰ رقم:۱۷۲٦)



وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ لائیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔[۳۱] اور جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائیے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے۔[۳۲] اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔[۳۳]

=﴿يَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝﴾ وہ چال چلتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی چال چلے گا' اللہ بڑا مدبر ہے۔ ان کا قول تھا" (تربصوا به ريب المنون حتىٰ يهلك) اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد باری ہے ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝﴾ ❶ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس دن کا نام ہی "یوم الزحمۃ" پڑ گیا۔ کیونکہ اس روز حضرت ﷺ کے قتل کی سازش کی گئی تھی۔ ان کے انہیں ارادوں کا ذکر آیت ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلَافَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾ ❷ میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ حکم الٰہی ہی کے انتظار میں تھے اور جب قریش نے قتل کا ارادہ کر لیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم دیا کہ میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ علی رضی اللہ عنہ سبز چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے۔ لوگ دروازے پر دکھائی دیئے۔ آپ ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی لی' ان کی طرف پھینکی' ان کی آنکھیں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے پھر گئیں آپ ﴿يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ تا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ ❸ پڑھتے ہوئے نکل گئے۔ ❹ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس روتی ہوئی آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کیوں روتی ہو" حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا' کیسے نہ روؤں' یہ قریش کے لوگ لات وعزیٰ کی قسمیں کھا کھا کے وعدہ کئے ہوئے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر حملہ کر کے قتل کر دیں گے اور ہر ایک ان میں سے آپ کے قتل میں حصہ لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "بیٹی وضو کے لئے پانی لاؤ" آپ ﷺ نے وضو کیا' کعبۃ اللہ کی طرف چلے۔ قریشوں نے کہا کہ یہ وہی ہے لیکن ساتھ ہی ان کے سر نیچے کو جھک گئے گردنیں ٹیڑھی ہو گئیں۔ وہ اپنی نگاہیں اٹھا نہ سکے۔ حضور ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور ان کی طرف پھینکی اور کہا' چہرے بگڑ جائیں۔ جس کو یہ کنکری لگی یوم بدر میں وہ کافر ضرور قتل ہوا۔ ❺ غرض حضرت ﷺ ہجرت کر کے غار میں جا پہنچے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے لیا۔

❶ ۵۲/ الطور: ۳۰۔ ❷ ۱۷/ الاسراء: ۷۶۔
❸ ۳۶/ یٰس: ۱، ۹۔ ❹ دلائل النبوة، ۲/ ۴۶۹۔
❺ احمد، ۱/ ۳۰۳ وسنده حسن، حاكم، ۱/ ۱۶۳؛ ابن حبان، ۶۵۰۲؛ دلائل النبوة، ۶/ ۲۴۰۔

مشرکین حضور ﷺ کے گھر کی چوکیداری کرتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محمد ﷺ سمجھتے رہے صبح کے قریب دھاوا بول دیا۔ لیکن گھر میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو سارا منصوبہ چوپٹ ہو گیا۔ پوچھنے لگے محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کوئی خبر نہیں۔ نقش قدم کے پتے سے چلے۔ پہاڑ کے قریب پہنچے تو اشتباہ ہو گیا۔ پہاڑ پر چڑھ گئے غار کے سامنے سے گزرے غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا تھا۔ کہنے لگے اگر غار کے اندر کوئی گیا ہوتا تو اس کے دہانے پر مکڑی کا اتنا بڑا جالا کیسے قائم رہتا۔ آپ ﷺ غار میں تین دن ٹھہرے رہے۔ ❶ اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ چال چلتے ہیں تو ہم بھی اپنی چال بتاتے ہیں۔ دیکھو کیسے ان کافروں سے نجات دے دی۔

کفار کا باطل دعویٰ اور عذاب کا مطالبہ: [آیت:۳۱۔۳۳] قریش کے کفر و تمرد کی خبر دی جا رہی ہے کہ قرآن سن کر وہ کیسا دعوائے باطل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے جو یہ قرآن سنا ہے چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ دیں۔ یہ صرف ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور قول بلا فعل ہے۔ چنانچہ اس پر بارہا قرآن میں تحدی کی گئی۔ چیلنج دیا گیا کہ ایسی ایک سورت ہی بنا لاؤ لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ ایسا کہہ کر وہ خود اپنے نفسوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اور اپنے جھوٹے ہم خیالوں کو بھی دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث تھا۔ یہ بے دین بلاد فارس کی طرف گیا ہوا تھا۔ وہاں کے ایرانی بادشاہوں اور رستم و اسفندیار کی تاریخ پڑھا ہوا تھا اور جب واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی بعثت واقع ہو چکی تھی۔ آپ لوگوں کو قرآن سناتے رہتے تھے اور جب حضور ﷺ مجلس ختم کر دیتے تو یہ کمبخت نضر بیٹھ جاتا اور یہ ایرانی بادشاہوں کی تاریخ بیان کر کے کہتا' بتاؤ کس نے اچھی قصہ خوانی کی ہے' میں نے یا محمد نے؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں مسلمانوں کو کامیابی بخشی اور بعض مشرکین مکہ گرفتار ہوئے تو حضور ﷺ نے اس کو بھی گردن زدنی قرار دیا اور اس کی بھی گردن اڑا دی گئی۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اس کو قید کیا ہوا تھا۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بدر کے روز تین قیدیوں کے قتل کا حکم دیا تھا: عقبہ بن ابی معیط، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث۔

نضر مقداد رضی اللہ عنہ کا قیدی تھا۔ حضور ﷺ نے جب اس کے قتل کا حکم دیا تو مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو میرا قیدی ہے مجھے ملنا چاہئے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اس نے کتاب اللہ تعالیٰ کا منہ چڑھایا ہے'' چنانچہ قتل کا حکم ہو گیا۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے اپنے اسیر کی طرف پھر حضرت ﷺ کو توجہ دلائی تو آپ ﷺ نے یہ دعا کی کہ ''یا اللہ! تو اپنے فضل سے مقداد کو بہت کچھ دے۔'' تو مقداد رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ! اصرار کے ساتھ مطالبہ سے میری یہی تو غرض تھی کہ آپ سے دعا کرا لوں۔ اسی نضر کے بارے میں یہ آیت اتری ﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا﴾ الخ۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے طعیمہ کے بجائے مطعم بن عدی کا نام کہا ہے اور یہ بات غلط ہے اس لئے کہ مطعم بن عدی تو بدر کے روز زندہ ہی نہیں تھا۔ اسی لئے اس روز حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان مقتولین میں سے کسی کا سوال کرتا تو میں اس کو یہ قیدی دے دیتا۔'' ❷ آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اس نے حضور ﷺ کو اس وقت بچایا تھا جب کہ آپ طائف کے ظالموں سے پیچھا چھڑا کر مکے واپس ہو رہے تھے۔

''اساطیر'' اسطورہ کی جمع ہے یعنی وہ کتابیں اور اقتباسات جو سیکھ کر لوگوں کو سنائے جاتے ہیں اور یہ محض افسانے ہوتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے ﴿وَقَالُوْا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝﴾ ❸ کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو متقدمین کے

---

❶ احمد، ۱/ ۳۴۸ وسندہ ضعیف طبرانی ۱۲۱۵۵، اس کی سند میں عثمان الجزری مجروح راوی ہے (الجرح والتعدیل، ۶/ ۱۷۴، رقم: ۶۵۲) ❷ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما من النبی علی الأساری من غیر ان یخمس ۳۱۳۹؛ ابوداود ۲۶۸۹؛ احمد، ۴/ ۸۰؛ مسند ابی یعلی ۷۴۱۶؛ بیهقی، ۹/ ۶۷۔ ❸ ۲۵/ الفرقان: ۵۔

جھوٹے افسانے ہیں جنہیں لکھ لیا گیا اور شب و روز سنایا جاتا رہتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس سے درگزر فرما کر اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ وہ آسمان و زمین کے بھیدوں کو جانتا ہے اور یہ قرآن اسی کی طرف سے ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ ''اے اللہ تعالیٰ اگر یہ قرآن حق ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا یا عذاب الیم ہمیں دے۔'' یہ دعا ان کے کمال جہل و نادانی و سرکشی و عناد کے سبب سے ہے اسی بیوقوفی میں وہ بدنام ہیں۔ انہیں تو چاہئے تھا کہ وہ دعایوں مانگتے کہ اللہ! اگر یہ قرآن تیری ہی طرف سے ہے تو ہمیں اس کے اتباع کی توفیق عنایت فرما لیکن انہوں نے تو اپنی جان پر عذاب مول لے لیا اور سزا کے لئے جلدی کرنے لگے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ ارے عذاب کا اگر ایک دن مقرر نہ ہوتا تو عذاب انہیں فوراً ہی آ پکڑتا کہ انہیں خبر تک نہ ہوتی۔'' وہ کہتے ہیں کہ ﴿قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا﴾ ❶ الخ اور ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ۝ لِّلْكٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ۝ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ۝﴾ ❷ گزشتہ امتوں کے جاہلوں نے بھی تو ایسا ہی کہا تھا: ''شعیب علیہ السلام کی قوم کہتی ہے کہ اے شعیب! اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان گرا دو'' یا یہ کہ اے اللہ تعالیٰ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ باری کر۔'' ابوجہل بن ہشام نے یہی کہا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ کہ اگر یہ سچا قرآن ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر کیوں نہیں برسا دیتے۔ تو یہ آیت اتری ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ﴾ یعنی جب تک تم ان کے درمیان میں ہو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے گا۔ یا جب تک کہ وہ استغفار کرتے ہیں۔ ❸ اور فرمایا ﴿لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى﴾ ❹ الخ یعنی تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آؤ گے۔ جیسا کہ پہلی دفعہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا۔ عطاء کہتے ہیں کہ اس مضمون کی دس آیتیں قرآن پاک میں ہیں۔ بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں گھوڑے پر سوار ٹھہرا ہوا دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے پروردگار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو مجھے گھوڑے سمیت زمین میں دھنسا دے (یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایمان نہیں لائے تھے۔)

نبی کا وجود کفار کے لیے باعث حفاظت: اس امت کے جاہلوں کا بھی ایسا ہی قول تھا۔ اللہ پاک اپنی آیت کو پھر دہراتا ہے اور ان پر اپنی رحمت کا ذکر فرماتا ہے کہ جب تک وہ استغفار کرتے ہیں اور تمہاری موجودگی ان کے اندر ہے ہم ان پر عذاب آسمانی نازل نہ کریں گے۔ مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے (لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بس بس یہیں تک بولو آگے نہ بڑھو' لیکن کفار ساتھ ہی یہ بھی بولتے (اِلَّا شَرِیْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ) لیکن تیرا ایک شریک بھی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کے املاک کا بھی مالک ہے اور پھر ساتھ ہی کہتے (غُفْرَانَكَ) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تم جب تک ان میں ہو وہ عذاب سے محفوظ ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کو دو امانیں حاصل تھیں ایک تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود دوسرے ان کا بعد از شرک استغفار۔ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کرنے کے بعد صرف ان کا استغفار سبب معافی رہ گیا۔ قریش آپس میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے درمیان بزرگ بنایا ہے۔ دن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ جو گستاخی کرتے' رات کو نادم ہو کر کہتے (غُفْرَانَكَ اَللّٰهُمَّ) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ﴾ والی آیت اتاری۔ یعنی انبیا علیہم السلام جب تک بستی سے نکل نہیں جاتے قوم پر عذاب نہیں آیا کرتا۔ ان میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو پہلے ہی سے ایمان حاصل کر چکے تھے۔ وہ استغفار کرتے =

---

❶ ۳۸/ ص:۱۶۔ ❷ ۷۰/ المعارج:۱، ۲۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الأنفال باب ﴿وإذ قالوا اللهم إن كان هذا هو الحق من عندك فأمطر﴾ ٤٦٤٨؛ صحیح مسلم ۲۷۹۶۔ ❹ ٦/ الانعام:۹٤۔



وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاۗءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اوران کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سزا نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں۔ اس کے متولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔[۳۴] اوران کی نماز کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا۔ سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب۔[۳۵]

= نمازیں پڑھتے' یہ مسلمان تھے اور حضور ﷺ کے ہجرت کے بعد بھی مکے میں رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ کے مکے کی بستی کو چھوڑ کر چلے جانے کے باوجود اہل مکہ پر اس لئے عذاب نہیں آیا کہ یہ مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ یہ اہل مکہ وقوع عذاب سے بچ گئے کیونکہ یہ اچھے لوگ ابھی ان میں باقی تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی قیامت تک استغفار لوگوں کو عذاب سے بچاتا رہے گا۔'' ❶ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''شیطان نے کہا اے اللہ! تیری عزت کی قسم جب تک تیرے بندوں کے جسموں میں روحیں ہیں میں انہیں بہکاتا رہوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت کی قسم! جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے' میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا۔'' ❷

مسجد الحرام کے متولی متقی لوگ ہیں نہ کہ مشرک: [آیت:۳۴۔۳۵] یہ لائق عذاب تو تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی برکت سے عذاب سے بچ گئے۔ اسی لئے جب آپ نے مکہ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے بروز بدر ان پر عذاب واقع فرمایا۔ ان کے سردار قتل کر دیئے گئے۔ بڑے بڑے لوگ قیدی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں استغفار کی ہدایت فرمائی لیکن یہ اس کے ساتھ شرک و فساد کو بھی ملا دیتے تھے۔ قتادہ اور سدی رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ یہ مقتولین قریش استغفار نہیں کرتے تھے' اگر کرتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہیں بدر میں ذلت کی موت نہ دیتا اور اگر خود مکہ میں یہ کمزور مسلمان استغفار کرتے نہ ہوتے تو اہل مکہ پر ایسی مصیبت آ پڑتی کہ ہٹائے نہ ہٹتی۔ استغفار کی برکت ہی نے مکہ میں عذاب نازل ہونے سے قریش کو بچایا اور مسلمانان مکہ کے صدقہ میں وہ ایک عرصہ تک عذاب سے محفوظ رہے۔ یوم حدیبیہ میں اللہ پاک نے فرمایا تھا ﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ﴾ ❸ یعنی ان لوگوں نے کفر کیا۔ بیت اللہ میں آنے سے تمہیں روک دیا۔ قربانی کے جانوروں کو مذبح تک نہیں پہنچنے دیا اگر مکہ میں یہ مؤمن مرد اور عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہیں تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی وجہ سے بے خبری میں

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأنفال ۳۰۸۲، وسنده ضعیف اس کی سند میں اسمٰعیل بن ابراہیم بن مہاجر ضعیف (التقریب، ۱/ ٦٦، رقم:٤٧٧) اور عباد بن یوسف الکوفی مجہول راوی ہے (التقریب، ۱/ ۳۹۵، رقم:۱۲۰)

❷ احمد، ۳/ ۲۹؛ بسندین ضعیفین، مسند ابی یعلیٰ ۱۲۷۳؛ حاکم، ٤/ ۲٦۱۔

❸ ٤٨/ الفتح:۲۵۔

مضرت پہنچ جاتی' یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اگر یہ لوگ یہاں پناہ گزیں نہ ہوتے تو کب کا ان پر عذاب الٰہی اتر چکا ہوتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تمہارے ہوتے ان پر عذاب نہ کروں گا اور جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی طرف چلے گئے تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ تمہارے جانشین ابھی مکہ میں ہیں اور استغفار کرتے ہیں اس لئے ابھی عذاب نہ دوں گا اور جب یہ مسلمان بھی کے سے نکل گئے تو فرماتا ہے کہ اب کیوں نہ عذاب دیا جائے۔ انہوں نے تم مسلمانوں کو کعبۃ اللہ آنے سے روکا' وہ اللہ تعالیٰ کے دوست تو تھے نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کا عذاب ان پر نازل کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ﴾ کی ناسخ ہے۔ عکرمہ اور حسن بصری رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ''انفال'' میں ﴿مَا كَانَ﴾ والی آیت کو اس کے بعد والی ﴿مَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ﴾ والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ چنانچہ ﴿فَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ فرمایا گیا۔ چنانچہ اہل مکہ سے جنگ ہوئی اور وہ بھوک اور مضرت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اہل شرک کو عذاب سے مستثنیٰ بھی کیا ہے' پھر یہ بھی فرمایا کہ انہیں کیوں عذاب نہ کرے کہ مسجد حرام سے وہ مسلمانوں کو روکتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے اولیا وہ نہیں بلکہ متقی لوگ ہیں۔ لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔ حالانکہ یہی روکے جانے والے لوگ کعبۃ اللہ کے زیادہ اہل ہیں کہ اس میں نماز پڑھیں طواف کریں اور یہ کفار مسجد حرام کے اہل نہیں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ مشرکین کو کیا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کو آباد رکھیں حالانکہ کفر ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ ان کے تو سارے اعمال سلب ہیں اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔ مساجد کو تو وہ آباد رکھیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھیں' نمازیں پڑھیں' زکوٰۃ دیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ ہدایت یافتہ لوگ یقیناً یہی ہیں۔ اور فرمایا ﴿وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ❶ اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکنا اور کے کے مسلمانوں کو کے سے نکال دینا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپ کے اولیا کون لوگ ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''متقی لوگ۔'' ❷ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی ﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کیا اور پوچھا کیا کوئی غیر قریش بھی تم میں ہیں۔ تو لوگوں نے کہا' صرف ہمارے بھانجے ہمارے حلیف' ہمارے غلام۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حلیف' بھانجے اور غلام سب ایک ہی قبیلہ کے ہوتے ہیں یہ سب اولیا ہیں لیکن میرے اولیا متقی لوگ ہیں۔'' ❸ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان سے مجاہد مراد ہیں جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ پھر اس بات کا ذکر ہے کہ مسجد حرام میں یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی عبادت بس یہی تھی کہ کعبے میں آ کر بھی یہ جانوروں کی سی سیٹیاں بجاتے اور تالیاں بجاتے' ننگے ہو کر طواف کرتے' منہ میں انگلیاں رکھ کر سیٹی کی آواز نکالتے رخسار جھکاتے' تالی بجاتے' بس اسی کو عبادت سمجھتے۔ بائیں طرف سے طواف کرتے۔ مقصد یہ ہوتا کہ مسلمانوں کی عبادت میں حرج پیدا کریں' اس طرح یہ لوگ مؤمنین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ تصدیہ کے معنی کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکنا۔ فرماتا ہے کہ اب اپنے کفر کا مزہ چکھو یعنی یہ عذاب کہ یوم بدر میں قتل بھی ہوئے قید بھی ہوئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اہل اقرار پر عذاب سیف کے ذریعہ آتا ہے اور اہل تکذیب پر چیخ اور زلزلے کے طور پر آتا ہے۔

---

❶ ٢/ البقرة:٢١٧۔ ❷ المعجم الصغير ١/ ١١٥ ح ٣٠٥ وسنده ضعيف جداً؛ اس کی سند میں نوح بن ابی مریم منکر الحدیث راوی ہے (الميزان، ٤/ ٢٧٩، رقم: ٩١٤٣) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف جداً قرار دیا ہے۔ دیکھیے۔ (السلسلة الضعيفه، ١٣٠٤) ❸ حاكم، ٢/ ٣٢٨ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ١٠/ ٢٦۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾

ع ۹ ۱۸

ترجمہ: بلاشک یہ کافرلوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر مغلوب ہو جائیں گے۔ اور کافرلوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا۔[۳۶] تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے۔ ایسے لوگ پورے خسارے میں ہیں۔[۳۷]

شکست خوردہ کفار کی ناکام تدبیریں: [آیت: ۳۶۔۳۷] قریش پر جنگ بدر میں جب مصیبت پہنچی اور یہ لوگ مکہ واپس ہوئے اور ابوسفیان بھی قافلہ لے کر لوٹے تو عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ اور قریش کے کئی آدمی جن کے باپ بیٹے بھائی جنگ میں کام آئے تھے ابوسفیان سے اور ان سے جن کا مال تجارت اس قافلہ میں تھا کہنے لگے کہ اے معشر قریش محمد ﷺ تمہیں نیچا دکھا چکے ہیں تمہارے شرفا کو قتل کر دیا ہے' ان سے دوبارہ لڑنے کے لئے اس قافلہ کا مال تم دے دو تا کہ ہم ان سے اپنا انتقام لیں۔ چنانچہ انہوں نے سب مال دے دیا۔ اسی بارے میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ﴾ یعنی کافر اپنا مال خرچ کر رہے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ روک دیں اور وہ روپیہ خرچ کریں گے اور یہی مال ضائع ہو جائے گا تو پھر حسرت بھی اٹھائیں گے ہم انہیں دوبارہ مغلوب کر دیں گے' اور وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان اور نفقہ اموال کے بارے میں نہیں' بلکہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں اتری ہے۔ بہر تقدیر یہ آیت عام ہے چاہے کسی بارے میں اتری ہو اور اگرچہ سبب نزول خاص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اتباع طریق حق سے روکنے کے لئے کفار روپیہ پیسہ خوب خرچ کر رہے ہیں لیکن ان کے یہ اموال ضائع جائیں گے انہیں حسرت و ندامت لاحق ہو گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل کرنا چاہتا ہے خواہ یہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا ناصر اپنے کلمہ کو غالب کرنے والا بنے گا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہو گی اور آخرت میں عذاب دوزخ ہو گا۔ جو زندہ بچا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اپنے کانوں سے سن لیا کہ کیسی رسوائی سے آخر کار انہیں سابقہ پڑا اور جو مر گیا یا قتل ہو گیا وہ ابدی رسوائی اور سرمدی عذاب سے دوچار ہو گیا۔ قولہ تعالیٰ ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اہل سعادت کا امتیاز اہل شقاوت سے ہے کہ مومن کافر سے ممتاز ہو جائے اور یہ بھی محتمل ہے کہ امتیاز سے مراد آخرت کا امتیاز ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ ''ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکا اپنی جگہ ٹھہرے رہو ہم ان کے درمیان فرق کر دیں گے'' اور فرمایا کہ جب قیامت ہو گی تو وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ اور فرمایا کہ اے مشرکو! اور گناہگارو! آج مومنوں سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔ اور اس مطلب کا بھی احتمال ہے کہ اس سے دنیا میں ہی امتیاز مقصود ہو کہ مومنین کے اعمال جدا اور کافروں کے جدا۔ اور ﴿لِيَمِيزَ﴾ کا لام سببیہ ہو سکتا ہے یعنی گناہ کے طور پر مال خرچ کرنے کے =

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں گے تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے۔[۳۸] اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے۔ پھر اگر یہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں۔[۳۹] اور اگر روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔[۴۰]

= سب خبیث کو طیب سے اللہ تعالیٰ نے جدا کر دیا۔ یعنی یہ امتیاز کرنے کے لئے کافروں سے لڑنے کے لئے کون اطاعت کرتا ہے اور کون روگردانی کر کے معصیت کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ”دونوں لشکروں کے تصادم کے وقت جو کچھ تمہیں پہنچا' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا تاکہ مؤمنوں اور کافروں میں تمیز ہو جائے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جارحانہ یا مدافعانہ تو کہتے ہیں کہ اگر اصول جنگ سے ہم واقف ہوتے تو ضرور لڑتے۔“ اور فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ آخر مؤمنین کو بھی ان کی موجودہ حالت پر کیوں چھوڑے وہ تو امتحان کر کے پرکھنا چاہتا ہے کہ اچھا کون ہے اور برا کون۔ اور امر غیب پر وہ تم کو آگاہ بھی کیوں کرے۔“ اور فرمایا ”کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ مجاہدین کے صبر کا اللہ تعالیٰ نے ابھی امتحان نہیں لیا۔“ اس کی نظیر سورۂ براءۃ میں بھی ہے۔ چنانچہ معنی یہ ہوئے کہ ہم کفار سے بھڑا کر تمہیں آزمائیں گے وہ تم سے قتال کریں گے تمہارے خلاف اموال صرف کریں گے۔ یہ صرف اس امتیاز کے لئے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے رَكْمٌ کہتے ہیں ایک پر ایک اشیاء کو جمع کرتے جانا' جیسا کہ ابر کے بارے میں فرمایا کہ ﴿ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا﴾ یعنی تہ بہ تہ بادل ﴿فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ پھر وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور بڑے خسارے میں رہیں گے۔

فتنہ کا مطلب اور اختتام فتنہ تک جہاد جاری رکھنے کا حکم: [آیت:۳۸۔۴۰] اپنے رسول سے خطاب ہو رہا ہے کہ ان کافروں سے کہہ دو کہ اگر تم کفر و عناد سے باز رہے اور اسلام میں داخل ہو کر طالب مغفرت ہوئے تو زمانہ کفر میں جو کچھ گناہ کیا تھا اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”جو اسلام میں آ کر نیکوکار رہا تو اس کے جاہلیت کے گناہوں سے بھی مواخذہ نہ ہو گا اور جو اسلام میں آنے کے بعد بھی برا رہا تو اس سے ہر دو زمانوں کے اعمال سے متعلق پرسش ہو سکے گی۔“ ❶ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ”اسلام ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور توبہ بھی تو اپنے سے پہلے کے گناہوں کے لئے توبہ ہے۔“ ❷ لیکن اے نبی! اگر

❶ صحيح بخاري، كتاب استتابة المرتدين، باب اثم من أشرك بالله وعقوبة في الدنيا والآخرة...... ٦٩٢١؛ صحيح مسلم، ١٢٠؛ ابن ماجه ٤٢٤٢؛ احمد، ١/ ٤٠٩؛ ابن حبان، ٣٩٦۔ ❷ احمد، ٤/ ٢٠٤ وهو صحيح بحديث مسلم اس کی اصل صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله...... ١٢١ میں موجود ہے۔

یہ اپنی سابقہ چال پر قائم رہے عناد نہ چھوڑا تو کیا وہ نہیں جانتے کہ پہلے کے لوگوں کا کیا حشر ہوا تھا۔ عناد اور تکذیب کا سابقہ امتوں نے کیا نتیجہ دیکھا تھا۔ یاد رکھو عذاب و عقوبت ہی اس کا علاج ہوگا۔ سنت الاولین سے مجاہد اور سدی رحمہم اللہ یوم بدر مراد لیتے ہیں۔ اور فرمایا ''ان سے خوب قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ دب جائے شرک مٹ جائے اور دین ہی اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔''

ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا' اے ابوعبدالرحمٰن! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اگر مؤمنین کی دو جماعتیں باہم قتال کریں'' تو تم قتال میں کیوں شریک نہیں ہوتے' جب کہ ایسی دو جماعتوں کا قرآن میں ذکر ہے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے بھتیجے شریک جنگ نہ ہونے کا طعن مجھ پر آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کسی مؤمن کو عمداً قتل کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ ہی باقی نہ رہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہماری یہی کیفیت تھی۔ اسلام میں بہت کم افراد تھے۔ آدمی کی دین کے بارے میں آزمائش ہوتی تھی لوگ یا تو قتل کر دیئے جاتے تھے یا قید و بند کی مصیبت میں مبتلا ہوتے تھے اور جب اسلام نے ترقی پالی تو اب یہ فتنہ باقی نہ رہا۔ غرض یہ کہ اس معترض شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اپنے موافق بات دیکھی ہی نہیں تو بات کا رخ پھیر کر کہنے لگا کہ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ بخش دیا اور تم عثمان رضی اللہ عنہ کی مغفرت کو ناپسند کرتے ہو۔ اور علی رضی اللہ عنہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زادے ہیں اور داماد ہیں اور وہ دیکھو وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور علی رضی اللہ عنہ کی بیوی رہتی ہیں۔ ❶

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے اور کہا قتال فتنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور فتنہ کس کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے قتال کرتے تھے اور اس وقت فتنہ در آیا ہوا تھا۔ اور تمہارا قتال تو ملک اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ❷ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے فتنے سے متعلق دو آدمی ان کے پاس آئے اور کہا تم جانتے ہو جو کچھ لوگوں کا عمل رہا۔ تم عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو۔ اس فتنہ سے تم کو کس بات نے روکا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا خون مسلمان پر حرام کر دیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں فرمایا ہے کہ فتنہ دب جانے کے لئے قتال کرو تا کہ دین خالص اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ ❸ تو کہا' ہم نے تو فتنہ دبانے کے لئے بہت کچھ قتال کیا ہے حتیٰ کہ فتنہ نہ رہا۔ اور تم مسلمانوں کے دو گروہوں میں اس لئے قتال کرانا چاہتے ہو کہ فتنہ اور کھڑا ہو جائے اور دین اللہ تعالیٰ کی بجائے غیر اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تو ایسے آدمی کو کبھی قتل نہ کروں گا جو (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ) کہہ چکا ہو' تو سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ تو اس آدمی نے ﴿فَقَاتِلُوْهُمْ﴾ والی آیت پڑھی۔ تو ان دونوں نے کہا کہ فتنہ کو دبانے والا ایسا قتال ہم نے کیا ہے اور فتنہ دب گیا ہے اور دین خالص اللہ تعالیٰ کا ہو گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فتنہ دب جانے سے شرک کا دب جانا مراد لیتے ہیں ﴿يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ سے مراد خالص توحید ہے جس میں شرک کا لگاؤ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کسی کو شریک نہ بنایا گیا ہو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام ہوتے ہوئے کفر باقی نہ رہے۔ اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں کافروں سے قتال کرنے پر مامور ہوا ہوں حتیٰ کہ ((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کے قائل ہو جائیں۔ اگر وہ قائل ہو گئے تو ان کے جان و مال محفوظ ہو گئے ہاں کسی وجہ سے قصاص وغیرہ میں قتل کئے جا سکتے ہیں اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے پاس

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانفال باب ﴿وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله......﴾ ٤٦٥٠۔

❷ صحیح بخاری، حواله سابق ٤٦٥١۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة البقرة باب ﴿وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة﴾ ٤٥١٣۔

ہے۔" (1) نبی اکرم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اظہار شجاعت میں قتال کیا ہو یا قوم و خاندان کی حمایت یا شہرت و نمود کی خاطر' اس میں کونسا قتال فی سبیل اللہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "صرف وہ قتال جو اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ عمل میں آیا ہو۔" (2)

قولہ ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا﴾ یعنی اگر کفر کے ساتھ تمہارے قتال سے وہ باز رہے تو تم بھی ان سے ہاتھ روک لو اس لئے کہ تمہیں ان کے دل کا حال کیا معلوم؟ جو کچھ ان کے دل کا حال ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور ان کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا "اگر انہوں نے توبہ کر لی اور نماز پڑھتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے تو پھر ان سے پرسش مناسب نہیں۔" دوسری جگہ ہے کہ ﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور فرمایا کہ فتنہ دبنے تک ان سے لڑتے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا مذہب رائج ہو جائے۔ الزام صرف حد سے تجاوز کرنے والوں پر ہے۔ کہتے ہیں کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر تلوار اٹھائی اس نے کہا (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) لیکن اسامہ رضی اللہ عنہ نے تلوار ماردی اور قتل کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو خبر پہنچی تو فرمایا کہ "((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کے بعد بھی تم نے اس کو قتل کر دیا اب تم قیامت کے روز ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کے ساتھ کیا کرو گے؟" تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے تو صرف اپنے بچاؤ کے لئے ایسا کیا۔ تو فرمایا کیا "تم نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا۔" پھر آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے کہ اب قیامت کے روز کیا کرو گے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش! میں آج تک مسلمان نہ ہوا ہوتا تا کہ اسلام کے زعم میں اس کو قتل نہ کر دیتا۔ (3)

اور اگر انہوں نے پیٹھ پھیر لی تو جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے' وہ بڑا اچھا مولیٰ ہے اور بڑا اچھا مددگار ہے اور اگر ان کی عادت تمہارے خلاف اور تمہاری محاربت پر قائم رہی تو اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ اور تمہارا ناصر ہے۔ عبدالملک بن مروان نے عروہ کو لکھا اور چند باتیں دریافت کیں' تو عروہ نے یوں جواب لکھ بھیجا' سلام علیک! میں اللہ تعالیٰ واحد کی حمد کرتا ہوں اور پھر میں تمہیں لکھتا ہوں کہ تم نے مجھ سے نبی اکرم ﷺ کے مکے سے مدینہ کی طرف ہجرت کے واقعات پوچھے ہیں۔ تمہیں بتاؤں گا قوت و طاقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نبوت عطا فرمائی وہ کیسے اچھے نبی کیسے اچھے سید تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے جنت میں ہمیں ان کا چہرہ دکھائے انہیں کے دین و ملت پر زندہ رکھے اور انہیں کے دین پر مارے اور انہیں کے ساتھ زندہ اٹھائے۔ آپ نے جب ہدایت اور نور کی طرف قوم کو بلایا تو لوگوں نے آپ ﷺ کی تبلیغ کو کچھ ایسی اہمیت نہیں دی۔ حضور ﷺ کی وحی کو سن بھی لیتے تھے اور جب آپ ﷺ نے ان کے بتوں کا ذکر شروع کیا اور مالدار قریش کے لوگ طائف سے مکے آئے تو ان میں سے اکثر کو یہ تبلیغ بہت ناگوار گزری' آپ ﷺ کی تبلیغ سے بیزار ہوئے جو کوئی مسلمان ہو بھی جاتا تو اس کو بہکانے لگتے۔ چنانچہ مائل ہونے والے عامۃ الناس بھی بے رغبت ہو گئے۔ مگر چند لوگ اپنے مستقل ارادے پر قائم رہے۔ اسلام کی طرف سے ان کے خیالات پراگندہ نہیں ہوئے۔ اب قریش کے سرداروں نے باہم مشورہ کیا کہ اسلام قبول کرنے والوں پر سختی کریں۔ یہ فتنہ ایک زبردست زلزلہ تھا جو اس فتنہ میں پھنس گیا سو پھنس گیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا تو محفوظ رہا۔ جب مسلمانوں پر یہ قریش بہت ظلم توڑنے لگے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ ارض حبش کی طرف ہجرت کر جائیں' حبش کا بادشاہ ایک مرد صالح تھا جس کا نام نجاشی تھا وہ

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ ۱۳۹۹؛ صحیح مسلم ۲۰۔

(2) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا ۲۸۱۰؛ صحیح مسلم ۱۹۰۴۔

(3) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ اسامة بن زید ۴۲۶۹؛ صحیح مسلم ۹۶؛ ابوداود ۲۶۴۳؛ احمد، ۵/ ۲۰۰؛ ابن حبان ۴۷۵۱۔

ظالم بادشاہ نہیں تھا چاروں طرف اس کی تعریف ہوتی تھی۔ سرزمین حبش قریش کی تجارت گاہ تھی اور تجار قریش کے وہاں مکانات تھے جہاں وہ تجارت کر کے بہت رزق پیدا کرتے تھے امن حاصل کرتے تھے اور تجارت خوب چمکی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا تو عام مسلمان جن پر مکہ والے زیادہ ظلم توڑ رہے تھے' حبش کی طرف چلے گئے کیونکہ ان کو اپنی جان کا خوف تھا۔ وہ وہاں ہمیشہ کے لئے نہیں ٹھہرے صرف چند سال رہے۔ وہاں بھی مسلمانوں نے اسلام پھیلایا وہاں کے شرفا بھی اسلام لائے۔ جب کفار قریش نے یہ رنگ دیکھا کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے وہ حبش چلے جاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں اور سرداروں کو اپنا بنا لیتے ہیں تو اب انہوں نے مصلحت یہی سمجھی کہ نرم برتاؤ اختیار کریں۔ چنانچہ وہ نبی ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے لگے چنانچہ پہلی آزمائش مسلمانوں کی تھی جس نے مسلمانوں کو حبش کی طرف بھیجا چنانچہ جب نرمی پیدا ہوگئی اور فتنہ جس کے زلزلوں نے مسلمان صحابہ کو وطن چھوڑنے اور حبشہ جانے پر مجبور کیا تھا اس کے کچھ دب جانے کی خبروں نے مہاجرین حبشہ کو پھر آمادہ کیا کہ وہ مکے واپس چلے آئیں۔ چنانچہ وہ تھوڑے بہت بھی جو گئے تھے واپس آ گئے۔ اس اثنا میں مدینہ کے انصار مسلمان ہو گئے اور مدینہ میں بھی اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔ ان اہل مدینہ کا مکے آنا جانا شروع ہوا اس سے مکے والے اور بگڑے' مشورہ کیا کہ اب تو ان پر اور سختی کرنا چاہئے۔ چنانچہ عام طور پر مسلمانوں پر مظالم توڑنے لگے۔ مسلمان بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے لئے دوسرا فتنہ اور دوسری آزمائش تھی۔ ایک فتنہ تو یہ کہ حبش کی طرف مسلمانوں کو بھاگنا پڑا اور دوسرا فتنہ وہاں سے مسلمانوں کے واپس آنے کے بعد جب کہ اہل مکہ نے دیکھا کہ مدینے سے لوگ آتے جا رہے ہیں اور مسلمان ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک بار مدینے سے ستر آدمی آئے جو معتبر اور سردار لوگ تھے اور یہ سب مسلمان ہو گئے' حج کیا اور بمقام عقبہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور عہد کیا کہ ہم آپ کے ہو رہتے ہیں اور آپ ﷺ ہمارے ہو رہیں گے۔ اگر آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہمارے شہر آئیں یا آپ تشریف لائیں تو ہم آپ ﷺ کی اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایسی حمایت کریں گے جیسے کہ اپنی اور اپنے لوگوں کی کرتے ہیں۔ قریش نے اس معاہدہ کو سن کر مزید سختی برتنی شروع کر دی۔ اب نبی مکرم ﷺ نے اصحاب کو حکم دے دیا کہ مدینے کی طرف ہجرت کر جائیں' یہ دوسرا فتنہ تھا جس نے نبی اکرم کو اور اصحاب کو مکے سے نکالا۔ اسی چیز کو اللہ پاک نے قرآن میں ظاہر فرمایا ہے کہ ان کافروں سے قتال کرو حتیٰ کہ یہ فتنے ختم ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کا ہی سکہ چلے۔ عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ خط عروہ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا تھا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نواں پارہ ختم ہوا۔



فہرست

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؀

ترجمہ: جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور راہ چلتے مسافروں کا اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۴۱]

مال غنیمت کی تقسیم اور مستحق افراد: [آیت: ۴۱] اللہ تعالیٰ یہاں مال غنیمت کی تفصیل بیان کرتا ہے جو اس نے خاص طور پر اس امت کے لئے حلال کیا ہے۔ اس سے قبل اگلی امتوں پر یہ حرام تھا۔ غنیمت وہ مال ہے جو کفار پر چڑھائی و حملہ کرنے کے بعد حاصل ہوا ہو۔ اور فے وہ مال ہے جو بغیر لڑے بھڑے ہاتھ آ جائے۔ مثلاً ان سے صلح کر کے کچھ مال بطور تاوان وصول کیا جائے یا وہ مال جس کا کوئی وارث نہ ہو یا جزیہ یا خراج وغیرہ کا مال ہو۔ امام شافعی اور دیگر علمائے سلف و خلف رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔ لیکن بعض علما غنیمت کا اطلاق ''فے'' اور فے کا غنیمت پر کرتے ہیں۔ اسی لئے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس آیت سے سورۂ حشر کی یہ آیت ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ﴾ منسوخ ہو گئی ہے۔ اور اس طرح مال غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار حصے تو مجاہدین کو ملیں گے اور ایک حصہ ان کو ملے گا جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے (یعنی رسول' قرابت دار' یتیم' مساکین اور مسافر لوگ) لیکن یہ قول قابل قبول نہیں۔ کیونکہ یہ آیت جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے اور وہ آیت ''بنو نضیر'' کے بارے میں اتری ہے اور علمائے سیر و مغازی (تاریخ دانوں) میں سے کسی کو بھی اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ قصہ بنو نضیر جنگ بدر کے بعد کا ہے اور نہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہے لیکن جو لوگ فے اور غنیمت میں فرق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت تو فے کے بارے میں اتری ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں۔ اور کچھ لوگ فے اور غنیمت کے معاملہ کو امام کی رائے پر موقوف رکھتے ہیں کہ جیسی اس کی مرضی ہو ویسا کرے اس طرح ان دونوں آیات (آیت حشر اور آیت تخمیس) میں تطبیق ہو جاتی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت میں سے نکال دینا چاہئے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو گو سوئی ہو یا دھاگہ ہی ہو۔ پروردگار عالم فرماتا ہے جو خیانت کرے گا وہ اسے لے کر قیامت کے دن پیش ہو گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملے گا کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ خمس میں سے اللہ کے لئے حصہ کعبے میں داخل کیا جائے گا۔ حضرت ابو العالیہ ریاحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول اللہ ﷺ پانچ حصے کرتے تھے' چار تو مجاہدین میں تقسیم ہوتے پانچویں میں سے آپ ﷺ مٹھی بھر کر نکال لیتے اسے کعبے میں داخل کر دیتے پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے ایک رسول اللہ ﷺ کا' ایک قرابت داروں کا' ایک یتیموں کا' ایک مسکینوں کا' ایک مسافروں کا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے حصے کا نام صرف بطور تبرک ہے رسول اللہ ﷺ کے حصے کے بیان کا گویا وہ شروع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کوئی لشکر بھیجتے اور غنیمت کا مال ملتا تو آپ ﷺ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس یہ فرمان کہ ﴿اَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ یہ صرف کلام کے شروع کے لئے ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ایک ہی حصہ ہے۔ ❶ اسی کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے وادی القریٰ میں آ کر سوال کیا کہ یارسول اللہ! غنیمت کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے باقی کے چار حصے لشکریوں کے۔'' اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہرگز نہیں یہاں تک کہ تو اپنے کسی دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں۔'' ❷ حضرت حسن رحمہ اللہ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا ''کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضامند نہ ہو جاؤں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر سے کئے جاتے تھے چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا پھر یہ حصہ آنحضرت ﷺ کے قرابت داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس میں سے جو کچھ آنحضرت ﷺ لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ وہ آپ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کا نائب ہو اس کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حصہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا ہے اور جو آپ ﷺ کا حصہ تھا وہ آپ کی بیویوں کا ہے۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا جو حصہ ہے وہ صرف رسول اللہ ہی کا ہے اختیار ہے جس کام میں آپ چاہیں لگائیں۔

مقدام بن معدی کرب' حضرت عبادہ بن صامت' حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم' حضرت حارث بن معاویہ کندی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کا ذکر ہونے لگا تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ ﷺ نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ''حضور اکرم ﷺ نے ایک جہاد میں خمس کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال اپنی چٹکی میں لے کر فرمایا کہ یہ بال اس اونٹ کے جو مال غنیمت میں سے ہے یہ بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس دے دیا جاتا ہے۔ پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو خیانت نہ کرو' خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والے کے لئے دونوں جہاں میں آگ ہے' قریب والوں سے دور والوں سے راہ اللہ میں جہاد جاری رکھو' شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو۔ وطن میں اور سفر میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جہاد کرتے رہو۔ جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے'' ❸ (مسند امام احمد)۔ یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے مروی نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری سند سے خمس کا اور خیانت کا ذکر مروی ہے۔ ❹ ابوداؤد اور نسائی میں بھی مختصراً یہ حدیث مروی ہے۔ ❺ اس حصے میں سے آنحضرت رسول مقبول ﷺ بعض چیزیں اپنی ذات کے لئے بھی مخصوص فرما لیا کرتے

❶ الطبری، ۱۳/ ٥٤٨۔ ❷ بیهقی، ٦/ ٣٢٤، ٦/ ٣٢٤ وسنده صحيح، مسند ابی یعلی، ۷۱۷۹؛ مجمع الزوائد، ۱/ ٤٨۔
❸ احمد، ٥/ ٣١٦ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ٥/ ٣٣٨۔ ❹ احمد، ٢/ ١٨٤؛ ابوداود، كتاب الجهاد، باب فی فداء الاسیر بالمال، ٢٦٩٤ وهو حسن، نسائی، ٣٧١٨؛ دلائل النبوة، ٥/ ١٩٥۔
❺ ابوداود، كتاب الجهاد، باب فی الإمام يستأمر بشيء من الفئى لنفسه، ٢٧٥٥ وسنده صحيح۔

تھے لونڈی' غلام' تلوار' گھوڑا وغیرہ۔ جیسے کہ محمد بن سیرین اور عامر شعبی اور اکثر علما نے فرمایا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن کے نفل میں سے تھی جو حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی اسی کے بارے میں احد والے دن خواب دیکھا تھا۔ ❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضرت) صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح آئیں تھیں۔ ❷ ابوداؤد وغیرہ میں ہے حضرت یزید بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا ہم نے اسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو زہیر بن اقیش کی طرف ہے کہ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی وحدت کی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی ﷺ کا حصہ اور خالص حصہ ادا کرتے رہو تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی امن میں ہو۔'' ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے۔ ❸ پس ان صحیح حدیثوں کی دلالت اور ثبوت اس بات پر ہے اسی لئے اکثر بزرگوں نے اسے حضور اکرم ﷺ کے خواص میں شمار کیا ہے' صلوت اللہ و سلامہ علیہ۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے' جیسے کہ مال فی میں اسے اختیار ہے۔ ہمارے شیخ علامہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس جو حضور اکرم ﷺ کا حصہ تھا اسے اب آپ ﷺ کے بعد کیا کیا جائے' بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امام وقت یعنی خلیفۃ المسلمین کا ہو گا۔ حضرت ابوبکر، حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صرف ہو گا۔ اور قول ہے کہ یہ بھی باقی کی اور قسموں پر خرچ ہو گا یعنی قرابت دار' یتیم' مسکین اور مسافر۔ امام ابن جریر کا مختار یہی ہے اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے قرابت داروں کا حصہ یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا جائے۔ عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابتداروں کا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے۔ پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور ہمارے مسکین ہیں۔ امام حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا' آخرت کا سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ پھر ان دونوں حصوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے بعد کیا ہوا' اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں حضرت ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں آپ ﷺ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابت داروں کو' ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے' اسی طرح خلافت صدیقی و فاروقی میں ہوتا بھی رہا ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور اکرم ﷺ کے اس حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے۔ پوچھا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بارے میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ اس بارے میں ان سب سے سخت تھے۔

---

❶ ترمذی، کتاب السیر، باب فی النفل تحت حدیث ١٥٦١ وھو صحیح، ابن ماجه، ٢٨٠٨؛ احمد، ١/ ٢٧١۔

❷ ابوداود، کتاب الخراج، باب ما جاء فی سهم الصفی ٢٩٩٤ وسنده ضعیف، الثوری عنعن۔

❸ ابوداود، کتاب الخراج، باب ماجاء فی سهم الصفی ٢٩٩٩ وسنده صحیح، نسائی، ٤١٥١۔

اکثر علما رحمۃ اللہ علیہم کا یہی قول ہے۔ ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا ہے۔ اس لئے کہ اولاد عبدالمطلب نے اولاد ہاشم کی جاہلیت میں اور اول اسلام میں موافقت کی اور انہیں کے ساتھ انہوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کر لیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں تھے ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے اور ان میں سے کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کے لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی فرمانبرداری کر کے۔ ہاں بنو عبد شمس اور بنو نوفل یہ بھی گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انہیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے اور تمام قبائل ان کے مخالف ہیں اسی لئے ابو طالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قریبی قرابت دار تھے۔ کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس شرارت کا پورا بدلہ ملے' ان بیوقوفوں نے اپنے ہو کر ایک خاندان اور ایک خون کے ہو کر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ۔ ایک موقعہ پر حضرت جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابو العاص ابن امیہ بن عبد شمس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے خمس میں سے بنو عبدالمطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں۔ ❶ بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے تو مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں۔ ❷ یہ قول تو جمہور علما کا ہے کہ یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں' بعض کہتے ہیں یہ صرف بنو ہاشم ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بنو ہاشم میں فقرا ہیں پس صدقے کی جگہ ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر کر دیا۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب قریش ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استفتا کیا گیا کہ ذوی القربیٰ کون ہیں؟ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں ❸ (مسلم وغیرہ) بعض روایتوں میں صرف پہلا جملہ ہی ہے۔ دوسرے جملے کے راوی ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں کہ سارے قریش ہیں۔ اس میں ضعف بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہارے لئے لوگوں کے میل کچیل سے تو میں نے منہ پھیر لیا' خمس کا پانچواں حصہ کافی ہے۔'' ❹ یہ حدیث حسن ہے اس کے راوی ابراہیم بن مہدی کو امام ابو حاتم ثقہ بتلاتے ہیں لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایتیں لاتے ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے بے باپ کے بچے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں۔ مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور ان کی حاجت پوری ہو جائے اور انہیں کافی ہو جائے۔ ابن سبیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچ کر اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو۔ اس کی تفسیر سورۂ برأت کی آیت ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ﴾ ==

---

❶ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی ان الخمس للإمام، ۳۱۴۰؛ ابوداود ۲۹۷۸؛ السنن الکبریٰ بیهقی، ۶/ ۳۶۵؛ احمد، ۴/ ۸۱؛ مسند ابی یعلی ۷۳۹۹۔ ❷ ابوداود، کتاب الخراج، باب فی بیان مواضع قسم الخمس۔۔۔ ۲۹۸۰ وهو صحیح، نسائی ۴۱۴۲۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یسهم۔۔۔ ۱۸۱۲، اس میں (قریش) کا لفظ نہیں ہے۔ ❹ المعجم الکبیر، ۱۱۵۴۳ بتصرف یسیر وسنده ضعیف جداً۔



إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

ترجمہ: جب کہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے بہت نیچا تھا' اگر تم آپ آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم میں اس وعدے کے بارے میں بہت سے اختلاف پڑتے لیکن اللہ تعالیٰ کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا' تاکہ وہ ظاہری طور پر بھی برباد ہو جو دلیل کی رو سے ہلاک ہو چکا ہے اور وہ جی جائے جو دلیل سے جیتا ہے' بے شک اللہ تعالیٰ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔[۴۲]

= کی تفسیر میں آئے گی' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تم میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی وحی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے بجالاؤ یعنی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کر دیا کرو۔ بخاری مسلم میں ہے کہ وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں تمہیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ جانتے بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔ ❶ پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔'' حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے پھر اس حدیث کو وارد فرمایا ہے اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے' وللہ الحمد والمنہ۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان وانعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا۔ اپنے دین کو غالب کیا اپنے نبی اکرم ﷺ کی اور آپ ﷺ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگ بدر میں انہیں غلبہ دیا۔ کلمہ ایمان کلمہ کفر پر چھا گیا۔ پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہو گئی' ❷ بہت سے بزرگوں سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔ ❸ یہی سب سے پہلا غزوہ تھا۔ مشرک لوگ عتبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے۔ جمعہ کے دن انیس یا سترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی اصحاب رسول تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار کی تھی' باوجود اس کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ستر سے کچھ اوپر اوپر تو یہ مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے۔ مستدرک حاکم میں ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو اس لئے کہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا ❹ حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لیلۃ الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی رمضان شریف کی سترہویں تھی یہ رات بھی جمعہ کی رات تھی۔ غزوے اور سیرت کی کتابوں والوں کے نزدیک صحیح یہی ہے۔ ہاں یزید بن ابو جعد رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانے کے مصری علاقے کے امام تھے فرماتے ہیں کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا۔ لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قول یقیناً ان کے قول پر مقدم ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قافلہ ابوسفیان اور معرکہ بدر کی تفصیل: [آیت:۴۲] فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدنیا میں تھے جو مدینے شریف سے قریب

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان ۵۳؛ صحیح مسلم ۷۱؛ ابو داود ۳۶۹۲؛ ترمذی ۲۶۱۱؛ احمد، ۱/ ۲۲۸۔

❷ حاکم، ۳/ ۲۳ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وسندہ ضعیف۔

❸ الطبری، ۱۳/ ۵۶۱۔

❹ حاکم، ۳/ ۲۰ وسندہ ضعیف۔

ہے اور مشرک لوگ مکے کی جانب مدینے کی دور کی وادی میں تھے اور ابوسفیان اور اس کا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کی رخ دریا کی طرف تھا۔ اگر تم اور کفار قریش پہلے سے جنگ کا ارادہ کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ لڑائی کہاں ہو۔ یہ بھی مطلب کہا گیا کہ اگر تم لوگ آپس میں طے کر کے جنگ کے لئے تیار ہوئے ہوتے اور پھر تمہیں ان کی کثرت تعداد اور کثرت اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے اس لئے قدرت نے بغیر پہلے طے کئے دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی ہو اور شرک اور مشرکوں کو پستی ہو پس جس کو کرنا تھا اللہ پاک کر گزرا۔ چنانچہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے اللہ تعالیٰ نے دشمن سے مڈھ بھیڑ کرا دی بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے۔ ❶ ابوسفیان ملک شام سے قافلے کو لے کر چلا۔ ابوجہل اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے مکے سے نکلا قافلہ اور راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہوگئی۔ اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو خصوصاً پانی لانے والوں کو دیکھ کر انہیں ان کا اور انہیں ان کا علم ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنے ارادے سے جا رہے تھے صفراء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو اور عدی بن ابوالزغباء جہنی کو ابوسفیان کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر بطحا کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کے لئے نکلے راستے میں دو لڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک دوسرے سے کہتی ہے تو میرا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر کل یا پرسوں یہاں قافلہ آنیوالا ہے میں تجھے تیرے حق دے دوں گی۔ مجدی بن عمرو بیچ میں بول اٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے اسے ان دونوں صحابیوں نے سن لیا اپنے اونٹ کسے اور فوراً خدمت نبوی میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ادھر ابوسفیان اپنے قافلے سے پہلے یہاں اکیلا پہنچا اور مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس کنویں پر تم نے کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا نہیں البتہ دو سوار آئے تھے اونٹ اس ٹیلے پر بٹھائے اپنی مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ یہ سن کر یہ اس جگہ پہنچا مینگنیاں لیں اور انہیں توڑا اور کھجوروں کی گٹھلیاں ان میں پا کر کہنے لگا واللہ یہ مدنی لوگ ہیں وہیں سے واپس اپنے قافلے میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا۔ جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کو بھیجا کہ اللہ نے تمہارے قافلے کو اور مال کو اور آدمیوں کو بچا لیا تم لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر ابوجہل نے کہا نہیں جب یہاں تک ہم آ چکے ہیں تو بدر تک ضرور جائیں گے یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا وہاں ہم تین روز ٹھہریں گے وہاں اونٹ ذبح کریں گے شرابیں پئیں گے کباب بنائیں گے تاکہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور ہر ایک کو ہماری بہادری بے جگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں لیکن اخنس بن شریق نے کہا کہ بنو زہرہ کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال محفوظ کر دیئے تم کو چاہئے کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اس کے قبیلے نے اس کی مان لی یہ لوگ تو لوٹ گئے اور بنو عدی بھی بدر کے قریب پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو خبر لانے کے لئے بھیجا چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ انہیں بنو سعید بن عاص کا اور بنو حجاج کا غلام کنویں پر مل گیا دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ قریش کے سقے ہیں انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ابوسفیان کے آدمی ہیں اس لئے انہوں نے ان پر سختی شروع کی آخر گھبرا کر انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے قافلے کے ہیں تب انہیں چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

❶ الطبری، ١٣/ ٥٦٦۔

نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ "جب تک یہ سچ بولتے رہے تم انہیں مارتے پیٹتے رہے اور جب انھوں نے جھوٹ کہا تم نے چھوڑ دیا واللہ یہ سچے ہیں یہ قریش کے غلام ہیں۔ ہاں جی بتلاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟" انہوں نے کہا وادی قصویٰ کے اس طرف اس ٹیلے کے پیچھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ تعداد میں کتنے ہیں؟" انہوں نے کہا بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "آخر کتنے ایک؟" انہوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا "اچھا یہ بتلا سکتے ہو کہ ہر روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں؟" انہوں نے کہا ایک دن نو ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا "پھر تو وہ نو سو سے ایک ہزار تک ہیں۔" پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ "ان میں سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟" انہوں نے جواب دیا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوافل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل، امیہ بن خلف، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج، سہل بن عمرو، عمرو بن عبدود۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا "لو مکے نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف ڈال دیئے ہیں۔" ❶

بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ شروع ہونے لگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑی بنا دیں آپ وہاں رہیں ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا کودیں اگر فتح ہوئی تو الحمد للہ یہی مطلوب ہے ورنہ آپ ﷺ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انہیں اپنے ساتھ لے کر ہماری قوم کے ان حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف میں ہیں وہ ہم سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھتے ہیں انہیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہم رکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضور ﷺ نے ان کے اس مشورے کی قدر کی انہیں دعا دی اور اس ڈیرے میں آپ ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور کوئی نہ تھا۔ صبح ہوتے ہی قریشوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے انہیں دیکھ کر آپ ﷺ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ یہ فخر و غرور کے ساتھ تجھ سے لڑنے اور تیرے رسول کو جھٹلانے کے لئے آ رہے ہیں باری تعالیٰ تو انہیں پست و ذلیل کر۔ اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرۃ ابن اسحاق میں یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ کفر کرنے والے دلیل الٰہی دیکھ لیں گو کفر ہی پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں ❷ یعنی بغیر آمادگی اور بغیر شرط و قرارداد کے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مشرکوں کی یہاں اچانک مڈبھیڑ کرا دی کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دے کر حق کو بالکل ظاہر کر دے اس طرح کہ کسی کو شک شبہ باقی نہ رہے۔ اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کر رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھ کر ایماندار بنے، ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصلی ہلاکت ہے جیسے فرمان قرآن ہے ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ ❸ وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا یعنی بہتان میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تضرع و زاری اور تمہاری دعا۔ استغفار اور فریاد و مناجات کے سننے والا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو تم مستحق امداد ہو تم اس قابل ہو کہ تمہیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔

❶ دلائل النبوة للبیهقی، ۳/ ۴۲، ۴۳ اس کی اصل صحیح مسلم ۱۷۷۹؛ ابو داود ۲۶۸۱ میں بھی موجود ہے۔

❷ الطبری، ۱۳/ ۵۶۸۔ ❸ ٦/ الانعام: ۱۲۳۔

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی' اگر ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا' وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے۔[۴۳] جبکہ اس نے بوقت ملاقات انہیں تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں کم دکھائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک پہنچادے جو کرنا ہی تھا' سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔[۴۴] اے ایمان والو جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔[۴۵] اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے رہو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔[۴۶]

غزوۂ بدر میں مسلمانوں اور کافروں کی طاقت کا موازنہ: [آیت: ۴۳۔۴۶] اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی جن آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے۔ لیکن یہ قول غریب ہے جب قرآن میں ﴿مَنَامِ﴾ کے لفظ ہیں تو اس کی تاویل بلا دلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ممکن تھا کہ ان کی تعداد کی زیادتی دلوں میں رعب بٹھا دے اور آپس میں اختلاف شروع ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچالیا اور ان کی تعداد کم کر کے دکھائی۔ اللہ پاک دلوں کے بھید سے سینے کے راز سے واقف ہے آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے۔ ❶ خواب میں تعداد کم دکھا کر پھر یہ بھی مہربانی فرمائی کہ بوقت جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں اور جانچ میں وہ بہت ہی کم آئے تاکہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انہیں کوئی چیز نہ سمجھیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو اندازہ کر کے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر کے قریب ہوں گے۔ اس نے پورا اندازہ کر کے کہا نہیں نہیں کوئی ایک سو ہیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص ہمارے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ اس سے ہم نے پوچھا کہ تم کتنے ہو؟ اس نے کہا ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ ❷ پھر اسی طرح کافروں کی نظروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی۔ اب تو وہ ان پر اور یہ ان پر کود پڑے تاکہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا پورا ہو جائے کافروں پر اپنی پکڑ اور مؤمنوں پر اپنی رحمت نازل فرمادے۔ پس جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی یہی کیفیت

❶ ۴۰/ غافر: ۱۹۔ ❷ الطبری، ۱۳/ ۵۷۲۔

دونوں جانب رہی۔ لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی مسلمانوں کا جتھا بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ جیسے کہ آیت ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ﴾ ❶ میں بیان ہوا ہے۔ پس دونوں آیتیں ایک ہی ہیں۔ کم نظر آتے تھے جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔ شروع ہوتے ہی مسلمان دگنے دکھائی دینے لگے۔

غزوۂ بدر اور آداب قتال: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندں کو لڑائی کی کامیابی کی تدبیر اور دشمن کے مقابلے کے وقت کی شجاعت سکھا رہا ہے۔ ایک غزوے میں رسول مقبول ﷺ نے سورج ڈھلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا ''لوگو! دشمن سے بھڑ جانے کی تمنا نہ کرو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو استقلال رکھو اور یقین مانو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ''اے سچی کتاب کے نازل فرمانے والے! اے بادلوں کے چلانے والے! اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے اللہ تعالیٰ! ان کافروں کو شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما'' ❷ (بخاری ومسلم)۔ عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ ''دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ گو وہ چیخیں چلائیں لیکن تم خاموش رہا کرو۔'' ❸ طبرانی میں ہے تین وقتوں میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے تلاوت قرآن کے وقت' جہاد کے وقت اور جنازے کے وقت۔ ❹ اور حدیث میں ہے میرا کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت بھی ''میرا ذکر کرتا رہے یعنی اس حال میں بھی میرے ذکر کو' مجھ سے دعا کرنے کو اور مجھ سے فریاد کرنے کو ترک نہ کرے۔'' ❺ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پوری مشغولی کے وقت یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے' پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی' تو جریج رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں۔'' کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر اللہ سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں۔ اس میں بھی اولیٰ وہ ہے جس کا حکم لوگوں کو نماز میں کیا گیا ہے۔ اور جہاد میں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوقت جہاد بھی اپنے ذکر کا حکم فرمایا ہے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔ شاعر کہتا ہے کہ عین جنگ وجدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری یاد ہوتی ہے۔ عنترہ کہتا ہے نیزوں اور تلواروں کے شپاشپ چلتے ہوئے بھی میں تجھے یاد کرتا رہتا ہوں۔ پس آیت میں جناب باری تعالیٰ نے دشمنوں کے مقابلے کے وقت میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے اور صبر وسہار کرنے کا حکم دیا کہ نامردی بزدلی بھاگڑ اور ڈرپوکی نہ برتو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اسے نہ بھولو اس سے فریاد کرو اس سے دعائیں کرو اسی پر بھروسہ رکھو اس سے مدد طلب کرو۔ یہی کامیابی کے گر ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دو وہ جو فرمائیں بجالاؤ جن سے روکیں رک جاؤ آپس میں جھگڑے اور اختلاف نہ پھیلاؤ ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے بزدلی جم جائے گی ہوا اکھڑ جائے گی۔ قوت اور تیزی جاتی رہے گی اقبال وترقی رک جائے گی۔ دیکھو صبر کا دامن نہ چھوڑو اور یقین رکھو کہ صابروں کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کی مثال اگلوں میں بھی نہیں پیچھے والوں کا تو ذکر ہی کیا=

---

❶ ۳/ آل عمران:۱۳۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب كان النبي إذالم يقاتل أول النهار أخر القتال حتی تزول الشمس......۲۹۶۶؛ صحیح مسلم ۱۷۴۲۔ ❸ مصنف عبد الرزاق ۹۵۱۸؛ بیهقی، ۹/ ۱۵۳ وسندہ ضعیف۔

❹ طبرانی ۵۱۳۰ وسندہ ضعیف۔

❺ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۳۵۸۰ وسندہ ضعیف عفیر راوی ضعیف ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٩﴾

ترجمہ: ان لوگوں جیسے نہ بنو جو حق کو دھکا دینے اور لوگوں میں خودنمائی کرنے کے لئے اپنے شہروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے لگے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے گھیر لینے والا ہے۔[۴۷] جبکہ ان کے اعمال شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا' میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں' میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے' میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں' اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔[۴۸] جب کہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا کہ انہیں تو ان کے دین نے مست بنا دیا ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ بلاشک وشبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔[۴۹]

= ہے۔ یہی شجاعت یہی اطاعت رسول ﷺ یہی صبر واستقلال تھا جس کے باعث مدد الٰہی شامل حال رہی اور بہت ہی کم مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق ومغرب کو فتح کر لیا نہ صرف لوگوں کے ملکوں ہی کے مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لگا دیا۔ رومیوں اور فارسیوں کو ترکوں اور صقالیہ کو بربریوں اور حبشیوں کو سوڈانیوں اور قبطیوں کو غرض دنیا کے کل گوروں کالوں کو دبا لیا اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کیا دین حق کو پھیلا دیا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے اور انہیں بھی خوش رکھے خیال تو کرو کہ تیس سال میں دنیا کا نقشہ بدل دیا تاریخ کا ورق پلٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بھی انہی کی جماعت میں حشر کرے وہ کریم ووہاب ہے۔

غزوہ بدر میں ابلیس لعین کی شمولیت اور فرار: [آیت:۴۷-۴۹] جہاد میں ثابت قدمی نیک نیتی ذکر اللہ تعالیٰ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر وغرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے تم ایسا نہ کرنا۔ چنانچہ ابوجہل سے جب کہا گیا کہ قافلہ تو بچ گیا اب لوٹ کر واپس چلنا چاہئے تو اس ملعون نے جواب دیا کہ واہ کس کا لوٹنا بدر کے پانی پر جا کر پڑاؤ کریں گے وہاں شرابیں اڑائیں گے کباب کھائیں گے گانا سنیں گے' تاکہ لوگوں میں شہرت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے قربان جایئے ان کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے یہیں ان کی لاشیں گریں اور یہیں کے گڑھوں میں ذلت کے ساتھ ٹھوس دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال گھیر لینے والا ہے ان کے ارادے اس پر کھلے ہیں اسی لئے انہیں برے وقت سے پالا پڑا۔ پس یہ مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول' رسولوں کے سرتاج ﷺ سے بدر میں لڑنے چلے تھے ان کی گانے والیاں بھی تھیں باجے گاجے بھی تھے شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا انہیں پھسلا رہا تھا ان کے کام کو خوبصورت

بھلا دکھلا رہا تھا ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے۔ ان کے دل سے بنو بکر کا مکے پر چڑھائی کرنے کا خوف نکال رہا تھا اور سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا کہ میں تو اس علاقے کا سردار ہوں بنو مدلج سب میرے تابع ہیں میں تمہارا حمایتی ہوں بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے' نہ ہوتی امیدیں ولائے اور دھوکے کے جال میں پھنسائے۔ بدر والے دن یہ اپنے جھنڈے اور اپنے لشکر کو لے کر مشرکوں کے ساتھ ہوا۔ ان کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے میں تمہارا امدادگار ہوں۔ لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں تو پچھلے پیروں بھاگا اور کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں اندھی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بدر والے دن ابلیس اپنا جھنڈا بلند کئے مدلجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور وہ سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں تھا اور مشرکین کے دل بڑھائے ہمت دلائی۔ جب میدان جنگ میں صف بندی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری اس سے ان کے تو قدم اکھڑ گئے۔ اور ان میں بھگدڑ مچ گئی حضرت جبرائیل علیہ السلام شیطان کی طرف چلے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھا آپ کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنے لشکروں سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔ اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا آدمی ہوں' اللہ تعالیٰ کے عذاب بڑے بھاری ہیں۔ ❶ اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھ کر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تو اوروں نے کہا کہ سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے۔ وہ کہنے لگا ہاں میں تم سے بری الذمہ اور بے تعلق ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے۔ ❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑی سی دیر کے لئے ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہوگئی پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے صحابیو! خوش ہو جاؤ یہ ہیں تمہاری دائیں جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف (حضرت) میکائیل علیہ السلام اور یہ ہیں (حضرت) اسرافیل علیہ السلام تینوں مع اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں پیشین گوئیاں کر رہا تھا کہ بے فکر رہو آج تمہیں کوئی بھی ہرا نہیں سکتا۔ لیکن فرشتوں کے لشکر دیکھتے ہی اس نے تو منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن ہشام چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اس نے اس کے سینے میں اس زور سے گھونسہ مارا کہ یہ تو منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے لگا اللہ میں تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔ طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب قریشیوں نے مکے سے نکلنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھ دوڑیں۔ قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دست بردار ہو جائیں اسی وقت ابلیس لعین سراقہ کی صورت میں ان کے پاس آیا یہ بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا کہنے لگا اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں تم ان سے بے کھٹکے رہو اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے پورے تیار ہو کر سب جاؤ۔ خود بھی ان کے ساتھ چلا ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے۔ سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ لڑائی شروع ہوگئی۔ اس وقت یہ مردود دم دبا کر بھاگا۔

---

❶ اس کی سند میں علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع ہے۔

❷ اس کی سند میں محمد بن السائب الکلبی متروک راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۱۶۳، رقم: ۲۴۰) لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

حارث بن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جاتے دیکھ لیا۔ اس نے شور مچادیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے۔ شیطان انہیں موت اور دوزخ کے منہ میں دھکیل کر خود فرار ہو گیا۔ کیونکہ اس نے ربانی لشکر مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھ لئے تھے صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بری ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اس بات میں تھا بھی وہ سچا۔

پھر کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہوں' اللہ تعالیٰ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں۔ اس نے جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھ لیا تھا سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلے کی مجھ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں۔ وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں خوف رب کرتا ہوں یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا۔ یہی اس دشمن رب کی عادت ہے کہ بھڑکاتا اور بہکاتا ہے حق کے مقابلے میں لاکھڑا کر دیتا ہے پھر روپوش ہو جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے شیطان انسان کو کفر کا حکم دیتا ہے پھر جب وہ کفر کر چکتا ہے تو یہ کہنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اور آیت میں ہے کہ جب کام نمٹ جاتا ہے تو یہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں میں خود جھوٹا میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے میرا تم پر کوئی زور دعویٰ تو تھا ہی نہیں تم نے تو آپ میری آرزو پر گردن جھکا دی اب مجھے سرزنش نہ کرو خود اپنے تئیں ملامت کرو نہ میں تمہیں بچا سکوں نہ تم میرے کام آسکو اس سے پہلے جو تم مجھے شریک رب بنا رہے تھے میں تو آج اس کا بھی انکاری ہوں۔ یقین مانو کہ ظالموں کیلئے دکھ کی مار ہے۔

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں آج بھی ہوتیں تو میں تمہیں بدر کے میدان میں وہ گھاٹی دکھا دیتا جہاں سے فرشتے آتے تھے بے شک وشبہ مجھے وہ معلوم ہے انہیں ابلیس نے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ مؤمنوں کو ثابت قدم رکھو۔ یہ لوگوں کے پاس ان کے جان پہچان کے آدمیوں کی شکل میں آتے اور کہتے خوش ہو جاؤ یہ کافر بھی کوئی چیز ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے بے خوفی کے ساتھ شیر کا سا حملہ کر دو۔ ابلیس یہ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اب تک وہ سراقہ کی شکل میں کفار میں موجود تھا۔ ابو جہل نے یہ حال دیکھ کر اپنے لشکروں میں گشت شروع کیا کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں اس کے بھاگ کھڑے ہونے سے دل تنگ نہ ہو جاؤ۔ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سیکھا پڑھا آیا تھا کہ تمہیں عین موقعہ پر بزدل کر دے کوئی گھبرانے کی بات نہیں لات و عزیٰ کی قسم آج ان مسلمانوں کو ان کے نبی سمیت گرفتار کر لیں گے نامردی نہ کرو دل بڑھاؤ اور سخت حملہ کرو دیکھو خبردار انہیں قتل نہ کرنا زندہ پکڑنا تاکہ انہیں دل کھول کر سزا دیں۔ یہ بھی اپنے زمانے کا فرعون ہی تھا اس نے بھی جادوگروں کے ایمان لانے پر کہا تھا کہ یہ تو صرف تمہارا ایک مکر ہے کہ یہاں سے تم ہمیں نکال دو۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جادوگرو یہ موسیٰ تمہارا استاد ہے حالانکہ یہ محض اس کا فریب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''عرفہ کے دن جس قدر ابلیس حقیر ذلیل رسوا اور درماندہ ہوتا ہے اتنا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام معافی اور عام رحمت اترتی ہے ہر ایک کے گناہ عموماً معاف ہو جاتے ہیں' ہاں بدر کے دن کی اس کی ذلت و رسوائی کی کچھ نہ پوچھو جبکہ اس نے دیکھا کہ فرشتوں کی فوجیں جبرئیل علیہ السلام کی ماتحتی میں آ رہی ہیں۔ ❶ جب دونوں فوجیں صف بندی کر کے آمنے سامنے آ گئیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمانوں کی نگاہوں میں کم جچنے لگے اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں مٹھی بھر آدمی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں ابھی ایک ہی دم میں ان کا چورا ہو جائے گا پہلے ہی حملے میں وہ چوٹ کھائیں گے کہ سر سہلاتے رہ جائیں۔'' اللہ رب العالمین فرماتا ہے انہیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلین کا گروہ ہے ان کا بھروسہ اس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے جو حکمت کا مالک ہے۔ ❷ ==

---

❶ مؤطا امام مالك، كتاب الحج، باب جامع الحج ٢٤٥ وسنده ضعيف۔

❷ الدر المنثور، ٤/ ٧٨۔



وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾

ترجمہ: کاش کہ تو دیکھتا جبکہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں ان کے منہ پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں تم جلنے کا عذاب چکھو[۵۰] یہ بسبب ان کاموں کے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔[۵۱]

=اللہ کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کر کے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انہیں مذہبی دیوانگی ہے۔ دشمن رب ابوجہل ملعون ٹیلے پر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سروسامانی دیکھ کر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا لو پالا مار لیا ہے بس آج سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کے دو دو کر کے رکھ دیں گے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنہ دینے والے مکہ کے منافق تھے۔ عامر کہتے ہیں یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے انہیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں۔ ❶ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ قریش کی ایک جماعت تھی قیس بن ولید بن مغیرہ اور ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ اور حارث بن زمعہ بن اسود بن عبدالمطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج' یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن تھے یہ شک میں اور اسی میں رکے ہوئے تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت وشان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے؟ حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے ان کا نام منافق رکھ دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کی اقراری تھی لیکن مشرکوں کی رو میں بہہ کر یہاں چلی آئی یہاں آ کر مسلمانوں کا کمزور جتھا دیکھ کر انہوں نے یہ کہا۔ جناب باری جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے اسے ذی عزت کر دیتا ہے۔ کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے اور غلبہ اس کا غلام ہے وہ بلند جناب ہے وہ بڑا ذی شان ہے وہ سچا سلطان ہے وہ حکیم ہے اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے۔ مستحقین امداد کی وہ مدد فرماتا ہے اور مستحقین ذلت کو وہ ذلیل کرتا ہے وہ سب کو خوب جانتا ہے۔

کفار پر حالت نزع اور فرشتوں کی سختی: [آیت:۵۰-۵۱] کاش کہ تو اے پیغمبر! دیکھتا کہ فرشتے کس بری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں وہ اس وقت ان کے چہروں پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں اور کہتے ہیں آگ کا عذاب اپنی بداعمالیوں کے بدلے چکھو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر وار پڑتے تھے۔ فرشتے ان کا خوب گھڑ متا بنا رہے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے ابوجہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے سے نشان دیکھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں۔'' ❷ حق یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں الفاظ عام ہیں ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے۔ سورۂ قتال میں بھی اس بات کا بیان ہوا ہے اور سورۂ انعام کی آیت ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ﴾ ❸ میں بھی اس کا بیان مع تفسیر گزر چکا ہے۔ چونکہ یہ نافرمان=

❶ الطبری، ۱۴/ ۱۳۔ ❷ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❸ ٦/ الانعام:۹۳۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: مثل فرعونیوں کے حال کے اور ان سے اگلوں کے، کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا اللہ تعالیٰ یقیناً قوت والا اور سخت عذاب والا ہے۔[۵۲] یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدلیں جو کہ ان کی اپنی تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔[۵۳] مثل حالت فرعونیوں کے اور ان کے پہلے کے لوگوں کے کہ انہوں نے اپنے رب کی باتیں جھٹلائیں پس ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا یہ سارے ستم گار تھے۔[۵۴]

= لوگ تھے ان کی موت کے وقت فرشتوں کے ہاتھ ان کی جانب بڑھے ہوئے ہوتے ہیں وہ انہیں خوب مار مارتے ہیں ان کی روحیں اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے بدن میں چھپتی پھرتی ہیں جنہیں فرشتے جبراً نکالتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تیرے لئے غضب رب ہے اور عذاب الٰہی ہے جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ''اس بری حالت میں سکرات موت کے وقت جب کہ کافر کے پاس ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں تو فرماتے ہیں اے خبیث روح چل گرم ہواؤں اور گرم پانی اور گرم سائے کی طرف۔ پس وہ روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے آخر اسے جبراً گھسیٹا جاتا ہے جس طرح کسی زندہ شخص کی کھال کو اتارا جائے اسی کے ساتھ رگیں اور پٹھے بھی آ جاتے ہیں۔ ❶ فرشتے اس سے کہتے ہیں اب جلنے کا مزہ چکھو۔ یہ تمہاری دنیوی بداعمالی کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں وہ تو عادل حاکم ہے برکت و بلندی غنا اور پاکیزگی والا بزرگ اور تعریفوں والا ہے۔'' چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے کہ ''میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے پس آپس میں کوئی کسی پر ظلم و ستم نہ کرے۔ میرے بندو! میں تو صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال ہی کو گھیرے ہوئے ہوں بھلائی پا کر میری تعریفیں کرو اور اس کے سوا کچھ اور دیکھو تو اپنے تئیں ہی ملامت کرو۔'' ❷

لوگ اپنے گناہوں کے سبب عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں: [آیت:۵۲-۵۴] ان کافروں نے بھی تیرے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے کے کافروں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا پس ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ہم نے ان سے اگلوں کے ساتھ کیا تھا جو ان ہی جیسے تھے۔ مثلاً فرعونی اور ان سے پہلے کے لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو نہ مانا جس کے باعث اللہ تعالیٰ کی پکڑ ان پر آ گئی۔ تمام قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں اور اس کے عذاب بھی بڑے بھاری ہیں کوئی نہیں جو اس پر غالب آ سکے کوئی =

❶ احمد، ٤/ ٢٨٧، ٢٨٨ وهو حديث حسن۔

❷ صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الظلم ٢٥٧٧؛ ترمذی ٢٤٩٥؛ ابن ماجه ٤٢٥٧؛ احمد، ٥/ ١٦٠؛ الأدب المفرد ٤٩٠؛ ابن حبان ٦١٩۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

ع

ترجمہ: تمام جانداروں سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں پھر وہ ایمان نہ لائیں۔[۵۵] جن سے تو نے عہد و پیمان کر لیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے[۵۶] پس جب کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آ جائے انہیں ایسی مار مار کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کریں۔[۵۷] اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔[۵۸]

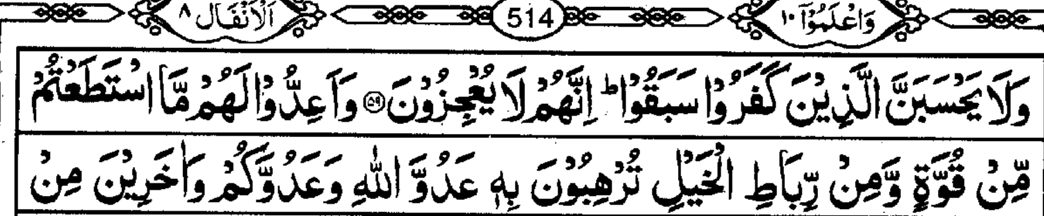
= نہیں جو اس سے بھاگ سکے۔

گناہوں کی وجہ سے نعمتیں بھی چھن جاتی ہیں: اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمتیں گناہوں سے پہلے نہیں چھینتا۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی ان باتوں کو نہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہیں۔ جب وہ کسی قوم کی برائیوں کی وجہ سے انہیں برائی پہنچانا چاہتا ہے پھر اس کے ارادے کو کوئی لوٹا نہیں سکتا نہ اس کے پاس کوئی حمایتی کھڑا ہو سکتا ہے۔ (1) تم دیکھ لو کہ فرعونیوں کے اور ان جیسے ان سے آگے والوں کے ساتھ بھی یہی ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں دیں وہ سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے باغات چشمے کھیتیاں خزانے محلات اور نعمتیں جن میں وہ بدمست ہو رہے تھے سب چھین لیں۔ اس بارے میں انہوں نے اپنا برا آپ کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

وعدہ خلاف کافروں کو عبرت ناک سزا دو: [آیت: ۵۵-۵۸] زمین پر جتنے بھی چلتے پھرتے ہیں ان سب سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے ایمان کافر ہیں۔ جو عہد کر کے توڑ دیتے ہیں۔ ادھر قول قرار کیا ادھر پھر گئے۔ ادھر قسمیں کھائیں ادھر توڑ دیں نہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ گناہ کا کھٹکا۔ پس جب تو ان پر لڑائی میں غالب آ جائے تو ایسی سزا دے کہ بعد والوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ وہ بھی خوف زدہ ہو جائیں تو ممکن ہے کہ اپنے ایسے کرتوت سے باز رہیں۔

خیانت اور وعدہ خلافی قابل مذمت ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمان ہوا ہو اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بدعہدی اور وعدہ خلافی کریں گے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابری کی حالت میں عہد نامہ توڑ دو اور انہیں اطلاع کر دو تا کہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں۔ کچھ دن پہلے ہی سے انہیں خبر کر دو۔ اللہ تعالیٰ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے کافروں سے بھی خیانت تم نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکروں کو سرحد روم کی طرف بڑھانا شروع کیا کہ مدت صلح ختم ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیں تو ایک شیخ اپنی سواری پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے وعدہ وفائی کرو غدر درست نہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جب کسی قوم سے عہد و پیمان ہو جائیں تو نہ کوئی گرہ کھولو نہ باندھو جب تک کہ مدت صلح ختم نہ ہو =

(1) ۱۳/ الرعد: ۱۱۔



وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے' یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے۔[۵۹] تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی' جنہیں تم نہیں جانتے' اللہ تعالیٰ انہیں خوب جان رہا ہے' جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا۔[۶۰]

= جائے یا انہیں اطلاع دے کر۔ عہد نامہ چاک نہ ہو جائے۔'' جب یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ نے اسی وقت فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔ یہ شیخ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ❶ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک شہر کے قلعے کے پاس پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم مجھے بلاؤ میں تمہیں بلاؤں گا جیسے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں بلاتے دیکھا ہے۔ پھر فرمایا میں بھی انہیں میں سے ایک شخص تھا پس مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسلام کی ہدایت کی اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو جو ہمارا حق ہے وہی تمہارا حق ہوگا اور جو ہم پر ہے تم پر بھی وہی ہوگا اور اگر تم اسے نہیں مانتے تو ذلت کے ساتھ تمہیں جزیہ دینا ہوگا اسے بھی قبول نہ کرو تو ہم تمہیں ابھی سے مطلع کرتے ہیں جب کہ ہم تم برابر کی حالت میں ہیں' اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا۔ تین دن تک انہیں اسی طرح دعوت دی آخر چوتھے روز صبح ہی صبح حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مدد فرمائی۔ ❷

آلات حرب ہر وقت تیار رکھنے کا حکم: [آیت:۵۹-۶۰] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے بھاگ نکلے ہم اب ان کی پکڑ پر قادر نہیں۔ بلکہ وہ ہر وقت ہمارے قبضے وقدرت میں ہیں وہ ہمیں ہرا نہیں سکتے۔ اور آیت میں ہے برائیاں کرنے والے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ ❸ فرماتا ہے کافر ہمیں یہاں ہرا نہیں سکتے وہاں ان کا ٹھکانا آگ ہے جو بدترین جگہ ہے۔ ❹ اور فرمان ہے کافروں کا شہروں میں آنا جانا چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے یہ تو یونہی سی پونجی ہے' ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو برا بستر ہے۔ ❺ پھر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی طاقت وامکان کے مطابق ان کفار کے مقابلے کے لئے ہر وقت مستعد رہو جو قوت طاقت جو گھوڑے لشکر رکھ سکتے ہو موجود رکھو۔ مسند میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور دو مرتبہ یہی فرمایا' ❻

---

❶ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الامام یکون بینه و بین العدو عهد فیسیر نحوه ۲۷۵۹ وسنده صحیح، ترمذی ۱۵۸۰؛ احمد، ٤/ ۱۱۱؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۸۷۳۲؛ بیهقی، ۹/ ۲۳۱۔

❷ احمد، ٥/ ٤٤٠؛ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الدعوة قبل القتال ۱۵٤۸ وسنده ضعیف اس کی سند میں ابوالبختری سعید بن فیروز کا سلمان رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

❸ ۲۹/ العنکبوت:٤۔ ❹ ۲٤/ النور:۵۷۔ ❺ ۳/ آل عمران:۱۹٦، ۱۹۷۔

❻ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثم نسیه ۱۹۱۷؛ ابوداود ۲۵۱٤؛ ابن ماجه ۲۸۱۳؛ احمد، ٤/ ۱۵٦، ۱۵۷؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۷٤۳۔

فرماتے ہیں ''تیر اندازی کیا کرو سواری کیا کرو اور تیر اندازی گھوڑا سواری سے بہتر ہے۔'' ❶ فرماتے ہیں ''گھوڑوں کے پالنے والے تین قسم کے ہیں' ایک تو اجر و ثواب پانے والے' ایک نہ تو ثواب نہ عذاب' ایک عذاب بھگتنے والے۔ جو جہاد کے ارادے سے پالے اس کا گھوڑا تو چرے چگے چلے پھرے جو کرے اس پر ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر کہیں بھاگ جائے تو بھی اس کے نشانات قدم اور اس کی لید پر بھی اسے نیکیاں ملتی ہیں کسی نہر پر گزرتے ہوئے وہ پانی پی لے گو مجاہد نے پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو تاہم اسے نیکیاں ملتی ہیں۔ پس یہ گھوڑا تو اس کے پالنے والے کے لئے بڑے اجر و ثواب کا ذریعہ ہے اور جس شخص نے گھوڑا پالا کہ وہ دوسروں سے بے پروا ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس کی گردن اور اس کی سواری میں نہ بھولا یہ اس کے لئے پردہ ہے یعنی نہ اسے اجر نہ اسے گناہ' تیسرا وہ شخص جس نے فخر و ریا کے طور پر پالا اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے وہ اس کے ذمہ وبال ہے اور اس کی گردن پر بوجھ ہے۔'' آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کے بارے میں کوئی آیت تو اتری نہیں ہاں یہ جامع عام آیت موجود ہے کہ جو شخص ایک ذرے کے برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرے کے برابر بھی برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ❷

اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''گھوڑے تین طرح کے ہیں۔ رحمٰن کے' شیطان کے اور انسان کے۔ اس میں ہے کہ شیطانی گھوڑے وہ ہیں جو گھڑ دوڑ کی شرطیں لگانے اور جوئے بازی کرنے کے لئے ہوں۔'' ❸ اکثر علما کا قول ہے کہ تیر اندازی گھوڑا سواری سے افضل ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں لیکن جمہور کا قول قوی ہے کیونکہ حدیث میں بھی آ چکا ہے۔ حضرت معاویہ بن خدیج' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہے تھے پوچھا تمہیں یہ گھوڑا کیا کام آتا ہے؟ فرمایا میرا خیال ہے کہ اس جانور کی دعا میرے حق میں قبول ہو گئی ہے۔ کہا جانور اور دعا؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم گھوڑا ہر صبح دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تو نے مجھے اپنے بندوں میں سے ایک کے حوالے کیا ہے تو تو مجھے اس کی تمام اہل سے اور مال سے اور اولاد سے زیادہ بنا کر اس کے پاس رکھ۔ ❹ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ''ہر عربی گھوڑے کو ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے۔'' ❺ آپ ﷺ فرماتے ہیں ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے گھوڑوں والے اللہ کی مدد میں ہیں اسے نیک نیتی سے جہاد کے ارادے سے پالنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر وقت ہاتھ بڑھا کر خیرات کرتا رہے۔'' ❻ اور بھی حدیثیں اس بارے میں بہت سی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں بھلائی کی تفصیل ہے کہ اجر اور غنیمت۔ ❼

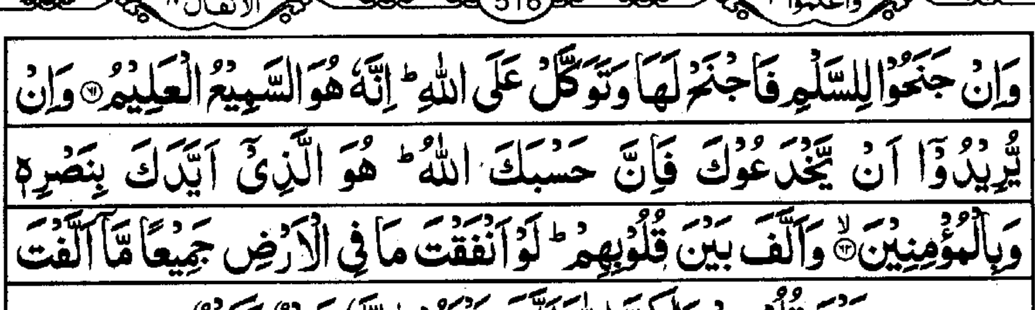
فرماتا ہے اس سے تمہارے دشمن خوف زدہ اور ہیبت خوردہ رہیں گے ان ظاہری مقابلے کے دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں یعنی بنو قریظہ' فارس' اور محلوں کے شیاطین ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں۔ ❽ ایک منکر حدیث میں ہے =

---

❶ ابو داود، کتاب الجهاد، باب في الرمي، ٢٥١٣ وسنده حسن، ترمذي ١٦٣٧؛ نسائي ٣٦٠٨؛ ابن ماجه ٢٨١١ احمد، ٤/ ١٤٨؛ حاكم، ٢/ ٩٥، اسے حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الخيل ثلاثة، ٢٨٦٠؛ صحيح مسلم، ٩٨٧؛ ابن حبان ٤٦٧٢؛ بيهقي، ٤/ ١١٩۔ ❸ احمد، ١/ ٣٩٥ وسنده ضعيف، وفي الباب احاديث اخرى مغنية عنه، الترغيب الترهيب ١٨٧٧؛ مجمع الزوائد، ٥/ ٢٦٠۔

❹ احمد، ٥/ ١٦٢۔ ❺ نسائي، كتاب الخيل، باب دعوة الخيل، ٣٦٠٩ وسنده صحيح، احمد، ٥/ ١٧٠۔

❻ طبراني ٥٦٢٣ وسنده حسن۔ ❼ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر، ٢٨٥٢؛ صحيح مسلم، ١٨٧٣؛ ترمذي، ١٦٩٤؛ ابن ماجه، ٢٣٠٥؛ احمد، ٤/ ٣٧٥۔ ❽ اس کی سند میں سعید بن سنان ابوالمهدی الحمصی ہے امام بخاری نے اسے منکر الحدیث اور نسائی نے متروک کہا ہے۔ (الميزان، ٢/ ١٤٣، رقم: ٣٣٠٨) لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔



ترجمہ: اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھ یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے۔[٦١] اگر وہ تجھ سے دغابازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے تیری تائید کی ہے۔[٦٢] ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے۔ زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے وہ عزتوں حکمتوں والا ہے۔[٦٣]

= ''جس گھر میں کوئی آزاد گھوڑا ہو وہ گھر کبھی بدنصیب نہیں ہوگا'' ❶ لیکن اس روایت کی نہ تو سند ٹھیک ہے نہ یہ صحیح ہے۔ اور اس سے مراد منافقت بھی لی گئی ہے اور یہی قول زیادہ مناسب بھی ہے جیسے فرمان رب ہے ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ﴾ ❷ تمہارے چاروں طرف دیہاتی اور مدنی منافق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن ہم ان سے خوب واقف ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ جہاد میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ پاؤ گے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ''ایک درہم کا ثواب سات سو گنا کر کے ملے گا'' ❸ جیسے کہ آیت ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ﴾ ❹ میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں کو ہی خیرات صدقات دینے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾ اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کسی دین کا ہو جو بھی سوال کرے اس کے ساتھ سلوک کرو۔'' ❺ یہ روایت غریب ہے اور یہ ابن ابی حاتم میں ہے۔

کافروں سے بوقت ضرورت صلح کا حکم: [آیت:٦١-٦٣] فرمان ہے کہ جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو برابری سے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو لڑائی کی اطلاع کر دو اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم پھر صلح و صفائی کر لو۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لئے صلح کر لی جو کئی شرائط پر طے ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عنقریب اختلاف ہوگا یا اور امر پس اگر تجھ سے ہو سکے تو صلح ہی کر لینا'' ❻ (مسند امام احمد)۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بنو قریظہ کے بارے میں اتری ہے لیکن اس میں تامل ہے سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورۂ براءت کی آیت سیف ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ❼ سے منسوخ ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم طاقت و استطاعت پر ہے

❶ اس کی سند میں بھی سعید بن سنان ہے۔ (المیزان، ٢/ ١٤٣ رقم: ٣٢٠٨) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

❷ ٩/ التوبۃ:١٠١۔ ❸ ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی تضعیف الذکر فی سبیل الله عزوجل ٢٤٩٨ وسنده ضعیف زبان بن فائد راوی ضعیف ہے۔ ❹ ٢/ البقرۃ:٢٦١۔ ❺ وسنده حسن۔

❻ احمد، ١/ ٩٠، وسنده ضعیف اس کی سند میں ایاس بن عمرو الاسلمی مجہول ہے۔ ❼ ٩/ التوبۃ:٢٩۔

لیکن دشمنوں کی زیادتی کے وقت ان سے صلح کر لینی بلا شک وشبہ جائز ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے اور جیسے کہ حدیبیہ کی صلح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ پس کوئی خلاف یا کوئی خصوصیت یا منسوخیت نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھ وہی تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کر کے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان وشوکت اور آلات جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تو بے فکر رہ اللہ تعالیٰ تیرا طرف دار ہے وہ تجھے کافی ہے اس کے مقابلے کا کوئی نہیں۔ پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین وانصار سے صرف اپنے فضل سے تیری تائید کی۔ انہیں تجھ پر ایمان لانے تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی تیری مدد اور تیری نصرت پر انہیں آمادہ کیا' تو گو روئے زمین کے خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ الفت ومحبت پیدا نہ کر سکتا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کر دی۔ ان کی صدیوں کی پرانی عداوتیں دور کر دیں۔ اوس وخزرج' انصار کے قبیلوں میں جاہلیت میں آپس میں خوب تلوار چلا کرتی تھی۔ نور ایمان نے اس عداوت کو محبت سے بدل دیا' جیسے قرآن کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے۔ ❶ بخاری ومسلم میں ہے کہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ ''اے انصاریو! کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پا کر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی؟ کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا' تم جدا جدا تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دل ملا دیئے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر بات پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔ ❷ الغرض اپنے اس انعام واکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت وحکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے اس سے امید رکھنے والا نا امید نہیں رہتا اس پر توکل کرنے والا سرسبز رہتا ہے وہ اپنے کاموں میں اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرابت داری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے دلوں کے میل جیسی اور کوئی چیز دیکھی نہیں گئی۔

جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے شاعر کہتا ہے تجھ سے دھوکا کرنے والا تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتے دار نہیں' بلکہ تیرا حقیقی رشتہ دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے۔ اور شاعر کہتا ہے میں نے تو خوب مل جل کر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نہیں جان سکا کہ یہ سب قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہی ہے یا ان سے نیچے کے راویوں میں سے کسی کا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی یہ محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھی توحید وسنت کی بنا پر تھی۔ ❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رشتے داریاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں انہیں کوئی جدا نہیں کر سکتا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جملے کی تلاوت فرمائی۔ ❹ عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں میری حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ جب دو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے سے بہ خندہ پیشانی ہاتھ ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے۔ میں نے کہا یہ کام تو بہت آسان ہے۔ فرمایا یہ نہ کہو یہی الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے اگر تو روئے

---

❶ ۳/ آل عمران:۱۰۳۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنة ثمان، ۴۳۳۰؛ صحیح مسلم ۱۰۶۱۔ ❸ حاکم، ۲/ ۳۲۹ بلفظ آخر وسندہ صحیح۔ ❹ ایضاً۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ: اے نبی تجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ مومن جو تیری پیروی کر رہے ہیں۔[۶۴] اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ اگر تم میں سے بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں[۶۵] اچھا اب اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔[۶۶]

= زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھدار ہیں۔ ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا صرف مصافحہ سے ہی؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟" پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔ عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سب سے پہلی چیز جو لوگوں میں سے اٹھ جائے گی وہ الفت و محبت ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے تیز ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔" ❶

جہاد کی ترغیب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا شوق جہاد: [آیت:۶۴۔۶۶] اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر علیہ السلام کو اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انہیں دشمنوں پر غالب کرے گا گو وہ ساز و سامان والے اور ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سروسامان اور مٹھی بھر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے وہی بس ہیں۔ پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ مؤمنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صف بندی کے وقت مقابلے کے وقت برابر فوجوں کا دل بڑھاتے بدر کے دن فرمایا "اٹھو اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی ہے۔" حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اتنی چوڑائی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی اس نے کہا واہ واہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ کس ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی جنتی کر دے۔" =

❶ طبرانی ۶۱۵۰ وسنده حسن واخطأ الالبانی فضعفه جداً انظر الضعيفه: ۲۶۶۳؛ مجمع الزوائد، ۸/ ۳۷۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہئیں جب تک کہ ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ آخرت کا ہے اللہ تعالیٰ ہے زور آور با حکمت ۔[٦٧] اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی[٦٨] پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔[٦٩]

= آپ ﷺ نے فرمایا ''میری پیشین گوئی ہے کہ تو جنتی ہے۔'' وہ اٹھتے ہیں دشمن کی طرف بڑھتے ہیں اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں انہیں کھاؤں اتنی دیر تک بھی اب یہاں ٹھہرنا مجھ پر شاق ہے۔ انہیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہوئے راہ اللہ میں شہید ہو جاتے ہیں۔ ❶ ابن المسیب اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔ لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے حبشہ کی ہجرت کے بعد کا اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

ایک مسلمان کئی کافروں پر بھاری ہے: پھر اللہ تبارک وتعالیٰ مؤمنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دو سو پر غالب آئیں گے ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا ہے۔ پھر حکم تو منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے۔ جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گزرا ایک دس کے مقابلے سے ذرا جھجکا تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا الخ لیکن جتنی تعداد کم ہوئی اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا۔ ❷ پہلے حکم تھا کہ بیس مسلمان دو سو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں اب یہ ہوا کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دو سو سے نہ بھاگیں۔ ❸ پس گرانی گزرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری ہے حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا پہلا حکم اٹھ گیا ❹ (مستدرک حاکم)

بدر کے قیدی اور جنگی اسیروں کا حکم: [آیت:٦٧-٦٩] مسند امام احمد میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد ١٩٠١۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانفال باب ﴿الآن خفف الله عنكم وعلم أن فيكم ضعفا......﴾ ٤٦٥٣۔

❸ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورة الانفال باب ﴿ياايها النبي حرض المؤمنين على القتال﴾ ٤٦٥٢۔

❹ ابن مردويه وسنده ضعيف، حاكم ٢/ ٢٣٩، مختصراً وسنده ضعيف۔

مقبول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قبضے میں دے دیا ہے' بتلاؤ کیا ارادہ ہے؟'' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا ''انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے بس میں کر دیا ہے یہ کل تک تمہارے بھائی بند ہی تھے۔'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنا جواب دوہرایا آپ ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا اور پھر وہی فرمایا۔ اب کی دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری رائے میں تو آپ ﷺ ان کی خطا سے درگزر فرما لیجئے اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کیجئے۔ اب آپ ﷺ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے عفو عام کر دیا اور فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ ❶ اسی سورت کے شروع میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی ہے صحیح مسلم میں بھی اسی جیسی حدیث ہے کہ بدر کے دن آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ''ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کی قوم کے ہیں' آپ والے ہیں انہیں زندہ چھوڑا جائے ان سے توبہ کرالی جائے کیا عجب کہ کل اللہ تعالیٰ کی ان پر مہربانی ہو جائے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہیں آپ کے جھٹلانے والے' آپ کے نکال دینے والے۔ حکم دیجئے کہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس میدان میں درخت بکثرت ہیں آگ لگوا دیجئے اور انہیں جلا دیجئے۔ آپ ﷺ خاموش رہے کسی کو کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر تشریف لے گئے۔ لوگوں میں بھی ان تینوں بزرگوں کی رائے کا ساتھ دینے والے ہو گئے۔ اتنے میں آپ ﷺ پھر تشریف لائے اور فرمانے لگے بعض دل نرم ہوتے ہوتے دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض دل سخت ہوتے ہوتے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابو بکر! تمہاری مثال تو (حضرت) ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میرے تابعدار تو میرے ہی ہیں لیکن میرے مخالف بھی تیری معافی اور بخشش کے ماتحت ہیں۔ ❷ اور تمہاری مثال (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جو کہیں گے کہ اللہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے۔ ❸ اور اے عمر! تمہاری مثال (حضرت) نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم پر بددعا کی کہ اللہ زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا باقی نہ رکھ۔ ❹ سنو تمہیں اس وقت احتیاج ہے ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیے کے رہا نہ ہو ورنہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! سہیل بن بیضاء کو اس سے مخصوص کر لیا جائے اس لئے کہ وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا اس پر حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ واللہ میں سارا وقت خوف زدہ رہا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مگر سہیل بن بیضاء'' اسی کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث ترمذی مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ ❺ ان قیدیوں میں عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں آپ ﷺ کو بھی یہ حال معلوم تھا۔ آپ نے فرمایا ''رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔'' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور کہا کہ عباس کو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوڑیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گو رسول اللہ ﷺ کی

❶ احمد، ۳/ ۲۴۳ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ٦/ ٨٧۔ ❷ ١٤/ ابراهيم:٣٦۔
❸ ٥/ المآئدة:١١٨۔ ❹ ٧١/ نوح:٢٦۔ ❺ ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الانفال ٣٠٨٤ وهو ضعيف، احمد، ١/ ٣٨٣؛ حاكم، ٣/ ٢١؛ مسند ابی يعلیٰ، ٢/ ٢٥١۔

رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا اگر یہ ہے تو آپ انہیں لے جایئے ہم نے بخوشی چھوڑا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ عباس مسلمان ہو جاؤ واللہ تمہارے اسلام لانے کی مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے بھی زیادہ خوشی ہوگی' اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اسلام لانے سے خوش ہو جائیں گے۔ ان قیدیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب ہمارے ہی کنبے قبیلے کے لوگ ہیں انہیں چھوڑ دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب مشورہ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ انہیں سب کو قتل کر دیا جائے۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کیا۔ ❶ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک پسند کر لیں اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں اور اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی شہید ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے (ترمذی' نسائی وغیرہ) ❷ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ان بدری قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اے صحابیو! اگر چاہو تو انہیں قتل کر دو اور اگر چاہو ان سے زر فدیہ وصول کر کے انہیں رہا کر دو لیکن اس صورت میں اتنے ہی آدمی تمہارے شہید کیے جائیں گے۔'' پس ان ستر شہیدوں میں سب سے آخر حضرت ثابت بن قیس تھے۔ جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے' یہ روایت حضرت عبیدہ رحمہ اللہ سے مرسلاً بھی مروی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت حلال نہ لکھا ہوا ہوتا اور جب تک ہم بیان نہ فرمادیں تب تک عذاب نہیں کیا کرتے ایسا دستور ہمارا نہ ہوتا تو جو مال فدیہ تم نے لیا اس پر تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا اسی طرح پہلے سے اللہ تعالیٰ طے کر چکا ہے کہ کسی بدری صحابی کو وہ عذاب نہیں کرے گا' ان کے لئے مغفرت کی تحریر ہو چکی ہے۔ ام الکتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت کی حلت لکھی جا چکی ہے۔ پس مال غنیمت تمہارے لئے حلال طیب ہے شوق سے کھاؤ پیو اور اپنے کام میں لاؤ۔ پہلے لکھا جا چکا تھا کہ اس امت کے لئے یہ حلال ہے۔ یہی قول امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ ہے اور اسی کی شہادت بخاری و مسلم کی حدیث سے ملتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مہینے بھر کے فاصلے تک میری مدد رعب سے کی گئی' میرے لئے زمین پاک اور نماز کی جگہ بنا دی گئی' مجھ پر غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں' مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی' ہر نبی خاصۃً اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' ❸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''کسی سیاہ سر والے انسان کے لئے میرے سوا غنیمت حلال نہیں کی گئی۔'' ❹ پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان بدری قیدیوں سے فدیہ لیا۔ ابوداؤد میں ہے ہر ایک سے چار سو کی رقم بطور تاوان جنگ کے وصول کی گئی۔ ❺ پس جمہور علمائے کرام کا مذہب یہ ہے کہ امام وقت کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قیدی کفار کو قتل کر دے جیسے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ ==

❶ حاکم، ۲/ ۳۲۹ مختصراً امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وسندہ حسن۔ ❷ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی قتل الأساری والفداء ۱۵۶۷ وسندہ ضعیف، دار قطنی، ٤/ ۲۲؛ مسند البزار، ۲/ ۱۷٦؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۸٦٦۲؛ اس کی سند میں ہشام بن حسان کے سماع کی صراحت موجود نہیں۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب ۱، ص ۳۳۵؛ صحیح مسلم، ۵۲۱؛ احمد، ۳/ ۳۰٤؛ ابن حبان ٦۳۹۸۔ ❹ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الانفال ۳۰۸۵ وھو صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۲۰۹؛ ابن حبان، ٤۸۰٦۔

❺ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی فداء الأسیر بالمال، ۲٦۹۱ وسندہ حسن، حاکم، ۳/ ۱٤۰؛ بیهقی، ۹/ ٦۸۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ: اے نبی ﷺ اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور پھر گناہ بھی معاف فرمائے گا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ہی' [٧٠] اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا خیال کریں گے تو یہ تو اس سے پہلے خود اللہ تعالیٰ کی خیانت بھی کر چکے ہیں آخر اس نے انہیں گرفتار کرا دیا' اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔[٧١]

= اگر چاہے بدلے کا مال لے کر انہیں چھوڑ دے جیسے کہ بدری قیدیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے کیا یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ سلمہ بن اکوع کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو مشرکوں کے پاس جو مسلمان قیدی تھے ان کے بدلے میں دیا ❶ اور اگر چاہے انہیں غلام بنا کر رکھے۔ یہی مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور علمائے کرام کی ایک جماعت کا ہے گو اوروں نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے یہاں اس کے بسط کی جگہ نہیں۔

نیک نیتی مال میں زیادتی کا سبب ہے: [آیت: ٧٠-٧١] بدر والے دن آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''مجھے یقیناً معلوم ہے کہ بعض بنو ہاشم وغیرہ زبردستی اس لڑائی میں نکالے گئے ہیں انہیں ہم سے لڑائی کرنے کی خواہش نہ تھی۔ پس بنو ہاشم کو قتل نہ کرنا۔ ابوالبختری بن ہشام کو بھی قتل نہ کیا جائے عباس بن عبدالمطلب کو بھی قتل نہ کیا جائے' اسے بھی بادل ناخواستہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ کھینچا ہے۔'' اس پر ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادوں کو اپنے بچوں کو اپنے بھائیوں کو اور اپنے کنبے قبیلے کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ واللہ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں تو اسکی گردن ماروں گا۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے ابوحفص! کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جائے گی۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ پہلا دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت سے مجھے یاد فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابو حذیفہ کی گردن اڑا دوں واللہ وہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ! مجھے اپنے اس دن کے قول کا کھٹکا آج تک ہے میں اس سے اب تک ڈر رہا ہوں میں تو اس دن چین پاؤں گا جس دن اس کا کفارہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے رسول اللہ ﷺ کو اس رات نیند نہ آئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے چچا عباس کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں ان قیدیوں میں سے آ رہی ہے۔'' ❸ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت اس کی قید کھول دی تب آپ ﷺ کو نیند آئی۔ انہیں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا یہ بہت مالدار تھے انہوں نے سو اوقیہ سونا اپنے فدیے میں دیا۔ بعض انصاریوں نے سرکار نبوت میں گزارش بھی کی کہ ہم چاہتے ہیں اپنے چچا عباس کو بغیر کوئی زر فدیہ لئے آزاد کر دیں لیکن

❶ اس قسم کا ذکر صحیح مسلم، كتاب الجهاد، باب التنفيل وفداء المسلمين بالأسارى ١٧٥٥ میں بھی ہے۔

❷ طبقات ابن سعد ٤/ ١٠؛ دلائل النبوة، ٣/ ١٤٠، ١٤١ وسنده ضعيف۔

❸ طبقات ابن سعد، ٤/ ١٣؛ دلائل النبوة، ٣/ ١٤١، اس کا حکم بھی پہلی روایت کا سا یعنی ضعیف ہے۔

مساوات کے علم بردار ﷺ نے فرمایا ایک چونی بھی کم نہ لینا' پورا فدیہ لو۔ ❶ قریش نے فدیے کی رقم دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں تو مسلمان ہی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے اگر یہ تمہارا قول صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں اس لئے آپ اپنا فدیہ ادا کیجئے بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی۔''

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنو حارث بن فہر کے قبیلے سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تو اتنا مال نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفنایا ہے اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں اپنے اس سفر میں کام آ گیا تو یہ مال بنو الفضل اور عبداللہ اور قثم کا ہے۔'' اب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ میرا ایمان ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس دفینے کے واقعہ کو بجز میرے اور ام الفضل کے کوئی نہیں جانتا۔ اچھا یوں کیجئے میرے پاس سے بیس اوقیہ سونا آپ ﷺ کے لشکریوں کو ملا ہے اسی کو میرا زرفدیہ سمجھ لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہرگز نہیں وہ مال تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دلوا ہی دیا۔'' چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا۔ اس بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اگر تم میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ تمہیں دے گا۔ ❷

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا اترا اور ان بیس اوقیہ کے بدلے مجھے اسلام میں اللہ تعالیٰ نے بیس غلام دلوائے جو سب کے سب مالدار تھے۔ ساتھ ہی مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل کی مغفرت کی بھی امید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے میں نے اپنے اسلام کی خبر حضور اکرم ﷺ کو دی اور کہا کہ میرے بیس اوقیہ کا بدلہ مجھے دلوایئے جو مجھ سے لئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے انکار کیا۔ الحمدللہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے بیس غلام عطا فرمائے جو سب تاجر ہیں۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کی وحی پر ایمان لا چکے ہیں آپ ﷺ کی رسالت کے گواہ ہیں ہم اپنی قوم میں آپ ﷺ کی خیر خواہی کرتے رہے اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ دلوں کے حال سے واقف ہے جس کے دل میں نیکی ہوگی اس سے جو لیا گیا ہے اس سے بہت زیادہ دے دیا جائے گا اور پھر اگلا شرک بھی معاف کر دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ مجھ سے جو لیا گیا ہے واللہ اس سے سو حصے زیادہ مجھے ملا۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے گناہ بھی دھل گئے۔ مذکور ہے کہ جب بحرین کا خزانہ سرکار رسالت مآب ﷺ میں پہنچا وہ اسی ہزار کا تھا آپ نماز ظہر کے لئے وضو کر چکے تھے پس آپ ﷺ نے ہر ایک شکایت کرنے والے کی اور ہر ایک سوال کرنے والے کی دادرسی کی اور نماز سے پہلے ہی سارا خزانہ راہ للہ لٹا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لو اس میں سے لو اور گٹھڑی باندھ کر لے جاؤ۔ پس یہ ان کے لئے بہت بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ گناہ بھی معاف فرمائے گا۔ یہ خزانہ علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا اتنا مال حضور اکرم ﷺ کے پاس اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔ سب کا سب بوریوں پر پھیلا دیا گیا اور نماز کی اذان ہوئی۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہو گئے مسجد کے نمازی بھی آ گئے پھر حضور اکرم ﷺ نے ہر ایک =

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۱۲ حدیث ۴۰۱۸، ابن حبان ۴۷۹۴؛ بیهقی، ۶/ ۲۰۵۔

❷ تفسیر قرطبی، ۸/ ۵۲؛ دلائل النبوۃ، ۳/ ۱۴۲؛ حاکم، ۳/ ۳۲۴ وھو حسن امام ذہبی نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' اور جو ایمان لائے تو ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں' ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے۔[۷۲]

= کو دینا شروع کیا نہ تو اس دن ناپ تول تھی نہ گنتی اور شمار تھا پس جو آیا وہ لے گیا اور دل کھول کر لے گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تو اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ لی لیکن اٹھا نہ سکے تو حضور اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ذرا اونچا کر دیجئے۔ آپ ﷺ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی اتنی کہ دانت چمکنے لگے۔ فرمایا کہ '' کچھ کم کر دو جتنا اٹھے اتنا ہی لو۔'' چنانچہ کچھ کم کیا اور اٹھا کر یہ کہتے ہوئے چلے کہ الحمدللہ' اللہ تعالیٰ نے ایک بات تو پوری ہوتی دکھا دی اور دوسرا وعدہ بھی ان شاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا' یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ برابر اس مال کو تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ اس میں سے ایک پائی بھی نہ بچی آپ ﷺ نے اپنے اہل کو اس میں سے ایک کھوٹی کوڑی بھی نہیں دی۔ پھر نماز کے لئے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ دوسری حدیث' حضور اکرم ﷺ کے پاس بحرین سے اتنا مال آیا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ حکم دیا کہ '' مسجد میں پھیلا'' دو پھر نماز کے لئے آئے کسی طرف التفات نہ کیا نماز پڑھا کر بیٹھ گئے پھر تو جسے دیکھتے دیتے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی دلوایئے میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا '' اپنے ہاتھ سے لے لو۔'' انہوں نے چادر میں گٹھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کاندھے پر چڑھا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا '' میں تو کسی سے نہیں کہتا'' کہا اچھا آپ ﷺ ہی ذرا اٹھوا دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کا بھی انکار کیا اب تو بادل ناخواستہ اس میں سے کچھ کم کرنا پڑا پھر اٹھا کر کندھے پر رکھ کر چل دیئے۔ ان کے اس لالچ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی نگاہیں جب تک یہ آپ ﷺ کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے انہیں پر رہیں۔ پس جب کل مال بانٹ چکے ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ ﷺ وہاں سے اٹھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت کئی جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً جزم کے صیغے کے ساتھ وارد کی ہے۔ ❶ اگر یہ لوگ خیانت کرنی چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے وہ خود اللہ تعالیٰ کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ اب جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں۔ اس سے تو نہ گھبرا' جیسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب القسمة وتعليق القنو في المسجد، ۴۲۱، ۳۰۴۹، ۳۱۶۵؛ بیهقی، ۶/ ۳۵۶۔

انہیں تیرے قابو میں کر دیا ہے ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں۔ ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ کرتا ہے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں اتری ہے جو مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا تھا۔

عطاء خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرتے رہیں گے۔ سدی رحمہ اللہ نے اسے عام اور سب کو شامل کہی ہے یہی ٹھیک بھی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مہاجرین اور انصار کی فضیلت کا بیان: [آیت:۷۲] مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں ایک تو مہاجر جنہوں نے اللہ کے نام پر وطن ترک کیا اپنے گھر بار مال تجارت کنبہ قبیلہ دوست احباب چھوڑے اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لئے نہ جان کو جان سمجھا نہ مال کو مال۔ دوسرے انصار مدنی جنہوں نے ان مہاجروں کو اپنے ہاں ٹھہرایا اپنے مالوں میں ان کا حصہ لگا دیا ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بھائی چارہ کرا دیا' ایک انصاری ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ بھائی بندی قرابت داری سے بھی مقدم تھی' ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا آخر میں یہ منسوخ ہو گئی۔ (1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مہاجرین اور انصار سب آپس میں ایک دوسرے کے ولی وارث ہیں اور فتح مکہ کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد شدہ ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے والی ہیں قیامت تک۔'' (2) اور روایت میں ہے ''دنیا اور آخرت میں۔'' (3) مہاجر اور انصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں' فرمان ہے ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ (4) پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین و انصار اور ان کے احسان کے تابعدار وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہے اور وہ اس سے خوش ہیں اس نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے درختوں کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ﴾ (5) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان مہاجرین و انصار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی توجہ فرمائی جنہوں نے سختی کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ چھوڑی۔

اور آیت میں ہے ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾ (6) ان مہاجر محتاجوں کے لئے ہے جو اپنے مالوں سے اور اپنے شہروں سے نکال دیئے گئے جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی جستجو میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں لگے ہوئے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔ اور جنہوں نے ان کو جگہ دی ان سے محبت رکھی انہیں کشادہ دلی کے ساتھ دیا بلکہ اپنی ضرورت پر ان کی حاجت کو مقدم رکھا۔ یعنی جو ہجرت کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو دی ہے اس پر وہ ان کا حسد نہیں کرتے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر انصار پر مقدم ہیں۔ علما کا اس میں اتفاق ہے۔ مسند بزار میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ہجرت اور نصرت میں اختیار دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کو پسند فرمایا۔ (7)

پھر فرماتا ہے جو ایمان لائے لیکن انہوں نے وطن ترک نہیں کیا انہیں ان کی رفاقت حاصل نہیں۔ یہ مؤمنوں کی تیسری قسم ہے جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہ تھا نہ خمس میں ہاں کسی لڑائی میں شرکت کریں تو اور بات ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی فوجی دستے کا سپہ سالار بنا کر بھیجتے تو اسے نصیحت فرماتے کہ ''دیکھو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنا ==

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام ٦٧٤٧۔ (2) احمد، ٤/ ٣٦٣ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ١٠/ ١٥۔ (3) مسند ابی یعلی ٥٠٣٣ وسنده ضعيف اس کی سند میں عکرمہ بن ابراہیم الأزدی ہے جسے نسائی نے ضعیف اور ابوداود نے لیس بشئی جبکہ عقیلی نے مضطرب الحفظ کہا ہے۔ (المیزان، ٦/ ٨٩، رقم:٥٧٠٧) (4) ٩/ التوبة:١٠٠۔ (5) ٩/ التوبة:١١٧۔ (6) ٥٩/ الحشر:٨۔ (7) مسند البزار ٢٧١٨؛ مجمع الزوائد، ٢/ ٤٨١؛ طبرانی، ٣٠١٠۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝

ترجمہ: کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔ [۷۳]

= مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہانہ برتاؤ کرنا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے لڑو اپنے دشمن مشرکوں کے سامنے تین باتیں پیش کرو ان میں سے جو بھی وہ منظور کر لیں انہیں اختیار ہے۔ ان سے کہو کہ اسلام قبول کریں اگر مان لیں تو پھر ان سے رک جاؤ اور ان کا اسلام قبول کر لو اور انہیں کہو کہ کفرستان کو چھوڑ دیں مہاجرین کے شہروں کو چلے جائیں' تو جو حق مہاجرین کے ہیں ان کے بھی قائم ہو جائیں گے اور جو مہاجروں پر ہے ان پر بھی ہوگا۔ ورنہ یہ دیہات کے اور مسلمانوں کی طرح ہوں گے ایمان کے احکام ان پر جاری رہیں گے فی اور غنیمت کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا' ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کسی فوج میں شرکت کریں اور کوئی معرکہ سر کریں۔ یہ نہ مانیں تو انہیں کہو کہ جزیہ دیں۔ اگر یہ قبول کر لیں تو تم لڑائی سے رک جاؤ اور ان سے جزیہ لے لیا کرو۔ اگر ان دونوں باتوں کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسے پر اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کر کے ان سے جہاد کرو۔ ❶ جو دیہاتی مسلمان وہیں مقیم ہیں ہجرت نہیں کی یہ اگر کسی وقت تم سے مدد کی خواہش کریں دشمنان دین کے مقابلے پر تمہیں بلائیں تو ان کی مدد تم پر واجب ہے لیکن اگر مقابلے پر کوئی ایسا قبیلہ ہو کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہے تو خبردار تم عہد شکنی نہ کرنا۔ قسمیں نہ توڑنا۔"

مسلمان غیر مسلموں کا دوست نہیں ہوتا: [آیت:۷۳] اوپر مسلمانوں کی کارسازی اور رفاقت و ولایت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں کافروں کی نسبت بھی بیان فرما کر کافروں اور مؤمنوں میں سے دوستانہ کاٹ دیا۔ مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث۔" پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی ❷ بخاری مسلم میں بھی ہے "مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔" ❸ سنن وغیرہ میں ہے "دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں۔" ❹ اسے امام ترمذی رحمہ اللہ حسن کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ ﷺ نے عہد کیا کہ "نماز قائم رکھنا' زکوٰۃ دینا' بیت اللہ کا حج کرنا' رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے آپ کو ان کا مقابل اور ان سے برسر جنگ سمجھنا" یہ روایت مرسل ہے۔ اور مفصل روایت میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں "میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھہرا رہے۔ =

❶ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب تامیر الامام الأمرا علی البعوث؟ وصیته إیاهم، ۱۷۳۱؛ ابوداود ۲۶۱۲؛ بیهقی، ۹/۴۹؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۸۷٦٤؛ ابن ماجه ۲۸۵۸؛ احمد، ٥/ ۳٥۲؛ ابن حبان ٤۷۳۹ ابو عوانه ٦٤۹٥؛ ابن ابی شیبه، ٦/ ٤۷٥۔

❷ حاکم، ۲/ ۲٤۰ وسنده ضعیف۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم ٦۷٦٤؛ صحیح مسلم ١٦١٤؛ أبوداود ۲۹۰۹؛ ترمذی ۲۱۰۷؛ السنن الکبری ٦۳۷۲؛ احمد، ٥/ ۲۰۰؛ ابن حبان ٦۰۳۳؛ بیهقی، ٦/ ۳۱۷۔ ❹ أبوداود، کتاب الفرائض، باب هل یرث المسلم الکافر ۲۹۱۱ وسنده حسن، ابن ماجه ۲۷۳۱؛ احمد، ۲/ ۱۷۸؛ ترمذی ۲۱۰۸؛ عن جابر رضی اللہ عنہ، ابن الجارود ۹٦۷؛ ابن حبان ٥۹۹٦؛ حاکم ۲/ ۲٦۲؛ مجمع الزوائد، ٦/ ۲۹۳؛ السنن الکبریٰ ٦۳۸۱؛ دارقطنی ٤٥۷۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں' اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مومن ہیں' ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی' [۷۴] اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں' بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔[۷۵]

= کیا وہ دونوں جانب لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا۔'' ❶ ابوداود میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ''جو مشرکوں سے خلا ملا رکھے اور ان میں ٹھہرا رہے وہ انہیں جیسا ہے۔'' ❷ ابن مردویہ میں ہے اللہ تعالیٰ کے رسول' رسولوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں ''جب تمہارے پاس وہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضا مند ہو تو اس کے نکاح میں دے دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ فساد برپا ہوگا۔'' لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! گو اس میں کچھ ہو۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا ''جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا مانگا آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو۔'' تین بار یہی فرمایا۔ ❸ آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے یک سوئی نہ کی اور ایمان داروں سے ہی دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا یہ اختلاط برے نتیجے دکھائے گا لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا۔

مومن بندے اور قیامت: [آیت:۷۴-۷۵] مومنوں کا دنیوی حکم ذکر فرما کر اب آخرت کا حال بیان فرما رہا ہے ان کے ایمان کی سچائی ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ اس سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ انہیں بخشش ملے گی ان کے گناہ معاف ہوں گے انہیں عزت کی پاک روزی ملے گی جو برکت والی ہیشگی والی طیب و طاہر ہوگی' قسم قسم کی لذیذ عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ ان کی اتباع کرنے والے ایمان و عمل صالح میں ان کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی درجوں میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے جیسا کہ ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ❹ اور ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ❺ میں فرماتا ہے۔ متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ ''انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔'' ❻ دوسری حدیث میں ہے ''جو کسی قوم سے محبت رکھے وہ ان میں سے ہی =

❶ ابوداود، کتاب الجهاد، باب النهی عن قتل من اعتصم بالسجود ۲۶۴۵ وسنده ضعيف ابومعاویہ الضریر مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔ ترمذی ۱۶۰۴؛ نسائی ۴۷۸۴۔ ❷ أبوداود، کتاب الجهاد، باب فی اقامة بأرض الشرك ۲۷۸۷، وسنده ضعيف اس کی سند میں جعفر بن سعد ضعیف اور خبیب بن سلیمان مجہول راوی ہے۔(التقريب، ۱/ ۱۳۰، ۲۲۲)

❸ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فیمن ترضون دینه فزوجوه، ۱۰۸۴ مختصراً وسنده ضعيف۔ ابن عجلان مدلس کے سماع کی صراحت نہیں نیز عبدالحمید بن سلیمان ضعیف راوی ہے۔ ❹ ۹/ التوبة:۱۰۰۔ ❺ ۵۹/ الحشر:۱۰۔

❻ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب علامة الحب فی الله...... ۶۱۶۸؛ صحیح مسلم ۲۶۴۰۔



ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بیزاری کا اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا۔[1] پس (اے مشرکو) تم ملک میں چار مہینے تک تو چل پھر لو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔[2]

= ہے۔'' ایک روایت میں ہے ''اس کا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا۔'' ❶ مسند احمد کی حدیث گزر چکی ہے کہ ''مہاجر و انصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں فتح مکہ کے بعد کے مسلمان قریشی اور ثقیف کے آزاد شدہ آپس میں ایک ہیں قیامت تک یہ سب آپس میں ولی ہیں۔'' ❷ پھر اولوا الارحام کا بیان ہوا یہاں ان سے مراد وہی قرابت دار نہیں جو علماء فرائض کے نزدیک اس نام سے یاد کئے جاتے ہیں یعنی جن کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور جو عصبہ بھی نہ ہوں' جیسے خالہ ماموں پھوپھی نواسے نواسیاں بھانجے بھانجیاں وغیرہ۔ بعض کا یہی خیال ہے وہ آیت سے حجت پکڑتے ہیں اور اسے اس بارے میں صراحت والی بتلاتے ہیں' یہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے تمام قرابت داروں کو شامل ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' عکرمہ' حسن' قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے حلیفوں کے باہم وارث بننے کی اور بھائی چارے پر وارث بننے کی جو پہلے دستور تھا پس یہ علماء فرائض کے ذوی الارحام کو شامل ہوگی خاص نام کے ساتھ۔ اور جو انہیں وارث نہیں بناتے ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں۔ سب سے قوی یہ حدیث ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دلوا دیا ہے پس کسی وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں'' ❸ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی حقدار ہوتے تو ان کے بھی حصے مقرر ہو جاتے جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سورۂ انفال کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ پر ہمارا بھروسہ ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

تفسیر سورۂ توبہ

مشرکین سے اعلان براءت: [آیت:۱-۲] یہ سورت سب سے آخر رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے۔ بخاری شریف میں ہے سب سے آخر آیت ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ﴾ ❹ اتری اور سب سے آخر سورت سورۂ براءۃ اتری ہے۔ ❺ اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر کے اسے قرآن میں نہیں لکھا تھا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے جو آپ نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ براءت کو جو مئین میں سے ہے ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں

❶ المعجم الصغير ٨٧٤۔ ❷ اس کا حکم سورۃ الانفال آیۃ نمبر۷۲ کے تحت گزر چکا ہے۔

❸ ابوداود، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الوصية للوارث ٢٨٧٠؛ وهو حسن، ترمذي ٢١٢٠؛ ابن ماجه ٢٨١٣؛ مسند الطيالسي ١١٢٧؛ احمد، ٥/ ٢٦٧؛ بيهقي، ٦/ ٢٦٤۔ ❹ ٤/ النسآء: ١٧٦۔

❺ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة براءة باب قوله (براءة من الله ورسوله إلى الذين......) ٤٦٥٤؛ صحيح مسلم ١٦١٨۔

میں انہیں رکھا؟ آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور اکرم ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اتری تھیں۔ جب آیت اترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو جس میں یہ ذکر ہے سورۂ انفال مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۂ براءت سب سے آخر میں اتری تھی بیانات دونوں کے ملتے جلتے تھے مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو۔ حضور اکرم کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے اس لئے میں نے دونوں سورتوں کو متصل لکھا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور سات پہلی لمبی سورتوں میں انہیں رکھا۔ ❶ اس سورت کا ابتدائی حصہ اس وقت اترا جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آ رہے تھے۔ حج کا زمانہ تھا۔ مشرکین اپنی عادت کے مطابق حج میں آ کر بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے آپ ﷺ ان میں خلا ملا ہونا ناپسند فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امام بنا کر اس سال مکہ مکرمہ روانہ فرمایا کہ ''مسلمانوں کو احکام حج سکھائیں اور مشرکوں مین اعلان کر دیں وہ آئندہ سال حج کو نہ آئیں اور سورۂ براۃ کا بھی عام لوگوں میں اعلان کر دیں'' آپ کے پیچھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ آپ کا پیغام بحیثیت آپ کی نزدیکی قرابت داری کے آپ بھی پہنچا دیں، جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان آ رہا ہے، ان شاء اللہ۔ پس فرمان ہے کہ یہ بے تعلقی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے۔ بعض تو کہتے ہیں یہ اعلان اس عہد و پیمان کے متعلق ہے جن سے کوئی وقت معین نہ تھا یا جن سے عہد چار ماہ سے کم کا تھا لیکن جن کا لمبا عہد تھا وہ بدستور باقی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ ﴿فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ﴾ ❷ ان کی پوری مدت ہونے تک تم ان سے ان کا عہد نبھاؤ۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہم سے جن کا عہد و پیمان ہے ہم اس پر مقررہ وقت تک پابندی سے قائم ہیں۔'' گو اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن سب سے اچھا اور سب سے قوی قول یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے عہد ہو چکا تھا ان کے لئے چار ماہ کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے مقرر کی اور جن سے عہد نہ تھا ان کے لئے حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کی حد بندی مقرر کر دی یعنی دس ذی الحجہ سے محرم ختم تک پچاس دن۔ اس مدت کے بعد حضور اکرم ﷺ کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ اور جن سے عہد ہے وہ دس ذی الحجہ کے اعلان کے دن سے لے کر بیس ربیع الآخر تک اپنی تیاری کر لیں پھر اگر چاہیں مقابلے پر آ جائیں۔ یہ واقعہ ۹ ھ کا ہے آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تیس یا چالیس آیتیں قرآن کی اس سورت کی دے کر بھیجا کہ آپ چار ماہ کی مدت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے ان کے ڈیروں میں گھروں میں منزلوں میں جا جا کر یہ آیتیں انہیں سنا دیں اور ساتھ ہی سرکار نبوت ﷺ کا یہ حکم بھی سنا دیا کہ اس سال کے بعد حج کے لئے کوئی مشرک نہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا شخص نہ کرے۔ ❸ قبیلہ خزاعہ قبیلہ مدلج اور دوسرے سب قبائل کے لئے بھی یہی اعلان تھا۔ تبوک سے آ کر آپ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا تھا، لیکن مشرکوں کا وہاں آنا اور ان کا ننگے ہو کر وہاں کا طواف کرنا آپ ﷺ کو ناپسند تھا اس لئے حج نہ کیا اور اس سال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے ذی المجاز کے بازاروں میں اور ہر گلی کوچے اور ہر ہر پڑاؤ اور میدان میں اعلان کیا کہ چار مہینے تک کی تو شرک کو اور مشرک کو مہلت ہے ❹ اس کے بعد ہماری اسلامی تلوار اپنا جوہر دکھائے گی بیس دن ذی الحجہ کے، محرم پورا، صفر پورا، اور ربیع الاول پورا اور دس دن ربیع الآخر کے۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شوال سے محرم تک کی ڈھیل تھی لیکن یہ قول غریب =

---

❶ ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب من جھر بھا ۷۸۶ وسندہ حسن، حسن ترمذی ۳۰۸۶؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۸۰۰۷؛ احمد، ۱/ ۵۷۔ ❷ ۹/ التوبۃ: ٤۔

❸ الطبری ٤/ ۱۰۰ یہ روایت مرسل ہے۔ ❹ ایضاً یہ روایت مرسل ہے۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے' اور اس کا رسول ﷺ بھی' اگر اب بھی تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے' کافروں کو دکھ کی مار کی خبر پہنچا دے۔[۳]

= ہے اور سمجھ سے بھی بالاتر ہے کہ حکم پہنچنے سے پہلے ہی مدت شماری کیسے ہو سکتی ہے۔

حج اکبر سے کیا مراد ہے؟ [آیت:۳] اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عام اعلان ہے اور ہے بھی بڑے حج کے دن یعنی عید قربان کو جو حج کے تمام دنوں سے بڑا اور افضل دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری الذمہ بیزار اور الگ ہیں اگر اب بھی تم گمراہی اور شرک و برائی چھوڑ دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے توبہ کر لو نیک بن جاؤ' اسلام قبول کر لو شرک و کفر چھوڑ دو اور اگر تم نے نہ مانا اپنی ضلالت پر قائم رہے تو تم نہ اب اللہ تعالیٰ کے قبضے سے باہر ہو نہ آئندہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کو دبا سکتے ہو وہ تم پر قادر ہے تمہاری چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں وہ کافروں کو دنیا میں بھی سزا کرے گا اور آخرت میں بھی عذاب کرے گا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قربانی والے دن ان لوگوں میں جو اعلان کے لئے بھیجے گئے تھے بھیجا ہم نے منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کوئی شخص ننگا ہو کر نہ کرے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سورۂ براءۃ کا اعلان کر دیں پس آپ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ عید کے دن انہیں احکام کی منادی کی۔ ❶ حج اکبر کا دن بقر عید کا دن ہے کیونکہ لوگ حج اصغر بولا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کے بعد حجۃ الوداع میں ایک بھی مشرک حج کو نہیں آیا تھا۔ ❷ حنین کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا تھا پھر اس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو منادی کے لئے روانہ فرمایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ براءت کا اعلان کر دیں۔ امیر حج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد بھی حضرت ابوبکر الصدیق ہی رہے۔ لیکن اس روایت میں غربت ہے۔ عمرۂ جعرانہ والے سال امیر حج حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ۹ھ میں امیر حج تھے۔ مسند کی روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں تھا۔ ہم نے پکار پکار کر منادی کر دی کہ جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے بیت اللہ کا طواف آئندہ سے کوئی شخص عریانی کی حالت میں نہیں کر سکے گا۔ جن کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں ان کی مدت آج سے چار ماہ کی ہے اس مدت کے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اس سال کے بعد کسی کافر کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب (وأذان من اللہ ورسولہ......) ٤٦٥٦؛ صحیح مسلم ١٣٤٧ مختصراً؛ ابوداود ١٩٤٦؛ مسند ابی یعلی ٧٦۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ، باب کیف ینبذ إلی أهل العهد ٣١٧٧۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ منادی کرتے کرتے میرا گلا بیٹھ گیا۔ ❶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز بیٹھ جانے کے بعد میں نے منادی شروع کر دی تھی۔ ایک روایت میں ہے جس سے عہد ہے اس کی مدت وہی ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ یہ جملہ کسی راوی کے وہم کی وجہ سے نہ ہو۔ کیونکہ مدت کے بارے میں اس کے خلاف بہت سی روایتیں ہیں۔ مسند میں ہے کہ براءت کا اعلان کرنے کو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ ذوالحلیفہ پہنچے ہوں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ اعلان تو یا میں خود کروں گا یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص کرے گا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ❷ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۂ براءت کی دس آیتیں جب اتریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا انہیں لے جاؤ اہل مکہ کو سناؤ۔ پھر مجھے یاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ''تم جاؤ ابوبکر سے ملو جہاں بھی وہ ملیں ان سے کتاب لے لینا اور مکہ والوں کے پاس جا کر انہیں پڑھ کر سنانا۔'' میں چلا جحفہ میں جا کر ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کتاب لے لی۔ آپ واپس لوٹے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میرے بارے میں کوئی آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں جبریل میرے پاس آئے اور فرمایا کہ یا تو یہ پیغام خود آپ پہنچایئے یا اور کوئی شخص جو آپ میں سے ہو۔'' ❸ اس سند میں ضعف ہے اور اس سے یہ مراد بھی نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی وقت لوٹ آئے نہیں بلکہ آپ نے اپنی سرداری میں وہ حج کرایا حج سے فارغ ہو کر پھر واپس آئے جیسے کہ اور روایتوں میں صراحتاً مروی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام رسانی کا ذکر کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کیا کہ میں عمر کے لحاظ سے اور تقریر کے لحاظ سے اپنے میں کمی پاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لیکن ضرورت اس کی ہے کہ اسے یا تو میں آپ پہنچاؤں یا تو پہنچائے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہی ہے تو لیجئے میں جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جاؤ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت رکھے اور تیرے دل کو ہدایت دے۔ پھر اپنا ہاتھ ان کے منہ پر رکھا۔'' ❹ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حج کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بات پہنچانے بھیجا تھا؟ آپ نے اوپر والی چاروں باتیں بیان فرمائیں۔ ❺ مسند احمد وغیرہ میں یہ روایت کئی طریق سے آئی ہے اس میں لفظ یہ ہیں کہ جن سے معاہدہ ہے وہ جس مدت تک ہے اسی تک رہے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے کہا کہ آپ حج میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے ہیں کاش کہ یہ پیغام بھی انہیں پہنچا دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسے تو کوئی میرے گھر والا ہی پہنچائے گا۔'' اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے انہیں راستے میں دیکھ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ سردار ہو یا ماتحت؟ فرمایا نہیں میں تو ماتحت ہوں۔ وہاں جا کر آپ نے حج کا انتظام کیا اور عید والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ احکام پہنچائے۔ پھر یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پس مشرکین میں سے جن سے عام عہد تھا ان کے لئے تو چار ماہ کی مدت ہو

❶ احمد، ۲/ ۲۹۹ وسندہ ضعیف، دارمی، ۱/ ۳۳۲؛ ابن حبان، ۳۸۰۹؛ حاکم، ۲/ ۳۳۱۔

❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، ۳۰۹۰ وسندہ حسن، احمد، ۳/ ۲۱۲۔

❸ احمد، ۱/ ۱۵۱ زوائد عبداللہ بن احمد حنبل وسندہ ضعیف محمد بن جابر ضعیف مشہور، مجمع الزوائد، ۷/ ۳۲۔

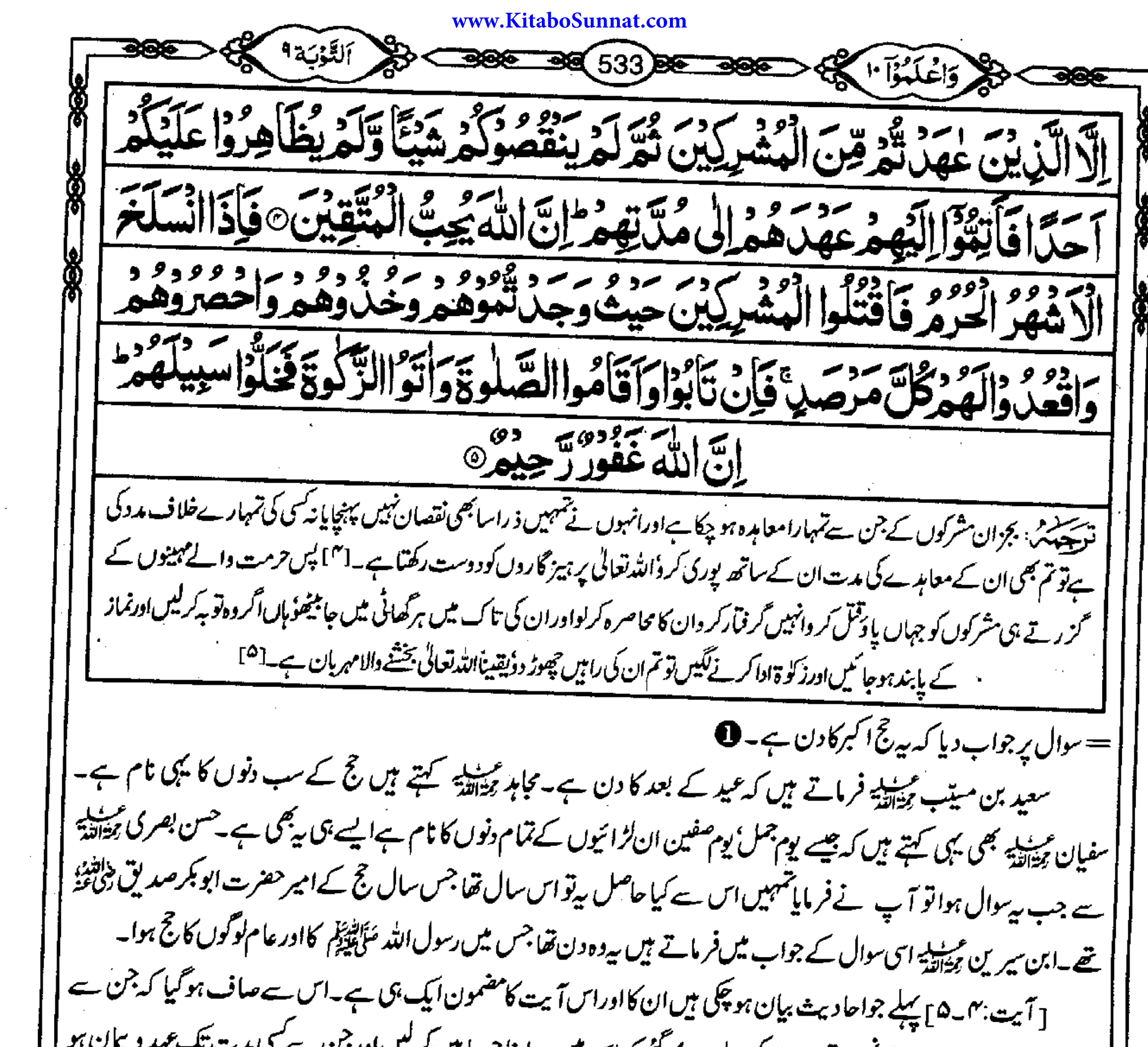
❹ احمد، ۱/ ۱۵۰ وسندہ ضعیف۔ ❺ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، ۳۰۹۲ وھو صحیح احمد، ۱/ ۷۹؛ حاکم، ۳/ ۵۲؛ مسند ابی یعلی ۴۵۲۔

گئی باقی جس سے جتنا عہد تھا وہ بدستور رہا۔ ❶ اور روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور مجھے ان کے پاس چالیس آیتیں سورۂ براءت کی دے کر بھیجا تھا۔ آپ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اٹھئے اور سرکار رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لوگوں کو سنا دیجئے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ان چالیس آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر لوٹ کر منیٰ میں آ کر جمرہ پر کنکریاں پھینکیں اونٹ نحر کیا سر منڈوایا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ سب حاجی اس خطبے کے وقت موجود نہ تھے۔ اس لئے میں نے ڈیروں میں اور خیموں میں اور پڑاؤ میں جا جا کر منادی شروع کر دی میرا خیال ہے شاید اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو گیا یہ دسویں تاریخ کا ذکر ہے حالانکہ اصل پیغام نویں کو عرفہ کے دن پہنچا دیا گیا تھا۔

ابو اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابو جحیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حج اکبر کا کونسا دن ہے؟ آپ نے فرمایا عرفے کا دن۔ میں نے کہا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا ہوا۔ فرمایا سب کچھ یہی ہے۔ عطاء رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں پس اس دن کوئی روزہ نہ رکھے۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے بعد حج کیا مدینے پہنچا اور پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے مدینے والوں سے پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ تو انہوں نے آپ کا نام لیا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ فرمایئے کہ عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لو میں تمہیں اپنے سے ایک سو درجے بہتر شخص کو بتاؤں وہ عمر رضی اللہ عنہ یا ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں وہ اس روزے سے منع فرماتے تھے اور اسی دن کو حج اکبر فرماتے تھے (ابن ابی حاتم وغیرہ) اور بھی بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ حج اکبر سے مراد عرفے کا دن ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی ہے کہ "آپ نے اپنے عرفے کے خطبے میں فرمایا یہی حج اکبر کا دن ہے۔" ❷ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بقرعید کا دن ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بقرعید والے دن اپنے سفید خچر پر سوار جا رہے تھے جو ایک شخص نے آ کر لگام تھام لی اور یہی پوچھا آپ نے فرمایا "حج اکبر کا دن آج ہی کا دن ہے لگام چھوڑ دے۔" عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عید کے خطبے میں فرمایا آج ہی کا دن یوم الاضحیٰ ہے۔ آج ہی کا دن یوم النحر ہے آج ہی کا دن حج اکبر کا دن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے اور بھی بہت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ حج اکبر بقرعید کا دن ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالے سے پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منادی کرنے والوں کو منیٰ میں عید کے دن بھیجا تھا۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمروں کے پاس دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ٹھہرے اور فرمایا "یہی دن حج اکبر کا دن ہے۔" اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سرخ رنگ کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ "جانتے بھی ہو آج کیا دن ہے؟" لوگوں نے کہا قربانی کا دن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سچ ہے یہی دن حج اکبر کا ہے۔" ❸ اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے لوگ اس کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ یہ "کونسا دن ہے جانتے ہو؟" ہم اس خیال سے خاموش ہو گئے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کوئی اور ہی نام بتلائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا یہ حج اکبر کا دن نہیں؟" اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے =

---

❶ الطبری، ١٤/ ١٠٧۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة ایام منی تحت، رقم:١٧٤٢؛ ابو داود ١٩٤٥؛ ابن ماجه ٣٠٥٨۔ ❸ الطبری، ١٤/ ١٢٥۔



إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾

ترجمہ: بجز ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا نہ کسی کی تمہارے خلاف مدد کی ہے تو تم بھی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ پوری کرو اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔[۴] پس حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انہیں گرفتار کرو ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔[۵]

= سوال پر جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ ❶

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عید کے بعد کا دن ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حج کے سب دنوں کا یہی نام ہے۔ سفیان رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جیسے یوم جمل، یوم صفین ان لڑائیوں کے تمام دنوں کا نام ہے ایسے ہی یہ بھی ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ سوال ہوا تو آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا حاصل یہ تو اس سال تھا جس سال حج کے امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں یہ وہ دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور عام لوگوں کا حج ہوا۔

[آیت:۴۔۵] پہلے جو احادیث بیان ہو چکی ہیں ان کا اور اس آیت کا مضمون ایک ہی ہے۔ اس سے صاف ہو گیا کہ جن سے مطلقاً عہد و پیمان ہوئے تھے انہیں تو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اس میں وہ اپنا جو چاہیں کرلیں اور جن سے کسی مدت تک عہد و پیمان ہو چکے ہیں وہ سب عہد ثابت ہیں بشرطیکہ وہ لوگ معاہدے کی شرائط پر قائم رہیں نہ مسلمانوں کو خود کوئی ایذا پہنچائیں نہ ان کے دشمنوں کی کمک اور امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ وعدوں کے پورے لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

جہاد اور حرمت والے مہینے: حرمت والے مہینوں سے مراد یہاں وہ چار مہینے ہیں جن کا ذکر آیت ﴿مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ ❷ میں ہے پس ان کے حق میں آخری حرمت والا مہینہ محرم الحرام کا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے لیکن اس میں ذرا تامل ہے بلکہ مراد اس سے یہاں وہ چار مہینے ہیں جن میں مشرکین کو پناہ ملی تھی کہ ان کے بعد تم سے لڑائی ہے۔ چنانچہ خود اسی سورت میں اس کا بیان اور آیت میں آ رہا ہے۔ فرماتا ہے ان چار ماہ کے بعد مشرکوں سے جنگ کرو انہیں قتل کرو انہیں گرفتار کرو جہاں بھی پالو۔ پس یہ عام ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے حرم میں لڑائی نہیں ہو سکتی جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ❸ مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا نہ کریں۔ اگر یہ وہاں تم سے لڑیں تو پھر تمہیں بھی ان سے

❶ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی تحریم الدماء والأموال ۲۱۵۹ وسندہ حسن، ابن ماجہ ۳۰۵۵۔

❷ ۹/ التوبۃ:۳۶۔ ❸ ۲/ البقرۃ:۱۹۱۔

لڑائی کرنے کی اجازت ہے چاہو قتل کرو چاہو قید کر لو ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو ان کے لئے ہر گھاٹی میں بیٹھ کر تاک لگاؤ انہیں زد پر لا کر مارو۔ یعنی یہی نہیں کہ مل جائیں تو جھڑپ ہو جائے خود چڑھ کر جاؤ۔ ان کی راہیں بند کر دو اور انہیں مجبور کر دو کہ یا تو اسلام لائیں یا لڑیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کر لیں' پابند نماز ہو جائیں' زکوٰۃ دینے لگیں تو بے شک ان کی راہیں کھول دو ان پر سے تنگیاں اٹھا لو۔ زکوٰۃ کے مانعین سے جہاد کرنے کی اسی جیسی آیتوں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دلیل لی تھی کہ لڑائی اس شرط پر حرام ہے کہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام کے واجبات بجا لائیں۔ اس آیت میں ارکان اسلام کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے اعلیٰ پھر ادنیٰ پس شہادت کے بعد سب سے بڑا رکن اسلام نماز ہے جو اللہ عزوجل کا حق ہے۔ نماز کے بعد زکوٰۃ جس کا نفع فقیروں' مسکینوں' محتاجوں کو پہنچتا ہے اور مخلوق کا زبردست حق جو انسان کے ذمے ہے ادا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو اکثر نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد جاری رکھوں۔ جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ کوئی معبود بجز اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔'' الخ۔ ❶

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے آپ کی فقہ سب سے بڑھی ہوئی تھی جو آپ نے زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ بجز اللہ تعالیٰ برحق کے اور کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ ان دونوں باتوں کا اقرار کر لیں ہمارے قبلے کی طرف منہ کر لیں' ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں' ہم جیسی نمازیں پڑھنے لگیں تو ہم پر ان کے خون' ان کے مال حرام ہیں مگر احکام اسلام حق کے ماتحت انہیں ہر وہ حق حاصل ہے جو اور مسلمانوں کا ہے اور ان کے ذمے ہر وہ چیز ہے جو اور مسلمانوں کے ذمے ہے' ❷ یہ روایت صحیح بخاری میں اور سنن میں بھی ہے سوائے ابن ماجہ کے۔ ابن جریر میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کی خالص عبادت کرتا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ اس حال میں جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو گا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے اسی کو تمام پیغمبر علیہم السلام لائے تھے اور اپنے رب کی طرف سے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا تھا اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہش ادھر ادھر لگ جائیں۔ اس کی سچائی کی شہادت اللہ تعالیٰ کی آخری وحی میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ پس توبہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد برحق کے سوا اوروں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں نمازوں اور زکوٰۃ کے پابند ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے کہ ان تینوں کاموں کے بعد وہ تمہارے دینی برادر ہیں۔ ❸، ❹ ضحاک رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ تلوار کی آیت ہے اس نے ان تمام عہد و پیمان کو چاک کر دیا جو مشرکوں سے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ براءت کے نازل ہونے پر چار مہینے گزر جانے کے بعد کوئی عہد و ذمہ باقی نہیں رہا' ❺ پہلی شرطیں برابری کے ساتھ توڑ دی گئیں اب اسلام اور جہاد باقی رہ گیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ﴿فان تابوا واقاموا الصلاة واتوا الزكوٰة فخلوا سبيلهم......﴾ ۲۵؛ صحیح مسلم، ۲۲؛ ابن حبان ۱۷۵؛ بیهقی، ۳/ ۳۶۷۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة، ۳۹۲؛ ابوداود ۲۶۴۱؛ ترمذی ۲۶۰۸؛ احمد، ۳/ ۱۹۹؛ ابن حبان ۵۸۹۵۔ ❸ ۹/ التوبة: ۱۱۔

❹ وسنده ضعيف۔ ❺ الطبری، ۱۴/ ۱۳۳۔



وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶

ترجمہ: اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دیا کر یہاں تک کہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں۔ [۶]

=فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ بھیجا ایک تو مشرکین عرب میں' فرماتا ہے ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ یہ روایت اسی طرح مختصراً ہے۔ میرا خیال ہے کہ دوسری تلوار اہل کتاب میں' فرماتا ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ❶ اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ لانے والوں اور اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہ ماننے والوں اور اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو قبول نہ کرنے والوں سے جو اہل کتاب ہیں جہاد کرو تاوقتیکہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول نہ کرلیں۔ تیسری تلوار منافقوں میں' فرمان ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ❷ اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں' ارشاد ہے ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ ❸ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو پھر بھی اگر کوئی جماعت دوسری کو دباتی چلی جائے تو ان باغیوں سے تم لڑو جب تک کہ وہ پلٹ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی ماتحتی میں نہ آ جائیں۔ ضحاک اور سدی رحمہم اللہ کا قول ہے کہ یہ آیت تلوار آیت ﴿فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ ❹ سے منسوخ ہے یعنی بطور احسان کے یا فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ دو۔ قتادہ رحمہ اللہ علیہ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ پچھلی آیت پہلی آیت سے منسوخ ہے۔

کفار کے سفیروں' قاصدوں' پناہ گزینوں کا احترام: [آیت:۶] اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ جن کافروں سے آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن طلب کرے تو آپ اس کی خواہش پوری کر دیں اسے امن دیں یہاں تک کہ وہ قرآن کریم سن لے' آپ ﷺ کی باتیں سن لے دین کی تعلیم معلوم کرے حجت الٰہی پوری ہو جائے پھر اپنی امن میں ہی اسے اس کے وطن پہنچا دو بے خوفی کے ساتھ یہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے ممکن ہے کہ سوچ سمجھ کر حق کو قبول کرلے۔ یہ اس لئے کہ یہ بے علم لوگ ہیں انہیں دینی معلومات بہم پہنچاؤ اللہ تعالیٰ کی دعوت اس کے بندوں کے کانوں تک پہنچا دو۔ مجاہد رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو تیرے پاس دینی باتیں سننے کے لئے آئے خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو وہ امن میں ہے یہاں تک کہ کلام اللہ سنے پھر جہاں سے آیا ہے وہاں با امن پہنچ جائے۔ ❺ اسی لئے حضور اکرم ﷺ اسے جو دین سمجھنے کے لئے آئے اور اسے جو پیغام لے کر آئے امن دے دیا کرتے تھے حدیبیہ والے سال یہی ہوا قریش کے جتنے قاصد آئے یہاں انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ عروہ بن مسعود' مکرز بن حفص سہیل بن عمرو وغیرہ یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہاں آ کر انہیں وہ شان نظر آئی جو قیصر و کسریٰ کے دربار میں بھی نہ تھی یہی انہوں نے اپنی قوم سے کہا پس یہ چیز بھی بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قاصد جب حضور اکرم کی بارگاہ میں پہنچا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ ''کیا تم مسیلمہ کی رسالت کے قائل ہو؟'' اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے =

❶ ۹/ التوبۃ:۲۹۔ ❷ ۹/ التوبۃ:۷۳۔ ❸ ۴۹/ الحجرات:۹۔

❹ ۴۷/ محمد:۴۔ ❺ الطبری، ۱۴/ ۱۳۹۔



ترجمہ: مشرکوں کا عہد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کیسے رہ سکتا ہے مگر جن سے تم نے عہد و پیمان مسجد حرام کے پاس کیا ہے' جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نبھائیں تم بھی ان سے وفاداری کرو اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔[۷] ان کے وعدوں کا کیا اعتبار ان کا اگر تم پر غلبہ ہو جائے تو نہ تو یہ قرابتداری کا خیال کریں نہ عہد و پیمان کا' اپنی زبانوں سے' تو تمہیں پرچا رہے ہیں لیکن دل نہیں مانتے ان میں سے اکثر تو فاسق ہیں۔[۸]

= فرمایا: ''اگر قاصدوں کا قتل میرے نزدیک ناجائز نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔'' آخر یہ شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں امارت کے زمانے میں قتل کر دیا گیا۔ اسے ابن النواحہ کہا جاتا تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ مسیلمہ کا ماننے والا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور فرمایا اب تو قاصد نہیں ہے اب تیری گردن مارنے سے کوئی امر مانع نہیں' اسے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر ہو۔ ❶

الغرض دار الحرب سے جو قاصد آئے یا تاجر آئے یا صلح کا طالب آئے یا آپس میں اصلاح کے ارادے سے آئے یا جزیہ لے کر حاضر ہو امام یا نائب امام نے اسے امن و امان دے دیا ہو تو جب تک وہ دار الاسلام میں رہے جب تک اپنے وطن میں نہ پہنچ جائے اسے قتل کرنا حرام ہے۔ علما کہتے ہیں ایسے شخص کو دار الاسلام میں سال بھر تک نہ رہنے دیا جائے' زیادہ سے زیادہ وہ چار ماہ تک یہاں ٹھہر سکتا ہے۔ پھر چار ماہ سے زیادہ اور سال بھر کے اندر کے دو قول امام شافعی وغیرہ علما کے ہیں رحمہم اللہ۔

مسلمان مشروط طور پر عہد کی پابندی کریں: [آیت:۷۔۸] اوپر والے حکم کی حکمت بیان ہو رہی ہے کہ چار ماہ کی مہلت دینے پر لڑائی کی اجازت دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے شرک و کفر کو چھوڑنے والے اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہنے والے ہی نہیں ہاں صلح حدیبیہ جب تک ان کی طرف سے نہ ٹوٹے تم بھی نہ توڑنا۔ یہ صلح دس سال کے لئے ہوئی تھی' ماہ ذی القعدہ ۶ ھ سے حضور ﷺ نے اس معاہدے کو نبھایا یہاں تک کہ قریشیوں کی طرف سے معاہدہ توڑا گیا ان کے حلیف بنو بکر نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف خزاعہ پر چڑھائی کی بلکہ حرم میں بھی انہیں قتل کیا اس بنا پر رمضان المبارک ۸ ھ میں حضور ﷺ نے ان پر چڑھائی کی' رب العالمین نے مکہ آپ ﷺ کے ہاتھوں فتح کرایا اور انہیں آپ ﷺ کے بس میں کر دیا' (وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ) لیکن آپ ﷺ نے باوجود غلبہ اور قدرت کے ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا سب کو آزاد کر دیا۔ انہی لوگوں کو طلقا کہتے ہیں یہ تقریباً دو ہزار تھے جو کفر پر بھی باقی رہے اور ادھر ادھر ہو گئے۔ رحمۃ للعالمین نے سب کو عام پناہ دے دی اور انہیں مکہ شریف میں آنے اور یہاں اپنے =

❶ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الرسل ۲۷۶۱ وسنده حسن ۲۷۶۲ وسنده ضعیف ابواسحاق مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں السنن الکبریٰ للنسائی، ۸۶۷۵؛ احمد، ۱/ ۳۸۳؛ ابن حبان ۴۸۷۹؛ مشکل الآثار ۲۸۶۲۔



اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو بہت کم قیمت پر بیچ دیا اور اس کی راہ سے اٹک گئے بہت برا ہے جو یہ کر رہے ہیں[۹] یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتہ داری کا یا عہد کا مطلق لحاظ نہیں کرتے، یہ ہیں ہی حد سے گزرنے والے[۱۰] اب بھی اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ دیتے رہیں، تو تمہارے دینی بھائی ہیں، ہم تو جاننے والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں۔[۱۱]

= مکانوں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ چار ماہ تک وہ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ انہی میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ تھے پھر اللہ نے ان کی رہبری کی اور انہیں اسلام نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر اندازے کے کرنے میں اور ہر کام کے کرنے میں تعریفوں والا ہی ہے۔

کافر وعدہ کے پابند نہیں بلکہ وسائل کے منتظر ہیں: اللہ تعالیٰ کافروں کے مکر و فریب اور ان کی دلی عداوت سے مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ ان کی دوستی اپنے دل میں نہ رکھیں نہ ان کے قول و قرار پر مطمئن رہیں ان کا کفر و شرک انہیں وعدوں کی پابندی پر رہنے نہیں دیتا۔ یہ تو وقت کے منتظر ہیں ان کا بس چلے تو یہ تو تمہیں کچے چبا ڈالیں نہ قرابت داری کو دیکھیں نہ وعدوں کی پاس داری کریں ان سے جو ہو سکے وہ تکلیف تم پر توڑیں اور خوش ہوں۔ ﴿اِلًّا﴾ کے معنی قرابت داری کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں۔ ❶ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر میں بھی ہیں۔ اور معنی کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے غلبہ کے وقت اللہ تعالیٰ کا بھی لحاظ نہ کریں گے نہ کسی اور کا یہی لفظ ال ایل بن کر جبریل، میکائیل اور اسرافیل میں آیا یعنی اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہے لیکن پہلا قول ہی ظاہر اور مشہور ہے اور اکثر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مراد عہد ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مراد قسم ہے۔

مشرک اگر توبہ کر کے سچے مسلمان بن جائیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں: [آیت:۹-۱۱] مشرکوں کی مذمت کے ساتھ ہی مسلمانوں کو ترغیب جہاد دی جا رہی ہے کہ ان کافروں نے دنیائے خسیس کو آخرت نفیس کے بدلے پسند کر لیا ہے خود راہ الٰہی سے رک کر مومنوں کو بھی ایمان سے روک رہے ہیں ان کے اعمال بہت ہی بد ہیں یہ تو مومنوں کو نقصان پہنچانے کے ہی درپے ہیں نہ انہیں رشتے داری کا خیال نہ معاہدے کا پاس۔ یہ تو حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ہاں اب بھی سچی توبہ اور نماز و زکوۃ کی پابندی انہیں تمہارا بنا سکتی ہے۔ چنانچہ بزار کی حدیث میں ہے کہ ''جو دنیا کو اس حال میں چھوڑے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادتیں خلوص کے ساتھ کر رہا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو نماز و زکوۃ کا پابند ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر ملے گا۔'' یہی اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جسے انبیا علیہم السلام لاتے رہے اور اسی کی تبلیغ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کرتے رہے اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں بڑھ جائیں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں یعنی بتوں کو اور بت پرستی کو چھوڑ دیں اور نمازی اور زکوۃ دینے والے بن جائیں تو تم ان =

❶ الطبری، ١٤/ ١٤٦۔

وَإِنْ نَّكَثُوْٓا أَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَآ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿١٢﴾ أَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِإِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِأَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۚ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٥﴾

ترجمہ: اگر یہ لوگ عہد و پیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں' اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے بھڑ جاؤ ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آ جائیں۔ [۱۲] تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے جو اپنی قسموں کو توڑ دیتے ہیں اور پیغمبر کو جلاوطن کرنے کی فکر میں رہیں اور خود ہی اول بار تم سے چھیڑ کریں' کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایماندار ہو۔ [۱۳] ان سے تم جنگ کرو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب کرے گا انہیں ذلیل و رسوا کرے گا تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دل کا غم و غصہ دور کرے گا' [۱۴] اور جس کی طرف چاہے گا رحمت سے توجہ فرمائے گا' اللہ تعالیٰ جانتا بوجھتا حکمت والا ہے۔ [۱۵]

= کے راستے چھوڑ دو۔ ❶ اور آیت میں ہے کہ پھر یہ تو تمہارے دینی بھائی ہیں' ❷ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال سے تو مرفوع حدیث وہیں پر ختم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے رضامند ہو کر ملے گا' اس کے بعد کا کلام راوی حدیث ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

بدعہدی اور طعنہ زنی کرنے والوں کو دندان شکن جواب دو: [آیت:۱۲۔۱۵] اگر یہ مشرک اپنی قسموں کو توڑ کر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر اعتراض کرنے لگیں تو تم ان کے کفر کے سروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی لئے علما نے کہا ہے کہ جو حضور ﷺ کو گالیاں دے دین میں عیب جوئی کرے اس کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ ان کی قسمیں محض بے اعتبار ہیں۔ یہی طریقہ ان کے کفر و عناد سے روکنے کا ہے۔ ابوجہل' عتبہ' شیبہ' امیہ وغیرہ یہ سب سرداران کفر تھے۔ ایک خارجی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کہا کہ یہ کفر کے پیشواؤں میں سے ایک ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹا ہے میں تو ان میں سے ہوں جنہوں نے کفر کے پیشواؤں کو قتل کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت والے اس کے بعد قتل نہیں کئے گئے۔ ❸ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے گو سبب نزول کے اعتبار سے اس سے مراد مشرکین قریش ہیں لیکن حکماً یہ انہیں اور سب کو شامل ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تمہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ملیں گے جن کی چندھیا منڈی ہوئی ہو گی تو تم اسی شیطانی بیٹھک پر تلوار مار کر انہیں پرلے پار کرنا۔ واللہ ان میں سے ہر ایک کا قتل اور ستر لوگوں کے قتل سے مجھے =

❶ ۹/ التوبة:۵۔ ❷ حاکم، ۲/ ۳۳۱، ۳۳۲۔ ❸ أیضا، ۲/ ۳۳۲۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جٰهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِينَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمٰلُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾

ع ٢/٨

ترجمہ: کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے انہیں ممتاز نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ کے اور مومنوں کے سوا کسی کو ولی دوست نہیں بناتے' اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو۔[١٦] ناممکن ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی کریں وہ خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں' ان کے اعمال غارت و اکارت ہیں' اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں[١٧] اللہ کی مسجدوں کی رونق و آبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں نمازوں کے پابند ہوں زکوٰۃ دیتے ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں' یہی لوگ یقیناً راہ یافتہ ہیں۔[١٨]

= زیادہ پسند ہے اس لئے کہ فرمان رب ہے کفر کے اماموں کو قتل کرو ❶ (ابن ابی حاتم)

عہد شکن کفار سے ڈرنے کی بجائے ان پر سختی کا حکم: مسلمانوں کو پوری طرح جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے فرما رہا ہے کہ یہ عہد شکن قسمیں توڑنے والے کفار وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جلاوطن کرنے کی پوری طرح ٹھان لی تھی چاہتے تھے کہ قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا دیس نکالا دے دیں ان کے مکر سے اللہ تعالیٰ کا مکر کہیں بہتر تھا۔ ❷ صرف ایمان کی بنا پر دشمنی کر کے پیغمبر ﷺ کو اور مومنوں کو وطن سے خارج کرتے تھے بھڑ بھڑا کر اٹھ کھڑے ہو جاتے تھے کہ تجھے مکہ مکرمہ سے نکال دیں۔ برائی کی ابتدا بھی انہی کی طرف سے ہے۔ بدر کے دن لشکر لے کر نکلے معلوم ہو چکا کہ قافلہ بچ کر چلا گیا ہے۔ لیکن تاہم غرور و فخر سے ربانی لشکر کو شکست دینے کے ارادے سے مسلمانوں سے بھڑ گئے۔ جیسے کہ پورا واقعہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی اور اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے حلیفوں سے جنگ کی بنوبکر کی خزاعہ کے خلاف مدد کی اس خلاف وعدہ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ان پر لشکر کشی کی ان کی خوب سرکوبی کی اور مکہ فتح کر لیا' فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

فرماتا ہے کہ تم ان نجس لوگوں سے خوف کھاتے ہو۔ اگر تم مومن ہو تو تمہارے دل میں بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف نہ ہونا چاہئے وہی اس کے لائق ہے کہ اس سے ایماندار ڈرتے رہیں۔ اور آیت میں ہے ان سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو میرا غلبہ میری سلطنت میری سزا میری قدرت میری ملکیت بے شک اس قابل ہے کہ ہر وقت ہر دل میری ہیبت سے لرزتا رہے تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور کر گزرتا ہوں۔ میری منشا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت کا راز

❶ ابن ابی حاتم، ۷/ ۱۹۳۔ ❷ ۸/ الانفال: ۳۰۔

بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا جو عذاب چاہتا ان پر بھیج دیتا لیکن اس کی منشا یہ ہے کہ تمہارے ہاتھوں انہیں سزا دے ان کی بربادی تم آپ کرو تمہارے دل کی خوب بھڑاس نکل جائے اور تمہیں راحت و آرام شادمانی و کامرانی حاصل ہو یہ بات کچھ انہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام مؤمنوں کے لئے بھی ہے۔ خصوصاً خزاعہ کا قبیلہ جن پر خلاف عہد قریش اپنے حلیفوں میں مل کر چڑھ دوڑے ان کے دل اسی وقت ٹھنڈے ہوں گے ان کے غبار اسی وقت ڈھلیں گے جب مسلمانوں کے ہاتھوں کافر نیچے ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غضب ناک ہو جاتیں تو آپ ﷺ ان کی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے اے عویش! یہ دعا کرو ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْ ذَنْبِيْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ.)) اے اللہ محمد ﷺ کے پروردگار میرے گناہ بخش اور میرے دل کا غصہ دور کر اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچالے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہے توبہ قبول فرما لے وہ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے خوب آگاہ ہے اپنے تمام کاموں میں اپنے شرعی احکام میں اپنے تمام حکموں میں حکمت والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے وہ عادل و حاکم ہے ظلم سے پاک ہے ایک ذرے برابر بھلائی برائی ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیتا ہے۔

جہاد اور مسلمانوں کا امتحان: [آیت:۱۶۔۱۸] یہ ناممکن ہے کہ امتحان بغیر مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں سچے جھوٹے کو ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ ولیجہ کے معنی بھیدی اور دخل دینے والے کے ہیں۔ پس سچے وہ ہیں جو جہاد میں آگے بڑھ کر حصہ لیں اور ظاہر باطن میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی اور حمایت کریں۔ ایک قسم کا بیان دوسری قسم کو ظاہر کر دیتا تھا اس لئے دوسری قسم کے لوگوں کا بیان چھوڑ دیا ایسی عبارتیں شاعروں کے شعروں میں بھی ہیں۔ اور جگہ قرآن کریم میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش ہوگی ہی نہیں حالانکہ اگلے مؤمنوں کی بھی ہم نے آزمائش کی یاد رکھو اللہ تعالیٰ سچے اور جھوٹوں کو ضرور الگ الگ کر دے گا۔ ❶ اور آیت میں اسی مضمون کو ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ❷ کے لفظوں سے بیان فرمایا ہے اور آیت میں ہے ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ❸ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تم مؤمنوں کو تمہاری حالت پر ہی چھوڑ دے اور امتحان کر کے یہ نہ معلوم کر لے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے؟ پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے۔ گو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے جو ہو گا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہوا وہ جب ہو گا تب کس طرح ہو گا یہ بھی وہ جانتا ہے چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم حاصل ہے اور ہر چیز کی حالت سے وہ واقف ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا' سچا جھوٹا ظاہر کر دے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے نہ اس کی قضا و قدر و ارادے کو کوئی بدل سکتا ہے۔

مساجد اہل ایمان ہی آباد کرتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی کرنے والے بننا لائق ہی نہیں یہ مشرک ہیں اللہ تعالیٰ کے گھر سے انہیں کیا تعلق؟ ﴿مَسَاجِدَ﴾ کو ﴿مَسْجِدَ﴾ بھی پڑھا ہے پس مراد مسجد حرام ہے جو روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے جو اول دن سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے جس کی بنیادیں خلیل اللہ نے رکھی تھیں۔ اور یہ لوگ مشرک ہیں حال و قال دونوں اعتبار سے۔ تم نصرانی سے پوچھو وہ صاف کہے گا میں نصرانی ہوں۔ یہود سے پوچھو وہ اپنی یہودیت کا اقرار کریں گے صابی سے پوچھو وہ بھی اپنا صابی ہونا اپنی زبان سے کہے گا مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے

---

❶ ۲۹/ العنکبوت:۲، ۳۔ ❷ ۳/ آل عمران:۱۴۲۔ ❸ ۳/ آل عمران:۱۷۹۔

اقراری ہیں ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے ناری ہیں۔ یہ تو مسجد حرام سے اوروں کو روکتے ہی ہیں یہ گو کہیں لیکن دراصل اللہ تعالیٰ کے اولیا نہیں اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔ ❶

ہاں مسجدوں کی آبادی مؤمنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں "جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو" پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ❷ اور حدیث میں ہے "مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں" ❸ اور حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔" ❹ اور حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب ہٹا لیتا ہوں۔" ❺ ابن عساکر میں ہے کہ "شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکری کو پکڑ لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو جماعت کو اور امام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔" ❻ اصحاب رسول اللہ کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں جو یہاں آئے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کی عزت کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آ کر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا یہ نمازی ہوتے ہیں بدنی عبادت نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت زکوٰۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں ان کی بھلائی اپنے لئے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کے لئے بھی ہوتی ہے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں یہی راہ یافتہ لوگ ہیں۔ موحد ایمان دار قرآن و حدیث کے ماتحت پانچوں نمازوں کے پابند صرف اللہ تعالیٰ کا خوف کھانے والے اس کے سوا دوسرے کی بندگی نہ کرنے والے ہی راہ یافتہ اور کامیاب اور مقصد ور ہیں۔ یہ یاد رہے کہ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ﴿عَسٰی﴾ ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں مثلاً فرمان ہے ﴿عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝﴾ ❼ تو مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضور اکرم ﷺ کا شافع محشر بننا یقینی چیز ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ﴿عَسٰی﴾ کلام اللہ میں حق و یقین کے لئے آتا ہے۔

---

❶ ۸/ الانفال:۳٤۔ ❷ ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ ۲٦۱۷ وسندہ ضعیف دراج کی ابوالھیثم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ ابن ماجہ ۸۰۲؛ احمد، ۳/ ٦۸؛ ابن حبان ۱۷۲۱؛ ابن خزیمہ، ۱۵۰۲؛ حاکم، ۱/ ۲۱۲۔
❸ وسندہ ضعیف۔ ❹ اس کی سند میں عثمان بن دینار ہے جسے امام ذہبی نے لاشی والخبر کذب بین کہا ہے۔ (المیزان، ۳/ ۳۳، رقم:۵۵۰۲) ❺ شعب الایمان ۹۰۵۱ اس کی سند میں بھی صالح المری ضعیف راوی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔
❻ احمد، ۵/ ۲۳۲، ۲۳۳ وسندہ ضعیف، حلیۃ الاولیاء، ۲/ ۲۵۷۔ ❼ ۱۷/ الاسرآء:۷۹۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: کیا تم نے حاجیوں کو پانی دینا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس کے برابر کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابری کے نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو راہ نہیں دکھاتا ہے'[١٩] جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا' وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے مرتبہ والے ہیں' اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں'[٢٠] انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضا مندی کی اور جنتوں کی ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے'[٢١] وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' اللہ تعالیٰ کے پاس یقیناً بہت بڑے ثواب ہیں۔[٢٢]

ایمان کے بغیر نیک اعمال بے فائدہ ہیں: [آیت:١٩۔٢٢] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافروں کا قول تھا کہ بیت اللہ شریف کی خدمت اور حاجیوں کے پانی پلانے کی سعادت بہتر ہے ایمان و جہاد سے۔ ہم چونکہ یہ دونوں خدمتیں انجام دے رہے ہیں اس لئے ہم سے بہتر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا فخر و غرور اور حق سے تکبر اور منہ پھیرنا بیان فرمایا کہ میری آیتوں کی تمہارے سامنے تلاوت ہوتے ہوئے تم اس سے بے پرواہی سے منہ موڑ کر اپنی کتھا میں مشغول رہتے ہو۔ ❶ پس تمہارا گمان بے جا تمہارا غرور غلط تمہارا فخر نامناسب ہے۔ یوں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کا ایمان اور اس کی راہ کا جہاد بڑی چیز ہے لیکن تمہارے مقابلے میں تو وہ اور بھی بڑی چیز ہے کیونکہ تمہاری تو کوئی نیکی بھی ہو اسے شرک کا گھن کھا جاتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ یہ دونوں گروہ برابر کے بھی نہیں یہ تو اپنے تئیں آبادی کرنے والا کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ظالم رکھا اللہ تعالیٰ کے گھر کی ان کی خدمت بے کار کر دی۔ ❷ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی قید کے زمانے میں کہا تھا کہ تم اگر اسلام و جہاد میں تھے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت اور حاجیوں کو آرام پہنچانے میں تھے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ شرک کے وقت کی نیکی بے کار ہے۔ ❸ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر جب لے دے شروع کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہم مسجد حرام کے متولی تھے ہم غلاموں کو آزاد کرتے تھے ہم بیت اللہ شریف کو غلاف چڑھاتے تھے ہم حاجیوں کو پانی پلاتے تھے' اس پر یہ آیت اتری۔ ❹ مروی ہے کہ یہ گفتگو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں ہوئی تھی۔ مروی ہے کہ طلحہ بن شیبہ' عباس بن عبدالمطلب' علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بیٹھے بیٹھے اپنی بزرگیاں بیان کرنے لگے' طلحہ نے کہا میں بیت اللہ کا کنجی بردار ہوں میں اگر چاہوں وہاں رات گزار سکتا ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں زمزم کا پانی پلانے والا ہوں اور اس کا نگہبان ہوں اگر چاہوں مسجد میں ساری رات رہ سکتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ تم دونوں صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے =

❶ ٢٣/ المؤمنون:٦٧۔ ❷ الطبری، ١٤/ ١٧٠۔ ❸ ایضا۔ ❹ ایضا ١٤/ ١٧٢۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾

ع ٣ / ٨

ترجمہ: اے مسلمانو! دوست نہ بناؤ اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ کفر کو اسلام سے زیادہ عزیز رکھیں تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے وہ پورا گنہگار ظالم ہے [۲۳] کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ [۲۴]

= چھ ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے میں مجاہد ہوں' اس پر یہ آیت اتری۔ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ڈر ظاہر کیا کہ کہیں میں چاہ زمزم کے پانی کے عہدے سے نہ ہٹا دیا جاؤں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں تم اپنے اس منصب پر قائم رہو تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے۔'' ❶ اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے جس کا ذکر بھی یہاں ضروری ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اسلام کے بعد اگر میں کوئی عمل نہ کروں تو مجھے پرواہ نہیں بجز اس کے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں۔ دوسرے نے اسی طرح مسجد حرام کی آبادی کو کہا۔ تیسرے نے اسی طرح اللہ کی راہ کے جہاد کو کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ دیا اور فرمایا منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند نہ کرو۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے جمعہ کے بعد ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ❷ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا تھا کہ نماز جمعہ کے بعد میں آپ جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات دریافت کرلوں گا۔ ❸

ترک موالات و مودت کا حکم: [آیت: ۲۳۔۲۴] اللہ تعالیٰ کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے ان کی دوستیوں سے روکتا ہے گو وہ ماں باپ ہوں' بہن بھائی ہوں بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر پسند کریں۔ اور آیت میں ہے ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ❹ اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو تو ہرگز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستیاں کرنے والا نہیں پائے گا گو وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا رشتے دار ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید فرمائی ہے انہیں نہروں والی جنت میں پہنچائے گا۔ بیہقی میں ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے باپ نے بدر =

❶ تفسیر القرآن لعبد الرزاق، ١/ ٢٤٣؛ الطبري، ١٤/ ١٧١۔ ❷ الطبري، ١٤/ ١٦٩؛ احمد، ٤/ ٢٦٩۔
❸ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى ١٨٧٩؛ احمد، ٤/ ٢٦٩۔ ❹ ٥٨/ المجادلة: ٢٢۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جبکہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا تھا لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔[۲۵] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتار دی' اور اپنے لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی' ان کفار کا یہی بدلہ تھا۔[۲۶] پھر اس کے بعد بھی جس پر چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی توجہ فرمائے گا' اللہ تعالیٰ ہے ہی بخشش و مہربانی کرنے والا۔[۲۷]

= والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں آپ نے اسے ہر چند روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا باپ بیٹوں میں جنگ شروع ہوگئی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اس پر آیت ﴿لَا تَجِدُ﴾ الخ نازل ہوئی۔ ❶ پھر ایسا کرنے والوں کو ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر یہ رشتے اور اپنے حاصل کیے ہوئے مال اور مندے ہو جانے کی دہشت کی تجارتیں اور پسندیدہ مکانات اگر تمہیں اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے برداشت کے لئے تیار رہنا چاہئے' ایسے بدکاروں کو اللہ تعالیٰ بھی راستہ نہیں دکھاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری اپنی جان کے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اب اے عمر! تو مومن ہوگیا'' ❷ صحیح بخاری۔ صحیح حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ثابت ہے کہ ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے اولاد سے اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔'' ❸ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''جب تم عین کی خرید و فروخت کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دمیں تھام لو گے اور جہاد چھوڑ دو گے اللہ تعالیٰ تم پر ذلت ڈال دے گا وہ دور نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ۔'' ❹

---

❶ بیہقی، ۹/ ۲۷ وقال: "هذا منقطع" فالسند ضعیف۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ ۶۶۳۲؛ احمد، ٤/ ۲۳۳۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان، ۱۵؛ صحیح مسلم ٤٤؛ مسند ابی عوانه، ۱/ ٤۱؛ احمد، ۳/ ۱۷۷؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۷٤٤؛ ابن ماجه ٦۷؛ دارمی، ۲/ ۳۹۷؛ ابن حبان، ۱۷۹۔

❹ أبوداود، کتاب البیوع، باب فی النهی عن العینة ۳٤٦۲ وسنده ضعیف اسحاق بن اسید قول راجح میں ضعیف راوی ہے۔

جنگ حنین کا تذکرہ اور نصرت الٰہی کا بیان: [آیت:۲۵۔۲۷] مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں براءت کی یہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنا بہت بڑا احسان مؤمنوں پر ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی آپ امداد فرمائی انہیں دشمنوں پر غالب کر دیا اور ایک جگہ نہیں ہر جگہ اس کی مدد شامل حال رہی اسی وجہ سے فتح وظفر نے کبھی ہم رکابی نہ چھوڑی۔ یہ صرف تائید الٰہی تھی نہ کہ مال اسباب اور ہتھیار کی فراوانی اور نہ تعداد کی زیادتی۔ یاد کر لو حنین والے دن ذرا تمہیں اپنی تعداد کی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو کیا حال ہوا' پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ معدودے چند ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے اسی وقت اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اس نے دلوں میں تسکین ڈال دی یہ اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ مدد اسی رب کی طرف سے ہے اس کی مدد سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑے بڑے گروہ کے منہ پھیر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ کی امداد صابروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ واقعہ ہم عنقریب تفصیل وار بیان کریں گے' ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسند کی حدیث میں ہے ''بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کی تعداد تو اپنی کمی کے باعث کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی۔'' [1] یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ یہ روایت سوائے ایک راوی کے باقی سب راویوں نے مرسلاً بیان کی ہے ابن ماجہ اور بیہقی میں بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً مکی حضرات مسلمان ہو چکے اور انہیں آپ آزاد بھی کر چکے تو آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے ان کا سردار مالک بن عوف نصری ہے۔ ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اسی طرح بنو جشم' بنو سعد بن بکر بھی ہیں اور بنو ہلال کے بھی کچھ لوگ ہیں اور کچھ لوگ بنو عمرو بن عامر کے اور عون بن عامر کے بھی ہیں یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھریلو مال کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں' یہاں تک کہ اپنی بکریوں اور اونٹوں کو بھی انہوں نے ساتھ رکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس لشکر کو لے کر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا ان کے مقابلہ کے لئے چلے۔ تقریباً دو ہزار نو مسلم مکی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لئے۔ مکہ اور طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا۔ صبح سویرے منہ اندھیرے قبیلہ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا بے پناہ تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلانی شروع کر دیں۔ یہاں تک مسلمانوں میں دفعتاً ابتری پھیل گئی اور یہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سفید خچر پر سوار تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانور کی دائیں جانب سے نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بائیں طرف سے نکیل پکڑے ہوئے تھے جانور کی تیزی کو یہ لوگ روک رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم با آواز بلند اپنے تئیں پہنچوا رہے تھے مسلمانوں کو واپسی کا حکم فرما رہے تھے اور ندا کرتے جاتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ کے بندو! کہاں چلے میری طرف آؤ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں' میں اولاد عبدالمطلب میں سے ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت صرف اسی یا سو کے قریب صحابہ رہ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عباس' حضرت علی' حضرت فضل بن عباس' حضرت ابوسفیان بن حارث' حضرت ایمن بن ام ایمن' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے ساتھ ہی تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو بہت بلند آواز والے تھے حکم دیا کہ'' درخت کے نیچے بیعت کرنے والے میرے صحابیوں کو آواز دو کہ وہ نہ

---

[1] ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی ما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا ۲۶۱۱؛ وسنده ضعیف ابن شہاب زہری مدلس راوی ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ترمذی ۱۵۵۵؛ احمد، ۱/ ۲۹۴؛ ابن خزیمه ۲۵۳۸؛ ابن حبان ۱۶۶۳؛ حاکم، ۱/ ۴۴۳۔

بھاگیں۔" پس آپ ﷺ نے یہ کہہ کر کہ اے ببول کے درخت تلے بیعت کرنے والو! اے سورۂ بقرہ کے حاملو! پس یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچی تھی کہ انہوں نے ہر طرف سے (لبیك لبیك) کہنا شروع کیا اور آواز کی جانب لپک پڑے اور اسی وقت لوٹ کر آپ ﷺ کے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اگر کسی کا اونٹ اڑ گیا تو اس نے اپنی زرہ پہن لی اونٹ پر سے کود گیا اور پیدل سرکار نبوت میں حاضر ہو گیا۔ جب کچھ جماعت آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی کہ "باری تعالیٰ جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے اسے پورا فرما۔" پھر آپ ﷺ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور اسے کافروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی آنکھیں اور ان کا منہ بھر گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہے ادھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا ان کے قدم اکھڑ گئے بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ اور مسلمانوں کی باقی فوج حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچی اتنی دیر میں تو انہوں نے ان کفار کو قید کر کے حضور اکرم ﷺ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابو عبدالرحمٰن فہری رضی اللہ عنہ جن کا نام یزید بن اسید ہے یا یزید بن انیس ہے اور کرز بھی کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ میں اس معرکے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا دن سخت گرمی والا تھا دوپہر کو ہم درختوں کے سایے کے تلے ٹھہر گئے۔ سورج ڈھلنے کے بعد میں نے اپنے ہتھیار لگا لئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں پہنچا۔ سلام کے بعد میں نے کہا حضور اکرم! ہوائیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں ٹھیک ہے' بلال!" اس وقت بلال رضی اللہ عنہ ایک درخت کے سایے میں تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی آواز سنتے ہی پرندے کی طرح گویا اڑ کر (لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَاَنَا فِدَآؤُكَ) کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میری سواری کسو۔" اسی وقت انہوں نے زین نکالی جس کے دونوں پلے کھجور کی رسی کے تھے جس میں کوئی فخر و غرور کی چیز نہ تھی۔ جب کس چکے تو حضور اکرم ﷺ سوار ہوئے ہم نے صف بندی کر لی شام اور رات اسی طرح گزری پھر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی تو مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے جیسے قرآن نے ذکر فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں اے مہاجرین! میں اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول ہوں" پھر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور یہ فرما کر کہ "ان کے چہرے بگڑ جائیں" کافروں کی طرف پھینک دی۔ اسی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ ان مشرکوں کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں یہ مٹی نہ آئی ہو اس وقت ہمیں ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا زمین و آسمان کے درمیان لوہا کسی لوہے کی طشت پر بج رہا ہے۔ ❶ ایک روایت میں ہے کہ بھاگے ہوئے مسلمان جب ایک سو آپ ﷺ کے پاس واپس پہنچ گئے آپ ﷺ نے اسی وقت حملے کا حکم دے دیا۔ اول تو منادی انصار کی تھی پھر خزرج ہی پر رہ گئی یہ قبیلہ لڑائی کے وقت بڑا ہی صابر تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی سواری پر سے میدان جنگ کا نظارہ دیکھا اور فرمایا "اب لڑائی گرما گرمی سے ہو رہی ہے۔" اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کافر کو چاہا قتل کرا دیا جسے چاہا قید کرا دیا اور ان کے مال اور اولادیں اپنے نبی اکرم ﷺ کو فے میں دلا دیں۔ ❷ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اے ابو عمارہ! کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے حنین والے دن بھاگ نکلے تھے؟ آپ نے فرمایا لیکن رسول اللہ ﷺ کا قدم پیچھے نہ ہٹا تھا بات یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ تیر اندازی کے فن کے استاد تھے اللہ کے فضل سے ہم نے انہیں پہلے ہی حملے میں شکست دے دی لیکن جب لوگ مال غنیمت پر جھک پڑے انہوں نے موقعہ دیکھ کر پھر جو قادر اندازی کے ساتھ تیروں کی بارش برسائی تو یہاں بھگدڑ مچ گئی' سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ

❶ احمد، ٥/ ٢٨٦؛ مسند الطیالسی ١٣٧١؛ دارمی، ٢/ ٢١٩؛ ابوداود، کتاب الأدب، باب الرجل ینادی الرجل فیقول لبیك، ٥٢٣٣ وسنده ضعیف۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنین، ١٧٧٥؛ احمد، ١/ ٢٠٧؛ مصنف عبدالرزاق ٩٧٤١؛ حاکم، ٣/ ٣٢٧۔

کی کامل شجاعت اور پوری بہادری کا یہ موقع تھا' لشکر بھاگ نکلا ہے اس وقت آپ ﷺ کسی تیز سواری پر نہیں جو بھاگنے دوڑنے میں کام آئے بلکہ خچر پر سوار ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے تئیں چھپاتے نہیں بلکہ اپنا نام اپنی زبان سے پکار پکار کر بتلا رہے ہیں کہ نہ پہنچاننے والے بھی پہچان لیں۔ ❶ خیال فرمائیے کہ کس قدر ذات واحد پر آپ ﷺ کا توکل ہے اور کتنا کامل یقین آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے' جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امر رسالت کو پورا کر کے ہی رہے گا اور آپ ﷺ کے دین کو دنیا کے اور دینوں پر غالب کر کے ہی رہے گا' فصلوات اللّٰہ و سلامہ' علیہ ابدًا ابدًا۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ پر اور مسلمانوں کے اوپر سکینت نازل فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کا لشکر بھیجتا ہے جنہیں کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مشرک کا بیان ہے کہ حنین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے ایک بکری کا دودھ نکالا جائے اتنی دیر بھی ہم نے انہیں اپنے سامنے جمنے نہیں دیا فوراً بھاگ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا یہاں تک کہ ہمیں ایک صاحب سفید خچر پر سوار نظر پڑے ہم نے دیکھا کہ خوبصورت نورانی سفید چہرے والے کچھ لوگ ان کے اردگرد ہیں ان کی زبان سے نکلا کہ تمہارے چہرے بگڑ جائیں واپس لوٹ جاؤ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہوگئی یہاں تک کہ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ ❷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی اس لشکر میں تھا آپ ﷺ کے ساتھ صرف اسی (۸۰) مہاجر و انصار رہ گئے تھے ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی ہم پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان وسکون نازل فرما دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے جانور نے ٹھوکر کھائی آپ ﷺ زین پر سے نیچے کی طرف جھک گئے میں نے آواز دی کہ حضور اکرم ﷺ اونچے ہو جایئے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اونچا ہی رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ایک مٹھی مٹی کی تو بھر دو۔'' میں نے بھر دی۔ آپ ﷺ نے کافروں کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں پھر فرمایا ''مہاجر و انصار کہاں ہیں؟'' میں نے کہا یہیں ہیں۔ فرمایا ''انہیں آواز دو۔'' میرا آواز دینا تھا کہ وہ تلواریں تولے ہوئے لپک لپک کر آ گئے۔ اب تو مشرکین کی کچھ نہ چلی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ❸

بیہقی کی ایک روایت میں ہے شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دن جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اور آپ ﷺ تنہا رہ گئے ہیں تو مجھے بدر والے دن اپنے باپ اور چچا کا مارا جانا یاد آ گیا کہ وہ علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کے انتقام لینے کا اس سے اچھا موقعہ اور کونسا ملے گا؟ آؤ پیغمبر کو قتل کر دوں۔ اس ارادے سے میں آپ ﷺ کی دائیں جانب بڑھا لیکن وہاں میں نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پایا۔ سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا کہ چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کریں گے چلو بائیں جانب سے جا کر اپنا کام کروں' ادھر سے آیا تو دیکھا کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں' میں نے کہا ان کے بھی چچا کے لڑکے بھائی ہیں' اپنے بھائی کی ضرور حمایت کریں گے پھر میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی طرف آیا آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سونت کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا کہ ایک آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑنا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا۔ اسی وقت حضور اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور فرمایا ''شیبہ

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاد دابة غیره فی الحرب ۲۸٦٤؛ صحیح مسلم ۱۷۷٦؛ ترمذی ۱٦۸۸۔

❷ الطبری، ١٤/ ١٧٦۔ ❸ احمد، ١/ ٤٥٤ وسنده حسن، کشف الاستار ۱۸۲۹؛ حاکم، ۲/ ۱۱۷؛ دلائل النبوة للبیهقی، ٥/ ١٤٢؛ مجمع الزوائد، ٦/ ١٨٠۔

میرے پاس آ۔ اللہ اس کے شیطان کو دور کر دے" اب میں نے آنکھ کھول کر جو رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو واللہ آپ ﷺ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "شیبہ جا کافروں سے لڑ۔" ❶ شیبہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھیوں میں میں بھی تھا لیکن میں اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آ جائیں؟ میں آپ ﷺ کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا جو میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے کو دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "شیبہ وہ تو سوائے کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔" پھر آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا کی اللہ شیبہ کو ہدایت کر' پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا۔ واللہ! آپ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ہی ساری دنیا سے زیادہ محبت آپ ﷺ کی میں اپنے دل میں پانے لگا۔ ❷

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس غزوے میں آپ ﷺ کے ہمرکاب تھا میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے چیونٹیوں کی طرح اس نے میدان گھیر لیا اور اسی وقت مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے واللہ ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ آسمانی مدد تھی۔ ❸ یزید بن عامر سوائی اپنے کفر کے زمانے میں جنگ حنین میں کافروں کے ساتھ تھے بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ان سے جب دریافت کیا جاتا کہ اس موقعہ پر تمہارے دلوں کا رعب وخوف سے کیا حال تھا؟ تو وہ طشت میں کنکریاں رکھ کر بجا کر کہتے بس یہی آواز ہمیں ہمارے دل سے آ رہی تھی ❹ بے طرح کلیجہ اچھل رہا تھا اور دل دہل رہا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے' مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں۔" ❺ الغرض کفار کو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی اور یہ ان کے کفر کا بدلہ تھا۔ باقی ہوازن پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی انہیں توبہ نصیب ہوئی مسلمان ہو کر خدمت مخدوم میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ فتح مندی کے ساتھ لوٹتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب جعرانہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ جنگ کو بیس دن کے قریب گزر چکے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اب تم دو چیزوں میں سے ایک پسند کر لو یا تو قیدی یا مال؟" انہوں نے قیدیوں کا واپس لینا پسند کیا ان قیدیوں کی چھوٹوں بڑوں کی مرد عورت کی بالغ نابالغ کی تعداد چھ ہزار کی تھی۔ آپ ﷺ نے یہ سب انہیں لوٹا دیئے ان کا مال بطور غنیمت کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا' اور نو مسلم جو مکہ کے آزاد کردہ تھے انہیں بھی آپ ﷺ نے اس مال میں سے دیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے مائل ہو جائیں ان میں سے ایک ایک کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ مالک بن عوف نصری کو بھی آپ ﷺ نے سو اونٹ دیئے اور اس کو اس کی قوم کا سردار بنا دیا جیسے کہ وہ تھا۔ اسی کی تعریف میں اس نے اپنے مشہور قصیدے میں کہا ہے کہ میں نے تو حضرت محمد ﷺ جیسا نہ کسی اور کو دیکھا نہ سنا' دینے میں اور بخشش وعطا کرنے میں اور قصوروں سے درگزر کرنے میں دنیا میں آپ ﷺ کا ثانی نہیں' آپ کل قیامت کے دن ہونے والے تمام امور سے مطلع فرماتے رہتے ہیں' یہی نہیں شجاعت اور بہادری میں بھی آپ بے مثل ہیں میدان جنگ میں گرجتے ہوئے شیر کی طرح آپ ﷺ دشمنوں کی طرف بڑھتے ہیں۔

---

❶ دلائل النبوة للبیهقی، ٥/ ١٤٥، وسنده ضعیف جداً اس کی سند میں ابوبکر الهذلی ہے جس پر امام احمد ابن معین، نسائی اور بخاری وغیرہ کی جرح ہے دیکھئے (المیزان، ٤/ ٤٩٧، رقم: ١٠٠٠٥) ❷ دلائل النبوة، ٥/ ١٤٥، ١٤٦، وسنده ضعیف اس کی سند میں ایوب بن جابر ضعیف (التقریب، ١/ ٨٩، رقم: ٦٩٠) اور صدقہ بن سعید کمزور راوی ہے۔ (المیزان، ٢/ ٣١٠، رقم: ٣٨٧٠)

❸ ایضًا، ٥/ ١٤٦۔ ❹ طبرانی فی الکبیر ٢٢/ ٢٣٧، ٢٣٨ وسنده ضعیف السائب بن یسار مجہول الحال، مجمع الزوائد، ٦/ ١٨٣۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب قول النبی ﷺ، (نصرت بالرعب مسیرة شهر) ٢٩٧٧؛ صحیح مسلم ٥٢٣؛ مصنف عبد الرزاق ٢٠٠٣٣۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُواْ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦٓ إِن شَآءَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾ قَٰتِلُواْ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ ٱلْحَقِّ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ حَتَّىٰ يُعْطُواْ ٱلْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَٰغِرُونَ ﴿٢٩﴾

ع ۵ ١٠

ترجمہ: اے ایمان والو مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے[۲۸] ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو حرام نہیں جانتے اسے جسے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔[۲۹]

حرم کی حدود میں مشرکوں کا داخلہ منع ہے: [آیت: ۲۸-۲۹] اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین اپنے پاک دین والے پاکیزگی اور طہارت والے مسلمان بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ دین کی رو سے نجس مشرکوں کو بیت اللہ کے پاس نہ آنے دیں۔ یہ آیت سن ۹ ہجری میں نازل ہوئی اسی سال آنحضرت رسول مقبول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ مجمع حج میں اعلان کر دو کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ ❶ اس شرعی حکم کو اللہ تعالیٰ قادر و قیوم نے یوں ہی پورا کیا کہ نہ وہاں مشرکوں کو داخلہ نصیب ہوا نہ کسی نے اس کے بعد عریانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ غلام اور ذمی شخص کو مستثنیٰ بتاتے ہیں۔ ❷

مسند کی حدیث میں فرمان رسول اکرم ﷺ ہے کہ "ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد سوائے معاہدہ والے اور تمہارے غلاموں کے اور کوئی کافر نہ آئے۔" ❸ لیکن اس مرفوع سے زیادہ صحیح سند والی موقوف روایت ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمان جاری کر دیا تھا کہ یہود و نصرانی کو مسلمانوں کی مسجدوں میں نہ آنے دو۔ اس منع کرنے میں آپ اس آیت کی ماتحتی میں تھے۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرم سارا اس حکم میں مثل مسجد حرام کے ہے۔ یہ آیت مشرکوں کی نجاست پر بھی دلیل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے "مومن نجس نہیں ہوتا۔" ❹ باقی رہی یہ بات کہ مشرکوں کا بدن اور ذات بھی نجس ہے یا نہیں، پس جمہور کا قول تو یہ ہے کہ نجس نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہے۔ بعض ظاہر یہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کے بدن بھی

---

❶ ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی کراھیة الطواف عریانا ۸۷۱ وھو صحیح، ۳۰۹۲؛ دارمی ۱۹۱۹؛ مسند ابی یعلی ۴۵۲؛ بیھقی، ۹/ ۲۰۷؛ مسند حمیدی ۴۸۔ ❷ تفسیر القرآن لعبدالرزاق ۲/ ۴۶ وسندہ صحیح۔

❸ احمد، ۳/ ۳۹۲ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۴/ ۱۰، اس کی سند میں اشعث بن سوار ضعیف راوی ہے (التقریب ۱/ ۷۹ رقم: ۶۰۰) اور حسن بصری کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب عرق الجنب وان المسلم لا ینجس ۲۸۳؛ صحیح مسلم ۲۷۱، ابوداود، ۲۳۱؛ ترمذی ۱۲۱؛ ابن ابی شیبہ، ۱/ ۱۷۳؛ احمد ۲/ ۲۳۵؛ ابو عوانہ، ۱/ ۲۷۵؛ ابن حبان ۱۲۵۹۔

ناپاک ہیں۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو ان سے مصافحہ کرے وہ ہاتھ دھوڈالے۔ اس حکم پر بعض لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہماری تجارت کا مندا ہو جائے گا ہمارے بازار بے رونق ہو جائیں گے اور بہت سے فائدے جاتے رہیں گے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ غنی وحمید فرماتا ہے کہ تم اس بات سے نہ ڈرو اللہ تعالیٰ تمہیں اور بہت سی صورتوں سے دلا دے گا تمہیں اہل کتاب سے جزیہ دلائے گا اور تمہیں غنی کر دے گا۔ تمہاری مصلحتوں کو تم سے زیادہ تمہارا رب جانتا ہے اس کا حکم اس کی ممانعت کسی نہ کسی حکمت سے ہی ہوتی ہے' یہ تجارت اتنے فائدے کی نہیں جتنا فائدہ وہ تمہیں جزیے سے دے گا' ان اہل کتاب سے جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے منکر ہیں جو کسی نبی کے صحیح معنی میں پورے متبع نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کے اور اپنے بڑوں کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اگر انہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی شریعت پر پورا ایمان ہوتا تو وہ ہمارے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ضرور ایمان لاتے۔ ان کی بشارت تو ہر نبی دیتا رہا ان کی اتباع کا حکم ہر نبی نے دیا لیکن باوجود اس کے وہ اس اشرف الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے انکاری ہیں پس اگلے نبیوں کی شرع سے بھی دراصل انہیں کوئی سروکار بھی نہیں اسی وجہ سے ان نبیوں کا زبانی اقرار ان کے لئے بے سود ہے کیونکہ یہ سید الانبیا' افضل الرسل' خاتم النبیین' اکمل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرتے ہیں اس لئے ان سے بھی جہاد کرو۔ ان سے جہاد کے حکم کی یہ پہلی آیت ہے اس وقت تک آس پاس کے مشرکین سے جنگ ہو چکی تھی ان میں کے اکثر توحید کے جھنڈے کے تلے آ چکے تھے جزیرۃ العرب میں اسلام نے جگہ کر لی تھی اب یہود و نصاریٰ کی خبر لینے اور انہیں راہ حق دکھانے کا حکم ہوا' سن ۹ ہجری میں یہ حکم اترا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جہاد کی تیاری کی لوگوں کو اپنے ارادے سے مطلع کیا مدینہ کے اردگرد کے عربوں کو آمادہ کیا اور تقریباً تیس ہزار کا لشکر لے کر روم کا رخ کیا بجز منافقین کے یہاں کوئی نہ رکا سوائے بعض کے۔ موسم سخت گرم تھا پھلوں کا وقت تھا روم سے جہاد کے لئے شام کے ملک کا دور دراز کا کٹھن سفر تھا تبوک تک تشریف لے گئے وہاں تقریباً بیس (۲۰) روز قیام فرمایا پھر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر کے واپس لوٹے حالت کی تنگی اور لوگوں کی ضعیفی کی وجہ سے۔ جیسے کہ عنقریب اس کا واقعہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے اور ان جیسوں سے ہی لیا جائے جیسے مجوس ہیں۔ چنانچہ ہجر کے مجوسیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا تھا۔ ❶ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور مشہور مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سب عجمیوں سے لیا جائے خواہ وہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرک ہوں۔ ہاں عرب میں سے صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جزیے کا لینا تمام کفار سے جائز ہے خواہ وہ کتابی ہوں یا مجوسی ہوں یا بت پرست وغیرہ ہوں۔ ان مذاہب کے دلائل وغیرہ کے بسط کی یہ جگہ نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پس فرماتا ہے کہ جب تک وہ ذلت وخواری کے ساتھ اپنے ہاتھوں جزیہ نہ دیں انہیں نہ چھوڑو۔ پس اہل ذمہ کو مسلمانوں پر عزت وتوقیر دینی اور انہیں اوج وترقی دینی جائز نہیں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''یہود ونصاریٰ سے سلام کی ابتدا نہ کرو اور جب ان میں سے کوئی راستے میں مل جائے تو اسے تنگی کی طرف مجبور کرو۔'' ❷ یہی وجہ تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے ایسی ہی شرطیں کی تھی۔ عبدالرحمن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے عہد نامہ لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا کہ اہل شام کے فلاں فلاں شہری لوگوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جب آپ کے لشکر ہم پر آئے ہم نے آپ سے اپنی جان مال اور اہل وعیال کے لئے امن طلب کی ہم ان شرطوں پر وہ امن حاصل کرتے ہیں کہ ہم اپنے ان شہروں میں =

❶ صحیح بخاری، کتاب الجزیة، باب الجزیة والموادعة مع اهل الذمة والحرب ٣١٥٧؛ ابوداود ٣٠٤٣؛ مسند ابی یعلیٰ ٨٦١۔

❷ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النهی من ابتداء اهل الکتاب بالسلام وکیف یرد علیهم ٢١٦٧؛ ابوداود ٥٢٠٥؛ ترمذی ١٦٠٢۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾

ترجمہ: یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے' یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے' اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی ریس کرنے لگے' انہیں اللہ تعالیٰ غارت کرے' کیسے پلٹائے جاتے ہیں[۳۰] ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو' حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم کیا گیا تھا' جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔[۳۱]

= اور ان کے آس پاس کوئی دیر اور کوئی گرجا گھر اور کوئی خانقاہ نیا نہیں بنائیں گے۔ اور نہ ایسے کسی خرابی والے مکان کی اصلاح کریں گے اور جو مٹ چکے ہیں انہیں درست نہیں کریں گے ان میں اگر کوئی مسلمان مسافر اترنا چاہے تو روکیں گے نہیں خواہ دن ہو خواہ رات ہو ہم ان کے دروازے راہ گزر اور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے اور جو مسلمان آئے ہم اس کی تین دن تک مہمانداری کریں گے ہم اپنے ان مکانوں یا رہائشی مکانوں وغیرہ میں کہیں کسی جاسوس کو نہ چھپائیں گے مسلمانوں سے کوئی دھوکہ فریب نہیں کریں گے اپنی اولاد کو قرآن نہ سکھائیں گے شرک کا اظہار نہ کریں گے نہ کسی کو شرک کی طرف بلائیں گے ہم میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرنا چاہے' ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے مسلمانوں کی توقیر و عزت کریں گے ہماری جگہ اگر وہ بیٹھنا چاہیں تو ہم اٹھ کر انہیں جگہ دے دیں گے' ہم مسلمانوں سے کسی چیز میں برابری نہ کریں گے نہ لباس میں نہ جوتی میں نہ مانگ نکالنے میں' ہم ان کی زبان نہیں بولیں گے' ان کی کنیتیں نہیں رکھیں گے' زین والے گھوڑے پر سواریاں نہ کریں گے تلواریں نہ لٹکائیں گے نہ اپنے ساتھ رکھیں گے' انگوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کرائیں گے شراب فروشی نہیں کریں گے اپنے سروں کے اگلے بالوں کو ترشوا دیں گے اور جہاں کہیں ہوں گے زنار ضرور تا ڈالے رہیں گے صلیب کا نشان اپنے گرجوں پر ظاہر نہیں کریں گے اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی گزرگاہوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کریں گے گرجوں میں ناقوس بلند آواز سے نہیں بجائیں گے نہ مسلمانوں کی موجودگی میں با آواز بلند اپنی مذہبی کتابیں پڑھیں گے نہ اپنے مذہبی شعار کو راستوں پر کریں گے نہ اپنے مردوں پر اونچی آواز سے ہائے وائے کریں گے نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں پر آگ لے کر جائیں گے مسلمانوں کے حصے میں آئے ہوئے غلام ہم نہ لیں گے مسلمانوں کی خیرخواہی ضرور کرتے رہیں گے ان کے گھروں میں انہیں جھانکیں گے نہیں۔ جب یہ عہد نامہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ایک شرط اور بھی اس میں بڑھوائی کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز ماریں گے نہیں یہ تمام شرطیں قبول و منظور ہیں اور ہمارے سب ہم مذہب لوگوں کو بھی انہیں شرائط پر ہمیں امان ملی ہے اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی ہم خلاف ورزی کریں تو ہم سے آپ کا ذمہ الگ ہو جائے گا اور جو کچھ آپ اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے کرتے ہیں ان تمام کے مستحق ہم بھی ہو جائیں گے۔

مشرکوں نے نبیوں اور نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا: [آیت: ۳۰۔۳۱] ان آیتوں میں بھی جناب باری تعالیٰ مؤمنوں کو مشرکوں، کافروں، یہودیوں، نصرانیوں سے جہاد کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ فرماتا ہے دیکھو وہ اللہ کی شان میں کیسی گستاخیاں کرتے ہیں، یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتلاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور برتر و بلند ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ ان لوگوں کو حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت جو یہ وہم ہوا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے ان کے علما کو قتل کر دیا ان کے رئیسوں کو قید کر لیا۔ عزیر علیہ السلام علم کے اٹھ جانے سے اور علما کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے اب جو رونا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو ہی نہ تھمتے تھے روتے روتے پلکیں بھی جھڑ گئیں۔ ایک دن اسی طرح روتے ہوئے ایک میدان سے گزر ہوا دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے ہائے اب میرے کھانے کا کیا ہوگا میرے کپڑوں کا کیا ہوگا؟ آپ علیہ السلام اس کے پاس ٹھہر گئے اور اس سے فرمایا اس شخص سے پہلے تجھے کون کھلاتا تھا اور کون پہناتا تھا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ باقی ہے اس پر تو کبھی موت آئے گی ہی نہیں۔ یہ سن کر اس عوت نے کہا اے عزیر! پھر تم یہ تو بتلاؤ کہ بنی اسرائیل سے پہلے علما کو کون علم سکھاتا تھا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ اس نے کہا آپ علیہ السلام یہ رونا دھونا لے کر کیوں بیٹھے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہے پھر آپ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ فلاں نہر پر جا کر غسل کرو وہیں دو رکعت نماز ادا کرو وہاں تمہیں ایک شخص ملیں گے وہ جو کچھ کھلائیں وہ کھا لو۔ چنانچہ آپ علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے نہا کر نماز ادا کی، دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں منہ کھولو آپ علیہ السلام نے منہ کھول دیا تو انہوں نے تین مرتبہ کوئی چیز آپ علیہ السلام کے منہ میں بڑی ساری ڈالی، اسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا سینہ کھول دیا، آپ علیہ السلام توراۃ کے سب سے بڑے عالم بن گئے بنی اسرائیل میں گئے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس توراۃ لایا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ علیہ السلام ہم سب کے نزدیک سچے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے اپنی انگلی کے ساتھ قلم کو لپیٹ لیا اور اسی انگلی سے بہ یک وقت پوری توراۃ لکھ ڈالی۔ ادھر لوگ لڑائی سے لوٹے ان میں ان کے علما بھی واپس آئے تو انہیں عزیر علیہ السلام کی اس بات کا علم ہوا یہ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں توراۃ شریف کے جو نسخے چھپا آئے تھے وہ نکال لائے اور ان نسخوں سے حضرت عزیر علیہ السلام کے لکھے ہوئے نسخے کا مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا۔ اس پر بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو نصرانی اللہ کا بیٹا کہتے تھے ان کا واقعہ تو ظاہر ہے۔ پس ان دونوں گروہ کی غلط بیانی قرآن بیان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں جو محض بے دلیل ہیں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر و ضلالت میں تھے یہ بھی انہیں کے مرید و مقلد ہیں اللہ تعالیٰ انہیں لعنت کرے حق سے کیسے بھٹک گئے۔

مسند احمد، ترمذی اور ابن جریر میں ہے کہ جب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلا جاہلیت میں ہی یہ نصرانی بن گیا تھا یہاں اس کی بہن اور اس کی جماعت قید ہوگئی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور احسان اسکی بہن کو آزاد کر دیا اور رقم بھی دی۔ یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ و التسلیم کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ مدینہ منورہ آ گئے تھے اپنی قوم طے کے سردار تھے ان کے باپ کی سخاوت دنیا بھر میں مشہور تھی۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی۔ آپ خود ان کے پاس آئے۔ اس وقت عدی رضی اللہ عنہ کی گردن میں چاندی کی صلیب=

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

النصف

ترجمہ: ان کی چاہت ہے کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گو کافر ناخوش رہیں [۳۲] اسی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک برا مانیں۔ [۳۳]

= لٹک رہی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی آیت ﴿اِتَّخَذُوْا﴾ کی تلاوت ہو رہی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علما اور درویشوں کی عبادت نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں سنو ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے علما اور درویش حلال بتلا دیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی انکی عبادت تھی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عدی! کیا تم اس سے منکر ہو کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے' کیا تمہارے خیال میں اللہ تعالیٰ سے بڑا اور کوئی ہے کیا تم اس سے انکاری ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی' انہوں نے مان لی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا ''یہود پر اللہ کا غضب اترا ہے اور نصرانی گمراہ ہو گئے ہیں۔'' ❶ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح مروی ہے کہ اس سے مراد حلال وحرام کے مسائل میں علما اور ائمہ کی محض باتوں کی تقلید ہے۔ ❷ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انہوں نے بزرگوں کی ماننی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک طرف ہٹا دی' اسی لئے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں حکم تو صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی عبادت نہ کریں وہی جسے حرام کر دے حرام ہے اور وہ جسے حلال فرما دے حلال ہے اسی کے فرمان شریعت ہیں' اسی کے احکام بجالانے کے لائق ہیں اسی کی ذات عبادت کی مستحق ہے وہ شریک سے اور شرک سے پاک ہے اس جیسا اس کا شریک اس کا نظیر اس کا مددگار اس کی ضد کا کوئی نہیں' وہ اولاد سے پاک ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔

پھونکوں سے شمع حق نہیں بجھ سکتی: [آیت: ۳۲۔۳۳] فرماتا ہے کہ ہر قسم کے کفار کا ارادہ اور چاہت یہی ہے کہ اللہ کا نور بجھا دیں ہدایت ربانی اور دین حق کو مٹا دیں تو خیال کر لو کہ اگر کوئی شخص اپنے منہ کی پھونک سے آفتاب یا مہتاب کی روشنی بجھانی چاہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے؟ اسی طرح یہ لوگ بھی اللہ کے نور کے بجھانے کی چاہت میں اپنی امکانی کوشش کر لیں آخر عاجز ہو کر رہ جائیں گے۔ ضروری بات ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ دین حق تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا ہو گا۔ تم مٹانا چاہتے ہو اللہ تعالیٰ بلند کرنا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت تمہاری چاہت پر غالب رہے گی تم گو ناخوش رہو لیکن آفتاب ہدایت بیچ آسمان میں پہنچ کر ہی رہے گا۔

عربی لغت میں کافر کہتے ہیں کسی چیز کے چھپا لینے والے کو اسی اعتبار سے رات کو بھی کافر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے' کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ دانے زمین میں چھپا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ﴾ ❸ اسی اللہ تعالیٰ

❶ یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں موجود ہے۔ احمد، ٤/ ٣٧٨؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة، ٣٠٩٥، وسنده ضعیف غطیف راوی ضعیف ہے۔ ٢٩٥٣، وسنده حسن ٢٩٥٤ وسنده حسن۔

❷ الطبری، ١٤/ ٢١٢۔ ❸ ٥٧/ الحدید: ٢٠۔

نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خبریں اور صحیح ایمان اور نفع والا علم یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا و آخرت میں نفع دیں یہ دین حق ہے۔ یہ تمام مذاہب عالم پر چھا کر رہے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''میرے لئے زمین کی مشرق و مغرب لپیٹ دی گئی میری امت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچے گا۔'' ❶ فرماتے ہیں ''تمہارے ہاتھوں پر مشرق و مغرب فتح ہوگا۔ تمہارے سردار جہنمی ہیں' بجز ان کے جو متقی' پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔'' ❷ فرماتے ہیں ''یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اللہ عزوجل اسلام کو نہ پہنچائے۔ عزیزوں کو عزیز کرے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا۔ اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر کو ذلت نصیب ہوگی۔'' حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھ لی جو مسلمان ہوا اسے خیر و برکت عزت و شرافت ملی اور جو کافر رہا اسے ذلت و نکبت نفرت و لعنت نصیب ہوئی' پستی اور حقارت دیکھی اور کمینہ پن کے ساتھ جزیہ دینا پڑا۔ ❸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا جنہیں عزت دینی چاہے گا انہیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہوگا وہ اسے مانیں گے نہیں لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا۔'' ❹ حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مجھ سے فرمایا ''اسلام قبول کرتا کہ سلامتی ملے۔'' میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تیرے دین کا تجھ سے زیادہ مجھے علم ہے۔'' میں نے کہا سچ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بالکل سچ' کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟'' میں نے کہا ہاں یہ تو سچ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں۔'' پس یہ سنتے ہی میں تو جھک گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کونسی چیز روکتی ہے۔ سن صرف اسی ایک بات کی تجھے روک ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور اور ناتوان ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہیں یہ پنپ نہیں سکتے۔ لیکن سن حیرہ کا تجھے علم ہے؟'' میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سنا تو ضرور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر بغیر کسی کی امان کے مکہ معظمہ پہنچے گا اور بیت اللہ کا طواف کرے گا۔'' واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ میں نے کہا۔ کسریٰ بن ہرمز کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں ہاں کسریٰ بن ہرمز کے' تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔'' اس حدیث کو بیان کرتے وقت حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورا ہوا یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی ہیں بے خوف و خطر بغیر کسی کی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں۔ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کسریٰ کے مخفی خزانے اپنے قبضے میں کئے۔ واللہ! مجھے یقین ہے کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر ہی رہے گی۔ ❺ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''دن رات =

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض ٢٨٨٩؛ ابوداود ٤٢٥٢؛ احمد، ٥/ ٢٧٨؛ ابن حبان ٧٢٣٨۔

❷ احمد، ٥/ ٣٦٦، ٣٦٧ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ٥/ ٢٣٣، اس کی سند میں شقیق بن حیان مجہول راوی ہے۔ (المیزان، ٢/ ٢٧٩، رقم: ٣٧٣٦)

❸ احمد، ٤/ ١٠٣ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ٦/ ١٤؛ ابن حبان ١٦٣١۔

❹ احمد، ٦/ ٤ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ٦/ ١٤۔

❺ احمد، ٤/ ٢٥٧، وسندہ ضعیف، و ٣٧٨؛ دلائل النبوة، ٥/ ٣٤٢، اس کے بعض حصے صحیح بخاری ٣٥٩٥ میں موجود ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اکثر علماء اور عابد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذابوں کی خبر پہنچا دے [۳۴] جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمریں داغ دی جائیں گی' یہ ہے جسے تم اپنے لئے خزانہ بنا رہے تھے پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔ [۳۵]

= کا دور ختم نہ ہوگا۔ جب تک کہ پھر لات و عزیٰ کی عبادت نہ ہونے لگے۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یارسول اللہ! آیت ﴿هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ﴾ کے نازل ہونے کے بعد سے میرا خیال تو آج تک یہی رہا کہ یہ پوری بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں پوری ہوگئی اور مکمل ہی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو پھر اللہ رب العالمین ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو بھی فوت کر لے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر و خوبی نہ ہوگی۔ پس وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف پھر سے لوٹ جائیں گے۔'' ❶

یہودیوں کے احبار اور عیسائیوں کے رہبان اور ان کا کردار: [آیت: ۳۴۔۳۵] یہودیوں کے علما کو احبار اور نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔ آیت ﴿لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ﴾ ❷ میں یہود کے علما کو احبار کہا گیا ہے۔ نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان اور ان کے علما کو قسیس اس آیت میں کہا گیا ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ ❸ مقصود آیت کا لوگوں کو برے علما گمراہ صوفیوں اور عابدوں سے ہوشیار کرنا اور ڈرانا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے علما میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ شائبہ یہودیت کا ہوتا ہے اور صوفیوں اور عابدوں میں سے ہم مسلمانوں میں وہی بگڑتے ہیں جن میں نصرانیت کا شائبہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ''تم یقیناً اپنے سے پہلوں کی روش پر چل پڑو گے ایسی پوری مشابہت سے کہ ذرا بھی فرق نہ رہے۔'' لوگوں نے پوچھا کیا یہود و نصاریٰ کی روش پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں انہی کی۔'' ❹ اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی روش پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اور کون لوگ ہیں۔'' ❺ پس ان کے اقوال افعال کی مشابہت سے بہت ہی بچنا چاہیے۔ یہ اس لئے کہ یہ منصب و ریاست حاصل کرنا اور اس وجاہت سے لوگوں کے مال مارنا چاہتے ہیں۔ احبار یہود کو زمانہ

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى تعبد دوس ذالخلصة ٢٩٠٧؛ مسند ابى يعلى ٤٥٦٥۔

❷ ٥/ المآئدة: ٦٣۔ ❸ ٥/ المآئدة: ٨٢۔

❹ صحيح بخارى، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم لتتبعن سنن من كان قبلكم، ٧٣٢٠؛ صحيح مسلم ٢٦٦٩؛ احمد، ٣/ ٨٤؛ ابن حبان ٦٧٠٣۔ ❺ صحيح بخارى حواله سابق ٧٣١٩۔

جاہلیت میں بڑا ہی رسوخ حاصل تھا ان کے تحفے ہدیے اخراج چراغی مقرر تھی جو بے مانگے انہیں پہنچ جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد اسی طمع نے انہیں قبول اسلام سے روکا۔ لیکن حق کے مقابلے کی وجہ سے اس طرف سے بھی کورے رہے اور آخرت سے بھی گئے گزرے ذلت وحقارت ان پر برس پڑی اور غضب رب میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حرام کھانی جماعت خود حق سے رک کر اوروں کے بھی درپے رہتی تھی حق کو باطل سے خلط ملط کر کے لوگوں کو بھی راہ حق سے روک دیتے تھے۔ جاہلوں میں بیٹھ کر گپ ہانکتے کہ ہم لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ صریح دھوکہ ہے وہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں قیامت کے دن یہ بے یار و مددگار چھوڑ دیئے جائیں گے۔ عالموں کا صوفیوں کا یعنی واعظوں اور عابدوں کا ذکر کر کے اب امیروں دولتمندوں اور رئیسوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جیسے یہ دونوں طبقے اپنے اندر بدترین لوگوں کو بھی رکھتے ہیں ایسے ہی اس تیسرے طبقے میں بھی شریر النفس لوگ ہوتے ہیں۔ عموماً انہیں تین طبقے کے لوگوں کا عوام پر اثر ہوتا ہے جھنڈ کے جھنڈ عامیوں کے ان کے ساتھ بلکہ انکے پیچھے ہوتے ہیں پس ان کا بگڑنا گویا مذہبی دنیا کا ستیاناس ہونا ہے جیسے کہ حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَّرُهْبَانُهَا) یعنی ''دین وعظوں عالموں صوفیوں اور درویشوں کے پلید طبقے سے ہی بگڑتا ہے۔''

حرام مال وزر اور جہنم کی آگ: کنز اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے ❶ بلکہ آپ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوٰۃ نہ دی جاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا پڑا ہو کنز ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بے زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دی۔ ❷ خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز اور عراک بن مالک رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قول الٰہی ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابو امامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے'' تین مرتبہ آپ ﷺ کا یہی فرمان سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شاق گزرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔'' ❸ مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لو میں حضور اکرم ﷺ سے دریافت کرآتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ ❹ اور روایات میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم

---

❶ مؤطا امام مالك، كتاب الزكاة، باب ماجاء في الكنز ٢١ وسنده صحيح۔

❷ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة براءة باب (يوم يحمى عليها في نار جهنم فتكوى بها......) ٤٦٦١۔

❸ الطبري، ١٤/ ٢٢٠ تفسير القرآن لعبدالرزاق ٣/ ٥٣۔

❹ ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، ٣٠٩٤؛ وهو حسن، احمد، ٥/ ٢٨٢؛ ابن ماجه ١٨٥٦۔

اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں۔ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے زکوۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے۔'' میراث کا مقرر کرنا بتلا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مارے خوشی کے تکبیریں کہنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''لو اور سنو میں تمہیں بہترین خزانہ اور بتلاؤں نیک عورت کہ جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجا لائے اور جب موجود نہ ہو حفاظت کرے۔'' ❶ حسان بن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں۔ مجھے برا معلوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کہی تھی اب تم اسے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّاَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَّاَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ)) یعنی یا اللہ! میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکریہ اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والا دل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس سے پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب کا جاننے والا ہے۔'' ❷ آیت میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال کو نہ خرچ کرنے والے اور اسے چھپا چھپا کر رکھنے والے دردناک عذابوں سے مطلع ہو جائیں۔ قیامت کے دن انہی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جہنمی گرم پانی کا تریڑا ان کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم تو بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے' ❸ یہ ہے بدلہ اس کا۔ ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اسے مقدم کرے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بھلا دیا تھا آج اسی مال سے انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور اکرم ﷺ کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر اسے سلگائے گی اور اس میں وہ جلتا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آ جائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں کہ ایک کے بعد ایک داغ لگے بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔ مرفوعاً بھی یہ روایت آئی تو ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مال ایک اژدھا بن کر اس کے پیچھے لگے گا جو عضو سامنے آ جائے گا اسی کو چبا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جو

❶ ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال، ١٦٦٤ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ٢/ ٣٣٣؛ ابو یعلی، ٢٤٩٩؛ بیھقی، ٤/ ٨٣، اس کی سند میں عثمان بن عمیر ضعیف (التقریب، ٢/ ١٣، رقم: ١٠١) اور جعفر بن ایاس مجاہد سے روایت کرنے میں مطعون راوی ہے۔ (التقریب، ١/ ١٢٩، رقم: ٧٠) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعیفه ١٣١٩)

❷ احمد، ٤/ ١٢٣ وسندہ ضعیف۔ ❸ ٤٤/ الدخان: ٤٨۔

اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدھا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اس کے پیچھے لگے گا یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی۔'' ❶ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ''جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنا دیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک لوگوں کے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا پھر اسے اس کی منزل کی راہ دکھا دی جائے گی جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔'' ❷ الخ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آ گئے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم شام میں تھے وہاں میں نے آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ﴾ الخ کی تلاوت کی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا ہمارے اور ان کے سب کے حق میں ہے' ❸ اس میں میرا ان کا اختلاف ہو گیا انہوں نے میری شکایت کا خط دربار عثمانی میں لکھا' خلافت کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں چلے آؤ۔ میں جب مدینہ طیبہ پہنچا تو دیکھا کہ چاروں طرف سے مجھے لوگوں نے گھیر لیا اس طرح بھیڑ لگ گئی کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ غرض میں مدینہ منورہ میں ٹھہرا لیکن لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آ گیا۔ آخر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم مدینہ منورہ کے قریب ہی کسی صحرا میں چلے جاؤ۔ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی لیکن یہ کہہ دیا کہ واللہ جو میں کہتا تھا اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ ❹ آپ کا یہ خیال تھا کہ بال بچوں کے کھلانے کے بعد جو بچے اسے جمع کر رکھنا مطلقاً حرام ہے۔ اسی کا آپ فتویٰ دیتے تھے اور اسی بات کو لوگوں میں پھیلاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے اسی کا حکم دیتے تھے اور اس کے مخالف لوگوں پر بڑا ہی تشدد کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو روکنا چاہا کہ کہیں لوگوں میں عام ضرر نہ پھیل جائے یہ نہ مانے تو آپ نے خلافت سے شکایت کی۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر ربذہ میں تنہا رہنے کا حکم دیا۔ آپ وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی رحلت فرما گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بطور امتحان ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھجوائیں آپ نے شام سے پہلے ہی پہلے سب ادھر ادھر راہ اللہ خرچ کر ڈالیں۔ شام کو وہی صاحب جو انہیں صبح کو ایک ہزار اشرفیاں دے گئے تھے وہ آئے کہا مجھ سے غلطی ہو گئی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ اشرفیاں اور صاحب کے لئے بھجوائی تھیں۔ میں نے غلطی سے آپ کو دے دیں وہ واپس کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس تو اب ان میں سے ایک پائی بھی نہیں اچھا جب میرا مال آ جائے گا تو میں آپ کو آپ کی اشرفیاں واپس کر دوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس آیت کے حکم کو عام بتلاتے ہیں۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں ہے۔ احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا دیکھا کہ ایک جماعت قریشیوں کی محفل لگائے بیٹھی ہے میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا کہ ایک صاحب تشریف لائے میلے کچیلے موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے بہت خستہ حالت میں اور آ کر کھڑے ہو کر فرمانے لگے روپیہ پیسہ جمع کرنے والے اس سے خبردار رہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے انگارے ان کی چھاتی کی بٹنی پر رکھے جائیں گے جو کھوے کی ہڈی کے پار ہو جائیں

---

❶ حاکم، ١/ ٣٨٨، ٣٨٩؛ ابن حبان ٣٢٥٧ وسنده ضعيف، قتاده عنعن۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، ٩٨٧؛ ابوداود، ١٦٥٨؛ احمد، ٢/ ٢٦٢؛ ابن حبان، ٣٢٥٣۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة براءة باب قوله ﴿والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها......﴾ ٤٦٦٠۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب ما أدي زكاته فليس بكنز ١٤٠٦۔

گے پھر پیچھے کی طرف سے آگے کو سوراخ کرتے اور جلاتے ہوئے نکل جائیں گے۔ لوگ سب سر نیچا کئے بیٹھے رہے کوئی بھی کچھ نہ بولا وہ بھی مڑ کر چل دیئے اور ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو آپ کی بات بری لگی۔ آپ نے فرمایا یہ کچھ نہیں جانتے۔ ❶ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے۔'' ❷

غالباً اسی حدیث نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب کر دیا تھا جو آپ نے اوپر پڑھا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کا حصہ ملا آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات کو فراہم کرنا شروع کیا۔ سامان کی خرید کے بعد سات بچ رہے حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو تو حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے تا کہ بوقت ضرورت کام نکل جائے یا کوئی مہمان آ جائے تو کوئی کام نہ اٹکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں مجھ سے میرے خلیل ﷺ نے عہد لیا ہے کہ ''جو سونا چاندی سر بند کر کے رکھی جائے وہ رکھنے والے کے لئے آگ کا انگارا ہے جب تک کہ اسے راہ للہ نہ دے دے۔'' ❸ ابن عساکر میں ہے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ سے فقیر بن کر مل غنی بن کر نہ مل۔ انہوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا سائل کو رد نہ کر جو ملے اسے چھپا نہ رکھ۔'' انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہی ہے ورنہ آگ ہے۔'' ❹ اسکی سند ضعیف ہے۔ اہل صفہ میں سے ایک صاحب کا انتقال ہوا دو دینار یا دو درہم ان کے بچے ہوئے نکلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''آگ کے دو داغ ہیں تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو۔'' ❺ اور روایت میں ہے کہ ایک اہل صفہ کے انتقال کے بعد ان کے تہمد کی آنٹی میں سے ایک دینار نکلا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ایک داغ آگ کا'' پھر دوسرے کا انتقال ہوا ان کے پاس سے دو دینار برآمد ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ''دو داغ آگ کے۔'' ❻ فرماتے ہیں ''جو لوگ سرخ و سفید یعنی سونا چاندی چھوڑ کر مرے ایک ایک قیراط کے بدلے ایک ایک تختی آگ کی بنائی جائے گی اور اس کے قدم سے لے کر ٹھوڑی تک اس کے جسم میں اس آگ سے داغ کئے جائیں گے۔'' ❼ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جس نے دینار سے دینار اور درہم سے درہم ملا کر جمع کر کے رکھ چھوڑا اس کی کھال کشادہ کر کے پیشانی اور کروٹ اور کمر پر اس کے داغ کئے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ ہے جسے تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے رہے اب اس کا بدلہ چکھو۔'' ❽ اس کا راوی سیف کذاب و متروک ہے۔

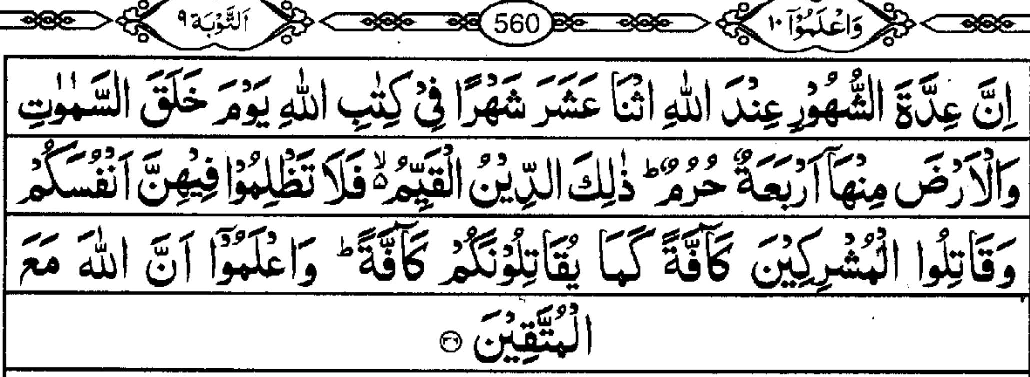
---

❶ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۱٤۰۷؛ صحیح مسلم، ۹۹۲۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ (ما یسرنی أن عندی مثل احد هذا ذهبا) ٦٤٤٤؛ صحیح مسلم، ۹۹۱؛ ترمذی، ۲٦٤٤؛ احمد، ٥/ ١٥٢؛ ابن حبان، ٣٣٢٦۔

❸ احمد، ٥/ ١٥٦ وسنده ضعیف، قتادہ عنعن، مسند البزار، ٣٩٢٦؛ طبرانی، ١٦٣٤؛ حلیة الأولیاء، ١/ ١٦٢۔

❹ اس کی سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے۔ (المیزان ٢/ ٣٣٨، رقم: ٤٠٠٠) حاکم ٤/ ٣٥٢ میں اس معنی کی روایت موجود ہے اور اس روایت کو تخریج احیاء العلوم میں ضعیف کہا گیا ہے۔ دیکھئے رقم ٢٨٩٣۔ ❺ احمد، ١/ ١٠١ وسنده ضعیف، مسند البزار ٣٦٥١؛ التاریخ الکبیر، ٢/ ١٤٠ - ❻ احمد، ٥/ ٢٥٣ وسنده ضعیف قتادہ عنعن، طبرانی ٧٥٧٣۔

❼ اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم الفرادیسی ہے جس کی ثوبان رضی اللہ عنہ سے کی ہوئی روایت غیر محفوظ ہوتی ہے۔ دیکھئے (المیزان، ١/ ١٧٩، رقم: ٧٢٣) اور معاویہ بن یحییٰ متکلم فیہ راوی ہے (المیزان، ٤/ ١٣٩، رقم: ٨٦٣٦) ❽ اس کی سند میں سیف بن محمد الثوری متہم بالکذب ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا؛ امام احمد اور ابن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ٢/ ٦٥٦، رقم: ٣٦٣٦)



ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے کہ آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے' تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں' جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔[۳۶]

چار مہینوں کی حرمت ابتدا سے ہے: [آیت:۳۶] مسند احمد میں ہے رسول مقبول' صادق ومصدوق' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج کے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ ''زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلیت پر آ گیا ہے سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں جن میں سے چار حرمت وادب والے ہیں۔ تین تو پے در پے ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو مضر کے ہاں ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔'' پھر پوچھا ''یہ کونسا دن ہے؟'' ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو ہی پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ ہم سمجھے کہ شاید آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے پھر پوچھا ''کیا یہ یوم النحر یعنی قربانی کی عید کا دن نہیں؟'' ہم نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا ''یہ کونسا مہینہ ہے؟'' ہم نے کہا اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا رسول ﷺ۔ آپ ﷺ نے پھر سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ ﷺ اس مہینے کا نام اور ہی رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟'' ہم نے کہا ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا ''یہ کونسا شہر ہے؟'' ہم نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خوب جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ پھر خاموش ہو رہے اور ہمیں پھر خیال آنے لگا کہ شاید آپ ﷺ اس کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے۔ پھر فرمایا ''کیا یہ بلدہ (مکہ) نہیں ہے'' ہم نے کہا بے شک آپ ﷺ نے فرمایا: ''یاد رکھو تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم میں آپس میں ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسی حرمت وعزت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں' تم ابھی ابھی اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا سنو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن زدنی کرنے لگو بتلاؤ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ سنو تم میں سے جو موجود ہیں انہیں چاہئے کہ جو موجود نہیں ان تک پہنچا دیں۔ بہت ممکن ہے کہ جسے وہ پہنچائے وہ ان بعض سے بھی زیادہ نگہداشت رکھنے والا ہو۔'' ❶ اور روایت میں ہے کہ وسط ایام تشریق میں منیٰ میں حجۃ الوداع کے خطبے کے موقعہ کا یہ ذکر ہے۔ ابوحمزہ رقاشی رحمہ اللہ کے چچا جو صحابی ہیں کہتے ہیں کہ اس خطبے کے وقت میں حضور ﷺ کی ناقہ کی نکیل تھامے ہوئے تھا اور لوگوں کی بھیڑ کو روکے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ کے پہلے جملے کا یہ مطلب ہے کہ جو کمی بیشی تقدیم تاخیر مہینوں کی جاہلیت کے زمانے کے مشرک کیا کرتے تھے وہ الٹ پلٹ کر اس وقت ٹھیک ہو گئی ہے جو مہینہ آج ہے وہی درحقیقت بھی ہے۔ جیسے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ شہر ابتدائے مخلوق سے باحرمت وباعزت ہے وہ آج بھی

❶ صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب ومن قال الأضحی یوم النحر ۵۵۵۰؛ صحیح مسلم ۱۶۷۹؛ ابوداود، ۱۹۴۸؛ ابن ماجه، ۲۳۳؛ احمد، ۵/ ۳۷؛ ابن حبان ۳۸۴۸۔

حرمت والا ہے اور قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا۔" پس عربوں میں جو یہ رواج پڑ گیا تھا کہ ان کے اکثر حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہیں ہوتے تھے اب کی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے حج کے موقعہ پر یہ بات نہ تھی بلکہ حج اپنے ٹھیک مہینے پر تھا۔ بعض لوگ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج ذوالقعدہ میں ہوا لیکن یہ غور طلب قول ہے۔ جیسے کہ ہم مع ثبوت بیان کریں گے۔ آیت ﴿اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ﴾ کی تفسیر میں۔ اس قول سے بھی زیادہ غرابت والا ایک قول بعض سلف کا یہ بھی ہے کہ اس سال یہود و نصاریٰ مسلمان سب کے حج کا دن اتفاق سے ایک ہی تھا یعنی عید الاضحیٰ کا دن۔

"فصل ف" شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب "المشہور فی اسماء الایام والشہور" میں لکھا ہے کہ محرم کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس نام کی وجہ سے اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت میں اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کر ڈالتے کبھی حرام کر ڈالتے' اس کی جمع محرمات' محارم' محاریم ہے۔ صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے جب مکان خالی ہو جائے تو عرب کہتے ہیں (صَفِرَ الْمَکَانُ) اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔ ربیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینے میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے۔ ارتباع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع اربعاء ہے جیسے نصیب کی جمع انصباء۔ اور اس کی جمع اربعہ ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفہ ہے۔ ربیع الاخر کے مہینے کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے۔ گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔ جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں پانی جم جاتا تھا ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے تھے یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ جچتی نہیں اس لئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ پر ہر سال یکساں نہیں رہے گی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینے کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔ چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادیٰ کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے۔ اس کی جمع جمادیات جیسے حباریٰ اور حباریات۔ یہ مذکر مونث دونوں طرح مستعمل ہے' جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ کہا جاتا ہے۔ جمادی الاخریٰ کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔ رجب یہ ماخوذ ہے ترجیب سے۔ ترجیب کہتے ہیں تعظیم کو چونکہ یہ مہینہ عظمت و عزت والا ہے اس لئے اسے رجب کہتے ہیں۔ اس کی جمع ارجاب رجاب اور رجبات ہے۔ شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے۔ تشعب کے معنی ہیں جدا جدا ہونا پس اس مہینے کا بھی یہی نام رکھ دیا گیا۔ اس کی جمع شعابین' شعبانات آتی ہے۔ رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں۔ (رَمَضَتِ الْفِصَالُ) اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں۔ اس کی جمع رمضانات اور رماضین اور رامضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یہ محض غلط اور ناقابل التفات قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ لیکن ہے وہ ضعیف میں نے کتاب الصیام کے شروع میں اس کا بیان کر دیا۔ شوال ماخوذ ہے (شَالَتِ الْاِبِلُ) سے یہ مہینہ اونٹوں کی مستیوں کا مہینہ تھا یہ دمیں اٹھا دیا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہو گیا۔ اس کی جمع شواویل' شواول' شوالات آتی ہے۔ ذوالقعدہ یا ذی القعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے نہ لڑائی کے لئے نکلتے نہ اور سفر کے لئے' اس کی جمع ذوات القعدہ ہے۔ ذوالحجہ کو ذوالحجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی ماہ میں حج ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہو گیا' اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے۔ یہ تھی وجہ ان مہینوں کے ناموں کی۔

اب ہفتے کے سات دنوں کے نام اور ان ناموں کی جمع سنئے۔ اتوار کے دن کو یوم الاحد کہتے ہیں اس کی جمع احاد وحاد اور وحود آتی ہے۔ پیر کے دن کو اثنین کہتے ہیں اس کی جماع اثانین آتی ہے۔ منگل کو ثلاثا کہتے ہیں یہ مذکر بھی بولا جاتا ہے اور مونث بھی۔ اس کی جمع ثلاثاوات اور اثالث آتی ہے۔ بدھ کے دن کو اربعاء کہتے ہیں' جمع اربعاوات اور ارابیع آتی ہے۔ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جمع اس کی اخمسۃ اخامس آتی ہے۔ جمعہ کو جَمَعہ' اور جُمُعہ کہتے ہیں اس کی جمع جُمَعٌ اور جَمَاعَاتٌ آتی ہے۔ سنیچر یعنی ہفتے کے دن کو سبت کہتے ہیں سبت کے معنی ہیں قطع کے چونکہ گنتی ہفتے کے دنوں کی یہیں پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے اسے سبت کہتے ہیں۔ قدیم عربوں میں ہفتے کے دنوں کے نام یہ تھے۔ اول' اھون' جبار' دبار' مونس' عروبہ' شیار۔ قدیم خالص عربوں کے اشعار میں بھی دنوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ ماہ میں چار حرمت والے ہیں۔ جاہلیت کے عرب بھی انہیں حرمت والے مانتے تھے لیکن لسبل نامی ایک گروہ اپنے تشدد کی بنا پر آٹھ مہینوں کو حرمت والا خیال کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمان میں رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینے کو وہ رجب کا مہینہ شمار کرتے تھے دراصل وہی رجب کا مہینہ عنداللہ بھی تھا جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رجب' شعبان اور شوال کے درمیان کے مہینے کا یعنی رمضان کا نام تھا پس حضور اکرم ﷺ نے کھول دیا کہ حرمت والا رجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا۔ ان چار ذی حرمت مہینوں میں سے تین پے در پے اس مصلحت سے ہیں کہ حاجی ذوالقعدہ کے مہینے میں نکلے تو اس وقت تک لڑائیاں مار پیٹ جنگ وجدال قتل وقتال بند ہو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں پھر ذی الحجہ میں احکام حج کی ادائیگی امن وامان عمدگی اور شان سے ہو جائے پھر ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے۔ درمیان سال میں رجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طواف بیت اللہ کے شوق کو عمرے کی صورت میں ادا کر لیں گو دور دراز والے ہوں وہ بھی مہینہ بھر میں آمد ورفت کر لیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سیدھا اور سچا دین ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو' ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو اس لئے کہ اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے' جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ ظلم سے کرے ہم اسے دردناک عذاب کریں گے۔ [1] اسی طرح ان محترم مہینوں کا گناہ اور دنوں کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے اسی لئے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور علما کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی سخت ہے۔ اسی طرح حرم کے اندر کے قتل کی اور ذی محرم رشتے دار کے قتل کی بھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿فِيهِنَّ﴾ سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں۔ پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصاً ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں۔ ان کی بڑی عزت ہے ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر وثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بری چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرمایا فرشتوں میں انسانوں میں اپنے رسول ﷺ چن لئے اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرما لیا اور زمین میں سے مسجدوں کو پسند فرما لیا اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرما لیا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو پس تمہیں ان چیزوں کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظمت دی ہے۔ امور کی تعظیم اتنی کرنی عقلمند اور فہیم لوگوں کے نزدیک ضروری ہے جتنی تعظیم ان کی اللہ تعالیٰ سبحانہ نے بتلائی ہو۔ ان کی حرمت کا ادب نہ کرنا حرام ہے ان میں جو کام حرام ہیں انہیں حلال نہ کر لو جو

[1] ٢٢/ الحج: ٢٥۔

حلال ہیں انہیں حرام نہ بنالو جیسے کہ اہل شرک کرتے تھے یہ ان کے کفر میں زیادتی کی بات تھی۔ پھر فرمایا کہ تم سب کے سب کافروں سے جہاد کرتے رہو جیسے کہ وہ سب کے سب تم سے برسر جنگ ہیں' حرمت والے ان چار مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنی منسوخ یا محکم ہونے کے بارے میں علما کے دو قول ہیں پہلا تو یہ کہ یہ منسوخ ہے یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ اس آیت کے الفاظ پر غور کیجئے کہ پہلے تو فرمان ہوا کہ ان مہینوں میں ظلم نہ کرو پھر مشرکوں سے جنگ کرنے کو فرمایا۔ ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے حرمت کے مہینے بھی اس میں آ گئے اگر یہ مہینے اس سے الگ ہوتے تو ان سے گزر جانے کی قید ساتھ ہی بیان ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ ماہ ذوالقعدہ میں کیا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جیسے کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ ہوازن قبیلے کی طرف ماہ شوال میں چلے جب ان کو ہزیمت ہوئی اور ان میں کے بچے ہوئے بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے تو آپ ﷺ وہاں گئے اور چالیس دن تک محاصرہ رکھا پھر بغیر فتح کئے ہوئے وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ پس ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حرمت والے مہینے میں محاصرہ کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنی حرام ہے اور ان مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شعائر ربانی کو اور حرمت والے مہینوں کو حلال نہ کر لیا کرو۔ ❶ اور فرمان ہے حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں قصاص ہیں پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان سے ویسی ہی زیادتی کا بدلہ لے لو۔ ❷ اور فرمان ہے ﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ ❸ حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کے بعد مشرکوں سے جہاد کرو۔ یہ پہلے بیان گزر چکا ہے کہ یہ چار مہینے ہیں ہر سال میں' نہ کہ تسییر کے مہینے جو کہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔

پھر فرمایا کہ تم سب مسلمان ان سے اسی طرح لڑو جیسے کہ وہ تم سے سب کے سب لڑتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اپنے پہلے سے جداگانہ نہ ہوں اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بالکل نیا اور الگ ہو مسلمانوں کو رغبت دلانے اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے۔ تو فرماتا ہے کہ جیسے تم سے جنگ کرنے کے لئے وہ بھڑ بھڑا کر جمع ہو کر چاروں طرف سے ابل پڑتے ہیں تم بھی اپنے سب کلمہ گویوں کو لے کر ان سے مقابلہ کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس جملے میں مسلمانوں کو حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی رخصت دی ہو۔ جبکہ حملہ ان کی طرف سے ہو جیسے آیت ﴿الشَّهْرُ الْحَرَامُ﴾ میں ہے اور جیسے آیت ﴿وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ﴾ میں بیان ہے کہ ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک کہ وہ وہاں لڑائی نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ یہی جواب حرمت والے مہینے میں حضور اکرم ﷺ کے طائف کے محاصرے کا ہے کہ دراصل یہ لڑائی تتمہ تھی ہوازن کی اور ان کے ثقفی حلیفوں کی لڑائی کا۔ انہوں نے ہی لڑائی کی ابتدا کی تھی۔ ادھر ادھر سے آپ ﷺ کے مخالفین کو جمع کر کے لڑائی کی دعوت دی تھی پس حضور اکرم ﷺ ان کی طرف بڑھے یہ بڑھنا بھی حرمت والے مہینے میں نہ تھا۔ یہاں شکست اٹھا کر یہ لوگ طائف میں بھاگ چھپے اور وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ آپ اس مرکز کو خالی کرانے کے لئے اور آگے بڑھے' انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ ادھر محاصرہ جاری رہا منجنیق وغیرہ سے چالیس دن تک ان کو گھیرے رہے۔ الغرض اس جنگ کی ابتدا حرمت والے مہینے میں نہیں تھی لیکن جنگ نے طول کھینچا حرمت والا مہینہ بھی آ گیا۔ جب چند دن گزر گئے آپ نے محاصرہ ہٹا لیا۔ پس جنگ کا جاری رکھنا اور چیز ہے اور جنگ کی ابتدا اور چیز ہے اس کی بہت سی نظیریں ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اب اس میں جو حدیثیں ہیں ہم انہیں سیرت میں بھی بیان کر چکے ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

❶ ٥/ المآئدة:٢۔ ❷ ٥/ المآئدة:١٩٤۔ ❸ ٩/ التوبة:٥۔

إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

ع ٨

ترجمہ: مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا بھی کفر کی زیادتی ہے اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں کہ اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کر لیں پھر اسے حلال بنا لیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ انہیں ان کے برے کام بھلے دکھا دیئے گئے ہیں' قوم کفار کی اللہ رہنمائی نہیں فرماتا۔[٣٧]

مشرکوں نے حرمت والے مہینوں میں بھی ردوبدل کر رکھا تھا: [آیت:٣٧] مشرکوں کے کفر کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فاسد رائے کو اور اپنی ناپاک خواہش کو شریعت الٰہی میں داخل کر کے اللہ کے دین کے احکام الٹ پلٹ کر دیتے تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے۔ تین مہینے کی حرمت کو تو ٹھیک رکھا پھر چوتھے مہینے کی حرمت کو اس طرح بدل دیا کہ محرم کو صفر کے مہینے میں کر دیا اور محرم کی حرمت نہ کی۔ تاکہ بظاہر سال کے چار مہینے کی حرمت بھی پوری ہو جائے اور اصلی حرمت کے محرم مہینے میں لوٹ مار قتل وغارت بھی ہو جائے اور اس پر اپنے قصیدوں میں دون کی لیتے تھے اور فخر یہ اپنا یہ فعل اچھالتے تھے۔ ان کا ایک سردار تھا جنادہ بن عوف بن امیہ کنانی یہ ہر سال حج کو آتا اس کی کنیت ابوثمامہ تھی یہ منادی کر دیتا کہ نہ تو ابوثمامہ کے مقابلے میں کوئی آواز اٹھا سکتا ہے نہ اس کی بات میں کوئی عیب جوئی کر سکتا ہے' سنو پہلے سال کا صفر مہینہ حلال ہے اور دوسرے سال کا حرام۔ پس ایک سال کے محرم کی حرمت نہ رکھتے دوسرے سال کے محرم کی حرمت منا لیتے۔ ان کی اسی زیادتی کفر کا بیان اس آیت میں ہے۔ ❶ یہ شخص اپنے گدھے پر سوار آتا اور جس سال یہ محرم کو حرمت والا بنا دیتا لوگ اس کی حرمت کرتے اور جس سال وہ کہہ دیتا کہ محرم کو ہم نے ہٹا کر صفر میں اور صفر کو آگے بڑھا کر محرم میں کر دیا ہے اس سال عرب میں اس ماہ محرم کی حرمت کوئی نہ کرتا۔ ❷ ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی کنانہ کے اس شخص کو قلمس کہا جاتا تھا یہ منادی کر دیتا کہ اس سال محرم کی حرمت نہ منائی جائے اگلے سال محرم اور صفر دونوں کی حرمت رہے گی' پس اس کے قول پر جاہلیت کے زمانے میں عمل کر لیا جاتا' اور اب حرمت کے اصلی مہینے میں جس میں ایک انسان اپنے باپ کے قاتل کو پا کر بھی اس کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا اب آزادی سے آپس میں خانہ جنگیاں' لوٹ مار ہوتی۔ لیکن یہ قول کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ گنتی میں وہ موافقت کرتے تھے اور اس میں گنتی کی موافقت بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک سال میں تین مہینے رہ جاتے ہیں اور دوسرے سال میں پانچ ماہ ہو جاتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو حج فرض تھا ذی الحجہ کے مہینے میں لیکن مشرک ذی الحجہ کا نام محرم رکھ لیتے پھر برابر گنتے جاتے اور اس حساب سے جو ذی الحجہ آتا اس میں حج ادا کرتے پھر محرم کے نام سے خاموشی برت لیتے اس کا ذکر ہی نہ کرتے۔ پھر لوٹ کر صفر نام رکھ دیتے پھر رجب کو جمادی الاخریٰ پھر شعبان کو رمضان اور رمضان کو شوال پھر ذوالقعدہ کو شوال ذی الحجہ کو ذی القعدہ اور محرم کو ذی الحجہ کہتے اور اس میں حج کرتے' پھر اس کا اعادہ کرتے اور دو سال تک ہر ایک مہینے میں برابر حج کرتے۔ جس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا' اس سال مشرکوں کی اس گنتی کے مطابق دوسرے =

❶ الطبری، ١٤/ ٢٤٥۔ ❷ أیضا، ١٤/ ٢٤٦۔



يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۳۸ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَـيْــــًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین پکڑ لیتے ہو، کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو؟ سنو زندگانی دنیا تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے[۳۸] اگر تم نے کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک سزا دے گا، اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۳۹]

= برس کا ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ آنحضور ﷺ کے حج کے موقعہ پر ٹھیک ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور اسی کی طرف آپ ﷺ نے اپنے خطبے میں اشارہ فرمایا اور ارشاد ہوا کہ زمانہ الٹ پلٹ کر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اس وقت تھا جب زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے رچائے۔ لیکن یہ قول بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ اگر ذیقعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج ہوا تو یہ حج کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ﴾ ❶ یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے آج کے حج اکبر کے دن مشرکوں سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان ہے۔ اسی کی منادی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حج میں ہی کی گئی پس اگر یہ حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو حج کا دن نہ فرماتا۔ اور صرف مہینوں کی تقدیم تاخیر کو جس کا بیان اس آیت میں ہے ثابت کرنے کے اس تکلف کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ اس کے بغیر بھی ممکن ہے۔ کیونکہ مشرکین ایک سال تو محرم الحرام کے مہینے کو حلال کر لیتے اور اس کے عوض ماہ صفر کو حرمت والا کر لیتے سال کے باقی مہینے اپنی جگہ رہتے۔ پھر دوسرے سال محرم کو حرام سمجھتے اور اس کی حرمت و عزت باقی رکھتے تاکہ سال کے چار حرمت والے مہینے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے ان کے گنتی میں موافقت کر لیں پس کبھی تو حرمت والے تینوں مہینے جو پے در پے ہیں ان میں سے آخری ماہ محرم کی حرمت رکھتے کبھی اسے صفر کی طرف موخر کر دیتے۔ رہا حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک کہ ''زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے'' یعنی اس وقت جو مہینہ ان کے نزدیک ہے وہی مہینہ صحیح گنتی میں بھی ہے اس کا پورا بیان ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ ٹھہرے مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثنا بیان فرما کر فرمایا کہ ''مہینوں کی تاخیر شیطان کی طرف سے کفر کی زیادتی تھی کہ کافر بہکیں، وہ ایک سال محرم کو حرمت والا کرتے اور صفر کو حلت والا پھر محرم کو حلت والا کر لیتے۔'' ❷ یہی ان کی وہ تقدیم تاخیر ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السیرۃ میں اس پر بہت اچھا کلام کیا ہے جو بے حد مفید اور عمدہ ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کام کو سب سے پہلے کرنے والا قلمس تھا (حذیفہ بن عبد بن فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان) پھر اس کا بیٹا عباد پھر اس کا لڑکا قلع پھر

❶ ۹/ التوبة: ۳۔ ❷ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/ ۲۱۳، رقم: ۸۸۹۵)

اس کا لڑکا امیہ پھر اس کا بیٹا عوف پھر اس کا لڑکا ابوثمامہ جنادہ' اسی کے زمانہ میں اشاعت اسلام ہوئی۔ عرب لوگ حج سے فارغ ہو کر اس کے پاس جمع ہوتے یہ کھڑا ہو کر انہیں لکچر دیتا اور رجب' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی حرمت بیان کرتا اور ایک سال تو محرم کو حلال کر دیتا اور محرم صفر کو بنا دیتا اور ایک سال محرم کو ہی حرمت والا کہہ دیتا کہ اللہ کی حرمت کے مہینوں کی گنتی کے موافق ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا حرام حلال بھی ہو جائے۔

جہاد سے جی چرانے والوں کو تنبیہ: [آیت:۳۸۔۳۹] ایک طرف تو گرمی سخت پڑ رہی تھی دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سائے بڑھ گئے تھے' ایسے وقت رسول اللہ ﷺ ایک دور دراز کے سفر کے لئے تیار ہو گئے غزوۂ تبوک میں اپنے ساتھ چلنے کو سب سے فرما دیا۔ کچھ لوگ جو رہ گئے تھے انہیں جو تنبیہ کی گئی ان آیتوں کا شروع اس آیت سے ہے کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ کے جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم کیوں زمین میں دھنسنے لگتے ہو' کیا دنیا کی ان فانی چیزوں پر ریجھ کر آخرت کی باقی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو۔ سنو دنیا کی تو آخرت کے مقابلے میں کوئی ہستی ہی نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلے میں ہے اتنا ہی مقابلہ دنیا کا آخرت سے ہے۔'' [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے آپ حدیث بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ کا ثواب دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ میں نے دو لاکھ کا فرمان بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے اسی جملے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ دنیا جو گزر گئی اور جو باقی ہے وہ سب آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ [2] مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان رحمہ اللہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا اسے دیکھ کر فرمایا پس میرا تو دنیا سے یہی حصہ تھا میں اتنی دنیا لے کر جا رہا ہوں پھر پیٹھ موڑ کر رو کر کہنے لگے ہائے دنیا تیرا بہت بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی چھوٹا ہے افسوس ہم دھوکے میں ہی رہے۔ پھر ترک جہاد پر اللہ تعالیٰ ڈانٹتا ہے کہ سخت دردناک عذاب ہوں گے۔

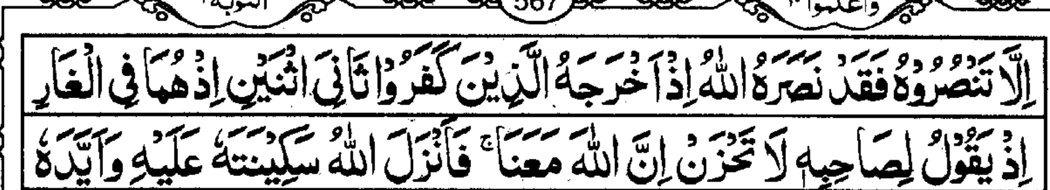
ایک قبیلے کو حضور اکرم ﷺ نے جہاد کے لئے بلوایا وہ نہ اٹھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔ پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں پھولنا نہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے مددگار ہیں اگر تم درست نہ رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کر کے اپنے رسول کے ساتھی اوروں کو کر دے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے' تم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کر ہی نہ سکیں' اللہ تعالیٰ میں سب قدرتیں ہیں وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کر سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ [3] اور آیت ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾ [4] یہ سب آیتیں آیت ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ [5] سے منسوخ ہیں۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے نکلنے کو فرمائیں وہ فرمان سنتے ہی اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ فی الواقع یہ توجیہ بہت عمدہ ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة ۲۸۵۸؛ ترمذی ۲۳۲۳؛ ابن ماجه ۴۱۰۸؛ احمد، ۴/ ۲۲۸۔

[2] اس کی سند میں زیاد بن ابی زیاد الجصاص ہے۔ جسے دار قطنی اور نسائی نے متروک کہا ہے۔ (المیزان، ۲/ ۸۹، رقم:۲۹۳۸)

[3] ۹/ التوبة:۴۱۔ [4] ۹/ التوبة:۱۲۰۔ [5] ۹/ التوبة:۱۲۲۔



بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ: اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی مدد اس وقت کی تھی جبکہ اسے کافروں نے دیس سے نکال دیا تھا دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے' پس جناب باری نے اپنی طرف کی تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا بھی نہیں' اس نے کافروں کی بات پست کر دی' بلند و عزیز تو اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی ہے اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔[۴۰]

نبی' صدیق اور قصہ غار: [آیت: ۴۰] تم اگر میرے رسول کی امداد و تائید چھوڑ دو تو میں کسی کا محتاج نہیں ہوں' میں آپ اس کا ناصر مؤید کافی اور حافظ ہوں۔ یاد کرلو ہجرت والے سال جب کہ کافروں نے آپ ﷺ کے قتل یا قید یا دیس نکالے کی سازش کی تھی اور آپ ﷺ اپنے سچے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تن تنہا مکہ مکرمہ سے نکل بھاگے تھے کون اس کا مددگار تھا' تین دن مارے خوف کے اس ڈر سے غار میں گزارے کہ ڈھونڈھنے والے مایوس ہو کر واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کا راستہ لیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لحہ بہ لحہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے ایسا نہ ہو کہ وہ رسول کریم (علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم) کو کوئی ایذا پہنچائے' حضور اکرم ﷺ ان کی تسکین فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ابوبکر! ''ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔'' ❶ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے غار میں کہا کہ اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود رب العلمین ہے۔ الغرض اس موقع پر بھی جناب باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیر یہی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تو مطمئن اور سکون و تسکین والے تھے ہی۔ لیکن اس خاص حال میں تسکین کا ازسرنو بھیجنا کچھ اس کے خلاف نہیں' اسی لئے اسی کے ساتھ فرمایا کہ اپنے غائبانہ لشکر اتار کر اس کی مدد فرمائی یعنی بذریعہ فرشتوں کے۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر بادیا اور اپنے کلمے کا بول بالا کیا شرک کو پست کیا اور توحید کو اونچا کیا۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی بہادری کے لئے دوسرا حمیت قومی کے لئے تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کے لئے لڑ رہا ہے تو ان میں سے اللہ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو''اللہ کے کلمہ کو بلند و بالا کرنے کی نیت سے لڑے وہ اللہ کی راہ کا مجاہد ہے۔'' ❷ اللہ تعالیٰ انتقام لینے پر غالب ہے۔ جس کی مدد کرنا چاہے کرتا ہے نہ اس کے سامنے کوئی پڑ سکے نہ اس کے ارادے کو کوئی بدل سکے کون ہے جو اس کے سامنے لب ہلا سکے یا آنکھ ملا سکے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب قولہ ﴿ثانی اثنین اذ هما فی الغار إذ یقول لصاحبه......﴾ ۴۶۶۳؛ صحیح مسلم ۲۳۸۱؛ ترمذی ۳۰۹۶؛ احمد، ۱/ ۴۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب ومن قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا ۲۸۱۰؛ صحیح مسلم ۱۹۰۴؛ ابوداود ۲۵۱۷؛ ترمذی ۱۶۴۶؛ نسائی ۲۳۱۶؛ ابن ماجه ۲۷۸۳؛ احمد، ۴/ ۳۹۲۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ؀

ترجمہ: نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی راہ الٰہی میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔[۴۱]

= اس کے سب اقوال و افعال حکمت و مصلحت بھلائی اور خوبی سے پر ہیں۔ تعالیٰ شانہ و جد مجدہ۔

ہلکے یا بھاری ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلو: [آیت:۴۱] کہتے ہیں کہ سورۂ براءۃ میں یہی آیت پہلے اتری ہے ❶ اس میں ہے کہ غزوۂ تبوک کے لئے تمام مسلمانوں کو ہمراہ ہادی امم نکل کھڑے ہونا چاہئے اہل کتاب کے کافر رومیوں سے جہاد کے لئے تمام مؤمنوں کو چلنا چاہئے خواہ جی مانے یا نہ مانے خواہ آسانی نظر آئے یا بھاری پڑے ذکر ہو رہا تھا کہ کوئی بڑھاپے کا کوئی بیماری کا عذر کر دے گا تو یہ آیت اتری۔ بوڑھے جوان سب کو پیغمبر ﷺ کا ساتھ دینے کا عام حکم ہوا کسی کا کوئی عذر نہ چلا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی اور اس حکم کی تعمیل میں سرزمین شام میں چلے گئے۔ اور نصرانیوں سے جہاد کرتے ہی رہے یہاں تک کہ جان بخش کو جان سونپی، اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر آئے تو فرمانے لگے ہمارے رب نے تو میرے خیال سے بوڑھے جوان سب کو جہاد کے لئے چلنے کی دعوت دی ہے میرے پیارے بچو! میرا سامان تیار کرو۔ میں ملک شام کے جہاد میں شرکت کے لئے ضرور جاؤں گا۔ بچوں نے کہا ابا جی حضور اکرم ﷺ کی حیات تک آپ نے حضور اکرم ﷺ کی ماتحتی میں جہاد کیا، خلافت صدیقی میں آپ مجاہدین کے ساتھ رہے، خلافت فاروقی کے آپ مجاہد مشہور ہیں اب آپ کی عمر جہاد کی نہیں رہی آپ گھر پر آرام کیجئے ہم لوگ آپ کی طرف سے میدان جہاد میں نکلتے ہیں اور اپنی تلواروں کے جوہر دکھاتے ہیں۔ لیکن آپ نہ مانے اور اسی وقت گھر سے روانہ ہو گئے سمندر پار جانے کے لئے کشتی لی اور چلے ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو بیچ سمندر میں روح پروردگار کو روح سونپ دی، نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا ٹاپو نظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لحد کیا اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی، ❷ اور بھی بہت سے بزرگوں سے خفافا و ثقالا کی تفسیر جوان اور بوڑھے مروی ہے۔ الغرض جوان ہوں، بوڑھے ہوں، امیر ہوں، فارغ ہوں، مشغول ہوں، خوشحال ہوں یا تنگ دل ہوں بھاری ہوں، یا ہلکے ہوں، حاجتمند ہوں، کاریگر ہوں، آسانی والے ہوں، سختی والے ہوں، پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں، قوی ہوں یا کمزور، جس حالت میں بھی ہوں بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ الٰہی کے جہاد کے لئے چل پڑیں۔ اس مسئلے کی تفصیل کے طور پر امام ابوعمرو اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب اندرون روم پر حملہ ہو تو مسلمان ہلکے پھلکے اور سوار چلیں، اور جب ان بندوں کے کناروں پر حملہ ہو تو ہلکے بوجھل سوار پیدل ہر طرح نکل کھڑے ہو جائیں۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ آیت فَلَوْلَا نَفَرَ ❸ سے یہ حکم منسوخ ہے۔ اس پر ہم پوری روشنی ڈالیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مروی ہے کہ ایک بھاری بدن کے بڑے شخص نے آپ سے اپنا حال ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور یہ آیت اتری، لیکن یہ حکم صحابہ رضی اللہ عنہم پر سخت گزرا۔ پھر جناب باری تعالیٰ نے اسے آیت لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ ❹ سے منسوخ کر دیا۔=

❶ الطبری، ۱۴/ ۲۷۰۔ ❷ حاکم، ۳/ ۳۵۳۔ ❸ ۹/ التوبۃ:۱۲۲۔ ❹ ۹/ التوبۃ:۹۱۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾

ع ۵ / ۱۲

ترجمہ: اگر جلد وصول ہونے والا مال و اسباب ہوتا اور ہلکا سا سفر ہوتا تو یہ ضرور تیرے پیچھے ہو لیتے لیکن ان پر تو دوری اور دراز کی مشکل پڑ گئی' اب تو یہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھانے لگے کہ اگر ہم میں قوت و طاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے' یہ اپنی جانوں کو خود ہی ہلاکت میں ڈال رہے ہیں' ان کے جھوٹا ہونے کا سچا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔[۴۲] اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرما دے' تو نے انہیں کیوں اجازت دے دی؟ بغیر اس کے کہ تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے[۴۳] اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان و یقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے[۴۴] یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں۔[۴۵]

= یعنی ضعیفوں بیماروں تنگ دست فقیروں پر جبکہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو اگر وہ دین ربانی اور شرع مصطفیٰ کے حامی اور طرف دار اور خیر خواہ ہوں تو میدان جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اول غزوے سے لے کر پوری عمر تک سوائے ایک سال کے ہر غزوے میں موجود رہے اور فرماتے رہے کہ خفیف و ثقیل دونوں کو نکلنے کا حکم ہے اور انسان کی حالت ان دو حالتوں سے سوا نہیں ہوتی۔ ❶ حضرت ابوراشد حرانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سوار سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حمص میں دیکھا کہ ہڈی اتر گئی ہے پھر بھی ہودج میں سوار ہو کر جہاد کو جا رہے ہیں تو میں نے کہا کہ اب تو شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے پھر آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنو سورۃ البعوث یعنی سورہ براءت ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم ہے کہ ہلکے بھاری سب جہاد کو جاؤ۔ ❷ حضرت حیان بن زید شرعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراجمہ کی جانب جہاد کے لئے چلے میں نے دمشق کے ایک بزرگ عمر رسیدہ کو دیکھا کہ حملہ کرنے والوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار وہ بھی آ رہے ہیں ان کی بھویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی ہیں شیخ فانی ہو چکے ہیں۔ میں نے پاس جا کر کہا چچا صاحب آپ تو اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معذور ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی آنکھوں پر سے بھویں ہٹا لیں اور فرمایا بھتیجے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری ہونے کی دونوں صورتوں میں ہم سے جہاد میں نکلنے کی طلب کی ہے' سنو جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اس کی آزمائش بھی ہوتی ہے پھر اس پر

❶ حاکم، ۳/ ۴۵۸ محمد بن سیرین کے سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے سماع میں نظر ہے۔ ❷ ابن جریر وسندہ ضعیف۔

بعد از ثابت قدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے' سنو اللہ کی آزمائش شکر و صبر و ذکر اللہ اور توحید خالص سے ہوتی ہے۔ ❶ جہاد کے حکم کے بعد مالک زمین و زماں اپنی راہ میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی میں مال و جان کے خرچ کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ دنیوی نفع تو یہ ہے کہ یونہی سا خرچ ہوگا اور بہت سی غنیمت ملے گی آخرت کا نفع یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کے ذمے دو باتوں میں سے ایک ضروری ہے وہ مجاہد کو یا تو شہید کر کے جنت کا مالک بنا دیتا ہے یا اسے سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹاتا ہے۔'' ❷ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے باوجود یکہ تم اس سے کنی کھارہے ہو' لیکن بہت ممکن ہے کہ تمہاری نہ چاہی ہوئی چیز ہی دراصل تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری چاہت کی چیز فی الواقع تمہارے حق میں بے حد مضر ہو سنو تم تو بالکل نادان ہو اور اللہ تعالیٰ پورا پورا دانا بینا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا ''مسلمان ہو جا'' اس نے کہا جی تو چاہتا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''گو نہ چاہے'' ❸ (مسند احمد)۔

عیار لوگوں کے دھوکے میں نہ آؤ: [آیت:۴۲-۴۵] جو لوگ غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے اور اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ آ کر اپنے جھوٹے جھوٹے بناوٹی عذر پیش کرنے لگے تھے' انہیں اس آیت میں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دراصل انہیں کوئی معذوری نہ تھی اگر کوئی آسان غنیمت اور قریب کا سفر ہوتا تو یہ لالچی ساتھ ہو لیتے لیکن شام تک کے لمبے سفر نے ان کے گھٹنے توڑ دیئے' اس مشقت کے خیال نے ان کے ایمان جھوجھرے کر دیئے' اب یہ آ آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے دے رہے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتا تو بھلا ہم شرف ہم رکابی چھوڑنے والے تھے' ہم تو جان و دل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے جھوٹ کا مجھے علم ہے انہوں نے تو اپنے تئیں غارت کر دیا۔

سچے مسلمان حیلے بہانے نہیں بناتے: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب سے کیسی پیار بھری باتیں ہو رہی ہیں' سخت بات کے سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سنایا جا رہا ہے اس کے بعد رخصت دینے کا عہد بھی سورۂ نور میں سونپ دیا جاتا ہے۔ اور ارشاد عالی ہوتا ہے ﴿فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ ❹ یعنی ان میں سے کوئی اگر آپ سے اپنے کسی کام اور شغل کی وجہ سے اجازت چاہے تو آپ جسے چاہیں اجازت دے سکتے ہیں۔ یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے جن لوگوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلبی تو کریں اگر اجازت ہو جائے تو اور اچھا اور اگر اجازت نہ بھی دیں تاہم ہم اس غزوے میں جائیں گے تو نہیں۔ ❺ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہیں اجازت نہ ملتی تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے والے کھل جاتے' نیک و بد میں ظاہری تمیز ہو جاتی' اطاعت گزار تو حاضر ہو جاتے نافرمان باوجود اجازت نہ ملنے کے بھی نہ نکلتے' کیونکہ انہوں نے تو طے کر لیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہاں کہیں یا نا کہیں ہم تو جہاد میں جائیں گے ہی نہیں۔ اسی لئے جناب باری تعالیٰ نے اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سچے ایماندار لوگ راہ ربانی کے جہاد سے رکنے کی اجازت تجھ سے طلب کریں' وہ تو جہاد کو موجب قربت الٰہی مان کر اپنی جان و مال کے فدا کرنے کے آرزومند رہتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس متقی جماعت سے بخوبی آگاہ ہے۔ یہ بلا عذر شرعی بہانے بنا کر جہاد سے رک جانے کی اجازت طلب کرنے والے تو بے ایمان =

---

❶ الطبری، ۱۴/ ۲۶۴۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((أحلت لکم الغنائم)) ۳۱۲۳؛ صحیح مسلم ۱۸۷۶؛ مؤطا امام مالک ۴۴۴؛ احمد، ۲/ ۳۹۹۔

❸ احمد، ۳/ ۱۰۹ وسندہ ضعیف، حمید الطویل مدلس وعنعن، مسند ابی یعلی ۳۷۶۵؛ مجمع الزوائد، ۵/ ۳۰۵۔

❹ ۲۴/ النور: ۶۲۔ ❺ الطبری، ۱۴/ ۲۷۳۔

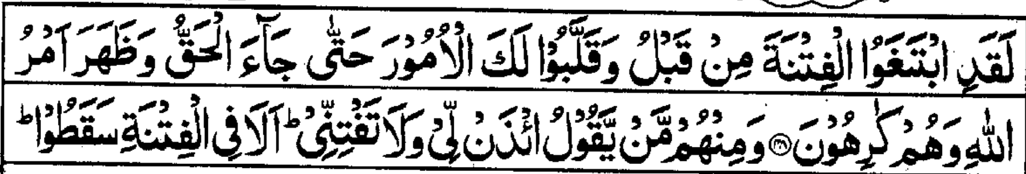
وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لئے سامان کی تیاری کر رکھتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا پس انہیں حرکت سے ہی روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے ہی رہو[۴۶] اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے' ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں' اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔[۴۷]

= لوگ ہیں جنہیں دار آخرت کی جزا کی کوئی امید ہی نہیں ان کے دل آج تک تیری شریعت سے شک وشبہ میں ہی ہیں یہ حیران و پریشان ہیں ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے انہیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں یہ ہلاک ہونے والے ہیں یہ نہ ادھر ہیں نہ ادھر یہ اللہ کے گمراہ کئے ہوئے ہیں تو ان کے سنوارنے کا کوئی رستہ نہ پائے گا۔

منافقین کی ریشہ دوانیوں اور شرارتوں کا تذکرہ: [آیت:۴۶۔۴۷] یہ عذر کرتے ہیں۔ ان کے غلط ہونے کی ایک ظاہری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم از کم سامان سفر تو تیار کر لیتے لیکن یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی دن گزرنے پر بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے ایک تنکا بھی ادھر سے ادھر نہ کیا۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں پیچھے ہٹا دیا' اور قدرتی طور پر ان سے کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کا ہی ساتھ دو۔ سنو ان کے ساتھ کو ناپسند رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ پورے نامرد اعلیٰ درجے کے بزدل بڑے ہی ڈرپوک ہیں۔ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو ''پتہ کھڑکا اور بندہ سرکا'' کی مثل کو اصل کر دکھاتے اور ان کے ساتھ ہی تم میں بھی فساد برپا ہو جاتا۔ یہ ادھر کی ادھر' ادھر کی ادھر لگا بجھا کر بات کا بتنگڑ بنا کر آپس میں پھوٹ اور عداوت ڈلوا دیتے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے تمہیں آپس میں ہی الجھا دیتے' ان کے ماننے والے ان کے ہم خیال ان کی پالیسی کو اچھی نظر سے دیکھنے والے خود تم میں بھی موجود ہیں وہ اپنے بھولے پن سے ان کے شر انگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مؤمنوں کے حق میں نہایت برا نکلتا ہے آپس میں شر وفساد پھیل جاتا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے گویندے ان کی سی آئی ڈی اور جاسوس بھی تم میں لگے ہوئے ہیں جو تمہاری رتی رتی کی خبریں انہیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن یہ معنی کرنے سے وہ لطافت باقی نہیں رہتی جو شروع آیت سے ہے یعنی ان لوگوں کا تمہارے ساتھ نہ نکلنا اللہ تعالیٰ کو اس لئے بھی ناپسند رہا کہ تم میں بعض وہ بھی ہیں جو ان کی مان لیا کرتے ہیں۔ یہ تو بہت درست ہے لیکن جاسوسی کی کوئی خصوصیت ان کے نہ نکلنے کی وجہ کے لئے نہیں ہو سکتی' اسی لئے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مفسرین کا یہی قول ہے۔ امام محمد بن اسحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور جد بن قیس بھی تھا اور یہی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں دور ڈال دیا' اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کی منہ دیکھی ماننے والے وقت پر ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جاتے محمدی لشکر میں ابتری پھیل جاتی 1 کیونکہ یہ لوگ وجاہت والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اسلام اور چرب کلامی پر مفتون تھے اور اب تک =

1 الطبری، ١٤/ ٢٧٧۔



لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْأُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

ترجمہ: یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے کی تلاش کرتے رہے ہیں اور تیرے لئے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حق آ پہنچا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب آ گیا باوجودیکہ وہ ناخوشی میں ہی رہے۔[۴۸] ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے مجھے فتنے میں نہ ڈالئے' آگاہ رہو وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں' یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔[۴۹]

== ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی' یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھی۔ سچ ہے پورا علم اللہ ہی کو ہے غائب حاضر ہو چکا ہوا اور ہونے والا سب اس پر روشن ہے اسی اپنے علم غیب کی بنا پر وہ فرماتا ہے کہ تم مسلمان ان کا نہ نکلنا غنیمت سمجھو یہ ہوتے تو اور فساد اور فتنہ برپا کرتے' نہ کرتے نہ کرنے دیتے۔ اسی باعث فرمان ہے کہ اگر کفار دوبارہ بھی دنیا میں لوٹائے جائیں تو نئے سرے سے پھر وہی کریں جس سے منع کئے جائیں اور یہ جھوٹے کہ جھوٹے ہی رہیں۔ ❶ اور آیت میں ہے کہ اگر اللہ کے علم میں ان کے دلوں میں کوئی بھی خیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ عزوجل انہیں ضرور سنا دیتا لیکن اب تو یہ حال ہے کہ سنیں بھی تو منہ موڑ کر لوٹ جائیں۔ ❷ اور جگہ ہے کہ اگر ہم ان پر لکھ دیتے کہ تم آپس میں ہی موت کا کھیل کھیلو یا جلاوطن ہو جاؤ تو بجز بہت کم لوگوں کے یہ ہرگز اسے نہ کرتے' حالانکہ ان کے حق میں بہتر اور اچھا یہی تھا کہ جو نصیحت انہیں کی جائے یہ اسے بجا لائیں تاکہ اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے اجر عظیم دیں اور راہ مستقیم دکھائیں۔ ❸ اور بھی ایسی آیتیں بہت ساری ہیں۔

منافق فتنہ برپا کرنے کے لئے ہر وقت موقعہ کی تلاش میں رہتے ہیں: [آیت:۴۸۔۴۹] اللہ تعالیٰ منافقین سے نفرت دلانے کے لئے فرما رہا ہے کہ کیا بھول گئے مدتوں یہ تو فتنہ و فساد کی آگ سلگاتے رہے ہیں اور تیرے کام کے الٹ دینے کی بیسیوں تدبیریں کر چکے ہیں مدینے میں آپ ﷺ کا قدم آتے ہی تمام عرب نے ایک ہو کر مصیبتوں کی بارش آپ ﷺ پر برسا دی باہر سے وہ چڑھ دوڑے اندر سے یہود مدینہ اور منافق مدینہ نے بغاوت کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دن میں سب کی کمانیں اتار دیں ان کے جوڑ ڈھیلے کر دیئے ان کے جوش ٹھنڈے کر دیئے بدر کے معرکے نے ان کے ہوش حواس بھلا دیئے اور ان کے ارمان ذبح کر دیئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے صاف کہہ دیا کہ بس اب یہ لوگ ہمارے بس کے نہیں رہے اب تو سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ظاہر میں اسلام کی موافقت کی جائے دل میں جو ہے سو ہے وقت آنے دو وقت پر دیکھی جائے گی اور دکھا دی جائے گی۔ پھر جوں جوں حق کی بلندی اور توحید کی اونچائی ہوتی گئی یہ جلتے بھلتے گئے۔ آخر حق نے قدم جمائے اور کلمہ ربانی غالب آ گیا اور یہ یونہی پیٹ پیٹتے اور ڈونڈے بجاتے رہے۔

نفاق فتنہ ہی فتنہ ہے: جد بن قیس سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اس سال نصرانیوں کے جلاوطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا۔'' تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو معاف رکھیے میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے طرح شیدا ہوں عیسائی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے تو اپنا نفس روکا نہ جائے گا۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس منافق ==

❶ ٦/ الانعام:٢٨۔ ❷ ٨/ الانفال:٢٣۔ ❸ ٤/ النسآء:٦٦۔

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُّصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كٰرِهُونَ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: تجھے اگر کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں برا لگتا ہے اور تجھے کوئی برائی پہنچ جائے تو یہ کہتے ہیں ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے ہی درست کر لیا تھا پھر تو بڑے ہی اِتراتے ہوئے لوٹتے ہیں [۵۰] تو کہہ دے کہ ہمیں سوائے اللہ تعالیٰ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے' مومنوں کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ [۵۱] کہہ دے کہ تم ہمارے بارے میں جس چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ہی ایک ہے اور ہم تمہارے حق میں اس کا انتظار کرتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کوئی سزا تمہیں دے یا ہمارے ہاتھوں سے' پس ایک طرف تم منتظر رہو دوسری جانب تمہارے ساتھ ہم بھی منتظر ہیں [۵۲] کہہ دے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو قبول تو ہرگز نہ کیا جائے گا' یقیناً تم بے حکم لوگ ہو [۵۳] کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں۔ [۵۴]

= نے یہ بہانہ بنایا حالانکہ وہ فتنے میں تو پڑا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑنا جہاد سے منہ موڑنا یہ کیا کم فتنہ ہے۔ ❶ یہ منافق بنو سلمہ قبیلے کا رئیس اعظم تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب اس قبیلے کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ ''تمہارا سردار کون ہے۔'' تو انہوں نے کہا: جد بن قیس جو بڑا ہی شوم اور بخیل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''بخل سے بڑھ کر اور کیا بری بیماری ہے' سنو اب سے تمہارا سردار نوجوان سفید اور خوبصورت بشر بن براء بن معرور ہے۔'' ❷ جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے نہ اس سے وہ بچ سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نجات پا سکیں۔

مسلمانوں کی ہر خوشی منافقین پر شاق گزرتی ہے: [آیت: ۵۰-۵۴] ان بد باطن لوگوں کی اندرونی خباثت کا بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی فتح و نصرت سے ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر اچانک یہاں اس کے خلاف ہوا تو الاپ الاپ کر اپنی چالاکی کے افسانے گائے جاتے ہیں کہ میاں اسی وجہ سے ہم تو ان سے بچتے رہے مارے خوشی کے بغلیں بجانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دے کہ رنج راحت اور ہم خود اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی منشا کے ماتحت ہیں وہ ہمارا مولیٰ ہے وہ ہمارا آقا ہے وہ ہماری پناہ ہے ہم مومن ہیں اور مومنوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے وہ ہمیں کافی ہے بس ہے وہ ہمارا کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے۔

❶ الطبری، ١٤/ ٢٨٧۔ ❷ حاکم، ٣/ ٢١٩ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ٩/ ٣١٥۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿٥٧﴾

ترجمہ: تو ان کے مال واولاد سے تعجب میں نہ پڑ' اللہ تعالیٰ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں۔[٥٥] یہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ یہ تمہاری جماعت کے لوگ ہیں' حالانکہ وہ دراصل تمہارے نہیں بات صرف اتنی ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں[٥٦] اگر یہ کوئی بچاؤ کی جگہ یا کوئی غار یا کوئی بھی سر گھسانے کی جگہ پالیں تو ابھی اس طرف لگام توڑ کر الٹے بھاگ چھوٹیں۔[٥٧]

مسلمان ہر حال میں کامیاب اور منافق ناکام ہے: مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح اچھے ہیں۔ اگر شہادت ملی تو جنت اپنی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت واجر ہے۔ پس اے منافقو! تم جو ہماری بابت انتظار کر رہے ہو وہ انہی دو اچھائیوں میں سے ایک ہے' اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کر رہے ہیں وہ دو برائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ عذاب الٰہی براہ راست تم پر آ جائے یا ہمارے ہاتھوں تم پر رب کی مار پڑے کہ قتل وقید ہو جاؤ۔ اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر رہیں دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے' تمہارے خرچ کرنے کا اللہ بھوکا نہیں تم خوشی سے دو تو اور ناراضگی سے دو تو وہ تو قبول فرمانے کا نہیں اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو' تمہارے خرچ کی عدم قبولیت کا باعث تمہارا کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے ساتھ ہی کسی عمل میں تمہارا نیک قصد اور سچی ہمت نہیں نماز کو آتے ہو تو بھی ہارے دل سے گرتے پڑتے مرتے بچھڑتے سست اور کاہل ہو کر۔ دیکھا دیکھی مجمع میں دو چار سجدے دے بھی دیتے ہو تو مرے جی سے دل کی تنگی سے۔ صادق ومصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا جب تک تم تھک جاؤ۔'' ❶ ''اللہ پاک ہے وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے ❷ متقیوں کے اعمال قبول ہوتے ہیں تم فاسق ہو تمہارے اعمال قبولیت سے گرے ہوئے ہیں۔''

دنیا داروں کو حسرت بھری نظروں سے نہ دیکھو: [آیت:٥٥-٥٧] ان کے مال واولاد کو للچائی ہوئی نگاہوں سے نہ دیکھ' ان کی دنیا کی اس ہیرا پھیری کی کوئی حقیقت نہ گن یہ ان کے حق میں کوئی بھلی چیز نہیں یہ تو ان کے لئے دنیوی سزا بھی ہے کہ نہ اس میں سے زکوٰۃ نکلے نہ اللہ کے نام خیرات ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہاں مطلب مقدم موخر ہے یعنی تجھے ان کے مال واولاد اچھے نہ لگنے چاہئیں اللہ کا ارادہ اس سے انہیں اس حیات دنیا میں ہی سزا دینے کا ہے۔ پہلا قول حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے وہی اچھا اور قوی ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ اس میں یہ ایسے پھنسے رہیں گے کہ مرتے دم تک راہ ہدایت نصیب نہیں ہوگی' یوں ہی بتدریج پکڑ لئے جائیں گے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ یہی حشمت ووجاہت مال ودولت جہنم کی آگ بن جائے گا۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ادومہ ٤٣؛ صحیح مسلم ٧٨٢۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ من الکسب الطیب، ١٤١٠؛ صحیح مسلم ١٠١٥۔

وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ ۚ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾

ع ۱۴

ترجمہ: ان میں وہ بھی ہیں جو خیراتی مال کی تقسیم کے بارے میں تجھ پر عیب رکھتے ہیں اگر انہیں اس میں سے مل جائے تو خوش ہیں اور اگر اس میں سے نہ ملا تو فوراً ہی بگڑ کھڑے ہوئے [۵۸] اگر یہ لوگ اللہ اور رسول ﷺ کے دیئے ہوئے پر خوش رہتے اور کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی ہم تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی توقع رکھنے والے ہیں۔[۵۹]

منافقین کی غیر مستقل مزاجی اور انکی جھوٹی قسمیں: ان کی تھڑ دلی ان کی غیر مستقل مزاجی ان کی سراسیمگی اور پریشانی گھبراہٹ اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ تمہارے پاس آ کر تمہارے دل میں گھر کرنے کے لئے اور تمہارے ہاتھوں سے بچنے کے لئے بڑی لمبی چوڑی زبردست قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ! ہم تمہارے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے یہ صرف خوف و ڈر ہے جو ان کے پیٹ میں درد پیدا کر رہا ہے۔ اگر آج انہیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی قلعہ مل جائے اگر آج یہ کوئی محفوظ غار دیکھ لیں یا کسی اچھی سرنگ کا پتہ انہیں چل جائے تو یہ سارے کے سارے دم بھر میں اس طرف اڑن چھو ہو جائیں تیرے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئے کیونکہ انہیں تجھ سے کوئی محبت یا انس تو نہیں ہے یہ تو ضرورت مجبوری اور خوف کی بنا پر تمہاری چاپلوسی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اسلام ترقی کر رہا ہے یہ بجھتے چلے جا رہے ہیں مؤمنوں کی ہر خوشی سے یہ جلتے تڑپتے ہیں ان کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی' موقعہ مل جائے تو آج بھاگ جائیں۔

منافق مطلب پرست اور مال و دولت کے حریص ہیں: [آیت:۵۸-۵۹] بعض منافق آنحضرت ﷺ پر تہمت لگاتے کہ آپ ﷺ مال زکوۃ صحیح تقسیم نہیں کرتے وغیرہ' اور اس سے ان کا ارادہ سوائے اپنے نفع کے حصول کے اور کچھ نہ تھا۔ انہیں کچھ مل جائے تو راضی ہیں اور یہ رہ جائیں تو بس ان کے نتھنے پھولے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مال زکوۃ جب ادھر ادھر تقسیم کر دیا تو انصار میں سے کسی نے ہانک لگائی کہ یہ عدل نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ ❶ اور روایت میں ہے کہ ایک نو مسلم صحرائی حضور اکرم ﷺ کو سونا چاندی بانٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے عدل کا حکم دیا ہے تو تو عدل نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تو تباہ ہو اگر میں بھی عادل نہیں تو زمین پر کون عادل ہوگا؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''اس سے اور اس جیسوں سے بچو' میری امت میں اس جیسے لوگ ہوں گے قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ جب نکلیں انہیں قتل کر ڈالو پھر نکلیں پھر مار ڈالو پھر جب ظاہر ہوں پھر گردنیں مارو۔'' آپ ﷺ فرماتے ہیں ''اللہ کی قسم! نہ میں تمہیں دوں نہ تم سے روکوں میں تو ایک خازن ہوں۔'' ❷ جنگ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ذوالخویصرہ حرقوص نامی ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا تو عدل نہیں کرتا انصاف سے کام کر آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تیری بربادی کہیں نہیں جا سکتی۔'' جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے مقابلے میں تمہاری نمازیں تمہیں حقیر معلوم ہوں گی ==

---

❶ یہ روایت مرسل ہے۔ ❷ الطبری، ۱۴/ ۳۰۲۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کیلئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کیلئے' فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔[٦٠]

= اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم میں سے ایک کو اپنے روزے حقیر معلوم ہوں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ تمہیں جہاں بھی وہ مل جائیں ان کے قتل میں کمی نہ کرو آسمان تلے ان مقتولوں سے بدتر مقتول اور کوئی نہیں'' ❶ پھر ارشاد ہے کہ انہیں رسول کے ہاتھوں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے دلوا دیا تھا اگر یہ اس پر قناعت کرتے صبر و شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے وہ اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں ہمیں اور بھی دلوائے گا' ہماری امیدیں ذات الٰہی سے وابستہ ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔ پس اس میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دے اس پر انسان کو صبر و شکر چاہئے توکل ذات واحد پر رکھے اسی کو کافی و وافی سمجھے رغبت اور توجہ اور لالچ اور امید اور توقع اس کی ذات پاک سے رکھے' رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کی اطاعت میں سر مو فرق نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے کہ جو احکام ہوں انہیں بجالائے اور جو منع کام ہوں انہیں چھوڑ دینے اور جو خبریں ہوں انہیں مان لینے اور صحیح اطاعت کرنے کی وہ رہبری فرمائے۔

مصارف زکوٰۃ کی تفصیل: [آیت:٦٠] اوپر کی آیت میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذات رسول اللہ ﷺ پر تقسیم صدقات میں اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں بیان فرما دیا کہ تقسیم زکوٰۃ پیغمبر ﷺ کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے بتلائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے' ہم نے آپ اس کی تقسیم کر دی ہے کسی اور کے سپرد نہیں کی۔ ابوداؤد میں ہے زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرکار نبوت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ایک شخص نے آ کر آپ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے صدقے میں سے کچھ دلوایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نبی غیر نبی کسی کے حکم پر تقسیم زکوٰۃ کے بارے میں راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ خود اس نے تقسیم کر دی ہے آٹھ مصرف مقرر کر دیئے ہیں اگر تو ان میں سے کسی میں ہے تو میں تجھے دے سکتا ہوں۔'' ❷ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مال کی تقسیم ان آٹھوں قسم کے تمام لوگوں پر کرنی واجب ہے اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ واجب نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کو ہی دے دینا کافی ہے گو اور قسم کے لوگ بھی ہوں۔ عام اہل علم کا قول بھی یہی ہے' آیت میں بیان مصرف ہے نہ کہ ان سب کو دینے کے وجوب کا ذکر۔ ان اقوال کی دلیلوں اور مناظروں کی جگہ یہ کتاب نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

فقیروں کو سب سے پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ ان کی حاجت بہت سخت ہے' گو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسکین فقیر سے

❶ صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام ٣٦١٠؛ صحيح مسلم ١٠٦٤؛ احمد، ٣/ ٥٦ مختصرًا۔

❷ ابوداود، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى ١٦٣٠، وسنده ضعيف اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی ضعیف الحفظ راوی ہے (التقريب، ٢/ ٤٨٠، رقم: ٩٣٨)

بھی برے حال والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ تلے مال نہ ہو اسی کو فقیر نہیں کہتے بلکہ فقیر وہ بھی ہے جو محتاج ہو گرا پڑا ہو گو کچھ کھاتا پیتا کماتا بھی ہو۔ ابن علیہ کہتے ہیں اس روایت میں اخلق کا لفظ ہے اخلق کہتے ہیں ہمارے نزدیک تجارت کو لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں۔ اور بہت سے حضرات فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو سوال سے بچنے والا ہو اور مسکین وہ ہے جو سائل ہو لوگوں کے پیچھے لگنے والا اور گھروں اور گلیوں میں گھومنے والا۔ ❶ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں فقیر وہ ہے جو بیماری والا ہو اور مسکین وہ ہے جو صحیح سالم جسم والا ہو۔ ❷ ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اس سے مہاجر فقرا ہیں۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی دیہاتیوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مسلمان فقرا کو مساکین نہ کہو مسکین تو صرف اہل کتاب کے لوگ ہیں۔

اب وہ حدیثیں سنئے جو ان آٹھ قسموں کے متعلق ہیں۔ فقرا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "صدقہ مال دار پر اور تندرست توانا پر حلال نہیں" ❸ دو شخصوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ کا مال مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغور نیچے سے اوپر تک انہیں ہٹا کٹا قوی تندرست دیکھ کر فرمایا "اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دوں لیکن امیر شخص کا اور قوی طاقتور کمائی کی طاقت رکھنے والے شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔" ❹ مساکین، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "مسکین یہی گھوم گھوم کر ایک لقمہ دو لقمے ایک کھجور دو کھجور لے کر ٹل جانے والے ہی نہیں۔" لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر مساکین کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو بے پرواہی کے برابر نہ پائے نہ اپنی ایسی حالت رکھے کہ کوئی دیکھ کر پہچان لے اور کچھ دے دے نہ کسی سے خود کوئی سوال کرے۔" ❺ صدقہ وصول کرنے والے یہ تحصیل دار ہیں انہیں اجرت اسی مال سے ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار جن پر صدقہ حرام ہے اس عہدے پر نہیں آ سکتے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ درخواست لے کر گئے کہ ہمیں صدقہ جمع کرنے کا عامل بنا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ "محمد اور آل محمد پر صدقہ حرام ہے یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔" ❻ جن کے دل پرچائے جاتے ہیں، ان کی کئی قسمیں ہیں بعضوں کو تو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو غنیمت حنین کا مال دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت کفر کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا تھا۔ ❼ اس کا اپنا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس داد و دہش نے میرے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبت پیدا کر دی حالانکہ پہلے سب سے بڑا دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میں ہی تھا۔ بعضوں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا اسلام مضبوط ہو جائے اور ان کا دل اسلام پر لگ جائے، جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین والے دن مکہ کے آزاد کردہ لوگوں کے سرداروں کو سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) اونٹ عطا فرمائے ❽ اور ارشاد فرمایا کہ "میں ایک کو دیتا ہوں اور دوسرے کو جو اس سے زیادہ میرا محبوب ہے نہیں دیتا اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اوندھے منہ جہنم میں گر پڑے۔" ❾ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچا سونا مٹی سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم

❶ الطبری، ۱۴/ ۳۰۵۔ ❷ ایضا، ۱۴/ ۳۰۶۔ ❸ ابوداود، کتاب الزکاة، باب من یعطی من الصدقة وحد الغنی ۱۶۳۴ وسنده حسن، ترمذی ۶۵۲؛ احمد، ۲/ ۱۶۴؛ دارمی، ۱/ ۳۸۶؛ حاکم، ۱/ ۴۰۷۔

❹ ابوداود، حواله سابق ۱۶۳۳ وسنده صحیح، نسائی ۲۵۹۹۔

❺ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول الله عزوجل ﴿لایسألون الناس الحافا﴾ ۱۴۷۹، صحیح مسلم ۱۰۳۹۔

❻ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب ترك استعمال آل النبی علی الصدقة ۱۰۷۲؛ ابوداود، ۲۹۸۵؛ بیهقی، ۷/ ۳۱؛ احمد، ۴/ ۱۶۶۔

❼ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳۱۳؛ ترمذی ۶۶۶؛ احمد، ۳/ ۴۰۱۔

❽ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المولفة قلوبهم وغیرهم...... ۳۱۴۷؛ صحیح مسلم ۱۰۵۹۔

❾ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول الله ﴿لا یسألون الناس الحافا﴾ ۱۴۷۸؛ صحیح مسلم ۱۵۰؛ ابوداود، ۴۶۸۳۔

کی خدمت میں بھیجا تو آپ ﷺ نے صرف چار شخصوں میں ہی تقسیم فرمایا' اقرع بن حابس' عیینہ بن بدر' علقمہ بن علاثہ اور زید خیر' اور فرمایا ''میں ان کی دلجوئی کے لئے انہیں دے رہا ہوں۔'' ❶ بعض کو اس لئے بھی دیا جاتا ہے کہ اس جیسے اور لوگ بھی اسلام قبول کر لیں۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آس پاس والوں سے صدقہ پہنچائے یا آس پاس کے دشمنوں کی نگہداشت رکھے اور انہیں اسلامیوں پر حملہ کرنے کا موقعہ نہ دے۔ ان سب کی تفصیل کی جگہ احکام وفروع کی کتابیں ہیں نہ کہ یہ تفسیر' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد اب یہ مصرف باقی نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے دی ہے مسلمان ملکوں کے مالک بن گئے ہیں اور بہت سے بندگان رب ان کے ماتحت ہیں۔ لیکن اور بزرگوں کا قول ہے کہ اب بھی مؤلفۃ قلوب کو زکوٰۃ دینی جائز ہے' فتح مکہ اور فتح ہوازن کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان لوگوں کو مال دیا۔ دوسرے یہ کہ اب بھی ایسی ضرورتیں پیش آجایا کرتی ہیں۔ آزادگی گردن کے بارے میں بہت سے بزرگ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے وہ غلام ہیں جنہوں نے رقم مقرر کر کے اپنے مالکوں سے اپنی آزادگی کی شرط کر لی ہے انہیں مال زکوٰۃ سے رقم دی جائے کہ وہ ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔ ❷ اور بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس نے یہ شرط نہ لکھوائی ہو اسے بھی مال زکوٰۃ سے خرید کر آزاد کرنے میں کوئی ڈر خوف نہیں۔ غرض مکاتب غلام اور محض غلام دونوں کی آزادگی زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے احادیث میں بھی اس کی بہت کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے یہاں تک فرمایا ہے کہ آزاد کردہ غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ بھی' اس لئے کہ ہر نیکی کی جزا اسی جیسی ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم نے کیا ہوگا۔ حدیث میں ہے تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ کے ذمے حق ہے' وہ غازی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو' وہ مکاتب غلام اور قرضدار جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہو' وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ بدکاری سے محفوظ رہنے کا ہو۔ ❸ کسی نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''نسمہ آزاد کر اور گردن خلاصی کر۔'' اس نے کہا کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں نسمہ کی آزادگی تو یہ ہے کہ تو اکیلا ہی کسی غلام کو آزاد کر دے اور گردن خلاصی یہ ہے کہ تو بھی اس میں جو تجھ سے ہو سکے مدد کرے'' ❹ قرضداران کی بھی کئی قسمیں ہیں ایک شخص دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر لے لے کسی کے قرض کا آپ ضامن بن جائے پھر اس کا مال اٹھ جائے یا وہ خود قرضدار بن جائے یا کسی نے برائی پر قرض اٹھایا ہو اور اب وہ توبہ کر لے پس انہیں مال زکوٰۃ دیا جائے گا کہ یہ قرض ادا کر دیں۔ اس مسئلے کی اصل قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ میں نے دوسرے کا حوالہ اپنی طرف لیا تھا پھر میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تم ٹھہرو ہمارے پاس مال صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمہیں دیں گے۔'' پھر فرمایا ''قبیصہ سن تین قسم کے لوگوں کو ہی سوال حلال ہے ایک تو وہ جو ضامن پڑے پس اس رقم کے پورا ہونے تک اسے سوال جائز ہے پھر سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے اسے بھی سوال کرنا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام ٣٦١٠؛ صحیح مسلم، ١٠٦٤؛ ابوداود، ٤٧٦٤؛ مسند ابی یعلی ١١٦٣۔ ❷ الطبری، ١٤/ ٣١٧۔ ❸ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی المجاهد والناکح...... ١٦٥٥ وسنده حسن، نسائی ٣٢٢٠؛ ابن ماجه ٢٥١٨؛ احمد ٢/ ٢٥١؛ ابن حبان ٤٠٣٠؛ حاکم، ٢/ ١٦٠۔

❹ احمد، ٤/ ٢٩٩ وسنده صحیح، مسند الطیالسی ٧٣٩؛ بیهقی، ١٠/ ٢٧٢؛ ابن حبان ٣٧٤؛ مجمع الزوائد، ٤/ ٢٤٠۔

درست ہے یہاں تک کہ پیٹ بھرائی ہو جائے' تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گزرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کی شہادت کے لئے کھڑے ہو جائیں کہ ہاں بے شک فلاں شخص پر فاقے گزرنے لگے ہیں' اسے بھی مانگ لینا جائز ہے تاوقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامان زندگی مہیا ہو جائے' ان کے سوا اوروں کو سوال کرنا حرام ہے اگر وہ مانگ کر کچھ لے کر کھائیں گے تو حرام کھائیں گے'' ❶ (مسلم شریف) ایک شخص نے زمانہ نبوی میں ایک باغ خریدا قدرت رب سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا اس سے وہ بہت قرض دار ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ ''تمہیں جو ملے لے لو۔ اس کے سوا تمہارے لئے اور کچھ نہیں'' ❷ (مسلم)۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''ایک قرض دار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کر دی؟ جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے۔ وہ جواب دے گا کہ اے اللہ! تجھے خوب علم ہے میں نے یہ رقم کھائی نہ پی نہ اڑائی بلکہ میرے ہاں سے مثلاً چوری ہو گئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنے فضل و رحمت سے جنت میں لے جائے گا'' ❸ (مسند احمد)۔ اللہ کی راہ میں وہ مجاہدین غازی داخل ہیں جن کا دفتر میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ حج بھی اللہ کی راہ میں داخل ہے۔ مسافر' جو سفر میں بے سروسامان رہ گیا ہو اسے بھی مال زکوٰۃ سے اتنی رقم دی جائے جس سے وہ اپنے شہر پہنچ سکے' گو وہ اپنے ہاں مالدار ہی ہو۔ یہی حکم ان کا بھی ہے جو اپنے شہر سے سفر کو جانے کا قصد رکھتے ہوں لیکن مال نہ ہو تو اسے بھی سفر خرچ مال زکوٰۃ سے دینا جائز ہے جو اسے آمد و رفت کے لئے کافی ہو۔ آیت کے اس لفظ کی دلیل کے علاوہ ابوداؤد وغیرہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''مالدار پر زکوٰۃ حرام ہے۔ بجز پانچ قسم کے مالداروں کے ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو' دوسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے' تیسرا قرضدار' چوتھا راہ الٰہی کا غازی مجاہد۔ پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفے کے اپنی کوئی چیز جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو دے۔'' ❹ اور روایت میں ہے ''زکوٰۃ مالدار کے لئے حلال نہیں مگر فی سبیل اللہ جو ہو اور جو مسافرت میں ہو اور جسے اس کا کوئی مسکین پڑوسی بطور تحفے ہدیے کے دے یا اپنے ہاں بلا لے۔'' ❺ زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے یعنی مقدر ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر' اس کی تقسیم اور اس کے فرض کرنے سے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا عالم ہے اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے' وہ اپنے قول فعل شریعت اور حکم میں حکمت والا ہے۔ بجز اس کے کوئی بھی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کا پالنے والا ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ومن لا تحل له المسئلة، ١٠٤٤؛ ابوداود، ١٦٤٠؛ ابن ابی شیبه، ٣/ ٢١٠؛ دارمی، ١/ ٣٩٦؛ مسند الطیالسی، ١٣٢٧۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب استحباب الوضع من الدین، ١٥٥٦؛ ابوداود، ٣٤٦٩؛ ترمذی، ٦٥٥؛ ابن ماجه، ٢٣٥٦؛ احمد، ٣/ ٣٦۔ ❸ احمد، ١/ ١٩٧، ١٩٨ وسنده ضعیف، مسند البزار، ١٣٣٣؛ اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ الدقیقی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ٢/ ٣١٣، رقم: ٣٨٧٩)

❹ ابوداود، کتاب الزکاة، باب ومن یجوز له اخذ الصدقة وهو غنی، ١٦٣٥ وهو صحیح، ابن ماجه، ١٨٤١۔

❺ ابو داود، حواله سابق، ١٦٣٧ وسنده ضعیف، ابن ابی شیبه، ٣/ ٢١٠؛ بیهقی، ٧/ ٢٣؛ احمد، ٣/ ٣١، اس کی سند میں عطیہ العوفی مجروح راوی ہے (التقریب، ٢/ ٢٤، رقم: ٤١٦)

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہلکے کان کا ہے' تو کہہ دے کہ وہ کان تمہارے بھلے کے لئے ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کے لئے رحمت ہے' رسول اللہ ﷺ کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔[۶۱] محض تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا جاتے ہیں' حالانکہ اگر یہ ایمان دار ہوتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول رضا مند کرنے کے زیادہ مستحق تھے۔[۶۲] کیا یہ نہیں جانتے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے' یہ ہے زبردست رسوائی۔[۶۳]

نبی ﷺ اور منافقین کی ایذا رسائی: [آیت:۶۱] منافقوں کی ایک جماعت بڑی موذی ہے اپنی باتوں سے پیغمبر الٰہی ﷺ کو دکھ پہنچاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نبی تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے جس سے جو سنا مان لیا۔ جب ہم اس کے پاس جائیں گے اور قسمیں کھائیں گے وہ ہماری بات بھی باور کر لے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بہتر کانوں والا اچھی سننے والا ہے وہ صادق و کاذب کو خوب جانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی باتیں مانتا ہے اور باایمان لوگوں کی سچائی بھی جانتا ہے وہ مومنوں کے لئے رحمت ہے اور بے ایمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہے رسول اللہ ﷺ کے ستانے والے کے لئے دکھ کی مار ہے۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں: [آیت:۶۲-۶۳] واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقلمند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد ﷺ کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے۔ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی رضی اللہ عنہ نے سن لی اور اس نے کہا واللہ! حضور اکرم ﷺ کی سب باتیں بالکل سچ ہیں اور ان نہ ماننے والوں کی بیوقوفی اور کودن پنے میں کوئی شک نہیں۔ جب یہ صحابی رضی اللہ عنہ دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ ❶ کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے مخالف ابدی جہنمی ہیں ذلت و رسوائی عذاب دوزخ بھگتنے والے ہیں اس سے بڑھ کر شومئی طالع' اس سے زیادہ رسوائی' اس سے بڑھ کر شقاوت اور کیا ہوگی۔

❶ الطبری، ۱۴/ ۳۲۹ یہ روایت مرسل ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾

ع ۸/۱۴

ترجمہ: منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے کہہ دے کہ تم مذاق اڑاتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر دبک رہے ہو۔[۶۴] اگر تو ان سے پوچھے تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے' تو کہہ دے کہ اللہ اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں[۶۵] تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے' اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔[۶۶]

منافقوں کو ہر وقت اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر رہتا ہے: [آیت: ۶۴-۶۶] آپس میں بیٹھ کر باتیں تو گانٹھ لیتے لیکن پھر خوفزدہ رہتے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو بذریعہ وحی الٰہی خبر نہ ہو جائے۔ اور آیت میں ہے تیرے سامنے آ کر وہ وہ دعائیں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیں پھر اپنے جی میں اکڑتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی سزا کیوں نہیں کرتا' ان کے لئے جہنم کی کافی سزا موجود ہے جو بدترین جگہ ہے۔ ❶ یہاں فرماتا ہے دینی باتوں' مسلمانوں کی حالتوں پر دل کھول کر مذاق اڑالو اللہ تعالیٰ بھی وہ کھول دے گا جو تمہارے دلوں میں ہے' یاد رکھو ایک دن رسوا اور فضیحت ہو کر رہو گے۔ چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بدیاں ظاہر ہی نہ ہوں گی' ہم تو انہیں اس قدر فضیحت کریں گے' اور ایسی نشانیاں تیرے سامنے رکھ دیں گے کہ تو ان کے لب ولہجے سے ہی انہیں پہچان لے۔ ❷ اس سورت کا نام ہی سورۂ الفاضحہ ہے اس لئے کہ اس نے منافقوں کی قلعی کھول دی۔ ❸

منافقین کا اللہ نبی اور قرآن سے استہزا: ایک منافق کہہ رہا تھا کہ ہمارے یہ قرآن خواں لوگ بڑے پیٹو بڑے لباڑ اور بڑے بزدل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس جب اس کا ذکر ہوا تو یہ عذر پیش کرتا ہوا آیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو یونہی وقت گزاری کے لئے ہنس بول رہے تھے' آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں تمہاری ہنسی کے لئے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ اور قرآن ہی رہ گیا ہے'' ❹ یاد رکھو اگر کسی کو ہم معاف کر دیں گے تو کسی کو سخت سزا بھی کریں گے' اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار جا رہے تھے یہ منافق آپ ﷺ کی تلوار پر ہاتھ رکھے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ کہتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا تھا' آپ ﷺ اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے' جس مسلمان نے اس کا یہ قول سنا تھا اس نے اسی وقت اسے جواب بھی دیا تھا کہ تو بکتا ہے جھوٹا ہے تو منافق ہے۔ یہ واقعہ جنگ=

❶ ۵۸/ المجادلة:۸۔ ❷ ۴۷/ محمد:۲۹۔

❸ الطبری، ۱۴/ ۳۳۲۔ ❹ الطبری، ۱۴/ ۳۳۳ یہ روایت مرسل ہے۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: تمام منافق مرد وعورت آپس میں ایک ہی ہیں' یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا' بے شک منافق ہی فاسق وبدکردار ہیں[۶۷] اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' وہی انہیں کافی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے' اور ان ہی کے لئے دائمی عذاب ہے۔[۶۸] مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے تم سے وہ زیادہ قوت والے تھے اور زیادہ مال واولاد والے تھے پس وہ اپنا دینی حصہ برت گئے پھر تم نے بھی اپنا حصہ برت لیا جیسے تم سے پہلے کے لوگ اپنے حصے سے فائدہ مند ہوئے تھے اور تم نے بھی اسی طرح مذاقانہ بحث کی جیسے کہ انہوں نے کی تھی' ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہوئے' یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔[۶۹]

= تبوک کے موقعہ کا ہے مسجد میں اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ (ف) سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ تبوک جاتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور مخشی بن حمیر وغیرہ تھے۔ یہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی کو عربوں کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے اچھا ہے انہیں وہاں پٹنے دو ہم بھی یہاں ان کی درگت بنائیں گے۔ اس پر ان کے دوسرے سردار مخشی نے کہا بھائی ان باتوں کو چھوڑ دو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا' کوڑے کھا لینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے۔ آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا ہی رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا "جانا ذرا دیکھنا یہ لوگ جل گئے ہیں ان سے پوچھ تو کہ یہ کیا ذکر کر رہے تھے' اگر یہ انکار کریں تو کہنا کہ تم یہ یہ باتیں کر رہے تھے۔" حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جا کر ان سے یہ کہا یہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ حضور! ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی۔ ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن مخشی بن حمیر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمایئے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی معاف فرمایا جاؤں۔ پس اس سے جناب باری تعالیٰ نے درگزر فرما لیا اور اس آیت میں اسی سے درگزر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل لیا عبدالرحمٰن نام رکھا سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ مجھے اپنی راہ میں شہید کرتا کہ یہ دھبہ دھل جائے۔ چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہید کر دیئے گئے اور ان کی نعش بھی نہ ملی' ان منافقوں نے بطور طعنہ زنی کے کہا تھا کہ لیجئے کیا آنکھیں پھٹ گئی ہیں اب یہ چلے ہیں کہ رومیوں کے قلعے اور ان

کے محلات فتح کریں بھلا اس عقل مندی اور دور بینی کو تو دیکھئے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں پر مطلع کر دیا تو یہ صاف منکر ہو گئے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ہم تو آپس میں ہنسی کھیل رہے تھے۔ ہاں ان میں سے ایک شخص تھا جسے ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہو گا یہ کہا کرتا تھا کہ اللہ میں تیرے پاک کلام کی ایک آیت سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے جب بھی سنتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میرا دل کپکپانے لگتا ہے' پروردگار تو میری توبہ قبول فرما اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل دے نہ کفن دے نہ دفن کرے۔ یہی ہوا جنگ یمامہ میں یہ شہدا کے ساتھ شہید ہوئے' تمام شہدا کی لاشیں مل گئیں لیکن ان کی نعش کا پتہ ہی نہ چلا۔ ❶ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے اور منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ تم گو زبانی ایماندار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے۔ یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی ہنسی اڑائی' ہم اگر کسی سے درگزر بھی کر جائیں لیکن تم سب سے یہ معاملہ نہیں ہو گا تمہارے اس جرم اور اس بدترین خطا اور اس مقولہ کفر کی سخت ترین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔

منافقوں کی مزید علامات کا تذکرہ: [آیت:۶۷-۶۹] منافقوں کی خصلتیں مؤمنوں کے بالکل برخلاف ہوتی ہیں۔ مؤمن بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں منافق برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں' مؤمن سخی ہوتے ہیں' منافق بخیل ہوتے ہیں' مؤمن ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں' منافق یاد الٰہی بھلائے رہتے ہیں۔ اسی کے بدلے اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کو کوئی بھول گیا ہو۔ قیامت کے دن یہی ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے۔ ❷ منافق راہ حق سے دور ہو گئے ہیں گمراہی کی چکردار بھول بھلیوں میں پھنس گئے ہیں' ان منافقوں اور کافروں کی ان بداعمالیوں کی سزا ان کے لئے اللہ تعالیٰ جہنم کو مقرر فرما چکا ہے جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے وہاں کا عذاب انہیں بس ہو گا' انہیں رب رحیم اپنی رحمت سے دور کر چکا ہے اور ان کے لئے اس نے دائمی اور دیرپا عذاب رکھے ہیں۔

ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل کرو: ان لوگوں کو بھی اگلے لوگوں کی طرح کے عذاب پہنچے' خلاق سے مراد یہاں دین ہے' جیسے اگلے لوگ جھوٹ اور باطل میں کودتے پھاندتے رہے' ایسے ہی ان لوگوں نے بھی کیا۔ ان کے یہ فاسد اعمال اکارت گئے نہ دنیا میں سود مند ہوئے نہ آخرت میں ثواب دلانے والے ہوئے یہی صریح نقصان ہے کہ عمل کیا اور ثواب نہ ملا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آ گئی۔ میرا تو خیال ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے' "اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ان کی پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ (جانور) کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو تم بھی اس میں گھسو گے۔" حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کرو گے بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ' یہاں تک کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے۔" لوگوں نے پوچھا اس سے مراد آپ ﷺ کی کون لوگ ہیں' کیا اہل کتاب۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو قرآن کے ان لفظوں کو پڑھ لو ﴿كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ❸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خلاق سے مراد دین ہے۔ اور تم نے بھی اسی طرح کا خوض کیا جس طرح کا انہوں نے۔ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا=

❶ ابن هشام، ٤/ ١٢١، ١٢٢۔ ❷ ٤٥/ الجاثية:٣٤۔ ❸ الطبري، ١٤/ ٣٤٢۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

ترجمہ: کیا انہیں اپنے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور اہل مؤتفکات' ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلیں لے کر پہنچے اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔[۷۰] مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے مدد و معاون اور دوست ہیں' بھلائیاں سکھاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوۃ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مانتے رہتے ہیں' یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ عزت و غلبے والا حکمت و درست کاری والا ہے۔[۷۱]

= ''اور لوگ ہیں ہی کون۔'' اس حدیث کے شواہد صحیح احادیث میں بھی ہیں۔ ❶

دشمنان دین کے انجام سے عبرت پکڑو: [آیت: ۷۰۔۷۱] ان بدکردار منافقوں کو وعظ سنایا جا رہا ہے کہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسوں کے حالات پر عبرت کی نظر ڈالو' دیکھو کہ نبیوں کی تکذیب کیا پھل لائی؟ قوم نوح کا غرق ہونا سوائے مسلمانوں کے کسی کا نہ بچنا یاد کرو' عادیوں کا ہود علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے ہوا کے جھونکوں سے تباہ ہونا یاد کرو' ثمودیوں کا حضرت صالح علیہ السلام کے جھٹلانے اور اللہ کی نشانی اونٹنی کے کاٹ ڈالنے سے ایک جگر دوز کڑاکے کی آواز سے تباہ و برباد ہونا یاد کرو' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دشمنوں کے ہاتھوں سے بچ جانا اور ان کے دشمنوں کا غارت ہونا' نمرود بن کنعان بن کوش جیسے بادشاہ کا مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہونا نہ بھولو وہ سب لعنت کے مارے بے نشان کر دیئے گئے' قوم شعیب انہی بدکرداریوں اور کفر کے بدلے زلزلے سے اور سائبان والے دن کے عذاب سے تہ و بالا کر دی گئی' جو مدین کی رہنے والی تھی' قوم لوط جن کی بستیاں الٹی پڑی ہیں مدین اور سدوم وغیرہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اپنے نبی لوط علیہ السلام کے نہ ماننے اور اپنی بدفعلی نہ چھوڑنے کے باعث ایک ایک کو پیوند زمین کر دیا' ان کے پاس ہمارے رسول ہماری کتاب اور کھلے معجزے اور صاف دلیلیں لے کر پہنچے لیکن انہوں نے ایک مان کر نہ دی' بالآخر اپنے ظلم سے آپ برباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حق واضح کر دیا کتاب اتار دی رسول بھیج دیئے حجت ختم کر دی لیکن یہ رسولوں کے مقابلے پر آمادہ ہوئے کتاب الٰہی کی تعمیل سے بھاگے حق کی مخالفت کی پس لعنت الٰہی اتری اور انہیں خاک سیاہ کر گئی۔

مسلمان ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں: منافقوں کی بدخصلتیں بیان فرما کر مسلمانوں کی نیک صفتیں بیان فرما رہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں' ایک دوسرے کا دست و بازو بنے رہتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ''مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے۔'' آپ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں =

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب قول النبی ﷺ لتتبعن سنن من کان قبلکم ۷۳۱۹، ۷۳۲۰؛ صحیح مسلم ۲۶۶۹۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع ۱۵

ترجمہ: ان ایمان دار مردوں عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے' یہی زبردست کامیابی ہے۔[۷۲]

= ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا۔ ❶ اور صحیح حدیث میں ہے کہ ''مومن اپنی دوستیوں اور سلوکوں میں مثل ایک جسم کے ہیں کہ ایک حصے کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بے داری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ❷ یہ پاک نفس لوگ اوروں کی تربیت سے بھی غافل نہیں رہتے' سب کو بھلائیاں سکھاتے ہیں اچھی باتیں بتلاتے ہیں برے کاموں سے بڑی باتوں سے امکان بھر روکتے ہیں۔'' حکم الٰہی بھی یہی ہے' فرماتا ہے تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو بھلائیوں کا حکم کرے برائیوں سے منع کرے۔ ❸ یہ نمازی ہوتے ہیں' ساتھ ہی زکوٰۃ بھی دیتے ہیں تاکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو دوسری جانب مخلوق کی دل جوئی ہو' اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے جو حکم ملا بجا لائے جس سے روکا رک گئے' یہی لوگ ہیں جو رحم ربانی کے مستحق ہیں' یہی صفتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف لپکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز ہے وہ اپنے فرمانبرداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور انہیں ذی عزت بنا دیتا ہے۔ دراصل عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایماندار غلاموں کو بھی عزت دے رکھی ہے۔ اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفتیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں۔ اس کی حکمت کی تہہ کو کون پہنچ سکتا ہے جو چاہے کرے۔ وہ برکتوں والا اور بلندیوں والا ہے۔

مومنین اور جنت کے حسین مناظر: [آیت:۷۲] مومنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر و ثواب انہیں ملے گا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں ہمیشگی کی راحتیں باقی رہنے والی جنتیں جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں جہاں بلند و بالا خوبصورت مزین صاف ستھرے آرائش و زیبائش والے محلات اور مکانات ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ''دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ بھی وہاں ہے سب سونے ہی سونے کا ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں برتن بھی اور کل چیزیں بھی ان میں اور دیدار الٰہی میں کوئی حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل وعلا کے چہرے پر ہے یہ جنت عدن میں ہوں گے۔'' ❹ اور حدیث میں ہے کہ ''مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا ایک ہی موتی کا بنا ہوا اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا۔ مومن کی بیویاں وہیں ہوں گی جن کے پاس یہ آتا جاتا رہے گا لیکن ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیں گی۔'' ❺ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب نصر المظلوم ۲٤٤٦؛ صحیح مسلم ۲۵۸۵؛ ترمذی ۱۹۲۸؛ احمد، ٤/ ٤٠٤۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم ٦٠١١؛ صحیح مسلم ۲۵۸٦؛ احمد، ٤/ ۲۷۰؛ مسند حمیدی ۹۱۹؛ مسند الطیالسی ۷۹۰۔ ❸ ۳/ آل عمران: ۱۰٤۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله ﴿وجوه یومئذ ناضرة إلی ربها ناظرة......﴾ ۷٤٤٤؛ صحیح مسلم ۱۸۰؛ ترمذی ۲۵۲۸؛ ابن ماجه ۱۸٦؛ احمد، ٤/ ٤۱۱۔

❺ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الرحمٰن باب ﴿حور مقصورات فی الخیام﴾ ٤۸۷۹؛ صحیح مسلم ۲۸۳۸۔

ایمان لائے نماز قائم رکھے رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو۔" لوگوں نے کہا پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جنت میں ایک سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لئے بنایا ہے ہر دو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں، پس جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے اونچی اور سب سے بہتر جنت ہے جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں اس کی چھت رحمان کا عرش ہے" ❶ فرماتے ہیں "اہل جنت جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو۔" ❷

یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خاص ایک اعلیٰ مقام ہے جس کا نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل ہی قریب ہے یہ جگہ ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ آپ ﷺ فرماتے "جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو۔" پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے۔ فرمایا "جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔" ❸ آپ ﷺ فرماتے ہیں "مؤذن کی اذان کا جواب دو جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق اللہ میں سے ایک ہی شخص کو ملے گی مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت ہوگی جو شخص میرے لئے اس وسیلے کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروز قیامت حلال ہوگئی۔" ❹ فرماتے ہیں "میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلے کی دعا کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔" ❺ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دن آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہمیں جنت کی باتیں سنایئے اس کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں کی اس کا گارہ خالص مشک ہے اس کے کنکر لولو اور یاقوت ہے اس کی مٹی زعفران ہے اس میں جو جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا جو کبھی خالی نہ ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں نہ اس کے کپڑے خراب ہوں نہ اس کی جوانی ڈھلے۔ ❻ فرماتے ہیں "جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا اندر سے۔" ایک اعرابی نے پوچھا حضور! یہ بالا خانے کن کے لئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جو اچھا کلام کرے کھانا کھلائے روزے رکھے اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے۔" ❼ فرماتے ہیں "کوئی ہے جو جنت کا شائق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو واللہ جنت کی کوئی چار دیواری محدود کرنے والی نہیں وہ تو ایک چمکتا ہوا بقعہ نور ہے اور مہکتا ہوا گلستان ہے اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں اور جاری و ساری لہریں مارنے والی نہریں ہیں اور گدرائے ہوئے اور پکے میووں کے گچھے ہیں اور خوش جمال خوبصورت پاک سیرت حوریں ہیں اور بیش قیمت رنگین ریشمی جوڑے ہیں، مقام ہے ہیشگی کا، گھر ہے سلامتی کا، میوے ہیں لدے پھدے، سبزہ ہے پھیلا ہوا، کشادگی اور راحت ہے، امن وچین =

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله، ۲۷۹۰؛ احمد، ۲/ ۳۳۵۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ۶۵۵۵؛ صحیح مسلم، ۲۸۳۰؛ احمد، ۵/ ۳۴۰۔

❸ ترمذی، کتاب المناقب، باب سلوا الله الى الوسيلة...... ۳۶۱۲ وهو صحیح، احمد، ۲/ ۲۶۵۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه...... ۳۸۴؛ ابوداود ۵۲۳؛ مسند ابی عوانه، ۱/ ۳۳۶۔ ❺ طبرانی فی الاوسط، ۶۳۷ وسنده صحیح، مجمع الزوائد، ۱/ ۳۳۳۔

❻ احمد، ۲/ ۳۰۴، ۳۰۵؛ ترمذی، ۲۵۲۶ وسنده ضعیف زیاد الطائی کا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

❼ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة غرف الجنة، ۲۵۲۷ وهو حسن، ابن ابی شیبه، ۸/ ۶۲۵۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھ اور ان پر سختی کرتا رہ ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے جو نہایت بدترین جگہ ہے۔[۷۳] یہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس کام کا قصد بھی کیا جو پورا نہ کر سکے یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول ﷺ نے دولتمند کر دیا اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر منہ موڑے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کرے گا اور زمین بھر میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ کھڑا ہوگا۔[۷۴]

= ہے نعمت اور رحمت ہے عالیشان خوش منظر کوشک اور حویلیاں ہیں۔'' یہ سن کر لوگ بول اٹھے کہ حضور! ہم سب اس جنت کے مشتاق اور اس کے حاصل کرنے کے کوشاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ان شاء اللہ کہو۔'' پس لوگوں نے ان شاء اللہ کہا۔ ❶

پھر فرماتا ہے ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بالا نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل جنتیوں کو پکارے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبيك ربنا وسعديك والخير في يديك پوچھے گا کہو تم خوش ہو گئے۔ وہ جواب دیں گے کہ خوش کیوں نہ ہوتے تو نے اے پروردگار! ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو میں تمہیں اس سے بہت ہی افضل و اعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں۔ وہ کہیں گے اے اللہ اس سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سنو میں نے اپنی رضا مندی تمہیں عطا فرمائی آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناخوش نہ ہوں گا۔ ❷ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ''جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا کچھ اور چاہیے تو دوں۔ وہ کہیں گے اے اللہ جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس سے بہتر تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ میری رضا مندی ہے جو سب سے بہتر ہے۔'' ❸ امام حافظ ضیاء مقدسی نے صفت جنت میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں اس حدیث کو شرط صحیح پر بتلایا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

منافقین سے جہاد جاری رکھنے کا حکم: [آیت:۷۳-۷۴] کافروں منافقوں سے جہاد کا اور ان پر سختی کا حکم ہوا مومنوں سے جھک کر ملنے کا حکم ہوا کافروں کی اصلی جگہ جہنم مقرر فرما دی۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چار تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا ایک تلوار تو مشرکوں میں فرماتا ہے ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ❹ حرمت

❶ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة الجنة ٤٣٣٢ وسنده ضعيف ضحاک المعافری راوی مجہول الحال ہے۔ ابن حبان ۷۳۸۱۔

❷ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب كلام الرب مع اهل الجنة ٧٥١٨؛ صحيح مسلم ٢٨٢٩؛ ترمذی ٢٥٥٥؛ احمد، ٣/ ٨٨۔ ❸ ابن حبان: الاحسان، ٧٣٩٦؛ حاکم، ١/ ٨٢، امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ (لیکن) اس روایت کی سند سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ❹ ٩/ التوبة: ٥۔

والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کی خوب خبر لو دوسری تلوار اہل کتاب کے کفار میں فرماتا ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ❶ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حرام کیے ہوئے کو حرام نہیں مانتے' دین حق کو قبول نہیں کرتے' ان اہل کتاب سے جہاد کرو جب تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا منظور نہ کر لیں' تیسری تلوار منافقین میں' ارشاد ہوتا ہے ﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ﴾ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں' فرمان ہے ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ❷ باغیوں سے لڑو جب تک کہ پلٹ کر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکم برداری کی طرف نہ آ جائیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق جب اپنا نفاق ظاہر کرنے لگیں تو ان سے تلوار سے جہاد کرنا چاہیے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہاتھ سے نہ ہو سکے تو ان کے منہ پر ڈانٹ ڈپٹ سے۔ ❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے تو تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور منافقوں کے ساتھ زبانی جہاد کو فرمایا ہے اور یہ کہ ان پر نرمی نہ کی جائے۔ ❹ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تقریباً یہی قول ہے۔ ان پر حد شرعی کا جاری کرنا بھی ان سے جہاد کرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ کبھی تلوار بھی ان کے خلاف اٹھانی پڑے گی ورنہ جب تک کام چلے زبان بس ہے' جیسا موقعہ ہو کر لے۔ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی' حالانکہ درحقیقت کفر کا بول بول چکے ہیں اور اپنے ظاہری اسلام کے بعد کھلا کفر کر چکے ہیں۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے۔ ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہو گئی' جہنی شخص انصاری پر چھا گیا تو اس منافق نے انصار کو اس کی مدد پر ابھارا اور کہنے لگا واللہ ہماری اور اس محمد ﷺ کی تو وہی مثال ہے کہ ''اپنے کتے کو موٹا تازہ کر کہ وہ تجھے ہی کاٹے'' واللہ! اگر ہم اب کی مرتبہ مدینے واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کمینے لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ ایک مسلمان نے جا کر حضور اکرم ﷺ سے یہ گفتگو دہرا دی۔ آپ ﷺ نے اسے بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری قوم کے جو لوگ حرہ کی جنگ میں کام آئے ان پر مجھے بڑا ہی رنج و صدمہ ہو رہا تھا۔ اس کی خبر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے خط میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے آپ ﷺ دعا کرتے تھے کہ ''اے اللہ انصار کو اور انصار کے لڑکوں کو بخش دے۔'' نیچے کے راوی ابن الفضل کو اس میں شک ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اس دعا میں ان کے پوتوں کا نام بھی لیا یا نہیں؟ پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے موجودہ لوگوں میں سے کسی سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نسبت سوال کیا تو اس نے کہا یہی زید رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ تو خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک منافق نے کہا اگر یہ سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ احمق ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! آنحضرت ﷺ بالکل سچے اور بے شک تو اپنی حماقت میں گدھے سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ پھر آپ نے یہ بات حضور اکرم ﷺ کے گوش گزار کی' لیکن وہ منافق پلٹ گیا اور صاف انکار کر گیا اور کہا کہ زید نے جھوٹ بولا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سچائی بیان فرمائی۔ لیکن مشہور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے ممکن ہے راوی کو اس آیت کے ذکر میں وہم ہو گیا ہو اور دوسری آیت کے بدلے اسے بیان کر دیا ہو۔ یہی حدیث بخاری شریف میں ہے ❺ لیکن اس جملے تک کہ زید رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی' ممکن ہے کہ بعد کا حصہ موسیٰ بن عقبہ راوی کا اپنا قول ہو' اسی کی ایک روایت میں یہ پچھلا حصہ ابن شہاب کے قول سے

---

❶ ٩/ التوبة:٢٩۔ ❷ ٤٩/ الحجرات:٩۔ ❸ الطبري، ١٤/ ٣٥٨۔ ❹ أيضا، ١٤/ ٢٥٩۔

❺ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة المنافقون باب قوله ﴿وللّٰه خزائن السموات والأرض......﴾ ٤٩٠٦۔

مروی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مغازی اموی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے تبوک کے واقعہ کے بعد ہے کہ جو منافق موخر چھوڑ دیئے گئے تھے اور جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ان میں سے بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تھے ان میں جلاس بن سوید بن صامت بھی تھا ان کے گھر میں عمیر بن سعد کی والدہ تھیں جو اپنے ساتھ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی لے گئی تھیں جب ان منافقوں کے بارے میں قرآنی آیتیں نازل ہوئیں تو جلاس کہنے لگا کہ واللہ! اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ یوں تو آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پر میری تکلیف سے بھی زیادہ شاق ہے لیکن آپ نے اس وقت تو ایسی بات منہ سے نکالی ہے کہ اگر میں اسے پہنچاؤں تو رسوائی ہے اور نہ پہنچاؤں تو ہلاکت ہے رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے۔ یہ کہہ کر یہ بزرگ حاضر خدمت ہوئے اور ساری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سنائی۔ جلاس کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے سرکار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر کہا کہ عمیر جھوٹا ہے میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی' اس پر یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ اس کے بعد جلاس نے توبہ کر لی اور درست ہو گئے۔ یہ توبہ کی بات بہت ممکن ہے کہ امام محمد بن اسحاق کی اپنی کہی ہوئی ہو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی یہ بات نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور روایت میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت اپنے سوتیلے بیٹے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبا سے آ رہے تھے دونوں گدھوں پر سوار تھے اس وقت جلاس نے یہ کہا تھا اس پر ان کے صاحبزادے نے فرمایا کہ اے دشمن اللہ! میں تیری اس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کروں گا فرماتے ہیں کہ مجھے تو ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن کریم نہ نازل ہو یا مجھ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آ جائے یا اس گناہ میں میں بھی اپنے باپ کا شریک نہ کر دیا جاؤں' چنانچہ میں سیدھا حاضر ہوا' اور تمام بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مع اپنے ڈر کے سنا دی۔ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سائے دار درخت تلے بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کہ ''ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا اور تمہیں شیطان دیکھے گا خبردار تم اس سے کلام نہ کرنا۔'' اسی وقت ایک انسان کیری آنکھوں والا آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ''تو اور تیرے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟'' وہ اسی وقت گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا سب نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے درگزر فرما لیا۔ پھر یہ آیت اتری۔

اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے وہ قصد کیا جو پورا نہ ہوا مراد اس سے جلاس کا یہ ارادہ ہے کہ اپنے سوتیلے لڑکے کو جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بات کہہ دی تھی قتل کر دے۔ ایک قول ہے کہ عبداللہ بن ابی نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ ❶ یہ قول بھی ہے کہ بعض لوگوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اسے سردار بنا دیں گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوں' یہ بھی مروی ہے کہ دس سے اوپر اوپر آدمیوں نے غزوۂ تبوک میں راستے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہا تھا' چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور عمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے آگے پیچھے تھے ایک چلاتا تھا دوسرا نکیل تھامتا تھا۔ ہم عقبہ میں تھے کہ بارہ شخص منہ پر نقاب ڈالے آئے اور اونٹنی کو گھیر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں للکارا اور وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا ''تم نے انہیں پہچانا؟'' ہم نے کہا نہیں لیکن ان کی سواریاں ہماری نگاہوں میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ منافق تھے اور قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا' جانتے ہو یہ کس ارادے سے آئے تھے؟'' ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا ''اللہ تعالیٰ

---

❶ الطبری، ١٤/ ٣٦٣۔

کے رسول کو عقبہ میں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے۔'' ہم نے کہا حضور! ان کی قوم کے لوگوں سے کہلوا دیجئے کہ ہر قوم والے اپنی قوم کے جس آدمی کی شرکت اس میں پائیں اس کی گردن اڑا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں ورنہ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں گی کہ محمد ﷺ پہلے تو انہی لوگوں کو لے کر اپنے دشمنوں سے لڑے ان پر فتح حاصل کر کے پھر اپنے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔'' آپ ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی کہ اے اللہ ان کے دلوں پر آتشیں پھوڑے پیدا کر دے۔ ❶

اور روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی میں حضور اکرم ﷺ نے اعلان کرا دیا کہ ''میں عقبہ کے راستے سے جاؤں گا اس راہ کوئی نہ آئے۔'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیچھے سے چلا رہے تھے کہ ایک جماعت اپنی اونٹنیوں پر سوار آ گئی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی سواریوں کو مارنا شروع کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے آپ کی سواری نیچے کی طرف چلانی شروع کر دی۔ جب نیچے کا میدان آ گیا آپ ﷺ سواری سے اتر آئے اتنے میں عمار رضی اللہ عنہ بھی واپس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ''یہ لوگ کون تھے پہچانا بھی۔'' حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا منہ تو چھپے ہوئے تھے لیکن سواریاں معلوم ہیں۔ پوچھا ان کا ارادہ کیا تھا جانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ چاہا تھا کہ شور کر کے ہماری اونٹنی کو بھڑکا دیں اور ہمیں گرا دیں۔'' ایک سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی تعداد دریافت کی تو اس نے کہا چودہ۔ آپ نے فرمایا ''اگر تو بھی ان میں تھا تو پندرہ۔'' حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے تین شخصوں کے نام گنوائے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم نے نہ تو منادی کی نداسنی اور نہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے کسی بد ارادے کا علم تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باقی کے بارہ لوگ اللہ ورسول ﷺ سے لڑائی کرنے والے ہیں دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ ❷ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ علیہ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام بھی گنوائے ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کچھ تعلق تھا تو اس سے آپ نے قسم دے کر اصحاب عقبہ کی گنتی دریافت کی۔ لوگوں نے بھی اس سے کہا کہ ہاں بتلا دو۔ اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ چودہ تھے اگر مجھے بھی شامل کیا جائے تو پندرہ ہوئے۔ ان میں سے بارہ تو دشمن الٰہی اور رسول ہی تھے اور تین شخصوں کی اس قسم پر کہ نہ ہم نے منادی کی نداسنی نہ ہمیں جانے والوں کے ارادے کا علم اس لئے معذور رکھا گیا۔ گرمی کا موسم تھا پانی بہت کم تھا آپ نے فرما دیا تھا کہ ''مجھ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہنچے'' لیکن اس پر بھی کچھ لوگ پہنچ گئے تھے۔ آپ نے ان پر لعنت کی۔ ❸ آپ کا فرمان ہے کہ ''میرے ساتھیوں میں بارہ منافق ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے آٹھ کے مونڈھوں پر آتشی پھوڑا ہو گا جو سینے تک پہنچے گا اور انہیں ہلاک کر دے گا۔'' ❹ اسی باعث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا راز دار کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے صرف انہیں کو ان منافقوں کے نام بتلائے تھے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

طبرانی میں ان کے نام یہ ہیں۔ معتب بن قشیر' ودیعہ بن ثابت' جد بن قیس' عبداللہ بن نبتل بن حارث جو عمرو بن عوف کے قبیلے کا تھا اور حارث بن یزید طائی اور اوس بن قیظی اور حارث بن سوید اور سعد بن زرارہ اور قیس بن فہد اور سوید اور زداعس قبیلہ بنو حبلی کے اور قیس بن عمرو بن سہل اور زید بن صلیت اور سلسلہ بن برہام یہ دونوں قبیلہ قینقاع کے ہیں یہ سب بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے۔ ==

---

❶ دلائل النبوة، ٥/ ٢٦٠، اس کی سند میں ابوالبختری سعید بن فیروز ہے جس کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

❷ احمد، ٥/ ٤٥٣ وسنده حسن ہیثمی نے اس کی سند کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ دیکھئے (مجمع الزوائد، ٦/ ١٩٥)

❸ صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين وأحكامهم، ٢٧٧٩؛ احمد، ٥/ ٣٩٠۔

❹ صحيح مسلم، حواله سابق، احمد، ٤/ ٢٦٢؛ ابوداود، ٤٦٦٦۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم صدقہ خیرات کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے‘[۷۵] لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا[۷۶] اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اللہ تعالیٰ سے ملنے کے دنوں تک کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کا خلاف کیا اور جھوٹ بولتے رہے[۷۷] کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام خبروں سے خبردار ہے۔[۷۸]

= اس آیت میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اسی بات کا بدلہ لیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے رسول ﷺ کے ہاتھوں مالدار بنایا‘ اگر ان پر اللہ تعالیٰ کا پورا فضل ہو جاتا تو انہیں ہدایت بھی نصیب ہو جاتی جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے انصار سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہاری رہبری کی‘ تم متفرق تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت ڈال دی تم فقیر بے نوا تھے اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تمہیں غنی اور مالدار کر دیا۔‘‘ ہر ہر سوال کے جواب میں انصار فرماتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا اس سے زیادہ احسان ہے۔ ❶ الغرض بیان یہ ہے کہ بے وجہ بے قصور یہ لوگ دشمنی اور بے ایمانی پر اتر آئے‘ جیسے سورۂ بروج میں ہے کہ ان مسلمانوں سے ان کافروں کا انتقام صرف ان کے ایمان کے باعث تھا۔ ❷ حدیث میں ہے کہ ’’ابن جمیل صرف اس بات کا انتقام لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا۔‘‘ ❸ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ اپنے اسی طریقہ پر کاربند رہے تو انہیں دنیا میں بھی سخت سزا ہوگی قتل سے بھی اور صدمہ وغم سے بھی اور دوزخ کے ذلیل و پست کرنے والے ناقابل برداشت عذابوں سے بھی‘ دنیا میں کوئی نہ ہوگا جو ان کی طرفداری کرے ان کی مدد کرے انہیں کام آئے ان سے برائی ہٹائے یا نفع پہنچائے بے یار و مددگار رہ جائیں گے۔

منافقین اللہ کا فضل حاصل کرنے کے بعد اس سے کیا ہوا وعدہ بھول جاتا ہے: [آیت: ۷۵۔۷۸] بیان ہو رہا ہے کہ ان منافقوں میں وہ بھی ہے جس نے عہد کیا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے تو میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے امیر اور خوشحال بنا دیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان ٤٣٣٠؛ صحیح مسلم ١٠٦١۔

❷ ٨٥/ البروج:٨۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول اللہ ﴿وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ﴾ ١٤٦٨؛ صحیح مسلم ٩٨٣۔

میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈال دیا۔ یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تھوڑا جس کا شکر ادا ہو اس بہت سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔'' اس نے پھر دوبارہ بھی درخواست کی تو آپ ﷺ نے پھر سمجھایا کہ ''تو اپنا حال اللہ تعالیٰ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔'' اس نے کہا حضور! واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کی داد دوں ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے مال میں برکت کی دعا کی۔ اس کی بکریوں میں اس طرح زیادتی شروع ہوئی جیسے کیڑے بڑھ رہے ہوں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہو گیا یہ ایک میدان میں نکل گیا ظہر و عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی اسے اور دور جانا پڑا۔ اب سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں، مال اور بڑھتا گیا شدہ شدہ جمعہ کا آنا بھی اس نے چھوڑ دیا۔ آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اظہار افسوس کیا۔ ادھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقہ لے اور صدقے کے احکام بھی بیان ہوئے۔ آپ نے دو شخصوں کو جن میں سے ایک قبیلہ جہینہ کا تھا اور دوسرا قبیلہ سلیم کا انہیں تحصیلدار بنا کر صدقہ لینے کے احکام لکھ کر انہیں پروانہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ ''ثعلبہ سے اور فلانے بنی سلیم سے صدقہ لے آؤ۔'' یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے فرمان پیغمبر ﷺ دکھایا صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ یہ تو جزیے کی بہن ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے یہ کیا بات ہے اچھا اب تو جاؤ لوٹتے ہوئے آنا۔ دوسرا شخص سلمی جو تھا اسے جب معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انہیں لے کر خود ہی آگے بڑھا۔ انہوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب۔ اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے ہی بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انہیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے، اوروں سے بھی وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے۔ اس نے کہا ذرا مجھے وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے۔ پڑھ کر کہنے لگا بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے کافروں پر جو ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو بالکل ویسا ہی ہے اچھا تم جاؤ میں سوچ سمجھ لوں۔ یہ واپس چلے گئے۔ انہیں دیکھتے ہی حضور اکرم ﷺ نے ثعلبہ پر اظہار افسوس کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔ اب انہوں نے بھی ثعلبہ کا اور سلمی کا دونوں کا واقعہ کہہ سنایا۔ پس اللہ تعالیٰ جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثعلبہ کے ایک قریبی رشتے دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر کہا آیت بھی پڑھ سنائی۔ یہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور طلب کیا گیا اس کا صدقہ قبول کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔'' یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے۔ میں نے تو تجھے کہا تھا لیکن تو نہ مانا۔'' یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔ پھر یہ خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا میری جو عزت حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا تو میں کون؟ غرض آپ نے بھی انکار کر دیا۔ جب آپ کا بھی انتقال ہو گیا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے والی ہوئے تو پھر یہ آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب حضور اکرم ﷺ نے قبول نہیں فرمایا خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو =

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیراتیں کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں' اللہ تعالیٰ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے انہیں کے لئے دکھ کی مار ہے۔[۷۹]

= یہ ازلی منافق پھر آیا اور لگا منت سماجت کرنے لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضور اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ مقبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کرلوں۔ چنانچہ قبول نہیں کیا اسی اثنا میں یہ شخص ہلاک ہو گیا۔ ❶ الغرض پہلے تو وعدے کئے تھے سخاوت کے اور وہ بھی قسمیں کھا کھا کر' پھر پھر گیا اور سخاوت کے عوض بخیلی کر گیا اور وعدہ شکنی کرلی۔ اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہو گیا جو اس وقت سے اس کی پوری زندگی تک اس کے ساتھ ہی رہا۔ حدیث میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے خلاف کرے' امانت سونپی جائے خیانت کرے۔ ❷ کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ چھپے کھلے دل کے ارادوں اور سینے کے بھیدوں کا عالم ہے وہ پہلے سے ہی جانتا تھا یہ خالی زبانی بکواس ہے کہ مالدار ہو جائیں تو یوں خیراتیں کریں یوں شکر گزاری کریں یوں نیکیاں کریں' لیکن دلوں پر نظریں رکھنے والا رب خوب جانتا ہے کہ یہ مال میں مست ہو جائیں گے اور دولت پا کر خرمستیاں ناشکری اور بخل کرنے لگیں گے۔ وہ ہر حاضر غائب کا جاننے والا ہے وہ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ظاہر باطن سب اس پر روشن ہے۔

منافقین کی مسلمانوں پر طعنہ زنی اور اس کا انجام: [آیت:۷۹] یہ بھی منافقوں کی ایک بدخصلت ہے کہ ان کی زبان سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل' یہ عیب جو بدگو لوگ برے ہیں۔ اگر کوئی شخص بڑی رقم للہ دے تو یہ اسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا۔ چنانچہ جب صدقات دینے کی آیت اتری ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے صدقات لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی رقم دی' اسے تو ان منافقوں نے ریاکار کا خطاب دیا اور ایک صاحب بے چارے مسکین آدمی تھے صرف ایک صاع اناج لائے تھے' انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ ❸ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بقیع میں فرمایا کہ "جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دوں گا۔" اس وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے عمامے میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ لیا' اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ اور چھوٹے قد کے تھے ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جس سے زیادہ اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی۔ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "بہت اچھا" اس نے کہا لیجئے سنبھال لیجئے۔ اس پر کسی نے کہا کہ اس سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے۔ آپ ﷺ نے سن لیا اور فرمایا "تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے افسوس! سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس تین نے سن لیا اور فرمایا =

---

❶ ابن جریر وابن ابی حاتم یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ومردود ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق ۳۳؛ صحیح مسلم ۵۹؛ ترمذی ۲۶۳۳۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ والقلیل من الصدقۃ...... ۱۴۱۵؛ صحیح مسلم ۱۰۱۸۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۸۰﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْیَضْحَكُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْكُوْا كَثِیْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

ع ۸ / ۱۶

ترجمہ: ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر، اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا ہے ایسے فاسق لوگوں کو اللہ کریم ہدایت نہیں دیتا۔[۸۰] پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں یہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا ناپسند رکھتے ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ اس گرمی میں مت نکلو تو کہہ دے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے کاش کہ وہ سمجھتے ہوتے۔[۸۱] پس انہیں بہت کم ہنسنا چاہئے اور بہت زیادہ روئیں بدلے میں اس کے جو یہ کیا کرتے تھے۔[۸۲]

= ''تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے افسوس! سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس تین مرتبہ یہی فرمایا' مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح اس طرح کرے' اور لپیں بھر بھر کر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا'' یعنی راہ اللہ ہر نیک کام میں خرچ کرے۔ پھر فرمایا ''انہوں نے فلاح پالی جو کم مال والے ہوں اور زیادہ عبادت والے ہوں۔ ❶ '' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ چاندی لائے اور ایک غریب انصاری ایک صاع اناج لائے۔ منافقوں نے ایک کو ریاکار بتلایا دوسرے کے صدقے کو حقیر بتلایا۔ ❷ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا۔ ایک صاحب ایک صاع کھجوریں لے آئے اور کہنے لگے حضور ﷺ! میرے پاس کھجوروں کے دو صاع تھے ایک میں نے اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا۔ آپ ﷺ نے اسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ اللہ اور رسول ﷺ اس سے بے نیاز ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے سب کو صدقہ کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوش میں بھی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں ہوش میں ہوں۔ فرمایا پھر کیا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا سنو میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار تو میں اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا ہے۔'' منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ پھول گئے اپنی سخاوت دکھانے کے لئے لوگوں میں اتنی بڑی رقم دے دی۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم اور چھوٹی رقم والوں کی سچائی اور ان

---

❶ احمد، ۵/ ۳۴ وسنده ضعيف ہیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں مجہول راوی ہے؛ مجمع الزوائد، ۳/ ۱۲۴۔

❷ اس کی سند علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان منقطع یعنی ضعیف ہے۔

منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا۔ ❶

بنوعجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات کی تھی ایک سو (۱۰۰) وسق کھجوریں دی تھیں۔ منافقوں نے اسے ریا کاری پر محمول کیا تھا۔ اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابوعقیل رضی اللہ عنہ تھے یہ قبیلہ بنوانیف کے شخص تھے ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی اور ہجو کی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس میں ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دیئے تھے اور دو ہزار رکھے تھے دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھجوریں حاصل کر کے ایک صاع رکھ لیں اور ایک صاع دے دیں' یہ حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ تھے رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے۔ ان کا نام حباب تھا اور قول ہے کہ عبدالرحمٰن بن ثعلبہ تھا۔ پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہی بدلہ لیا' ان منافقوں کے لئے اخروی المناک عذاب ہیں' اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی برا بدلہ ہے۔

منافقین کے لئے استغفار نہ کرنے کا حکم: [آیت: ۸۰-۸۲] فرماتا ہے کہ یہ منافق اس قابل نہیں کہ تو اے نبی! ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے۔ ایک بار نہیں اگر تو ستر مرتبہ بھی بخشش ان کے لئے چاہے تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔ جو ستر کا ذکر ہے اس سے مراد صرف زیادتی ہے وہ ستر سے کم ہو یا بہت زیادہ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے ستر کا ہی عدد ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تو ان کے لئے ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے اور آیت میں فرما دیا کہ ان کے لئے تیرا استغفار کرنا نہ کرنے کے برابر ہے۔ عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا حاضر خدمت ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے کہ میرا باپ نزع کی حالت میں ہے میری چاہت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے چلیں اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا حباب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تیرا نام عبداللہ ہے حباب تو شیطان کا نام ہے۔'' اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ہو لئے ان کے باپ کو اپنا کرتہ اپنے پسینے والا پہنایا اس کی جنازے کی نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بھی گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے پر نماز پڑھ رہے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ کے استغفار سے بھی نہ بخشنے کو فرمایا ہے تو میں ستر بار پھر ستر بار پھر ستر بار استغفار کروں گا۔'' ❷

سورج کی گرمی سے ڈر کر جہاد سے پیچھے رہنے والے جہنم کی آگ کو یاد کریں: جو لوگ غزوۂ تبوک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور گھروں میں ہی بیٹھنے پر اکڑ رہے تھے' جنہیں اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا' جنہوں نے ایک دوسرے کے کان بھرے تھے کہ اس گرمی میں کہاں نکلو گے؟ ایک طرف پھل پکے ہوئے ہیں سائے بڑھے ہوئے ہیں دوسری جانب لو کے لوکے چل رہے ہیں' پس اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ جہنم کی آگ جس کی طرف تم اپنی اس بدکرداری سے جا رہے ہو وہ اس گرمی سے زیادہ بڑھی ہوئی حرارت اپنے اندر رکھتی ہے یہ آگ تو اس آگ کا سترواں حصہ ہے' جیسے کہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے۔ ❸ اور روایت میں ہے کہ ''تمہاری یہ آگ آتش دوزخ کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکتے۔'' ❹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' ''ایک ہزار سال تک

---

❶ الطبری، ۱۴/ ۳۸۳، اس کی سند میں عطیہ العوفی مجروح راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۲۴، رقم: ۲۱۶)

❷ الطبری، ۱۴/ ۳۹۶ وسندہ ضعیف منقطع۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانها مخلوقة ۳۲۶۵؛ صحیح مسلم ۲۸۴۳؛ مؤطا امام مالك، ۲/ ۹۹۴؛ ابن حبان ۷۴۶۲۔

❹ احمد، ۲/ ۲۴۴؛ مسند حمیدی ۱۱۲۹ (۱۱۳۶ بتحقیقی وسندہ صحیح) ابن حبان ۷۴۶۳۔

آتش دوزخ دھونکی گئی تو سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکی گئی تو سیاہ ہو گئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے۔'' ❶ ایک بار آپ ﷺ نے آیت ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ❷ کی تلاوت کی اور فرمایا ''ایک ہزار سال تک جلائے جانے سے وہ سفید پڑ گئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکانے سے سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکے جانے سے سیاہ ہو گئی پس وہ سیاہ رات جیسی ہے اس کے شعلوں میں بھی چمک نہیں۔'' ایک حدیث میں ہے کہ ''اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری مشرق میں ہو تو اس کی حرارت مغرب تک پہنچ جائے۔'' ❸ ابو یعلیٰ کی ایک غریب روایت میں ہے کہ ''اگر اس مسجد میں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور کوئی جہنمی یہاں آ کر سانس لے تو اس کی گرمی سے مسجد اور مسجد والے سب جل جائیں۔'' ❹ اور حدیث میں ہے کہ ''سب سے ہلکے عذاب والا دوزخ میں وہ ہو گا جس کے دونوں پاؤں میں دو جوتیاں آگ کی تسمے سمیت ہوں گی جس سے اس کی کھوپڑی کھدبدا رہی ہو گی اور وہ سمجھ رہا ہو گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی کو ہو رہا ہے حالانکہ دراصل سب سے ہلکا عذاب اسی کا ہے۔'' ❺ قرآن فرماتا ہے کہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دیتی ہے ❻ اور آیتوں میں ہے کہ ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی تمام چیزیں اور ان کی کھالیں جھلس جائیں گی پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے ان کے سر کچلے جائیں گے وہ جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔ ❼ اور آیت میں ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا انہیں ہم بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیں گے ان کی کھالیں جھلستی جائیں گی اور ہم اور اور بدلتے جائیں گے کہ وہ خوب عذاب چکھیں۔ ❽ اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ اگر انہیں سمجھ ہوتی تو یہ جان لیتے کہ جہنم کی آگ کی گرمی اور تیزی بہت زیادہ ہے تو یقیناً یہ باوجود موسمی گرمی کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں خوشی خوشی نکلتے اور اپنے جان و مال کو اللہ کی راہ میں فدا کرنے پر تل جاتے۔ عرب کا شاعر کہتا ہے کہ تو نے اپنی عمر سردی گرمی سے بچنے کی کوشش میں گزار دی حالانکہ تجھے لائق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا کہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔

اب اللہ تبارک وتعالیٰ ان بدباطن منافقوں کو ڈرا رہا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں یہاں تو جتنا چاہیں ہنس لیں لیکن اس آنے والی بڑی زندگی میں ان کے لئے رونا ہی رونا ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''لوگو روؤ اور رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہروں جیسے گڑھے پڑ جائیں گے آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگیں گی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہو گا کہ اگر کوئی اس میں کشتیاں چلانی چاہے تو چلا سکتا ہے۔'' ❾ اور حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے رہیں گے آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہو گی۔ اس وقت دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے کہ اے بدبخت! ارحم =

❶ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب منه فی صفة النار وانها سوداء مظلمة ٢٥٩١ وسنده ضعیف شریک قاضی مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں ابن ماجه ٤٣٢٠۔ ❷ ٦٦/ التحريم:٦۔ ❸ الطبرانی وسنده ضعيف۔

❹ مسند ابی یعلی ٦٦٧٠ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ١٠/ ٣٩١۔ ❺ صحيح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ٦٥٦٢؛ صحيح مسلم ٢١٣؛ احمد، ٤/ ٢٧١۔ ❻ ٧٠/ المعارج:١٥۔ ❼ ٢٢/ الحج:١٩، ٢٢۔

❽ ٤/ النسآء:٥٦۔ ❾ مسند ابی یعلی ٧/ ١٦١؛ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة النار ٤٣٢٤ وسنده ضعيف مختصراً اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی اور یزید الرقاشی ضعیف ہیں (التقریب، ٢/ ١٥٦، رقم:١٥٩، ٢/ ٣٦١، رقم:٢٢٠) اور عمران بن زید کمزور راوی ہے (التقریب، ٢/ ٨٣، رقم:٧٢٧)

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: پس اگر اللہ تعالیٰ تجھے ان کی کسی جماعت کی طرف لوٹا کر واپس لے آئے پھر یہ تجھ سے میدان جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز چل نہیں سکتے اور نہ میرے ساتھ تم دشمنوں سے لڑائی کر سکتے ہو تم نے پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا پس تم پیچھے رہ جانے والوں میں ہی بیٹھے رہو۔[۸۳] ان میں سے کوئی مر جائے تو تو اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا' یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہو گئے اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے۔[۸۴]

= کی جگہ تو تم کبھی بھی نہ روئے اب یہاں کا رونا دھونا لاحاصل ہے۔ اب یہ اونچی آوازوں سے چلا چلا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے کہ تم لوگ ہمارے ہو رشتے کنبے کے ہو سنو ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے پھر میدان محشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں بھی پیاسے ہی ہیں ہم پر رحم کرو کچھ پانی ہمارے حلق میں چھوا دو یا جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں دے دو۔ چالیس سال تک کتوں کی طرح چیختے رہیں گے چالیس سال کے بعد انہیں جواب ملے گا کہ تم یوں ہی دھتکارے ہوئے بھوکے پیاسے ہی ان سڑیل اور اٹل سخت عذابوں میں پڑے رہو۔ اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہو جائیں گے۔ ❶

لالچی لوگوں کو جہاد میں نہ لے جایئے: [آیت:۸۳۔۸۴] فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ اس غزوے سے واپس مدینے پہنچا دے اور ان میں سے کوئی جماعت تجھ سے کسی اور غزوے میں تیرے ساتھ چلنے کی درخواست کرے تو بطور ان کو سزا دینے کے تو صاف کہہ دینا کہ نہ تو تم میرے ساتھ والوں میں میرے ساتھ چل سکتے ہو نہ تم میری ہمراہی میں دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہو تم جب موقعہ پر دغا دے گئے اور پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہے تو اب تیاری کے کیا معنی؟ پس یہ آیت مثل آیت ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ❷ کے ہے۔ بدی کا برا بدلہ بدی کے بعد ملتا ہے جیسے کہ نیکی کی جزا بھی نیکی کے بعد ملتی ہے۔ عمرۂ حدیبیہ کے بعد قرآن نے فرمایا تھا ﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ﴾ ❸ یعنی یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ تم سے جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہمیں اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ ہو لیں یہاں فرمایا کہ ان سے کہہ دینا کہ بیٹھ رہنے والوں میں ہی تم بھی رہو' جو عورتوں کی طرح گھروں میں گھسے رہتے ہیں۔

منافق کا جنازہ پڑھانے کی ممانعت: حکم ہوتا ہے کہ اے نبی! تم منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جاؤ ان میں سے کوئی مر جائے تو تم نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے دعائے استغفار کرو اس لئے کہ یہ کفر و فسق پر زندہ رہے اور اسی پر مرے۔ یہ حکم تو عام ہے گو اس کا شان نزول خاص عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں ہے۔ جو منافقوں کا رئیس اور امام تھا۔ صحیح

❶ ابن ابی الدنیا، وسندہ ضعیف جدا اس کا راوی حمزہ الجزری متروک ہے۔

❷ ٦/ الانعام:۱۱۰۔ ❸ ٤٨/ الفتح:۱۵۔

بخاری شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ میرے باپ کے کفن کے لئے آپ خاص اپنا پہنا ہوا کرتا عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا۔ پھر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے جنازے کی نماز پڑھایئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست بھی منظور فرمالی اور نماز پڑھانے کے ارادے سے اٹھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سنو اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے فرمایا ہے کہ تو ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر اگر تو ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کرے گا تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا' تو میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ منافق تھا۔ تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی' اس پر یہ آیت اتری۔ ❶ اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں تھے۔ ❷

اور روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں صف میں سے نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے حالانکہ فلاں دن اس نے یوں کہا اور فلاں دن یوں کہا۔ اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے سب سنتے رہے آخر میں فرمایا ''عمر! مجھے چھوڑ دے' اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کرا سکتا ہے تو میں یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھائی جنازے کے ساتھ بھی چلے دفن میں بھی موجود رہے' اس کے بعد مجھے اپنی اس گستاخی پر بہت ہی افسوس ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوب علم والے ہیں میں نے ایسی اور اس قدر جرأت کیوں کی' کچھ ہی دیر ہوئی ہوگی جو یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں' اس کے بعد آخر دم تک نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازے کی نماز پڑھی نہ اس کی قبر پر آ کر دعا کی۔ ❸ اور روایت میں ہے کہ اس کے صاحبزادے رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے تو ہمیشہ کے لئے یہ بات ہم پر رہ جائے گی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اسے قبر میں اتار دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس سے پہلے مجھے کیوں نہ لائے۔'' چنانچہ وہ قبر سے نکالا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سارے جسم پر تھتکار کر دم کیا اور اسے اپنا کرتہ پہنایا۔ ❹ اور روایت میں ہے کہ وہ خود وصیت کر کے مرا تھا کہ اس کے جنازے کی نماز خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھائیں۔ اس کے لڑکے نے آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی آرزو اور اس آخری وصیت کی بھی خبر کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ اس کی وصیت یہ بھی ہے کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیراہن میں کفنایا جائے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة براءة باب ﴿استغفرلهم أولا تستغفرلهم......﴾ ٤٦٧٠؛ صحیح مسلم ٢٧٧٤؛ طبرانی ١٧٠٥١؛ دلائل النبوة، ٥/ ٢٨٧۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة براءة باب قوله ﴿ولا تصل على احد منهم مات أبدا ولا تقم على قبره﴾ ٤٦٧٢؛ صحیح مسلم ٦٧٧٤۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکره من الصلاة على المنافقين والاستغفار للمشركين ١٣٦٦؛ دلائل النبوة ٥/ ٦٨٧۔ ❹ احمد، ٣/ ٣٧١ وسنده ضعیف اس کی سند میں ابو الزبیر کے سماع کی صراحت نہیں لیکن اصل روایت صحیح سند کے ساتھ صحیح بخاری، ١٢٧٠ ومسلم، ٢٧٧٣ میں موجود ہے۔

آپ ﷺ اس کے جنازے کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر اترے۔ ❶ اور روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا دامن تان کر نماز کے ارادے کے وقت یہ آیت سنائی' ❷ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

اور روایت میں ہے اس نے اپنی بیماری کے زمانے میں حضور اکرم ﷺ کو بلایا آپ ﷺ تشریف لے گئے اور جا کر فرمایا کہ ''یہودیوں کی محبت نے تجھے تباہ کر دیا۔'' اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ وقت ڈانٹ ڈپٹ کا نہیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے دعائے استغفار کریں میں مر جاؤں تو مجھے اپنے پیراہن میں کفنائیں بعض سلف سے مروی ہے کہ کرتا دینے کہ وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے تو ان کے جسم پر کسی کا کپڑا ٹھیک نہیں آیا آخر اس کا کرتا لیا وہ ٹھیک آ گیا یہ بھی لمبا پورا چوڑی چکلی ہڈی کا آدمی تھا پس اس کے بدلے میں آپ ﷺ نے اسے اس کے کفن کے لئے اپنا کرتا عطا فرمایا۔ ❸ اس آیت کے اترنے کے بعد نہ تو کسی منافق کے جنازے کی نماز آپ ﷺ نے پڑھی' نہ کسی کے لئے استغفار کیا۔ مسند احمد میں ہے کہ جب آپ ﷺ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ ﷺ پوچھ لیتے اگر لوگوں سے اس کی بھلائیاں معلوم ہوتیں تو آپ ﷺ جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھاتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے۔ ❹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ آپ ﷺ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے جس کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہیں کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انہیں راز دار رسول اللہ ﷺ کہا جاتا تھا۔ بلکہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص کے جنازے کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے چٹکی لے کر انہیں روک دیا۔ جنازے کی نماز اور استغفار ان دونوں چیزوں سے منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کو روک دینا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسلمانوں کے بارے میں ان دونوں چیزوں کی پوری تاکید ہے ان میں مردوں کے لئے بھی پورا نفع ہے اور زندوں کے لئے بھی کامل اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں جو جنازے میں جائے اور نماز پڑھی جانے تک ساتھ رہے اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اسے دو قیراط ملتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہے؟ فرمایا ''سب سے چھوٹا قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔'' ❺ اسی طرح یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر وہیں اس کی قبر کے پاس ٹھہر کر حکم فرماتے کہ ''اپنے ساتھی کے لئے استغفار کر و اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو اس سے اس وقت سوال و جواب ہو رہا ہے۔'' ❻

---

❶ ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب فی الصلاة علی اهل القبلة ١٥٢٤ وسنده ضعیف والحدیث صحیح بالشواهد۔

❷ مسند ابی یعلی ٤١١٢ ابن جریر، ١٧٠٦٨ اس کی سند میں یزید بن أبان الرقاشی ضعیف راوی ہے۔(المیزان، ٤/ ٤١٨، رقم:٩٦٦٩)

❸ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الصلاة للأساری ٣٠٠٨۔

❹ احمد، ٥/ ٢٩٩، ٣٠٠ وسنده صحیح، ابن حبان ٣٠٥٧؛ حاکم، ١/ ٣٦٤؛ مجمع الزوائد، ٣/ ٤۔

❺ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن ١٣٢٥؛ صحیح مسلم ٩٤٥؛ ابوداود ٣١٦٨؛ ترمذی ١٠٤٠؛ ابن ماجه ١٥٣٩؛ احمد، ٢/ ٤٠١۔

❻ ابوداود، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف ٣٢٢١ وسنده حسن، حاکم، ١/ ٣٧٠؛ بیهقی، ٤/ ٥٦۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾

ترجمہ: ان کے مال واولاد سے کچھ بھی تعجب نہ کر اللہ تعالیٰ کی چاہت یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں۔[۸۵] جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت مندوں کا ایک طبقہ تیرے پاس آ کر یہ کہہ کر رخصت لے لیتا ہے کہ ہمیں تو بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے۔[۸۶] یہ تو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر ریجھ گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اب وہ کچھ سمجھ عقل نہیں رکھتے۔[۸۷]

[آیت:۸۵۔۸۷] اسی مضمون کی آیت کریمہ گزر چکی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بحمد اللہ لکھ دی گئی ہے جس کے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔

بزدل منافقین جہاد نہیں کر سکتے: ان لوگوں کی برائی بیان ہو رہی ہے جو وسعت' طاقت' قوت ہوتے ہوئے جہاد کے لئے نہیں نکلتے جی چرا جاتے ہیں اور حکم الٰہی سن کر پھر بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ آ کر اپنے رک رہنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ان کی بے حمیتی تو دیکھو کہ یہ عورتوں جیسے ہو گئے۔ لشکر چلے گئے یہ نامردزنانے عورتوں کی طرح پیچھے رہ گئے۔ بوقت جنگ بزدل ڈرپوک اور گھروں میں گھسے رہنے والے اور بوقت امن بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے' یہ بھونکنے والے کتوں اور گرجنے والے بادلوں کی طرح ڈھول کے پول ہیں۔ چنانچہ اور جگہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ خوف کے وقت ایسی آنکھیں پھیرنے لگتے ہیں جیسے کوئی مر رہا ہو' اور جہاں وہ موقع گزر گیا کہ اب لگے چرب زبانی کرنے اور لمبے چوڑے دعوے کرنے اور باتیں بنانے۔ ❶ امن کے وقت تو مسلمانوں میں فساد پھیلانے لگتے ہیں اور وہ بلند بانگ بہادری کے ڈھول پیٹتے ہیں کہ کچھ ٹھیک نہیں لیکن لڑائی کے وقت عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر پردہ نشین بن جاتے ہیں بل اور سوراخ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے آپ کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ ایمان دار تو سورت اترنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کا انتظار کرتے ہیں لیکن بیمار دلوں والے جہاں سورت اتری اور جہاد کا حکم سنا کہ آنکھیں بند کر لیں دیدے پھیر لئے۔ ان پر افسوس ہے اور ان کے لئے تباہی خیز مصیبت ہے۔ اگر یہ اطاعت گزار ہوتے اگر ان کی زبان سے اچھی بات نکلتی ان کے ارادے اچھے ہوتے یہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرتے تو یہی چیز ان کے حق میں بہتر تھی۔ ❷ لیکن ان کے دلوں پر تو ان کی بداعمالیوں سے مہر لگ چکی ہے اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت بھی نہیں رہی کہ اپنے نفع نقصان کو ہی سمجھ لیں۔

---

❶ ۳۳/ الاحزاب:۱۹۔

❷ ۴۷/ محمد:۲۰،۲۱۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ؕ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

ع ١٧

ترجمہ: لیکن خود رسول ﷺ اور اس کے ساتھ کے ایمان دار اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں' یہی لوگ خوبیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں' [۸۸] انہیں کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ [۸۹] بادیہ نشینوں میں سے عذر والے لوگ حاضر ہوئے کہ انہیں رخصت دے دی جائے اور وہ بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول ﷺ سے جھوٹی باتیں بنائی تھیں اب تو ان میں جتنے کفار ہیں انہیں دکھ دینے والی مار پہنچ کر رہے گی۔ [۹۰] ناتواں ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی کرتے رہیں' ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں' اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے [۹۱] ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انہیں سواری مہیا کر دے تو تو جواب دیتا ہے کہ میں تو تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں [۹۲] بے شک ان لوگوں پر تو راہ الزام ہے اور انہیں پر ہے جو باوجود دولتمند ہونے کے تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں جو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر خوش ہیں جن کے دلوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے جس سے وہ محض بے علم ہو گئے ہیں۔ [۹۳]

سچے مسلمان ہی اپنی جان و مال سے جہاد کرتے ہیں: [آیت: ۸۸-۹۳] منافقوں کی مذمت ان کی اخروی درگت بیان فرما کر اب مؤمنوں کی مدحت اور ان کی اخروی راحت بیان ہو رہی ہے۔ یہ جہاد کے لئے کمر باندھے رہتے ہیں' یہ جان و مال اللہ کی راہ میں فدا کرتے رہتے ہیں' انہی کے حصے میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں۔ انہی کے لئے جنت الفردوس ہے اور انہیں کے لئے بلند درجے ہیں یہی مقصد حاصل کرنے والے یہی کامیابی کو پہنچ جانے والے لوگ ہیں۔

جھوٹا عذر کرنے والوں کو تنبیہ: یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے مدینہ کے اردگرد کے یہ لوگ آ آ کر اپنی کمزور ضعیفی بے طاقتی بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اجازت لیتے ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ انہیں واقعی معذور سمجھیں تو اجازت دے دیں۔ یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ﴾ ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی معنی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملے کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور اکرم ﷺ سے رک رہنے کی اجازت چاہی۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ عذر پیش کرنے والے بھی دراصل عذر والے نہ تھے اسی لئے ان کے عذر مقبول نہ ہوئے۔ لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے وہی زیادہ ظاہر ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عذاب کا وعدہ بھی ان سے ہوا جو بیٹھے ہی رہے۔

سچے مجاہد اور اہل عذر: اس آیت میں ان شرعی عذروں کا بیان ہو رہا ہے جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر شرعی حرج نہیں پس ان سببوں میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو لازم ہوتی ہے کسی حالت میں انسان سے الگ نہیں ہوتی جیسے پیدائشی کمزوری یا اندھا پن یا لنگڑا پن' کوئی لولا لنگڑا اپاہج بیمار یا بالکل ہی ناطاقت ہو' دوسری قسم کے وہ عذر ہوتے ہیں جو کبھی ہیں اور کبھی نہیں اتفاقیہ اسباب ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا ہے یا بالکل فقیر ہو گیا ہے سامان سفر سامان جہاد مہیا نہیں کر سکتا وغیرہ پس یہ لوگ شرکت جہاد نہ کر سکیں تو ان پر شرعاً کوئی مواخذہ گناہ یا عار نہیں' لیکن انہیں اپنے دل میں صلاحیت اور خلوص رکھنا چاہیے۔ مسلمانوں کے دین الٰہی کے خیر خواہ بنے رہیں اوروں کو جہاد پر آمادہ کریں بیٹھے بیٹھے جو خدمت مجاہدین کی انجام دے سکتے ہوں دیتے رہیں' ایسے نیک کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں' اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ حواریوں نے عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمیں بتلایئے اللہ کا خیر خواہ کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''جو اللہ تعالیٰ کے حق کو لوگوں کے حق پر مقدم کرے اور جب ایک کام دین کا اور ایک دنیا کا آ جائے تو دینی کام کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھے پھر فارغ ہو کر دنیوی کام کو انجام دے۔'' ایک مرتبہ قحط سالی کے موقعہ پر لوگ نماز استسقا کے لئے میدان میں نکلے' ان میں حضرت بلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے حاضرین! کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم سب اللہ کے گنہگار بندے ہو۔ سب نے پورا اقرار کیا۔ اب آپ نے دعا شروع کی کہ پروردگار ہم نے تیرے کلام میں سنا ہے کہ نیک کاروں پر کوئی راہ نہیں' ہم اپنی برائیوں کے اقراری ہیں پس تو ہمیں معاف فرما ہم پر رحم فرما' ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا۔ اب آپ نے ہاتھ اٹھائے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی اور سب نے۔ رحمت ربانی جوش میں آئی اور اسی وقت جھوم جھوم کر رحمت کی بدلیاں برسنے لگیں۔ ❶ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں حضور اکرم ﷺ کا کاتب تھا سورۂ براءت جب اتر رہی تھی میں اسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اڑسا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھیں حضور اکرم ﷺ منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا حکم نازل ہوتا ہے جو ایک نابینا صحابی آئے اور کہنے لگے حضور ﷺ! میں جہاد کے احکام اس اندھاپے میں کیسے بجا لا سکتا ہوں۔ اسی وقت یہ آیت اتری۔ پھر ان کا بیان ہوتا ہے جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ رک جاتے ہیں۔ جہاد کا حکم ہوا' رسول اللہ ﷺ کا اعلان ہوا' مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ! ہمارے پاس سواریاں نہیں آپ ہماری سواریوں کا انتظام کر دیں تا کہ ہم بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اور آپ ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کریں۔ آپ ﷺ نے جواب

❶ ابن ابی حاتم، ٦/ ١٨٦٠۔

دیا کہ ''واللہ میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں۔'' یہ ناامید ہو کر روتے پیٹتے' غمزدہ اور رنجیدہ ہو کر لوٹے' ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہمرکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گزارنی پڑے گی نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے۔ پس جناب باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسکین کر دی۔ ❶

یہ آیت قبیلہ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں اتری ہے۔ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہ سات آدمی تھے بنی عمرو کے سالم بن عوف' بنی واقف کے حرمی بنی عمرو' بنی مازن کے عبدالرحمٰن بن کعب' بنو معلیٰ کے فضل اللہ' بنی سلمی کے عمرو بن عتبہ' اور عبداللہ بن عمرو مزنی' اور بنو حارثہ کے علیہ بن زید۔ بعض روایتوں میں کچھ ناموں میں ہیر پھیر بھی ہے۔ انہیں نیک نیت بزرگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول رسولوں کے سرتاج (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَاَزۡوَاجِهٖ وَاَهۡلِ بَیۡتِهٖ وَسَلَّمۡ) کا فرمان ہے کہ ''اے میرے مجاہد ساتھیو! تم نے مدینے میں جو لوگ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ان میں وہ بھی ہیں کہ تم جو خرچ کرتے ہو جس میدان میں چلتے ہو جو جہاد کرتے ہو سب میں وہ بھی ثواب کے شریک ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ❷ اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا' وہ باوجود اپنے گھروں میں رہنے کے ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں اس لئے کہ وہ معذور ہیں عذر کے باعث رکے ہیں۔'' ❸ اور روایت میں ہے ''انہیں بیماریوں نے روک لیا ہے۔'' ❹ پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جنہیں فی الواقع کوئی عذر نہیں مال دار ہٹے کٹے ہیں لیکن پھر بھی سرکار نبوت میں آ کر بہانے تراش تراش کر جہاد میں ساتھ نہیں دیتے' عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جاتے ہیں زمین پکڑ لیتے ہیں۔ فرمایا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے' اب وہ اپنے بھلے برے کے علم سے بھی کورے ہو گئے ہیں۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ تفسیر ابن کثیر اردو کا دسواں پارہ مکمل ہوا۔



❶ الطبری، ١٤/ ٤٢٠، اس کی سند میں عطیہ العوفی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ٢/ ٢٤، رقم:٢١٦)

❷ یہ روایت مرسل ہے اس کی اصل ذکر ہو رہی ہے۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ٨٢ حدیث ٤٤٢٣؛ ابو داود، ٢٥٠٨؛ ابن ماجه ٢٧٦٤؛ احمد، ٣/ ١٠٣؛ ابن ابی شیبه ١٨٨٥٦۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض اوعذر آخر ١٩١١؛ ابن ماجه ٢٧٦٥؛ احمد، ٣/ ٣٠٠؛ دلائل النبوة، ٥/ ٢٦٧۔

فہرست

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ: یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آیندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔[۹۴] ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تا کہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو انکی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ان کاموں کے بدلے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔[۹۵] یہ اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔[۹۶]

بہانہ بنا کر جہاد سے پیچھے رہنے والوں کو تنبیہ: [آیت: ۹۴-۹۶] اللہ تعالیٰ نے منافقین سے متعلق یہ معلوم کرا دیا ہے کہ جب تم مدینہ واپس ہو گے تو تمہارے سامنے اپنے عذرات پیش کریں گے۔ لیکن تم ان سے کہہ دو کہ عذرات باطلہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہم تمہاری بات کو کبھی سچ نہ مانیں گے اللہ پاک نے ہمیں تمہارے احوال معلوم کرا دیئے ہیں۔ عنقریب اللہ پاک تمہارے اعمال دنیا میں لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دے گا اور تمہیں تمہارے اچھے برے سارے اعمال کی خبر دیدے گا اور پھر اپنے اعمال کا نتیجہ بھی دیکھنا پڑے گا۔ پھر ان سے متعلق مزید خبر دی گئی کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کریں گے تا کہ تم ان سے درگزر کر جاؤ اور چشم پوشی کر لو۔ یہ اس وقت ہو گا جب تم مدینہ واپس ہو جاؤ گے۔ لیکن تم ہرگز ان کی تصدیق نہ کرنا اور ان سے اظہار حقارت کے لئے اعراض کر جاؤ۔ ان میں نفس کی گندگی ہے' ان کے باطن اور ان کے اعتقادات نجس ہیں۔ آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ ان کے اعمال کا یعنی خطا کاریوں کا صحیح بدلہ ہے۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ اگر تم ان سے ان کی قسمیں کھانے کے سبب راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں سے راضی نہ ہو گا جو اللہ کی اطاعت اور رسولوں کی فرماں برداری سے باہر ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ فاسق ہیں اور فسق کے لغوی معنی باہر نکلنے کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ (الفارۃ فُوَیْسِقَۃٌ) یعنی چوہا خرابیاں اور فساد پیدا کرنے کے لئے ہی اپنے بل سے نکلتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے (فَسَقَتِ الرُّطَبَۃُ) یعنی ڈالیوں سے کھجور کے خوشے نکل آئے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾ ع ١٢

ترجمہ: دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔[٩٧] اور ان دیہاتیوں میں سے بعض بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم مسلمانوں کے واسطے گردش کا منتظر رہتا ہے' برا وقت ان ہی پر پڑنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔[٩٨] اور بعضے اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بے شک ان کے لئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں[٩٩]

اعراب (گنوار) لوگوں کی صفات: [آیت:٩٧-٩٩] اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اعراب میں کفار بھی ہوتے ہیں اور مؤمنین بھی۔ اور ان کا کفر اور ان کا نفاق دوسروں کی بہ نسبت بہت عظیم اور شدید ہوتا ہے اور وہ اسی بات کے سزاوار ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول پر جو حدود و احکام نازل فرمائے ہیں ان سے بے خبر رہیں' جیسے کہ اعمش نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی بدوی زید بن صوحان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے اور جنگ نہاوند میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اعرابی ان سے کہنے لگا کہ تمہاری باتیں تو بڑی پیاری ہیں اور تم بڑے اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن یہ تمہارا کٹا ہوا ہاتھ مجھے تمہارے بارے میں شک پیدا کرتا ہے تو زید نے کہا کہ میرے کٹے ہوئے ہاتھ سے تمہیں شک کیوں ہوتا ہے یہ تو بایاں ہاتھ ہے تو اعرابی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ چوری میں بایاں ہاتھ کاٹتے ہیں کہ داہنا ہاتھ۔ تو زید بن صوحان بول اٹھے کہ اللہ نے سچ فرمایا تھا کہ ﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾ یعنی یہ کفار اعراب اسی کے سزاوار ہیں کہ حدود اللہ سے ناواقف رہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بالا سناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو صحرا نشین ہوا وہ گویا جلا وطن ہے اور جو شکار کے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا ہے بڑا ہی بے سمجھ ہے اور جس نے کسی بادشاہ کی ہمنشینی اختیار کی وہ فتنہ سے دوچار ہو گیا۔"

ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں [1] بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن غریب بتایا ہے۔ ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کے سوا اور کسی سے روایت کا ہمیں علم نہیں۔ بدویوں میں چونکہ بدمزاجی اجڈ پن اور بدتمیزی ہوتی ہے اس لئے =

[1] ابوداود، کتاب الصید، باب اتباع الصید ٢٨٥٩ وسنده حسن، ترمذی ٢٢٥٦؛ نسائی ٤٣١٤؛ احمد، ١/ ٣٥٧۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٠٠

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے[١٠٠]

= اللہ نے ان میں سے اپنا رسول نہیں پیدا کیا۔ بعثت نبوت ہمیشہ شہری اور مہذب لوگوں میں ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ ❶ یعنی ہم نے تم سے پہلے بھی جتنے رسولوں کو انسانوں کی طرف بھیجا وہ سب شہری اور متمدن تھے۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اپنا ہدیہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو اس وقت تک اس کا دل خوش نہ ہوا جب تک کہ اس سے کئی گنا زیادہ آپ ﷺ نے اس کے پاس نہ بھیج دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قریشی' ثقفی' انصاری اور دوسی کے سوا اور کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا۔ ❷ کیونکہ یہ لوگ متمدن شہری ہیں مکہ طائف' مدینہ اور یمن میں رہتے ہیں۔ اخلاق میں یہ بدویوں سے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اعرابی اجڈ بہت ہوتے ہیں۔''

آپ ﷺ کا بچوں سے پیار: حدیث مسلم بالا سناد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چند بدوی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے کہا لیکن اللہ کی قسم ہم نہیں چومتے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ ''اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے محبت اور رحمت کو نکال دیا ہے تو کیا میں اس کا ذمہ دار ہوں'' ❸ اور اللہ خوب واقف ہے ان لوگوں سے جو اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں علم اور ایمان کی توفیق دی جائے اور اپنے بندوں میں علم' جہل' ایمان کفر اور نفاق کی تقسیم بڑی دانشوری سے کی ہے۔ وہ اپنی حکمت اور علم کی بنا پر جو کچھ کرتا ہے کون اس پر حرف گیری کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ انہیں میں ایسے تھوڑ دلے بھی ہیں کہ اللہ کی راہ میں اگر وہ کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو تاوان اور خسارہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور تم پر حوادث و آفات کے منتظر رہتے ہیں۔

لیکن یہ حوادث انہیں پر منعکس ہوں گے اور گھوم پھر کر انہیں پر نازل ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کی پکار کو سننے والا ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ خذلان و نامرادی کا کون مستحق ہے اور نصر و کامیابی کا کون سزاوار ہے۔

اور اعراب کی ایک اور قسم ممدوح ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو اللہ کے پاس قربت و پسندیدگی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے سبب اپنے لئے رسول اللہ ﷺ کی دعائے خیر حاصل ہو۔ ہاں یقیناً یہ

---

❶ ١٢/ یوسف: ١٠٩۔ ❷ ترمذی، کتاب المناقب، باب فی ثقیف وبنی حنیفة ٣٩٤٥، وسنده حسن، ١٣٤٦؛ متفق علیه ابوداؤد ٣٥٣٧ وهو صحیح، نسائی، ٣٧٩٠ مختصراً؛ ابن حبان ٦٣٨٤؛ مجمع الزوائد، ٤/ ١٤٨۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته ٥٩٩٨؛ صحیح مسلم ٢٣١٧؛ احمد، ٦/ ٥٦۔

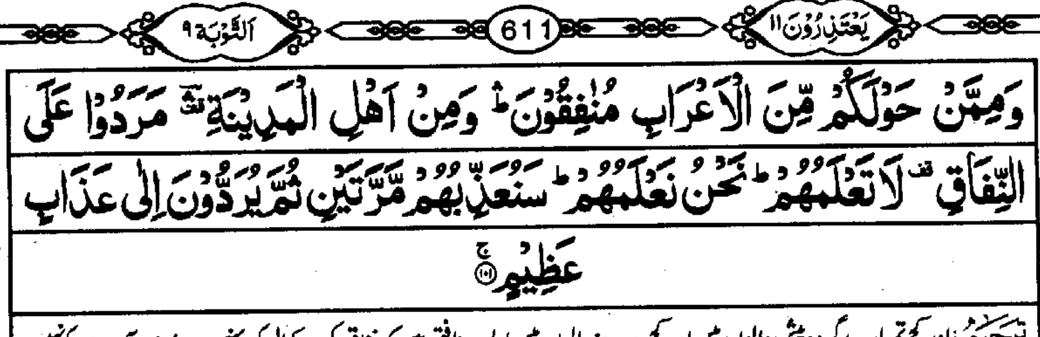
انفاق ان کے لئے قربت الٰہی کا سبب ہوگا اور اللہ پاک ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

مہاجرین وانصار اور ان کے پیروکار: [آیت: ۱۰۰] اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ میں ان مہاجرین اور انصار اور تابعین سے راضی ہوں جنہوں نے میری رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کی ہے اور میری خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ میں نے ان کے لئے جنات نعیم تیار کر رکھے ہیں۔ شعبی کہتے ہیں کہ مہاجرین وانصار میں سے سابقین واولین وہ ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سعید بن المسیب اور محمد بن سیرین اور حسن اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔

محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارُ﴾ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پوچھا کہ کس نے تمہیں یہ پڑھایا ہے؟ تو کہنے لگا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے! تو کہنے لگے اچھا چلو میں تمہیں ابی کے پاس لے چلتا ہوں تاکہ پوچھ لوں۔ اور جب حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو پوچھا' کیا تم نے اس آیت کو اس طرح پڑھنا بتایا ہے؟ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تو پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے؟ کہا ہاں! تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم نے وہ اعلیٰ وارفع درجہ پالیا ہے کہ ہمارے بعد کوئی دوسرا یہ منزلت حاصل نہیں کرسکتا۔ تو ابی کہنے لگے اس آیت کی تصدیق سورۂ جمعہ کے اول میں بھی ہے یعنی ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○﴾ ❶ اور سورۂ حشر میں بھی ہے ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ ❷ الی آخرہ اور سورۂ انفال میں بھی ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ﴾ ❸ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی روایت کی ہے اور کہا کہ حسن بصری رحمہ اللہ ﴿وَالْاَنْصَارُ﴾ کے لفظ کو پیش سے پڑھتے تھے اور ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ پر عطف قرار دیتے تھے۔ گویا عبارت یوں ہوئی کہ مہاجرین میں سے سابقین اولین اور انصار اور ان کے تابعین سے اللہ راضی ہے افسوس! کیا کم بختی ہے ان لوگوں کی جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں انہیں گالیاں دیتے ہیں یا بعض صحابہ کو سب وشتم کرتے ہیں' خصوصاً وہ صحابی جو تمام صحابہ کا سردار ہے پیغمبر کا جانشین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی کا درجہ ہے جس کو افضل صحابہ کا درجہ حاصل ہے یعنی حضرت صدیق اکبر اور خلیفہ اعظم ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ۔ یہ رافضیوں کا نامراد فرقہ افضل صحابہ سے دشمنی رکھتا ہے انہیں گالی گلوچ کرتا ہے۔ ایسی حرکت سے اللہ کی پناہ۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی عقلیں اوندھی ہوگئی ہیں ان کے قلوب الٹ گئے ہیں۔ اگر وہ کمبخت ان لوگوں کو گالیاں دیں جن سے کہ اللہ راضی ہو چکا ہے اور قرآن میں اپنی رضامندی کی انھیں سند دے دی تو پھر کس منہ سے وہ قرآن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں اب قرآن پر ایمان ہی کہاں رہا۔ اہل سنت ان لوگوں کی قدر کرتے ہیں اور ان سے راضی ہیں جن سے کہ اللہ راضی ہے اور یہ اہل سنت برا بھلا کہتے ہیں تو ان کو جنہیں خود اللہ نے اور رسول نے برا کہا ہے اور ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جن کو اللہ دوست رکھتا ہے اور ان کے مخالف ہیں کہ اللہ خود جن کا مخالف ہے یہ اتباع ہدایت کرتے ہیں بدعتی نہیں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہیں اور مذہب واعتقادات میں نئے نئے شاخسانے نہیں نکالتے۔ فلاح پانے والے اور مؤمن بندوں کی جماعت یہی ہے۔

---

❶ ٦٢/ الجمعة:٣۔ ❷ ٥٩/ الحشر:١٠۔ ❸ ٨/ الانفال:٧٥۔



ترجمہ: اور کچھ تمہارے گردوپیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے۔ ان کو ہم جانتے ہیں ہم ان کو دہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے۔[۱۰۱]

منافقین کی نشاندہی: [آیت:۱۰۱] اللہ پاک اپنے رسول ﷺ کو خبر دے رہا ہے کہ عرب کے قبائل میں جو مدینہ کے اطراف میں رہتے ہیں بعض منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والے بعض مسلمان بھی درحقیقت منافق ہیں کہ اپنے نفاق کو لئے چل رہے ہیں اور منافقت سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے شیطان مرید و مارد۔ اور تمرّد فلان علی اللّٰہ یعنی فلاں نے اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کی۔ اللہ کا قول ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ اللہ کے اس قول ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ ❶ کے منافی اور متضاد نہیں ہے یعنی تم انہیں نہیں پہچانتے' ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور یہ قول کہ اگر ہم چاہیں تو ہم تمہیں بتلا دیں گے کہ وہ کیسے ہیں تو پھر تم انہیں جان جاؤ گے ان کی صورت دیکھتے ہی اور انہیں پہچان لوگے ان کی کج مج باتوں ہی سے۔ یہ دونوں آیتیں آپس میں ضد نہیں' اس لئے کہ یہ اس قسم کی چیز ہے کہ اس کے ذریعہ ان کی صفات کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ وہ پہچان لئے جاسکیں یہ بات نہیں کہ تم تمام ہی منافقین کو علی الیقین جانتے ہو۔ آپ اہل مدینہ میں سے صرف ان بعض اہل نفاق کو جانتے تھے جو رات دن ملتے جلتے رہتے تھے اور جنہیں آپ صبح و شام دیکھتے تھے صحیح طور پر اس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے بالاسناد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہمیں کوئی اجر نہیں ملا۔ تو آپ نے فرمایا کہ "اے جبیر! تم لوگوں کا اجر تم کو ضرور دیا جائے گا خواہ تم لوگ مکے نہیں لومڑی کے بھٹ ہی میں کیوں نہ ہو۔" پھر آپ نے میری طرف سر جھکا کر رازدارانہ طور پر فرمایا کہ "میرے اصحاب میں بعض منافق بھی ہیں۔" ❷ مطلب یہ ہے کہ بعض منافقین ایسی کج مج باتیں بولتے رہتے ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں ہوتی چنانچہ یہ بھی ایک اسی قسم کا کلام تھا جس کو جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے سنا تھا۔ ﴿وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا﴾ ❸ کی تفسیر میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ نبی ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم کرا دی تھی کہ چودہ یا پندرہ متشخص اصحاب ایسے ہیں جو درحقیقت منافق ہیں اور یہ تخصیص اس بات کی مقتضی نہیں کہ آپ ان تمام کے نام جانتے تھے اور ان کے تشخص و عینیت سے واقف تھے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ترجمہ ابو عمر البیروتی میں بالاسناد روایت کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی جس کا نام حرملہ تھا نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ ایمان تو یہاں ہے اور اشارہ کیا اپنی زبان کی طرف اور نفاق یہاں ہوتا ہے اور اشارہ اپنے ہاتھ سے کیا اپنے قلب کی طرف اور اللہ کا نام بھی لیا تو کچھ یونہی سا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اے اللہ! تو اس کی زبان کو ذاکر بنا دے اور قلب شاکر بنا دے اور اس کو میری محبت عطا فرما اور مجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت عطا فرما اور اس کے سارے امور خیر کی طرف پھیر

❶ ٤٧/ محمد: ٣٠۔ ❷ احمد، ٤/ ٨٣ وسندہ ضعیف، مسند ابی یعلی ٧٤٠٥ ہیثمی کہتے ہیں اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ (مجمع الزوائد، ٥/ ٢٥٥) ❸ ٩/ التوبۃ: ٧٤۔

دے۔" اب اس کی ساری منافقت دور ہوگئی اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میرے اکثر ساتھی منافقین ہیں اور میں ان سب کا سردار تھا کیا ان سب کو میں آپ کے پاس پکڑ کر نہ لاؤں؟ تو آپ نے فرمایا کہ "جو آپ ہی میرے پاس آ جائے گا تو ہم اس کے لئے اللہ سے مغفرت چاہیں گے اور جو نفاق پر اصرار کئے رہے گا اللہ اس کو دیکھ لے گا۔ تم کسی کا راز فاش نہ کرو" ❶ ایسی ہی روایت ابواحمد الحاکم نے بھی کی ہے۔ اس آیت کے بارے میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا جو بے تکلف لوگوں کے بارے میں اپنا علم ویقین ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی ہے اور اگر خود ان سے پوچھا جائے کہ تم بتاؤ کون ہو جنتی کہ دوزخی؟ تو کہتے ہیں میں نہیں جانتا۔ حالانکہ آدمی اپنی نسبت تو زیادہ بہتر طریقے سے جان سکتا ہے جو دوسروں کے بارے میں جانتا ہے کہ دوزخی ہیں یا جنتی وہ تو ایسی بات کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں جس کا دعویٰ تو انبیا نے بھی نہیں کیا۔

اللہ کے نبی نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ ﴿وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ٥﴾ ❷ یعنی میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ٥﴾ ❸ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لئے خیر ہے اگر تم مؤمنین ہو اور میں تم پر کوئی نگران کا روز مہ دار تو نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے فرمایا ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ یعنی تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ "اے فلاں فلاں لوگو تم مسجد سے نکل جاؤ کہ تم منافق لوگ ہو۔" چنانچہ بڑی رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے۔ وہ مسجد سے نکل رہے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آ رہے تھے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر کہ لوگ پلٹ رہے ہیں تو شاید نماز جمعہ ہو چکی ہے شرما گئے اور شرم کے مارے ان لوگوں سے اپنے کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو عمر رضی اللہ عنہ سے چھپانے لگے یہ سمجھ کر کہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ہمارے اس نفاق کا علم ہوگیا ہوگا غرض جب عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی اور ایک مسلمان نے انہیں اطلاع دی اور کہا اے عمر! خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ نے رسوا کر دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذاب اوّل ہے اور عذاب ثانی عذاب قبر ہوگا۔ ❹

ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بالا سناد یہی کہا ہے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے قولہ تعالیٰ ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد قتل اور قید ہے اور ایک دوسری روایت میں بھوک اور عذاب قبر سے تعبیر کی گئی ہے۔ پھر وہ عذاب عظیم کی طرف رد کے جائیں گے ابن جریج کا قول ہے کہ عذاب دنیا اور عذاب قبر مراد ہے پھر وہ عذاب عظیم یعنی عذاب دوزخ میں مبتلا کئے جائیں گے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے دنیا کا اور قبر کا عذاب مراد ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ دنیا کا عذاب اموال اور اولاد کے فتنہ کا عذاب ہے پھر اللہ کا یہ قول پڑھ کر سنایا ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ ❺ یعنی ان کافروں کے اموال اور اولاد تم کو حسد میں مبتلا نہ کر دیں اللہ کا منشا یہ ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ دنیا کی زندگی ہی میں اللہ انہیں عذاب میں مبتلا کر دے کیونکہ یہ مصائب ان کے لئے عذاب ہیں لیکن مؤمنین کے لئے باعث اجر ہیں اور آخرت کے عذاب سے مراد دوزخ کا عذاب ہے۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پہلے عذاب سے تو مراد وہ عذاب ہے جو اسلام کے پھیل جانے سے انہیں

❶ اس کی سند میں ابوعمر مجہول راوی ہے۔ ❷ ٢٦/ الشعرآء:١١٢۔ ❸ ١١/ هود:٨٦۔

❹ المعجم الأوسط ٧٩٦ وسنده ضعيف جداً اس کی سند میں حسین بن عمرو العنقزی سخت مجروح راوی ہے دیکھئے (الجرح والتعديل، ٣/ ٦١، رقم:٢٧٨) ❺ ٩/ التوبة:٥٥۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ اچھے اور کچھ برے اللہ سے امید ہے کہ ان پر توجہ فرمائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔[۱۰۲]

= پہنچا ہے اور بے انتہا رنج وافسوس جوان پر طاری ہوا ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور عذاب عظیم وہ ہے جو آخرت میں انہیں ملے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کا ملے گا۔

سعید نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا کہ ''بارہ منافقین ہیں ان میں سے چھ کو دبیلہ کافی ہے یہ نار جہنم کا ایک شعلہ ہے جو ان کے کاندھے پر لگے گا تو سینے تک جا پہنچے گا یعنی پیٹ کے درد اندرونی بیماریوں اور دملوں سے مریں گے اور باقی چھ اپنی موت سے مر جائیں گے۔'' ❶

سعید رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی مرتا اور وہ ان کی نظر میں مشتبہ ہوتا ہے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے۔ اگر وہ اس میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو خود بھی پڑھتے یہ یقین کر کے کہ یہ میت ان بارہ منافقین میں سے نہیں ہے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ اگر نہ پڑھتے تو پھر خود بھی نہ پڑھتے۔ معلوم ہوا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اللہ کی قسم بتا دو کہ میں ان بارہ میں سے تو نہیں ہوں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نہیں ہو لیکن تمہارے سوا میں کسی اور کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

تساہل اور سستی سے بچنا چاہئے: [آیت:۱۰۲] جب اللہ تعالیٰ ان منافقین کا حال بیان کر چکا جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رک گئے تھے۔ اور شرکت جنگ سے بے رغبتی' تکذیب اور شک کا مظاہرہ کرتے تھے تو پھر ان گنہگاروں کا ذکر شروع کرتا ہے جو جہاد میں شریک ہونے سے باز رہے تھے صرف سستی اور آرام طلبی کے سبب حالانکہ انہیں تصدیق حق اور ایمان حاصل تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان منافقین کے سوا اور دوسرے لوگ جو جہاد سے رک رہے انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف واقرار کر لیا۔ لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے دوسرے اعمال صالحہ بھی ہیں' اور ان اعمال صالحہ کے ساتھ اپنی بعض تقصیرات جیسے جہاد سے باز رہنا بھی انہوں نے شامل کر دیا ہے لیکن ان کی اس تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرما دیا ہے۔ اور ان منافقین کی تقصیر کو وہ معاف نہیں کرے گا اور ان کے کوئی اعمال صالحہ ہیں بھی نہیں۔ یہ آیت اگرچہ چند معین اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن سارے مخلص خطا کاروں اور گنہگاروں پر بھی عام ہے۔ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ انہوں نے بنی قریظہ سے کہا تھا کہ یہ ذبح کی جگہ ہے اور ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ﴿اٰخَرُوْنَ﴾ سے مراد ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے جو غزوۂ تبوک میں شرکت جہاد سے پہلوتہی کئے ہوئے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے' یا سات تھے' یا نو تھے' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھالی تھی کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہم کو نہ کھولیں' ہم نہ =

---

❶ یہ روایت مرسل ہے لیکن یہی روایت متصلاً صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین واحکامهم ۲۷۷۹ میں موجود ہے لہٰذا صحیح ہے۔



خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ: آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔[۱۰۳] کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہیں۔[۱۰۴]

= کھولے جائیں۔ اور جب آیت ﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھول دیا اور ان کا جنگ سے کوتاہی کا قصور معاف کر دیا۔ بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''آج کی رات دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ایک ایسے شہر تک لے آئے جو چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں بعض ایسے آدمی دکھائی دیئے کہ ان کا آدھا حصہ جسم تو نہایت ہی خوش منظر تھا اور دوسرا آدھا حصہ جسم نہایت ہی بدصورت کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے۔ میرے ان ساتھیوں نے ان سے کہا کہ تم اس نہر میں غوطہ لگاؤ وہ غوطہ لگا کر جب باہر نکلے تو ان کا یہ عیب جاتا رہا اور ان کے اجسام سب کے سب حسین دکھائی دیتے تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی تمہاری منزل ہے اور کہا کہ وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت سا تھا اور آدھا جسم نہایت بدصورت سا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اعمال نیک کے ساتھ اعمال بد بھی ملا رکھے تھے اور اللہ کی حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔'' ❶ اس آیت کی تفسیر میں بخاری رحمہ اللہ نے مختصراً اسی طرح روایت کی ہے۔

صدقہ مال کی پاکی کا باعث ہے: [آیت:۱۰۳۔۱۰۴] اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان کے اموال سے زکوٰۃ وصول کر لیا کرو یہ مال زکوٰۃ ان کو پاک اور مزکی بنائے گا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ﴿اَمْوَالِهِمْ﴾ کی ضمیر ان لوگوں کی طرف پھیری ہے جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا تھا اور اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کئے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے اسی لئے قبائل عرب میں سے بعض مانعین زکوٰۃ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ امام کو زکوٰۃ لینے کا حق نہیں' اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے مخصوص تھی اور اسی لئے قولہ تعالیٰ ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ سے انہوں نے دلیل لی ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی تاویل اور فہم فاسد کی تردید کر دی اور ان سے جنگ کی تب کہیں انہوں نے خلیفہ وقت کو زکوٰۃ ادا کی جیسا کہ وہ نبی ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ''اگر وہ اونٹنی کا ایک بچہ یا رسی کا ایک ٹکڑا بھی مال زکوٰۃ کا روک لیں گے جو نبی ﷺ کو ادا کرتے تھے تو منع زکوٰۃ پر میں ان سے قتال کروں گا۔'' ❷

قولہ تعالیٰ ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی ان کے لئے دعا کرو اور طلب مغفرت کرو جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کسی کے پاس سے زکوٰۃ کا مال آتا تھا تو نبی ﷺ حسب حکم الٰہی اس کے لئے دعا کرتے تھے چنانچہ جب میرے

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب قولہ ﴿واخرون اعترفوا بذنوبھم﴾ ٤٦٧٤۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ ١٤٠٠؛ صحیح مسلم ٢٠۔

باپ نے مال زکوۃ پیش کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحم فرما" ❶ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے اور میرے زوج کے لئے دعا فرمائیے تو کہا کہ "اللہ تیرے اور تیرے زوج پر رحم وکرم فرمائے۔" ❷

قولہ تعالیٰ ﴿اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ تمھاری دعا ان کے لئے سکون قلب کا سبب ہے بعض نے صلوۃ کو جمع قرار دے کر صلواۃ پڑھا ہے اور دوسروں نے واحد قرار دے کر ﴿اِنَّ صَلَاتَكَ﴾ پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ سکون کے معنی رحمت کے ہیں اور قتادہ نے کہا ہے اس کے معنی ہیں وقار ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ یعنی اے نبی! اللہ تمھاری دعاؤں کو سننے والا ہے اور علیم ہے کہ کون تمہاری دعا کا مستحق ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وکیع نے بالا سناد روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی کے لئے دعا فرماتے تھے تو وہ اس کے اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہو جاتی تھی۔ ❸ پھر ابونعیم سے بالا سناد مروی ہے کہ نبی ﷺ کی دعا کسی آدمی اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں ضرور قبول ہو جاتی تھی اور اللہ کا قول ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ یعنی کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی نیکیوں کو لیتا اور توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ اس سے مقصد توبہ اور صدقہ پر لوگوں کو ابھارنا ہے کیونکہ یہی دونوں چیزیں گناہوں کو انسان سے چھڑا دیتی ہیں اور معاصی کو ملیامیٹ کر دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کے پاس توبہ پیش کرے وہ بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور جو کسب حلال کا ایک ٹکڑا بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سیدھے ہاتھ سے لے لیتا ہے پھر وہ صدقہ دینے والے کے لئے اس صدقہ کی پرورش کرتا جاتا ہے اور اس کو چھوٹے سے بڑا بناتا ہے حتیٰ کہ صدقہ کی وہ ایک کھجور کوہ احد کے مانند ہو جاتی ہے جیسا کہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے اور جیسا کہ وکیع نے بھی بالا سناد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ صدقے کو قبول فرماتا ہے اور اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کی نشو ونما کرتا ہے جیسا کہ تم اپنے گھوڑے کے بچے کو پال کر بڑا کرتے ہو یہاں تک کہ صدقہ کا ایک لقمہ بھی احد کا پہاڑ بن جاتا ہے اس کی تصدیق کتاب اللہ عزوجل سے بھی ہوتی ہے کہ "کیا انہیں علم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور زکوۃ وصدقات کو لے لیتا ہے" اور قولہ تعالیٰ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ ❹، ❺ یعنی اللہ تعالیٰ سود کے منافع کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات کو اضعافاً مضاعفاً بڑھاتا رہتا ہے۔

ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بالا سناد ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صدقہ کا مال سائل کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پڑتا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ نے آیت پڑھی ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بہ ضمن تاریخ عبداللہ بن الشاعر السکسکی (جو دمشقی تھے لیکن اصل وطن حمص تھا اور فقہا میں سے تھے) بیان کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے جہاد کیا جن کے سردار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ =

❶ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب صلاۃ الإمام ودعائه لصاحب الصدقة ١٤٩٧؛ صحیح مسلم ١٠٧٨؛ ابوداود ١٥٩٠؛ احمد، ٤/ ٣٥٣؛ مسند الطیالسی ٨١٩۔ ❷ ابوداود، کتاب الصلاۃ (الوتر)، باب الصلاۃ علی غیر النبی ﷺ ١٥٣٣ وسنده صحیح احمد، ٣/ ١٩٨؛ دارمی، ١/ ٣٤؛ ابن حبان ٩١٦؛ بیهقی، ٢/ ١٥٣۔

❸ احمد، ٥/ ٣٨٥، ٣٨٦ وسنده ضعیف؛ مجمع الزوائد، ٨/ ٢٦٨۔

❹ ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقة ٦٦٢ وسنده ضعیف، ابن ابی شیبه، ٣/ ١١٢؛ احمد، ٢/ ٤٠١۔

❺ ٢/ البقرۃ: ٢٧٦۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ١٠٥؀ۚ

ترجمہ: کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ تمہارے عمل اللہ آپ دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایماندار اور ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا۔[۱۰۵]

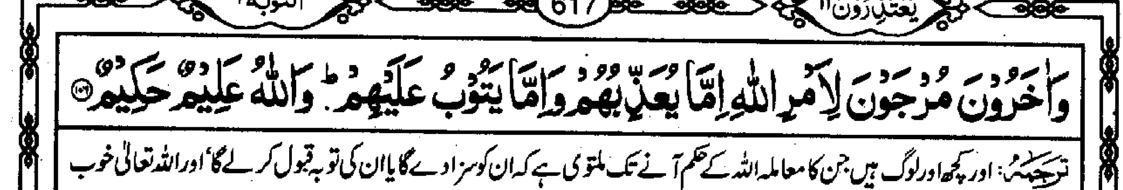
= تو ایک مسلمان نے مال غنیمت میں سے سو دینار رومی غبن کر لئے اور جب لشکر واپس ہو گیا اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو اس کو ندامت نے آ گھیرا۔ اس نے یہ دینار اب امیر لشکر کے پاس پہنچائے' اس نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ وہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جن میں یہ تقسیم کیا جا سکتا تھا۔ اب میں تو اس کو لے نہیں سکتا اب تم قیامت کے روز اس کو اللہ کے سامنے پیش کر دینا۔ اب یہ آدمی صحابہ میں سے ہر ایک سے پوچھتا رہا لیکن سب یہی کہتے رہے۔ پھر وہ دمشق آیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو قبول کرنے کے لئے کہا لیکن وہ بھی انکار کر گئے۔ وہ وہاں سے اپنی حالت پر روتا ہوا نکلا اور عبداللہ بن الشاعر السکسکی کے پاس سے گزرا۔ اس نے پوچھا' کیوں روتا ہے؟ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ کوئی امیر بھی ان کو نہیں لیتا' تو عبداللہ نے کہا کیا تم میری بات سنو گے اس نے کہا ضرور۔ تو کہا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ پانچواں حصہ جو بیت المال کا حق ہے لے لو۔ چنانچہ بیس دینار ان کے حوالے کر دو اور باقی اسی دینار ان لشکریوں کی طرف سے خیرات کر دو جو ان کے حقدار ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ناموں اور مقامات وغیرہ سے بھی واقف ہے وہ انہیں اس کا ثواب پہنچا دے گا۔ تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں نے اس کو ایسا فتویٰ دیا ہوتا تو مجھے یہ بات اپنی تمام مملکت سے زیادہ محبوب تھی۔ اس نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔

سینوں کے راز اللہ علیم وخبیر جانتا ہے: [آیت:۱۰۵] مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ مخالفین امر اللہ کے لئے اللہ کی طرف سے وعید ہے کہ ان کے اعمال اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین میں بھی ان کے اعمال ظاہر کئے جائیں گے اور قیامت کے روز یہ ہونا ضرور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ؁﴾ ❶ یعنی بروز قیامت تمہارے اعمال پیش ہوں گے اور کوئی ڈھکی چھپی بات بھی پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔ اور فرمایا اللہ پاک نے ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ؁﴾ ❷ یعنی دلوں کے چھپے ہوئے بھید ظاہر ہو جائیں گے۔ اور فرمایا ﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ؁﴾ ❸ یعنی دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور دنیا کے لوگ اس سے واقف ہو جائیں گے جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حسن بن موسیٰ نے باسناد مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم میں سے کوئی سخت پتھر کے اندر بھی سما جائے جس میں نہ کوئی سوراخ باقی رہے نہ دروازہ اور اس کے اندر بھی چھپ کر کوئی عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی لوگوں پر ایسا ظاہر کر دے گا گویا یہ ان کے سامنے ہوا ہے۔'' ❹ اور حدیث میں وارد ہے کہ ''زندوں کے اعمال ان اموات پر پیش کئے جاتے ہیں جو ان کے عزیز واقارب ہیں یا ان کے قبائل ہیں اور جو اس وقت عالم برزخ میں ہیں۔'' جیسا کہ ابوداؤد الطیالسی نے کہا ہے۔

صلت بن دینار نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقربا اور عشائر پر ان کی =

❶ ٦٩/ الحاقة:١٨۔ ❷ ٨٦/ الطارق:٩۔ ❸ ١٠٠/ العاديات:١٠۔

❹ احمد، ٣/ ٢٨ وسنده ضعيف، مسند ابی یعلی ١٣٧٨؛ ابن حبان ٥٦٧٨؛ حاکم، ٤/ ٣١٤۔



وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ: اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کر لے گا' اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔[۱۰۶]

= قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں' اگر اعمال خیر ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بد ہوں تو دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تو اپنی طاعت کی انہیں توفیق عطا فرما۔" ❶ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی کہ سفیان نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ "تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقارب وعشائر پر پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوں تو وہ مردے خوش ہو جاتے ہیں اور اچھے نہ ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو انہیں موت نہ دے جب تک تو انہیں بھی ایسی ہدایت نہ دے جیسی تو نے ہمیں دی تھی۔" ❷

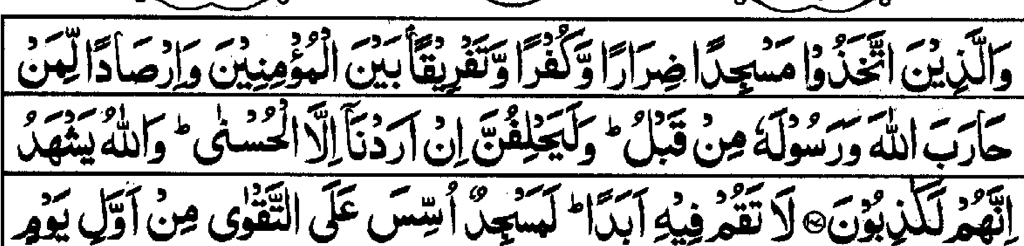
بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کا عمل نیک تمہیں پسند خاطر ہو تو کہو کیے جاؤ اللہ تمہارے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رسول اور مومنین بھی اس سے واقف ہو رہے ہیں ❸ اسی قسم کی ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بالاسناد انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "کسی کے اچھے عمل کو دیکھ کر خوش نہ ہو جاؤ انتظار کرو کہ اس کا خاتمہ بھی اس عمل نیک پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ عامل ایک زمانہ طویل تک نیک عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اس نیک عمل پر مر جائے تو جنت میں داخل ہو جائے لیکن ناگہاں اس کے حالات بدل جاتے ہیں اور وہ برے اعمال کرنے لگتا ہے۔ اور ایک بندہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک زمانے تک برے اعمال کرتا رہتا ہے کہ اگر اسی پر مر جائے تو دوزخ میں چلا جائے لیکن یکا یک کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور وہ نیک عمل کرنے لگتا ہے۔ اللہ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو موت سے پہلے اس کو نیکی کی توفیق دے دیتا ہے اور وہ نیکی پر مرتا ہے۔" لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیسے ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ "قبض روح کے وقت وہ عمل صالح کے ساتھ ہوتا ہے۔" ❹

جنگ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کا معاملہ: [آیت:۱۰۶] ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد، عکرمہ وضحاک رحمہم اللہ وغیرہ نے کہا کہ یہ تین شخص تھے کہ جن کی توبہ کی قبولیت پیچھے پڑ گئی تھی اور وہ مرارہ بن الربیع اور کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے اور غزوۂ تبوک میں یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ رہے تھے جنہوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی بہ سبب سستی اور آرام طلبی کے اور اس سبب سے کہ ان کے باغات میں پھل پکنے کا موسم تھا کاشت تیار کھڑی تھی۔ سایہ اور بہار کی لطف انگیزی کا زمانہ تھا۔ یہ کوتاہی از جنگ شک اور منافقت کی بنا پر نہیں تھی چنانچہ ان میں چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے اپنے کو ستونوں سے باندھ رکھا تھا جیسے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ دوسرے چند لوگوں نے ایسا نہ کیا اور یہ مذکورہ بالا تین اشخاص تھے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ تو ان لوگوں سے پہلے ہی قبول ہو چکی تھی۔ اور زیر ذکر لوگوں کی توبہ کی قبولیت تعویق میں پڑ گئی تھی حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی ❺ =

❶ مسند الطیالسی ۱۷۹٤، اس کی سند میں صلت بن دینار ہے جسے امام احمد نے متروک کہا ہے (المیزان، ۲/ ۳۱۸، رقم:۳۹۰٦) لہٰذا یہ سند سخت ضعیف ہے۔ ❷ احمد، ۳/ ۱٦٥ یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے۔ سفیان اور انس رضی اللہ عنہ کے درمیان سند میں انقطاع ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿یایها الرسول بلغ ماانزل الیك......﴾ قبل حدیث ۷٥۳۰۔

❹ احمد، ۳/ ۱۲۰ وسندہ ضعیف حمید الطویل مدلس وعنعن۔ ❺ الطبری، ۱٤/ ٤٦٥۔



ترجمہ: اور بعضے ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس سے قبل ہی اللہ اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔[۱۰۷] آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔[۱۰۸]

= اور وہ ہے ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ 1 اور ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ 2 یعنی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرلی (آخر آیت تک) اور ان تینوں شخصوں کی توبہ بھی قبول کرلی جو جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے حتی کہ اتنی وسیع دنیا بھی ان پر تنگ تر ہوگئی تھی اور کہیں انہیں پناہ نہ مل سکتی تھی جیسا کہ حدیث کعب بن مالک میں اس کا بیان آنے والا ہے اور قولہ تعالیٰ ﴿اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی وہ تحت عفو ربانی ہیں اگر وہ چاہے تو ان سے ایسا برتاؤ کرے اور اگر چاہے تو ویسا۔ لیکن اللہ کی رحمت تو اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور اللہ تو مستحق عقوبت کو جانتا ہے کہ کون عفو کا مستحق ہے اور وہ اپنے افعال واقوال میں حکیم ہے اس کے سوا کوئی اللہ اور کوئی رب نہیں۔

منافقین کی مسجد ضرار کا بیان: [آیت:۱۰۷۔۱۰۸] ان آیات کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں قبیلہ خزرج کا ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام تھا ابو عامر راہب۔ یہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا اور اہل کتاب کا علم حاصل کر چکا تھا۔ یہ ایام جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا اپنے قبیلہ میں اس کو بڑی بزرگی حاصل تھی۔ جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے اور مسلمانوں کا آپ کے پاس اجتماع ہونے لگا اور اسلام کا بول بالا ہوگیا اور بدر کی لڑائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب رکھا تو ابو عامر پر یہ بات بہت شاق گزری اور کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگا اور مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور مشرکین قریش سے جا ملا اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر مائل کرتا تھا اب عرب کے سارے قبیلے اکٹھے ہوگئے اور جنگ احد کے لئے پیش قدمی کی نتیجہ میں مسلمانوں کو جو ضرر پہنچا اللہ عزوجل نے اس جنگ میں مسلمانوں کا امتحان لیا دنیا نہ سہی لیکن عاقبت تو متقین ہی کے لئے ہے۔ اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کئی گڑھے کھود رکھے تھے ان میں سے ایک میں رسول اللہ ﷺ گر پڑے آپ کو مضرت پہنچی۔ آپ کا چہرہ زخمی ہوگیا نیچے کی طرف سے سامنے کے چار دانت آپ کے ٹوٹ گئے۔ سر بھی نبی ﷺ کا زخمی ہوگیا۔ ابو عامر نے شروع جنگ میں اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انہیں مخاطب کیا اور انہیں اپنی مدد اور اپنی موافقت کی دعوت دی۔ جب انصار نے ابو عامر کی یہ حرکت دیکھی تو کہنے لگے کہ اے فاسق اے عدو اللہ! اللہ تجھے برباد

1 ۹/ التوبۃ:۱۱۷۔ 2 ۹/ التوبۃ:۱۱۸۔

کرے اور اس کو گالیاں دیں اس کی عزت ریزی کی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ میرے بعد میری قوم تو اور بگڑ گئی۔

نبی ﷺ نے اس کے فرار ہونے سے پہلے اس کو دعوت اسلام دی تھی اور قرآن کی وحی اسے سنائی تھی' لیکن اسلام لانے سے اس نے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بددعا دی کہ "کم بخت جلاوطنی اور پردیس کی موت مرے۔" چنانچہ یہ بددعا اس پر کارگر ہوئی اور یہ بات اس طرح وقوع پذیر ہوئی کہ لوگ جب جنگ احد سے فارغ ہوئے اور اس نے دیکھا کہ نبی ﷺ کا تو اور بول بالا ہو رہا ہے۔ اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے تو وہ ملک روم ہرقل کے پاس گیا اس سے نبی علیہ السلام کے برخلاف مدد مانگی۔ اس نے وعدہ کیا اس نے اپنی امیدیں کامیاب ہوتی دیکھیں تو ہرقل کے پاس ٹھہر گیا اور اپنی قوم انصار میں سے ان لوگوں کو مکہ بھیجا جو اہل نفاق تھے کہ لشکر لے کر آ رہا ہوں رسول اللہ ﷺ سے خوب جنگ ہوگی' ان پر غالب آ جاؤں گا اور انہیں اپنی اسلام سے پہلے کی سابقہ حالت پر آنا پڑے گا اور ان اہل نفاق کو حکم بھیجا کہ اس کے لئے پناہ کی جگہ بنائے رکھو اور میرے احکام اور مراسلے جو لے کر آیا کریں ان کے لئے قیامگاہ اور مامن بنائے رکھو تاکہ اس کے بعد جب وہ خود آئے تو اس کے لئے کمین گاہ کا کام دے۔ چنانچہ ان منافقین نے مسجد قبا کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی' اس کی تعمیر کر دی اس کو پختہ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے تبوک سے نکلنے سے پہلے اس کام سے فارغ بھی ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر آئے کہ آپ ہمارے پاس آئیے ہماری مسجد میں نماز پڑھئے تاکہ اس بات کی سند ہو سکے کہ یہ مسجد اپنی جگہ قابل استقرار اور قابل اثبات ہے۔ اور آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی خاطر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور سردی کی راتوں میں جو بیمار لوگ دور کی مسجد میں نہیں جا سکتے ان کے لئے آسانی کی غرض ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی ﷺ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ "ہمیں تو اس وقت سفر درپیش ہے جب ہم واپس ہوں گے اور اللہ نے چاہا تو دیکھا جائے گا" اور جب نبی ﷺ جنگ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور مدینے تک مسافت جب ایک دن یا اس سے کچھ کم رہ گئی تو جبریل علیہ السلام مسجد ضرار کی خبر لئے ہوئے آ پہنچے اور منافقین کے اس راز کو ظاہر کر دیا کہ مسجد قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے کا مقصد ان کافروں اور منافقوں نے پیش نظر رکھا ہے۔ وہ مسجد قبا ہے جس کی بنیاد اول روز سے تقویٰ پر اٹھائی گئی ہے۔ اس علم کے بعد نبی ﷺ نے اپنے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی چند لوگوں کو اس مسجد ضرار کی طرف بھیج دیا کہ اس کو منہدم کر دیا جائے۔

جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ انصار کے لوگ تھے جنہوں نے ایک مسجد بنائی تھی اور ابو عامر نے ان سے کہا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور جس قدر بھی تم سے ممکن ہو اس میں ہتھیار اور سامان جنگ چھپائے رکھو اور اس کو اپنی پناہ اور کمین گاہ بنائے رہو کیونکہ میں قیصر ملک روم کی طرف جا رہا ہوں' روم سے لشکر لے کر آؤں گا اور محمد اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا۔ چنانچہ یہ منافقین جب مسجد ضرار بنا کر فارغ ہو گئے تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم یہ دلی خواہش رکھتے ہیں کہ ایک بار آپ اس مسجد میں آ کر نماز پڑھ لیں اور اس میں ہمارے لئے برکت کی دعا کریں' تو اللہ عزوجل نے یہ وحی نازل فرما دی ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ اِلٰی قَوْلِہٖ ﴿الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ [1] یعنی ہرگز اس میں نماز نہ پڑھنا یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد اول یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے اس بات کی کہ تم اسی میں نماز پڑھو' اس میں ایسے پاکیزہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ پاک دل رہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی پاکیزہ دلوں کو پسند کرتا ہے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بالا اسناد یہی

[1] الطبری، ۱٤/ ٤٧٠۔

روایت کی ہے اور محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بالا سناد یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے اور مقام ذی اوان میں فروکش ہوئے۔ مدینہ یہاں سے چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ اب مسجد ضرار والے آپ کے پاس آئے اور آپ تبوک کی طرف جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے بیماروں' حاجتمندوں اور بارش اور سردی کی راتوں میں آنے والی جماعت مسلمین کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں تشریف لائیں اور ہمیں اس میں نماز پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''اس وقت تو سفر درپیش ہے اور میں بہت مصروف ہوں'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ ''اگر ہم واپس آئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم تمہارے پاس آئیں گے اور تمہیں نماز پڑھائیں گے۔'' چنانچہ جب آپ ذی اوان میں اترے تو اس مسجد ضرار کی خبر اللہ کی طرف سے آپ کو مل گئی۔ آپ نے بنی سالم کے بھائی مالک بن دخشم کو بلایا اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عامر بن عدی' غرض ان دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم دونوں ان ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اسکو منہدم کر دو اور جلا ڈالو۔ یہ دونوں فوراً گئے اور بنی سالم بن عوف کے پاس آئے۔ یہ مالک بن الدخشم کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ اب مالک نے معن سے کہا ٹھہرو میں اپنے لوگوں میں سے کسی کے پاس سے آگ لے آتا ہوں۔ اب مالک اپنے لوگوں میں آئے۔ درخت کی ایک بڑی سی لکڑی لی اس کو سلگایا اور فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں مسجد پہنچے۔ مسجد میں یہ کفار موجود تھے' ان دونوں نے مسجد کو جلا دیا اور اس کو گرا دیا۔ لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قرآن کی یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا﴾

یہ لوگ جنھوں نے یہ مسجد بنائی بارہ افراد تھے خدام ابن خالد' اسی کے گھر سے مسجد شقاق کی راہ نکلتی ہے' اور ثعلبہ بن حاطب بنی امیہ کے خادم' اور معتب بن قشیر اور ابو حبیبہ بن الازعر' اور عباد بن حنیف' اور حارثہ بن عامر' اور اس کے دونوں بیٹے مجمع اور زید اور نبتل الحارث' اور مخرج اور بجاد بن عمران' اور ودیعہ بن ثابت' اور ابولبابہ کے قبیلہ کے خادم' وہ لوگ جنھوں نے اسکو بنایا وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے اسکی بنا ڈالی ہے۔ ہمارے پیش نظر تو صرف لوگوں کی خیر خواہی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○﴾ اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں یعنی جو انھوں نے قصد کیا اور نیت کر رکھی ہے' اس میں جھوٹے ہیں۔ محض اس مقصد سے مسجد بنائی ہے کہ مسجد قبا کو ضرر پہنچائیں اور کفر کی اشاعت کریں مسلمانوں میں تفریق ڈال دیں' اللہ سے اور اللہ کے رسول سے لڑنے کی خاطر کمین گاہ بنائے رکھیں' جہاں انکے مشورے اور کونسل ہوا کرے' وہ شخص ہے ابو عامر فاسق جسکو راہب سمجھا جاتا ہے' اللہ اس پر لعنت کرے۔ وقولہ ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے سے ممانعت فرما دی۔ نماز نہ پڑھنے میں ان کی تابع ان کی امت بھی ہے چنانچہ مسلمانوں کو بھی تاکید ہے کہ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں۔ پھر مسجد قبا میں نماز پڑھنے پر ابھارا مسجد قبا کی بنیاد شروع ہی سے تقویٰ پر ڈالی گئی ہے۔ تقویٰ طاعت اللہ اور طاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں یہاں مسلمان مل بیٹھتے ہیں دینی مشورے کرتے ہیں اور یہ اسلام اور اہل اسلام کی پناہ کی جگہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ اور سیاق عبارت مسجد قبا سے متعلق ہے۔ اسلئے حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مسجد قبا میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔'' (1) صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی طرف سوار ہو کر بھی آتے تھے اور پیادہ بھی۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے بنایا تو آپکی سب سے پہلے تشریف آوری

(1) ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الصلاۃ فی مسجد قباء ٣٢٤؛ وھو حسن، ابن ماجہ ١٤١١؛ حاکم، ١/ ٤٨٧؛ المعجم الکبیر ٥٧٠۔

(2) صحیح بخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب مسجد قباء ١١٩١؛ صحیح مسلم ١٣٩٩۔

بنی عمرو بن عوف کے پاس تھی اور جہت قبلہ جبرائیل علیہ السلام نے معین کی تھی فَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے بالاسناد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے'' ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا﴾ آپ نے فرمایا کہ ''وہ پانی سے طہارت کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی تعریف میں یہ آیت اتری ہے۔'' ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب متذکرہ بالا آیت اتری تو آپ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ ''تمہاری وہ کون سی طہارت ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے جس کی تعریف کی ہے'' تو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے جب کوئی مرد یا عورت حاجت سے فارغ ہوتے ہیں تو پانی سے اپنے اندام نہانی کو اچھی طرح دھو لیتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں یہی بات ہے۔'' ❷ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور کہا کہ ''نماز کے لئے تمہاری طہارت کی اللہ پاک نے بڑے اچھے الفاظ میں تعریف کی ہے' سو وہ تمہاری کونسی طہارت ہے'' تو کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کو تو اس کے سوا کوئی علم نہیں کہ یہود ہمارے پڑوسی ہیں اور وہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے دھوتے ہیں چنانچہ ہم نے بھی یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ ❸

ابن خزیمہ نے اپنی کتاب حدیث میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''تمہاری کس طہارت کی تعریف اللہ پاک نے کی ہے؟'' تو کہا کہ ہم طہارت کرنے میں پانی استعمال کرتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا کہ آیت ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ جو اتری ہے وہ حاجت کے بعد پانی سے دھونے والوں کی شان میں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (بالاسناد) روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مسجد قبا میں آئے اور کہا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی بہت اچھی تعریف کی ہے' وہ کیا ہے؟'' تو کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو آیت میں پانی سے طہارت کے احکام پائے ہیں ❹ (اس میں ایک راوی عبداللہ بن سلام تھے جو اہل توریت تھے)۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ''مدینے کے اندر جو مسجد نبوی ہے یہی وہ مسجد ہے جس کے لئے کہا گیا کہ تقویٰ پر اس کی بنیاد اٹھی ہوئی ہے۔'' اور یہ صحیح بات ہے اس آیت اور اس آیت میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جب قبا کی تاسیس اول یوم سے بر بنائے تقویٰ ہے تو بدرجہ اولیٰ مسجد نبوی کو یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہئے اسی لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو مسجد تقویٰ کا اساس رکھتی ہے وہ میری یہ مسجد ہے۔'' ❺

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر (بالاسناد) روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو آدمیوں نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ اس خصوصیت والی مسجد کونسی ہے؟ تو ایک نے کہا کہ وہ مسجد نبوی ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد قبا ہے یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے تحقیق کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس سے یہی میری مسجد مراد ہے۔'' ❻

---

❶ ابوداود، کتاب الطهارة، باب فی الاستنجاء بالماء ٤٤؛ وهو حسن، ترمذی ٣١٠٠؛ ابن ماجه ٣٥٧۔

❷ المعجم الکبیر ١١٠٦٥ وسنده ضعیف؛ مجمع الزوائد، ١/ ٢١٢۔

❸ احمد، ٣/ ٤٢٢ وسنده ضعیف؛ المعجم الکبیر ٣٤٨۔

❹ احمد، ٦/ ٦ وسنده حسن شهر بن حوشب حسن الحدیث۔

❺ احمد، ٥/ ١١٦ وسنده ضعیف والحدیث الآتی یغنی عنه وانظر سنن الترمذی، ٣٠٩٩، مجمع الزوائد، ٤/ ١٠۔

❻ احمد، ٥/ ٣٣١ وسنده حسن، ہیثمی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے دیکھئے (مجمع الزوائد، ٧/ ٧٣)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر (بالاسناد) روایت کی کہ دو آدمی اس خصوصیت والی مسجد کے بارے میں مختلف الرائے تھے ایک مسجد قبا کو اور دوسرا مسجد نبوی کو بتا رہا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مسجد تقویٰ یہ میری مسجد ہے۔" ❶

پھر اس کے بعد کئی حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہیں' چنانچہ حمید الخراط المدنی نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ تم نے اپنے باپ سے مسجد تقویٰ کے بارے میں کیا سنا؟ تو کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا یا نبی اللہ! مسجد تقویٰ کونسی ہے۔ تو آپ نے مٹھی بھر کنکریاں زمین سے اٹھائیں اور انھیں زمین پر مار کر کہا کہ "وہ یہی مسجد ہے۔" اس وقت آپ مسجد کے صحن میں اپنی بیوی کے ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ ❷ پھر وہ کہتے ہیں کہ اس کو مسلم ❸ نے بالاسناد حمید الخراط سے روایت کیا ہے کہ خلف اور سلف کی ایک جماعت اسی بات کی قائل ہے کہ وہ مسجد نبوی ہے اور عمر بن خطاب اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے اور ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ﴾ والی آیت پاک اس بات کی دلیل ہے کہ مساجد قدیمہ میں جن کی اول بنیاد عبادت خداوندی پر اٹھائی گئی ہے نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اور اس استحباب کی بھی دلیل ہے کہ جماعت صالحین اور عباد عاملین کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور وضو باقاعدہ طور مکمل کیا جائے اور نماز میں میلے یا گندے کپڑوں سے بالکل پاک رہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (بالاسناد) روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ روم پڑھی' پڑھنے میں آپ کو کچھ شک سا ہو گیا۔ آپ جب واپس ہوئے تو فرمایا "قرآن پڑھنے میں کچھ گڑبڑ ہو جاتی ہے دیکھو تم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں لیکن وضو اچھی طرح نہیں کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وضو کامل کیا کرے وضو میں کوئی خرابی نہ کرنے پائے۔" ❹

ذوالکلاع سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی' یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حسن طہارت قیام فی العبادت میں آسانی پیدا کرتا ہے اور عبادت کی تمیم و تکمیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ابوالعالیہ نے قول پاک ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝﴾ کے بارے میں کہا کہ پانی سے طہارت کرنا تو بیشک بہت اچھی بات ہے لیکن جن کی طہارت کی اللہ تعالیٰ تعریف فرما رہا ہے وہ گناہوں سے اپنے کو پاک رکھنے والے لوگ ہیں۔ اعمش کہتے ہیں کہ اس طہارت سے مراد گناہوں سے توبہ اور شرک سے پاکیزگی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے کہا کہ "اللہ نے جو تمہاری طہارت کی تعریف کی ہے وہ کیسی طہارت ہے تو کہا کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔" حافظ ابوبکر بزار نے بالاسناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے بارے میں اتری ہے۔ اور جب آپ نے ان سے سوال کیا تھا تو کہا تھا کہ ہم پہلے ڈھیلے لیتے ہیں پھر پانی سے دھوتے ہیں۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ اس کو صرف محمد بن عبدالعزیز نے اور ان سے ان کے بیٹے نے روایت کی ہے۔ میں نے یہاں یہ تصریح اس لئے کر دی کہ یہ چیز اگرچہ فقہا میں مشہور ہے لیکن اکثر محدثین متاخرین اس کو معروف تسلیم نہیں کرتے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة، ٣٠٩٩ وسنده صحیح؛ صحیح مسلم، ١٣٩٨، احمد، ٣/ ٨٩۔

❷ احمد، ٣/ ٢٤، وسنده صحیح۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان المسجد الذی أسس علی التقویٰ...... ١٣٩٨۔

❹ نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءة فی الصبح بالروم ٩٤٨ وهو صحیح، احمد، ٣/ ٤٧٢۔

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

ع ٣

ترجمہ: پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے پر اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے' اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا۔[١٠٩] ان کی یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جائیں تو خیر' اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں۔[١١٠] بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں' اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔[١١١]

مسجد تقویٰ کی تحسین اور مسجد ضرار کا انجام: [آیت:١٠٩۔١١١] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر رکھی ہے اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار اور مسجد کفر بنائی اور مومنین میں تفریق ڈال دی اور اللہ سے اور اللہ کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لئے اس کو جائے پناہ قرار دیا' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے تو اس مسجد ضرار کی بنیاد گویا ایک گڑھے کے ڈھلتے ہوئے کنارے پر رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں لے گری اور حدود سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں فرماتا ہے۔ یعنی مفسدین کے عمل کو اصلاح پزیر نہیں بناتا۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مسجد ضرار کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے حسب فرمان جب اس میں آگ لگادی گئی تو اس میں دھواں نکل رہا تھا۔ ❶ ابن جریج کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو اس میں سے دھواں نکلتا ہوا پایا۔ قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

خلف بن یاسین کوفی کہتے ہیں کہ میں نے منافقین کی اس مسجد کو دیکھا کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے' یہ دیکھا کہ اس میں ایک سوراخ ہے جس میں سے دھواں نکل رہا ہے اور آج کے روز وہ جگہ گندگی پھینکنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ﴾ یعنی ان کی بنائی یہ عمارت تو ہمیشہ ان کے

❶ الطبری، ١٤/ ٤٩٣۔

دلوں میں تو شک وشبہ کی باعث ہی رہے گی اور اس عمل شنیع کا اقدام کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں نفاق کا بیج بوتی رہے گی' جیسا کہ گوسالہ پرستوں کے دل میں گوسالہ کی محبت پڑی ہوئی تھی ﴿اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ﴾ البتہ اس صورت میں ان منافقین کی بیخ کنی ہو سکتی ہے جب کہ اس مسجد ہی کو ختم کر کے ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اللہ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور خیر وشر کا بدلہ دینے میں بڑا حکیم ہے۔

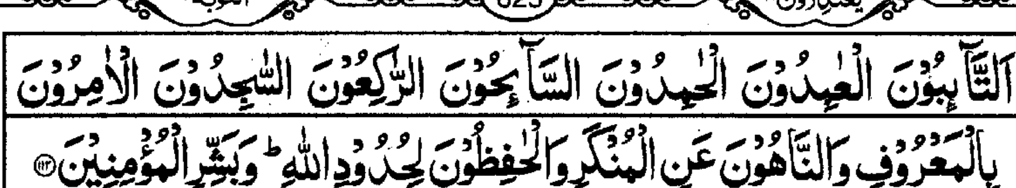
مسلمان کی جان اور مال کے بدلے جنت کا سودا: اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ اس نے اپنے مؤمن بندوں کی جانوں اور مالوں کے بدلے میں جن کو انھوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا ہے جنت کا معاوضہ دے رہا ہے اور یہ معاوضہ معاوضہ نہیں بلکہ اس کا فضل وکرم واحسان ہے کیونکہ بندوں کی قدرت میں جو کچھ تھا وہ انھوں نے کیا اب اپنے مطیع بندوں کے لئے اللہ پاک بھی کوئی معاوضہ قرار دے تو جنت ہی کا قرار دے گا۔ اسی لئے حسن بصری اور قتادہ رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ جب اللہ نے ان سے بیع وشریٰ کیا تو ان کی خدمت کی بڑی ہی زبردست قیمت دی ہے۔ اور شمر بن عطیہ نے کہا ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کی گردن میں اللہ کا عہد وپیمان نہ ہو' جس پر کہ اس کی موت آئی ہوئی ہو اور اس کا پابند ہوتے ہوئے اس نے جان دی ہو' پھر مذکور بالا آیت تلاوت کی۔ اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کی خاطر نکل کھڑا ہوا گویا اس نے اللہ سے سودا کر لیا اور اللہ نے اس کے ساتھ یہ عقد قبول کر لیا اور اس کو پورا کر دیا۔

محمد بن کعب القرظی وغیرہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کے وقت کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے لئے اور خود اپنے لئے بھی جو شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ سے متعلق تو میں تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ اس کے سچے بندے بنے رہو' اس کی عبادت کیا کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ گردانو اور اپنے سے متعلق تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ جن باتوں سے تم اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچاتے ہو' میرے بھی اسی طرح خیر خواہ بنے رہو۔" تو پوچھا پھر ہمیں کیا ملے گا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس کا عوض ہے جنت" تو پوچھنے والوں نے کہا کہ یہ بڑے فائدے کا سودا ہے' نہ ہم عہد شکنی کریں گے نہ ہم سے عہد شکنی ہوگی" تو یہ آیت اتری ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ﴾ [1] یعنی وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں' پس قتل بھی کرتے ہیں اور قتل بھی ہوتے ہیں۔ دونوں باتیں برابر کے ثواب والی ہیں چاہے وہ قتل کر کے غازی بنیں یا شہید ہوں' ہر صورت میں جنت ان کے لئے واجب ہے۔ اسی لئے بخاری ومسلم میں آیا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں نکلا اور اس نکلنے سے اس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو کہ میری راہ میں جہاد کرے یا میرے رسولوں کی تصدیق کرے حتی کہ اسے موت آجائے' تو اللہ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے' اور اگر نہ مرے تو اللہ کے ذمہ ہے کہ جہاں سے وہ چلا ہے اسے وہاں پہنچائے اور اجر مال غنیمت کے ساتھ بامراد پہنچائے۔ [2] وقولہ تعالیٰ ﴿وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ﴾ اپنے وعدہ کی تاکید کے طور پر ہے اور یہ بتلایا جا رہا ہے کہ اس نے اپنی ذات پاک پر اس چیز کو فرض کر لیا ہے اور اپنے رسولوں پر اس وعدہ کی وحی بھی بھیج دی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی توریت میں درج ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں بھی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے ہوئے قرآن پاک میں بھی لکھا ہوا ہے' صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ وقولہ ﴿وَمَنْ=

---

[1] الطبری، ١٤/ ٤٩٩۔

[2] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((أحلت لكم الغنائم)) ٣١٢٣؛ صحیح مسلم ١٨٧٦۔



ترجمہ: وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔ [۱۱۲]

= اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ﴾ اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خلاف عہد کبھی نہیں کرتا۔ جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾ ❶ اور ﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴾ ❷ اور اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ سے تم نے جو سودا کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ اور یہ کامیابی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ بشرطیکہ تم نے بھی اپنا عہد پورا کر لیا ہو۔

مؤمنوں کے اوصاف حمیدہ: [آیت:۱۱۲] یہ آیت پاک ان مؤمنین کی تعریف میں ہے کہ اللہ نے جن کی جانیں اور جن کے مال ان کے ان صفات جمیلہ کے بدلے میں خرید لئے ہیں۔ وہ تمام گناہوں اور سارے فواحش سے باز رہتے ہیں اور اپنے رب کی عبادت پر قائم ہیں۔ اپنے اقوال و افعال پر بڑی کڑی نظر رکھتے ہیں۔ اقوال میں خاص ترین چیز تو اللہ کی حمد ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿ اَلْحٰمِدُوْنَ ﴾ اور افعال و اعمال کی رو سے افضل اعمال صیام ہیں۔ صیام کہتے ہیں کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کو اور سیاحت سے یہی روزہ مراد ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿ اَلسّٰٓئِحُوْنَ ﴾ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ سٰٓئِحٰتٍ ﴾ میں ازواج النبی کی تعریف فرمائی گئی۔ اور اس ''سائحات'' سے مراد ''صائمات'' ہے۔ اسی طرح رکوع و سجود سے نماز مراد ہے چنانچہ کہا گیا ﴿ اَلرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ ﴾ وہ عبادتیں کر کے نہ اپنا ہی فائدہ دیکھتے ہیں بلکہ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی ان کو رشد و ہدایت کر کے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہو کر فائدہ پہنچاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کونسا کام کرنا سزاوار ہے اور کون سے کاموں سے ترک واجب ہے۔ اور علماً اور عملاً دونوں طرح حلال و حرام کے بارے میں اللہ کی حدود کی حفاظت پیش نظر رہتی ہے۔ چنانچہ وہ بذات خود عبادت حق اور خیر خواہی خلق دونوں طرح کی عبادت کے علم بردار ہوتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا پروردگار نے کہ مؤمنین کو خوشخبری دے دو کیونکہ ایمان ان دونوں باتوں کے اجتماع کا نام ہے اور پوری طرح کی سعادت تو اسی کو حاصل ہے۔ جو ان دونوں باتوں سے متصف ہو۔

سائحون سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں: سفیان ثوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ سٰٓئِحُوْنَ ﴾ کے معنی ﴿ صٰٓئِمُوْنَ ﴾ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن میں جہاں کہیں سیاحت کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں صیام ہی مراد ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس امت کی سیاحت ہے رمضان کے روزے رکھنا۔ مجاہد، سعید، عطاء، عبدالرحمٰن، ضحاک اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ سب یہی خیال رکھتے ہیں کہ ﴿ سٰٓئِحُوْنَ ﴾ سے مراد روزہ دار ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سائحون سے رمضان کے روزہ دار مراد ہیں۔ ابو عمرو العبدی بھی یہی کہتے ہیں کہ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی وارد ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ سٰٓئِحُوْنَ ﴾ ''روزہ دار لوگوں کو کہتے ہیں۔'' ❸ یہ حدیث موقوف زیادہ صحیح ہے۔ عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ سوال کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''صائمین'' کو کہتے ہیں، یہ حدیث مرسل ہے اور جید ہے =

❶ ٤/ النسآء:٨٧۔ ❷ ٤/ النسآء:١٢٢۔ ❸ اس کی سند میں حکیم بن خزام ابو سمیر ہے ابو حاتم نے اسے متروک اور بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ١/ ٥٨٥، رقم:٢٢١٨) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔



مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾

ترجمہ: پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں[۱۱۳] اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انھوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے، واقعی ابراہیم علیہ السلام بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔[۱۱۴]

= اور اصح الاقوال ہے۔ اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ سیاحت سے جہاد مراد ہے۔ ابو داود نے اپنی کتاب سنت میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ یا رسول اللہ! مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ "میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔" عمارہ بن غزیہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاحت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو اور ❶ بلندیوں پر تکبیر بولتے ہوئے چلنے کو سیاحت بنایا ہے۔" ❷ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ اس سے علم کے طالبین مراد ہیں اور عبدالرحمٰن بن زید نے کہا ہے کہ مہاجرین مراد ہیں، یہ دونوں باتیں ابن ابی حاتم سے مروی ہیں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ یہاں سیاحت سے مراد وہ مفہوم نہیں ہے جو بعض عابد و راہب قسم کے لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ اس سے مجرد سفر اطراف عالم میں مراد ہیں اور وہ لوگ مراد ہیں جو پہاڑوں اور غاروں اور جنگلوں میں پھرتے رہتے ہیں اور بستی سے بھاگتے رہتے ہیں اس لئے کہ ایسا کرنا مشروع نہیں ہے۔ ہاں جب فتنہ کا زمانہ ہو اور دین میں تزلزل واقع ہو جائے تو یہ حدیث صحیح بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ کسی کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی، جن کو وہ پہاڑوں میں اور بارش گاہوں میں ہانکنے لئے پھرتا ہوگا اور فتنوں سے بچنے کے لئے اپنے دین کو لئے بھاگتا ہوگا" ❸ ﴿الْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ﴾ سے اللہ کی اطاعت پر قائم رہنے والے لوگ مراد ہیں۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرائض الٰہی کو انجام دینے والے اور احکام الٰہی پر قائم رہنے والے لوگ مراد ہیں۔

مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت: [آیت: ۱۱۳-۱۱۴] مسند امام احمد میں ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابو طالب جب بستر مرگ پر تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ان کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ابو طالب سے فرمایا کہ "اے چچا! آپ ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) کہہ دیجئے میں اسی ایک جملہ کی آڑ لے کر اللہ کے پاس آپ کی بخشش کے لئے حجت پیش کروں گا۔" تو ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب! کیا تم ملت عبدالمطلب سے روگردانی کرو گے؟ تو ابو طالب نے کہا کہ میں واقعی ملت عبدالمطلب پر جان دوں گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اس وقت تک آپ کی مغفرت کی دعا

---

❶ ابوداود، كتاب الجهاد، باب في النهى عن السياحة، ٢٤٨٦، وسنده حسن۔

❷ یہ روایت معضل یعنی ضعیف ہے۔ ❸ صحيح بخاری، كتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن، ١٩۔

کرتا رہوں گا جب تک کہ اللہ مجھے منع نہ کر دے۔" چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ تا آخر یعنی نبی اور ایمان داروں کو یہ لائق ہی نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں' تا آخر۔ اور یہ آیت بھی اسی سے متعلق نازل ہوئی ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ یعنی تم جس کو دوست رکھتے ہو اس کو ہدایت نہیں کر سکتے اللہ جس کو چاہے ہدایت کرے۔ ❶، ❷

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے لئے مغفرت کی دعا کر رہا ہے تو میں نے اس سے کہا کہ مشرکوں کے لئے تم استغفار کر رہے ہو۔ تو اس نے کہا کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار نہیں کیا تھا؟ میں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔ ❸

﴿لِاَبِيْهِ﴾ کے بعد ﴿لَمَّا مَاتَ﴾ (یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کے باپ مر گئے) کے الفاظ بھی کہے' لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ سفیان نے خود کہے یا اسرائیل نے یا خود حدیث میں یہ الفاظ شامل تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ثابت ہے کہ یہ الفاظ مجاہد نے کہے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور سفر میں تھے کہ ایک جگہ اترے اور ہم تقریباً ایک ہزار سوار تھے۔ آپ نے یہاں دو رکعتیں پڑھیں' پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کیوں رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "میں نے اللہ سے درخواست کی تھی کہ میری ماں کے لئے استغفار کی مجھے اجازت دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی' تو آگ کے خوف سے ماں پر میرا دل بڑا دکھا اور میری آنکھیں اشک آلود ہو گئیں میں نے قبل ازیں تم کو تین باتوں سے منع کیا تھا' زیارت قبور سے' لیکن اب قبور کی زیارت کر سکتے ہو صرف اس غرض سے کہ قبرستان جانے سے تم کو اپنی موت یاد آ جائے اور تم نیکیوں کی طرف مائل ہونے لگو' میں نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ اٹھا رکھنے پر منع کیا تھا' اب چاہے جتنا کھاؤ اور جتنا ذخیرہ کر رکھو۔ اور برتنوں سے پینے کے بارے میں میری ممانعت تھی' اب چاہے جس برتن سے پیو لیکن کوئی نشہ والی چیز نہ پینا۔" ❹

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکے کی طرف آنے لگے تو راہ میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور قبر کو خطاب فرمانے لگے پھر روتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے' تو ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کی مصروفیت دیکھی ہے' تو آپ فرمانے لگے کہ "میں نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت اللہ سے طلب کی تھی تو مجھے اجازت مل گئی۔ پھر میں نے استغفار والدہ کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں ملی۔ آپ اس روز اتنا روئے کہ کبھی اتنا نہیں روئے تھے۔" ❺

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکل کھڑے ہوئے' ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لئے آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر بہت دیر تک مناجات میں رہے پھر آپ رونے لگے۔ آپ کو دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ اب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کی طرف گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو اور ہمیں بلایا اور پوچھا "تم کیوں روئے؟" ہم نے کہا کہ آپ کا رونا دیکھ کر ہمیں بھی رونا آ گیا۔ کہنے لگے کہ "قبر جہاں میں بیٹھا تھا یہ آمنہ کی قبر ہے۔ میں نے اس قبر کی زیارت کی اجازت اللہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة براءة باب قوله ﴿ما كان للنبي والذين امنوا أن يستغفروا للمشركين......﴾ ٤٦٧٥؛ صحیح مسلم ٢٤؛ احمد، ٥/ ٤٣٣؛ المعجم الكبير ٨٢٠؛ السنن الكبرىٰ، ٢١٦٢؛ دلائل النبوة، ٢/ ٣٤٢۔

❷ ٢٨/ القصص:٥٦۔ ❸ ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة ٣١٠١ وسنده ضعيف ابواسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ نسائی، ٢٠٣٨؛ احمد، ١/ ٩٩؛ حاكم، ٢/ ٣٣٥۔ ❹ احمد، ٥/ ٣٥٥؛ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربه فی زيارة قبر أمه ٩٧٧؛ ابن حبان ٥٣٩٠۔ ❺ الطبری، ٦/ ٤٧٩۔

سے چاہی تھی تو مجھے اجازت دے دی گئی۔'' ❶ اس حدیث کو ایک دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تقریباً یونہی ہے لیکن اس میں اور یہ بھی ہے کہ میں نے آمنہ کے لئے دعا کی اجازت اللہ سے مانگی تھی لیکن اجازت نہیں ملی اور مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی یعنی ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ چنانچہ اپنے باپ کے لئے ایک اولاد کا دل جیسے دکھ سکتا ہے میرا بھی دل دکھا۔ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو' یہ چیز آخرت کو یاد دلائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے اور عمرہ کی نیت باندھی اور جب عسفان کی گھاٹی سے اترے تو اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ''تم لوگ عقبہ میں آرام سے بیٹھو میں ابھی واپس آتا ہوں۔'' آپ گئے اور اپنی ماں کی قبر کے پاس ٹھہرے اور رب سے بڑی دیر تک مناجات کی' پھر آپ رونے لگے اور بہت روئے۔ آپ کو دیکھ کر اور لوگ بھی رونے لگے اور کہا یہاں رسول اللہ کو کسی چیز نے رلایا' کیا ایسی کوئی نئی بات تو امت میں نہیں پیدا ہو گئی جس کو آپ سہار نہیں سکتے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر ان کی طرف آئے اور کہا ''تم کیوں روتے ہو؟'' کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رو پڑے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ امت میں کوئی نیا حادثہ تو نہیں ہو گیا جس کو آپ برداشت نہیں کر سکے۔ فرمایا ''نہیں' ایک معمولی سی بات تھی' واقعہ یہ ہے کہ میں ماں کی قبر کے پاس ٹھہرا تھا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کے لئے اجازت چاہی تھی۔ سو اللہ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ مجھ پر بہت رقت طاری ہوئی کیونکہ وہ میری ماں تھیں پھر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ ''ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس بنا پر تھا کہ باپ سے انھوں نے وعدہ کر رکھا تھا کہ دعا کروں گا لیکن جب حکم الٰہی کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو پھر دست برداری اختیار کی۔ پس اے نبی! آپ بھی اپنی ماں سے ابراہیم علیہ السلام کی طرح دست بردار ہو جاؤ'' وہ میری ماں تھیں میرا دل کیسے نہ کڑھتا۔ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ میری امت سے چار چیزوں کا بوجھ اٹھا لے' تو اللہ تعالیٰ نے دو عذاب اٹھا لئے اور دو عذاب باقی رکھے۔ میں نے دعا کی تھی کہ آسمان سے سنگ باری میری امت پر نہ ہو جیسے دوسری امتوں پر ہوئی ہے اور عذاب کے طور پر زمین میں وہ نہ دھنسا دیے جائیں اور ان کا طبقہ الٹ نہ جائے اور یہ کہ ان میں پھوٹ اور گروہ بندی اور فرقہ واریت نہ ہو اور ان میں آپس میں جنگ نہ ہو۔ تو اللہ پاک نے آسمان سے سنگ باری اور غرق فی الارض سے متعلق دعا تو قبول فرمائی' اور قتال اور پھوٹ سے متعلق دعا قبول نہیں کی۔'' آپ راستہ کاٹ کر اپنی ماں کی قبر کی طرف گئے تھے' کیونکہ آمنہ ایک ٹیلے تلے مدفون تھیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا سیاق عجیب ہے۔

اور اس سے بھی زیادہ عجیب اور قابل انکار بات تو وہ روایت ہے کہ جو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں بسند مجہول بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسناد جوڑی ہے یہ کہانی یوں بیان کی ہے کہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں آمنہ کو زندہ کیا تھا' زندہ ہو کر وہ ایمان لے آئیں' پھر مر گئیں۔ ❷ سہیلی نے بھی الروض میں مجہولین کی ایک جماعت سے سند لیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں اور باپ کو زندہ کر دیا تھا اور وہ ایمان لے آئے تھے۔ حافظ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ قرآن اور اجماع دونوں اس کو رد کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں فرمایا ہے ﴿وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ❸ نہ وہ لوگ بخشے جائیں گے جو کفر کی حالت میں مر گئے۔ ابو عبداللہ قرطبی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مقتضا پر غور کرو' اور ابو عبداللہ نے بڑا تیر مار کر یہ استدلال پیش کیا ہے کہ یہ حیات جدید بالکل اس طرح ہو سکتی ہے جیسے عصر کا وقت گزر جانے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے

---

❶ حاکم، ۲/ ۳۳٦ وسندہ ضعیف۔ ❷ الموضوعات، ۱/ ۲۸۳ امام ذہبی کہتے ہیں یہ روایت کذب (جھوٹ) ہے۔ (لسان المیزان، ٤/ ۹۱) ❸ ٤/ النسآء: ۱۸۔

سورج پھر ڈوبنے کے بعد نکل آیا اور آپ نے نماز عصر پڑھ لی تھی۔ اس استدلال کے ذریعہ ابن دحیہ کی تردید کی ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ شمس والی حدیث ثابت ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کا زندہ ہو جانا نہ عقلاً ممتنع ہے اور نہ شرعاً اور میں نے تو سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کو بھی زندہ کیا تھا اور وہ ایمان لے آئے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب صحت حدیث پر موقوف ہے اگر حدیث صحیح ہے تو کوئی مانع نہیں اور حدیث ہی صحیح نہ ہو تو کوئی جھگڑا ہی نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ماں کے لئے استغفار کا ارادہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے روک دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا تھا تو ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ﴾ والی آیت اتری۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ لوگ اپنے اموات کے لئے استغفار کرتے تھے' تو استغفار ابراہیم والی آیت نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ لوگ اس ناجائز استغفار سے باز آ گئے لیکن مسلمان اپنے زندہ مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے نہیں روکے گئے ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ نبی ﷺ کے بعض اصحاب نے کہا یا نبی اللہ ﷺ! ہمارے آباء واجداد بڑے نیک لوگ تھے۔ پڑوس کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کرتے تھے' صلہ رحمی کے عادی تھے' قیدیوں کو چھڑا دیتے اور لوگوں کو تاوان ادا کرنے کے لئے رقمیں دیتے' کیا ہم ان مردوں کے لئے استغفار نہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا ''کیوں نہیں' اللہ کی قسم! میں بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے باپ کے لئے استغفار کروں گا۔'' چنانچہ فوراً یہ آیت اتری کہ نبی اور مسلمانوں کو اموات مشرکین کے لئے دعا کرنا جائز نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے صفائی پیش فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا استغفار تو محض وعدہ کی وجہ سے تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے چند کلمات مجھ پر القا فرمائے ہیں جو میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور میرے دل میں قرار پزیر ہیں۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ بحالت شرک مرنے والے کے لئے مغفرت طلب نہ کروں اور جس نے اپنی ضرورت سے فالتو مال صدقہ کر دیا وہ اس کے لئے بڑی خیر کا سبب ہے اور جس نے روک رکھا وہ اس کے لئے شر کا سبب ہوگا اور حسب ضرورت کھانے اور خرچ کرنے پر اللہ کا کوئی اعتراض نہیں۔'' ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک یہودی مر گیا اس کا بیٹا مسلمان تھا وہ اس کے کفن دفن کے لئے آیا تک نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو علم ہوا تو کہا کہ بیٹے کو سزاوار تھا کہ باپ کا جا کر کفن دفن کرتا اور زندہ رہنے تک اس کی خیر وفلاح کے لئے دعا کرتا اور مر جانے پر اس کو اس کے حوالے کر دیتا اور اس کے لئے دعا نہ کرتا۔ اس کی صحت کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابو طالب مر گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے گمراہ چچا مر گئے ہیں تو آپ نے فرمایا' جاؤ انھیں دفنا دو اور کچھ نہ کرنا میرے پاس آ جانا۔ ❷ پھر پوری حدیث بیان کی اور روایت کی نبی ﷺ کے سامنے سے جب ابو طالب کا جنازہ گزرا' تو آپ نے فرمایا کہ ''چچا! میں نے تو صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا۔'' ❸ اور عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں کسی اہل قبلہ کی نماز جنازہ پڑھنے سے نہ رکوں گا۔ خواہ وہ ناجائز حمل والی کوئی حبشن ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ صلوٰۃ جنازہ دعا ہے اور مشرکین کے سوا کسی کے لئے دعا کرنے سے اللہ نے نہیں روکا ہے۔

---

❶ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❷ ابوداود، كتاب الجنائز، باب الرجل يموت له قرابة مشرك ٣٢١٤؛ وهو حسن، نسائی ٢٠٠٨۔ ❸ الطبقات، ١/ ٩٩، وسنده ضعيف جداً موضوع اس کی سند میں واقدی متروک راوی ہے۔ (التقريب، ٢/ ١٩٤، رقم: ٥٦٧)

ابن جریر سے روایت ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کی ماں کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ میں نے کہا اور باپ کے لئے' تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں میرا باپ مشرک مرگیا تھا' اور قولہ تعالیٰ ﴿ فَلَمَّا تَبَيَّنَ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام باپ کے مرنے تک استغفار کی دعا کرتے رہے اور مرجانے کے بعد جب معلوم ہوا کہ وہ عدو اللہ تھا تو دست برداری اختیار کرلی۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام جب باپ سے ملیں گے تو ان سے دست بردار رہیں گے۔ باپ بدحواس اور پریشان ہوگا اور کہے گا کہ اے ابراہیم! میں نے تیری نہیں سنی لیکن آج تیرا اخلاف نہ کروں گا۔ تو ابراہیم علیہ السلام کہیں گے' اے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا ہے کہ قیامت کے روز مجھے رسوا نہ کرے گا پس آج کے روز اس رسوائی سے بڑھ کر اور کونسی رسوائی ہوسکتی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ تم پیچھے پلٹ کر تو دیکھو' دیکھتے ہیں کہ وہ ایک نیم جان جانور لتھڑا پڑا ہے اور ایک بجو کی شکل میں مسخ شدہ ہے جس کی ٹانگیں کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جایا جارہا ہے۔ ❶

قولہ تعالیٰ ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۝﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ﴿اَوَّاهٌ﴾ کے معنی ہیں بہت دعا وزاری کرنے والا۔ ابن الہاد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اواہ کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا ''بہت تضرع کرنے والا۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی رحیم بتائے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے رحیم بعباد اللہ کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے معنی مؤمن بتاتے ہیں۔ علی بن ابوطلحہ مؤمن تواب کہتے ہیں۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ذوالنجادین نامی ایک شخص کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ اواہ ہے۔'' جہاں کہیں قرآن میں اللہ کا نام آجاتا تو یہ شخص دعا کا ایک نعرہ بلند کرتا۔ ❷ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کے وقت تسبیح کی جو پابندی کرتا ہے اس کو اواہ کہتے ہیں۔ ابوایوب کہتے ہیں کہ اواہ وہ ہے جو اپنے گناہوں کو یاد کرکے استغفار کرتا رہے۔ مسلم بن بیان کہتے ہیں کہ ایک آدمی کثرت سے ذکر وتسبیح کرتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ''اواہ'' کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دفن کرنے کے بعد کہا ''اللہ تجھ پر رحم کرے تو ایک مرد اواہ تھا۔'' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کہ قرآن کی بہت تلاوت کرنے والا تھا۔ ایک شخص کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے بوقت دعا آہ آہ کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا وہ ''اواہ'' ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی شخص کو چراغ ساتھ لئے دفن کررہے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ سب سے اچھا قول تو یہ ہے کہ اس کے معنی دعا کے ہیں اور یہ سیاق کے مناسب بھی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب ذکر کیا کہ ابراہیم کا استغفار بربنائے وعدہ تھا اور ابراہیم کثیر الدعا تھے' ناروا برتاؤ کرنے والے کے ساتھ حلیم تھے اور اسی لئے تو باپ کی اذیت پہنچانے کے باوجود اس کے لئے استغفار کرتے تھے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۝﴾ ❸ یعنی اے ابراہیم کیا تو میرے خدا سے اعراض کرتا ہے۔ دیکھ اگر تو باز نہ آئے گا تو میں پتھر سے تجھے ماردوں گا مجھ سے باز رہ۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا سلام علیک' جاتا ہوں لیکن آپ کے لئے اپنے اللہ سے ضرور دعا کرتا رہوں گا وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ غرض یہ کہ باپ کی ایذا رسانی پر بھی ابراہیم علیہ السلام نے حلم اختیار کیا' باپ کے لئے دعا اور استغفار کی' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حلیم کا خطاب دیا۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالیٰ ﴿واتخذ الله ابرهيم خليلا﴾ ٣٣٥٠ مرفوعًا۔

❷ احمد، ٤/ ١٥٩، وسنده ضعیف۔ ❸ ١٩/ مریم: ٤٦، ٤٧۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ إِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١١٦﴾

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کے پیچھے گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں' بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں'[۱۱۵] بلا شبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے' اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔[۱۱۶]

اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے بغیر لوگوں کو عذاب نہیں دیتا: [آیت:۱۱۵۔۱۱۶] اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریمہ اور حکمت عادلہ سے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ جب تک اللہ کسی قوم کی طرف پیغمبر بھیج کر حجت ختم نہیں کر لیتا ہے اس کو گمراہی کے لئے چھوڑ نہیں دیتا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اہل ثمود کو ہم نے ہدایت دی۔ مجاہد نے قولہ تعالیٰ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدٰىهُمْ﴾ کے بارے میں کہا کہ اللہ عزوجل کا بیان مؤمنین سے مشرکین کے لئے ترک استغفار کے بارے میں خاص ہے اور ویسے مؤمنین کے لئے اللہ کی اطاعت اور معصیت کا فعل عام ہے یعنی تم اپنی مرضی کے مختار ہو' اپنی مرضی سے طاعت اختیار کرو یا معصیت اختیار کرو چھوڑنا چاہتے ہو تو چھوڑ دو لیکن ترک استغفار کا بیان عمومی نہیں بلکہ خصوصی ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم اپنے اموات مشرکین کے لئے استغفار کرو تو کیا ضرور ہے کہ اللہ تمہیں گمراہ قرار دے جب کہ اس نے تم کو ذاتی حد تک ہدایت کی توفیق دے دی اور اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی عزت بخشی حتی کہ تم کو منہیات سے روک دیا اور تم اس سے باز رہے لیکن قبل اس کے کہ وہ ان منہیات کی کراہت اور ممانعت بیان فرمائے اور ان منہیات کی طرف جھک پڑو' وہ کیوں تم پر ضلال و گمراہی کا حکم لگائے اس لئے کہ طاعت و معصیت تو امر و نہی سے تعلق رکھتے ہیں' لیکن جو ایمان ہی نہ لایا ہو اور نہ وہ باز رہا ہو تو اس کو حکم کی انجام دہی سے متعلق مطیع اور ممنوع کے ارتکاب سے عاصی کہہ ہی نہیں سکتے۔ اللہ کا یہ قول کہ وہ مالک الملک ہے زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے یہ اللہ کی طرف سے اپنے مؤمن بندوں کے لئے مشرکین اور کفار سے قتال کی تحریض ہے اور یہ کہ انھیں اللہ کی مدد کا بھروسہ رکھنا چاہئے اور اللہ کے دشمنوں سے ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ انھوں نے اللہ کو چھوڑ دیا تو پھر ان کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا ''کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں'' تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں سن رہے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں آسمان کا چرچرانا سن رہا ہوں اور وہ بوجھوں کیوں نہ دبے اور کیوں نہ چرچرائے آسمان میں بالشت بھر جگہ بھی تو ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام میں موجود نہ ہو'' ❶ کعب الاحبار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سوئی کی نوک برابر بھی کوئی جگہ زمین میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ کی تسبیح میں مصروف نہ ہو اور آسمان کے فرشتے ذرات زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں اور عرش کے حامل فرشتوں کے ٹخنے سے ساق تک کی مسافت ایک سو برس کی مسافت ہے۔

---

❶ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف سعید وقتادہ عنعنا۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾

ع ۱۴ / ۸

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر ﷺ کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا' پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی' بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔ [۱۱۷] اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع کیا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم والے ہیں۔ [۱۱۸] اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور سچوں کے ساتھ رہو۔ [۱۱۹]

جنگ تبوک ایک مشکل ترین سفر: [آیت: ۱۱۷-۱۱۹] مجاہد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک سے متعلق ہے۔ یعنی لوگ جب غزوۂ تبوک کے لئے نکلے تو بڑی سخت گرمی تھی' سال قحط زدہ تھا پانی اور زادراہ کی سخت تنگی تھی' (1) قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے لئے جب چل کھڑے ہوئے تو بڑی سخت گرمی تھی اللہ ہی جانتا ہے کہ کیسی سخت مصیبتیں مجاہدین کو پہنچیں' حتی کہ کہا جاتا ہے کہ ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دو آدمیوں میں بانٹ دیا جاتا تھا۔ کھجور دست بدست بڑھائی جاتی' ایک اس کو تھوڑا چوستا پھر پانی پی لیتا پھر دوسرا چوستا اور پانی پی کر تسلی حاصل کر لیتا۔ پھر اللہ نے ان کی سن لی' غزوہ سے وہ واپس ہوئے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے تنگدستی کی کیفیت پوچھی گئی تو کہا کہ ہم جنگ تبوک کے لئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ سخت موسم گرما تھا۔ ہم نے ایک جگہ قیام کیا وہاں ایسی زبردست تشنگی سے ہمیں سابقہ پڑا کہ ہم نے گمان کر لیا کہ ہمارا دم ہی نکل جائے گا۔ اگر کوئی آدمی پانی کی تلاش میں جاتا تو وہ یقین کر لیتا کہ واپس ہونے سے پہلے اس کو موت آ جائے گی۔ لوگ اونٹوں کو ذبح کرتے ان کے معدوں میں ایک مقام پر پیے ہوئے پانی کا ذخیرہ جمع رہتا ہے' اس کو نکال لیتے اور پی لیتے اور بچا ہوا کچھ حصہ اپنے جگر پر لگا لیتے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا ہے ہمارے لئے دعا فرمایئے! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''کیا تم ایسا چاہتے ہو؟'' صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ ہاں۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے ابھی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد پانی تھم گیا۔ لوگوں نے اپنے برتن بھر

(1) الطبری، ۱۴/ ۵۴۰۔

لئے۔ اب ہم لشکر کے پڑاؤ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ چھاؤنی سے آگے کہیں پانی نہیں برسا ہے۔

ابن جریر قولہ تعالیٰ ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس آیت میں عسرۃ سے مراد نفقہ زادراہ اور پانی کی تنگی مراد ہے۔ ﴿مِنْ م بَعْدِ مَا كَادَ﴾ یعنی اس کے بعد کہ ان کے دل بدگمان اور شک سے ٹیڑھے ہونے لگے تھے' حق سے ہٹنے لگے تھے۔ جو مشقت اور شدت و مصیبت کہ اس سفر میں پڑی اس سے لوگوں کے دل دین رسول اللہ سے شک میں پڑ گئے تھے' اب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق بخشی اور اثبات علی الدین کی عزت عطا فرمائی۔ وہ تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔ [1]

پیچھے رہنے والے تین مخلص مسلمانوں کی توبہ کا ذکر: ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں اپنے شریک نہ ہونے کی داستان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دینے کا واقعہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا اور کسی جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سے محروم نہیں رہا۔ البتہ جنگ بدر میں بھی میں شرکت سے عاری تھا۔ لیکن ان شرکت نہ کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قریش کے ایک قافلہ کی خاطر مدینے سے باہر نکلے تھے۔ وہاں حسب منشاء الٰہی اللہ کے دشمنوں سے تصادم ہو گیا کوئی قرارداد بھی نہیں تھی۔ میں لیلۃ العقبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب کہ اسلام پر ہم نے عہد و پیمان باندھا تھا اور میرے لئے تو لیلۃ العقبہ میں حضوری غزوۂ بدر کی حضوری سے بھی کہیں زیادہ پسند تھی اگرچہ بدر کی شہرت اور آوازہ لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔ اب غزوۂ تبوک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت سے محروم رہنے کا میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں میں شرکت تبوک سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی اور مالداری میں تھا۔

اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی نہیں ہوئی تھیں اور اس جنگ میں تو دو سواریاں بھی رکھ سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوئی ہے تو بڑی سخت گرمی کا زمانہ تھا دور دراز اور جنگلوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امور میں مسلمانوں کو آزاد رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلے کی تیاری کر لیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرما دیا تھا اور مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کثیر تعداد میں تھے کہ درج رجسٹر نہ ہو سکتے تھے۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی غیر حاضری کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو سکے گا بلکہ گمان تھا کہ کثرت لشکر کی وجہ سے غائب رہنے والے کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی نہ ہو سکے گا جب تک کہ اللہ ہی کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے۔ یہ لڑائی جس وقت سرزد ہوئی تھی وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا سایہ گستری' بار آوری اور خنکی کا موسم تھا۔ ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میں صبح اٹھ کر تیاری جہاد کے لئے باہر نکلتا لیکن خالی واپس ہوتا اور تیاری اور اسباب سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا' دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کر لوں گا۔ دن گزرتے چلے گئے' لوگوں نے تیاریاں مکمل کر لیں حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ دیگر مسلمان چل کھڑے ہوئے' جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کر کے میں بھی مل جاؤں گا اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دور جا چکا۔ میں تیاری کے لئے باہر نکلا لیکن پھر بغیر تیاری کے واپس آ گیا حتی کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے۔ لشکر جنگ کرنے لگا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کر لیا کہ جلدی سے پہنچ کر شامل ہو جاؤں کاش اب بھی کوچ کر جاتا لیکن آخرکار یہ بھی نہ ہو سکا۔ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر

[1] الطبری، ١٤/ ٥٣٩۔

بڑا دکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اس پر یا تو نفاق کی پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی اللہ کی طرف سے معذور اور لنگڑے لولے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک کیا کر رہا ہے؟ تو بنی سلمہ کے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے۔ تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! اسے تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش ہو رہے اور جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں۔ میں غلط حیلے سوچنے لگا تا کہ آپ کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا اور جب معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لا چکے ہیں تو اب غلط سوچ بچار سے میں دست بردار ہو گیا۔ اب میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ میں کسی حیلے سے بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کر لیا۔ نبی ﷺ جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ رہنے والے آ آ کر عذر و معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے ایسے لوگوں کی تعداد اسی (۸۰) سے کچھ اوپر تھی۔ نبی ﷺ بحکم ظاہر ان کی بات قبول کیے جا رہے تھے اور ان کی کوتاہیوں کے لئے طلب مغفرت کر رہے تھے لیکن ان کے دلوں کے بھیدوں کو اللہ کے حوالے کر رہے تھے۔ میری باری آئی میں نے آ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے غضب آگیں تبسم فرمایا' پھر مجھ سے کہا ''یہاں آؤ!'' میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا ''تم کیوں رک رہے کیا تم نے تیاری جہاد میں خریداری نہیں کر لی تھی۔'' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں اس وقت آپ کے سوا کسی اور سے بولتا تو ایسے معقول عذرات پیش کر سکتا کہ ان کو قبول کرتے بنتی کیونکہ مجھے بحث و تکرار و معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر میں آپ کو راضی بنا لوں گا۔ لیکن جلد تر ہی اللہ آپ کو مجھ سے ناراض بنا دے گا' اور اگر میں نے سچ سچ کہہ دیا تو حسن عاقبت کی مجھے اللہ کی طرف سے امید ہو سکتی ہے۔

یا نبی اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا میرے پاس عدم شرکت جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں یہ تو سچ کہتا ہے۔ اچھا تو اب چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے۔ چنانچہ میں چلا گیا' بنی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اٹھے اور ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم نے تمہیں پہلے کبھی کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے۔ دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کر دیئے تم نے حضور ﷺ کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا اور نہ نبی ﷺ نے دوسروں کے لئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی حضور ﷺ کا یہ استغفار کافی ہوتا۔ غرض یہ کہ لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں لیکن میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورت حال ہے؟ کہا ہاں تمہاری طرح اور دو آدمی ہیں کہ سچ سچ کہہ دیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں۔ کہا گیا مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیہ الواقفی۔ کہا گیا کہ یہ دونوں مرد صالح ہیں' بدر میں شریک تھے اب میرے سامنے ان کا نقش قدم تھا اس لئے میں دوبارہ نبی اکرم ﷺ کے پاس نہ گیا۔ اب معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کر دی ہے اور لوگوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم سے ایسے بدل گئے ہیں کہ زمین پر رہنا مجھے بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اس ترک تعلقات کے پچاس دن گزر گئے۔ ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کر لی روتے بیٹھے رہے' میں ذرا سخت مزاج تھا قوت برداشت تھی۔ جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا بازاروں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس آتا' نبی اکرم ﷺ تشریف فرما رہتے میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب سلام کے لئے نبی اکرم ﷺ کے ہونٹ ہلتے ہیں

کہ نہیں۔ پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ کنکھیوں سے آپ کو دیکھتا میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ مجھے دیکھتے' میں آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا تو نظر پھیر لیتے۔ جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہی ہوتی گئی تو میں ابوقتادہ کے گھر کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں گیا وہ میرے چچازاد بھائی تھے میں انھیں بہت چاہتا تھا۔ سلام کیا تو واللہ! انھوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابوقتادہ! تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ کو اور رسول اللہ کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے اللہ کی قسم دے کر بات کی پھر بھی کچھ نہ بولے۔ میں نے پھر قسم دی' کچھ بھی نہ کہا لیکن انجان پن سے بولے' اللہ کو اور رسول اللہ کو علم ہے۔ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر دیوار پھاند کر واپس ہو گیا۔

' ایک دن میں بازار مدینہ میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک قبطی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک کا کوئی پتہ دے دو۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا۔ میں چونکہ پڑھا لکھا تھا۔ پڑھا تو لکھا تھا کہ:

''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تم کو کوئی معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو' تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تم کو نوازیں گے۔''

میں نے یہ پڑھ کر کہا' مصیبت پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی۔ یہ تو نئی مصیبت آ پڑی۔ میں نے اس منشور کو آگ میں جھونک دیا اور جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے تو نبی اکرم ﷺ کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے بچھڑے رہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق دے دوں؟ کہا نہیں صرف الگ رہو' قربت نہ کرنا' اور کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہہ دیا کہ میکے چلی جاؤ حتی کہ اللہ کا کوئی اور حکم پہنچے۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ! ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت کے لئے کوئی آدمی نہیں اگر میں انکی خدمت میں لگی رہوں تو آپ نا منظور تو نہ کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے۔ کہنے لگی اس غریب کو تو ہلنا جلنا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ کی ناراضی کے دن سے آج تک لگا تار روتا رہتا ہے۔ میرے گھر والوں میں سے ایک نے کہا تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی عورت سے خدمت لینے کی اجازت حاصل کر لو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں اس بات کی نبی اکرم ﷺ سے درخواست نہ کروں گا نہ معلوم نبی اکرم ﷺ کیا فرمائیں میں تو جوان آدمی ہوں مجھے کسی سے خدمت لینے کی ضرورت نہیں اب ہم نے اور دس دن گزارے اور لوگوں کے اس قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا کہ ''اے کعب بن مالک! خوش ہو جا''۔ میں یہ سنتے ہی سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے اب میری توبہ قبول کر لی' مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اطلاع سنا دی کہ اللہ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے دوڑے ان دونوں کے پاس بھی گئے اور میرے پاس بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا لیکن پہاڑی پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی' کیونکہ گھوڑے کی رفتار سے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو اس خوشخبری دینے کے صلے میں

اپنے کپڑے اتار کر میں نے اسے پہنا دیئے۔ واللہ! میرے پاس اس وقت دوسرا جوڑا نہیں تھا۔ میں نے اپنے لئے مستعار کپڑے لے کر پہن لئے۔ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھ سے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مجھے مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی ﷺ لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ پڑے، مجھ سے مصافحہ کر کے مبارک باد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے ان کے سوا یہ اقدام نہیں کیا تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ کہنے لگے خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ایسی خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمانے لگے اللہ کی طرف سے نبی ﷺ جب خوش ہو جاتے تو آپ کا چہرہ چمک اٹھتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کی خوشنودی آپ کے چہرہ ہی سے ظاہر ہو جاتی۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری قبولیت توبہ کی یہ برکت ہونی چاہیے کہ میں اپنا سارا مال و متاع اللہ اور رسول اللہ کی راہ میں لٹا دوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کر دو یہی بہتر صورت ہے۔" میں نے کہا کہ خیبر سے جو حصہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں، یا رسول اللہ ﷺ! سچائی کی برکتوں کے سبب اللہ نے مجھے نجات بخشی، اللہ کی قسم میں نے جب سے کہ نبی اکرم ﷺ سے راست گوئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، اللہ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔

قولہ تعالیٰ ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ﴾ ❶ (الی آخرہ) کے بارے میں کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے اللہ کی اس سے بڑی نعمت مجھ پر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے مجھے حضور ﷺ کے سامنے سچ سچ کہہ دینے کی توفیق بخشی ورنہ میں بھی ایسا ہی ہلاک ہو جاتا جیسا کہ حضور ﷺ کے سامنے دوسرے جھوٹ موٹ بولنے والے آخرت کی زندگی کے لحاظ سے تباہ ہو گئے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ﴾ ❷ یعنی جب تم ان کی طرف واپس ہوئے تو قسمیں کھا کھا کر یہ لوگ تم سے بولتے ہیں تا کہ تم ان سے اعراض کر جاؤ۔ ہاں اعراض کر جاؤ، ان کے دل ناپاک ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے کیونکہ انھوں نے کیا ہی ایسا۔ قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم کو راضی بنا لیں۔ اگر تم ان سے دھوکا کھا کر راضی بھی ہو گئے تو کیا ہوا اللہ تو ان بدکاروں سے راضی نہ ہوگا۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم تین لوگوں کا فیصلہ ان لوگوں سے پیچھے ڈال دیا گیا تھا جن لوگوں نے کہ جھوٹی قسمیں کھالی تھیں اور نبی اکرم ﷺ کو بہ ظاہر مان کر ان کی بیعت قبول کر لینی پڑی تھی اور ان کے لئے استغفار بھی کیا تھا لیکن ہمارا فیصلہ حضرت ﷺ نے روک دیا تھا حتی کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾۔ یہ ہمیں پیچھے ڈال دینا اس سے مراد ہمارا فیصلہ پیچھے ڈال دینا ہے نہ یہ کہ ہم شرکت جنگ سے پیچھے ڈال دیئے گئے تھے۔ ❸ یہی حدیث صحیح اور ثابت ہے اور متفق علیہ ہے۔ بخاری اور مسلم نے بھی حدیث زہری سے اسی طرح روایت کی ہے۔ یہ حدیث باحسن وجوہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کر رہی ہے۔ سلف میں سے تقریباً سب نے اسی طرح تفسیر کی ہے چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بھی اس آیت سے متعلق یہی قول ہے کہ یہ کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ سب انصاری تھے۔ اور یہی کہا ہے مجاہد، ضحاک اور قتادہ اور =

---

❶ ٩/ التوبة:١١٧۔ ❷ ٩/ التوبة:٩٥۔ ❸ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك ٤٤١٨؛ صحيح مسلم ٢٧٦٩؛ ترمذی ٣١٠٢؛ ابن حبان ٣٣٧٠۔



مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوا عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾

ترجمہ: مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں' یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ [۱۲۰]

= سدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے۔ سب نے مرارہ بن ربیع کہا ہے اور مسلم میں ابن ربیعہ لکھا ہے۔ لیکن بعض نسخوں میں مرارہ بن ربیع۔ بخاری و مسلم میں مرارہ بن ربیع لکھا ہے اور روایت بھی یہی ہے اور وہ جو کہا گیا ہے کہ دوسرے دونوں بدر میں شریک تھے یہ زہری کی غلطی سمجھی گئی ہے اس لئے کہ ان تینوں میں سے کوئی بھی شریک غزوۂ بدر نہ تھا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی کشائش کا ذکر فرمایا جس میں انھوں نے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے پچاس دن گزارے تھے اور ان کی جانیں اور ان کی دنیا ان پر تنگ ہو گئی تھی' باہر آنا جانا تک ان کا رک گیا تھا۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ کیا کریں' سوا اس کے کہ صبر کریں اور اپنی ذلت واستکانت پر راضی رہیں۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولنے کے سبب اور کوئی عذر پیش نہ کرنے کے سبب اللہ نے ان پر کشائش فرمائی اور کچھ عرصہ تک انھیں مبتلائے عذاب رکھنے کے بعد ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اس لئے فرمایا ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ یعنی اے ایمان والو! سچ کو لازم قرار دے لو تو مہالک مصائب سے بچ جاؤ گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''فقط سچ بولا کرو کیونکہ سچ نیکی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے۔ جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے وہ اللہ کے دفتر میں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بالکل دور رہو۔ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور دوزخ میں پہنچاتا ہے۔ آدمی جب جھوٹ ہی جھوٹ بولتا رہتا ہے تو اللہ کے دفتر میں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' یہ حدیث بخاری و مسلم میں درج ہے۔ ❶ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جھوٹ نہ سنجیدگی کے طور پر بول سکتے ہیں نہ دل لگی کے طور پر۔ چاہتے ہو تو پڑھو ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾۔ پھر کہا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مع الصادقین سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تم صادقین کے ساتھ ہونا چاہتے ہو تو دنیا سے زہد اختیار کرو اور لوگوں سے میل جول کم کرو۔

جنگ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دینے والوں کی مذمت: [آیت: ۱۲۰] غزوۂ تبوک میں اہل مدینہ کے جو عرب قبائل شرکت جہاد سے باز رہے تھے اور جو مشقت جنگ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھی اس میں ہمدردی اور اشتراک عمل کے بجائے آرام طلبی اختیار کی تھی ان پر اللہ پاک عتاب فرماتا ہے کہ انھوں نے اجر سے اپنے کو محروم کر دیا۔ انھوں نے نہ پیاس کی تکلیف اٹھائی نہ رنج و تعب =

❶ صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب قول الله ﴿يايها الذين امنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين﴾ ٦٠٩٤؛ صحيح مسلم ٢٦٠٧۔

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: اور جو کچھ چھوٹا بڑا انھوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔[۱۲۱]

= پہنچا نہ بھوک سے سابقہ پڑا اور نہ اس موقف میں آئے کہ کافروں کو خوف زدہ کر دیں اور نہ کافروں پر غلبہ اور ظفر کا شرف حاصل کیا۔ لیکن جنھوں نے یہ سختیاں جھیلیں وہ اپنے ارادے اور عمل ذاتی کی بنا پر تھیں فطری اور جبری نہیں تھیں اس لئے اللہ ایسے نیکو کاروں کے اجر کو کبھی ضائع نہ ہونے دے گا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ❶

جہاد فی سبیل اللہ کا بہترین بدلہ: [آیت:۱۲۱] ارشاد ہوتا ہے کہ یہ غازی لوگ اللہ کی راہ میں چھوٹا بڑا خرچ بھی کرتے ہیں اور کفار سے جنگ کے لئے جنگل کا تھوڑا سا راستہ بھی طے کرتے ہیں تو اس کا اجر انھیں ضرور ملتا ہے۔ یہاں ﴿اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ﴾ فرمایا گیا اور گزشتہ آیت میں ﴿كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ﴾ اس بہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ نفقہ یا یہ مشی الی الاعداء ان کا اپنا ذاتی فعل ہے اسی لئے آیت شریفہ میں ﴿مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ فرمایا گیا اور آیت سابقہ میں اللہ کی راہ کے اندر بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف یہ من جانب اللہ تھی۔ اس لئے نہ بہ لایا گیا نہ عمل کو ان کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ سے حظ وافر اور نصیب عظیم حاصل کیا کیونکہ اس غزوۂ تبوک میں انھوں نے لشکر کو اپنے نفقات جلیلہ اور اموال جزیلہ عنایت کئے ہیں۔ ابن خباب السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس جیش عسرت کی مدد کرنے کے لئے قوم کو ابھارا' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ذمہ سو اونٹ مع پالان کجاوے اور پائے بندوں کے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ قوم سے چندہ مانگا' تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اور سو اونٹ مع پالان و کجاوے وغیرہ کے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے ایک سیڑھی اتر کر پھر فرمایا کہ ''اے لوگو! اور مدد کی ضرورت ہے'' تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اور سو اونٹ مع ساز و سامان کے۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خوشی سے اپنے ہاتھ کو یوں ہلا رہے ہیں (عبدالصمد آخری راوی نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ ہلائے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اب عثمان پر کوئی آنچ نہیں چاہے جو عمل کرے۔'' ❷ پھر عثمان رضی اللہ عنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی لے آئے کہ جیش عسرت کی اس سے تیاری فرمایئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں یہ رقم ڈال دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اشرفیوں کو حرکت دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ''آج سے عثمان کو اس کا کوئی عمل ضرر نہیں پہنچائے گا یہی ایک عمل اس کی نجات کے لئے کافی ہے'' اور آپ خوشی سے بار بار اس رقم کو ہلا رہے تھے۔ ❸ قتادہ رحمہ اللہ نے قول تعالیٰ ﴿وَلَا يَقْطَعُوْنَ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ کی راہ میں سفر کرتے ہوئے لوگ جتنا دور ہوتے جاتے ہیں اتنے ہی اللہ کی قربت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ ❹

---

❶ ۱۸/ الکھف:۳۰۔ ❷ ترمذی، کتاب المناقب، باب فی عد عثمان تسمیة شهيدًا تجهيزه جيش العسرة، ۳۷۰۰ وسندہ ضعیف فرقد راوی مجہول ہے۔ احمد، ۴/ ۷۵؛ مسند الطیالسی، ۱۱۸۹؛ التاریخ الکبیر، ۵/ ۲۴۶؛ حلیة الاولیاء، ۱/ ۵۸؛ دلائل النبوة، ۵/ ۲۱۴۔ ❸ ترمذی حوالہ سابق، ۳۷۰۱ وسندہ حسن؛ احمد، ۵/ ۶۳؛ حاکم، ۳/ ۱۰۲۔

❹ الطبری، ۱۴/ ۵۶۵۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾ ع ١٥

ترجمہ: اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں' سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تا کہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں ڈرائیں تا کہ وہ احتیاط رکھیں۔[۱۲۲]

جہاد اور دین کی تعلیم و تبلیغ: [آیت:۱۲۲] اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ کوچ کرنے کا جب لوگوں نے ارادہ کیا' تو سلف کی ایک جماعت کا یہ خیال ہوا کہ رسول ﷺ جب جنگ کے لئے نکلیں تو ہر مسلمان پر کوچ کرنا واجب ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ﴿انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ ❶ یعنی ہلکے اور لدے ہوئے نکل پڑو۔ اور یہ بھی اللہ نے فرمایا کہ اہل مدینہ کو کوئی حق نہیں کہ جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے رہ جائیں (آخر تک) ❷ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اس آیت کے ذریعہ اوپر والی آیت منسوخ ہوگئی ہے۔'' اور کہا جاتا ہے کہ تمام قبائل کے سفر کرنے یا کسی قبیلہ میں سے بعض کے سفر کرنے سے جب کہ سب نہ نکلیں' مراد الٰہی یہ ہے کہ سفر پر نہ جا کر نبی ﷺ کے ساتھ رہنے والے ہر اترنے والی وحی کو لکھ لیں اور یاد رکھ لیں اور جنگ کر کے واپس آگئے والے لوگوں کو احکام الٰہی بتائیں اور سفر سے واپس آنے والے یہ بتائیں کہ دشمن کے ساتھ کیسی گزری اور کفار کے کیا حالات ہیں۔ اب اس معینہ سفر میں دو باتیں جمع ہوگئیں۔ ایک سفر معینہ ان لوگوں کا جو جہاد پر جا رہے ہیں دوسرے ان لوگوں کا قیام جو تفقہ کی غرض سے نبی اکرم ﷺ کے پاس ٹھہر گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ فرض کفایہ ہیں چند لوگ نہ کریں تو چند لوگوں کا ضروری اور فرض ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا ہے کہ ﴿مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ کی آیت میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ مؤمنین کو نہیں چاہئے کہ سب کے سب نبی ﷺ کے پاس سے چلے جائیں اور نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ جائیں تا کہ باقی نبی اکرم ﷺ کے پاس دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب واپس لوٹیں تو اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں آگاہ کریں اور اللہ سے ڈرائیں اور جب تک نبی اکرم ﷺ اجازت سفر نہ دیں' نہ جائیں۔ اور ان جماعتوں کے غیاب کے زمانہ میں جو قرآن اترا ہے ان کو نبی اکرم ﷺ کے پاس رہ جانے والے لوگ واقف کرا دیں اور کہیں کہ اللہ نے نبی پر یہ قرآن نازل کیا تھا۔ ہم نے سیکھ لیا اب تم سفر سے واپس آئے ہو تم بھی سیکھ لو اور پھر اب کے دوسری جماعتیں بھیجی جائیں ﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ تا کہ وہ اپنا بچاؤ کر سکیں۔ ❸

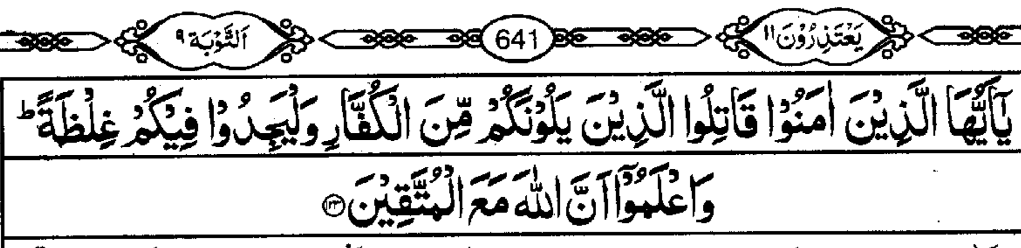
مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اصحاب نبی میں سے ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو سیکھ کر اپنے دیہات میں چلے گئے وہاں لوگوں سے مفادات حاصل ہوئے' راحت و آرام ملا۔ مال بھی کمایا اور لوگوں میں تبلیغ دین بھی کی۔ لیکن لوگ ان سے کہنے لگے کہ تم نے نبی ﷺ اور اصحاب کا ساتھ چھوڑ دیا ہمارے پاس آگئے نبی ﷺ کی صحبت سے ہٹ گئے۔ تو وہ اپنے دلوں میں کوفت محسوس کرنے لگے' وہ سب دیہات سے نبی ﷺ کے پاس آئے' اسی چیز کی صفائی میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ کیا حرج ہے اگر ایک جماعت چل کھڑی ہو تفقہ بھی حاصل کرے نبی ﷺ کے ساتھ رہ کر استماع حدیث و وحی بھی کرے اور دیہات میں جا کر لوگوں کو اللہ

❶ ۹/ التوبة:۴۱۔ ❷ ۹/ التوبة:۱۲۰۔ ❸ الطبری، ۱۴/ ۵۶۷۔

سے ڈرائے بھی' کیا عجب کہ ان کی ہدایت ہو جائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس موقع پر اتری ہے جب کہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر کشی کے لئے فوج بھیجی تھی' اللہ نے انھیں اس بات کے لئے مامور رکھا کہ نبی ﷺ کے ساتھ لڑیں لیکن دوسری جماعت رسول ﷺ کے ساتھ رہے تاکہ دین میں تفقہ حاصل کرے اور ایک دوسری جماعت اپنے قبیلہ خاندان میں دیہات کی طرف چلی جائے اور اللہ کے عذاب سے انھیں ڈرائے۔ جو عذاب کہ ان سے پہلے کی قوموں پر نازل ہوا تھا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بذات خود جنگ کے لئے نکلیں تو اہل عذر کے سوا کسی کو اجازت نہیں کہ پیچھے رہ جائے' اور اگر آپ بذات خود نہ جائیں بلکہ لشکر بھیج دیں تو اب آپ کی اجازت کے بغیر کوئی لشکر میں شریک نہیں ہوسکتا۔ جب کوئی نبی اکرم ﷺ کے بھیجے ہوئے لشکر کے ساتھ چلا جائے اور اس کے غیاب میں جو وحی اتری ہو اور نبی ﷺ نے اپنے پاس کے پس ماندہ لوگوں کو سنا دیا ہو تو جب یہ سریہ سے لشکر واپس آ جائے تو یہ ٹھہرے ہوئے انھیں سنا دیں کہ تمہارے جانے کے بعد یہ وحی اتری ہے اور انھیں بھی دین میں تفقہ پیدا کرا دیں۔ سب کے سب نہ چلے جانے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر بھیج دیا ہو اور خود قیام فرما ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ والی آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مضر پر قحط کی بددعا فرمائی اور سب قحط زدہ ہو گئے تو سب مدینے آ کر قیام کرنے لگے اور جھوٹ موٹ اپنے کو مسلمان بتانے لگے۔ اصحاب رسول اللہ پر ان کی مہمان داری بار ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ذریعہ وحی رسول ﷺ کو آگاہ فرما دیا کہ یہ درحقیقت مسلمان نہیں ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے انھیں اپنے اپنے قبائل میں واپس کر دیا اور دوبارہ ایسا کرنے کے بارے میں تحذیر فرما دی۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ﴾ اس آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرب کے ہر قبیلے سے لوگ جوق در جوق نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے لگے یہ لوگ آپ ﷺ سے امور دین پوچھتے' تفقہ حاصل کرنا چاہتے یہ اور حضور اکرم ﷺ سے پوچھتے کہ ہمیں کیا خدمت انجام دینے کا حکم ہوتا ہے اور کہتے کہ ہم اپنے قبائل میں جائیں تو کیا کریں' تو آنحضرت ﷺ انھیں طاعت اللہ اور طاعت رسول اللہ ﷺ کی تلقین کرتے اور کہتے کہ اپنے لوگوں میں جا کر صلوۃ اور زکوۃ کو پھیلاؤ' وہ اپنی قوم میں آ کر صاف کہہ دیتے کہ اگر اسلام لاتے ہو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ نہیں اور انھیں اللہ سے ڈراتے حتیٰ کہ ایسا ہدایت یافتہ شخص اپنے کافر ماں باپ سے بھی قطع تعلق کر لیتا۔ اور نبی ﷺ ان کو آگاہ کرتے اللہ سے ڈراتے اور وہ لوگ جب اپنے لوگوں میں واپس جاتے تو انھیں دین اسلام کی طرف بلاتے' نار دوزخ سے ڈراتے اور جنت کی بشارتیں دیتے' عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو منافقین کہنے لگے کہ اب تو وہ دیہاتی مسلمان ہلاک ہو گئے جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کے لئے نہیں نکلے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے حالانکہ وہ لوگ تو اصحاب نبی میں سے وہ لوگ تھے جو اپنی قوم کو دین سکھانے کیلئے گئے ہوئے تھے اور عدم شرکت جنگ کا سبب یہ مقصد بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ یہی لوگ جنگ کے لئے کیوں جائیں۔ بعض لوگ دوسروں کو دین سکھانے کے لئے رہ کیوں نہ جائیں اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ﴾ [1] حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ جو جنگ کے لئے گئے ہیں جب اپنے لوگوں میں واپس آئیں تو جنگ کے نتیجہ میں انھوں نے کفار پر جو اپنا غلبہ دیکھا اور اسلام کی شان دار فتح دیکھی ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

[1] ٤٢/ الشوریٰ:١٦۔



ترجمہ: اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہئے۔ اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔ [۱۲۳]

قریبی کفار سے جہاد شروع کرنا چاہیے: [آیت:۱۲۳] اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ کافروں سے لڑو تو پہلے ان لوگوں سے لڑو جو مرکز اسلام سے قریب تر ہیں۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے مشرکین سے جنگ شروع کی تو جزیرۃ العرب سے ابتدا کی' مکے مدینے' طائف' یمن' یمامہ' حجر' خیبر' حضر موت' غرض یہ کہ جزیرۃ العرب کے اور دوسرے اقالیم کو پہلے فتح کر لیا اور مسلمان بنالیا اور عرب کے قبائل دین اسلام میں جوق در جوق شامل ہونے لگے تو اب اہل کتاب سے جنگیں شروع ہونے لگیں اور روم سے جنگ کا ارادہ ہو گیا۔ یہ لوگ جزیرۂ عرب سے قریب رہنے والے ہیں اور اس بات کی ضرورت ہے کہ دعوت اسلام کی سب سے پہلے انہی سے ابتدا ہو' اور اس لئے بھی کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ لیکن تبوک تک پہنچ کر آگے نہ بڑھے واپس ہو گئے' کیونکہ لوگوں میں تنگ حالی' قحط' ناسازگاری حالات تھی۔ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے۔ ۱۰ھ میں نبی ﷺ حجۃ الوداع کی مصروفیت رکھتے تھے اور حجۃ الوداع سے اکیاسی دن بعد نبی ﷺ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے قائم بالامر آپ کے وزیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے۔ اس انقلاب ناگزیر کے وقت دین میں ایک تزلزل سا آ گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دین کو پھر استقامت عطا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دین کو مضبوط کر دیا' اس کے دعاوی ثابت ہو گئے اور مرتد لوگوں کو پھر دین کی طرف واپس لے آئے۔ جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان کو زکوٰۃ ادا کرنا پڑا۔ جو مسائل دین سے ناواقف ہو گئے تھے ان کو واقف کر دیا گیا اور رسول ﷺ سے متعلق جو فرائض تھے ان کی تکمیل کی۔ پھر اسلامی لشکر کو روم کی طرف بھیجا جو صلیب پرست تھے اور اہل فارس کی طرف بھی جو آتش پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی برکت سے ان ممالک پر فتح بخشی اور کسریٰ' قیصر اور ان کے مذہبوں کو ذلت نصیب ہوئی۔ اور ان دونوں ملکوں نے جو خزانے جمع کر رکھے تھے ان کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پہلے خبر دے دی تھی۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کی تکمیل آپ ﷺ کے وصی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔ پھر صدیق رضی اللہ عنہ کے جانشین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تکمیل کی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کفار ملحدین کو بڑی ذلت پہنچی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافقین اور سرکشوں کا قلع قمع کیا اور ان کی ساری سلطنتوں پر شرقاً غرباً غالب آ گئے اور قریب و بعید تمام ملکوں کے خزائن و اموال مرکز اسلام میں کھنچ آئے اور یہ ساری دولت حسب احکام شرع مستحق لوگوں میں اور واجبی امور میں صرف کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہے تو نیک نام رہے' اور مر گئے تو شہید مرے۔ اب مہاجرین و انصار نے بالاتفاق امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام کو بڑی زینت و نیک نامی حاصل رہی اور تمام دنیا میں انسانوں پر حجت اسلام غالب آ گئی۔ انھیں کے زمانہ میں مشرق و مغرب سب جگہ اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ کلمۃ اللہ کا رعب ہر جگہ کے انسانوں پر چھا گیا اور ملت حنیفیہ نے اعداء اللہ پر غلبہ کامل حاصل کر لیا۔ کبھی کسی قوم پر مسلط ہوئے اور کبھی کسی اور پر یا ایسی قوم پر جو ان کافروں اور سرکشوں سے جوڑ توڑ رکھتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت تھا کہ ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ﴾ اور ﴿وَلْيَجِدُوا=

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾

ترجمہ: اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی۔ سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔[۱۲۴] اور جن کے دلوں میں آزار ہے اس سورت نے ان میں ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھا دی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے۔[۱۲۵]

=﴿فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ یعنی کافروں سے قتال میں نہایت سختی کا برتاؤ کرو اس لئے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو اپنوں پر شفیق ہو اور کافروں پر سخت گیر ہو۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ﴿فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ﴾ ❶ اور قولہ تعالیٰ ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ ❷ اور قولہ تعالیٰ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ ❸ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں خندہ جبیں بھی ہوں اور قتال کرنے والا بھی ہوں“ یعنی دوستوں کے لئے خوش مزاج اور دشمنوں کے ساتھ جنگجو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کافروں سے قتال کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور یقین رکھو کہ اگر تم اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت کی تو اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ یہ چیز قرون ثلثہ میں جو اس امت کا بہترین زمانہ گزرا ہے غایت استقامت میں تھی اور یہ زمانہ قیام اطاعت الٰہی کا زمانہ تھا۔ مسلمان ہمیشہ کافروں پر غالب رہے ہمیشہ فتوحات ہوتی رہیں' دشمن ہمیشہ خسارہ اور ذلت میں رہے۔ اور جب بادشاہوں کے درمیان فتنے اور اختلافات بڑھ گئے تو دشمنوں نے اطراف و بلاد پر نظریں ڈالنا شروع کر دیں' اسلامی ممالک کی طرف بڑھنے لگے اور ملوک اعدا ایک دوسرے کے ساتھ گٹھ جوڑ کرنے لگے۔ پھر ایک دوسرے کی مدد سے اسلامی ممالک کے حدود پر چڑھ دوڑے اور مسلمانوں کے بہت سے ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن جس کسی اسلامی بادشاہ نے احکام الٰہی کی اطاعت کی' خدا پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور فتوحات عنایت فرمائیں اور کھوئے ہوئے ممالک دوبارہ حاصل کئے جا سکے۔ اللہ سے امید ہے کہ پھر وہ مسلمانوں کو غلبہ دے گا اور ساری دنیا میں توحید کا کلمہ بلند ہوگا۔ اللہ تو فیاض اور کریم ہے۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کا بیان: [آیت:۱۲۴۔۱۲۵] یہ آیتیں اتری تو منافقین چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ اس سورت نے بھلا ان مسلمانوں کے اندر کونسا مزید ایمان اور مزید خوبی پیدا کر دی۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہاں یہ مزید ایمان مسلمانوں کے اندر یقیناً پیدا ہوا ہے اور وہ اس سے خوش بھی ہیں۔ یہ آیت ان بزرگ ترین دلائل میں سے ہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ اکثر علمائے خلف و سلف کا مذہب ہے۔ بلکہ اکثر کا یہ قول ہے کہ اس اعتقاد پر اجماع امت ہے اور اول شرح بخاری میں اس مسئلہ پر مبسوط اور طویل بحث ہو چکی ہے۔ لیکن جن کے دلوں میں مرض ہے ان میں تو اس آیت سے اور شک ہی کے اندر اضافہ ہوتا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ﴾ ❹ یعنی قرآن تو مومنوں کے دلوں کو شفا بخشا

❶ ٥/ المآئدة:٥٤۔ ❷ ٤٨/ الفتح:٢٩۔
❸ ٩/ التوبة:٧٣۔ ❹ ١٧/ الاسرآء:٨٢۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾

ترجمہ: اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں۔[۱۲۶] اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر چل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں۔[۱۲۷]

ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝﴾ ❶ یعنی ایمان داروں کے لئے قرآن ہدایت اور شفا ہے۔ کافروں کے کان تو قرآن کی طرف سے بہرے ہیں' ان کی آنکھیں اندھی ہیں گویا کہ وہ بہت ہی دور سے پکارے جا رہے ہیں کہ سن ہی نہیں سکتے۔ یہ کتنی بڑی بدبختی کی بات ہے کہ جو چیز دلوں کی ہدایت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ ان کی ضلالت و ہلاکت کا سبب بن جائے' جیسے کہ بیمار کو اچھی غذا بھی دیجائے تو نقصان ہی پہنچتا ہے۔

منافقین دنیاوی آفات کے باوجود ایمان نہیں لاتے: [آیت:۱۲۶۔۱۲۷] یہ منافقین کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ وہ سال بھر میں ایک بار یا دو بار فتنوں میں مبتلا کئے جا رہے ہیں پھر بھی اپنے سابقہ گناہوں سے باز نہیں آتے اور اس سلسلہ میں آیندہ جوان پر گزرنے والا ہے اس سے اندیشہ نہیں کرتے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ منافقین بھوک اور قحط کے فتنوں میں مبتلا کئے جاتے تھے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنگ کی آفت ان کے سر پر پڑتی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم ہر سال کوئی نہ کوئی جھوٹی افواہیں سنتے ہی رہتے جس سے اکثر لوگ بھٹک جاتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سختی کا زمانہ بڑھتا جا رہا ہے تنگدلی اور کوتاہ حوصلگی زیادہ ہو رہی ہے ❷ ہر سال گزشتہ سال سے بدتر آتا جا رہا ہے۔ ❸ مندرجہ بالا آیت منافقین کے بارے میں ہے کہ جب کوئی سورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کوئی تمہیں دیکھتا تو نہیں تھا۔ پھر وہ حق سے روگرداں ہو جاتے ہیں دنیا میں ان منافقین کا یہ حال ہے کہ نہ حق بات کے سامنے آتے ہیں نہ اس کو سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝﴾ ❹ وقولہ تعالیٰ ﴿فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ۝﴾ ❺ یعنی ان لوگوں کو کیا ہوا کہ حق بات سے اعراض کرتے ہیں گویا کہ وہ وحشی جانور ہیں کہ شیروں سے بھاگتے ہیں' سیدھے اور بائیں کھسک جاتے ہیں' حق سے باطل کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے قلوب کو پھیر دیا ہے کہ نہ اللہ کے خطاب کو سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

❶ ٤١/ فصلت: ٤٤۔ ❷ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب شدة الزمان ٤٠٣٩، وسنده ضعيف سند میں کئی علتیں ہیں مثلاً حسن بصری مدلس کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ❸ بخاري، ٧٠٦٨، ترمذي، کتاب الفتن، باب منه لا يأتي زمان الا الذي بعده شر منه ٢٢٠٦؛ ابن ماجه ٤٠٣٩؛ واللفظ له۔ ❹ ٧٤/ المدثر: ٤٩۔ ❺ ٧٠/ المعارج: ٣٦۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾

ع ١٦ ٥

ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔[۱۲۸] پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں' میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔[۱۲۹]

رسول اللہ ﷺ کی صفات حسنہ کا ذکر جمیل: [آیت:۱۲۸-۱۲۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنین پر اپنا احسان ظاہر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے تمہارے ہی جنس سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ ﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ ❶ اور ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ❷ اور ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی سے' اور مغیرہ رضی اللہ عنہ نے سفیر کسریٰ سے کہا تھا کہ اللہ نے ہم میں ہماری ہی قوم کا ایک رسول بھیجا ہے جس کے نسب سے ہم واقف ہیں' جس کی صفات جانتے ہیں' جس کے اٹھنے' بیٹھنے' آنے جانے' صدق و امانت سب ہی باتوں سے آشنا ہیں' ❸ زمانہ جاہلیت سے بھی جس کے خاندان پر کوئی دھبہ نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میرا سارا نسب بربناء نکاح رہا کہیں کسی سفاح زمانہ جاہلیت کی برائی کا شائبہ نہیں۔ ❹ آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک میرے آباء و اجداد میں کوئی بغیر نکاح نہیں پیدا ہوا۔" ❺ قولہ تعالیٰ ﴿عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ یعنی امت پر کوئی تکلیف اس کے لئے بہت ہی شاق ہے۔ حدیث میں ہے ((بعثت بالحنيفية السمحة)) یعنی آسان دین لے کر آیا ہوا ہوں۔ ❻ حدیث صحیح میں ہے کہ "یہ شریعت نہایت آسان اور سہل ہے' اللہ تعالیٰ نے بہت آسان کر کے بھیجا ہے۔" ❼ انھیں بڑی تمنا رہتی ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ اور دنیوی اور اخروی نفع اندوزی کر سکو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس قدر معلومات عامہ دی ہیں کہ فرض کرو کوئی پرندہ بھی جو آسمان پر اڑتا ہے اس کے بارے میں بھی معلومات بخشیں۔ ❽ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جنت سے قریب کرنے والی اور دوزخ سے دور کرنے والی' کوئی ذرا سی بات بھی ایسی باقی نہ رہی جو میں نے تم کو نہ بتا دی ہو۔" نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ "اللہ پاک نے ہر حرام اور ناجائز چیز کے متعلق مکمل طور پر تمہیں سمجھا دیا ہے' اگر تم اس کے بیان کردہ محرمات سے دور نہ رہو گے تو میں تم کو بتلا دیتا ہوں کہ دوزخ کے شعلوں میں ایسے گرو گے جیسے پروانہ شمع پر گرتا ہے۔" ❾

---

❶ ۲/ البقرة:۱۲۹۔ ❷ ۳/ آل عمران:۱٦٤۔ ❸ احمد:۱/ ۲۰۱، ۲۰۳، وسنده ضعيف، الزهري مدلس وعنعن۔ ❹ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❺ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ۸/ ۲۱٤؛ الدر المنثور، ۳/ ۵۲۵۔

❻ احمد، ٦/ ۱۱٦ وسنده حسن، مسند حميدی ۲۵٤ مختصرًا۔

❼ صحيح بخاری، كتاب الايمان، باب الدين يسر ۳۹۔ ❽ احمد، ۵/ ۱۵۳ وسنده ضعيف، مسند الطيالسی ٤۷۹؛ ابن حبان، ٦۵، وسنده ضعيف، ابن عيينة عنعن، طبرانی، ۱٦٤۷ والزيادة عنده۔

❾ احمد، ۱/ ۳۹۰ وهو حسن، مسند ابی يعلی ۵۲۸۸؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۲۱۰، اس کی سند میں المسعودی مختلط راوی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے ایک پائینتی بیٹھ گیا اور ایک سرہانے۔ پائینتی والے فرشتے نے سرہانے والے سے کہا کہ ان کی اور ان کی امت کی کوئی مطابق حال مثال بیان کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال امت کے ساتھ ایسی ہے جیسے لوگ سفر کرتے ہوئے ایک لق و دق جنگل میں پہنچ گئے ہوں' زاد راہ توشہ وغیرہ کچھ باقی نہ رہا ہو' نہ آگے سفر جاری رکھ سکتے ہیں نہ ہی واپس ہونے کی کوئی صورت ہے۔ ایسے میں ایک مرد خوش پوش ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا میں تمہیں یہاں سے نکال کر ایسے باغوں میں لے چلوں جو سر سبز و شاداب ہوں' نہریں اور حوض ہوں' کیا میرے ساتھ چلو گے؟ وہ بڑی خوشی سے راضی ہو جاتے ہیں۔ وہ انھیں لے چلتا ہے وہ انھیں سر سبز و شاداب باغ میں لے آتا ہے وہ خوب میوے کھاتے ہیں' پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور خوب پھلتے پھولتے ہیں پھر ان سے کہتا ہے کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا نہیں کیا اور کیا تمہیں ایسے سر سبز و شاداب جگہ پر نہیں پہنچایا؟ اب سنو آگے اور باغات ایسے ہیں جو اس سے بھی زیادہ پر بہار ہیں اس سے بھی کہیں زیادہ شاداب حوض ہیں۔ آؤ تمہیں اب وہاں لے چلوں۔ تو بعض نے کہا تم نے پہلے بھی سچ کہا تھا اور اب بھی سچ کہہ رہے ہو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں اور بعض نے کہا ہم تو یہیں اچھے ہیں' ہمیں یہی بس ہے آگے کے تمعات کی ضرورت نہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے پیچھے ہی دیوانے ہو گئے ہیں عاقبت کی خبر نہیں لیتے حالانکہ یہاں سے کہیں زیادہ وہاں خوش عیشیاں ہیں۔ ❶

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے مالی مدد مانگی۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ خون بہا ادا کرنے کے لئے مدد چاہی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ دیا اور فرمایا ''لو میں نے تمہارا کام نکال دیا اور تمہارے ساتھ سلوک کیا۔'' اس نے کہا نہیں کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ سن کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم غضبناک ہو گئے اور اس پر دست درازی کا ارادہ کیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انھیں منع کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اپنے ٹھکانے پر گئے اور اعرابی کو بلا بھیجا' اور کہا ''تم نے مانگا اور میں نے دیا اور خیر تم نے جو کہا سو کہا۔ اچھا یہ اور بھی لو۔'' اور پھر پوچھا اب بھی میرا سلوک تمہارے ساتھ اچھا رہا یا نہیں۔ اعرابی نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزائے خیر دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے اصحاب تمہاری طرف سے برگشتہ بنے ہوئے ہیں اب تم ان کے سامنے جاؤ تو اس وقت تم نے جو مجھ سے کہا تھا' ان کے سامنے بھی تصدیق کر دو تا کہ ان کے دل کی گرفت نکل جائے۔'' کہا اچھا۔ پس جب اعرابی آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس نے آ کر سوال کیا تھا' میں نے دیا لیکن اس نے جو کہا تھا تم جانتے ہو' میں نے اسے بلا کر اور دیا ہے اب وہ راضی ہے' کیوں اے بدوی! یہ بات ٹھیک ہے۔'' بدوی نے کہا ہاں اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزا دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''میری اور بدوی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی اونٹنی ہو وہ بھڑک گئی' لوگ اس کے پیچھے دوڑے اونٹنی اور بھی متوحش ہو گئی۔ تو اونٹنی والے نے کہا تم اس کو مطیع کرنے کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو' میں اس کے انداز سے خوب واقف ہوں میں اس کو نرم کر لوں گا۔ پھر اس نے گھاس لی اور اسے بلایا وہ آ گئی۔ اس کو گھاس کھلا کر پکڑ لیا اور اس پر پالان ڈال دیا۔ اگر اس کے بدتمیزی کی بات کرنے پر میں بھی تمہاری طرح ناراض ہو جاتا تو وہ دوزخی بن جاتا۔'' ❷ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قولہ تعالیٰ ﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝﴾ چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی یہی حکم ہوتا ہے کہ جو شریعت عظیمہ کہ تم لائے ہو

❶ احمد، ١/ ٢٦٧، وسنده ضعيف اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔ (التقريب، ١/ ٣٠٦، رقم: ٢٦٤)

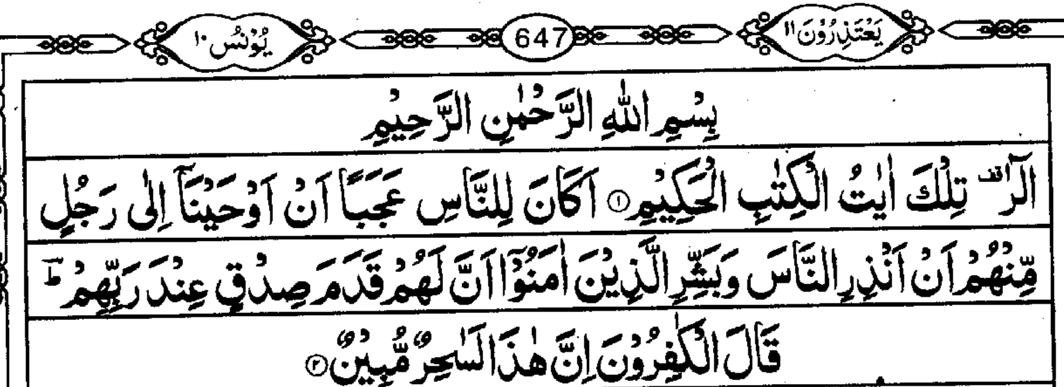
❷ البزار، ٢٤٧٦ وسنده ضعيف جداً، مجمع الزوائد، ٩/ ١٢، اس کی سند میں ابراہیم بن حکم بن ابان متروک راوی ہے۔ (الميزان، ١/ ٢٧، رقم: ٧٢)

اگر یہ لوگ اس سے پیٹھ پھیریں تو کہہ دو کہ مجھے اللہ کافی ہے میں تم پر نہیں اس پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ اللہ ہر شے کا مالک اور خالق ہے وہ رب عرش عظیم ہے۔ اس کا عرش عظیم سقف مخلوقات ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کے عرش تلے ہے ساری مخلوق اس کے قبضہ قدرت میں ہے اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قرآن کی آخری آیت ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ والی آیت ہے ❶ اور یہ کہ قرآن کی تمام آیتیں اور سورتیں خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں قرآن مرتبہ کی صورت میں جمع کی گئیں۔ لوگ لکھتے جاتے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لکھواتے جاتے تھے۔ جب سورہ براءت کی اس آیت پر پہنچے ﴿ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ❷ تو یہ گمان کیا گیا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مجھے یہ دو آیتیں بھی سنائی تھیں ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ﴾ آخر سورت تک اور کہا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے اور اسی پر ختم ہے جس سے ابتدا ہوئی تھی۔ یعنی اس اللہ کے نام پر جس کے سوا اور کوئی اللہ نہیں۔ اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝﴾ ❸، ❹ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے یہ دو آیتیں پیش کی تھیں جو آخر سورۂ براءت کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وحی کی شہادت اور کون دیں گے؟ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو مجھے علم نہیں کہ اور کون اس کو جانتا ہے لیکن اللہ کی قسم! میں نے خود اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اس کو خوب یاد رکھا ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر فرمایا کہ ''اگر یہ کم از کم تین آیتیں ہوتیں تو میں اس کو ایک علیحدہ سورت قرار دے دیتا۔ تم اسے قرآن میں کہیں رکھ دو۔'' چنانچہ اس کو سورۂ براءت کے آخر میں رکھ دیا گیا۔ ❺ یہ بات آگے گزر چکی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ قرآن کی ساری آیتوں کو تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر لینا نہایت ہی قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا حکم دیا۔ وہ قرآن کو جمع اور ترتیب کرتے جاتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود ہوتے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ براءت کا آخری حصہ میں نے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ یا ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا ❻ اور یہ بھی ہم نے بیان کر دیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا جیسا کہ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تھا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ 'ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو صبح شام سات بار پڑھ لیا کرے (حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ) تو اللہ تعالیٰ اسکے سارے کام بنا دے گا اور جو ارادہ کر رہا ہو اس کو پورا کرے گا۔ ❼ ایک روایت میں ہے کہ صدق دل سے پڑھا ہو یا نہیں۔ لیکن اس جملہ کی زیادتی غریب ہے۔ ایک مرفوع روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے لیکن یہ بھی ناقابل تسلیم ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

سورت براءت کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

---

❶ احمد، ٥/ ١١٧: زوائد عبداللہ وسندہ ضعیف مجمع الزوائد، ٧/ ٣٧، اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ١/ ٣٠٦ رقم: ٢٦٤) ❷ ٩/ التوبة:١٢٧۔ ❸ احمد، ٥/ ١٣٤ زوائد عبداللہ بن احمد بن حنبل وسندہ ضعیف۔ ❹ ٢١/ الانبیآء:٢٥۔ ❺ احمد، ١/ ١٩٩ وسندہ ضعیف اس کی سند میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے۔ (التقریب، ٢/ ١٤٤) ❻ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة براءة باب قوله ﴿لقد جاء كم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم...﴾ ٤٦٧٩۔ ❼ ابو داود، کتاب الأدب، باب ما يقول اذا أصبح ٥٠٨١ وسندہ حسن۔



ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الرٰ یہ پر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں۔ [۱] کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔ [۲]

تفسیر سورۂ یونس

تمام انبیا علیہم السلام بشر تھے: [آیت:۱۔۲] حروف مقطعات جو سورتوں کے آغاز میں ہوا کرتے ہیں ان پر کلام پہلے گزر چکا ہے اور سورۂ بقرہ کے اوائل میں اس پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (الرٰ) سے انا اللہ اریٰ مراد ہے یعنی میں اللہ ہوں' اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ یہ قرآن محکم و مبین کی آیتیں ہیں۔ مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد توراۃ و زبور ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ کتاب سے مراد وہ تمام الہامی کتابیں ہیں جو قرآن سے قبل تھیں۔ لیکن یہ خیال لایعنی سا ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا﴾ کفار جو تعجب کرتے ہیں اس پر اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اس میں تعجب کی کونسی بات ہے کہ پیغمبر جنس بشر سے ہوں' جیسا کہ اللہ پاک نے قرون ماضیہ کے کفار کا قول نقل فرمایا ہے کہ ﴿اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا﴾ ❶ یعنی کیا کوئی بشر ہمیں ہدایت کرے گا؟ یہاں کافروں کی مراد ہود و صالح علیہما السلام سے تھی۔ ہود و صالح علیہما السلام کہتے ہیں' اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ اگر تمہیں میں سے کسی پر وحی بھیجی گئی اور اسے پیغامبر بنایا گیا۔ چنانچہ کفار قریش سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ محمد نے تو سارے خداؤں کا ایک اللہ بنا دیا۔ اور یہ بڑی ہی عجیب بات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عربوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ اللہ کی شان تو اس سے بڑی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شخص کو رسول بنا کر بھیجے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ﴿اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ﴾ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قدم صدق سے مراد یہ ہے کہ پہلے ہی بیان پر تصدیق کرنا اور سعادت حاصل کر لینا ہے اور اپنے اعمال کا اجر حسن پانا ہے یہ بالکل اللہ کے اس قول کے مشابہ ہے کہ ﴿لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا﴾ ❷ یعنی تاکہ انھیں جنگ اور عذاب سخت سے ڈرائے ﴿قَدَمَ صِدْقٍ﴾ کے بارے میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اعمال صالحہ مراد ہیں۔ جیسے صلوۃ' صوم' صدقہ' تسبیح اور شفاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سلف صدق مراد لیتے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی ہم خیالی کرتے ہوئے اعمال صالحہ مراد لی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ (لَهٗ قَدَمُ صِدْقٍ فِی الْاِسْلَامِ)

❶ ٦٤/ التغابن:٦۔ ❷ ١٨/ الکهف:٢، ٣۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③

ترجمہ: بلاشبہ تمہارا اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی سفارش کرنے والا نہیں بدون اس کی اجازت کے ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو' کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔[۳]

حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

لنا القدم العليا اليك و خلفنا لا ولنا فى طاعة الله تابع

''ہمارے اعمال اور ہمارے طور طریق تمہارے ساتھ سچے ہیں اور طاعتِ ربانی کے بارے میں ہمارے اخلاف اپنے اسلاف کے تابع ہیں۔''

اللہ فرماتا ہے کہ اس کے باوجود کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا پھر بھی یہ کافر کہتے ہیں کہ تو کھلا جادوگر ہے۔ یہ کافر بالکل جھوٹے ہیں۔

عرش عظیم اور اللہ کا علم اور توحید الوھیت: [آیت:۳] ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا' جس کا بیان آگے آئے گا۔ پھر وہ عرش عظیم پر متمکن ہو گیا' اور عرش سب مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے۔ وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے۔ یا یہ کہ وہ بھی اللہ کا ایک نور ہے۔ اللہ سارے خلائق کا مدبر سرپرست اور کفیل ہے۔ اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرہ بھی بچا یا چھوٹا نہیں۔ ایک توجہ اس کو دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی اس کے لئے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی۔ پہاڑوں' سمندروں' آبادیوں اور جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے اس کو نہیں روک سکتی۔ کوئی جاندار بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے' زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر و خشک ایسا ہے جو اس کی لوح محفوظ یعنی کتاب علم میں نہ ہو۔ جس وقت یہ آیت اتری ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ تو کہا ہم جن ہیں اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ یعنی کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ یہ قول اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [1] اور ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ﴾ یعنی ان لوگوں نے عبادت کے لئے اللہ ہی کی ذات کو خاص کر لیا ہے۔ اور اے مشرکو! تم عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو بھی شریک کر لیتے ہو حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پیدا کرنے والا اللہ ایک ہی ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا! تو اعتراف کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور اگر پوچھو کہ یہ عرش عظیم اور ساتوں آسمانوں کا اللہ کون ہے؟ تو فوراً=

[1] ۲/ البقرة:۲۵۵۔

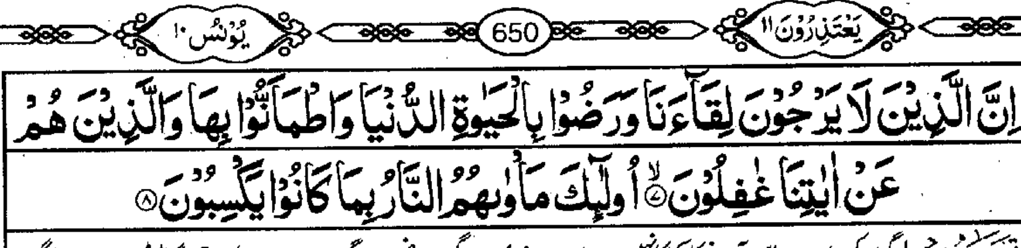
إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿٦﴾

ترجمہ: تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بیشک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ جزا دے' اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا' اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔[۴] وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل اُن لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں۔[۵] بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو (اللہ تعالیٰ) کا ڈر مانتے ہیں۔[۶]

= بول اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ تو ان سے پوچھو کہ پھر اس اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو اور شرک کیوں کرتے ہو؟۔

کفر کی سزا اور دردناک عذاب: [آیت:۴۔۶] اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ قیامت کے روز مخلوق کا رجوع اسی کی طرف ہوگا ہر متنفس جس کو اسی نے پیدا کیا ہے ضرور وہ پھر اس کی طرف لوٹایا بھی جائے گا۔ کیونکہ جیسے پہلے پیدا کیا تھا دوبارہ بھی اسی کو پیدا کر سکتا ہے اور نیک اعمال کی جزا عدل کے ساتھ دے گا کم نہ کرے گا۔ اور کافروں کو ان کے کفر کے سبب قیامت میں مختلف عذاب دیئے جائیں گے جیسے بادِ سموم اور آبِ حمیم کے اور اسی نوعیت کے اور بھی۔ یہ جہنم جسے کافر جھٹلا رہے ہیں اسی میں رات دن ان کا بسیرا ہوگا اور گرم پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پانی پینے کو ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا بیان: اللہ پاک اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت پر اور عظمت سلطنت پر دلالت کرنے والی کیسی کیسی نشانیاں پیدا کیں۔ جرم شمس سے نکلنے والی شعاعوں کو اس نے تمہارے لئے ضیا بنایا اور قمر کی روشنی کو تمہارے لئے نور بنایا۔ روشنی شمس الگ قسم کی ہے اور روشنی قمر الگ نوعیت کی ہے' روشنی ایک ہی ہے پھر بھی دونوں میں بڑا فرق ہے ایک روشنی دوسری سے میل نہیں کھاتی۔ دن میں سورج کی بادشاہت ہے تو رات میں چاند کی۔ اجرام سماوی دونوں' لیکن سورج کے منازل نہیں مقرر کئے اور چاند کے منازل مقرر کئے۔ پہلی تاریخ چاند نکلتا ہے تو بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے پھر اس کی روشنی بھی بڑھتی جاتی اور جرم بھی بڑھتا ہے حتی کہ کامل ہو جاتا ہے۔ گول دائرہ بن جاتا ہے' اس کے بعد پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور پورے ایک مہینے بعد پھر اپنی حالت اول پر آ جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ پاک نے ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ =



ترجمہ: جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں' [۷] ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔[۸]

=الْقَدِيْمِ O﴾ ❶ قمر کے لئے ہم نے گھٹاؤ اور بڑھاؤ کے منازل قرار دیئے ہیں کہ وہ گھٹ گھٹ کر پرانی سوکھی ٹہنی کے مانند ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج چاند کو جا پکڑتا ہے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے ضابطہ اور قانون کی رو سے اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا﴾ ❷ شمس اور قمر کا اپنا اپنا حساب ہے۔ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شمس کے ذریعہ دن پہچانے جاتے ہیں اور قمر کی گردش سے مہینوں اور سالوں کا حساب لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو عبث نہیں پیدا کیا ہے بلکہ خلق عالم میں ایک حکمت عظیمہ پنہاں ہے اور اس کی قدرت پر حجۃ بالغہ ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾ ❸ یعنی ہم نے آسمان و زمین و مافیہا کو باطل طور پر نہیں پیدا کیا۔ یہ کافروں کا گمان ہے۔ کافروں پر دوزخ کی ہلاکت ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ O﴾ ❹ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کر دیا' عبث پیدا ہو کر تم عبث مر گئے اور پھر ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و بالا ہے وہ اللہ واحد رب عرش کریم ہے۔

آیات کا مطلب ہے کہ ہم حجت و دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ سمجھنے والے سمجھ جائیں۔ اختلاف لیل و نہار کا مطلب یہ ہے کہ دن جاتا ہے تو رات آتی ہے اور رات جاتی ہے تو دن آتا ہے۔ ایک دوسرے پر غالب آ کر قرار پزیر نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ ❺ رات دن پر چھا جاتی ہے اور دن رات پر چھا جاتا ہے مگر کیا مجال کہ سورج چاند سے جا ٹکر کھائے۔ قولہ تعالیٰ ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا﴾ ❻ صبح کو پھٹتی ہے اور رات سکون سے گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اس بات کی نشانیاں ہیں کہ اس کی قدرت کتنی عظیم ہے جیسا کہ قول الٰہی ہے ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ❼ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی کتنی ہی نشانیاں بھری پڑی ہیں ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ O﴾ ❽ غور کرو کہ آسمان و زمین میں کیا کچھ نشانیاں نہیں ہیں اور کافروں کو متنبہ کرنے والے کیا کیا دلائل نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ آسمان و زمین میں ادھر ادھر اپنے آگے اور پیچھے نظر نہیں ڈالتے یہ نشانیاں عقل والوں کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عقاب و عذاب سے بچنے والوں کے لئے ہیں۔

آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والوں کا انجام: [آیت:۷۔۸] جو اشقیا کہ قیامت کے دن' اللہ تعالیٰ سے ملنے کا انکار کرتے ہیں اور ملاقات الٰہی کا ذرا بھی یقین نہیں صرف حیات دنیاوی کے طالب ہیں اور اسی دنیا سے ان کے نفوس خوش ہیں' اس آیت میں یہ انہیں سے متعلق خبر دی گئی ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ان کافروں نے حیات دنیوی کو نہ تو زینت دی نہ اس کو مرتفع کیا اور =

❶ ٣٦/ يٰس:٣٩، ٤٠۔ ❷ ٦/ الانعام:٩٦۔ ❸ ٣٨/ ص:٢٧۔ ❹ ٢٣/ المؤمنون:١١٥۔
❺ ٧/ الاعراف:٥٤۔ ❻ ٦/ الانعام:٩٦۔ ❼ ١٢/ يوسف:١٠٥۔ ❽ ١٠/ يونس:١٠١۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٩﴾ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد تک پہنچا دے گا ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں۔[۹] ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا' السلام علیکم' اور ان کی اخیر بات یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔[۱۰]

== پھر اس حیات سے راضی بھی ہو گئے وہ اللہ کی آیات کو نیہ سے بڑے ہی غافل ہیں۔ ذرا بھی اپنی زیست پر غور و تدبر نہیں کرتے' قیامت کے روز ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یہ ٹھیک بدلہ ہے ان کے اعمال دنیاوی کا کیونکہ اللہ اور رسول اللہ اور یوم آخرت سے انھوں نے جو انکار کیا اور جو معاصی اور جرائم کہ انہوں نے کئے ان کا اقتضا یہی تھا۔

جنت سلامتی کا گھر ہے: [آیت:۹-۱۰] یہاں ان سعادت مندوں کی خبر دی جا رہی ہے جو ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی' فرماں برداریاں کیں نیک عمل کئے اور یہ وعدہ کیا گیا کہ ان کے نیک اعمال کی بنا پر انھیں ہدایت بخشی جائے۔ یہاں ﴿بِإِيمَانِهِمْ﴾ کا (ب) سببیہ ہو سکتا ہے یعنی دنیا میں ان کے ایمان لانے کے سبب قیامت کے روز صراط مستقیم پر اللہ تعالیٰ انھیں سیدھا قائم رکھے گا حتی کہ وہ اس کو طے کر لیں گے اور جنت تک جا پہنچیں گے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ (ب) استعانت کا ہو جیسے کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ ایک نور ہوگا جس کی مدد سے وہ راستہ چلیں گے۔ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کے اعمال ایک اچھے مجسمہ اور ہوائے خوشبودار کی شکل میں ہوں گے اور جب قبر سے اٹھیں گے تو یہ مجسمات حسنہ ان کے آگے آگے چلیں گے اور انھیں ہر طرح کے خیر کی خوش خبری دیتے رہیں گے اور جب وہ نیکو کار پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم تمہارے اعمال صالح ہیں اب وہ اس کے سامنے نور بن کر چلتے رہیں گے اور جنت تک اسے لا چھوڑیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ﴿يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ﴾ اور کافر کے اعمال نہایت بدصورت مورتی کی شکل میں ہوں گے اور نہایت بدبودار ہوا کا جسم اختیار کریں گے۔ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ چمٹے رہیں گے اور دوزخ میں لا گرائیں گے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے وَاللهُ اَعْلَمُ۔

اہل جنت کا یہ حال ہوگا کہ ان کا خطاب ﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ﴾ ہوگا۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس سے کوئی پرندہ اڑتا گزرے گا جس کی خواہش انہیں پیدا ہوگی تو مذکورہ بالا کلمہ زبان پر لائیں گے یہی ان کا بلاوا ہوگا تو ایک فرشتہ ان کے مرغوبات لے کر حاضر ہو جائے گا سلام کرے گا۔ وہ جواب سلام دیں گے۔ چنانچہ فرمایا ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ وہ جب کھا چکیں گے تو اللہ کا شکر اور حمد کیا کریں گے۔ اسی لئے کہا کہ ﴿آخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ مقاتل ابن حیان کہتے ہیں کہ جب اہل جنت کوئی کھانے کی چیز منگوانا چاہیں گے تو ﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ﴾ کہیں گے' تو اس کے پاس دس ہزار خادم سونے کے خوان لئے حاضر ہو جائیں گے کہ ہر خوان میں ایک تازہ تازہ کھانا ہوگا۔ ہر ایک میں سے کچھ نہ کچھ کھائے گا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کوئی چیز مانگے گا تو ﴿سُبْحَانَكَ﴾ کہے گا۔ اور یہ آیت ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ﴾ ❶ والی آیت کے مشابہ ہے۔ اور قولہ ﴿لَا ==

❶ ۳۳/ الاحزاب:٤٤۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ سو ہم ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے ان کے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔[١١] اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی' پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی اسکے ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا' ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال ان کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں۔[١٢]

= ﴿يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ٥ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ٥﴾ ❶ وغیرہ یہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رب پاک ہمیشہ ہمیشہ محمود ہے اور ہمیشہ کا معبود ہے' اسی لئے ابتدائے خلق میں بھی اس نے اپنی ذات کی حمد فرمائی اور اور استمرار حال میں بھی ابتدائے قرآن میں بھی اور ابتدائے تنزیل میں بھی جیسا کہ فرمایا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ﴾ ❷ جس کی شرح احوال بہت طویل و بسیط ہے۔ وہ اول و آخر محمود ہے خواہ دنیا ہو کہ دین ہو' اسی لئے حدیث میں ہے کہ اہل جنت کو تسبیح و تحمید سکھائی گئی ہے جیسا کہ نفس کی خواہشات بھی انھیں دی گئی ہیں۔ ❸ اور جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان پر بڑھتی جائیں گی یہ تحمید و تسبیح بھی مستزاد ہوتی جائے گی نہ اس کو اختتام ہوگا نہ انقضاء۔ اللہ کے سوا کوئی اور اللہ اور پالنہار نہیں ہے۔

اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے بددعا نہ کرنی چاہئے: [آیت: ١١-١٢] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے لطف و حلم کی خبر دے رہا ہے کہ انسان اگر اپنی تنگدلی اور غصہ کے سبب اپنی جان اور مال اور اولاد کو کوستا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بددعا قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ بددعا کچھ دلی ارادے سے نہیں کی گئی ہے۔ یہ خدا کی عین رحمت و کرم کا اقتضا تھا۔ لیکن وہ دعا قبول کر لیتا ہے اگر وہ اپنے نفسوں اور مال و اولاد کے لئے کریں اور اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انھیں مصیبت پہنچانے میں بھی ایسی ہی جلدی کرے جیسے کہ انسان اپنی خیر کے لئے جلدی کرتا ہے تو اس کے لئے تو نہ آتی موت آ جائے۔ لیکن انسان کے لئے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ بار بار ایسا کہنے لگے اور بددعائیں دینے کی عادت ہی ڈال لے۔ جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے کو کوس نہ لیا کرو اور نہ اپنی اولاد اور اموال کو بددعائیں دو۔ کیونکہ کوئی کوئی گھڑی قبولیت دعا کی ہوتی ہے اگر اس وقت بددعا زبان سے نکل گئی تو کارگر ہی ہو کر رہے گی۔ ❹ مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ بددعا انسان کا قول ہے جو بوقت غضب اپنے یا اپنے اموال و اولاد کے لئے کرتا ہے ایسی صورت میں =

---

❶ ٥٦/ الواقعة: ٢٥، ٢٦۔ ❷ ١٨/ الكهف: ١۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب فى صفات الجنة وأهلها...... ٢٨٣٥۔

❹ ابو داود، كتاب الوتر، باب النهى ان يدعو الإنسان على اهله وماله، ١٥٣٢؛ صحيح مسلم، ٣٠٠٩ میں اس معنی کی روایت موجود ہے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے جب کہ انھوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے' ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔[۱۳] پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تا کہ ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔[۱۴]

= چاہئے کہ آدمی فوراً یہ کہہ لے (اللهم لا تبارك فيه) یعنی اے اللہ! اس بات میں برکت نہ دے۔ ورنہ اس کی بات قبول ہو جائے گی تو اسکا تو ناس ہی ہو جائے گا۔

اکثر لوگ احسان فراموش ہیں: اس آیت کے ذریعہ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ جب انسان کو کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝﴾ ❶ یعنی مصیبت پڑتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ سابقہ آیت اور یہ آیت دونوں ہم معنی ہیں کیونکہ جب اس کو سختی پہنچتی ہے تو بے تاب اور بے صبر ہو جاتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے مصیبتوں کے بادل ہٹ جانے کی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اس کو پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دیتا ہے تو وہ اب اعراض کر جاتا ہے' پہلو تہی کرتا ہے جیسے کبھی اس پر مصیبت آئی ہی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اس شیوہ کی مذمت فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ بات تو گنہگاروں اور بدکاروں ہی کو زیب دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنھیں ہدایت و توفیق عطا فرمائی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مؤمن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے جو کچھ منجانب اللہ اس پر سرزد ہوتا ہے اس کیلئے خیر ہی بن جاتا ہے۔ مضرت پہنچی اور اس نے صبر کیا تو اجر ملا راحت و مسرت پہنچی اور شکر کیا تو اجر ملا۔ یہ نوازش تو صرف مؤمن ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ❷

دنیا دار ظالم لوگ ہیں: [آیت: ۱۳۔۱۴] اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ سابقہ رُسل جب ان کافروں کے پاس بیّن دلائل اور واضح براہین لے کر آئے تھے اور انھوں نے تکذیب کی تھی تو کیسے ہلاک کر دیئے گئے تھے پھر اللہ پاک نے ان کے بعد اس قوم کو پیدا کیا ہے' اور ان کے پاس اپنا ایک رسول بھیجا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ یہ بھی اپنے رسول وقت کی بات سنتے ہیں یا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''دنیا بڑی شیریں اور بڑی سرسبز ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تم کو سابقہ قوم کا جانشین بنایا ہے تا کہ دیکھے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ چاہئے کہ دنیا کی ناجائز خواہشات سے الگ تھلگ ہی رہو اور بڑی بات یہ ہے کہ عورتوں سے بہت محتاط رہو۔ کیونکہ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل پر آیا وہ عورتوں کا فتنہ تھا۔'' ❸

ایک دفعہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ گویا ایک رسی آسمان سے لٹکی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کھینچ لیا پھر وہ آسمان سے معلق ہو گئی تو اب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھینچ لیا۔ پھر لوگ منبر کے اطراف اس کو ناپنے لگے اور عمر رضی اللہ عنہ کے ناپ میں وہ منبر سے تین ہاتھ لمبی نکل آئی۔ وہاں عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا ''ارے تمہارا خواب چھوڑ دبھی' =

❶ ٤١/ فصلت:٥١۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب المومن أمره كله خير، ٢٩٩٩۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر اهل الجنة الفقراء...... ٢٧٤٢۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ ﷺ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔[۱۵] آپ ﷺ یوں کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں' پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔[۱۶]

= کہاں کا خواب اور ہمیں اس سے کیا واسطہ'' لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عوف رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے' عوف! تم اپنا خواب تو سناؤ' عوف رضی اللہ عنہ نے کہا' اب خواب کی کیا پڑی ہے تم نے تو مجھے اس کے سنانے پر جھڑک دیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے میں ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ تم نفس صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول کی خبر مرگ سناؤ۔ پھر عوف رضی اللہ عنہ نے خواب بیان کیا حتی کہ جب یہاں تک پہنچے کہ لوگ منبر تک تین تین ہاتھ اسے ناپنے لگے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تو ان تین میں سے خلیفہ تھا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرا وہ جو اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت و ناراضی کی پرواہ نہیں کرتا اور تیسرے ہاتھ پر اختتام کا مطلب یہ ہے کہ وہ شہید ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' قول تعالیٰ ہے ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ اب ہم تم کو خلیفہ بناتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ چنانچہ اے عمر! اب تو خلیفہ بنا ہے اور کرتے وقت سوچ کہ کیا کر رہا ہے لومة لائم سے نہ ڈرنے کا ذکر جو عمر رضی اللہ عنہ نے کیا وہ احکام الٰہی کے بارے میں تھا' اور لفظ شہید سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ میرے لئے شہادت مقدر ہے اور اس وقت ہے کہ سارے لوگ میرے فرمانبردار ہونگے۔ ❶

شریعت ساز اللہ تعالیٰ ہے کسی نبی کو ترمیم کا اختیار نہیں: [آیت:۱۵۔۱۶] مشرکین قریش میں سے جو سرکش کافر تھے اور جو ہر بات سے انکار اور اعراض کرتے تھے ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اللہ کی کتاب انھیں سناتے ہیں اور دلائل واضح پیش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن لاؤ جو دوسرے ڈھنگ سے لکھا ہوا ہو۔ اب اللہ پاک اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ بھلا مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں۔ میں تو صرف ایک بندہ مامور ہوں اور اللہ کا پیغام پہنچانے والا ایک قاصد ہوں یہ جو کچھ میں نے تم کو پیش کیا ہے یہ اللہ ہی کی مشیت اور ارادہ سے ہوا ہے۔ میں تو وہی کہتا ہوں جو مجھ پر وحی اترتی ہے اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے عذاب قیامت کا سخت خوف ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ یہ میری طرف سے بنائی ہوئی باتیں نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر میں بنا سکتا تو تم بھی بنا سکتے حالانکہ تم بھی اس کے بنانے سے عاجز ہو' =

❶ الطبری، ۱۵/ ۳۹۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلادے یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہوگی۔[١٧]

= تو پھر میں کیسے عاجز نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کا کلام نہیں ہو سکتا اور پھر یہ کہ تم میری صداقت اور امانت کو اس وقت سے جانتے ہو جب سے کہ میں تمہاری قوم میں پیدا ہوا ہوں اور اب بھی میری صداقت کو جانتے ہو جبکہ میں تمہاری طرف مبعوث ہو کر آیا ہوں تم میری صداقت ایمان داری پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکتے ہو۔ اس لئے اللہ پاک نے فرمایا کہ کہہ دو کہ میں نے تو ایک لمبی زندگی تمہارے ساتھ گزاری ہے' ارے کیا تم کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ حق اور باطل کو الگ الگ کر سکو۔ اسی لئے جب ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے نبی کے حالات دریافت کئے اور ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا کبھی اس کا جھوٹ تم پر ثابت ہو چکا ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا نہیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ تو اس زمانے میں کافروں کے سردار اور مشرکین کے قائد تھے لیکن باوجود اس کے حق بات کا انہیں اعتراف کرنا پڑا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ تو ہرقل نے ان سے کہا کہ جس شخص نے کبھی انسانوں سے معاملہ میں جھوٹ نہ کہا ہو وہ اللہ کے معاملہ میں کیسے جھوٹ کہے گا؟ ❶ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی ملک روم سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جس کی ذاتی سچائی اور نسب کی خوبی اور امانت سے ہم خوب واقف ہیں اور نبوت سے پہلے آپ کا قیام ہمارے ساتھ چالیس برس تک رہا ہے۔ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ٤٣ برس تک کہتے ہیں' اور صحیح تر قول اوّل ہے۔

آقا کا نورانی چہرہ بھی صداقت کی ایک دلیل ہے: [آیت:١٧] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور سرکش کون ہو سکتا ہے کہ جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے' اللہ کے بارے میں جھوٹی باتیں بناتا ہے اور جھوٹ موٹ یہ دعویٰ کر بیٹھتا ہے کہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی مجرم اور گنہگار نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تو کسی غبی اور بدھو آدمی سے بھی چھپی ڈھکی نہیں تو دانشمندوں اور انبیاء سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے خواہ وہ جھوٹا ہو یا سچا ہو' اللہ تعالیٰ اس کی نیکوکاری اور بدکاری پر دلائل قائم کر دیتا ہے جو اظہر من الشمس ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیلمہ کذاب دونوں کو جس نے دیکھا ہے وہ دونوں کا فرق بالکل اسی طرح پہچان سکتا ہے' جیسے کوئی دن چڑھے کی روشنی اور آدھی رات کی تاریکی میں فرق کر لیتا ہے۔ اب دونوں کی خصلتوں' افعال اور کلام کا موازنہ کرو تو صاف طور پر بصیرت ہو جائے گی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں کس قدر صداقت ہے۔ اور مسیلمہ کذاب اور سجاح اور اسود عنسی میں کس قدر کذب و بے ایمانی ہے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر بڑے خوش تھے۔ خوش ہونے والوں میں، میں بھی تھا۔ میں نے پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دل نے گواہی دی کہ حاشا وکلا یہ نورانی چہرہ تو کسی جھوٹے شخص کا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سب سے پہلے جو بات سنی وہ یہ کہ۔

''اے لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو' اس کی فلاح کی اللہ سے دعا مانگو' غریبوں اور بھوکوں کا پیٹ بھرو۔ رشتہ داروں کے

❶ صحيح بخاری، كتاب بدء الوحی، باب كيف كان بدء الوحی الى رسول الله، ٧؛ صحيح مسلم، ١٧٧٣۔

ساتھ صلہ رحمی کرو' راتوں میں نماز پڑھو جب کہ سب لوگ سوئے ہوئے ہوں' تم بلا کھٹکے جنت میں جا پہنچو گے۔'' ❶

ضمام بن ثعلبہ اپنی قوم بنی سعد بن بکر کی طرف سے جب نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ سے کہا کہ اچھا بتائیے کہ یہ آسمان کس نے اس قدر بلند بنایا۔ آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے'' پھر کہا یہ پہاڑ کس نے زمین کے اندر نصب کر دیئے؟ آپ نے فرمایا ''اللہ نے۔'' پھر پوچھا یہ زمین کس نے بچھا دی ہے؟ آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے۔'' پھر کہا کہ قسم ہے تمہیں اسی کی جس نے یہ اونچا آسمان بنایا' یہ بڑے بڑے پہاڑ زمین میں گاڑے اور اتنی بڑی اور وسیع زمین کو پھیلا رکھا ہے کیا اس نے تم کو سب انسانوں کی طرف رسول قرار دے کے بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں اسی اللہ کی قسم کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔'' پھر آپ ﷺ سے صلوٰۃ' زکوٰۃ، حج اور صیام کے بارے میں ہر ایک سے متعلق قسمیں دے دے کر پوچھا اور آپ ﷺ اسی اللہ کی قسمیں کھا کھا کر جواب دے رہے تھے۔ تو اس نے کہا پھر تو تم سچے ہو اور جس ذات الٰہی نے تمہیں سچا نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں ان ارکان اربعہ پر نہ زیادہ کروں گا نہ کم' ❷ صحیح طور پر عمل کروں گا۔ چنانچہ اس قدر تحصیل اس کے لئے کافی ہوگی اور وہ نبی ﷺ کی صداقت پر ایمان لے آیا۔ کیونکہ اس نے شواہد اور دلائل پا لئے تھے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

لو لم تكن فيه آيات مبينة كانت بديهته تاتيك بالخبر

''یعنی دلائل اگر آپ ﷺ کے پاس نہ بھی ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرہ کی پاکیزگی' سادگی اور معصومیت خود آپ ﷺ کی صداقت وحقانیت کی دلیل تھی۔''

لیکن مسیلمہ کو صاحبان بصیرت میں سے جس کسی نے دیکھا وہ اس کے رکیک اقوال' رذیلانہ گفتگو' غیر فصیح کلام اور افعال قبیحہ اور اس کے جھوٹے ادعائی قرآن کو دیکھ کر جو اس کو دوزخ میں لے جا کر چھوڑے گا' یہ نتیجہ نکال لے گا کہ وہ کیسا جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ ❸ اور مسیلمہ کے قول (یا ضفدع بنت ضفدعین۔ نقی کم تنقین۔ لا الماء تکدرین و لا الشارب تمنعین) اے مینڈکوں کی اولاد مینڈک۔ ٹرا کتنا ٹراتی ہے' تیرے ٹرانے سے نہ پانی گدلا ہوگا نہ پینے والے باز رہیں گے۔ اور ایک اس ظالم کی (خود ساختہ) وحی یہ ہے کہ

(لقد انعم الله على الحبلى، اذا خرج منها نسمة تسعى، من بين صفاق وحشى)

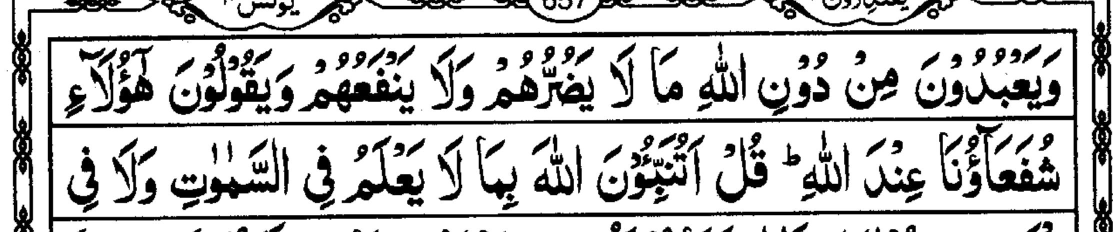
اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی احسان کیا حاملہ عورت پر کہ ایک زندہ روح کو اس کی جھلی اور آنتوں کے اندر سے نکال باہر کیا اور (الفيل وما الفيل وما ادراك ما الفيل له ذنب قصير وخرطوم طويل) ہاتھی' ہاتھی یعنی کیا' کیا تم سمجھے کہ ہاتھی کیا ہوتا ہے اس کی دم چھوٹی ہوتی ہے اور سونڈ لمبی ہوتی ہے۔ اور (والعاجنات عجنا والخابزات خبزا واللاقمات لقما اهالة وسمنا ان قريشا قوم يعتدون.) قسم ہے آٹا گوندھنے والیوں کی' روٹی پکانے والیوں کی' سالن اور گھی میں لقمے چور چور کر کھانے والیوں کی کہ قریش بڑی ہی ظالم قوم ہے۔ اب حضرت محمد ﷺ کی وحی پاک اور اس کاذب کی خرافات' وہذیانات دونوں پر غور کرو کہ بچے بھی اس کے کلام کا مذاق اڑائیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل کر دیا اور یوم حدیقہ میں اس کو ہلاک کر دیا۔ اس کی جماعت پراگندہ ہوگئی =

---

❶ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث افشوا السلام...... ۲۴۸۵ وسندہ صحیح، ابن ماجه، ۳۲۵۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث، ۶۳؛ صحیح مسلم ۱۲؛ ابن حبان، ۱۵۴۔

❸ ۲/ البقرة: ۲۵۵۔



ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں' آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں' وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔[۱۸] اور تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔ اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہوتا۔[۱۹]

= اس کے ساتھیوں پر لعنت برسی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس کے لوگ توبہ کرتے ہوئے آئے اور دین اللہ میں داخل ہونے لگے تو خلیفۂ رسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مسیلمہ کا کوئی قرآن تو سناؤ۔ انھوں نے معافی مانگی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا اور کہا ضرور سنانا ہوگا تاکہ اور لوگ بھی سنیں اور انھیں ہدایت وعلم والی جو وحی پہنچی ہے اس کی افضلیت واہمیت کو بعد از موازنہ پہچان سکیں۔ چنانچہ ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے' وہ سنایا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کم بختو تمہاری عقلیں کدھر گئی تھیں اللہ کی قسم یہ تو کسی بیوقوف کی زبان سے بھی نہ نکلے گا۔

کہتے ہیں کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مسیلمہ کے پاس آئے' زمانہ جاہلیت میں وہ اس کے دوست تھے۔ اب تک عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہوئے نہیں تھے۔ تو ان سے مسیلمہ نے کہا کہ اے عمرو! تمہارے آدمی پر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آجکل کیا وحی اتری ہے تو ابن العاص نے کہا کہ میں نے ان کے اصحاب کو ایک بڑی ہی زبردست سورت لیکن نہایت مختصر پڑھتے سنا ہے۔ پوچھا وہ کیا؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○﴾ ❶ مسیلمہ نے تھوڑی دیر سوچا اور کہنے لگا مجھ پر بھی ایک ایسی ہی وحی اتری ہے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے تو کہا (یاوبر یاوبر انما انت اذنان وصدر وسائرك حقر ونقر) اے وبر اے وبر (جانور) تیرے تو کان اور ابھرا ہوا سینہ ہی نمایاں دکھائی دیتے ہیں باقی تمام جسم تو ہیچ پوچ ہے۔ پھر کہنے لگا کیوں عمرو! وحی کیسی رہی؟ تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! تم آپ جانتے ہو کہ مجھے تمہاری وحی کے کذب کا یقین ہے۔ جب ایک مشرک کا یہ حال ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور مسیلمہ کا کذب اس پر بھی مخفی نہیں' تو صاحبان بصیرت پر یہ بات کب پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ﴾ ❷ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر وحی اترتی ہے' حالانکہ اس پر وحی نہیں اترتی ہے یا یہ کہتا ہے کہ پیغمبر کی طرح میں بھی پیغمبر ہوں۔ اور ایسا ہی وہ شخص بھی بڑا جھوٹا ہے جو پیغمبروں کی پیش کی ہوئی وحی کو جھٹلا دے جس پر کہ اللہ کی دلیلیں قائم ہو چکی =

❶ ١٠٣/ العصر: ١، ٢۔ ❷ ٦/ الانعام: ٩٣۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔[۲۰]

= ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ وہ بڑا ہی کمبخت اور ظالم ہے جس نے نبی کو قتل کیا یا کسی نبی نے اس کو قتل کر دیا ہو۔ ❶

مشرکین بتوں کو سفارشی سمجھتے تھے: [آیت:۱۸۔۱۹] اللہ تعالیٰ سرزنش کرتا ہے ان مشرکوں کو جو اللہ کو چھوڑ کر ان جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتا ہے جو نہ اللہ کے پاس سفارش کر سکتے ہیں (جیسا کہ ان مشرکین کا خیال ہے) نہ مضرت پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ وہ جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ یعنی کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو چیز نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں ہے۔ پھر شرک اور کفر سے اپنی ذات کریمہ کو منزہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے ﴿سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝﴾ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ شرک لوگوں میں پیدا ہو گیا۔ اس کا وجود نہیں تھا پھر ہو گیا۔ سب لوگ دین واحد پر تھے اور وہ ابتدا ہی سے اسلام تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن گزرے یہ سب لوگ آدم علیہ السلام کے سچے دین پر تھے۔ پھر لوگوں میں اختلاف ہو گیا ❷ اور اصنام اور اوثان کی لوگ عبادت کرنے لگے تو اللہ نے اپنے رسول دلائل و براہین کے ساتھ بھیجے۔ جس نے اللہ کی دلیل کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے دلیل کو لے لیا وہ سلامت بچ گیا وقولہ ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک پیغمبروں کو بھیج کر اس پر دلیل و حجت نہ قائم کر دے۔ اللہ تعالیٰ تو مخلوق کو ایک وقت مقرر تک زندہ رکھتا' پھر مار دیتا ہے اور جس بارے میں وہ آپس میں اختلافات رکھتے تھے قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا۔ مؤمنین کامیاب رہیں گے اور کافر ذلیل رہیں گے۔

کفار کے مطالبہ پر معجزہ نہ دکھانے میں بھی اللہ کی حکمت ہے: [آیت:۲۰] یہ جھوٹے کافر کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دلیل نبوت ایسی کیوں نہ ملی' جیسے ثمود کو ناقہ ملی یا یہ کہ کوہ صفا سونا کیوں نہیں بن گیا' یا مکہ کے پہاڑ مکے سے ہٹ کر اس کی جگہ باغ اور نہریں کیوں نہیں' بن گئیں۔ جب اللہ قادر ہے تو ایسا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ اپنے افعال میں بڑا ہی قادر اور حکیم ہے جیسا کہ فرمایا ﴿تَبَارَكَ الَّذِي إِن شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّن ذَٰلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ❸ باری تعالیٰ کی ذات مبارک اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بھی اچھے باغات پیدا کر دے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور اس کے اندر محل ہوں۔ لیکن انھوں نے تو قیامت کا انکار کر دیا ہے اور قیامت کا انکار کرنے والے کے لئے تو ہم نے دوزخ کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخلوق کے بارے میں میرا اصول یہ ہے کہ وہ جو معجزہ مانگتے ہیں میں دیتا ہوں' اب وہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تو بہتر ورنہ جلد تر ان پر عذاب نازل کر دیتا ہوں پھر قیامت تک کی مہلت نہیں دیتا۔ اسی لئے جب اللہ پاک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم =

❶ احمد، ۱/ ۴۰۷ وسندہ حسن، مجمع الزوائد، ۵/ ۲۳۶؛ المعجم الکبیر ۱۰۴۹۷، اس میں (قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب والا ہو گا جس......) کے الفاظ ہیں۔

❷ حاکم، ۲/ ۵۴۶، وسندہ ضعیف۔ ❸ ۲۵/ الفرقان: ۱۰۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا۔ بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں۔[۲۱] وہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آ گھرے سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں اگر آپ ہم کو اس سے بچا لیں تو ہم ضرور حق شناس بن جائیں۔[۲۲] پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے' دنیوی زندگی میں حظ اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے۔[۲۳]

= کو اختیار دیا کہ ان دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو کہ میں ان کے حسب طلب معجزہ دوں' وہ ایمان لائے فبہا ورنہ عذاب فوری دیدیئے جائیں گے اور دوسری بات یہ کہ میں انھیں مرتے دم تک مہلت دوں کہ اصلاح پزیر ہو جائیں۔ تو حضرت محمد ﷺ نے امت کے بارے میں دوسری بات کو اختیار فرمایا جیسا کہ بیسیوں بار نبی ﷺ کا حلم ان کافروں کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ پاک نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ کہہ دو کہ ہر چیز اللہ کے اختیار میں ہے امور کے عواقب اور نتائج کو وہی جانتا ہے۔ اگر تم اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر ایمان نہیں لانا چاہتے ہو تو میرے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو۔ حالانکہ انھوں نے نبی ﷺ کے بعض ایسے معجزات بھی دیکھے جو ان کے مطلوبہ معجزات سے کہیں بڑھے چڑھے تھے یعنی نبی اکرم ﷺ نے ان کی آنکھوں کے سامنے چودھویں کے چاند کو انگلی سے اشارہ کر دیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک پہاڑ کے اس طرف اور ایک اس طرف ہو گیا۔ یہ تو زمین پر سرزد ہونے والے معجزات سے بھی بڑا معجزہ تھا۔ اور مسئول اور غیر مسئول ہر نشانی سے افضل تھا۔ اب بھی اگر اللہ کے علم میں ہوتا کہ یہ کوئی بھی معجزہ طلب رشد وہدایت کے جذبہ کے تحت طلب کر رہے ہیں' تو اللہ ضرور قبول کر لیتا لیکن وہ عناد و تعنت کے طور پر طلب کر رہے تھے اس لئے ان کی درخواست رد کر دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے جیسا کہ فرماتا ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ

﴿عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ ❶ ان پر اللہ کی دلیل محقق ہو چکی ہے خواہ کیسی ہی نشانی کیوں نہ پیش کی جائے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ﴾ ❷ اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھی لا کھڑے کر دیں اور مردے بھی ان سے بات کرنے لگیں اور ہر چیز ان کے پاس جمع کر دی جائے ہر معجزہ بتا دیا جائے تو بھی یہ کبھی ایمان نہ لائیں گے کیونکہ ان کا مقصد صرف مکابرہ کرنا اور ضد کرنا ہے جیسے کہ فرمایا ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ❸ اور ﴿وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ❹ اور ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَٰبًا فِى قِرْطَاسٍ﴾ ❺ اگر ہم ان پر آسمانوں کا دروازہ بھی کھول دیں اور وہ آسمان کا ایک ٹکڑا گرتا ہوا بھی دیکھ لیں اور ان پر کوئی ایسی کتاب آسمانی بھی نازل کی جائے جو کاغذوں کا دفتر ہو جس کو وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھو سکتے ہوں پھر بھی یہ کافر یہی کہیں گے کہ ارے یہ تو کھلا جادو ہے۔ پھر ان کے مطالبات قبول کرنے سے حاصل ہی کیا۔ اس لئے کہ ان کے مطالبات تو بر بنائے عناد و تعنت ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میں انتظار کرتا ہوں تم بھی انتظار کرو۔

مشرکین مکہ مصیبت کے وقت صرف اللہ کو پکارتے تھے: [آیت:۲۱۔۲۳] باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ مصیبتوں کا مزہ چکھنے کے بعد جب انسان کو ہماری رحمتوں سے سابقہ پڑتا ہے جیسے مفلسی کے بعد خوشحالی قحط کے بعد کاشت میں بہترین پیداوار اور بارش وغیرہ' تو وہ تمسخر اور تکذیب کے درپے ہو جاتے ہیں اور جب انسان کو مصیبتیں آ گھیرتی ہیں تو وہ اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے دعاؤں کی بھرمار شروع کر دیتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی وہ برسات کی رات تھی' پھر آپ فرمانے لگے'' کیا تم جانتے ہو کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو فرمایا کہ'' اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ آج میرے مؤمن بندے بھی صبح اٹھے اور کافر بندے بھی' لیکن جس نے یہ کہا کہ یہ بارش اللہ کے فضل اور رحمت کے سبب ہے تو وہ مجھ پر ایمان لایا ہوا ہے اور ستاروں کے اثرات کا منکر ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بارش نچھتروں کے سبب ہوتی ہے تو وہ مجھ سے کفر کر رہا ہے اور نچھتروں پر ایمان لا رہا ہے۔'' ❻ کہہ دو! اے پیغمبر! میری حکمت عملی بڑی کارگر ہوتی ہے ایسے مجرم گمان کرتے ہیں کہ ہم کوئی عذاب کفر کی بنا پر نہیں دیا گیا لیکن درحقیقت ان کے ساتھ ڈھیل روا رکھی گئی ہے۔ اور جب وہ اپنی انتہائی غفلت میں ہو جائیں گے تو ایک دم سے دھر لئے جائیں گے۔ ہمارے فرشتے ان کے اعمال لکھ رہے ہیں پھر وہ عالم الغیب کے پاس پیش کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ ہر بڑے اور چھوٹے گناہ کی سزا پاتے ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ بری اور بحری سفر کے لئے اس نے تمہارے لئے آسانیاں پیدا کر دیں اور پانی کے اندر بھی اس نے تم کو اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لیا اور جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو' ہوائیں ان کشتیوں کو چلانے لگتی ہیں تو ان کی نرم رفتاری یا سرعت سیر پر خوش ہوتے ہو' عین خوشی کے عالم میں ان کشتیوں کو تیز وتند آندھی آ گھیرتی ہے اور ہر طرف سے موجیں لپٹ پڑتی ہیں تو تمہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب تو ہلاک ہو گئے اب زار زار اللہ سے دعائیں مانگنے لگتے ہو' اس وقت تم کو نہ کوئی صنم یاد آتا ہے نہ کوئی اور بت' لات و ہبل' بلکہ ہمیں کو مخاطب کرتے ہو۔ پس سمندر کے اندر جب اللہ تم کو صحیح سلامت کنارے پر پہنچا دیتا ہے تو پھر ہم سے روگرداں ہو جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ یہاں کہا گیا کہ ﴿دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا﴾ یعنی بڑے مخلص ہو کر =

❶ ١٠/ یونس:٩٦۔ ❷ ٦/ الانعام:١١١۔ ❸ ١٥/ الحجر:١٤۔ ❹ ٥٢/ الطور:٤٤۔

❺ ٦/ الانعام:٧۔ ❻ صحیح بخاری، کتاب الآذان، باب یستقبل الإمام الناس اذا سلم ٨٤٦؛ صحیح مسلم ٧١۔



اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّھُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىھَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰھَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں، خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہوگئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آ پڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔ [۲۴]
اور اللہ تعالیٰ دار البقا کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ [۲۵]

= پکارنے لگتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دیدے تو ہم بڑے شکر گزار بن جائیں گے۔ اور جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو ملک میں وہ ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں، گویا کبھی ان پر مصیبت آئی ہی نہ تھی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ﴾ اے لوگو! تمہاری بغاوت کا وبال تمہیں پر پڑے گا خوب یاد رکھو کہ کسی اور کو اس کا ضرر نہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بغاوت از اللہ اور قطع صلہ رحمی یہ دو ایسے گناہ ہیں کہ آخرت میں تو عذاب ہوگا ہی، لیکن دنیا میں بھی جلد تر اس کی سزا مل جاتی ہے۔ ❶ اس دنیائے ناپائیدار کی زندگی میں تمہارے لئے چند روز متاع ہے پھر تمہاری بازگشت ہماری طرف ہے اور جب ہماری طرف لوٹ آؤ گے تو ہم تمہارے سب اعمال تم کو سمجھا دیں گے، اور اس کی پوری پوری جزا دیں گے۔ جس کو اچھی جزا ملی ہو تو وہ تو اللہ کا شکر ادا کرے اور جس کو سزا ملی ہو وہ اپنے نفس پر ملامت کرے۔

دنیاوی زندگی کی ایک مثال: [آیت: ۲۴-۲۵] دنیا کی ظاہری زینت سرسبزی و شادابی، پھر اس کے جلدی ہی زوال پزیر ہو جانے کی مثال اللہ پاک روئیدگیوں سے دے رہا ہے جن کو آسمان سے پانی برسا کر اللہ نے زمین سے نکالا جن کو انسان کھاتے ہیں، جیسے اناج غلہ، مختلف انواع و اصناف کے پھل پھلواری جو نہ صرف انسان کی غذا بلکہ مویشی بھی ان کے ڈنٹھل اور ٹھنڈ کھاتے ہیں اور جب زمین کی یہ زینت فانیہ بہار پر ہوتی ہے اور مختلف اشکال والوں کی سبزیاں کمال سرسبزی پر آتی ہیں تو زمیندار و کاشتکار گمان کرتے ہیں کہ اب کھیت کاٹ لیں گے میوہ اتار لیں گے کہ یکا یک بجلی یا آندھی ایسی آ پڑتی ہے کہ درختوں کے سارے پتے سوکھ جاتے ہیں جل جاتے ہیں پھل پھول تلف ہو جاتے ہیں اور اس سرسبزی و شادابی کے بعد وہ ایک سوکھا سا ڈھیر بن جاتے ہیں گویا کہ کبھی یہ سرسبز تھے ہی نہیں اور کبھی یہ نعمت زمیندار کو دی ہی نہیں گئی تھی۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ "اہل دنیا کو نعمتیں دی جاتی ہیں پھر اس سے آگ میں

---

❶ ابو داود، کتاب الادب، باب فی النھی عن البغی ٤٩٠٢ وسندہ صحیح، ترمذی ٢٥١١؛ ابن ماجہ ٤٢١١؛ الأدب المفرد، ٦٧؛ حاکم، ٢/ ٣٥٦؛ احمد، ٥/ ٣٦؛ ابن حبان ٤٥٥۔

جھونکا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ کبھی تم کو راحت ملی بھی تھی تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں۔ ایک اور شخص ہوتا ہے جو دنیا میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھایا ہوا ہوتا ہے پھر وہ جنت میں بھیجا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ کیا کبھی تمہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچی تھی؟ تو کہتا ہے کہ کبھی نہیں۔" ❶ اللہ پاک ان ہلاک ہونے والوں کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ایسے ویران ہو گئے گویا کبھی بسے ہی نہیں تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ یعنی ہم اسی طرح بات کو کھول کھول کر دلائل و حجت کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ اس بات کی عبرت حاصل کریں کہ دنیا بڑی تیزی سے زوال پزیر ہے دنیا پر قادر ہونے کے باوجود وہ ان کے ساتھ دغا کرتی ہے جو اس کی طرف بڑھتا ہے اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے اس کے پیروں پر آ گرتی ہے۔ اللہ پاک نے دنیا کی مثال نباتات ارضی سے سورہ کہف کی دوسری آیتوں میں بھی کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ﴾ ❷ حیات دنیوی کی مثال باران نازل شدہ کے مانند ہے جو نباتات سے پہلے تو آملا سرسبز ہو چکنے کے بعد پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ نباتات سوکھا سا گھاس بن کر رہ گئے جس کو ہوائیں ادھر ادھر لے اڑتی ہیں۔ اللہ تو ہر شے پر قادر ہے۔ سورۃ زمر اور حدید میں ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔ خلیفہ مروان بن حکم منبر پر یہ پڑھتے ہوئے دیکھے گئے کہ زمین جب شاداب ہو گئی اور کاشت کار سمجھے کہ اب فصل کاٹ لیں گے لیکن ساری کھیتی برباد ہو جاتی ہے اور یہ ساری ہلاکت ان کے گناہوں اور بغاوت کے سبب ہوتی ہے۔

اور قولہ تعالیٰ ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ﴾ جب اللہ پاک دنیا کی سرعت زوال اور جنت کی ترغیب کا ذکر کر چکا تو اب جنت کی طرف بلاتا ہے اور جنت کو دار السلام کہتا ہے یعنی وہ ہر آفت و نقصان و نکبت سے پناہ کی جگہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مجھ سے کہا گیا کہ تمہاری آنکھیں تو بظاہر سوتی رہیں لیکن دل تمہارا جاگتا رہے اور کان تمہارے سنتے رہیں۔ چنانچہ میری آنکھیں تو سچ مچ سو ہی گئی ہیں لیکن دل ہوشیار تھا۔ کان کھلے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ایک دولت مند نے ایک گھر بنایا، لوگوں کی دعوت کی، بلاوے بھیجے تو جس نے دعوت قبول کی وہ تو آیا جی بھر کے کھایا، بلانے والا بھی خوش ہوا۔ اور جس نے دعوت قبول نہ کی، نہ وہ آیا نہ کچھ کھا سکا اور نہ دعوت دینے والا خوش ہوا۔ اللہ ہی وہ داعی ہے اور وہ گھر اسلام ہے، اور دستر خوان جنت ہے اور پیغامبر محمد ﷺ ہیں۔"

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ "میں نے سوتے میں دیکھا کہ جبریل علیہ السلام میرے سر کے پاس ہیں اور میکائیل علیہ السلام میرے پاؤں کے پاس، اور ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہہ رہا ہے کہ اس سونے والے پر کوئی مثال منطبق کرو تو دوسرے نے کہا اے سونے والے تیرے کان سنتے ہیں تیرا دل جاگتا ہے۔ تیری اور تیری امت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے کوئی گھر بنایا ہو اور اس میں بڑا سا کمرہ اور اس میں خوان چن دیا گیا پھر قاصد کو بھیج کر لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا۔ کوئی آیا اور کوئی نہیں آیا۔ چنانچہ وہ بادشاہ تو اللہ ہے اور گھر اسلام ہے اور کمرہ جنت ہے اور تم یا محمد وہ قاصد ہو جو آیا تھا وہ داخل اسلام ہوا تھا اور جو داخل اسلام ہوا وہ داخل جنت ہوا اور داخل جنت شخص دعوت سے فیض یاب رہا" ❸ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جب سورج نکلتا ہے تو اسکی دونوں طرف فرشتے ہوتے ہیں اور آواز دیتے ہیں جن وانس کے سوا سب اس کو سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف آؤ۔ کم ملے اور کافی ہو جائے تو وہ اچھا ہے اس زیادہ سے جو اللہ سے غافل کر دے۔" ❹

---

❶ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ انعم اهل الدنیا فی النار صبغ أشد هم بؤسافی الجنة، ۲۸۰۷۔

❷ ۱۸/ الکهف: ۴۵۔ ❸ ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی مثل الله وعزوجل لعباده، ۲۸۶۰ وهو صحیح اس روایت میں سعید اور جابر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے جب کہ متصلا صحیح بخاری، کتاب الإعتصام، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ، ۷۲۸۱ میں موجود ہے۔ ❹ احمد، ۵/ ۱۹۷ وسنده ضعیف، قتادہ عنعن؛ مسند الطیالسی، ۹۷۹۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی اور ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔[٢٦] اور جن لوگوں نے بدکام کیے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ان کو ذلت چھالے گی۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔[٢٧]

نیکیوں کا بدلہ جنت ہے: [آیت:٢٦۔٢٧] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس نے نیک عمل کئے اس کو آخرت میں اچھی جزا ملے گی کیونکہ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے بلکہ کچھ اور زیادہ بھی ہے یعنی کم سے کم دس گنا حتی کہ سات سو گنا زیادہ بلکہ اس سے بھی کچھ اور بڑھ کر جو اللہ کے دیگر عطیات پر مشتمل ہے جیسے جنت میں حور وقصور اور اللہ کی خوشنودی اور ایسا ایسا سرور قلب جو اس سے اب تک مخفی ہی ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر یہ اللہ تعالیٰ کے روئے پاک کا دیدار یہ سارے لطف وکرم سے بڑھ کر کرم ہوگا کہ وہ اپنے عمل کے سبب اس کے مستحق نہیں ہونگے بلکہ محض اس کے فضل ورحمت کی بنا پر۔ صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت زیادۃ والی تلاوت فرمائی کہ ''جب جنتی اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں چلے جائیں گے تو ایک منادی پکارے گا کہ اے اہل جنت تم سے اللہ کا وعدہ ہے وہ پورا کرنا چاہتا ہے تو وہ کہیں گے اب اور کونسا وعدہ؟ ترازو میں ہمارے وزن ثقیل بنے' ہمارے چہرے روشن کر دیئے گئے ہمیں دوزخ سے نجات بخشی گئی' تو یکا یک ان پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اور ان کی نظر اللہ پر پڑ جائے گی۔ اللہ کی قسم! اس سے بڑی اور کوئی عطا جنتیوں کے لئے نہ ہوگی یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی تسکین کے لئے سب سے بڑی چیز ہوگی۔'' ❶ غرض مختلف احادیث میں ہے کہ ﴿زِيَادَةٌ﴾ سے مراد رویت باری تعالیٰ ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ﴿وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ﴾ یعنی عرصہ حشر میں ان کے چہرے بے رونق نہ رہیں گے نہ پھٹکار ہوگی نہ سیاہی جیسا کہ کافروں کے چہرے سیاہ غبار آلود ہوں گے پھٹکار برستی ہوگی اور جنتیوں کو ظاہر اور باطن کسی قسم کی ذلت نصیب نہ ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے ﴿فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ﴾ ❷ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کے شر سے بچالے گا اور ان کے چہرے سرخ رو اور ان کے دل مسرور رہیں گے۔ اللہ پاک اپنے فضل ورحمت سے ہمیں ایسے ہی لوگوں سے اٹھائے' آمین۔

برائیوں کا بدلہ جہنم ہے: جب اللہ تعالیٰ نے ان نیک بختوں سے متعلق خبر دے دی کہ ان کی نیکیوں کی جزا دگنی چوگنی ہوتی چلی جائیگی۔ تو اب بد بخت گنہگاروں اور مشرکوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ ان کے ساتھ عدل کیا جائے گا کہ ان کے گناہوں کی سزا دگنی چوگنی نہیں ہوگی بلکہ برابر ہوگی۔ ان پر ان کے گناہوں کی ذلت چھائی ہوئی رہے گی۔ فرماتا ہے کہ جب وہ پیش ہوں گے تو تم ان کو شرمندہ اور =

❶ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب اثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ربهم سبحانه وتعالیٰ ١٨١؛ احمد، ٤/ ٣٣٣؛ ترمذی ٢٥٥٢؛ ابن حبان ٧٤٤١۔ ❷ ٧٦/ الدھر: ١١۔



وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کے آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔[۲۸] سو ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔[۲۹] اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کیے ہوئے کاموں کا امتحان کر لے گا اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے غائب ہو جائیں گے۔[۳۰]

= ذلیل دیکھو گے اور یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ قیامت کے دن تک کے لئے ان کے عذاب میں تاخیر کر دی گئی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے بچانے اور سفارش کرنے والا کوئی نہیں۔ اس دن انسان کہے گا کہ بھاگ ہی کہاں سکتے ہیں۔ وہ ہرگز نہیں چھوڑے جائیں گے' اللہ تعالیٰ کے سامنے انھیں آنا پڑے گا ان کے چہرے اس قدر کالے رہیں گے گویا تاریک رات کی چادر ان کے چہروں پر چڑھا دی گئی ہے۔ اس دن بعض چہرے تو روشن ہوں گے اور بعض سیاہ اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا ارے کیا ایمان لا چکنے کے بعد بھی تم نے کفر کیا تھا۔ لو اب اپنے کفر کا مزہ چکھو۔ اور جن کے چہرے روشن رہیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں رہیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعض کے چہرے روشن اور ہنستے ہوئے خوش خوش ہوں گے اور بعض کے چہروں پر اداسی اور تاریکی رہے گی۔

روز قیامت مشرکوں اور انکے شرکا کی حالت: [آیت: ۲۸۔۳۰] قول باری تعالیٰ ہے کہ جن و انس' نیک و بد سب ہی کو ہم قیامت کے روز لا حاضر کریں گے کوئی بھی نہیں چھوڑا جائے گا اور مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکا اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور مؤمنین سے الگ تھلگ رہو جس روز قیامت کا دن ہوگا یہ دونوں قسم کے لوگ الگ الگ رہیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فصل مقدمات کا ارادہ فرمائے گا اور اسی لئے کہا گیا کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ جلد تر فصل مقدمات فرمائے اور ہمیں اس انتظار کی گھڑی سے نجات بخشے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''قیامت کے روز ہم لوگ دوسرے سب لوگوں سے اونچی جگہ پر ہوں گے۔ 1 اللہ فرمائے گا کہ اے مشرکو! تم اور تمہارے شرکا جن کی تم عبادت کرنے لگے تھے سب اپنی اپنی جگہ الگ الگ رہو۔'' ان متقدمین شرکا نے اس بات سے انکار کر دیا کہ وہ ان سے اپنی عبادت لیتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جن بزرگوں کی یہ پیروی کرتے تھے اور اسی بنا پر انہیں شریک الٰہی سمجھ کر شرکا بنا لیا تھا اب یہی شرکا ان سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ قولہ تعالیٰ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا جو ایسے شرکا کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے اور اس کی دعا کو سن ہی نہیں سکتے۔ اور جب لوگ قیامت میں اٹھائے جائیں گے تو وہ خود اپنی پرستش کرنے والوں کے دشمن ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو ان =

1 صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وکلم اللہ موسیٰ تکلیما﴾ ۷۵۱۶؛ صحیح مسلم ۱۹۳۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں پرہیز کرتے۔[۳۱] سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا' بجز گمراہی کے' پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔[۳۲] اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لائیں گے تمام متمرد لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔[۳۳]

= کی پرستش کا کوئی علم نہیں' تم ہماری عبادت کرتے ہو گے لیکن ہم جانتے تک نہیں اور اس کا گواہ اللہ ہے' ہم نے تو تمہیں کبھی کہا ہی نہیں تھا کہ ہماری پرستش کرو۔ اس طرح مشرکین کا منہ بند کر دیا گیا ہے کہ جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی کام آ سکتے ہیں۔ انہیں تم نے کیوں پوجا تھا۔ ان کی نہ تو یہ مرضی تھی نہ ارادہ تھا۔ تم نے حی اور قیوم۔ بصیر اور سمیع کی عبادت چھوڑ دی اور جو ہر بات کا عالم اور قادر ہے جس نے اپنے رسول اور اپنی کتابیں صرف اس غرض سے بھیجی ہیں کہ محض اسی کی پرستش کی جائے۔ جیسے کہ فرمایا کہ ہر قوم کے اندر ہمارا رسول ہماری عبادت کی ترغیب دینے اور باطل کی پرستش چھڑانے آیا۔ اب جس نے ہدایت پالی سو پالی اور جو گمراہ ہو گیا سو گمراہ ہو گیا تم سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی تھی کہ اللہ صرف میں ہوں' صرف میری ہی عبادت کرائی جائے' چنانچہ ہم اپنے رسولوں سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے ہمارے سوا کسی اور کی پرستش کرنے کا حکم دیا تھا۔ مشرکوں کی بہت سی قسمیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے اقوال و احوال بیان کر کے ان کی تردید کی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز موقف حساب میں ہر شخص کی آزمائش ہو گی اور اچھا برا جو بھی عمل کیا ہے سامنے لایا جائے گا' اس روز سارے بھید ظاہر ہو جائیں گے اور انسان کو اپنے اگلے پچھلے سارے گناہ ظاہر کر دینے پڑیں گے۔ قیامت کے روز ان کا اعمال نامہ سامنے لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ پڑھ لو اپنا اعمال نامہ اس وقت تم اپنا آپ احتساب کرنے کے لئے کافی ہو۔

"آزمائش ہو گی" ترجمہ تھا ﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ﴾ میں ﴿تَبْلُوْا﴾ کا۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کو ﴿تَتْلُوْا﴾ پڑھا ہے جس کے معنی پڑھنا کے ہیں۔ پھر اس کا ترجمہ یہ ہو گا کہ "اچھا یا برا جو کام وہ کریں گے اسی کا نتیجہ بھگتیں گے"۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ہر امت اپنے اپنے معبود کے پیچھے رہے گی۔ آفتاب پرست آفتاب کے پیچھے اور قمر پرست قمر کے پیچھے' اور بت پرست بت کے پیچھے۔ [1] قولہ تعالیٰ ﴿وَرُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ وہ اپنے مولا اللہ کی طرف پھیر دیئے جائیں گے۔ وہ کیا سب ہی امور اللہ کی طرف پھیرے جائیں گے چنانچہ فیصلہ کر کے جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ کی طرف بھیجے گا۔ اب ان گمراہوں نے اپنی طرف سے جو جھوٹ موٹ معبود بنا رکھے تھے سب ہوا کی طرح اڑ جائیں گے۔

مشرکین اللہ کو خالق' رازق اور مالک مانتے تھے: [آیت: ۳۱-۳۳] مشرکین پر اللہ تعالیٰ حجت پیش کرتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت =

[1] صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ ﴿وجوه يومئذ ناضرة......﴾ ٧٤٣٧؛ صحيح مسلم، ١٨٢۔



قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: آپ یوں کہئے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ جو پہلی بار بھی پیدا کرے پھر دوبارہ بھی پیدا کرے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا سو پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔[۳۴] آپ کہئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امرحق کا راستہ بتلاتا ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی امرحق کا راستہ بتلاتا ہے۔ تو پھر آیا جو شخص امرحق کا راستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ سوجھے۔ تو تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو۔[۳۵] اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں۔ یقیناً بے اصل خیالات امرحق میں ذرا بھی مفید نہیں۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔[۳۶]

= اور ربوبیت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ یعنی اے نبی! پوچھو کہ وہ کون ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے اور اپنی قدرت سے زمین کو شگاف دیتا ہے جس کے اندر سے دانے والے انگور' گنا' زیتون' خرما' گھنے گھنے باغ اور خوشہ دار میوے پیدا کرتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور اللہ ہو سکتا ہے تو انہیں ماننا پڑے گا کہ یہ اللہ ہی کے کام ہیں۔ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو کون ہے کہ کھول دے۔ اور جس نے کہ یہ قوت سامعہ اور قوت باصرہ دی ہے کہ اگر چاہے تو سلب کر لے۔ تم خود کہہ دو کہ یہ سماعت و بصارت اور ساری انسانی قوتیں اللہ ہی نے پیدا کی ہیں۔ کیا تم اس کو ناراض کر کے پسند کرو گے کہ وہ تمہاری بصارت وسماعت چھین لے۔ جو اپنی قدرت عظیمہ سے میت سے زندہ کو پیدا کرتا ہے اور زندہ سے میت کو نکالتا ہے۔ اس آیت کے بارے میں اختلاف رائے پہلے گزر چکا ہے اور اس آیت کا مفہوم سب پر عام اور حاوی ہے اور کون ساری کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اس کی صوابدید اور مرضی سے۔ سب کو یہ پناہ دیتا ہے اس کے برخلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ سب پر متصرف اور حاکم ہے اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم کوئی چیز نہیں۔ وہ جس کو چاہے پوچھے لیکن اس کو کون پوچھ سکتا ہے۔ آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اسی کی دست نگر ہیں۔ ہر وقت اس کی نرالی شان ہے۔ آسمان وزمین کی ساری بادشاہت اسی کی ہے۔ ملائکہ' انس و جان سب اس کے محتاج ہیں اس کے غلام ہیں۔ سب کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ اللہ ہی میں یہ ساری قدرت ہے۔ کفار و مشرکین ان ساری باتوں کو جانتے ہیں اور معترف بھی ہیں۔ پھر تم ان سے پوچھو کہ اچھا پھر اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو' اپنی خودسری اور جہالت سے اس کو چھوڑ کر کسی اور کی پرستش کیوں کرتے ہو۔ سچا اللہ تو یہی اللہ ہے جس کا تم کو آپ اعتراف ہے۔ پھر تو افراد بالعبادۃ کا مستحق وہی ہوا۔ حق بات کو سمجھ لینے کے بعد پھر یہ گمراہی کیسی۔ ہر معبود اس کے سوا باطل ہے۔ تم عبادت حق چھوڑ کر عبادت ماسوا کی طرف کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ ان سارے دلائل کے بعد اللہ کی بات ثابت و محقق ہو چکی۔ یعنی جس طرح ان مشرکین نے کفر کیا اور کفر پر قائم رہے۔ اسی طرح انہوں نے اس بات کا اعتراف بھی کر لیا ہے کہ وہی پاک پروردگار خالق و رازق ہے ساری کائنات میں اکیلا متصرف ہے اسی نے اپنے پیغمبروں کو توحید دے کر بھیجا۔ یہ مسلّم ہے کہ یہ اشقیا دوزخی ہیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے لوگوں کے شرکا کچھ پیدا نہیں کر سکتے: [آیت: ۳۴۔۳۶] مشرکین نے اللہ کے ساتھ غیر اللہ =

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ ع

ترجمہ: اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل ہو چکی ہیں اور احکام ضرور یہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی بات شک کی نہیں رب العالمین کی طرف سے ہے۔[۳۷] کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افترا کر لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔[۳۸] بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اس طرح انہوں نے بھی جھٹلایا تھا' سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟[۳۹] اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آئیں گے اور بعضے ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اور آپ کا رب تعالیٰ مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔[۴۰]

= کو ملا دیا اور اصنام و اوثان کو پوجنے لگے ان کے اس دعوے کا ابطال کیا جا رہا ہے کہ اے نبی! ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے قرار دادہ شرکا میں کوئی ہے جس نے ان آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہو' پھر اس میں جو مخلوقات ہیں انہیں وجود میں لایا ہو یا اجرام سماوی کو اپنی جگہ سے ہٹائے یا انہیں بدل دے یا انہیں فنا کر کے پھر از سر نو دوسری مخلوق پیدا کر سکے کہہ دو کہ تم کسی کو نہیں پیش کر سکو گے یہ تو اللہ ہی کے کام ہیں پھر تم طریق راست کو چھوڑ کر باطل کی طرف کیوں جھکے پڑتے ہو۔ کیا کوئی ہے کہ حق کی طرف رہنمائی کر سکے ایسی رہنمائی تو اللہ ہی کر سکتا ہے اس بات کو تم خود جانتے ہو کہ تمہارے شرکا ایک بھی گمراہ کو راستی پر نہیں لا سکتے۔ اللہ پاک ہی ایسے حیران و گمراہ کی ہدایت کرتا ہے اور گمراہی سے رشد کی طرف انسانوں کے دل پھیر سکتا ہے۔ کوئی بندہ جو حق کی طرف پھرنے والے کی اتباع کرے اور بصیرت تامہ رکھے۔ یہ اچھا یا وہ جو کچھ بھی ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اپنے اندھے پن کے سبب اس بات کا محتاج ہے کہ اسی کا ہاتھ پکڑ کر کوئی لے چلے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے بابا! تم اندھے بہرے معبود کی پرستش کیوں کرتے ہو' جو کچھ بھی تمہارے کام کا نہیں۔ اور اپنی قوم سے بھی فرمایا تھا کہ تم لوگ اپنی ہی بنائی ہوئی چیزوں کی آپ عبادت کرتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہارے معبودوں کو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ تمہاری رائے کیسی غلط ہے' تمہاری عقلیں جاتی رہیں تم نے اللہ کو اور اللہ کی مخلوق دونوں کو برابر برابر کیسے بنا دیا۔ اس کو بھی مانتے ہو اس کو بھی مانتے ہو۔ پھر اللہ سے ہٹ کر شرکا کی طرف جھک پڑتے ہو۔ رب جلیل ہی کو عبادت کے لئے تم نے خاص کیوں نہ کر لیا کہ اس کی عبادت کر کے گمراہیوں سے نکل آتے۔ اور دعائیں خاص کر اللہ ہی سے کیوں نہیں مانگتے۔ یہ لوگ کسی دلیل کو کام میں نہیں لاتے بلکہ اس اصنام پرستی کی بنیاد کسی یقین کے بجائے گمان اور وہم پر اٹھی ہوئی ہے مگر اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ اللہ پاک ان

کے ہر فعل کو خوب جانتا ہے۔ یہ ان کافروں کے لئے تہدید اور وعید شدید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ عنقریب ان کی ان حماقتوں کی انہیں سزا مل جائے گی۔

قرآن حکیم ایک لاجواب اور بے مثال کتاب ہے: [آیت:۳۷-۴۰] اس میں اعجاز قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ کوئی بشر بھی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس جیسا قرآن پیش کر سکے نہیں بلکہ اس پر بھی قادر نہیں کہ اس کی ایک سورت جیسی ہی کوئی سورت بنا لائے یہ اس کے دعویٰ فصاحت و بلاغت کی بنا پر ہے۔ قرآن کا اختصار' اس کی شیرینی اور دنیا اور آخرت کے لئے نفع دینے والی معنی کثیرہ پر مشتمل ہونا' ان چیزوں کو کوئی دوسری کتاب پیش نہیں کر سکتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی کتاب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جو اپنی ذات وصفات اور اپنے افعال واقوال میں واحد و یکتا ہے مخلوق کا کلام اس کے کلام کے ساتھ مشابہت کیونکر پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس جیسی تحریر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی۔ بشر کا کلام ذرا بھی اس سے میل نہیں کھا سکتا اور پھر یہ کہ قرآن وہی کہتا ہے جو سابقہ کتب سماوی کہتی ہیں۔ البتہ سابقہ الہامی کتابوں میں جو تحریف و تبدیلی ہوئی ہے اس کو اجاگر کر دیا گیا ہے اور احکام حلال وحرام کو کافی اور شافی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ رب العالمین کی طرف سے اس کے ہونے میں ذرا شبہ نہیں کیا جا سکتا اس میں گزشتہ زمانہ کی خبریں بھی ہیں اور آیندہ زمانے کی پیشین گوئیاں بھی ہیں۔

ماضی اور مستقبل سب باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور لوگوں کو اس راستہ پر چلایا گیا ہے جو بالکل صحیح اور پسندیدہ الٰہی ہو سکتا ہے اور اگر تم کو اس کے منجانب اللہ ہونے میں ذرا بھی شک ہو اور یہ غلط خیال تمہارے دلنشین ہو کہ حضرت محمد ﷺ نے اسے آپ بنالیا ہے تو حضرت محمد ﷺ بھی تو تمہارے ہی جیسے بشر ہیں اگر وہ ایسا قرآن بنا سکتے ہیں تو تم میں سے قابل ترین کوئی آدمی کیوں نہیں بنا سکتا؟ چنانچہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے اس جیسی بس ایک ہی سورت پیش کرو جو قرآن جیسی بلاغت اور اختصار و معنویت رکھتی ہو حضرت محمد ﷺ تو اکیلے تھے اب تم دنیا بھر کے انسان و جنات سبھی مل کر کوشش کر دیکھو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ گویا انہیں چیلنج کرتا ہے اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ یہ حضرت محمد ﷺ کا اپنا تصنیف کردہ ہے تو آؤ اس چیلنج کو قبول کرو۔ تنہا نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں مل کر۔ اس کے بعد ایک دوسرا اس سے بھی زبردست دعویٰ ہے کہ یہ سن رکھو کہ تم کبھی اس پر قادر نہ ہو سکو گے۔ یہ بات بھی ہم ابھی سے کہے دیتے ہیں کہ تمام جن وانس بھی اگر جمع ہو جائیں کہ ایسا ہی کوئی قرآن بنا سکیں تو ہرگز نہیں بنا سکتے خواہ اپنے لئے کتنے ہی مددگار کیوں نہ بنالیں۔ پھر اس دعویٰ کو دس سورتوں تک بھی محدود کر کے کہا گیا جس کا ذکر اول سورۂ ہود میں ہے کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اس کو بنالیا ہے۔ اچھا تو پھر اس جیسی دس ہی سورتیں تم بنا کر لے آؤ۔ پورا قرآن نہ سہی اتنا ہی سہی۔ اللہ تعالیٰ کو تم نے چھوڑ دیا تو دوسرے سب کی تم مدد لے سکتے ہو۔ سچے ہو تو سامنے کیوں نہیں آتے۔ پھر اس سے بھی نیچے اتر کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اس کو حضرت محمد ﷺ نے بنالیا ہے تو زیادہ نہیں ایک ہی سورت پیش کرو۔

سورۂ بقرہ (جو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی تھی) اس میں بھی یہی ایک سورت ہی کا چیلنج ہے اور یہ بتلا دیا گیا ہے کہ تم کو ایسا کرنے پر قدرت نہیں ہے تو سنو! اگر تم نے ایسی آیتیں پیش نہ کیں اور پیش کر بھی کہاں سکتے ہو تو پھر عذاب دوزخ سے بچو۔ حالانکہ فصاحت تو عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور ان کا خاص کمال سمجھا جاتا تھا۔ ان کے اشعار اور وہ قصائد جو کعبے کے دروازے پر آویزاں کر دیئے گئے تھے' ان کے کمال بلاغت کا ثبوت ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو قرآن پیش کر دیا کوئی اس کی فصاحت و بلاغت کو چھو بھی نہ سکا۔ چنانچہ اس کی بلاغت اور حلاوت واختصار اور افادہ و کمال کو دیکھ کر جو ایمان لے آیا وہ لے آیا۔ کیونکہ انہیں فصحا و بلغا میں ایسے نکتہ رس =

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝٤١ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝٤٢ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٤٣ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٤٤

ترجمہ: اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم میرے کیے ہوئے کے جوابدہ نہیں ہو اور میں تمہارے کیے ہوئے کا جواب دہ نہیں ہوں۔[۴۱] اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے بیٹھے ہیں کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو۔[۴۲] اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کو دیکھ رہے ہیں پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو۔[۴۳] یہ یقینی بات ہے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں۔[۴۴]

= اور صاحب فہم بھی تھے جنہوں نے قرآن کی بلاغت کا لوہا مان لیا اور سر جھکا دیا۔ معترف ہو گئے کہ یہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے جادوگر جو اپنی ساحری میں یکتائے زمانہ تھے بول اٹھے کہ موسیٰ کا یہ مظاہرہ عصا سحر سے کوئی تعلق نہیں رکھتا' یہ تائید ربانی ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ اس لئے یقیناً موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں کیونکہ کوئی صاحب فن ہی کسی فن کے کمال کو سمجھ سکتا ہے۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ایسے زمانے میں پیدا ہوئے تھے جب کہ طب نے کمال درجہ کی ترقی حاصل کر لی تھی اور مریضوں کے علاج میں ماہرین طب اپنا کمال دکھا رہے تھے۔ ایسے وقت میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحت یاب کر دینا' بلکہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مردوں کو بھی زندہ کر دینا ایسی چیزیں ہیں جن کے آگے کسی علاج و دوا کی کچھ نہیں چل سکتی۔ چنانچہ سمجھنے والے سمجھ گئے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "ہر نبی کو ایسے معجزے دیئے گئے ہیں جن کو دیکھ کر بشر ایمان لے آ سکیں۔ اور مجھے بھی جو قرآن دیا گیا ہے اس کے متعلق میں بھی امید کرتا ہوں کہ اکثر و بیشتر اس کی صداقت کو مان لیں گے" ❶ البتہ ان میں سے بعض نے جو قرآن کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے تکذیب کرنا شروع کر دی۔ لیکن اس کی کوئی دلیل نہ لا سکے اور یہ ان کی جہالت اور حماقت کی وجہ سے تھا۔ اسی قسم کی تکذیب اپنے پیغمبروں کی سابقہ قوموں نے بھی کی تھی تو اب ذرا تم نظر دوڑاؤ کہ ان جھٹلانے والوں کا کیسا برا حشر ہوا جو محض عناد اور ضد کی بنا پر تکذیب کر رہے تھے۔ تو اب اے قریش کے انکار کرنے والو! ان کا حشر دیکھ کر عبرت پکڑو۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی بعض لوگ تو ایمان لے آئے اور قرآن سے مستفیض ہوئے اور بعض جو ایمان نہیں لائے وہ کفر کی موت مر گئے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو مستحق ہدایت ہیں ان ہی کو ہدایت بھی کرتا ہے اور جو مستحق ضلالت ہیں ان کو بھٹکنے دیتا ہے۔ اس عمل میں وہ عادل ہے ظالم نہیں۔

روز قیامت ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دہ ہو گا: [آیت: ۴۱۔۴۴] نبی اکرم ﷺ سے خطاب ہو رہا ہے کہ اگر یہ مشرک تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم بھی ان سے اور ان کے اعمال سے اپنی بیزاری ظاہر کرو اور صاف کہہ دو کہ میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ میں تو تمہارے معبودوں کو نہ مانوں گا۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا تھا کہ میں تم سے =

❶ صحيح بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب كيف نزل الوحي وأول ما نزل ٤٩٨١؛ صحيح مسلم ١٥٢۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: اوران کو وہ دن یاد دلائیے جس میں اللہ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ گویا وہ سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ واقعی خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔[۴۵]

= اور تمہارے ان جھوٹے معبودوں سے بری ہوں۔ قریش ہی میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو تمہارے کلام حسن اور قرآن عظیم کو سنتے ہیں اور جو متاثر ہو سکتے ہیں اور یہی بہت کافی تھا لیکن پھر بھی وہ راہ راست پر نہ آئے۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں کیونکہ تم بہروں کو سنانے پر قادر نہیں ہو' اور نہ تم کو آپ یہ قدرت ہے کہ تم ان کی ہدایت کرو' جب تک کہ اللہ کی مرضی بھی شامل نہ ہو۔ اور ان ہی میں ایسے بھی ہیں کہ جو تمہاری طرف گہری نظر سے دیکھتے ہیں۔ تمہارے پاکیزہ اخلاق اور حسن صورت اور تمہارے دلائل نبوت (جس سے اہل بصیرت ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں) اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی قرآن کی ہدایت سے کچھ فیضیاب نہیں ہوتے۔ جیسے کہ اہل علم اور اہل بصیرت مستفید ہو جاتے ہیں اور ایسے مؤمن لوگ تم کو دیکھتے ہیں تو دیدہ وقار سے دیکھتے ہیں اور کفار نظر ڈالتے ہیں تو چشم احتکار سے ڈالتے ہیں۔ وہ تمہیں دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ ایک سنتا ہے اور ہدایت پاتا ہے اور دوسرا بھی سنتا ہے اور دیکھتا ہے لیکن اندھا اور بہرا بنا رہتا ہے آنکھیں کھلی ہیں پھر بھی اندھے ہیں۔ کان رکھتے ہوئے بہرے ہیں۔ دل ہے مگر مردہ۔ ایک نے فائدہ اٹھایا دوسرے نے نقصان۔ باری تعالیٰ کی ذات پاک مختار و متصرف ہے وہ سب سے باز پرس کرے لیکن اس سے باز پرس کون کر سکتا ہے۔ وہ تو ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے پر حرام قرار دیا ہے تم پر بھی حرام قرار دیتا ہوں چنانچہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو تمہارے اعمال میری نظر میں ہیں۔ میں ہر قسم کے عمل کی پوری پوری جزا دیتا ہوں۔ جس کو اچھی جزا ملی وہ اللہ کا شکر کرے اور جس کو سزا ملی اس کو چاہیے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے۔ ❶

قیامت کے دن نفسانفسی کا عالم: [آیت:۴۵] یاد دلایا جا رہا ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر عرصۂ حشر میں جمع ہو جائیں گے اور جب وہ دن آ پہنچے گا تو وہ سمجھیں گے کہ دنیا میں دن کا بعض حصہ ہی گزار آئے ہیں یعنی شام نہیں تو صبح رہے تھے اور صبح نہیں تو شام گزاری تھی جس روز صور پھونکا جائے گا تو مجرمین جوق در جوق پریشان حال نکل آئیں گے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہوں گے کہ بس دس روز ہمارا قیام رہا ہوگا۔ ان میں سے ممتاز اور تیز حافظہ لوگ کہیں گے ارے کہاں کے دس روز ایک ہی دن تو دنیا میں گزارا۔ گنہگار طبقہ تو قسمیں کھا کھا کر کہے گا کہ گھنٹے بھر سے زیادہ کب رہے۔ یہ سب دلیل ہے اس بات کی کہ دارالآخرت میں دنیا کی زندگی کیسی حقیر اور قصیر ہے۔ پوچھا جائے گا کہ بتاؤ دنیا میں کتنے سال گزارے؟ تو کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی کم چنانچہ یادداشت رکھنے والوں سے پوچھ لیا جائے۔ کہا جائے گا کہ کاش تمہیں علم ہوتا کہ دنیا کی زندگی کتنی تھوڑی ہوتی ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ ماں باپ بچوں کو اور بچے ماں باپ کو اہل قرابت اپنے رشتہ داروں کو لیکن ہر ایک اپنی اپنی مصیبت یا اپنی اپنی راحت میں مصروف و مشغول رہے گا جب صور پھونکا جائے گا تو پھر حسب نسب کچھ نہیں کوئی عزیز اپنے عزیز کو نہیں پوچھے گا۔ =

❶ صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم ۲۵۷۷؛ ترمذی، ۲۴۹۵، ابن ماجه ۴۲۵۷؛ احمد، ۵/ ۱۶۰؛ ابن حبان ۶۱۹۔



وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: اور جس کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے۔[۴۶] اور ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا ہے سو جب ان کا وہ رسول آ چکتا ہے ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔[۴۷] اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔[۴۸] آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع کا اور کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا اللہ کو منظور ہو۔ ہر امت کے لئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین وقت آ پہنچتا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔[۴۹] آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کو آ پڑے یا دن کو تو عذاب میں کون سی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں۔[۵۰] کیا پھر جب وہ آ ہی پڑے گا اس کی تصدیق کرو گے۔ ہاں اب مانا حالانکہ تم اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔[۵۱] پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو۔ تم کو تو تمہارے کیے کا بدلہ ملا ہے۔[۵۲]

= جن لوگوں نے اللہ سے ملاقات کی تکذیب کی تھی وہ بڑے گھاٹے میں رہیں گے افسوس ہے ان جھٹلانے والوں پر کہ قیامت کے دن انہوں نے اپنی ذات اور اپنے متعلقین کو ہلاکت میں ڈال دیا اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سامنے حسرت وندامت اٹھانی پڑے اور الگ رہنا پڑے۔

قیامت کے دن پورا پورا انصاف ہوگا: [آیت:۴۶-۵۲] اپنے نبی ﷺ سے خطاب ہوتا ہے کہ اگر ہم تمہاری زندگی میں ان سے انتقام لیں تا کہ تمہارے دل کو تسکین ملے یا تمہاری ہی زندگی ختم ہو جائے بہر صورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے اگر تم نہ بھی رہو تو تمہارے بعد ان کے افعال کا اللہ گواہ بن جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''گزشتہ رات میری اگلی اور پچھلی ساری امت میرے سامنے پیش کی گئی تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اگلی امت تو خیر لیکن پچھلی امت جو آنے والی ہے اور ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی ہے وہ کیسے پیش کی گئی؟ تو فرمایا کہ ان کی ایک خاکی

صورت سامنے لائی گئی اور میں ان میں سے ہر ایک کو اس سے بھی بہتر طور پر پہچان رہا تھا جیسے کہ تم اپنے کسی ساتھی کو پہچان لیتے ہو۔" ❶

ہر امت کے لئے ایک ایک رسول ہوتا ہے' جب ان کے پاس ان کا رسول آ جاتا ہے تو ان کے درمیان ایک منصفانہ فیصلہ ہو جاتا ہے جیسے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ زمین اللہ کے نور سے چمک اٹھتی ہے چنانچہ ہر امت اپنے پیغمبر کی موجودگی میں اللہ کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ ان کا اچھا یا برا نامۂ اعمال ساتھ ہوتا ہے جو بحیثیت ان کے گواہ کے ہوتا ہے۔ نیز ملائکہ بھی گواہ ہوتے ہیں جنہیں ان پر نگران کار مقرر کر دیا تھا۔ یکے بعد دیگرے ہر امت پیش ہوتی رہے گی اور یہ امت اگرچہ آخری امت ہے لیکن قیامت کے روز یہ اولین امت بن جائے گی جس کا فیصلہ اللہ پاک سب سے پہلے فرمائے گا۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "ہم اگرچہ سب کے بعد ہیں لیکن قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے اور ساری مخلوق سے پہلے ہمارا حساب و کتاب ہو جائے گا۔" ❷

اس امت نے یہ شرف اپنے رسول ﷺ کی برکت سے حاصل کیا ہے آپ ﷺ پر قیامت تک درود و سلام ہو۔ آمین

قیامت' عذاب سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ یہ مشرکین عذاب میں جلدی کرتے ہیں' اور وقت عذاب آنے سے پہلے عذاب مانگتے ہیں۔ اس میں ان کی کوئی بھلائی نہیں۔ کافر تو جلدی کرتے ہیں لیکن مؤمن اس سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ واقعتاً عذاب ضرور آئے گا اگرچہ اس کا وقت معین معلوم نہ ہو۔ اسی لئے اللہ پاک نبی اکرم ﷺ کو جواب سکھا رہا ہے کہ کہہ دو کہ میں اپنے نفس کے لئے نہ مضرت کا مالک ہوں نہ منفعت کا' میں صرف اتنا کہتا ہوں جو مجھے بتا دیا گیا ہے اور اگر میں کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اس پر قادر نہیں جب تک کہ اللہ پاک خود مجھے آگاہ نہ فرما دے۔ میں تو اس کا بندہ اور تمہارے لئے اس کا قاصد ہوں میں نے تمہیں خبر دیدی ہے کہ قیامت ضرور ہوگی' لیکن اس کا وقت مجھے نہیں بتلایا گیا۔ ہر قوم کے لئے ایک مقرر مدت ہوتی ہے اور جب وہ مدت ختم ہو جائے تو ایک ساعت کی بھی نہ اس میں تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا﴾ ❸ جب کسی کا وقت آ جاتا ہے تو ذرہ بھر کی بھی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ کافروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ناگہاں آ جائے گا۔ اگر دن اور رات میں کسی بھی وقت یکا یک آ جائے تو بتاؤ کیا کرو گے؟ اس لئے جلدی کیوں کرتے ہو؟ جب کہ آ ہی جائے گا تو کیا اس وقت ایمان لاؤ گے' وہ ایمان کا وقت کب رہے گا۔ اس وقت کہا جائے گا کہ لو جس عذاب کی جلدی کرتے تھے۔ اس وقت کہیں گے اے اللہ تعالیٰ ہم نے دیکھ لیا ہم نے سن لیا' عذاب سے سابقہ پڑنے پر بول اٹھیں گے کہ ہم اب اکیلے اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور دیگر تمام معبودوں سے اعراض کرتے ہیں' لیکن اس وقت کا ایمان کوئی ایمان نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عادت تو اپنے بندوں میں یونہی چلی ہوتی ہے۔ ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب دائمی عذاب چکھو۔ اس طرح انہیں خوب ڈانٹ بتائی جائے گی جس عذاب جہنم کا وہ انکار کرتے تھے اس عذاب میں انھیں دھکے دے دے کر جھونکا جائے گا۔ تم جادو کہتے تھے' تو کیا یہ جادو ہے۔ نہیں بلکہ تم خود اندھے ہو۔ اب خواہ صبر کرو کہ نہ کرو' اپنے اعمال بد کا بدلہ ضرور پاؤ گے۔

---

❶ طبرانی، ۳۰۵٤ وسندہ موضوع، زیاد بن المنذر کذاب۔

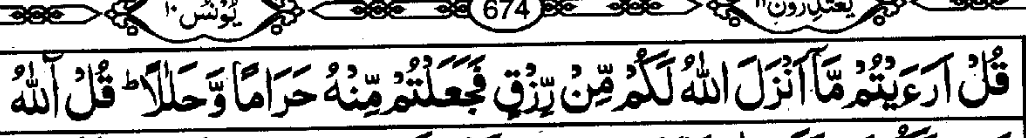
❷ صحیح بخاری کتاب الأذان باب فرض الجمعة ۸۷٦؛ صحیح مسلم ۸۵۵، ۸۵٦۔

❸ ٦٣/ المنافقون:۱۱۔

وَيَسْتَنْبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڤ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

ترجمہ: اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے اور تم کسی طرح اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔[۵۳] اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا ہو کہ ساری زمین میں بھر جائے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانے لگے۔ اور جب عذاب کو دیکھیں گے تو پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے۔ اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔[۵۴] یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں رکھتے۔[۵۵] وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے۔[۵۶] اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے۔ اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔[۵۷] آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔ وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں۔[۵۸]

مرنے کے بعد کیا ہوگا: [آیت:۵۳-۵۸] تم سے یہ لوگ پوچھ رہے ہیں کہ مٹی ہو جانے کے بعد یہ قبروں سے اٹھنا کیا سچ ہے۔ تو کہہ دو کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم سچ ہے' تمہارا مٹی ہو جانا اور پھر ہمارا تم کو بحالت اول لے آنا ہمارے لئے آسان ہے ہم اس میں عاجز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو جب کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ''ہو جا'' پس وہ چیز وجود پذیر ہو جاتی ہے۔ ایسی قسمیہ آیت قرآن مجید میں صرف دو ہی جگہ اور بیان ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جو معاد کا انکار کرتے ہیں ان سے قسم کھا کر بیان کرو۔ سورۂ سبا میں ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ قیامت نہ ہوگی کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہوگی۔ اور سورۂ تغابن میں ہے کہ کافر سمجھتے ہیں کہ پھر زندہ نہیں ہوں گے کہہ دو کہ اللہ کی قسم زندہ ہوں گے اور تمہارے اعمال تم کو بتائے جائیں گے' اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار تھوڑی ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی تو یہ کافر چاہیں گے کہ زمین بھر سونا دے کر عذاب سے چھٹکارا پائیں' لیکن نہ ہو سکے گا اور جب عذاب کو دیکھ پائیں گے تو ایک خاموش ندامت سے دوچار رہیں گے۔ لیکن جو کچھ بھی ان سے برتاؤ ہوگا انصاف کے ساتھ ہوگا۔ ذرہ بھی زیادتی نہ ہوگی۔



قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

ترجمہ: آپ کہیے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا۔ آپ پوچھیے کہ کیا تم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ پر افترا ہی کرتے ہو۔[۵۹] اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے؟ واقعی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں۔[۶۰]

وہ آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے' اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ وہ زندہ کرتا ہے وہ مارتا ہے' بازگشت اسی کی طرف ہے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ سمندروں' میدانوں' اطراف عالم سے ان کے ذرات خاک کو پھر جمع کرے اور پھر زندہ جسم بنا دے۔

روحانی بیماریوں کے لئے قرآن کتاب شفا ہے: قرآن عظیم جو دیا گیا ہے اس کا احسان جتایا جا رہا ہے کہ اے لوگو! یہ پند و نصیحت کا ایک دفتر ہے جو تمہارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور تمہارے دلوں کے لئے شفا ہے یعنی شک و شبہ کو اور دلوں کی گندگی اور ناپاکی کو دور کرنے والا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رحمت حاصل ہو گی مگر صرف انہیں کو جو اللہ تعالیٰ پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کو ہم نے مؤمنین کے لئے شفا اور رحمت بنا کر اتارا ہے لیکن گنہگاروں کے لئے یہ نقصان اور خسارہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہہ دو یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے اس کو لے کر خوش ہو جاؤ۔ اور دنیائے فانی کے تمتعات جو تم حاصل کرتے ہو' ان سب میں بہترین چیز یہ قرآن ہے۔

جب عراق کا خراج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے دیکھنے کے لئے نکل آئے ان کا خادم بھی ان کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خراج میں آئے ہوئے اونٹوں کو گننے لگے لیکن کہاں تک' گنتے' گنتے تھک گئے تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ ان کا خادم کہنے لگا کہ اللہ کی قسم یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا نہیں' اللہ تعالیٰ نے ﴿بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ﴾ کہہ کر قرآن اور اس سے استفادہ مراد لیا ہے اس لئے اس کو فضل و رحمت نہیں بلکہ ﴿مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ ہمارا جمع کردہ ہے۔ فضل و رحمت کی تو بہت بڑی شان ہے۔

خودساختہ حلال و حرام کی مذمت: [آیت: ۵۹۔۶۰] مشرکوں نے بعض جانوروں کو بحائر' سوائب' وصائل نام دے کر کسی کو اپنے اوپر حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیا تھا اس کی تردید فرمائی جا رہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کھیتوں میں سے جو نکلتا ہے اور مویشی جو پیدا ہوتے ہیں وہ اس میں سے اللہ تعالیٰ کے ایک خاص حصہ قرار دیتے ہیں۔ ❶ ابوالاحوص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور صورت اور لباس کی حیثیت سے میں بدحال سا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہارے پاس کچھ مال و دولت ہے کہ نہیں؟'' میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ اونٹ' گھوڑوں' بکروں کے ریوڑ ہیں' لونڈی غلام ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پھر تم پر اللہ تعالیٰ کے آثار نعمت ظاہر کیوں نہیں ہیں۔'' پھر فرمایا ''تمہارے اونٹوں کے بچے ہوتے ہیں وہ ہر عضو سے تندرست ہوتے ہیں لیکن تم استرہ لے کر اٹھتے ہو ان کے کان کاٹ دیتے ہو' کہتے ہو کہ یہ بحائر ہیں' ان کی کھال چیر دیتے

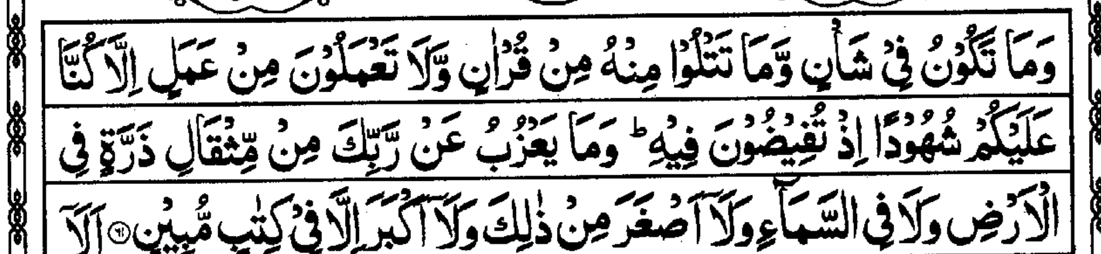
❶ الطبری، ۵/ ۱۱۲۔

ہو کہتے ہو کہ اب یہ صرم ہیں۔ اپنے پر بھی حرام کر لیتے ہو اور اپنے اہل پر بھی۔ کیا ایسا نہیں ہے؟'' میں نے کہا ہاں۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''سنو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہے حرام ہو نہیں سکتا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے قوی تر ہے اور اللہ تعالیٰ کا چاقو تمہارے چاقو سے زیادہ تیز ہے۔ ❶ اللہ پاک ان لوگوں سے اپنی سخت ناراضی کا اظہار فرماتا ہے جو اس کے حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں یا حرام کو اپنے لئے حلال بنا لیتے ہیں اور یہ صرف اپنی ذاتی رائے اور خواہش کی بنا پر جس کی کوئی دلیل نہیں۔'' پھر ان کو یوم قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں آخر وہ سمجھتے کیا ہیں کہ قیامت کے روز ہم ان سے کیا برتاؤ کریں گے۔

وقولہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے کافروں کو دنیا میں جلد سزا نہ دینا مراد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ بڑا صاحب فضل ہے لوگوں پر کہ دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں انسانوں کے لئے پیدا کر دیں جن سے فائدہ اور ان کی منفعت ہے اور ایسی چیزیں انسان کے لئے حرام فرما دیں جن میں سراسر مضرت تھی' یا تو بحیثیت دین یا بحیثیت دنیا۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور اپنے نفسوں پر تنگی کر لیتے ہیں یعنی اپنی طرف سے کسی کو حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیتے ہیں۔ مشرکین نے اس چیز کو اپنے اندر بہت شائع کر رکھا ہے اور اپنا مسلک ہی ایسا بنا لیا ہے۔ اہل کتاب میں اگرچہ یہ بات نہیں تھی لیکن انہوں نے بھی یہ بدعت پیدا کر لی ہے۔

موسیٰ بن صباح رحمۃ اللہ علیہ سے قولہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ قیامت کے دن تین قسم کے اللہ پرست پیش کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک قسم سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے کس خیال سے اعمال نیک اختیار کئے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ یارب تعالیٰ! تو نے جنت پیدا کی' جنت میں باغ' پھل' اشجار' انہار' حور و قصور اور اہل طاعت کے لئے ہر قسم کی نعمتیں مہیا کیں' اسی کو حاصل کرنے کے لئے میں نے رات رات بھر جاگ کر عبادت کی' دن دن بھر روزے رکھے' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے جنت کی خاطر جب یہ عمل کئے تو جا جنت ہی تیرا ٹھکانا ہے۔ لیکن یہ تیرے عمل کا بدلہ نہیں۔ میں تجھے دوزخ سے نجات دیتا ہوں۔ یہ میرا فضل ہے اور میں تجھے جنت میں داخل کرتا ہوں اور یہ میرا فضل ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ جنت میں جا داخل ہوں گے۔ پھر دوسری نوع کے لوگ بلائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی یہی پوچھے گا تو وہ کہیں گے یا اللہ تعالیٰ تو نے دوزخ پیدا کی' دوزخ میں طوق و زنجیر رکھے' باد سموم اور آب محموم اس میں پیدا کئے۔ اہل معصیت کے لئے سارے ہی عذاب اس میں مہیا کئے۔ چنانچہ میں رات رات بھر جاگ کر عبادت کرتا رہا' دوزخ کے خوف سے دن دن بھر بھوکا پیاسا رہ کر روزے رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے دوزخ سے ڈر کر نیک اعمال کئے ہیں تو لے میں نے تجھے دوزخ سے نجات بخشی اور پھر میرا یہ مزید فضل ہے کہ دوزخ سے نجات دینے کے بعد تجھے جنت بھی دے دیتا ہوں' چنانچہ وہ جنت میں جا داخل ہوگا۔ اب تیسری نوع کے لوگ لا حاضر کئے جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو وہ بتائیں گے کہ یارب! ہم نے تو تیرے شوق اور تیری محبت کے لئے تیری عبادت کی۔ رات بھر بھی عبادت کی اور دن بھر بھی روزے رکھے' صرف تیرے اشتیاق ملاقات اور تیری رضامندی کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب میرے شوق لقا میں تم نے ایسا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے جلوہ افروز ہو جائے گا اور فرمائے گا لو مجھے دیکھ مجھ پر نظر ڈالو کہ تم کو سب سے بڑی دولت ملی=

❶ ابو داود، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب ٤٠٦٣ وسنده صحیح، نسائی ٥٢٢٦؛ احمد، ٣/ ٤٧٣ واللفظ له۔



ترجمہ: اور آپ کسی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو۔ اور آپ کے رب تعالیٰ سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔[٦١] یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں۔[٦٢] وہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز رکھتے ہیں۔[٦٣] ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔[٦٤]

= ہے۔ پھر فرمائے گا کہ میں اپنے فضل سے تم کو دوزخ سے بھی نجات دیتا ہوں اور جنت سے بھی تمہیں سرفراز کرتا ہوں۔ میرے ملائکہ تیرے پاس حاضر رہیں گے اور میں بذات خود تجھ پر اپنی سلامتی نازل فرماتا رہوں گا۔ چنانچہ ایسے لوگ جنت میں بھی جا داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز سے باخبر ہے: [آیت: ٦١-٦٤] نبی ﷺ کو خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری امت اور جمیع خلائق کے سارے احوال سے ہر لحظہ اور ہر ساعت واقف ہے۔ ذرہ بھر چیز بھی زمین اور آسمانوں کے اندر خواہ کتنی ہی حقیر وصغیر کیوں نہ ہو کتاب مبین میں یعنی علم الٰہی میں موجود ہے اس کی نگہداشت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ غیب کی معلومات اسی کے پاس ہیں۔ بر ہو کہ بحر غیب کی بات اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک پتہ بھی ٹوٹ کر گرتا ہے یا رات کی تاریکیوں میں کہیں کوئی ذرہ بھی پڑا رہتا ہے اور کوئی چیز تر ہو کہ خشک، اچھی ہو کہ بری سب کا اس کو علم ہے۔ اشجار و جمادات وحیوانات کی ہر حرکت کو جانتا ہے۔ زمین پر جتنے جاندار ہیں، ہوا میں جتنے پرندے اڑتے ہیں یہ بھی سب تمہاری طرح گروہ گروہ ہیں۔ ہر جاندار کی غذا کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔ جب ان اشیاء کی حرکات کا بھی اس کو علم ہے تو انسان مکلف اور مامور بالعبادۃ کے حرکات واعمال کا علم اس کو کیسے نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ تم اس عزیز رحیم پر بھروسہ رکھو جو تم اگر نماز میں کھڑے بھی ہو تو دیکھ رہا ہے، سجدہ بھی کر رہے ہو تو دیکھ رہا ہے اور اسی لئے فرمایا کہ خواہ تم کسی مشغلے میں ہو، قرآن پڑھ رہے ہو یا اور کوئی عمل کر رہے ہو، ہم دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ چنانچہ جب جبرائیل علیہ السلام نے احسان کے معنے حضرت محمد ﷺ سے پوچھے تو فرمایا کہ ''اس کا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح سے عبادت کرو گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر عبادت کر رہے ہو اور اگر یہ نہیں تو کم از کم اس طرح کہ تم اس کے سامنے ہو اور وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام ...... ٥٠؛ صحیح مسلم ٩، ١٠۔

اولیاء اللہ کی فضیلت اور بعض علامات: ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد پرہیز گاری بھی اختیار کرتے ہیں چنانچہ جو پرہیز گار ہے اللہ کا ولی ہے۔ احوال آخرت سے اگر انھیں سابقہ پڑے گا تو ان کو کوئی خوف دامن گیر نہ ہوگا اور نہ دنیا میں انہیں کوئی حزن وغم گھیرے گا۔ عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ذکر وفکر الٰہی میں دیکھے جاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ! اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو فرمایا کہ ''وہ لوگ کہ جب دیکھو یادالٰہی میں مصروف۔'' ❶ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے بھی بندے ہیں کہ انبیا وشہدا بھی ان پر رشک کرتے ہیں۔'' پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں ہم بھی ان سے محبت رکھیں گے۔ فرمایا ''انبیا کے لئے بھی قابل رشک لوگ وہ ہیں کہ نہ مال کا کوئی تعلق نہ نسب کا لگاؤ مگر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں ان کے چہرے نورانی ہیں وہ نور کے منبروں پر ہیں۔ لوگ جہاں خوف سے تھرا جائیں' وہاں ان پر ذرا بھی آثار خوف نہیں۔ لوگوں پر رنج وغم طاری ہے اور ان کو رنج وغم سے کوئی واسطہ نہیں۔'' ❷ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مختلف قبائل سے اور چاروں طرف سے جمع ہوں گے اور ان میں کوئی رشتہ داری نہ ہوگی لیکن وہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہوں گے اور خلوص ومحبت ہوگی۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے لئے نور کے منبر قائم کرے گا جس پر وہ بیٹھے ہوں گے۔ لوگ قیامت میں پریشان پھر رہے ہوں گے' لیکن وہ مطمئن۔ اللہ تعالیٰ کے اولیا یہی لوگ ہیں۔'' ❸ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ط﴾ کے بارے میں پوچھی' تو کہا کہ بشارت سے رویائے صالحہ مراد ہیں جن کو کوئی مسلم دیکھتا ہے' یا دوسروں کو اس سے متعلق خواب دکھایا جاتا ہے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کیا اور اس سے پہلے صرف ایک وقت ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ ''یہ سچے خواب جو کوئی دیکھے یا اس کے حق میں کوئی دوسرا دیکھے تو یہ دنیا کی زندگی میں بھی اس کے لئے خوشخبری ہے اور آخرت میں جنت کی بشارت ہے۔'' ❹ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے کسی نے یہ سوال نہیں کیا تھا۔ بشریٰ سے رویائے صالحہ مراد ہیں۔'' ابن صامت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اس آیت میں آخرت کی بشارت تو جنت ہے لیکن دنیا کی بشارت سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''سچے خواب جس کو کوئی دیکھے یا اس کے حق میں کسی کو دکھائے جائیں اور یہ سچے خواب بھی نبوت کے ستر یا چوالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔'' ❺ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی انسان اچھے عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی ستائش کرتے ہیں تو گویا یہ مؤمن کے لئے دنیا ہی میں جنت کی بشارت ہے۔ ❻ اور یہ انچاس اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے پس جو اچھے خواب دیکھے تو وہ لوگوں کے سامنے بیان کردیا کرے۔ اور جو برے خواب =

❶ طبرانی ١٢٣٢٥ ، وسنده ضعيف۔ ❷ ابن حبان ٥٧٣ وسنده صحيح ، وله شاهد صحيح عند ابی داود ، ٣٥٢٧ عن عمر رضی اللہ عنہ ، السنن الكبرىٰ للنسائی ، ١١٢٣٦؛ مسند ابی یعلی ٦١١٠۔

❸ احمد ، ٥/ ٣٤٣ وسنده حسن ، شعب الایمان ٩٠٠١؛ المعجم الكبير ٣٤٣٣؛ شرح السنة ٣٤٦٤۔

❹ ترمذی ، كتاب الرؤيا ، باب لهم بشرى فی الحيوة الدنيا ، ٢٢٧٣ وهو حسن۔

❺ الطبری ، ١٥/ ١٢٢ اس میں (سبعین) کی جگہ (ستین) کا لفظ ہے۔ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان ، ٤/ ٢١٣ ، رقم: ٨٨٩٥) ❻ صحيح مسلم ، كتاب البر والصلة ، باب اذا اثنی علی الصالح فهی بشرىٰ ولا تضره ٢٦٤٢؛ ابن ماجه ، ٤٢٢٦؛ احمد ، ٥/ ١٥٦؛ ابن حبان ، ٣٦٦۔



وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے وہ سنتا جانتا ہے۔[۶۵] یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں' یہ سب اللہ ہی کے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکا کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں' محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں'[۶۶] وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے اس میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔[۶۷]

= دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے ایسا کرتا ہے' تو چاہئے کہ تین دفعہ اپنی بائیں طرف تھوک دے اور اللہ تعالیٰ کی تکبیر پڑھ لے' اور کسی سے بیان نہ کرے۔" ❶ ایک دوسری جگہ چھیالیس اجزائے نبوت میں سے ایک جزو قرار دیا ہے۔ ❷ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رویائے حسنہ اللہ کی بشارت ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مؤمن کے مرنے کے وقت ملائکہ اس کو جنت اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ ❸ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے پھر مرتے دم تک اس پر قائم بھی رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو نہ غمگین ہو' تم کو اس جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے والی ہیں۔ تم جو چاہتے ہو تم کو مل گیا یہ اللہ رحیم کی طرف سے تمہیں تحفہ ہے۔ حدیث براء رضی اللہ عنہ میں ہے کہ "جب مؤمن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو روشن چہرے والے اور سفید لباس والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک روح! راحت و ریحان کی طرف چل! اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض نہیں تو یہ روح اس کے منہ سے اس طرح نکل پڑے گی جیسے مشک کے منہ سے پانی نکل پڑتا ہے۔" جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ قیامت کی دہشت ان کو گھبرا نہ دے گی فرشتے ان سے کہیں گے کہ یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔ ❹ اس دن مؤمنین کے سامنے نور چل رہا ہوگا سامنے بھی اور سیدھی طرف بھی۔ آج تمہیں بشارت ہے جنت کی جس کے نیچے ہمیشہ بہنے والی نہریں چل رہی ہیں۔ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں کا بیان: [آیت: ۶۵-۶۷] اللہ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ مشرکین کا یہ قول تم کو رنجیدہ نہ کرے تم ان پر غالب آنے کے لئے اللہ سے مدد مانگو اسی پر بھروسہ کرو ہر طرح کی عزت اور غلبہ اللہ اور اللہ کے رسول اور مؤمنین کے لئے ہے۔ وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کے احوال کو جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے۔ =

❶ احمد، ۲/ ۲۱۹، ۲۲۰؛ شعب الایمان ۴۷۲۶ وسندہ حسن۔ ❷ سندہ حسن، دیکھئے حوالہ سابقہ۔

❸ ۴۱/ فصلت: ۳۰۔ ❹ اس معنی کی روایت احمد، ۴/ ۲۸۷؛ وھو حدیث صحیح مشہور، الاعمش صرح بالسماع عند ابی داود، حاکم، ۱/ ۳۷ میں موجود ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ؕ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ! وہ تو کسی کا محتاج نہیں' اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔[۶۸] آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔[۶۹] یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے پھر ہمارے پاس ان کو آنا ہے پھر ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سزائے سخت چکھا دیں گے۔[۷۰]

= مشرکین جو اصنام کی عبادت کرتے ہیں وہ اصنام نہ ضرر پر قادر ہیں نہ نفع پر' نہ ان مشرکین کے پاس کوئی معقول دلیل ہے۔ وہ تو جھوٹ اور اٹکل اور قیاس آرائیوں کی پیروی کر رہے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے رات بنائی تاکہ دن بھر کی تکان سے سکون و راحت حاصل کریں اور دن کو حصول معاش کی خاطر روشن بنایا۔ وہ دن میں سفر کرتے ہیں اور روشنی کے اندر ان کے دیگر مصالح ہیں ان دلائل کو سن کر عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے ان آیتوں میں نشانیاں ہیں اور وہ عظمت خالق پر دلیل لاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں: [آیت:۶۸-۷۰] اس میں تردید ہے ان لوگوں کی جو اس کے قائل ہیں کہ نعوذ باللہ' اللہ کے بھی کوئی لڑکا ہے۔ وہ تو پاک اللہ ہے وہ اولاد تو کیا ہر چیز سے بے نیاز ہے اور ہر موجود چیز اس کے کرم کی محتاج ہے۔ زمین اور آسمان اور ما فیہما میں سب اسی کا ہے۔ پھر وہ اپنے مملوک اور اپنے عبد ہی کو اپنا بیٹا بھلا کیسے بنا لے گا۔ اے مؤمنو! تمہارے پاس تو یہ دلیل ہے لیکن ان کے پاس اپنے کذب و بہتان کی کوئی دلیل نہیں۔ ارے تم جانتے کچھ بھی نہیں اور دعوے کر بیٹھتے ہو۔ یہ مشرکین کو زبردست تنبیہ ہے۔ یہ کافر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک بیٹا پیدا ہوا ہے یہ ایسی زبردست گستاخی ہے کہ اس کو سن کر آسمان پھٹ پڑے' زمین شق ہو جائے' پہاڑ گر پڑیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اللہ کو بھلا یہ کہاں سزاوار ہے کہ اس کے بھی کوئی بیٹا ہو۔ زمین و آسمان کی ہر چیز تو اللہ کی ممنون اور اسی کے عبد ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں وہ ان کی گنتی جانتا ہے ہر ایک قیامت کے روز انفرادی طور پر اس کے پاس حاضر ہوگا۔ پھر ان بہتان لگانے والے کافروں کو اللہ پاک دھمکی دیتا ہے کہ یہ دین اور دنیا میں کہیں بھی فلاح نہ پائیں گے۔ لیکن دنیا میں انہیں جو کچھ مل رہا ہے وہ ان کے لئے عذاب کا پیش خیمہ ہے اور ان کے لئے ڈھیل ہے تاکہ چندے اور وہ دنیا کی متاع قلیل سے مستفید ہو جائیں پھر تو انہیں زبردست عذاب سے متصادم ہونا ہی پڑے گا۔ یہ دنیا تو ان کے لئے چند روزہ زندگی کی راحت ہے۔ پھر ہماری طرف لوٹنا ہوگا ہی۔ وہاں ہم انہیں عذاب شدید کا مزہ چکھائیں گے۔ یہ ان کے کذب و افترا اور کفر کے سبب سے ہوگا۔

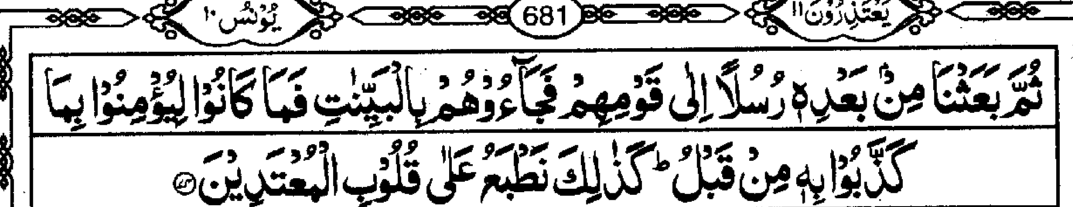


وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ ۘ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿٧١﴾ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۙ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾

ترجمہ: اور آپ ان کو نوح علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکا کے پختہ کر لو پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونا چاہیے پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔[۷۱] پھر بھی اگر تم اعراض ہی کیے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا' میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے۔ اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں سے رہوں۔[۷۲] سو وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو آباد کیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو غرق کر دیا۔ سو دیکھنا چاہیے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ڈرائے جا چکے تھے۔[۷۳]

قوم نوح کی تباہی و بربادی: [آیت:۷۱۔۷۳] اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو جنہوں نے تمہیں جھٹلایا ہے' اور تمہاری مخالفت کی ہے نوح علیہ السلام کے اور نوح علیہ السلام کی قوم کے واقعات سنا دو۔ جس نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو ہلاک کر دیا اور ان کو کس طرح غرق آب کر دیا۔ تاکہ متقدمین کے افسوسناک نتیجہ کو دیکھ کر یہ ہوشیار ہو جائیں کہ کہیں انہیں بھی ہلاکت کا سامنا نہ ہو۔ وہ واقعات یہ ہیں کہ نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اگر ایسا ہی تم کو میرا تمہارے درمیان بھڑنا اور تم کو راہ راست پر لانے کے لئے نصیحتیں کرنا گراں گزرتا ہے تو خیر مجھے بھی پرواہ نہیں میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہے۔ تم کو گراں گزرے یا نہ گزرے میں تو تبلیغ سے باز نہیں آ سکتا اچھا تم اور تمہارے شرکا یعنی اصنام واوثان جن کی تم اللہ کی بجائے پرستش کرتے ہو سب یک دل ہو جاؤ اور اپنی کوششوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو اور ہر طرح سے اپنے کو مضبوط بنا لو۔ اگر تم کو یہی گمان ہے کہ تم حق پر ہو تو میرے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کرو اور مجھے ایک گھنٹے بھر کی مہلت نہ دو۔ جس قدر کر سکتے ہو کر گزرو۔ مجھے نہ تمہاری پرواہ ہے نہ تم سے خوف ہے کیونکہ جانتا ہوں کہ تمہارے قیاس کی بنیاد تو کچھ ہے ہی نہیں۔

ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے ایسا ہی کہا تھا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو شریک الٰہی بنا لیتے ہو۔ میں اس ذہنیت سے بالکل بری ہوں اب چاہو تو تم سب میرے خلاف سازش کر لو اور مجھے دم بھر کی بھی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور میرا بھی۔ اب اگر تم نے تکذیب کی اور پیٹھ پھیر لی تو کیا مجھے تم سے کچھ ملنا تھا کہ جس کے ضائع ہونے کا افسوس ہو۔ میں جو تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اس پر کچھ تم سے اجرت تو نہیں مانگ رہا۔ مجھے تو اجر دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ مجھے تاکید ہے کہ سب سے پہلے میں ایمان لاؤں اور مجھ پر فرض ہے کہ اسلام کے احکام کی تعمیل کروں کیونکہ تمام ==



ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ﴿٧٤﴾

ترجمہ: پھر نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے پس جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔ [۷۴]

= انبیاء علیہم السلام کا دین اسلام ہی تھا' چاہے وہ ابتدائی ہوں یا آخری' طریقہ کار اور مشرب جدا ہو جائے تو ہو جائے کچھ مضائقہ نہیں توحید کی تعلیم تو ایک ہی رہے گی۔ قول باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے ہر ایک کے لئے ایک ایک شریعت الگ الگ قانون اور جدا جدا راستہ بنایا ہے۔ یہ نوح علیہ السلام ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے ایمان لاؤں۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ان کے رب تعالیٰ نے ان سے کہا کہ ایمان لاؤ تو فوراً بول اٹھے کہ میں ایمان لایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں' پوتوں اسمٰعیل اور یعقوب علیہما السلام کو بھی نصیحت کر رکھی تھی کہ اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین اسلام کو انتخاب کیا ہے اس لئے اسلام کو اختیار کر رکھو قبل اس کے کہ تمہیں موت آ جائے۔

یوسف علیہ السلام نے بھی کہا تھا کہ اے اللہ! تو نے مجھے بادشاہت عطا فرمائی اور بات کی توجیہ و تاویل کی تعلیم دی زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا تو ہی ہے۔ دنیا اور آخرت میں میرا والی ہے۔ میں مروں تو اسلام پر قائم رہ کر مروں اور مجھے صالحین کے گروہ میں شامل رکھ۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے لوگو! اگر تم مسلمان ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اور اسی پر ایمان لاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگروں نے کہا تھا کہ یا رب! ہم کو ثابت قدم رکھ اور اسلام کی موت دے۔ بلقیس نے کہا تھا کہ یا اللہ! میں حدود سے آگے بڑھ گئی تھی۔ میں اسلام لاتی ہوں اور اسلام کا دین اختیار کرتی ہوں۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ہم نے جو توراۃ نازل کی ہے وہ سراسر ہدایت اور نور ہے۔ مسلمانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے ذریعہ حکم قائم کرتے ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حواریین عیسیٰ کی طرف ہم نے القا کیا تھا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور اے اللہ تعالیٰ تو ہی گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

خاتم الرسل سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اسی کے حکم کا مامور ہوں اور پہلے میں ہی اسلام لاتا ہوں۔ ❶ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہم انبیا کے گروہ گویا علاتی بھائی ہیں کہ باپ سب کا ایک ہے اور مائیں جدا جدا۔ یعنی دین ہم سب کا ایک ہے اور وہ رب واحد کی عبادت ہے۔ چاہے سب کی شریعتیں الگ الگ ہوں۔'' ❷ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان کے دین پر چلنے والوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دے دی اور ان کو زمین پر بحیثیت خلیفہ قرار دیا۔ اور جنہوں نے ہماری باتوں کو جھٹلا دیا تھا ان کو غرق کر دیا۔ دیکھو ان بدنصیبوں کا کیسا برا حشر ہوا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)! دیکھو ہم نے مؤمنین کو کیسی نجات دی اور نہ ماننے والوں کو کیسا ہلاک کر دیا۔

نوح علیہ السلام کے بعد سلسلہ رسالت جاری رہا: [آیت:۷۴] ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد دوسرے رسولوں کو بھی ان کی اپنی قوموں کی طرف بینات و دلائل اور معجزے دے کر بھیجا لیکن وہ جس طرح تکذیب کر چکے تھے اسی پر قائم رہے اور =

❶ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعائه باللیل ۷۷۱۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اهلها......﴾ ۳۴۴۳؛ صحیح مسلم ۲۳۶۵۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات دے کر بھیجا سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے۔[۷۵] پھر جب ان کو ہمارے پاس سے صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔[۷۶] موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جب کہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔[۷۷] وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور تم دونوں کو دنیا میں ریاست مل جائے اور ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔[۷۸]

= سابقہ رسولوں کی تکذیب کے گنہگار تو تھے ہی اب ان رسولوں پر بھی ایمان نہ لائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے کہ ہم ان کے دلوں اور نگاہوں سے سمجھنے اور دیکھنے کی صلاحیت ہی نکال دیتے ہیں اور ان سرکشوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ یعنی جیسا کہ سابقہ امتوں نے پیغمبر کی تکذیب کی تھی تو ہم نے ان کے دلوں پر مہر کر دی تھی۔ اسی طرح ان گمراہوں کی پیروی کرنے والوں کے دلوں پر بھی مہر کر دی چنانچہ جب تک وہ دردناک عذاب سے دوچار نہ ہوں گے یقین نہ کریں گے۔ مطلب یہ کہ تکذیب رسل کرنے والی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور جو رسولوں پر ایمان لائے انہیں نجات عطا فرمائی۔ یہ نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کا ذکر ہے ورنہ آدم علیہ السلام کے زمانے کے بعد کے لوگ تو اسلام پر قائم تھے لیکن بعد میں ان کے اندر عبادت اصنام کا چلن جڑ پکڑ گیا۔ اسی لئے تعالیٰ نے ان کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ اسی لئے تو قیامت کے روز مؤمنین نوح علیہ السلام کو کہیں گے کہ آپ پہلے پیغمبر ہیں جو دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گزری تھیں یہ سب مذہب اسلام پر قائم تھے۔ ❷ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نوح کے بعد کتنے ہی زمانے ہم نے ختم کر دیئے آیت متذکرہ بالا کے ذریعہ مشرکین عرب کو ڈرایا گیا ہے جو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے تھے۔ جب کہ سابقہ پیغمبروں کو جھٹلانے پر عذاب و نکال کا اللہ تعالیٰ نے اس قدر ذکر کیا ہے تو قریش کو تکذیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کرنا چاہئے کہ وہ تو ان سے بھی بڑے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ یہ تو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اب پھر نہ کوئی نبی آئے گا نہ انہیں ہدایت کا کوئی دوسرا موقع ملے گا۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرعون کو دعوت: [آیت: ۷۵۔۷۸] پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کی طرف موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بھیجا اور اپنی نشانیاں اور دلائل و براہین بھی ساتھ دیئے لیکن اتباع حق اور انقیاد طاعت سے اس مجرم قوم =

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب قول اللہ عزوجل ﴿ولقد ارسلنا نوحا الیٰ قومه﴾ ۳۳۴۰؛ صحیح مسلم ۱۹٤۔

❷ الحاکم، ۲/ ۲٦۲، وسنده ضعیف۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع

ترجمہ: اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو[۷۹] سو جب وہ آئے موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو ڈالنا ہے[۸۰] سو جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ابھی درہم برہم کیے دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا[۸۱] اور اللہ تعالیٰ دلیل صحیح کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے گو مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔[۸۲]

= نے انکار کر دیا۔ اور جب ان کے پاس ہماری طرف سے امر حق آ پہنچا تو بلا تامل کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ گویا کہ انہوں نے اپنی سرکشی پر قسم ہی کھا رکھی تھی۔ حالانکہ انہیں یقین تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں فی الواقع جھوٹ اور بہتان ہے جیسا کہ خود اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ انکار تو کر رہے ہیں لیکن ان کے دل خود یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہمارا ظلم اور سرکشی ہے۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تردیداً کہا کہ حق بات تمہارے سامنے آتی ہے تو کہہ اٹھتے ہو کہ یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر تو کبھی خیر و فلاح کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ وہ منکرین کہتے ہیں کہ اے موسیٰ! کیا تم اسی لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمارے باپ دادا کے دین سے ہمیں پھیر دو اور پھر ساری عظمت و ریاست غلبہ و سطوت سب تمہارے اور تمہارے بھائی ہارون کے لئے ہو جائے ہم تو کبھی تم کو ماننے والے نہیں۔

اللہ پاک نے اپنی کتاب عزیز میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کو متعدد بار ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ عجیب تر قصہ ہے فرعون پہلے ہی سے موسیٰ علیہ السلام سے پرحذر رہتا تھا۔ لیکن قدرت کے کھیل دیکھو کہ جس سے فرعون اتنا خوف زدہ تھا۔ اللہ پاک نے اسی کو فرعون کے پاس پالا پوسا اور شہزادوں کی طرح آپ علیہ السلام اس کے گھر پرورش پاتے رہے پھر ایک انقلاب آیا اور ایک ایسا سبب پیدا ہو گیا کہ آپ فرعون کے پاس سے نکل کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت اور کلام بالمشافہ سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ پھر اسی فرعون کی طرف بھیجا کہ جاؤ اسے دعوت اسلام دو کہ وہ ہماری طرف رجوع کرے اور بے دینی کے بجائے ہمارے دین پر چلے حالانکہ جو عظمت و سطوت کہ فرعون کو حاصل تھی سو تھی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آتے ہیں اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کے سوا اور کوئی آپ کا مددگار نہیں۔ لیکن فرعون نے سرکشی کی غرور کیا۔ اس میں حمیت بیجا پیدا ہو گئی اس کا نفس خبیثہ جاگ اٹھا وہ موسیٰ علیہ السلام سے رد گرداں ہو گیا اور وہ دعویٰ کر بیٹھا جس کا اس کو کوئی حق نہ تھا۔ بغاوت و سرکشی کی بنی اسرائیل کے مومنین کی اہانت کی۔ ایسے نازک موقف پر بھی فرعون کی دست برد سے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام محفوظ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور یکے بعد دیگرے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مجادلہ اور نوک جھونک ہوتی رہتی ہے اور موسیٰ علیہ السلام ایسی ایسی نشانیاں اور معجزات پیش کرتے ہیں کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں اور ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید یافتہ کے سوا اور کوئی ایسے دلائل نہیں پیش کر سکتا۔ ایک نشانی سے بڑھ کر دوسری نشانی پیش کی جاتی۔ لیکن فرعون اور اس کی جماعت بھی قسم کھا بیٹھی تھی کہ نہ مانیں گے حتیٰ کہ جب عذاب آیا تو ایسا آیا کہ کوئی اس کو رد ہی نہ کر سکتا تھا چنانچہ ایک دن وہ سب غرق کر دیئے گئے اور اس ظالم قوم کا استیصال ہو گیا۔

موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ: [آیت: ۷۹-۸۲] اللہ پاک نے جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کا ذکر سورۂ اعراف میں فرمایا ہے اور وہاں اس قصہ پر روشنی ڈالی جا چکی ہے اور اس سورۃ اور سورۂ طٰہٰ اور سورۂ شعرآء میں بھی ذکر ہے کہ فرعون نے ارادہ =



فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: پس موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں ان کو تکلیف پہنچادے اور واقع میں فرعون اس ملک میں زور رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا۔[۸۳]

= کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق مبین کا معارضہ اپنے جادوگروں کے خرافات اور شعبدوں سے کرے۔ لیکن اس کی آنتیں اسی کے گلے پڑیں۔ وہ مقصد میں ناکام رہ گیا اور محفل عام میں براہین الٰہیہ غالب آ گئے اور سب جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے ہم تو رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ فرعون کا تو گمان تھا کہ وہ جادوگروں سے مدد لے کر اللہ تعالیٰ کے رسول پر غالب آئے گا۔ لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور مستوجب دوزخ ہو گیا۔ فرعون نے حکم دیا تھا کہ ہر گوشۂ ملک سے ساحر جمع کیے جائیں۔ ان ساحروں سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنا عمل کرو جو کرنا چاہتے ہو اور یہ اس لئے کہا کہ فرعون نے ان سے وعدہ کر رکھا تھا کہ غالب آ جاؤ گے تو تم لوگ میرے مقرب بنو گے اور تمہیں بڑا انعام واکرام دیا جائے گا۔ ساحروں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تم پہلے اپنا کرتب دکھاؤ گے کہ ہم پہلے دکھائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ہی پہل کرو۔ اس غرض سے کہا تا کہ لوگ دیکھ سکیں کہ جادوگر کیا چیز پیش کرتے ہیں پھر اس کے بعد حق سامنے آئے اور باطل کی سرکوبی کرے۔ جب جادوگروں نے اپنی رسیاں ڈال دیں اور لوگوں کی آنکھوں پر جادو چلا دیا رسیاں سانپ بن گئیں لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ بڑا زبردست جادو پیش کیا موسیٰ علیہ السلام بھی خوفزدہ ہو گئے ہم نے کہا موسیٰ ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اپنے ہاتھ کا عصا بھی میدان میں پھینک دو وہ بھی اژدہا بن کر ان کے سانپوں کو نگل جائے گا۔ ساحروں کا یہ کرتب جادو کا کھیل ہے اور جادوگر تو کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتا ایسے میں موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ یہ تمہارا کھیل تو جادو کا کھیل ہے اللہ تعالیٰ اسے باطل کر کے رہے گا۔ مفسدین کے عمل کامیاب نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کر کے رہے گا۔ خواہ گنہگاروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ ابن ابی سلیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہ آیتیں بحکم باری تعالیٰ سحر سے شفا کا کام دیں گی اس آیت کو پڑھ کر پانی پر پھونکو پھر مسحور کے سر پر انڈیل دو۔ یہ سورۂ یونس کی آیت ہے وہ یہ ہے ﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى﴾ الی آخرہ ﴿كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ دوسری آیت ہے ﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ❶ اور ﴿اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ ❷

فرعون اور اسکی قوم کی سرکشی: [آیت:۸۳] اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آیات بینات جو پیش کیں تو فرعون کی قوم اور اس کی ذریات میں سے بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ ایمان لانے والے نوجوانوں اور اس کے افراد قوم کو یہ خوف تھا کہ جبراً وہ پھر حالت کفر پر لوٹا دیئے جائیں گے کیونکہ فرعون بڑا عیار (سرکش تھا) اس کی شوکت و دبدبہ بہت بڑھا ہوا تھا اس کی قوم اس سے بہت ڈرتی تھی غیر بنی اسرائیل میں سے صرف فرعون کی عورت اور آل فرعون سے ایک اور شخص پھر فرعون کا خازن اور اس کی بیوی بس یہی قلیل جماعت تھی جو ایمان لے آئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ﴾ سے موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل مراد ہے مجاہد کہتے ہیں ذُرِّيَّةٌ سے ان لوگوں کی اولاد مراد ہے جن کی طرف موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے اور جو بہت عرصہ پہلے اس =

❶ ۷/ الاعراف:۱۱۸۔ ❷ ۲۰/ طٰہٰ:۶۹۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم اطاعت کرنے والے ہو۔[۸۴] انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کیا اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنا۔[۸۵] اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافرلوگوں سے نجات دے۔[۸۶]

= اولاد کو چھوڑ کر مر گئے تھے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ﴿ ذُرِّيَّةٌ ﴾ کے بارے میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول پسند کرتے ہیں کہ وہ قوم فرعون سے نہیں بلکہ بنی اسرائیل سے تھے کیونکہ ضمیر جب بھی راجع ہوتی ہے تو قریب تر کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر موسیٰ علیہ السلام کا لفظ ہے نہ کہ فرعون کا۔ اور یہ غور طلب بات ہے اس لئے کہ ﴿ ذُرِّيَّةٌ ﴾ سے مراد نوجوان لوگ ہیں اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور مشہور ہے کہ بنی اسرائیل تو سب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور انہیں بشارت دی جا چکی تھی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کے صفات سے خوب واقف ہو چکے تھے اور انہیں بشارت کتب مقدسہ سے مل چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں فرعون کی قید سے نجات دے گا اور فرعون پر غالب بنائے گا۔ اور اسی لئے جب فرعون کو یہ بات معلوم ہوئی تو بہت محتاط رہنے لگا اور جب موسیٰ علیہ السلام مبلغ ہو کر فرعون کے پاس آئے تو فرعون بنی اسرائیل کو بہت تکلیفیں پہنچانے لگا۔ اب وہ کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جا رہے تھے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ذرا صبر کرو اللہ تعالیٰ قریب تر عرصے میں تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس کا جانشین تمہیں بنا دے گا اور دیکھے گا کہ اب تم خود کیسا عمل کرتے ہو۔ اور جب یہ بات ہے تو ﴿ ذُرِّيَّةٌ ﴾ سے قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کے سوا اور کیا مراد ہو سکتی ہے بنی اسرائیل کو فرعون اور پھر اپنی جماعت سے خوف تھا کہ وہ پھر انہیں کافر بنا لیں گے اور بنی اسرائیل میں قارون کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس سے وہ ڈرتے کیونکہ قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا لیکن باغی تھا فرعون سے ملا ہوا تھا۔ یہاں ﴿ مَلَا۟ئِهِمْ ﴾ کی ضمیر بنی اسرائیل کی طرف گئی ہے۔ لیکن جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ضمیر فرعون اور عمائد فرعون کی طرف جاتی ہے کیونکہ اس کے عمائد بھی اس کے متبعین میں سے تھے یا یہ کہ فرعون سے پہلے آل کا لفظ محذوف سمجھا جائے اس لئے کہ جمع کی ضمیر ہے اور مضاف کی جگہ مضاف الیہ رکھ دیا گیا ہے یعنی آل کی جگہ فرعون رکھ دیا گیا ہے سو یہ بعید از قیاس بات ہے۔ اگرچہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دونوں باتیں لکھی ہیں یہ سب بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سب مؤمن تھے۔

اللہ پر بھروسہ اور اس کی عبادت: [آیت:۸۴-۸۶] اللہ پاک فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کر بیٹھو اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کا کفیل ہو جاتا ہے۔ اور اکثر دفعہ عبادت اور توکل کو ملا کر کہا گیا ہے ﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ﴾ ❶ اور ﴿ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ﴾ ❷ وغیرہ

اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ ہر نماز میں متعدد بار کہو کہ ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ❸ چنانچہ بنی اسرائیل حکم بجا لائے اور کہا کہ ﴿ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ہم تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اے ==

❶ ۱۱/ ہود:۱۲۳۔ ❷ ۶۷/ الملک:۲۹۔ ❸ ۱/ الفاتحۃ:۵۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰۗنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے انہی گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو۔ اور آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں۔[۸۷] اور موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب تعالیٰ! آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں دیئے اے ہمارے رب! اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے رب تعالیٰ! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں[۸۸] حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی سو تم مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں۔[۸۹]

= پروردگار ہم کو ان ظالموں کا زیر مشق ستم نہ بنا۔ ہم پر انہیں کامیاب نہ کر۔ ورنہ وہ یہ گمان کریں گے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور یہ بنی اسرائیل باطل پر ہیں چنانچہ اور زیادہ ہم پر ستم توڑیں گے آل فرعون کے ہاتھوں ہمیں عذاب نہ دے اور نہ اپنے عذاب میں مبتلا کر ورنہ فرعون کی قوم کہے گی کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو مبتلائے عذاب نہ ہوتے اور نہ ہم ان پر غالب نہ آتے اور ہمیں اپنی رحمت اور احسان سے اے اللہ اس کافر قوم سے نجات بخش۔ یہ کافر ہیں اور ہم مؤمن ہیں اور تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

بنی اسرائیل کو نماز کا حکم: [آیت:۸۷۔۸۹] اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دینے کے سبب کو بیان کرتا ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو ہم نے حکم دیا کہ تم اپنی قوم کو لے کر مصر میں جا بسو ﴿وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً﴾ میں مفسرین کا اختلاف ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں ہی کو مسجدیں بنالو۔ اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل خوفزدہ تھے اس لئے حکم دیا گیا کہ گھروں ہی میں نماز پڑھا کرو اور اس حکم کی حیثیت بالکل ایسی ہے کہ جب فرعون اور قوم فرعون کی طرف سے گرفت بہت بڑھ گئی تو کثرت صلوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ ❶ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ بھی جب کسی وقت بہت گھبرا اٹھتے تو نماز سے مدد حاصل کرتے ❷ اسی لئے اس آیت میں ہے کہ گھروں ہی کو مسجدیں سمجھ کر نمازیں پڑھنے لگو اور مؤمنین کو ثواب اور نصرت قریب کی بشارت دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم فرعونیوں کے سامنے کھلے بندوں نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا گھروں ہی میں پڑھ لو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو فرعون سے خوف تھا کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے تو قتل کر دیئے جائیں گے اس لئے کہا گیا =

❶ ۲/ البقرة:۱۵۳۔ ❷ ابو داود، کتاب التطوع، باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل، ۱۳۱۹ وسندہ ضعیف محمد بن عبداللہ الدؤلی راوی مجہول الحال ہے۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَھُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اٰۗلْــٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے چلا۔ یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے کہ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔[۹۰] جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔[۹۱] سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔[۹۲]

= کہ اچھا چھپ کر گھروں میں پڑھ لو اور گھروں کو آمنے سامنے بنائے رکھو۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرعون کے لیے بددعا: اللہ پاک خبر دے رہا ہے کہ جب فرعون اور اس کی جماعت نے قبول حق سے انکار کیا اور اپنی گمراہی وکفر پر قائم رہے ظلم وسرکشی اختیار کی تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یارب! تو نے فرعون اور اس کے لوگوں کو زینت دنیا اور اموال کثیر اس دنیا میں دے رکھا ہے اس سے تو وہ اور بھٹک جائیں گے یا دوسروں کو بھٹکانے لگیں گے ﴿لِيَضِلُّوْا﴾ فتح یا کے ساتھ یہ معنی ہوئے کہ تو نے انہیں یہ نعمتیں دیں حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یہ تو ان پر سرفرازی ہوئی۔ دوسرا قول ہے ﴿لِيُضِلُّوْا﴾ ضم یا کے ساتھ یعنی تیرے عطیات کے سبب لوگ یہ خیال کریں گے کہ تیری ان پر جو سرفرازیاں ہیں وہ گویا اس کا ثبوت ہیں کہ تو نے انہیں دوست رکھتا ہے جب ہی تو انہیں خوشحال رکھا یہ گویا سبیل ہوئی اس بات کی کہ ان کی وجہ سے لوگ بھٹکے اس لئے اے اللہ تعالیٰ ان کے اموال کو ہلاک کر دے۔ ضحاک اور ابو العالیہ رحمہم اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال کو پتھر بنا دیا۔ وہ پتھر ویسے ہی منقوش بنے ہوئے قلب ماہیت پائے گئے جس کیفیت میں کہ وہ اموال اپنی اصلی حالت میں تھے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ ان کے اناج نے بھی پتھر کی شکل اختیار کر لی تھی اور شکر وغیرہ بھی پتھر کے ذرات کی شکل میں آ گئی تھی۔ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سورۂ یونس پڑھی اور جب اس آیت پر پہنچے ﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ﴾ تو عمر نے کہا اے ابو حمزہ طمس کا کیا مطلب ہے تو ابو حمزہ نے کہا کہ ان کے مال ومتاع پتھر بن گئے تھے۔ تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ تھیلی لے آ۔ جب وہ تھیلی لے آیا تو اس میں چنے اور انڈے رکھے ہوئے تھے جو پتھر بنے ہوئے تھے۔ ❶ وقولہ ﴿وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ﴾ یعنی اے اللہ تعالیٰ! ان کے دلوں پر مہر لگا دے کہ عذاب الیم دیکھنے تک ایمان ہی نہ لائیں۔ یہ دعا موسیٰ علیہ السلام نے غضب میں آ کر فرعون اور قوم فرعون کے حق میں کی تھی جن کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو چکا تھا کہ اب ان میں اصلاح کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اب کسی خیر کی ان سے امید ہی باقی نہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَي الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ❷ اے اللہ! ان کافروں میں سے کسی باشندے کو نہ چھوڑ =

❶ اس کی سند میں محمد بن قیس متکلم فیہ (المیزان، ٤/ ١٦، رقم: ٨٠٩٠) اور ابو معشر ہے جسے بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ (المیزان، ٤/ ٢٤٦، رقم: ٩٠١٧) یعنی یہ سند ضعیف ومردود ہے۔ ❷ ٧١/ نوح: ٢٦۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں کھانے کو دیں سو انہوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا۔ یقینی بات ہے کہ آپ کا رب تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ [۹۳]

= اگر تو ان کو زندہ چھوڑے گا تو یہ تیرے دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی جتنی بھی اولاد ہوگی سب کافر ہی کافر پیدا ہوگی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام نے اس پر آمین کہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم دونوں کی دعا قبول کی جاتی ہے اور آل فرعون ہلاک کیے جاتے ہیں۔ اسی آیت سے اس بات پر دلیل لائی جاتی ہے کہ اگر مقتدی امام کی قرأت فاتحہ پر آمین کہے تو یہ مقتدی کے بھی خود قرآن پڑھنے کے بمنزلہ ہے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی تھی ﴿فَاسْتَقِيمَا﴾ جیسے کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے اب تم بھی اسی طرح میرے حکم پر مستقیم رہو اور میرے احکام نافذ کرو۔ استقامت اسی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس دعا کے چالیس (۴۰) سال بعد فرعون ہلاک ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس (۴۰) دن بعد۔

بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کی عبرت انگیز تباہی: [آیت:۹۰-۹۲] اللہ پاک فرعون اور لشکر فرعون کے غرق ہونے کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلے اور وہ چھ لاکھ سپاہی تھے فرعون کی ایمان لائی ہوئی ذریت کو چھوڑ کر۔ بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم والے قبطیوں سے کثیر تعداد میں زیور قرض مانگ لئے تھے اور لے کر نکل گئے چنانچہ فرعون کا غصہ اور بھی تیز ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے کارندوں کو اپنے ہر ملک سے لشکر جمع کرنے کو بھیجا اور ایک لشکر عظیم لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چل پڑا اور اللہ تعالیٰ کا منشا ہی یہی تھا چنانچہ اس ملک کے جتنے بھی صاحبان ثروت و دولت تھے کوئی شرکت سے باز نہ رہا سب ہی فرعون کے ساتھ ہو گئے۔ صبح صبح کے وقت ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو پا لیا فریقین نے جب ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ پکار اٹھے کہ اے موسیٰ! اب تو ہم دھر لئے گئے اور یہ اس وقت کی بات تھی جبکہ بنی اسرائیل دریا کے کنارے آ پہنچے تھے اور فرعونی ابھی پیچھے تھے۔ صورت اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہی تھی کہ فریقین میں تصادم ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام سے لوگ بار بار پوچھنے لگے کہ اب کیا ہوگا فرعونیوں سے کیسے بچیں گے آگے دریا پیچھے دشمن۔ موسیٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ مجھے تو یہی حکم ہے کہ دریا میں راستہ پیدا کروں ہم کبھی نہیں پکڑے جائیں گے میرا رب تعالیٰ میرا قائد ہے۔ جب انتہائی مایوسی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے یاس کو امید سے بدل دیا اور حکم فرمایا کہ دریا پر اپنا عصا مارو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا دریا پھٹ پڑا۔ پانی کا ہر ٹکڑا ایک بلند پہاڑ تھا۔ دریا میں بارہ راستے بن گئے اور ہر گروہ کے لئے ایک ایک راستہ بن گیا۔ دریا کے اندر کی گیلی زمین کو خشک ہواؤں نے فوراً سکھا دیا اور راستہ گزرگاہ کے قابل ہو گیا۔ دریائی راستے سوکھ گئے۔ اب نہ گرفتار ہونے کا خوف تھا اور نہ کسی بات کا ڈر کہ ڈوب جائیں گے۔ پانی کی دیواروں کے اندر دریچے سے بن گئے تھے تاکہ ہر راستے والے اپنے ساتھیوں کو ان دریچوں کے ذریعہ دیکھ سکیں اور مطمئن ہو سکیں کہ دوسرے ہلاک نہیں ہو گئے ہیں۔ اب بنی اسرائیل نے دریا کو طے کر لیا جب آخری اسرائیلی بھی دریا پار ہو گیا تو فرعون کا لشکر دریا کے اس پار کنارے پہنچ چکا

تھا۔اس لشکر میں ایک لاکھ سوار تو صرف سیاہ گھوڑوں والے تھے۔دوسرے رنگ کے گھوڑے اس کے سوا تھے اس سے لشکر فرعون کی کثرت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔فرعون نے جب یہ ہیبت ناک منظر دیکھا تو ڈر گیا اور واپس ہونے کا ارادہ کرلیا۔لیکن افسوس کہ اب نجات کا موقع جا چکا تھا تقدیر نافذ ہوچکی تھی موسیٰ علیہ السلام کی دعا نے قبولیت حاصل کرلی تھی۔جبرائیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار تھے۔فرعون کے گھوڑے کے پاس سے گزرے۔گھوڑی کو دیکھ کر گھوڑا ہنہنا اٹھا جبرائیل علیہ السلام نے اپنی گھوڑی دریا میں ڈال دی گھوڑا بھی دریا میں کود پڑا فرعون اس کو نہ تھام سکا۔مجبوراً دریا میں داخل ہوگیا لیکن اپنی بہادری ثابت کرنے کے لئے اپنے ساتھی امرا کو پکارا کہ بنی اسرائیل ہم سے زیادہ دریا کے اندر داخل ہونے کے حقدار نہیں۔سب دریا میں کود پڑو راستہ بنا ہوا ہے۔چنانچہ اس کا لشکر دریا کے اندر سما گیا۔میکائیل علیہ السلام سب کے پیچھے تھے اور اس کے لشکر کو ہانک کر آگے بڑھا رہے تھے چنانچہ ایک بھی پیچھے نہ رہا۔جب سب داخل دریا ہوگئے اور بنو اسرائیل سب دریا پار ہوگئے تو اللہ پاک نے دریا کو آپس میں جوڑ دیا۔اب کوئی فرعونی بھی نہ بچ سکا۔موجیں بلند ہورہی تھیں اور پست ہورہی تھیں مدوجزر پیدا ہوگیا تھا۔فرعون پر سکرات موت طاری تھی۔اب وہ کہہ اٹھا کہ ہاں بنی اسرائیل کے اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں میں ایمان لاتا ہوں۔لیکن افسوس کہ وہ اس وقت ایمان لایا جب کہ ایمان لانا کچھ بھی مفید نہ تھا۔قول باری تعالیٰ ہے کہ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو بول اٹھے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور کفر وشرک سے باز آئے۔لیکن ہمارا عذاب دیکھ چکنے کے بعد ایمان نفع بخش نہیں۔اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔کافر لوگ خسارے میں رہیں گے۔اسی لئے اللہ پاک نے فرعون کے جواب میں کہا کہ اب ایمان لاتا ہے اور اب تک نافرمان اور کافر بنا ہوا تھا اور فتنے مچا رہا تھا اور لوگوں کو گمراہ کررہا تھا۔وہ لوگ دوزخ میں لے جانے کے لئے دوسروں کے امام بنے ہوئے تھے۔اب ان کی ہرگز مدد نہیں کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی یہ بات کہ ﴿اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ﴾ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی۔یہ ان غیب کی باتوں میں سے تھی جس کی خبر صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہوسکی۔اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب فرعون نے ایمان کا کلمہ زبان سے نکالا تو جبریل علیہ السلام مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے دریا کا کیچڑ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونس دیا اس بنا پر کہ دریائے رحمت کو جوش نہ آجائے۔“ ❶

قولہ تعالیٰ ﴿فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ﴾ اب ہم تیری روح کو نہیں تیرے جسم کو محفوظ کرتے ہیں تاکہ بعد والوں کے لئے وہ عبرت بن جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کے بارے میں شک کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کے جسد بے روح کو جس پر لباس بھی موجود ہے زمین کے ایک ٹیلہ پر پھینک دے تاکہ لوگوں کو فرعون کی موت کا حقیقی ثبوت مل جائے۔ ❷ بدن یعنی جسم بلا روح ﴿اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ؕ﴾ یعنی اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ ہلاکت یوم عاشورہ میں ہوئی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ آئے تو ان دنوں یہود عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔پوچھا کہ ”اس دن کیوں روزہ رکھتے“ ہو تو یہود نے کہا اس دن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ یونس ۳۱۰۷؛ وھو حسن، احمد، ۱/ ۲۴۵۱؛ مسند الطیالسی ۲۶۹۳۔

❷ الطبری، ۱۵/ ۱۹۲۔

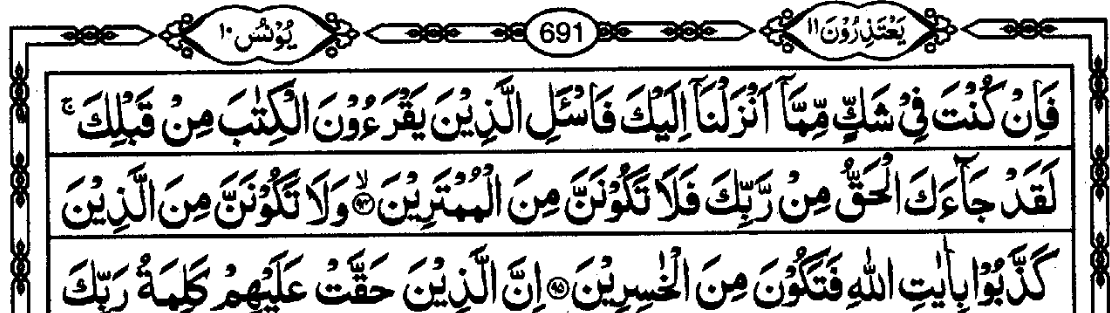
نے فرمایا کہ ''اے میرے لوگو! تم اس روز روزہ رکھنے کے یہود سے زیادہ مستحق ہو اس لئے عاشورہ کا روزہ رکھا کرو۔'' ❶

بنی اسرائیل پر انعامات اور ان کی سرکشی: [آیت:۹۳] بنی اسرائیل پر انعامات کا تذکرہ اللہ پاک بنی اسرائیل پر اپنی دینی اور دنیوی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو رہنے کے لئے اچھی جگہ دی یعنی بلاد مصر و شام جو بیت المقدس کے قریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرعون کو ہلاک کر دیا تو حکومت موسوی بلاد مصر پر قابض و متصرف ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس قوم کو وارث بنادیا جو مشرق و مغرب ہر جگہ کمزور تھی ہم نے انہیں برکت دی اور بنی اسرائیل سے تمہارے رب تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور فرعون کی قوم نے جو کچھ محلات و عمارات تیار کی تھیں سب تہس نہس کر دی گئیں۔ ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔ خزائن ان سے چھین لئے اور ان سب کا وارث بنو اسرائیل کو بنا دیا۔ انہوں نے بے شمار باغات و چشمے چھوڑے تھے لیکن بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے ہمیشہ ہی بلاد بیت المقدس کا مطالبہ کرتے رہتے تھے جو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا وطن ہے۔ ان دنوں یروشلم پر قوم عمالقہ کا قبضہ تھا۔ بنو اسرائیل کو ان سے لڑنے کے لئے کہا گیا تو وہ انکار کر بیٹھے تو اللہ پاک نے انہیں وشت تیہ میں گم کر دیا۔ چالیس برس وہاں گزرے اس عرصہ میں ہارون اور پھر موسیٰ علیہما السلام وفات پا گئے۔ اب بنی اسرائیل تیہ سے یوشع بن نون کی معیت میں باہر نکلے اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس ان کے ہاتھوں فتح کرا دیا۔ یہ عرصہ تک ان کے قبضہ میں رہا۔ پھر بخت نصر نے قبضہ کر لیا۔ پھر دوبارہ بنو اسرائیل کا قبضہ ہوا پھر ملوک یونان اس پر متصرف ہوئے ان کے احکام طویل مدت تک چلتے رہے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں ملوک یونان سے ساز باز کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چغلیاں کھائی اور کہا کہ عیسیٰ رعایا میں فساد و فتنہ پیدا کر رہا ہے۔ ملک یونان نے ان کو پکڑ کر سولی دینا چاہی لیکن مشیت باری تعالیٰ سے ایک حواری پر عیسیٰ علیہ السلام کا گمان ہو گیا اس کو پکڑ کر سولی دیدی گئی اور گمان کیا کہ عیسیٰ یہی تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے پھر مسیح علیہ السلام کے تقریباً تین سو برس بعد ایک یونانی بادشاہ قسطنطین نے دین نصرانی قبول کیا۔ لیکن یہ فیلسوف تھا۔ کہتے ہیں کہ دین نصاریٰ میں تقیہ اور حیلہ کے طور پر شامل ہو گیا تھا تاکہ دین عیسیٰ میں فتنہ پردازی کرے۔ نصرانی پادریوں نے اس کے حکم سے شریعت کے نئے نئے قانون وضع کئے۔ بدعتیں پھیلائیں چھوٹے بڑے کنیسے اور عبادت گاہیں بنائیں۔ ہیاکل و معابد قائم کئے۔ اس زمانہ میں دین نصرانیت بہت پھیل گیا اور تغیر و تحریف اس میں ہونے لگی۔ رہبانیت پیدا ہو گئی سچے دین مسیح کی مخالفت ہونے لگی۔ حقیقی دین صرف چند عبادت گزاروں کے اندر ہی باقی رہ گیا۔ اب یہ بھی راہبوں کی شکل میں جنگلوں اور میدانوں میں صومعے بنا کر رہنے لگے۔ نصاریٰ کا قبضہ شام جزیرہ اور بلاد روم پر ہو گیا۔ اسی بادشاہ نے شہر قسطنطنیہ اور قمامہ بسایا۔ بیت المقدس میں بیت لحم اور کنائس بنائے۔ حوران کے شہر بسائے جیسے بصریٰ وغیرہ۔ بڑی بڑی محکم عمارتیں بنائیں۔ یہیں سے صلیب پرستی کی ابتدا پڑی مشرق بعید تک جا پہنچے اور وہاں بھی کنیسے بنائے۔ خنزیر کا گوشت حلال کر لیا۔ دین کے فروع اور اصول میں عجیب عجیب بدعتیں پیدا کیں۔ امانت حقیرہ کا اصول وضع کر کے امانت کبیرہ کا نام رکھ دیا بادشاہ کے حکم سے نئے نئے قوانین شریعت بنا لئے۔ اس کی شرح بہت طویل ہے۔ غرض یہ کہ ان بلاد پر ان کا قبضہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک رہا۔ حتیٰ کہ بیت المقدس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

ہم نے انہیں پاک پاک چیزیں دیں تھیں تاکہ طیب چیزیں کھائیں۔ لیکن معلومات مذہبی کے باوجود وہ اختلاف کرنے لگے حالانکہ =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة یونس ﴿وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعهم فرعون......﴾ ۴۶۸۰؛ صحیح مسلم، ۱۱۳۰؛ ابن حبان ۳۶۲۵؛ احمد، ۱/ ۲۹۱۔



فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔـلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاۗءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَاۗءَتْھُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾

ترجمہ: پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ بے شک آپ کے پاس آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔[۹۴] اور نہ ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا کہیں آپ تباہ نہ ہو جائیں۔[۹۵] یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے[۹۶] گو ان کے پاس تمام دلائل پہنچ جائیں جب تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں۔[۹۷]

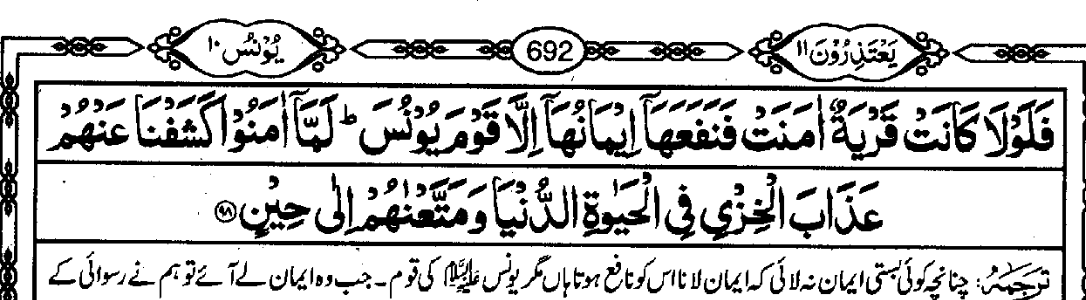
= اختلاف فی المذہب کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو سب باتیں بلا التباس صاف صاف بیان کر دی تھیں۔ حدیث میں ہے کہ ''یہود نے اکہتر (۷۱) فرقے بنا لئے تھے اور نصاریٰ نے بہتر (۷۲) بنائے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقے بنائے گی جن میں سے صرف ایک ناجی ہوگا اور باقی سب ناری'' نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا وہ ایک کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس پر میں اور میرے اصحاب چل رہے ہیں'' ❶ اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ میں قیامت کے روز ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دوں گا۔

دلائل کے باوجود اہل کتاب کی ہٹ دھرمی: [آیت:۹۴-۹۷] قتادہ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''نہ میں شک کرتا ہوں نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے۔'' ❷ اس آیت میں امت کو ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نبی کی صفت کتب متقدمہ توریت وانجیل میں موجود تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ نبی امی کی پیروی کرتے ہیں وہ اس بنا پر کہ آپ ﷺ کی صفات توریت وانجیل میں مکتوب پاتے ہیں لیکن اس کے باوجود کہ وہ نبی کی صداقت کو اس عمدگی کے ساتھ جانتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو پھر بھی اس صداقت کو چھپاتے ہیں تحریف وتبدیل انجیل میں کر دیتے ہیں۔ قیام حجت کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے لیکن کیسا ہی ثبوت ان کو کیوں نہ ملے یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں گے۔ لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا کچھ نفع بخش نہ ہوگا۔ قوم کے اسی درجہ پر پہنچ جانے کے بعد ہی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددعا کی تھی کہ اے اللہ تعالیٰ! ان کے اموال فنا کر دے ان کے دلوں پر مہر لگا دے عذاب کے بغیر یہ نہ مانیں گے۔ اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے کہ اگر ہم ان پر ملائکہ بھی نازل کر دیں اور مردے بھی ان سے بات کرنے لگیں اور ہر چیز ان کے لئے جمع کر دیں پھر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں اور ان میں سے اکثر تو جانتے ہی نہیں ہیں۔

---

❶ ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق ھذہ الأمة، ۲۶٤۱ وسندہ ضعیف، حاکم، ۱/ ۱۲۸، اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۱/ ٤۸۰، رقم:۹۳۸)

❷ الطبری، ۱۵/ ۲۰۲ وسندہ ضعیف لارسالہ، مصنف عبدالرزاق، ۱۰۲۱۲ والتفسیر لہ ۱/ ۲۶۱ عن قتادہ مرسلاً۔



فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾

ترجمہ: چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یونس علیہ السلام کی قوم۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت خاص تک عیش دیا۔ [۹۸]

عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں ہوتا مگر قوم یونس کو اللہ نے معاف کر دیا: [آیت: ۹۸] امم سابقہ میں سے کوئی بھی امت ساری کی ساری ایمان نہیں لائی جس کی طرف کہ ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے تھے بلکہ تم سے پہلے بھی اے محمد ﷺ جو رسول آیا ضرور اس کی تکذیب کی گئی۔ جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے کہ افسوس بندوں پر کہ رسول ان کے پاس آتا ہے تو اس کا مذاق اڑائے بغیر نہیں رہتے یا یہی کہتے ہیں کہ یہ تو جادوگر ہے یا یہ کہ مجنون ہے۔ ❶ جس قریہ میں بھی ہمارا کوئی نبی پہنچا تو وہاں کے خوشحالوں نے یہی کہا کہ ہم تو اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر چلیں گے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ انبیا میرے سامنے پیش کیے گئے۔ کسی نبی کے ساتھ بڑی بڑی جماعتیں امتیوں کی تھیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی تھا اور کسی نبی کے ساتھ دو آدمی اور کسی کے ساتھ تو ایک بھی نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی امت کی کثرت کا ذکر فرمایا۔ پھر اپنی امت کی کثرت کا ذکر جس نے کہ مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا تھا۔ غرض یہ کہ قوم یونس علیہ السلام کے سوا کسی ملک کی قوم سب کی سب ایمان نہیں لائی یونس علیہ السلام کی قوم اہل نینوا تھے ان کا ایمان عذاب دکھائی دینے کے بعد ڈر کی بنا پر تھا۔ عذاب سے ڈرا کر اللہ تعالیٰ کا نبی قوم کے اندر سے باہر نکل گیا تھا۔ اب ان لوگوں کو سخت افسوس ہوا اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی' اللہ تعالیٰ سے فریادوزاری کی' اپنے بچوں اور مویشیوں سب کو لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے آ کھڑے ہوئے کہ اللہ سے درخواست کی کہ جس عذاب کی نبی نے خبر دی ہے اور پھر ہم سے جدا ہو گیا ہے اس کو دور فرما دے اس وقت اللہ نے ان پر رحم کیا' عذاب جو سامنے آ چکا تھا ہٹ گیا۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ قوم یونس جب ایمان لے آئی تو حیات دنیوی میں ان پر آیا ہوا عذاب ہم نے ہٹا لیا اور جیتے رہنے تک اس عذاب سے ہم نے انہیں بچا لیا۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا صرف دنیوی عذاب ہٹا یا عذاب آخرت بھی ہٹ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف دنیا کا عذاب۔ کیونکہ آیت سے صرف اسی پر روشنی پڑتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ہم نے نبی کو ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا تھا وہ ایمان لائے چنانچہ میعاد معینہ تک ہم نے انہیں مستفید فرمایا۔ یہاں ایمان کا لفظ مطلق ہے بلا قید ہے اور مطلق ایمان تو عذاب اخروی سے نجات دینے والا ہوتا ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قتادہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عذاب آ چکنے کے بعد کوئی قوم ایمان لائے تو نہیں چھوڑا جاتا ہے لیکن جب یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور لوگ سمجھ گئے کہ اب عذاب سے نجات نہیں تو ان کے دلوں میں توبہ کے جذبات پیدا ہوئے۔ انہوں نے خراب کپڑے پہن کر اپنے کو بدحال بنا لیا۔ مویشیوں کا گروہ اور ان کے بچوں کا گروہ الگ الگ کیا۔ اپنے ساتھ بچوں جانوروں تک کو لے گئے چالیس دن تک فریادوزاری کی۔ اللہ نے ان کے خلوص نیت اور توبہ کی صداقت کو دیکھ کر آ کھڑا ہوا عذاب ان

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب ٦٥٤١؛ صحیح مسلم ٢٢٠۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

ع ۱۵

ترجمہ: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آئیں۔[۹۹] حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدون اللہ کے حکم کے ممکن نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر گندگی واقع کر دیتا ہے۔[۱۰۰] آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں۔[۱۰۱] سو وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔[۱۰۲] پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ ہمارے ذمہ ہے۔[۱۰۳]

پر سے ہٹا دیا۔ قوم یونس ارض موصل میں نینویٰ کی رہنے والی تھی۔ ❶ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿ لَوْلَا كَانَتْ ﴾ کو ﴿ هَلَّا كَانَتْ ﴾ پڑھتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ عذاب ان کے سروں پر اس طرح منڈلا رہا تھا جیسے تاریک رات میں بادل کے ٹکڑے یہ لوگ اپنے ایک عالم کے پاس گئے کہ ہمیں ایک دعا لکھ دیجئے کہ جس کی برکت سے عذاب ٹل جائے۔ اس نے یہ دعا لکھ دی تھی (يَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ يَا حَيُّ مُحْيِ الْمَوْتٰى يَا حَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ) چنانچہ عذاب ٹل گیا یہ تمام قصہ سورۂ صافات میں ان شاء اللہ بیان ہوگا۔

ہدایت وضلالت اللہ کے اختیار میں: [آیت:۹۹-۱۰۳] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! اگر اللہ چاہتا تو سب کے سب ایمان لے آتے۔ لیکن اللہ جو کچھ کرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے۔ اللہ کی مرضی ہوتی تو سب ایک ہی خیال کے ہوتے لیکن لوگ مختلف الرائے ہیں۔ صحیح رائے پردہ ہیں جن پر اللہ کا رحم ہے اور ان کی فطرت بھی ایسی ہی بنائی ہے۔ اللہ کی یہ بات پوری ہو کر رہے گی کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ اگر سب کے سب ہدایت یافتہ ہوتے تو ایمان کیا بے معنی سی بات ہو کر نہ رہ جاتا۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم مجبور کر کے انہیں مؤمن بنانا چاہتے ہو نہ یہ تم پر واجب ہے نہ تمہارے لئے سزاوار ہے اور اللہ جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے۔ تم ان پر افسوس کر کے اپنا دل نہ کڑھاؤ۔ اس خیال کے تحت کہ وہ ایمان نہیں لا رہے ہیں کیا تم اپنی جان ہلاک کر دو گے۔ تم اپنی طاقت سے کسی کو راستی پر نہیں لا سکتے تمہارا کام تو صرف تبلیغ کر دینا ہے پھر ان سے نمٹنا ہم کو ہے۔ تم فقط ناصح ہو نصیحت کر دو سمجھا دو۔ اس کے بعد تم ذمہ دار نہیں یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ اپنے ارادہ کا آپ فاعل ہے' کوئی ایمان =

❶ الطبری، ۱۵/ ۲۰۷۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔[۱۰۴] اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جائے اور کبھی مشرک مت بننا[۱۰۵] اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے[۱۰۶] اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرما دیں۔ اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں۔[۱۰۷]

= نہیں لا سکتا اللہ کی مرضی کے بغیر۔ عقل سے کام نہ لینے والے گمراہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہدایت کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں عدل پر ہے۔

آفاق میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ ساری کائنات میں ہماری جو نشانیاں جیسے آسمان، ستارے، سیارے، شمس وقمر، لیل ونہار پھیلی ہوئی ہیں، ان پر نظر بصیرت ڈالو کہ رات میں دن اور دن میں رات کیسے داخل ہو جاتی ہے۔ کبھی دن بڑا اور کبھی رات بڑی۔ آسمان کی بلندی اور پھیلاؤ، ستاروں سے اس کی زیب وزینت آسمان سے پانی برسنا، زمین کا سوکھ جانے کے بعد پھر زندہ و سرسبز ہو جانا۔ درختوں میں پھل پھول کلیاں پیدا ہونا مختلف نباتات کا اگنا۔ مختلف نوع کے جانور، ان کی شکلیں الگ الگ ان کے رنگ ان کے افادات سب الگ الگ۔ پہاڑ چٹیل میدان۔ جنگل، باغ، آبادیاں، اور ویرانے، سمندر کی تہہ کے عجائبات، موجیں، ان کے مدوجزر، اس کے باوجود سفر کرنے والوں کے لئے سمندر کا مسخر ہو جانا، جہازوں کا چلنا یہ سب اللہ قادر کی نشانیاں ہیں جس کے سوا کوئی دوسرا اللہ ہے ہی نہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ ساری نشانیاں کافروں کے غور وفکر کا کچھ بھی سبب نہیں بنتیں۔ اللہ کی دلیل ثابت چکی ہے، ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں یہ لوگ تو انہی عذاب کے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں جس سے سابقہ پہلے کی قوموں کو پڑا تھا۔ اے نبی! کہہ دو کہ وقت کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور جب ختم انتظار پر عذاب آ جائے گا تو پھر ہم اپنے رسولوں کو بچا لیں گے اور ان کی امت کو بھی اور پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے سو جو شخص راہ راست پر آ جائے گا سو وہ اپنے واسطے راہ راست پر آئے گا اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا۔[۱۰۸] اور آپ اس کا اتباع کرتے رہیے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیں گے۔ اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھے ہیں۔[۱۰۹]

ذمے لے لیا ہے کہ مؤمنین کو بچالے جیسے کہ نیکو کاروں پر رحمت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کی کتاب لوح محفوظ جو عرش پر ہے اس میں مکتوب ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' ❶

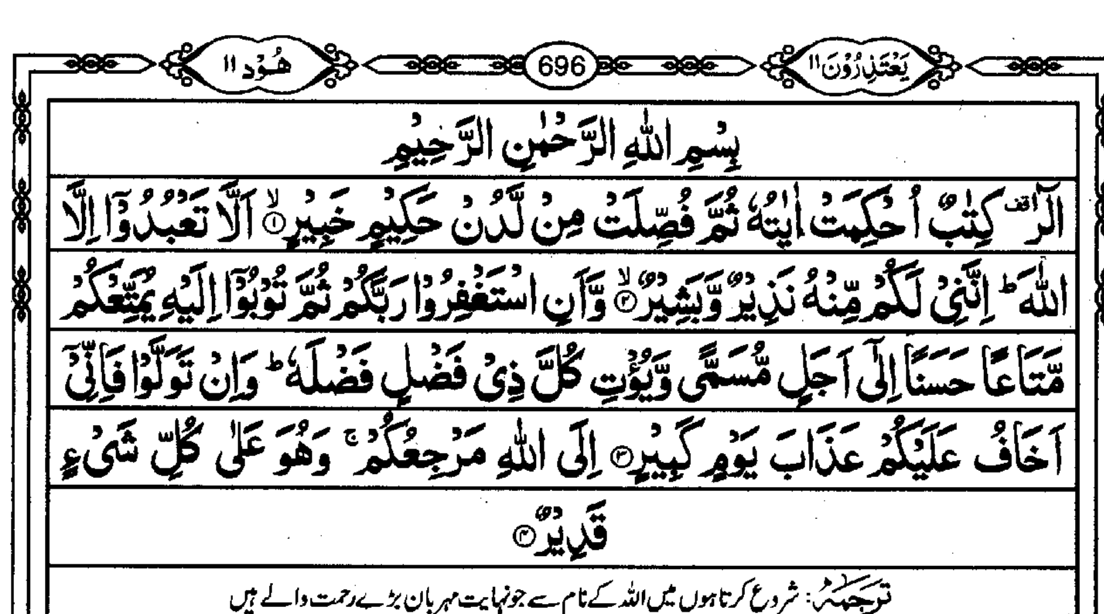
معبود حقیقی کا تعارف اور دین حنیف: [آیت:۱۰۴۔۱۰۷] اللہ پاک نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ اے نبی! سنا دو کہ میں دین حنیف جو لایا ہوں، جس کی وحی مجھ پر اتری ہے اگر اس کی صحت میں بہر حال تمہیں شک ہو تو میں تو تمہارے معبودوں کی کبھی پرستش نہ کروں گا۔ میں اللہ واحد لاشریک کا بندہ ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اور جس نے زندگی دی تھی۔ یقیناً تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے۔ فرض کرو کہ درحقیقت تمہارے معبود حق ہیں تو ان سے کہو کہ مجھے نقصان پہنچائیں۔ یادرکھو کہ ان میں مضرت و نفع پہنچانے کی کوئی قدرت نہیں ہے، نفع و ضرر تو اللہ لاشریک کے ہاتھ میں ہے۔ اے نبی! کفار سے اعراض کر کے باخلاص تمام اللہ کی عبادت میں لگ جاؤ، شرک کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا۔ اگر مضرت و نقصان کے اندر اللہ تمہیں گھیر لے تو کون اس گھیرے سے تم کو باہر نکال سکتا ہے۔ نفع و ضرر، خیر و شر تو اللہ کی طرف راجع ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''عمر بھر خیر کے طالب رہو اور اللہ کے نعمات کو در پیش رکھو اللہ کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہنچ گئیں تو پہنچ گئیں۔ وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرمائے اور اللہ پاک سے درخواست کرو کہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے ❷ اور تمہیں آفات زمانہ اور آفات نفس سے امن میں رکھے وہ غفور الرحیم ہے کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو، توبہ کرلو حتی کہ شرک کر کے بھی توبہ کرلو تو وہ قبول کرلے۔''

نافرمان اپنا ہی نقصان کرتا ہے: [آیت:۱۰۸۔۱۰۹] اللہ پاک نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کے پاس سے جو کچھ وحی آئی ہے وہ حق ہے اس میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں جس نے ہدایت پائی اور اتباع کی اس کا فائدہ آپ اس کو پہنچے گا اور جو ہدایت حاصل نہ کرے اس کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے۔ میں کوئی اللہ کا فوجدار نہیں کہ زبردستی تم کو مؤمن بناؤں۔ میں تو اللہ کے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہوں ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ اے نبی! تم آپ وحی کی پیروی کرو اللہ کی وحی کو مضبوطی سے پکڑے رہو جو تمہاری مخالفت کر رہے ہیں اس پر صبر کرو۔ حتی کہ اللہ کا حکم فیصل آ جائے۔ وہ خیر الحاکمین ہے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ویحذرکم اللہ نفسه﴾ ۷۴۰۴؛ صحیح مسلم ۲۷۵۱۔

❷ شعب الایمان، ۱۱۲۱ وسندہ ضعیف، المعجم الکبیر ۷۲۰، اس کی سند میں عیسیٰ بن موسیٰ بن ایاس ضعیف راوی ہے۔(الجرح والتعدیل، ۶/ ۲۸۵)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝۲ۙ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴

ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحمت والے ہیں

الٓر یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئیں ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔[۱] یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں[۲] اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقرر تک خوش عیشی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔ اور اگر تم لوگ اعراض کرتے رہو تو مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔[۳] تم کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔[۴]

تفسیر سورۂ ہود یہ سورت مکی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے بوڑھا بنا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''سورۂ ہود' واقعہ' مرسلات، عم یتساء لون' اور اذا الشمس کورت نے۔'' ❶ دوسری روایت میں ہے کہ ''ہود اور اس کی ساتھ والی سورتیں اور حاقہ نے۔'' ❷

تفسیر سورۂ ہود

توحید سے اعراض عذاب کا سبب: [آیت:۱-۴] سورۂ بقرہ میں حروف ہجا پر بحث گزر چکی ہے۔ اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ اس لئے الٓر پر روشنی نہیں ڈالی جاتی۔ اللہ کی آیتیں محکم ہیں ﴿فُصِّلَتْ﴾ کے معنی ہیں کہ صورۃً و معنی یہ آیتیں کامل ہیں۔ یہ اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے نازل شدہ ہیں وہ اقوال میں حکیم ہے اور نتائج امور میں خبیر ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس سے پہلے بھی جس کسی رسول کی طرف ہم نے وحی بھیجی تو یہی کہ میں اکیلا اللہ ہوں پرستش میری ہی کرو۔ ہم نے ہر قوم میں پیغمبر بھیجا ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کرو اور بتوں کی پرستش سے بچو۔ میں تمہیں دوزخ سے ڈراتا بھی ہوں اور جنت کی بشارت بھی دیتا ہوں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے قبیلوں کو آواز دی تھوڑی ہی دیر میں یکے بعد =

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الواقعة ٣٢٩٧ وهو صحيح، مسند البزار، ١/ ١٧٠؛ حاكم، ٢/ ٣٤٤؛

❷ مجمع الزوائد، ٧/ ٣٧؛ طبرانی ٥٨٠٤ اس کی سند میں سعید بن سلام العطار سخت ضعیف راوی ہے (المیزان، ٢/ ١٤١، رقم: ٣١٩٥) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑤

ترجمہ: یاد رکھو وہ لوگ دہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تا کہ اپنی باتیں اللہ سے چھپا سکیں یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین وہ دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔[۵]

= دیگرے سب جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ''اے قبیلہ قریش اگر میں تمہیں خبر دوں کہ صبح ہوتے ہوتے دشمن تم پر حملہ کرنے کے لئے آ پہنچنے والا ہے تو میری بات تم سچ مانو گے کہ نہیں؟'' سب نے یک زبان ہو کر کہا' ہمیں تو کبھی تجربہ نہیں ہوا کہ تم نے کوئی بات جھوٹ موٹ کہہ دی ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''سنو! میں اللہ کے عذاب شدید سے تمہیں آگاہ کر دیتا ہوں۔ ❶ کہ وہ تمہیں آ لینے والا ہی ہے اب بھی اللہ سے معافی مانگ لو توبہ کر لو وہ اللہ تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا اور ہر صاحب فضل کو اپنے فضل سے بہرہ ور فرمائے گا وہ دنیا میں تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور دار آخرت میں بھی جو بھی مرد و عورت بشرطیکہ ایمان لے آئے ہم اسے مرنے کے بعد حیات طیبہ کے ساتھ اٹھائیں گے۔''

رسول اللہ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''اگر تم کسی پر کچھ خرچ کرو اور تمہاری نیت خالص لوجہ اللہ ہے تو یقیناً اس کا اجر پاؤ گے حتی کہ جو اپنی عورت کو کھلاتے ہو اس کا بھی اجر تمہیں ملے گا۔ ❷ جس نے برا عمل کیا اس پر ایک گناہ لکھ دیا گیا اور جس نے ایک نیکی کی اس پر دس اجر لکھ دیئے گئے۔ اگر دنیا میں ایک عمل بد کی اس کو سزا دی گئی ہو تو اس کے دس حسنات اس کے حق میں باقی رہتے ہیں اور اگر دنیا میں اسے سزا نہ دی گئی ہو تو اس کے دس حسنات میں سے ایک نیکی سوخت ہو جاتی ہے اور اسکے نو حسنات اسی کے حق میں باقی رہتے ہیں۔'' پھر فرمایا کہ وہ شخص بڑے خسارے میں رہا کہ اس کی اکائیاں اس کے ہر عشرہ پر غالب آ جاتی ہوں۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو مجھے تم پر عذاب قیامت کا خوف ہے۔ یہ اس شخص کے لئے جو اوامر الٰہی سے منہ پھیرتا ہے رسولوں کی تکذیب کرتا ہے۔ تو یقیناً قیامت کے روز عذاب سے دوچار ہو گا۔ تمہاری بازگشت اللہ کی طرف ہے وہ اپنے اولیا پر احسان کرنے اور اعدا کو سزا دینے پر قادر ہے اور اعادۂ خلق پر قادر ہے۔ یہ زبردست تنبیہ ہے جیسا کہ اس سے پہلے ترغیب دی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ راز کی تمام باتوں کو جانتا ہے: [آیت:۵] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ کھلے آسمان کے سامنے بول و براز کرنے اور صحبت کرنے سے بچتے تھے۔ تو اللہ نے یہ آیت اتاری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿يَثْنُوْنَ﴾ کو (تَثْنُوْنِی) پڑھا ہے تو ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (تَثْنُوْنِی صُدُوْرُهُمْ) کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے کہا کہ وہ آدمی جو کہ صحبت کرتے ہوئے شرم اختیار کرتا ہے یا خلوت کرنے میں بھی اس کو شرم دامن گیر ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت اتری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگ کھلے آسمان کے نیچے خلوت کرنے اور صحبت کرنے سے شرم کرتے تھے ❸ اور اپنے رخ پھیر لیتے تھے' خصوصاً اس وقت جب کہ رات کو بستر اوڑھ کر لیٹ جاتے' اور اپنے سر ڈھانک لیتے۔ ❹ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم مکان میں رہ کر یا کپڑا اوڑھ کر کسی برے کام کا ارتکاب کریں تو اللہ سے اپنے گناہ کو

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الشعراء باب ﴿وانذر عشیرتك الاقربین......﴾ ٤٧٧٠؛ صحیح مسلم ٢٠٧۔
❷ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترك ورثته اغنیاء خیر من ان یتكففوا الناس ٢٧٤٢؛ صحیح مسلم ١٦٢٨۔
❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود باب ﴿الا انهم یثنون صدورهم لیستخفوا منه......﴾ ٤٦٨١، ٤٦٨٢۔
❹ ایضًا، ٤٦٨٣۔

چھپا سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں سوتے وقت کپڑا اوڑھ لیتے ہیں۔ لیکن کوئی چھپائے کہ ظاہر کرے اللہ تعالیٰ واقف رہتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان کے دل کی نیت اور ضمیر کے ارادوں اور بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ سبعہ معلقات کا مشہور شاعر زہیر کہتا ہے:

فلا تكتمن اللّٰه مافى قلوبكم ليخفى ومهما يكتم الله يَعلَمُ

يؤخر فيوضع فى كتاب فيدخر ليوم الحساب او يعجل فينقم

''تم اپنے دلوں کی مخفی بات کو اللہ سے چھپانے کی کوشش نہ کرو اللہ ضرور جان لیتا ہے۔ وہ عمل جمع رہے گا اور نامۂ اعمال میں یوم قیامت کے لئے محفوظ رہے گا ورنہ جلدی سزا دی گئی تو دنیا ہی میں سزا دے دی جائے گی۔''

اس زمانہ جاہلیت کے شاعر نے بھی وجودِ صانع کا اعتراف کیا ہے اور یہ بھی کہ وہ جزئیات سے بھی واقف ہے، معاد ہے، جزا ہے، نامۂ اعمال ہیں، یوم قیامت ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی مشرک نے نبی ﷺ کے سامنے سے جاتے وقت اپنا منہ موڑ لیا اور سر ڈھانک لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ لیکن اس بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے چھپنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد ہی آتا ہے ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَلَآ اِنَّهُمْ تَثْنُوْنِیْ صُدُوْرُهُمْ پڑھا ہے۔ اس کے معنی بھی قریب قریب وہی ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گیارہواں پارہ ختم ہوا۔



فہرست

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ع

ترجمہ: زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔[۶] اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے' اگر تو ان سے کہے کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو نرا صاف صاف جادو ہی ہے۔[۷] اور اگر ہم ان سے عذاب کو گنی چنی مدت تک کے لئے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکار اٹھیں گے کہ عذاب کو کونسی چیز روکے ہوئے ہے سنو جس دن وہ ان کے پاس آئے گا پھر ان سے ٹلنے والا نہیں پھر تو جس کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہیں پر الٹ پڑے گا۔[۸]

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا کفیل اور ذمہ دار ہے: [آیت:۶۔۸] اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات جو چھوٹی بڑی یا خشکی وتری میں ہیں ان سب کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ وہی ان کے چلنے پھرنے آنے جانے اور ٹھہرنے رہنے سہنے اور جائے موت اور رحم میں رہنے کی جگہ کو جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ نے اس جگہ مفسرین کے اقوال ذکر کئے ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ تمام ماجرا اس کتاب میں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لکھا ہوا ہے۔ اور وہی کتاب اس کی تفصیل بیان کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ الخ ❶ یعنی روئے زمین پر چلنے والے جانور اور پرندے جو اپنے پروں سے اڑتے ہیں' سب کے سب تمہاری جیسی ہی امتیں ہیں ہم نے کتاب میں کوئی چیز لکھنے سے نہیں چھوڑی یہ سب کے سب اپنے رب کی طرف اکٹھے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ الخ ❷ یعنی غیب کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں اور انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کچھ دریا اور جنگل میں ہے اسے بھی وہی جانتا ہے اور جو پتہ جھڑتا ہے اس کے علم میں ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور تر وخشک میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں اور عرش کا بیان: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے آسمان وزمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے بنو تمیم! تم

❶ ٦/ الانعام:٣٨۔ ❷ ٦/ الانعام:٥٩۔

خوش خبری قبول کرو" انہوں نے کہا خوش خبریاں تو آپ نے سنا دیں اب کچھ دلوایئے۔ آپ نے فرمایا "اے اہل یمن تم قبول کرو۔" انہوں نے کہا ہاں ہمیں قبول ہے مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سنایئے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ تھا اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔" راوی حدیث حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے اتنا ہی فرمایا تھا جو کسی نے آ کر مجھے خبر دی کہ تیری اونٹنی زانو کھلوا کر بھاگ گئی۔ میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ کیا بات ہوئی؟ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے "اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا" ایک روایت میں ہے "اس کے ساتھ کچھ نہ تھا اس کا عرش پانی پر تھا اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا پھر آسمان و زمین کو پیدا کیا۔" ❶ مسلم کی حدیث میں ہے "زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی اس کا عرش پانی پر تھا۔" ❷ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک حدیث قدسی لائے ہیں کہ "اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دوں گا اور فرمایا اللہ کا ہاتھ پُر ہے۔ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا خیال تو کرو کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے اب تک کتنا خرچ کیا ہو گا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا۔ اس کا عرش پانی پر تھا اس کے ہاتھ میں میزان ہے جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے" ❸ مسند میں ہے ابورزین لقیط بن عامر بن منفق عقیلی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "عماء میں نیچے بھی ہوا اوپر بھی ہوا پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا۔" یہ روایت ترمذی کتاب التفسیر میں بھی ہے سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ❹ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن کہتے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرے اس سے پہلے عرش اللہ پانی پر تھا۔ وہب ضمرہ قتادہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ابتدائے مخلوق کس طرح ہوئی۔ ربیع بن انس کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دیئے نصف عرش کے نیچے یہی بحر مسجور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔ سعد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا اس لئے کہ کچھ نہ تھا پانی تھا اس پر عرش تھا عرش پر ذوالجلال والاکرام (**ذو العزت و السلطان ذو الملك و القدرة ذو العلم و الرحمة و النِّعْمَةِ**) تھا جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہوا کی پیٹھ پر۔ ❺

انسان کی پیدائش کا مقصد خالق کی عبادت کرنا ہے: پھر فرماتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لئے ہے اور تم اس لئے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بیکار پیدا نہیں کئے گئے۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں۔ یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ کی ویل ہے۔ ❻ اور آیت میں ہے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالی ﴿وهو الذی یبدؤ الخلق ثم یعیده وهو أهون علیه......﴾ ۳۱۹۱، ۱۴۱۸؛ احمد ۴/ ۴۳۱؛ ابن حبان ۶۱۴۲۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسی صلی اللہ علیهما ۲۶۵۳؛ احمد، ۲/ ۱۶۹؛ ابن حبان ۶۱۳۸۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود باب قوله ﴿وكان عرشه علی الماء﴾ ۴۶۸۴؛ صحیح مسلم ۹۹۳؛ مسند حمیدی ۱۰۶۸۔

❹ احمد، ۴/ ۱۲ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة هود ۳۱۰۹ وسنده حسن، ابن ماجه ۱۸۲؛ ابن حبان ۶۱۴۱۔

❺ حاکم، ۲/ ۳۴۱، وسنده ضعیف۔ ❻ ۳۸/ ص: ۲۷۔

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا ﴾ ❶ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا مالک ہے وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ ❷ وہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لئے کہ عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا: پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر آپ انہیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد بھی جینے والے ہو جس خالق نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ❸ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گزرا اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گزرے گی؟ یہ تو بہ نسبت اول بار کے بہت ہی آسان ہے۔ اللہ کا فرمان ہے ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ ❹ اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر جلا دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا ❺ لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر و عناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرنے لگ جاتے تھے۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم عذاب و پکڑ کو ان سے کچھ مقرر مدت تک کے لئے مؤخر کر دیں تو یہ اسے نہ آنے والا جان کر جلدی مچانے لگتے ہیں کہ عذاب ہم سے مؤخر کیوں ہو گئے؟ ان کے دل میں کفر و شرک اس طرح بیٹھ گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا۔ امت کا لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک معنی میں مستعمل ہے اس سے مراد مدت بھی ہے اس آیت میں اور آیت ﴿ وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ ﴾ ❻ جو سورۂ یوسف میں ہے، یہی معنی ہیں امام و مقتدا کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ﴿ اُمَّةً قَانِتًا ﴾ ❼ آیا ہے ملت اور دین کے بارے میں بھی یہ لفظ آتا ہے جیسے مشرکوں کا قول ﴿ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ ﴾ ❽ ہے اور جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے ﴿ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً ﴾ ❾ والی آیت میں اور آیت ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ ﴾ ❿ میں اور آیت ﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ﴾ ⓫ میں ان آیتوں میں امت سے مراد کافر مؤمن سب امتی ہیں جیسے مسلم کی حدیث میں ہے "اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت کا جو یہودی و نصرانی میرا نام سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے ⓬ ہاں تابعدار امت وہ ہے جو رسولوں کو مانے جیسے ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ﴾ ⓭ والی آیت میں۔ "صحیح حدیث میں ہے" میں کہوں گا امتی امتی" ⓮ اسی طرح امت کا لفظ فرقے اور گروہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے آیت ﴿ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ ﴾ ⓯ میں اور جیسے آیت ﴿ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ ﴾ ⓰ میں۔

---

❶ ۲۳/ المؤمنون:۱۱۵۔ ❷ ۵۱/ الذاریات:۵۶۔ ❸ ۳۱/ لقمان:۲۵۔

❹ ۳۰/ الروم:۲۷۔ ❺ ۳۱/ لقمان:۲۸۔ ❻ ۱۲/ یوسف:۴۵۔ ❼ ۱۶/ النحل:۱۲۰۔

❽ ۱۶/ النحل:۱۲۔ ❾ ۱۰/ یونس:۴۷۔ ❿ ۴۳/ الزخرف:۲۲۔ ⓫ ۱۰/ یونس:۴۷۔

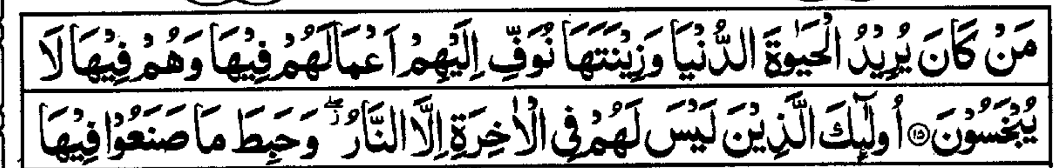
⓬ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلى جمیع الناس، ۱۵۳۔

⓭ ۳/ آل عمران:۱۱۰۔ ⓮ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب تعالی یوم القیامة مع الانبیاء وغیرهم ۷۵۱۰؛ صحیح مسلم، ۱۹۳۔ ⓯ ۷/ الاعراف:۱۵۹۔ ⓰ ۳/ آل عمران:۱۱۳۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا ذائقہ چکھا کر پھر اسے اس سے لے لیں' تو وہ بہت ہی نا امید اور بڑا ہی ناشکرا بن جاتا ہے۔[۹] اور اگر ہم اسے کوئی رحمت پہنچائیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں یقیناً وہ بڑا ہی خوش ہو کر فخر کرنے لگتا ہے۔[۱۰] سوائے ان کے جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں انہی لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی۔[۱۱] پس شاید کہ تو اس وحی کے کسی حصے کو چھوڑ دینے والا ہے جو تیری طرف نازل کی جاتی ہے اور اس سے تیرا دل تنگ ہونے والا ہے' صرف ان کی اس بات پر کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہی آتا' سن تو تو صرف ڈرانے والا ہی ہے۔ ہر چیز کا ذمے دار اللہ تعالیٰ ہی ہے[۱۲] کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑ لیا ہے تو جواب دے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ' اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ ملا بھی لو اگر تم سچے ہو[۱۳] پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور درحقیقت اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟[۱۴]

دکھ درد میں صبر کرنا مغفرت کا باعث ہے: [آیت:۹-۱۴] سوائے کامل ایمان والوں کے عموماً لوگوں میں جو برائیاں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ راحت کے بعد کی سختی پر مایوس اور محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے بدگمانی کر کے آئندہ کے لئے بھلائی کو بھول بیٹھتے ہیں گویا کہ نہ کبھی اس سے پہلے کوئی آرام اٹھایا تھا نہ اس کے بعد کسی راحت کی توقع ہے۔ یہی حال اس کے برخلاف بھی ہے کہ اگر سختی کے بعد آسانی ہو گئی تو کہنے لگتے ہیں کہ بس اب برا وقت ٹل گیا اپنی حالت پر اور اپنے پاس کی چیزوں پر مست و بےفکر ہو جاتے ہیں دوسروں پر ڈینگیں لینے لگتے ہیں' اکڑفوں میں پڑ جاتے ہیں اور آگے کی سختی سے بالکل بےخبر ہو جاتے ہیں ہاں ایماندار اس بری خصلت سے محفوظ ہوتے ہیں وہ دکھ درد میں سہارا و صبر کرتے ہیں راحت و آرام میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہیں یہ صبر پر مغفرت اور نیکی پر ثواب پاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن کو کوئی سختی کوئی مصیبت کوئی دکھ کوئی غم ایسا نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف نہ فرماتا ہو یہاں تک =



مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: جو شخص دنیا کی آرزو زندگی اور اسی کی زینت پر ریجھا ہوا ہو ہم بھی ایسوں کو ان کے کل اعمال یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔[۱۵] ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہاں سب باطل ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہوئے[۱۶]

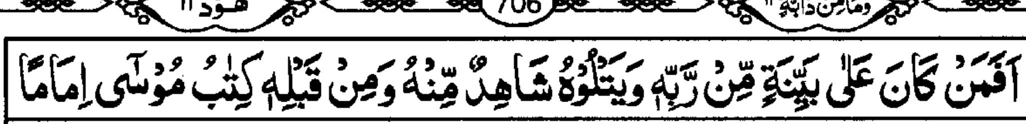
= کہ کانٹا لگنے پر بھی'' ❶ بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے ''مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ سراسر بہتر ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ راحت پا کر شکر کرتا ہے اور بھلائی سمیٹتا ہے اور تکلیف اٹھا کر صبر کرتا ہے نیکی پاتا ہے۔ یہ حال مومن کے سوا اور کسی کا نہیں ہوتا۔'' ❷ اسی کا بیان سورۂ والعصر میں ہے یعنی عصر کے وقت کی قسم تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کریں اور ایک دوسرے کو دین حق کی اور صبر کی ہدایت کرتے رہیں یہی بیان آیت ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾ ❸ الخ میں ہے۔

کفار کی طعن و تشنیع اور انکو اللہ تعالیٰ کا چیلنج: کافر لوگ جو ان کی زبان پر چڑھتے وہی طعن رسول اللہ ﷺ پر توڑتے تو اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبر ﷺ کو دلاسا اور تسلی دیتا ہے کہ آپ نہ اس کام میں سستی کریں نہ دل تنگ ہوں یہ تو ان کا شیوہ ہے کبھی وہ کہتے اگر یہ رسول ہے تو کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ بازاروں میں کیوں آتا جاتا ہے؟ اس کی ہم نوائی میں کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا؟ اسے کوئی خزانہ کیوں نہیں دیا گیا؟ اس کے کھانے کو کوئی خاص باغ کیوں نہیں بنایا گیا مسلمانوں کو طعنہ دیتے کہ تم تو اس کے پیچھے ہو لئے جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ ❹ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! آپ ملول خاطر نہ ہوں' آزردہ دل نہ ہوں اپنے کام سے نہ رکئے انہیں حق کی پکار سنانے میں کوتاہی نہ کیجئے دن رات اللہ کی طرف بلاتے رہئے ہمیں معلوم ہے کہ ان کی دکھ دہ باتیں آپ کو بری لگتی ہیں آپ توجہ بھی نہ کیجئے ایسا نہ ہو آپ کوئی بات چھوڑ دیں یا تنگ دل ہو کر بیٹھ جائیں کہ یہ آوازیں کستے ہیں۔ پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اپنے سے پہلے کے رسولوں کو دیکھئے سب جھٹلائے گئے ستائے گئے اور صابر و ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ پہنچی۔

پھر قرآن کا معجزہ بیان فرمایا کہ اس جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی ساری دنیا مل کر بنا کر نہیں لا سکتی اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جیسی اس کی ذات مثال سے پاک ویسے ہی اس کی صفتیں بھی بے مثال ناممکن کہ اس کے کلام جیسا مخلوق کا کلام ہو جائے اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا پاک اور منزہ ہے۔ معبود اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہ نہیں ہو سکتا اور اب تک نہیں ہو سکا تو یقین کر لو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز ہو۔ اور دراصل یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا علم اسی کے حکم احکام اس کے روک ٹوک اس میں ہیں اور ساتھ ہی مان لو کہ معبود برحق صرف وہی ہے پس آ ؤ اسلام کے جھنڈے تلے کھڑے ہو جاؤ۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے: [آیت: ۱۵۔۱۶] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ریاکاروں کی نیکیوں کا بدلہ سب کچھ اسی دنیا میں =

❶ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارۃ المرض ۵۶٤۱، ۵٦٤۲؛ صحیح مسلم، ۲۵۷۳؛ احمد، ۲/ ۳۳۵؛ ترمذی، ۹٦٦؛ ابن حبان ۲۹۰۵؛ بیهقی، ۳/ ۳۷۳۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن امره کله خیر، ۲۹۹۹؛ أحمد، ٤/ ۳۳۲؛ ابن حبان ۲۸۹٦۔ ❸ ۷۰/ المعارج: ۱۹۔ ❹ ۲۵/ الفرقان: ۷۔



أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى إِمَامًا وَّرَحْمَةً ط أُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ج فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ق إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: کیاوہ شخص جواپنے رب کے پاس کی دلیل پر ہواوراس کے متصل ہی اللہ کی طرف کا گواہ ہواوراس سے پہلے کتاب ہوموسیٰ کی پیشوا اور رحمت یہی لوگ ہیں جواس پر ایمان رکھتے ہیں تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہواس کے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے پس تو اس میں کسی قسم کے شبہ میں نہ رہ، یقیناً یہ تیرے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے یہ تو بات ہی اور ہے کہ اکثر لوگ ایمان والے نہیں ہوتے۔[١٧]

= مل جاتا ہے ذرا سی بھی کمی نہیں ہوتی۔ پس جو شخص دنیا کو دکھاوے کے لئے نماز پڑھے یا روزے رکھے یا تہجد گزاری کرے اس کا اجر اسے دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔ آخرت میں وہ خالی ہاتھ اور محض بے عمل اٹھتا ہے۔ ❶ حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں اتری ہے ❷ اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ریاکاروں کے بارے میں اتری ہے ❸ الغرض جس کا جو قصد ہو اسی کے مطابق اس سے معاملہ ہوتا ہے دنیا طلبی کے لئے جو اعمال ہوں وہ آخرت میں کار آمد نہیں ہو سکتے مومن کی نیت اور مقصد چونکہ آخرت طلبی ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں اس کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے اور دنیا میں بھی اسے اس کی نیکیاں کام آتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ قرآن کریم کی آیت ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ﴾ الخ ❹ میں بھی اسی کا تفصیلی بیان ہے کہ دنیا طلب لوگوں میں سے جسے ہم جس قدر چاہیں دے دیتے ہیں پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے جہاں وہ ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوتا ہے ہاں جس کی چاہت آخرت کی ہو اور بالکل اسی کے مطابق اس کا عمل بھی ہو اور ہو بھی وہ ایمان دار تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر دانی کی جاتی ہے۔ انہیں اور انہیں ہر ایک کو ہم تیرے رب کی عطا سے بڑھاتے رہتے ہیں تیرے پروردگار کا انعام کسی سے رکا ہوا نہیں۔ تو آپ دیکھ لیں کہ کس طرح ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت بخش رکھی ہے آخرت کیا باعتبار درجوں کے اور کیا باعتبار فضیلت کے بہت ہی بڑی اور زبردست چیز ہے اور آیت میں ارشاد ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ﴾ الخ ❺ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم آپ اس میں اس کے لئے برکت عطا فرماتے ہیں۔ اور جس کا ارادہ دنیا کی کھیتی کا ہو ہم گو اسے اس میں سے کچھ دے دیں لیکن آخرت میں وہ بے نصیب رہ جاتا ہے۔

انسان کی پیدائش فطرت پر ہوئی ہے: [آیت:١٧] ان مومنوں کا وصف بیان ہو رہا ہے جو فطرت پر قائم ہیں جو اللہ کی وحدانیت کو بہ دل مانتے ہیں۔ جیسے حکم الٰہی ہے کہ ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا﴾ ❻ اپنا منہ دین حنیف پر قائم کر دے اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانی فطرت رچائی ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ جیسے کہ جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں پھر لوگ ان کے کان کاٹ

❶ الطبری، ١٥/ ٢٦٣۔ ❷ أيضا، ١٥/ ٢٦٥۔ ❸ أيضا، ١٥/ ٢٦٦۔
❹ ١٧/ الاسرآء:١٨۔ ❺ ٤٢/ الشوریٰ:٢٠۔ ❻ ٣٠/ الروم:٣٠۔

ڈالتے ہیں۔'' ❶ مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے ''میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد پیدا کیا ہے۔ لیکن پھر شیطان آ کر انہیں ان کے دین سے بہکا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور انہیں کہتا ہے کہ میرے ساتھ انہیں شریک کریں جن کی کوئی دلیل میں نے نہیں اتاری۔'' ❷ مسند اور سنن میں ہے کہ ''ہر بچہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھلے'' ❸ الخ۔ پس مؤمن فطرت اللہ پر ہی باقی رہتا ہے پس ایک تو فطرت اس کی صحیح سالم ہوتی ہے پھر اس کی پاس ربانی شاہد آتا ہے یعنی اللہ کی معرفت پیغمبر ﷺ کو پہنچتی ہے۔ جو شریعت حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے ساتھ ختم ہوئی۔ پس شاہد سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں' حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اللہ کی رسالت اولاً حضرت جبریل علیہ السلام لائے اور آپ کے واسطے سے حضرت محمد ﷺ۔ ایک قول کہا گیا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں لیکن وہ قول ضعیف ہے اس کا کوئی قائل ثابت نہیں۔ حق بات پہلی ہی ہے۔ پس مؤمن کی فطرت اللہ کی وحی سے مل جاتی ہے۔ اجمالی طور پر اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے پھر شریعت کی تفصیلات کو مان لیتا ہے۔ اس کی فطرت ایک ایک مسئلے کی تصدیق کرتی جاتی ہے پس فطرت سلیم اس کے ساتھ قرآن کی تعلیم جسے حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے نبی کو پہنچایا اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو پھر اس سے پہلے کی ایک اور تائید بھی موجود کتاب موسیٰ یعنی تورات جسے اللہ نے اس زمانے کی امت کے لئے پیشوائی کے قابل بنا کر بھیجا تھا اور جو اللہ کی طرف سے رحمت تھی اس پر جن کا پورا ایمان ہے وہ لامحالہ اس نبی ﷺ اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں کیونکہ اس کتاب نے اس کتاب پر بھی ایمان لانے کی رہنمائی کی ہے۔ پس یہ لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

قرآن کا انکار کرنے والے جہنمی ہیں: پھر پورے قرآن کو یا اس کے کسی حصے کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان فرمایا کہ دنیا والوں میں سے جو گروہ جو فرقہ اسے نہ مانے خواہ یہودی ہو' خواہ نصرانی' کہیں کا ہو' کوئی ہو' کسی رنگت اور شکل وصورت کا ہو' قرآن پہنچا اور نہ مانا وہ جہنمی ہے جیسے رب العالمین نے اپنے نبی کی زبانی اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے ﴿لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾ ❹ کہ میں اس سے تمہیں بھی آگاہ کر رہا ہوں اور انہیں بھی جنہیں یہ پہنچ جائے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ ❺ ''لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی مجھے سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔'' ❻ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں جو صحیح حدیث سنتا ہوں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ضرور پاتا ہوں مندرجہ بالا حدیث سن کر میں اس تلاش میں لگا کہ اس کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو مجھے یہ آیت ملی پس تمام دین والے اس سے مراد ہیں۔ پھر جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اس قرآن کے اللہ کی طرف سے سراسر حق ہونے میں تجھے کوئی شک وشبہ نہ کرنا چاہئے۔ جیسے ارشاد ہے کہ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ ❼ اور جگہ ہے ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ ❽ اس کتاب میں کوئی شک =

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، ۱۳۸۵؛ صحیح مسلم، ۲۶۵۸؛ ابوداود، ۴۷۱۴؛ ترمذی، ۲۱۳۸؛ احمد، ۲/ ۳۷۵؛ مؤطا امام مالک، ۱/ ۲۴؛ مسند الطیالسی، ۲۳۵۹؛ ابن حبان، ۱۲۹۔

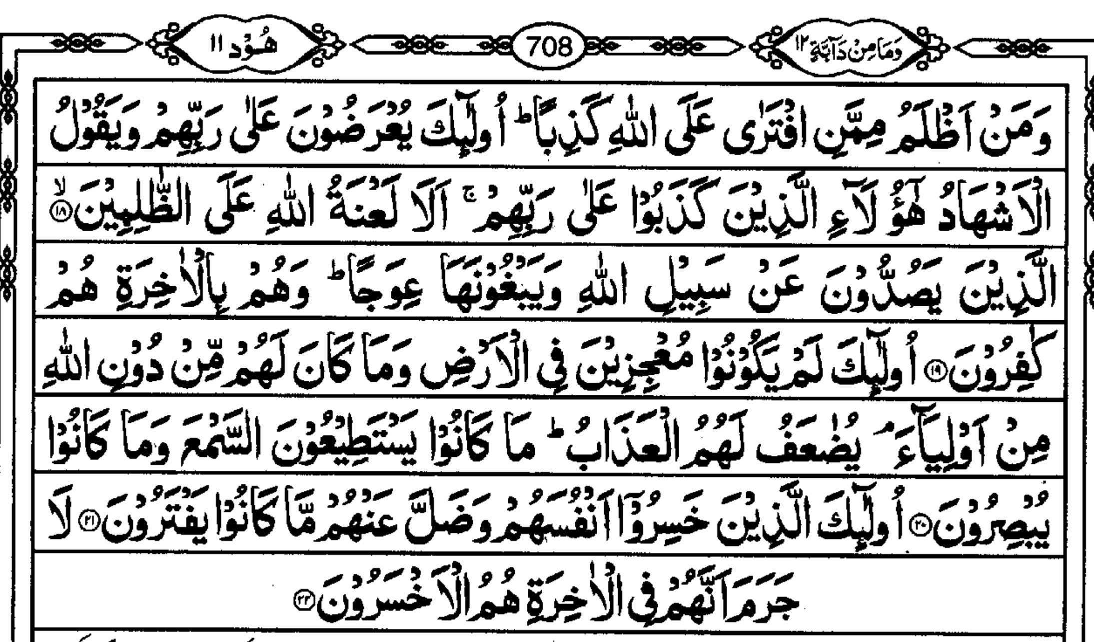
❷ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة وأهل النار ۲۸۶۵؛ احمد، ۴/ ۱۶۲۔

❸ احمد، ۳/ ۴۳۵ وسندہ ضعیف، دارمی، ۲/ ۲۲۳؛ بیهقی ۷۷۱۹؛ المعجم الکبیر ۸۲۶؛ ابن حبان، ۱۳۲؛ حاکم، ۲/ ۱۲۳۔

❹ ۶/ الانعام:۱۹۔ ❺ ۷/ الاعراف:۱۵۸۔

❻ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس، ۱۵۳۔

❼ ۳۲/ السجدة:۱، ۲۔ ❽ ۲/ البقرة:۲۔



ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا' خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ [۱۸] جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کر لیتے ہیں' یہی ہیں آخرت کے منکر۔ [۱۹] نہ یہ لوگ دنیا میں اللہ کو ہرا سکے نہ ان کا کوئی حمایتی اللہ کے سوا ہوا' ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا' نہ یہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ یہ دیکھتے ہی تھے' [۲۰] یہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور جن سے اپنا باندھا ہوا افترا گم ہو گیا' [۲۱] بیشک یہی لوگ آخرت میں زیاں کار ہوں گے [۲۲]

= نہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ اکثر لوگ ایمان سے کورے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ❶ یعنی گو تیری چاہت ہو لیکن یقین کر لے کہ اکثر لوگ مؤمن نہیں ہوں گے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ❷ اگر تو دنیا والوں کی اکثریت کی پیروی کرے گا تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ❸ یعنی ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا اور سوائے مؤمنوں کی ایک مختصر سی جماعت کے باقی کے سب اسی کے پیچھے لگ گئے۔

اللہ پر بہتان باندھنے والوں کا انجام رسوائی ہے: [آیت: ۱۸-۲۲] جو لوگ اللہ کے ذمے بہتان باندھ لیں ان کا انجام اور قیامت کے دن کی ساری مخلوق کے سامنے ان کی رسوائی کا بیان ہو رہا ہے۔ مسند احمد میں ہے صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ''اللہ عزوجل مؤمن کو اپنے قریب کرے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ اور فلاں بھی؟ اور فلاں بھی؟ یہ اقرار کرتا جائے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اس وقت ارحم الراحمین فرمائے گا کہ میرے بندے! میں دنیا میں ان پر پردہ ڈالتا رہا سن آج بھی میں انہیں بخشتا ہوں' پھر اس کی نیکیوں کا عمل نامہ

❶ ۱۲/ یوسف:۱۰۳۔ ❷ ٦/ الانعام:۱۱٤۔ ❸ ۳٤/ سبا:۲۰۔

اسے دے دیا جائے گا اور کفار اور منافقین پر تو گواہ پیش ہوں گے جو کہیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے یاد رہے کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے" یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے ❶ یہ لوگ اتباع حق سے اور ہدایت کے راستے سے جنت سے اوروں کو روکتے رہے اور اپنا طریقہ ٹیڑھا تر چھا ہی تلاش کرتے رہے ساتھ ہی قیامت کے اور آخرت کے دن کے بھی منکر ہی رہے اسے مان کر ہی نہ دیا۔ یاد رہے کہ یہ اللہ کے ماتحت ہیں وہ ان سے ہر وقت انتقام لینے پر قادر ہے اگر چاہے تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی پکڑ لے لیکن اس کی طرف سے تھوڑی سی ڈھیل انہیں مل گئی ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے "اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے بالآخر جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا ہی نہیں۔" ❷ ان کی سزائیں بڑھتی ہی چلی جائیں گی اس لئے کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں سے انہوں نے کام نہ لیا حق کے سننے سے کانوں کو بہرا رکھا حق کی تابعداری سے آنکھوں کو اندھا رکھا۔ جہنم میں جاتے وقت خود ہی کہیں گے کہ ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ❸ یعنی اگر سنتے ہوتے عقل رکھتے ہوتے تو آج دوزخی نہ بنتے یہی فرمان آیت ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ﴾ ❹ میں ہے کہ کافروں کو اور اللہ کی راہ سے روکنے والوں کو عذاب پر عذاب بڑھتے چلے جائیں گے۔ ہر ہر حکم عدولی پر ہر ہر برائی کے کام پر سزا بھگتیں گے پس صحیح قول یہی ہے کہ آخرت کی نسبت کے اعتبار سے کفار بھی فروع شرع کے مکلف ہیں۔" یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور خود اپنے تئیں جہنمی بنایا۔ جہاں کا عذاب ذرا سی دیر بھی ہلکا نہیں ہوگا آگ کے شعلے کم ہونے تو کہاں اور تیز تیز ہوتے جائیں گے جنہیں انہوں نے گھڑ لیا تھا یعنی بت اور شریک رب وغیرہ وہ آج انہیں کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ نظر بھی نہ پڑیں گے بلکہ اور نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تو ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کے شرک سے صاف مکر جائیں گے۔ گویہ انہیں باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے باعث ذلت ہیں۔ کھلے طور پر اس بات کا قیامت کے دن انکار کر دیں گے کہ ان مشرکوں نے انہیں پوجا ہو۔ ❺ یہی ارشاد خلیل اللہ علیہ السلام کا اپنی قوم سے تھا کہ ان بتوں سے تمہارے دنیوی تعلقات کو تم وابستہ رکھو لیکن قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار کر جائے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے گا اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی کسی کو کوئی مدد نہ پہنچائے گا۔" ❻ یہی مضمون آیت ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا﴾ ❼ میں ہے یعنی اس وقت پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے دست بردار ہو جائیں گے عذاب الٰہی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں وہ بھی ان کی ہلاکی اور نقصان کی خبر دیتی ہیں۔ یقیناً یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے جہنم کے گڑھے جنت کے درجوں کے بدلے انہوں نے لئے۔ اللہ کی نعمتوں کے بدلے آگ جہنم قبول کی۔ میٹھے ٹھنڈے خوش گوار جنتی پانی کے بدلے جہنم کا کھولتا ہوا گرم آگ جیسا پانی انہیں ملا۔ حور عین کے بدلے لہو پیپ اور بلند و بالا محلات کے بدلے دوزخ کے تنگ مقامات انہوں نے لئے۔ اللہ الرحمٰن کی نزدیکی اور دیدار کے بدلے اس کا غضب اور سزا انہیں ملی۔ بیشک یہاں یہ سخت نقصان میں رہے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالی ﴿الا لعنة اللّٰه علی الظالمین﴾ ۲۴۴۱؛ صحیح مسلم ۲۷۶۸؛ احمد، ۲/ ۷۴؛ ابن ماجه، ۱۸۳؛ ابن حبان ۷۳۵۵۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود باب قوله ﴿وکذلك أخذ ربك إذا أخذ القری وهی ظالمة......﴾ ۴۶۸۶؛ صحیح مسلم ۲۵۸۳؛ ترمذی ۳۱۱۰؛ ابن ماجه ۴۰۱۸؛ بیهقی، ۶/ ۹۴؛ ابن حبان ۵۱۷۵؛ شرح السنة ۴۱۶۲۔ ❸ ۶۷/ الملك: ۱۰۔ ❹ ۱۶/ النحل: ۸۸۔ ❺ ۴۶/ الاحقاف: ۶۔
❻ ۲۹/ العنکبوت: ۲۵۔ ❼ ۲/ البقرة: ۱۶۶۔

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٥﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے وہی جنت میں جانے والے ہیں' جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں' [۲۳] ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھتے سنتے جیسی ہے' کیا یہ دونوں مثال برابر ہیں؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے [۲۴] یقیناً ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں [۲۵] کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو' مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے۔ [۲۶] اس کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے کمین موٹی سمجھ والوں کے اور کوئی نہیں ہم تو تیری کسی قسم کی برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔ [۲۷]

اہل ایمان کا بدلہ جنت ہے: [آیت: ۲۳-۲۷] بروں کے ذکر کے بعد اب بھلوں کا بیان ہو رہا ہے۔ جن کے دل ایمان والے جن کے اعضاء فرماں برداری کرنے والے تھے قول و فعل سے فرمان الٰہی بجالانے والے اور نافرمانی رحمان سے بچنے والے تھے یہ لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ بلند بالا خانے بچھے بچھائے سجے سجائے تخت جھکے ہوئے خوشوں اور میووں کے درخت' ابھرے ابھرے فرش' خوبصورت بیویاں قسم قسم کے خوش ذائقہ پھل چاہت کے کھانے لذیذ پینے اور سب سے بڑھ کر اللہ کا دیدار یہ نعمتیں ہوں گی جو ان کے لئے ہمیشگی لئے ہوئے ہوں گی۔ نہ انہیں موت آئے نہ بڑھاپا نہ بیماری نہ غفلت نہ پاخانہ نہ پیشاب نہ تھوک نہ ناک' مشک بو پسینہ آیا اور غذا ہضم۔ پہلے بیان کردہ کافر شقی لوگ اور یہ مؤمن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے بہرے اور بینا اور سنتے میں ہے۔ کافر دنیا میں حق کو دیکھنے سے اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی خیر کی طرف راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے وہ حقانیت کی دلیلوں کے سننے سے بہرے تھے نفع دینے والی بات سنتے ہی نہ تھے اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سناتا۔ ❶ ان کے برخلاف مؤمن سمجھدار ذکی عاقل عالم دیکھتا بھالتا سوچتا سمجھتا حق و باطل میں تمیز کرتا بھلائی لے لیتا برائی چھوڑ دیتا دلیل اور شبہ میں فرق کر لیتا پس باطل سے بچتا حق کو مانتا۔ بتلایئے یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں جانتے! ارشاد ہے ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ الخ ❷ دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوتے جنتی تو بالکل

❶ ۸/ الانفال: ۲۳۔ ❷ ۵۹/ الحشر: ۲۰۔

کامیاب ہیں۔ اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھتا برابر نہیں' اندھیریاں اور اجالا برابر نہیں۔ سایہ اور دھوپ برابر نہیں۔ زندے اور مردے برابر نہیں۔ اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا تو تو صرف آگاہ کرنے والا ہے۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ہر ہر امت میں ڈرانے والا ہو چکا ہے۔ ❶

سب سے پہلے توحید کی دعوت نبی نوح علیہ السلام نے ہی دی: سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی سے روکنے کے لئے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرانے آیا ہوں اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑو گے تو عذابوں میں پھنسو گے دیکھو تم صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے رہو۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو قیامت کے دن دردناک سخت عذابوں کا مجھے تم پر خوف ہے۔ اس پر قومی کافروں کے رؤسا اور امرا بول اٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو ہیں نہیں ہم جیسے ہی انسان ہیں پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر ایک ہی کے پاس وحی آئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ایسے رذیل لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے ہیں' کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہوا اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے بغیر غور و فکر کے آپ کی مجلس میں آن بیٹھے ہیں اور ہاں ہمیں ہاں ملائے جاتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہو گئے ہو' تمہاری روزیاں بڑھ گئی ہوں یا خَلق و خُلق میں تمہیں کوئی برتری ہم پر حاصل ہو گئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تو تم سب جھوٹے ہو نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تم ہمیں دار آخرت کے دے رہے ہو ہمارے نزدیک تو یہ سب بھی جھوٹی باتیں ہیں۔

ان کفار کی بے ڈھنگی کو دیکھئے اگر حق کے قبول کرنے والے نیچے درجے کے لوگ ہوئے تو کیا اس سے شان حق گھٹ گئی حق حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں' گو وہ مسکین مفلس ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہی ذلیل اور رذیل ہیں گو وہ غنی مالدار اور امیر امرا ہوں۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔

فرمان قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس بستی میں ہمارے انبیا آئے وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے ہم تو انہی کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ ❷ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی لوگ ہوتے ہیں۔ ❸ حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔ حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا؟ بلکہ ہر عقلمند کا کام یہی ہے کہ حق کے ماننے میں سبقت اور جلدی کرے۔ اس میں تامل کرنا جہالت اور غباوت ہے اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف اور کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اس میں کچھ نہ کچھ جھجک ضرور پائی سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے کوئی تردد و تامل نہ کیا واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کر لیا۔'' ان کا تیسرا اعتراض کہ ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے یہ بھی ان کے اندھاپن کی وجہ سے ہے ان کی اگر آنکھیں اور کان نہ ہوں اور موجود چیز کا انکار کریں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں۔ جھوٹے مفتری خالی ہاتھ رذیل اور نقصانوں والے ہیں۔

---

❶ ٣٥/ فاطر: ١٩، ٣٤۔ ❷ ٤٣/ الزخرف: ٢٣۔

❸ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ٧؛ صحیح مسلم ١٧٧٣۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: نوح علیہ السلام نے کہا میری قوم والو مجھے بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی کوئی نعمت عطا کی ہو پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی' تو کیا زبردستی میں اسے تمہارے گلے سے منڈھ دوں' حالانکہ تم اس سے بیزار ہو۔[۲۸] میری قوم والو میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا' میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے نہ میں ایمان داروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں' انہیں اپنے رب سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو۔[۲۹] میری قوم کے لوگو اگر میں ان مؤمنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کون کر سکتا ہے؟ کیا تم کچھ بھی غور و فکر نہیں کرتے۔[۳۰] میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں سنو میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں نہ میرا یہ قول ہے کہ جن پر تمہاری نگاہیں ذلت سے پڑ رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے گا ہی نہیں' ان کے دل میں جو ہے اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے' اگر میں ایسی بات کہوں تو یقیناً میرا شمار ظالموں میں ہو جائے۔[۳۱]

قوم کو نوح علیہ السلام کا جواب: [آیت:۲۸۔۳۱] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ سچی نبوت یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آ چکی بہت بڑی رحمت و نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی تم اسے نہ دیکھ سکے۔ نہ تم نے اس کی قدر دانی کی نہ اسے پہچانا بلکہ بے سوچے سمجھے تم نے اسے دھکے دیدیئے اور اسے جھٹلانے لگ گئے۔ اب بتلاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنا دوں۔

آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ نصیحت تمہیں کر رہا ہوں جتنی خیر خواہی تمہاری کرتا ہوں اس کی کوئی اجرت تو تم سے نہیں مانگتا؟ میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ ان غریب مسکین ایمان والوں کو میں دھکے دے دوں' مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہوگا یہی طلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کی گئی تھی۔ جس کے جواب میں یہ آیت اتری ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾ ❶ یعنی صبح شام اپنے رب کے پکارنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ نکال۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ ❷ اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزما لیا اور وہ کہنے لگے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم سب کو چھوڑ =

❶ ٦/ الانعام:٥٢۔ ❷ ٦/ الانعام:٥٣۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۟ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؕ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: کہنے لگے کہ اے نوح! تو ہم سے جھگڑا اور خوب ہی جھگڑا کر چکا اب تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے۔[۳۲] جواب دیا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے ہاں تم اسے ہرانے والے نہیں ہو[۳۳] تمہیں میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو وہی تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے[۳۴] کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے خود اسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہو تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے تو بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔[۳۵]

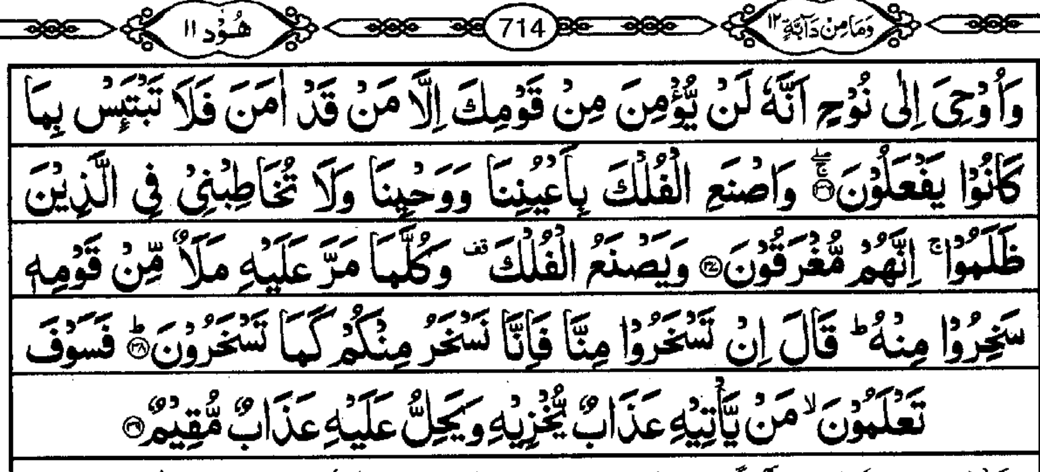
رکوع ۳

= کر اللہ کا فضل نازل ہوا' کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نہیں جانتا؟

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں صرف رسول اللہ ہوں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت اور توحید کی طرف اس کے فرمان کے مطابق تم سب کو بلاتا ہوں۔ اس سے میری مراد تم سے مال سمیٹنا نہیں۔ ہر بڑے چھوٹے کے لئے میری دعوت عام ہے جو قبول کرے گا نجات پائے گا۔ اللہ کے خزانوں کے ہیر پھیر کی مجھ میں قدرت نہیں۔ میں غیب نہیں جانتا ہاں جو بات اللہ تعالیٰ مجھے معلوم کرا دے معلوم ہو جاتی ہے۔ میں فرشتہ ہونے کا دعوے دار نہیں ہوں۔ بلکہ ایک انسان ہوں جس کی تائید اللہ کی طرف سے معجزوں سے ہو رہی ہے۔ جنہیں تم رذیل اور ذلیل سمجھ رہے ہو میں تو اس کا قائل نہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں ان کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا۔ ان کے باطن کا حال بھی مجھے معلوم نہیں اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ اگر ظاہر کی طرح باطن میں بھی ایماندار ہیں تو انہیں اللہ کے ہاں ضرور نیکیاں ملیں گی جو ان کے انجام کی برائی کو کہے اس نے ظلم کیا اور جہالت کی بات کہی۔

قوم نوح کی عجلت: [آیت:۳۲-۳۵] قوم نوح کی عجلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے کہنے لگے بس حجتیں تو ہم نے بہت سی سن لیں' آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کرنے کے اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لا دے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں اللہ کے ہاتھ ہے اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ متصرف حاکم عادل غیر ظالم حکم کا امر کا مالک ابتداءً پیدا کرنے والا پھر لوٹانے والا دنیا و آخرت کا تنہا مالک وہی ہے ساری مخلوق کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

یہ درمیانی کلام اس قصے کے بیچ میں اس کی تائید اور تقریر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ اللہ کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ پر جھوٹ افترا گھڑ لوں ہاں تم اپنے گناہوں کے ذمے دار تم آپ ہو۔



وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی اب ایمان لائے گا ہی نہیں' پس تو ان کے کاموں پر غمگین نہ رہ'[۳۶] اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیئے جانے والے ہیں[۳۷] (نوح علیہ السلام کی) کشتی کی تیاری کی حالت میں اسکی قوم کی جو جماعت اسکے پاس سے گزرتی وہ اس کا مذاق اڑاتی' اس نے کہا کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جیسے تم مسخراپن کر رہے ہو'[۳۸] تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور اس پر ہمیشگی کی سزا اتر آئے۔[۳۹]

نوح علیہ السلام کا کشتی تیار کرنا اور کافروں کا مذاق: [آیت:۳۶-۳۹] قوم نوح نے جب عذابوں کی جلدی مچائی تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ زمین پر کسی کافر کو رہتا بستا نہ چھوڑ۔ ❶ پروردگار میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد کر۔ ❷ اسی وقت وحی آئی کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا تو ان پر افسوس نہ کر نہ ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر۔ ہمارے دیکھتے ہماری تعلیم کے مطابق ایک کشتی تیار کر اور اب ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر ہم ان کا ڈبو دینا مقرر کر چکے۔ بعض سلف کہتے ہیں حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر سکھا کر تختے بنا لو اس میں ایک سو سال گزر گئے پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے ایک قول ہے چالیس سال لگے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تورات سے نقل کرتے ہیں کہ ساگ کی لکڑی کی یہ کشتی تیار ہوئی۔ اس کا طول ۸۰ ہاتھ تھا اور عرض ۵۰ ہاتھ کا تھا۔ اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا۔ پانی کاٹنے کے پرپرزے بھی تھے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لمبائی تین ۳۰۰ ہاتھ کی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ طول ۱۲۰۰ ہاتھ کا تھا اور چوڑائی ۶۰۰ ہاتھ کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ طول ۲۰۰۰۰ ہاتھ اور چوڑائی ایک ۱۰۰ ہاتھ کی تھی' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس کی اندرونی اونچائی ۳۰ ہاتھ کی تھی اس میں تین درجے تھے ہر درجہ ۱۰ ہاتھ اونچا تھا۔ سب سے نیچے کے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے۔ درمیان کے حصے میں انسان تھے۔ اوپر کے حصے میں پرندے تھے۔ دروازہ چوڑان میں تھا' اوپر سے بالکل بند تھی۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک غریب اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم اللہ کسی ایسے مردے کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہو تو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں۔ آپ انہیں لے کر چلے ایک ٹیلے پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم =

❶ ۷۱/ نوح:۲۶۔ ❷ ۵۴/ القمر:۱۰۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

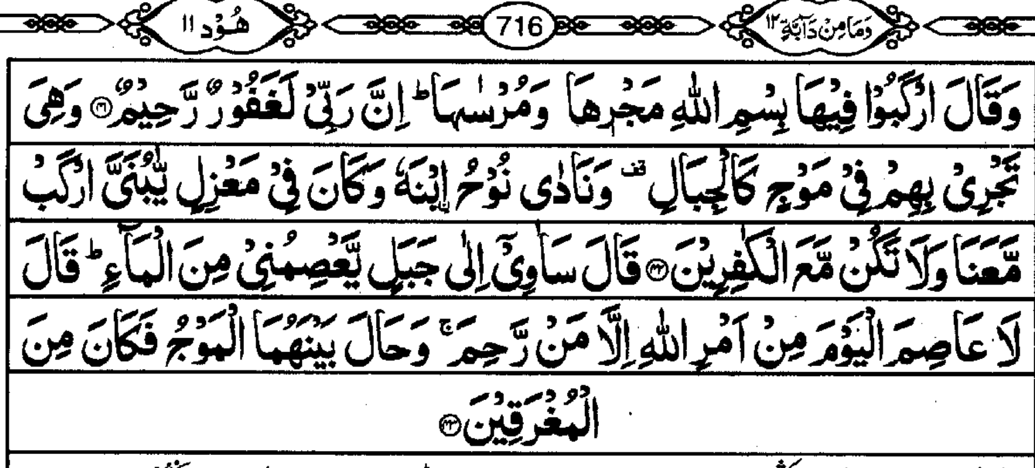
ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنورا بلنے لگا' ہم نے فرما دیا کہ اس کشتی میں ہر قسم کے جوڑے دو ہرے سوار کرا لے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات پڑ چکی ہے اور سب ایمان والوں کو بھی اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے۔[۴۰]

= ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پنڈلی ہے حام بن نوح کی۔ پھر آپ نے اپنی لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو۔ اسی وقت ایک بوڑھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر یہ دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہوگئی اس دہشت نے بوڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو۔ اس نے کہا وہ ۱۲۰۰ ہاتھ لمبی اور ۶۰۰ ہاتھ چوڑی تھی۔ تین درجوں کی تھی ایک میں جانور اور چوپائے تھے۔ دوسرے میں انسان' تیسرے میں پرند جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دم ہلاؤ۔ آپ کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر نر مادہ نکل آئے اور میلا کھانے لگے۔ چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کیے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا۔ اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرق آب ہونے کا علم کیسے ہوگیا؟ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے کوے کو خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا دیر تک نہ آیا۔ آپ نے اس کے لئے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بد دعا کی۔ اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا' اس سے معلوم ہوگیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں۔ آپ نے اس کی گردن میں خصرہ کا طوق ڈال دیا اور اس کے لئے امن و انس کی دعا کی پس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے۔

حواریوں نے کہا کہ اے رسول اللہ! آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلئے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے ساتھ کیسے آ سکتا ہے جب کہ اس کی روزی نہیں۔ پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہو جا۔ وہ اسی وقت مٹی ہوگیا۔ نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے اور کافروں کو ایک مذاق ہاتھ لگ گیا۔ وہ چلتے پھرتے انہیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعن کرتے کیونکہ انہیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انہیں یقین نہ تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے اچھا دل خوش کر لو وقت آ رہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لے لیا جائے گا۔ ابھی جان لو گے کہ کون عذاب اللہ سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آ چمٹتا ہے جو کبھی ٹالے نہ ٹلے۔

کشتی میں ہر جانور کا جوڑا موجود تھا: [آیت: ۴۰] حسب فرمان الٰہی آسمان سے موسلا دھار لگاتار بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی ابلنے لگا اور ساری زمین پانی سے پر ہوگئی۔ اور جہاں تک اللہ کو منظور تھا پانی پھر گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کر دیا۔ اور کافروں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ ❶ تنور کے ابلنے سے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے چشمے پھوٹ پڑے ❷ یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی ابل پڑا یہی قول جمہور سلف و خلف کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تنور صبح کا نکلنا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک لیکن =

❶ ٥٤/ القمر: ١١، ١٤۔ ❷ الطبری، ١٥/ ٣١٨۔



ترجمہ: نوح علیہ السلام نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے [۴۱] وہ کشتی انہیں لے کر موجوں میں پہاڑ کی طرح جا رہی تھی نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے تھا پکار کر کہا کہ پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ رہ۔ [۴۲] اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا نوح علیہ السلام نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔ [۴۳]

== زیادہ ظاہر پہلا قول ہے۔ مجاہد اور شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ تنور کوفے میں تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ہند میں ایک نہر ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جزیرہ میں ایک نہر ہے جسے عین الوردہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب اقوال غریب ہیں۔ الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کو اللہ کا حکم ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق کی ہر قسم کا ایک ایک جوڑا نر مادہ سوار کرا لو۔ کہا گیا ہے کہ غیر جاندار کے لئے بھی یہی حکم تھا جیسے نباتات۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ یعنی طوطا کشتی میں آیا اور سب سے آخر گدھا سوار ہونے لگا۔ ابلیس اس کی دم میں لٹک گیا۔ جب اس کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آ گئے اور اس نے اپنا پچھلا دھڑ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھ سکا کیونکہ دم پر اس ملعون کا بوجھ تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام جلدی کر رہے تھے یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے۔ آخر آپ نے فرمایا آ جا گو تیرے ساتھ ابلیس بھی ہو تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آ گیا۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لیجانا مشکل ہو پڑا آخر اسے بخار چڑھ آیا تب اسے سوار کر لیا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کر لئے تو لوگوں نے کہا کہ شیر کی موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار ڈال دیا۔ اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری نہ تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی کہ یہ ہمارا کھانا اور دیگر سب چیزیں خراب کر رہے ہیں تو اللہ کے حکم سے شیر کی چھینک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دبک کر کونے کھدرے میں بیٹھ رہے۔“ ❶ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے انہیں ساتھ نہ لینا۔ آپ کا لڑکا یام بھی انہی کافروں میں تھا وہ الگ ہو گیا یا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ کے رسول کی منکر تھی۔ اور اپنی قوم کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لے۔ لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ❷

---

❶ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❷ الطبری، ۱۵/ ۳۲۶۔

ساڑھے نو سو سال کے قیام کی طویل مدت میں آپ پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کل ۸۰ آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں۔ کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۷۲ شخص تھے۔ ایک قول ہے صرف ۱۰ شخص تھے۔ ایک قول ہے حضرت نوح علیہ السلام تھے اور ان کے تین لڑکے تھے سام‘ حام اور یافث اور چار عورتیں تھیں تین تو ان تینوں کی بیویاں اور چوتھی یام‘ کی بیوی۔ اور کہا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی۔ لیکن اس میں نظر ہے‘ ظاہر یہ ہے کہ خود حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہوگئی اسی طرح یہ بھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

طوفان نوح: [آیت:۴۱۔۴۳] حضرت نوح علیہ السلام جنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھیراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے۔ ایک قراءت میں (مَجْرِهَا وَمُرْسِيهَا) بھی ہے یہی اللہ کا آپ کو حکم تھا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ تو کہنا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ❶ اور یہ بھی دعا کرنا کہ ﴿رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۝﴾ ❷ اسی لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ کر لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا ہو خواہ جانور پر سوار ہونا ہو جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے کہ اسی اللہ نے تمہارے لئے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں اور کشتیاں اور چوپائے تمہاری سواری کیلئے پیدا کئے ہیں کہ تم ان کی پیٹھ پر سواری لے کر ❸ الخ۔ حدیث میں بھی اس کی تاکید اور رغبت آتی ہے۔ سورۂ زخرف میں اس کا پورا بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”میری امت کے لئے ڈوبنے سے بچاؤ ان کے اس قول میں ہے کہ سوار ہوتے ہوئے کہہ لیں ((بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ)) اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝﴾“ ❹ اس دعا کے آخر میں اللہ کا وصف غفور رحیم اس لئے لائے کہ کافروں کی سزا کے مقابلہ میں مومنوں پر رحمت وشفقت کا اظہار ہو۔ جیسے فرمان ہے تیرا رب جلد سزا کرنے والا اور ساتھ ہی غفور ورحیم بھی ہے۔ ❺ اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ ❻ یعنی تیرا پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں رحمت وانتقام کا بیان ملا جلا ہے۔

پانی روئے زمین پر پھر گیا ہے کسی اونچے سے اونچے پہاڑ کی بلند سے بلند چوٹی بھی دکھائی نہیں دیتی کہ پہاڑوں سے بھی پندرہ ہاتھ اور بقولے اسی میل اوپر کو ہو گیا ہے۔ باوجود اس کے کشتی نوح بحکم اللہ برابر صحیح طور پر جا رہی ہے۔ خود اللہ اس کا محافظ ہے اور وہ خاص اس کی عنایت ومہربانی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَی الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ۝﴾ ❼ یعنی پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے آپ تمہیں کشتی میں چڑھا لیا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اس تختوں والی کشتی پر سوار کرا کر اپنی حفاظت سے پار اتارا اور کافروں کو ان کے کفر کا انجام دکھا دیا اور اسے ایک نشان بنا دیا۔ کیا اب بھی کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے؟ ❽ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو بلایا یہ آپ کے چوتھے لڑکے تھے اس کا نام یام تھا یہ کافر تھا اسے آپ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ایمان کی اور اپنے ساتھ بیٹھ جانے کی ہدایت کی تاکہ ڈوبنے سے =

---

❶ ۲۳/ المؤمنون:۲۸۔ ❷ ۲۳/ المؤمنون:۲۹۔ ❸ ۴۳/ الزخرف:۱۲۔ ❹ المعجم الکبیر ۱۲۶۶۱ وسنده ضعيف جداً موضوع اس کی سند میں نہشل بن سعید البصری متروک راوی ہے۔(المیزان، ۴/ ۲۷۵، رقم:۹۱۲۷) نیز ابن اسحاق کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے۔(السلسلة الضعیفه، ۲۹۳۲)

❺ ۷/ الاعراف:۱۶۷۔ ❻ ۱۳/ الرعد:۶۔ ❼ ۶۹/ الحآقة:۱۱۔ ❽ ۵۴/ القمر:۱۳، ۱۵۔

وَقِيلَ يَآأَرْضُ ابْلَعِي مَآءَكِ وَيَسَمَآءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّلِمِينَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: فرمادیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کونگل جا اور اے آسمان بس کر تھم جا اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی نامی پہاڑ پر جا لگی اور فرما دیا گیا کہ ناانصافی کرنے والے لوگوں پر لعنت نازل ہو۔[۴۴]

=اور کافروں کے عذاب سے بچ جائے۔ مگر اس بدنصیب نے جواب دیا کہ نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان باراں سے بچ جاؤں گا۔ ایک اسرائیلی روایت ہے کہ اس نے شیشے کی کشتی بنائی تھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ قرآن میں تو یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ طوفان پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچے گا میں جب وہاں جا پہنچوں گا تو یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا؟ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج عذاب الٰہی سے کہیں پناہ نہیں وہی بچے گا جس پر اللہ کا رحم ہو۔ یہاں عاصم بمعنی معصوم ہے جیسے طاعم مطعوم کے معنی میں اور کاسی مکسو کے معنی میں آیا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی ہیں جو ایک موج آئی اور پسر نوح کو لے ڈوبی۔

طوفان نوح کا اختتام: [آیت:۴۴] روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو در حقیقت غضب الٰہی اور مظلوم پیغمبر کی بددعا کا عذاب تھا غرق ہو گئے' اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین کو اس پانی کے نگل لینے کا حکم دیا جو اس کا اگلا ہوا اور آسمان کا برسایا ہوا تھا ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رک جانے کا حکم ہو گیا پانی گھٹنے لگا اور کام پورا ہو گیا یعنی تمام کافر نابود ہو گئے صرف کشتی والے مؤمن ہی بچے۔ کشتی بحکم اللہ جودی پر رکی۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ سب پہاڑ ڈبو دیئے گئے تھے اور یہ پہاڑ بوجہ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا یہیں کشتی نوح لنگر انداز ہوئی۔ ❶ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مہینے بھر تک یہیں لگی رہی اور سب اتر گئے۔ اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لئے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ ❷ حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سینکڑوں کشتیاں بنیں بگڑیں بلکہ راکھ اور خاک ہو گئیں۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جودی نام کا پہاڑ موصل میں ہے۔ بعض کہتے ہیں طور پہاڑ کو ہی جودی بھی کہتے ہیں۔ زر بن حبیش کو ابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویہ میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر نوبہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ کے دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کشتی نوح یہیں لگی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل (۸۰) اسی آدمی تھے۔ ۱۵۰ دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف روانہ کر دیا وہاں وہ ٹھر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے' وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیر لگا دی۔ آپ نے ایک کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ اور پنجوں میں مٹی لے کر واپس آیا اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ پس آپ جودی سے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بنا ڈال دی جسے ثمانین کہتے ہیں۔ ایک دن صبح کو جب لوگ جاگے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ اسی (۸۰) زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہتر عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہو پڑا۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے=

❶ الطبری، ۱۵/ ۳۳۸۔ ❷ ایضًا۔

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖۗ فَلَا تَسْــَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْــَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہنے لگا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔[۴۵] اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے کے لوگوں میں نہیں ہے' اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز اس چیز کو نہ مانگنا چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو' میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہے۔[۴۶] کہنے لگا میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو' اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں خرابی والوں میں ہو جاؤں گا۔[۴۷]

= سب زبانیں معلوم کرادیں۔ آپ ان سب کے درمیان مترجم تھے ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کشتی نوح مشرق و مغرب کے درمیان چل پھر رہی تھی۔ پھر جودی پر ٹھہر گئی۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں رجب کی دسویں تاریخ مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے۔ انہیں لے کر کشتی جودی پر مہینے بھر تک ٹھہری رہی۔ آخر محرم کے عاشورے کے دن وہ سب اس میں سے اترے۔ اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن جریر میں ہے' انہوں نے اس دن روزہ بھی رکھا' ❶ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند یہودیوں کو عاشورے کے دن روزہ رکھے ہوئے دیکھ کر ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ اور اسی دن کشتی نوح جودی پر لگی تھی۔ پس ان دونوں پیغمبروں نے شکر الٰہی کا روزہ اس دن رکھا تھا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا ''پھر موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں اور اس دن کے روزے کا میں زیادہ مستحق ہوں'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا' اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ''تم میں سے جو آج روزے سے ہو وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جو ناشتہ کر چکا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے۔'' ❷ یہ روایت اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض حصے کے شاہد صحیح حدیث میں بھی موجود ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ظالموں کو خسارہ اور ہلاکی اللہ کی رحمت سے دوری ہوئی۔ وہ سب ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نوسو سال تک ٹھہرے۔ آپ نے ایک درخت بویا تھا جو سو سال

---

❶ اس کی سند میں عثمان بن مطر منکر الحدیث ہے۔ (المیزان، ۳/ ۵۳۔ رقم ۵۵۶۳) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

❷ احمد، ۲/ ۳۵۹، ۳۶۰ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبدالصمد بن حبیب لین الحدیث ہے (المیزان، ۲/ ۶۱۹، رقم: ۵۰۶۹) اور اس کا باپ مجہول ہے (المیزان، ۱/ ۴۵۵، رقم: ۱۷۰۸) شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفه، تحت رقم: ۱۴۹۹) جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کی نجات کے دن کا روزہ رکھنے کی روایت بخاری ۳۳۹۷ میں موجود ہے۔

تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنانی شروع کی۔ کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے۔ آپ جواب دیتے تھے کہ عن قریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ جب آپ بنا چکے اور پانی زمین سے ابلنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت تھی وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا تہائی حصے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور اوپر کو چڑھی دو تہائی تک پہنچی جب وہاں بھی پانی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اٹھا لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا' اور ماں بچہ دونوں غرق ہو گئے۔ پس اگر اس دن کوئی کافر بھی بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔'' ❶ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ کعب احبار اور مجاہد بن جبیر سے بھی اس بچے اور اس کی ماں کا یہی قصہ مروی ہے۔

نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لیے دعا اور اللہ تعالیٰ کا جواب: [آیت: ۴۵۔۴۷] یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہو جائے کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بھی ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میرے اہل میں سے تھا اور میرے اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیری جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا میں کہہ چکا تھا کہ ﴿وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ ❷ یعنی اپنے اہل کو بھی تو کشتی میں چڑھا لے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے۔ یہ بوجہ اپنے کفر کے انہی میں تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے۔

فائدہ: یہ بھی یاد رہے کہ جن لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا ہی نہیں کیونکہ آپ کے نطفہ سے نہ تھا بلکہ بدکاری سے تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی کا اگلے گھر کا لڑکا تھا یہ دونوں قول غلط ہیں۔ بہت سے بزرگوں نے صاف لفظوں میں اسے غلط کہا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے سلف سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔ پس یہاں اس فرمان سے کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں یہی مطلب ہے کہ تیرے جس اہل کی نجات کا میرا وعدہ ہے یہ ان میں سے نہیں یہی بات سچ ہے اور یہی قول اصلی ہے اس کے سوا اور طرف جانا محض غلطی ہے اور ظاہر خطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس بات کو قبول ہی نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی نبی کے گھر میں زانیہ عورت دے۔ خیال فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جنہوں نے بہتان بازی کی تھی ان پر اللہ تعالیٰ کس قدر غضبناک ہوا؟ اس لڑکے کے اہل میں سے نکل جانے کی وجہ خود قرآن نے بیان فرما دی ہے کہ اس کے عمل نیک نہ تھے۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک قرأت (اِنَّهٗ عَمِلَ عَمَلًا غَيْرَ صَالِحٍ) ہے۔ ❸ مسند کی حدیث میں حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ﴿اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ پڑھتے سنا ہے اور ﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ الخ ❹ پڑھتے سنا ہے۔ ❺ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ ﴿فَخَانَتَاهُمَا﴾ ❻ کا مطلب کیا ہے؟=

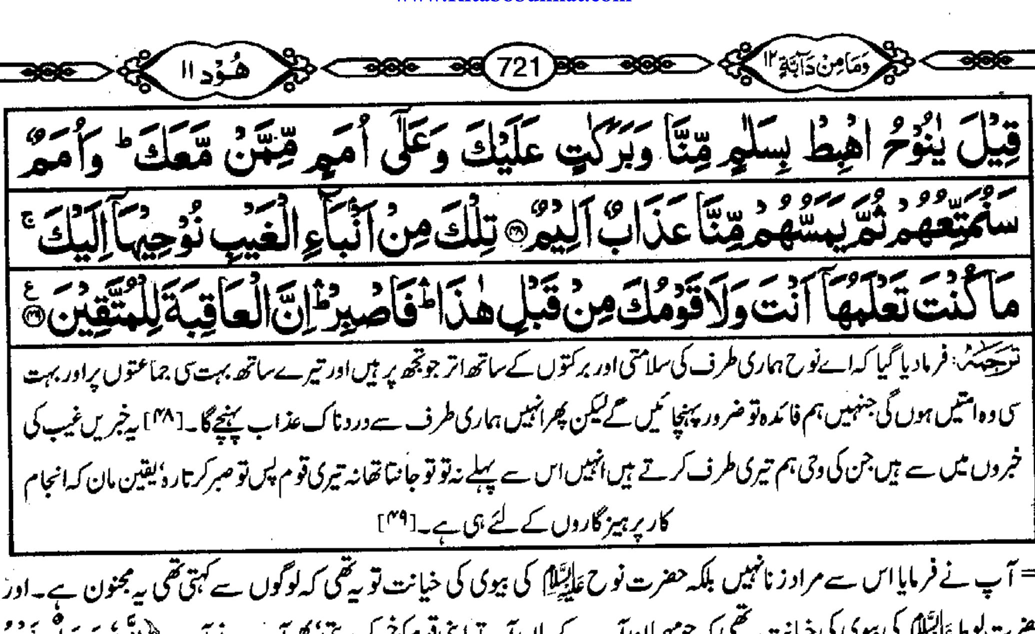
---

❶ حاکم، ۲/ ۳۴۲ وسندہ حسن۔

❷ ۱۱/ ھود: ۴۰۔ ❸ الطبری، ۱۵/ ۳۴۳۔ ❹ ۳۹/ الزمر: ۵۳۔

❺ احمد، ٦/ ٤٥٤، ابوداود، کتاب الحروف والقراءات، رقم ۳۹۸۳؛ وھو حسن، ترمذی ۲۹۳۲ بدون (یا عبادی……)

❻ ٦٦/ التحریم: ۱۰۔



قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: فرمادیا گیا کہ اے نوح ہماری طرف کی سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ بہت سی جماعتوں پر اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔[۴۸] یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی وحی ہم تیری طرف کرتے ہیں انہیں اس سے پہلے نہ تو تو جانتا تھا نہ تیری قوم پس تو صبر کرتا رہ' یقین مان کہ انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے۔[۴۹]

= آپ نے فرمایا اس سے مراد زنا نہیں بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت تو یہ تھی کہ لوگوں سے کہتی تھی یہ مجنون ہے۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جو مہمان آپ کے ہاں آتے اپنی قوم کو خبر کر دیتی' پھر آپ نے آیت ﴿اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ پڑھی۔ ❶ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے جب حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ سچا ہے اس نے اسے حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا فرمادیا ہے۔ پس وہ یقیناً حضرت نوح علیہ السلام کا ثابت النسب لڑکا ہی تھا دیکھو اللہ فرماتا ہے ﴿وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ﴾ ❷ اور یہ بھی یاد رہے کہ بعض علما کا قول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔ ایسا ہی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ اور یہی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ ہے اور فی الواقع ٹھیک اور صحیح بات بھی یہی ہے۔

نوح علیہ السلام کا کشتی سے اترنا: [آیت: ۴۸-۴۹] کشتی ٹھہری اور اللہ کا سلام آپ پر اور آپ کے تمام مؤمن ساتھیوں پر اور ان کی اولادوں میں سے قیامت تک جو ایمان دار آنے والے ہیں سب پر نازل ہوا۔ ساتھ ہی کافروں کے دنیوی فائدے سے مستفید ہونے اور پھر عذابوں میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان ہوا۔ پس یہ آیت قیامت تک کے مؤمنوں کی سلامتی اور برکت پر اور کافروں کی سزا پر ہے۔ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب جناب باری جل شانہ نے طوفان بند کرنے کا ارادہ فرمالیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور اس کا ابلنا بند ہو گیا ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے بند کر دیئے گئے۔

زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور بقول اہل تورات کے ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کشتی نوح جودی پر لگی۔ دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی کے اوپر دکھائی دینے لگے پھر آپ نے کوے کو پانی کی تحقیق کے لئے بھیجا لیکن وہ پلٹ کر نہ آیا۔ آپ نے کبوتر کو بھیجا جو واپس آیا اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی آپ نے اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اندر لے لیا پھر سات دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا شام کو وہ واپس آیا اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لئے ہوئے تھا' اس سے اللہ کے نبی نے معلوم کر لیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے۔ پھر سات دن کے بعد بھیجا اب کی مرتبہ وہ نہ لوٹا تو آپ نے سمجھ لیا کہ زمین بالکل خشک ہو چکی۔ الغرض پورے ایک سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کا سرپوش اٹھایا اور آواز آئی کہ اے نوح! ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اتر آؤ۔

---

❶ حاکم، ۲/ ۴۹۶، وسندہ ضعیف۔ ❷ ۱۱/ ہود: ۴۲۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىْ فَطَرَنِىْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: عادیوں کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو ہم نے بھیجا' اس نے کہا میری قوم والو اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' تم تو صرف بہتان باز ی کر رہے ہو۔[۵۰] میرے قومی بھائیو میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں چاہتا' میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے' تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے کے۔[۵۱] اے میری قوم کے لوگو تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو تا کہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھا دے تم باوجود گنہگار ہونے کے روگردانی نہ کرو۔[۵۲]

قصہ نوح اور اسی قسم کے گزشتہ واقعات وہ ہیں جو تیرے سامنے نہیں ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم تجھے ان کی خبر کر رہے ہیں اور تو لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہا ہے کہ گویا ان کے ہونے کے وقت تو وہیں موجود تھا۔ اس سے پہلے نہ تو تجھے ہی ان کی کوئی خبر تھی نہ تیری قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا کہ کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید تو نے اس سے سیکھ لئے ہوں۔ پس صاف بات ہے کہ یہ وحی الٰہی سے تجھے معلوم ہوئے اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اب تجھے ان کے ستانے جھٹلانے پر صبر و سہار کرنی چاہیے ہم تیری مدد پر ہیں' تجھے اور تیرے تابعداروں کو ان پر غلبہ دیں گے انجام کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے۔ یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو دعوت: [آیت: ۵۰-۵۲] اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا انہوں نے قوم کو اللہ کی توحید کی دعوت دی اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم نے گھڑ لی ہے۔ بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں۔

ان سے کہا کہ میں اپنی اس نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب میرا رب مجھے دے گا' جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ موٹی سی بات بھی عقل میں نہیں لاتے کہ دنیا آخرت کی بھلائی کی تمہیں راہ دکھانے والا تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں۔ تم استغفار میں لگ جاؤ گزشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو اور توبہ کرو آئندہ کے لئے گناہوں سے رک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کرتا ہے۔ اس کا کام اس پر سہل کرتا ہے۔ اس کی شان کی حفاظت کرتا ہے۔ سنو ایسا کرنے سے تم پر بارشیں برابر عمدہ اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت طاقت میں دن دوگنی رات چوگنی برکتیں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے ''جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے بھی خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔'' ❶

❶ ابوداود، كتاب الوتر، باب فى الإستغفار ١٥١٨ وسنده ضعيف، ابن ماجه، ٣٨١٩؛ عمل اليوم والليلة، ٤٥٦؛ المعجم الكبير، ١٠٦٦٥؛ حاكم، ٧/ ٢٦٢ اس کی سند میں حکم بن مصعب مجہول راوی ہے (التقریب، ١/ ١٩٠، رقم: ٥٠٢)

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٥٥﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: وہ کہنے لگے اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔[۵۳] بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آ گیا ہے' اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک بنا رہے ہو۔[۵۴] اچھا تم سب مل کر میرے حق میں بدی کر لو اور مجھے بالکل ہی مہلت بھی نہ دو۔[۵۵] میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں وہی تھامے ہوئے ہے' یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے[۵۶]

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا جواب: [آیت:۵۳-۵۶] قوم ہود نے اپنے نبی کی نصیحت سن کر جواب دیا کہ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں اس کی کوئی دلیل و حجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں۔ اور یہ ہم کرنے سے مبرّا ہیں کہ آپ کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ ہی دیں۔ نہ ہم آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے۔ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انہیں عیب لگاتا ہے اس لئے جھنجھلا کر ان میں سے کسی کی مار تجھ پر پڑی ہے۔ تیری عقل ہٹ گئی ہے یہ سن کر اللہ کے نبی نے فرمایا اگر یہی ہے تو سنو میں نہ صرف تمہیں ہی بلکہ اللہ کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے سب سے بری اور بیزار ہوں۔ اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلا لو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی ملا لو۔ اور تم سے جو ہو سکے مجھے نقصان پہنچا دو۔ مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ۔ جو نقصان تمہارے بس میں ہو مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو۔ میرا توکل ذات اللہ پر ہے وہ میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے ناممکن کہ اس کی منشا بغیر میرا بگاڑ کوئی بھی کر سکے۔

دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضے میں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی بادشاہی سے الگ ہو۔ وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے وہ صحیح راستے پر ہے۔ بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ مؤمن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی ماں باپ کی اولاد پر ہوتی ہے۔ وہ کریم ہے اس کے کرم کی کوئی حد نہیں اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کے اس فرمان پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپ نے عادیوں کے لئے اپنے اس قول میں اللہ کی توحید کی بہت سی دلیلیں بیان کر دیں۔ بتلا دیا کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا' جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو پھر وہی ایک مستحق عبادت ٹھہرا اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو وہ سب باطل ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے۔ ملک تصرف =

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾

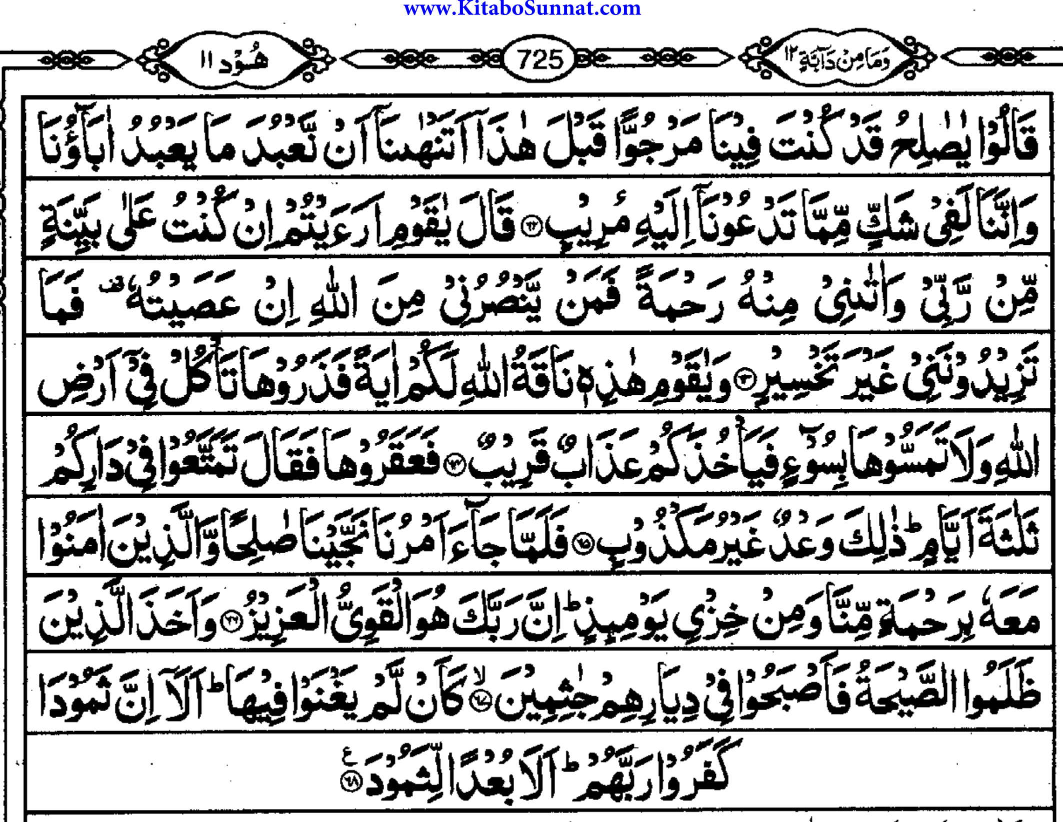
ع ۵ | ۵

ترجمہ: پس اگر تم روگردانی کرلو تو کرلو میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا' میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا' اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے' یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔[۵۷] جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے ہود علیہ السلام کو اور اس کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی' اور ہم نے ان سب کو سخت عذاب سے بال بال بچالیا[۵۸] یہ تھے عادی جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کر دیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش مخالف کے حکم کی تابعداری کی۔[۵۹] دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی دیکھ لو قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا ہود علیہ السلام کی قوم کے عادیوں پر لعنت ہو۔[۶۰] ثمودیوں کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا' اس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو' بیشک میرا رب سب کے پاس ہی ہے اور ہے بھی دعاؤں کا قبول کرنے والا۔[۶۱]

= قبضہ اختیار اسی کا ہے۔ سب اسی کی ماتحتی میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

قوم عاد کی سرکشی: [آیت:۵۷۔۶۱] حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنا کام تو میں پورا کر چکا اللہ کی رسالت تمہیں پہنچا چکا۔ اب اگر تم منہ موڑ لو اور نہ مانو تو تمہارا وبال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر' اللہ میں قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انہیں دے جو اس کی توحید کو مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔ بلکہ اس کا وبال تم پر ہی ہے میرا رب بندوں پر شاہد ہے ان کے اقوال وافعال اس کی نگاہ میں ہیں۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ خیر و برکت سے خالی عذاب وسزا بھری ہوئی آندھیاں ان پر چلنے لگیں۔ اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی جماعت مسلمین اللہ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے نجات پا گئے' سزاؤں سے بچ گئے۔ سخت عذاب ان پر سے ہٹا لئے گئے۔ یہ تھے عادی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اللہ کے پیغمبروں کی مان کر نہ دی۔

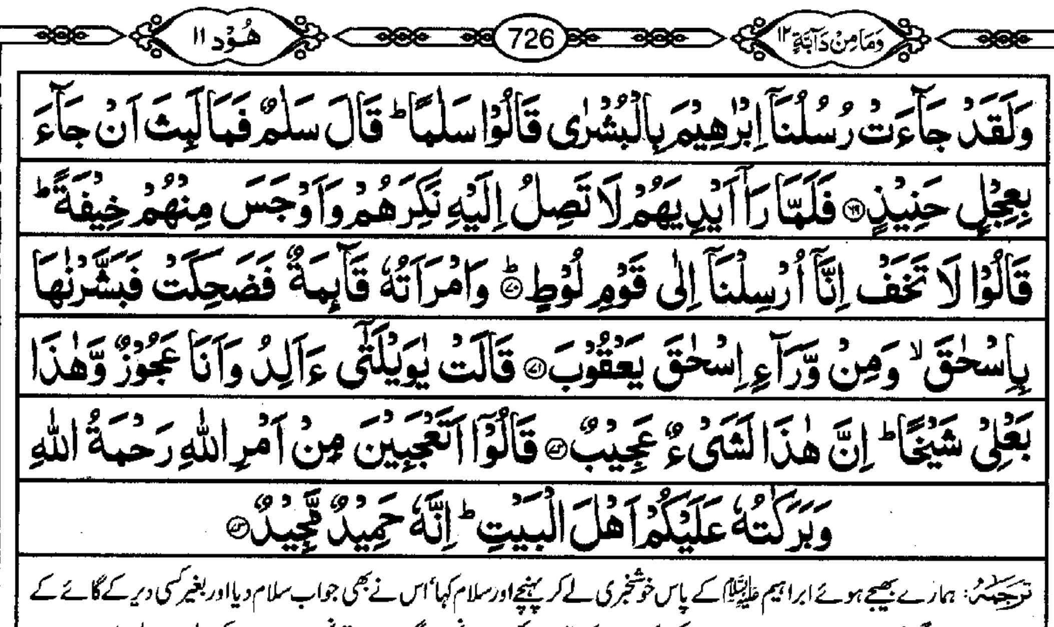
یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے۔ یہ انہی کی مانتے رہے جو ان میں ضدی اور سرکش تھے اللہ کی اور اس کے مؤمن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب =



ترجمہ: وہ کہنے لگے اے صالح! اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہمیں تو اس دین میں شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے ہم متحیر ہیں۔[۶۲] اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو ذرا بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہو پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔[۶۳] میری قوم والو یہ ہے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔[۶۴] پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر اسے مار ڈالا اس پر صالح علیہ السلام نے کہا کہ اچھا اب تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو رہ سہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔[۶۵] پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا ہم نے صالح علیہ السلام کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنے فضل سے اس سے بھی بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی یقیناً تیرا پروردگار ہی نہایت توانا اور غالب ہے۔[۶۶] ظالموں کو بڑے زور کی کڑک نے آ دبوچا پھر تو وہ اپنے گھروں میں زانو کے بل مردہ پڑے ہوئے رہ گئے۔[۶۷] ایسے کہ گویا وہ وہاں کبھی آباد ہی نہ تھے' آگاہ رہو کہ ثمودیوں نے اپنے رب سے کفر کیا' سن لو ان ثمودیوں پر پھٹکار ہے۔[۶۸]

= کے سامنے ان پر اللہ کی لعنت ہوگی اور پکار دیا جائے گا کہ عاد ہی اللہ کے منکر ہیں۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے۔ ان کی زبانی اللہ کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت توحید: حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم کو آپ نے اللہ کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے رکنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے تم سب کے باپ باوا آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے =



وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے اور سلام کہا' اس نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی دیر کے گائے کے بچے کا بھنا ہوا گوشت لے آیا۔[۶۹] اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ بھی اسے نہیں لگ رہے تو انہیں انجان پا کر دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگا انہوں نے کہا ڈرو نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔[۷۰] اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوش خبری دی۔[۷۱] وہ کہنے لگی آہ میرے ہاں کیسے اولاد ہو سکتی ہے میں آپ پوری بڑھیا اور یہ ہیں میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے یہ تو یقیناً بہت بڑے تعجب کی چیز ہے۔[۷۲] فرشتوں نے کہا' کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے تم پر اے اس گھر کے لوگو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں' بیشک اللہ سزاوار حمد وثنا اور بڑی بزرگیوں والا ہے۔[۷۳]

= کہ اس میں گزران کر رہے ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے۔ اسی کی طرف جھکے رہنا چاہئے۔ وہ بہت ہی قریب ہے اور قبول فرمانے والا ہے۔

ثمودیوں کی اندھی تقلید کا ذکر: [آیت:۶۲۔۶۸] حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نہ نکال اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ امیدیں تجھ سے وابستہ تھیں لیکن تو نے ان سب پر پانی پھیر دیا اور لگا ہمیں پرانی روش اور باپ دادوں کی چال سے اور پوجا پاٹ سے ہٹانے۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بڑا بھاری شک وشبہ ہے۔ آپ نے فرمایا سنو میں اعلیٰ دلیل پر ہوں میرے پاس رب کی نشانی ہے۔ مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے۔ میرے پاس اللہ کی رسالت کی رحمت ہے۔ اب اگر میں تمہیں اس کی دعوت نہ دوں اور اللہ کی نافرمانی کروں اور اس کی عبادت کی طرف تمہیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے اور اللہ کے عذابوں سے مجھے بچا سکے؟ میرا ایمان ہے کہ مخلوق مجھے کام نہیں آسکتی۔ تم میرے لئے محض بے سود ہو۔ سوائے میرے نقصان کے تم میرا اور کچھ بڑھا نہیں سکتے۔

ان تمام آیتوں کی پوری تفسیر اور ثمودیوں کی ہلاکت کے اور اونٹنی کے مفصل واقعات سورۂ اعراف میں بیان ہو چکے ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں کی مہمانداری کرنا: [آیت:۶۹۔۷۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر اللہ کی طرف =

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۞ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۞ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۞

ترجمہ: جب ابراہیم علیہ السلام کا ڈر خوف جاتا رہا اور اسے بشارت بھی پہنچ چکی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں کہنے سننے لگے۔[۷۴] یقیناً ابراہیم بہت تحمل والا نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والا تھا۔[۷۵] اے ابراہیم اس خیال کو چھوڑ دے تیرے رب کا حکم آ پہنچا ہے۔ ان پر نہ لوٹایا جانے والا عذاب ضرور آنے والا ہے۔[۷۶]

= سے آئے ہیں وہ آ کر سلام کرتے ہیں آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے میں علم بیان کے مطابق ثبوت ودوام پایا جاتا ہے سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے مہمان داری پیش کرتے ہیں۔ بچھڑے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا لاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ نو وارد مہمانوں کے ہاتھ تو بڑھتے ہی نہیں اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہلاکت قوم لوط کے لئے جو فرشتے بھیجے گئے وہ بصورت نوجوان انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے آپ نے انہیں دیکھ کر بڑی تکریم کی جلدی جلدی اپنا بچھڑا لے کر اسے گرم پتھروں پر سینک کر لا حاضر کیا اور خود بھی ان کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رکے اور کہنے لگے' ابراہیم! ہم جب تلک کسی کھانے کی قیمت نہ دے دیں کھایا نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہاں قیمت دے دیجئے انہوں نے پوچھا کیا قیمت ہے؟ آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا اور کھانا کھا کر الحمد للہ کہنا یہی اس کی قیمت ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور آپس میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا خلیل بنائے۔

اب بھی جو انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے۔ حضرت سارہ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھلانے کی خدمت میں ہیں تاہم وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان مہمانوں کی اس عجیب حالت پر انہیں بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ ❶ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف زدہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے۔ اب دہشت دور کرنے کے لئے اصلی واقعہ کھول دیا کہ ہم کوئی انسان نہیں فرشتے ہیں' قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انہیں ہلاک کریں۔ حضرت سارہ کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انہیں ایک دوسری خوش خبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمہارے ہاں بچہ ہو گا۔ انہیں یہ بھی تعجب تھا کہ جس قوم پر اللہ کا عذاب اتر رہا ہے وہ پوری غفلت میں ہے۔ الغرض فرشتوں نے آپ کو اسحاق نامی بچہ ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق علیہ السلام کے یہاں یعقوب علیہ السلام کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوش خبری سنائی۔

اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ان کے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت سارہ نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب ظاہر کیا کہ میاں بیوی دونوں کے اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے۔ فرشتوں =

❶ الطبری، ۱۵/ ۳۸۹۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہوگیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا اور کہنے لگا کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے۔[۷۷] اس کی قوم دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ پہنچی وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی' لوط علیہ السلام نے کہا اے قوم کے لوگو یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لئے بہت ہی پاکیزہ ہیں اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو' کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں۔[۷۸] انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری لڑکیوں کی کوئی حاجت ہی نہیں' تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے۔[۷۹]

= نے کہا کہ امر اللہ میں کیا حیرت؟ تم دونوں کو اس عمر میں ہی اللہ بیٹا دے گا' گو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی' اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن اللہ کی قدرت میں کمی نہیں۔ وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے۔ اے نبی کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ہم نے آپ پر سلام بھیجنا تو سیکھ لیا جبکہ آپ پر درود کیسے بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا: کہو"اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم وبارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید"❶

[آیت:۷۴-۷۶] مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں جو دہشت سمائی تھی' ان کا حال کھل جانے پر وہ دور ہوگئی' پھر آپ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوش خبری بھی سن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں' تو آپ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں تین سو مؤمن ہوں کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں؟ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کہ تعداد گھٹاتے گھٹاتے پانچ کی بابت پوچھا۔ فرشتوں نے یہی جواب دیا پھر ایک ہی کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپ نے فرمایا پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا ہمیں وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی کا علم ہے اسے اور اس کی اہل کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے۔ ❷ اب آپ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہوگئے۔ ❸ حضرت ابراہیم علیہ السلام بردبار، نرم دل اور رجوع رہنے والے تھے۔ اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمان باری تعالیٰ ہوا کہ اب آپ اس سے چشم پوشی کیجئے اللہ کی قضا نافذ و جاری ہوگی اب عذاب آئے گا اور وہ لوٹایا نہ جائے گا۔

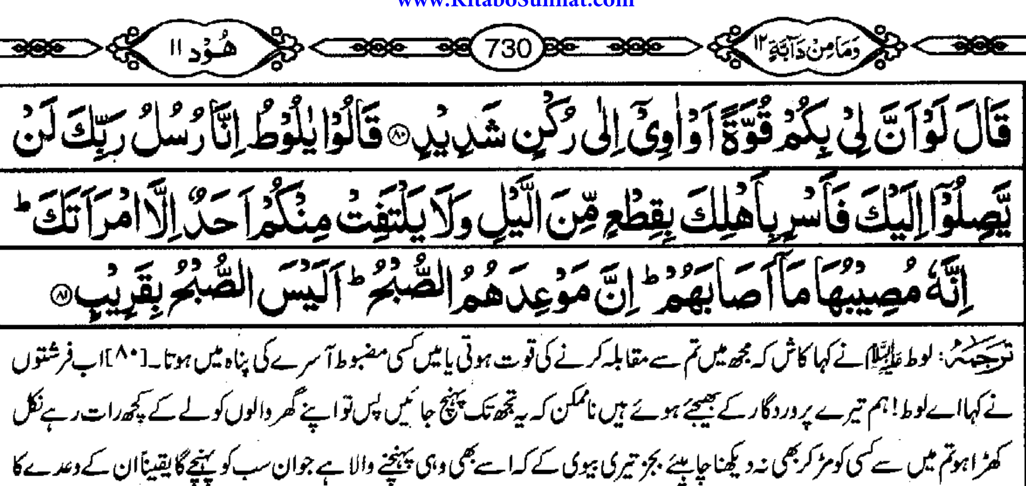
❶ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ، ۶۳۵۷؛ صحیح مسلم ۴۰۶؛ ابوداود، ۹۷۶؛ ترمذی، ۴۸۳؛ ابن ماجہ ۹۰۴؛ دارمی ۱۳۱۶؛ احمد، ۴/ ۲۴۱؛ مسند الطیالسی ۱۰۶۱۔ ❷ ۲۹/ العنکبوت: ۳۲۔ ❸ الطبری، ۱۵/ ۴۰۳۔

قوم لوط کا کردار: [آیت:۷۷۔۷۹] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ فرشتے اپنا بھید بتا کر وہاں سے چل دیئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ امرد خوب صورت لڑکوں کی شکل میں تھے تا کہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے۔ حضرت لوط علیہ السلام ان مہمانوں کو دیکھ کر قوم کی حالت سامنے رکھ کر سٹ پٹا گئے دل ہی دل میں پیچ تاب کھانے لگے کہ اگر انہیں مہمان بناتا ہوں تو ممکن ہے خبر پا کر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا ہیبت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں' کیا ہوگا؟ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت لوط علیہ السلام اپنی زمین میں تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ شرما شرمی انکار تو نہ کر سکے اور انہیں لے کر گھر چلے۔ راستہ میں صرف اس نیت سے کہ یہ اب بھی واپس چلے جائیں ان سے کہا کہ واللہ یہاں کے لوگوں سے زیادہ برے اور خبیث لوگ اور کہیں کے نہیں ہیں' کچھ دور جا کر پھر یہی کہا غرض گھر پہنچنے تک چار بار یہی کہا۔

فرشتوں کو اللہ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی ان کی برائی نہ بیان کرے انہیں ہلاک نہ کرنا۔ ❶ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چل کر دو پہر کو یہ فرشتے نہر سدوم پہنچے وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں مل گئیں۔ ان سے انہوں نے پوچھا کہ یہاں ہم کہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ یہیں رکئے میں واپس آ کر جواب دوں گی۔ انہیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ یہاں آ کر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نوعمر لوگ ہیں جن جیسے میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ جاؤ اور انہیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے انہیں ستائیں گے۔ اس بستی کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جا کر چپکے سے انہیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی اسی کے ذریعہ بات پھوٹ نکلی۔ اب کیا تھا دوڑے بھاگے آ گئے' جسے دیکھو خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے ان کی تو یہ خو خصلت ہو گئی تھی' اس سیاہ کاری کی تو گویا انہوں نے عادت بنا لی تھی۔ اس وقت اللہ کے نبی انہیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بد خصلت کو چھوڑ دو۔ اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو ﴿بَنَاتِي﴾ یعنی میری لڑکیاں' اس لئے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ ❷ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منع کر چکے تھے ❸ کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھہرایا کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور دنیا و آخرت کی بھلائی انہیں سمجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرا کہا مانو' عورتوں کی طرف رغبت کرو۔ ان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ۔ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں۔ میری عزت کا خیال کرو کیا تم میں ایک بھی سمجھدار نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں؟ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ یہاں بھی ﴿بَنَاتِكَ﴾ یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا

❶ الطبری، ۱۵/ ۴۰۸۔ ❷ ایضا، ۱۵/ ۴۱۴۔ ❸ ۱۵/ الحجر: ۷۰۔



ترجمہ: لوط علیہ السلام نے کہا کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط آسرے کی پناہ میں ہوتا۔[٨٠] اب فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں ناممکن کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں پس تو اپنے گھر والوں کو لے کے کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیئے بجز تیری بیوی کے کہ اسے بھی وہی پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے کیا صبح بالکل نزدیک ہی نہیں۔[٨١]

== ہے۔ پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے۔

قوم لوط کا خلاف فطرت عمل: [آیت:٨٠۔٨١] حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی تو انہیں دھمکایا کہ اگر مجھ میں قوت طاقت ہوتی یا میرا کنبہ قبیلہ زوردار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے "اللہ کی رحمت ہو حضرت لوط علیہ السلام پر کہ وہ زورآور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات باری تعالیٰ عزوجل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنی قومی ثروت میں ہی بھیجا گیا۔" ❶ ان کی افسردگی اور کامل ملال اور تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے اپنے تئیں ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ رات کے آخری حصہ میں اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں سے نکل جایئے۔ خود ان سب کے پیچھے رہیئے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جایئے۔ قوم والوں کی آہ وبکا پر ان کے چیخنے چلانے پر تمہیں مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے پھر اس اثبات سے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا استثنا کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے گی۔ وہ عذاب کے وقت کی قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھے گی اس لئے کہ اللہ قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا طے ہو چکا ہے۔

ایک قرأت میں (اِلَّا امْرَاَتُكَ) ت کی پیش سے بھی ہے جن لوگوں کے نزدیک پیش اور زبر دونوں جائز ہیں ان کا بیان ہے کہ آپ کی بیوی بھی یہاں سے نکلنے میں آپ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور سن کر صبر نہ کر سکی۔ مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم۔ اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور اس کا بھی ڈھیر ہو گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس خبیث قوم کی ہلاکت کے وقت کی نزدیکی بھی بیان کر دی کہ صبح ہوتے ہی یہ تباہ ہو جائے گی اور صبح اب بالکل قریب ہے یہ کور باطن آپ کا گھر گھیرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آ پہنچے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام دروازے پر کھڑے ہوئے ان لوطیوں کو روک رہے تھے جب کسی طرح وہ نہ مانے اور حضرت لوط علیہ السلام آزردہ خاطر سے ہو کر تنگ آ گئے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ ❷ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان لوگوں کے پاس آتے انہیں ==

❶ صحیح بخاری کتاب احادیث الأنبیاء باب ﴿ولوطا إذ قال لقومه أتأتون الفاحشة﴾ ٣٣٧٥؛ صحیح مسلم ١٥١؛ مختصراً ترمذی ٣١١٦؛ احمد، ٢/ ٣٢٢؛ مشکل الآثار ٣٣٠؛ ابن حبان ٢٦٠٦۔ ❷ ٥٤/ القمر: ٣٧۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۵ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے اس بستی کو زیر وزبر کر دیا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور اس پر کنکر یلے پتھر برسائے جو تہہ بہ تہہ تھے۔[۸۲] نشان دار تھے تیرے رب کی طرف سے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔[۸۳]

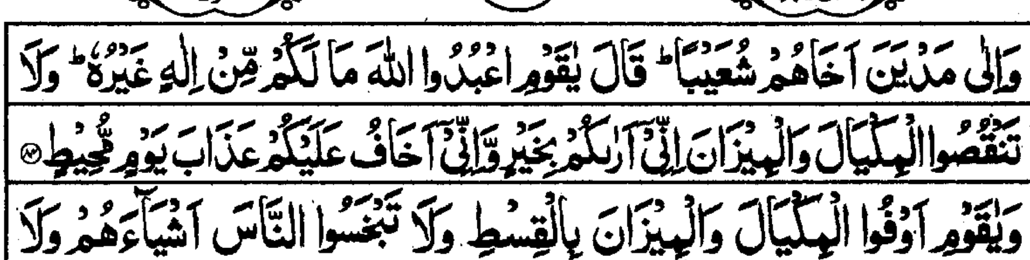
= سمجھاتے کہ دیکھو اللہ کا عذاب نہ خرید و مگر انہوں نے خلیل اللہ کی بھی نہ مان کر دی۔ یہاں تک کہ عذابوں کے آنے کا قدرتی وقت آ پہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے انہوں کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمان الٰہی ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلتے ہی خبر دی کہ یہاں کہ لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو اس روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں۔ آہ میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج وافسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔

گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا اہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں میں نے تو ان سے زیادہ خوب صورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔

اب کیا تھا یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کئے دوڑتے بھاگتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر گئے۔ چوطرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں نصیحتیں کیں فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بدارادے سے باز نہ آئے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ نے اصلی صورت کا پر کھول دیا۔ آپ کے دو پر ہیں جن پر موتیوں کا جڑاؤ ہے۔ آپ کے دانت صاف چمکتے ہوئے ہیں آپ کی پیشانی اونچی اور بڑی ہے۔ مرجان کی طرح دانے ہیں جو لؤلؤ ہیں اور آپ کے پاؤں سبزی کی طرف ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام سے آپ نے فرمادیا کہ ہم تو تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے آپ اس دروازے سے نکل جائیں یہ کہہ کر ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے یہی اللہ کا حکم بھی تھا محمد بن کعب' قتادہ' سدی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب: [آیت:۸۲-۸۳] سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہہ وبالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک لیا۔ آسمان سے پتھر پکی مٹی کے ان پر برسنے لگے جو سخت اور وزنی اور بہت بڑے بڑے =



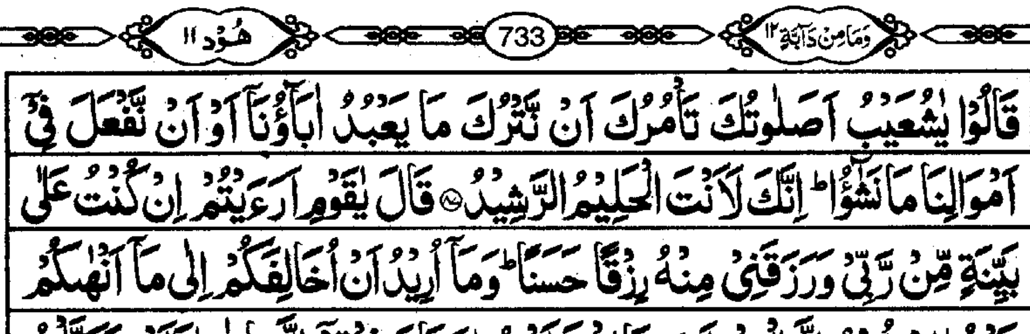
ترجمہ: ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لانے والے دن کے عذاب کا خوف بھی ہے۔[۸۴] اے میری قوم والو ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ۔[۸۵] اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا نفع تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو میں تم پر کچھ نگہبان داروغہ نہیں ہوں۔[۸۶]

= تھے۔ صحیح بخاری شریف میں سجین سجیل دونوں ایک ہی ہیں۔ ❶ منضود سے مراد پے بہ پے تہ بہ تہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرتا تھا وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھالیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اکے دکے جو رہ گئے تھے ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بے نام ونشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آکر وعظ نصیحت فرمایا کرتے تھے پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے "کسی کو اگر تم لواطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔" ❷

حضرت شعیب علیہ السلام اور دعوت توحید: [آیت:۸۴۔۸۶] عرب کا ایک قبیلہ جو حجاز وشام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا ان کے شہروں کا نام اور ان کا نام مدین تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ آپ ان میں شریف النسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور انہی میں سے تھے اسی لئے ﴿اَخَاھُمْ﴾ کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی۔ آپ نے بھی انبیا کی =

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود باب قوله ﴿وكان عرشه على الماء﴾ ٤٦٨٤۔

❷ ابو داود کتاب الحدود باب فیمن عمل عمل قوم لوط ٤٤٦٢؛ ترمذی ١٤٥٦ وسنده حسن، ابن ماجه ٢٥٦١؛ حاكم، ٤/ ٣٥٥؛ احمد، ١/ ٣٠٠؛ حلية الاولياء، ٣/ ٣٤٣۔



ترجمہ: انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب کیا تیری تلاوت تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں' تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے۔[۸۷] کہا اے میری قوم دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل لئے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہو میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں۔ میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع ہوں۔[۸۸]

= عادت اور سنت اور اللہ کے پہلے اور تاکیدی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ناپ تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو اور اللہ کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی مشرکانہ روش اور ظالمانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمہاری یہ اچھی حالت بدحالی سے بدل جائے گی۔

پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت عدل وانصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں اور زمین میں فساد اور تباہ کاری کرنے کو منع کرتے ہیں ان میں رہ زنی اور ڈاکے مارنے کی بدخصلت بھی تھی۔ لوگوں کے حق مار کر آپ نفع اٹھانے سے اللہ کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمہارے لئے خیریت لئے ہوئے ہے۔ عذاب سے جیسے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلے میں رحمت سے بقیت ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورا ناپ کر حلال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ خبیث وطیب میں کیا مساوات؟ ❶ دیکھو میں تمہیں ہر وقت دیکھ نہیں رہا۔ تمہیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لئے کرنا چاہئے نہ کہ دنیاوی دکھاوے کے لئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کا جواب: [آیت:۸۷-۸۸] حضرت اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں (صلوۃ) سے مراد یہاں قرأت ہے وہ لوگ از راہ تمخول کہتے ہیں کہ واہ آپ اچھے رہے کہ آپ کو آپ کی قرأت نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش کو چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں کریں دھریں' کسی کو ناپ تول میں کمی نہ دیں۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ واقعہ یہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا حکم یہی تھا کہ آپ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں۔ ❷ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے اس قول کا مطلب کہ جو ہم چاہیں اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوۃ کیوں دیں؟ اللہ کے نبی کو ان کا حلیم

❶ ۵/ المآئدۃ:۱۰۰۔ ❷ الطبری، ۱۵/ ۴۵۱۔

ورشید کہنا ازراہ مذاق وحقارت تھا۔ ❶

حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب: آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل وحجت اور بصیرت پر قائم ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے بہترین روزی دے رکھی ہے یعنی نبوت یا رزق حلال یا دونوں میری روش تم یہ نہ پاؤ گے کہ تمہیں تو بھلی بات کا حکم کروں اور خود تم سے چھپ کر اس کے برعکس کروں۔ میری مراد تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنی ہے۔ ہاں میرے ارادے کی کامیابی اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور توکل ہے اور اسی کی جانب رجوع توجہ اور جھکنا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے بھائی مالک نے کہا کہ اے معاویہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پڑوسیوں کو گرفتار کر رکھا ہے تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ آپ سے تمہاری بات چیت بھی ہو چکی ہے اور تمہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے بھی ہیں۔ پس میں اس کے ساتھ چلا اس نے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو آپ رہا کر دیجئے وہ مسلمان ہو چکے تھے آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا واللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا تو لوگ تو کہتے ہیں کہ تو ہمیں کسی امر کا حکم دیتا ہے اور تو آپ اس کا خلاف کرتا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا لوگوں نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے۔ ان پر تو کوئی چیز نہیں جاؤ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔'' ❷ اور روایت میں کہ اس کی قوم کے چند لوگ کسی شبہ میں گرفتار تھے۔ اس پر قوم کا ایک آدمی حاضر ہوا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے روکتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا نہیں اس لئے پوچھا کہ ''لوگ کیا کہتے ہیں۔'' حضرت بہز بن حکیم کے دادا کہتے ہیں میں نے بیچ میں بولنا شروع کر دیا کہ اچھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے میری قوم کے لئے کوئی بد دعا نکل جائے کہ پھر انہیں فلاح نہ ملے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اسی کوشش میں رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سمجھ لی اور فرمانے لگے ''کیا انہوں نے ایسی بات زبان سے نکال دی! یا ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے؟ واللہ اگر میں ایسا کروں تو اس کا بوجھ بار میرے ذمے ہے ان پر کچھ نہیں، اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو'' ❸ اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے مسند احمد میں لائے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس کا انکار کریں اور تمہارے بدن اور بال اس سے علیحدگی کریں اور تم سمجھ لو کہ وہ تم سے بہت دور ہے تو میں اس سے اس سے بھی زیادہ دور ہوں۔'' ❹ اس کی اسناد صحیح ہے۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کیا آپ بالوں میں بال ملانے کو منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے گھر کی بعض عورتیں تو ایسا کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا ہو تو میں نے اللہ کے نیک بندے کی وصیت کی حفاظت نہیں کی۔ میرا ارادہ وہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں اس کے برعکس خود آپ کروں۔ ❺ حضرت ابو سلیمان ضبی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے رسالے آتے تھے جن =

---

❶ الطبری، ۱۵/ ۴۵۳۔ ❷ احمد، ٤/ ٤٤٧؛ ابوداود، کتاب القضاء، باب فی الدین هل یحبس به ٣٦٣١ وسنده حسن، حاکم، ٣/ ٦٤٢، اس کی سند حکیم بن معاویہ کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ٣٣/ ٢١٨)

❸ احمد، ٥/ ٢، ابوداود، کتاب القضاء، باب فی الدین هل یحبس ٣٦٣٠ وسنده حسن، ترمذی ١٤١٧۔

❹ احمد، ٥/ ٤٢٥ وسنده صحیح، مسند البزار ١٨٧؛ ابن حبان ٦٣۔

❺ احمد، ١/ ٤١٥، وسنده ضعیف وحدیث البخاری ومسلم یغنی عنه۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: میری قوم کے لوگو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میری مخالفت میں آ کر ان عذابوں کے لئے آمادہ ہو جاؤ جو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں' اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔[۸۹] تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف جھک جاؤ یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔[۹۰] انہوں نے کہا شعیب! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزوری کی حالت میں پاتے ہیں اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تو تجھے سنگسار کر دیتے ہم تو تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں گنتے۔[۹۱] اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں کہ تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے یقیناً میرا پروردگار جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے۔[۹۲]

= میں حکم احکام اور ممانعت لکھے ہوتے تھے اور آخر میں یہ ہوا کرتا تھا کہ میں بھی اس میں وہی ہوں جو اللہ کے نیک بندے نے فرمایا کہ میری توفیق اللہ ہی کے فضل سے ہے اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

[آیت:۸۹-۹۲] فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں آ کر تم اپنے کفر پر اور اپنی گنہگاریوں پر جم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچے گا جو تم سے پہلے سے ایسے کاموں کے کرنے والوں کو پہنچا ہے خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانے میں ہی گزری ہے اور قریب جگہ میں ہے۔ تم اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ آگے کے لئے گناہوں سے توبہ کرلو۔ ایسا کرنے والوں پر میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا بنا لیتا ہے۔ ابو لیلیٰ کندی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور تھامے کھڑا تھا لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت تلاوت فرمائی' اور فرمایا میری قوم کے لوگو مجھے قتل نہ کرو تم اس طرح تھے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائیں۔

شعیب علیہ السلام کی قوم کی ہٹ دھرمی: قوم مدین نے کہا کہ اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔ سعید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی نگاہ کم تھی' تھے آپ بہت ہی صاف گو یہاں تک کہ آپ کو خطیب الانبیا کا لقب حاصل تھا۔ ❶ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپ اکیلے ہی تھے۔ مراد اس سے آپ کی حقارت تھی۔ اس لئے کہ آپ کے کنبے والے بھی آپ کے دین پر نہ تھے کہتے ہیں کہ اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پتھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے یا یہ کہ تجھے دل کھول کر برا کہتے۔ ہم میں تیری کوئی قدر و منزلت رفعت و عزت نہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائیو! تم مجھے میری قرابت داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو اللہ کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تو گویا تمہارے نزدیک قبیلے والے اللہ سے بھی =

❶ الطبری، ۱۵/ ٤٥٨۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِىْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

ترجمہ: اے قومی بھائیو! اب تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور کون ہے جو جھوٹا ہے تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ [۹۳] جب ہمارا عذاب آپہنچا ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو آواز سخت کے عذاب نے دھر دبوچا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے ہوئے مردے ہو گئے۔ [۹۴] گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے آگاہ رہو مدین کے لئے بھی ویسی ہی دوری ہو جیسے دوری ثمود کو ہوئی۔ [۹۵] اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ علیہ السلام کو اپنے نشانوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا۔ [۹۶] فرعون اور اس کی جماعت کی طرف پھر بھی ان لوگوں نے فرعون کے احکام کی پیروی کی اور فرعون کا کوئی حکم ٹھیک اور درست تھا ہی نہیں۔ [۹۷] وہ تو قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہو کر ان سب کو دوزخ میں جا کھڑا کرے گا وہ بہت ہی برا گھاٹ ہے جس پر لا کھڑے کیے گئے۔ [۹۸] ان پر تو اس دنیا میں بھی لعنت چپکا دی گئی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو دیا گیا۔ [۹۹]

= بڑھ کر ہیں۔ اللہ کے نبی کو برائی پہنچاتے ہوئے اللہ کا خوف نہیں کرتے؟ افسوس تم نے کتاب اللہ پیٹھ پیچھے ڈال دی اس کی کوئی عظمت واطاعت تم میں نہ رہی۔ خیر اللہ تعالیٰ تمہارے حال احوال جانتا ہے وہ تمہیں پورا بدلہ دے گا۔

[آیت: ۹۳-۹۹] جب اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو تھک کر فرمایا کہ اچھا تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ میں اپنے طریقے پر قائم ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں؟ اور اللہ کے نزدیک جھوٹا کون ہے؟ تم منتظر رہو میں بھی انتظار میں ہوں آخرش ان پر بھی عذاب الٰہی اترے۔ اس وقت اللہ کے نبی اور مومن بچا دیے گئے ان پر اللہ کی رحمت ہوئی اور ظالموں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہ جل بجھے بے حس وحرکت رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی اللہ کی لعنت کے محل بنے تھے ویسے ہی یہ بھی ہو گئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور کفر میں اور بدامنی میں انہی جیسے تھے۔ اور تھیں بھی یہ دونوں قومیں عرب کی۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: فرعون سردار قوم قبط اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور ظاہر باہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے فرعون کی اطاعت نہ چھوڑی اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے۔ =



ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ ۭ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: بستیوں کی یہ بعض خبریں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض بالکل نابود ہو گئیں۔[۱۰۰] ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا انہیں ان کے معبودوں نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے جب کہ تیرے پروردگار کا حکم آ پہنچا بلکہ اور ان کا نقصان ہی انہوں نے بڑھا دیا۔[۱۰۱] تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جبکہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے۔[۱۰۲] یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں وہ دن جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ وہ دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے۔[۱۰۳] اسے ہم جو دیر کرتے ہیں وہ صرف ایک معین مدت تک ہے۔[۱۰۴] جس دن وہ آ جائے گا مجال نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بات بھی کر لے سو ان میں کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت۔[۱۰۵]

= جس طرح یہاں انہوں نے اس کی فرماں برداری ترک نہ کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے اسی طرح قیامت کے دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انہیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود دگنا عذاب برداشت کرے گا۔ یہی حال بڑوں کی تابعداری کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ وہ کہیں گے بھی کہ اے اللہ انہی لوگوں نے ہمیں بہکایا تو انہیں دونا عذاب کر۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امرؤ القیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں لے کر جہنم کی طرف جائے گا۔" ❶ اس عذاب آگ پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دو لعنتیں پڑ گئیں' یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے اس لئے ان پر دوہری لعنت پڑی۔

[آیت:۱۰۰-۱۰۵] نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ یہ ان بستیوں والوں کے واقعات ہیں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ ان میں کی بعض بستیاں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ ہم نے انہیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا' بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت لے لی' اور جن معبودان باطل کے سہارے انہیں تھے وہ بروقت انہیں کچھ کام نہ آ سکے۔ بلکہ ان کی پوجا پاٹ نے انہیں اور غارت کر دیا۔ دونوں جہان کا وبال ان پر آ پڑا۔

❶ احمد، ۲/ ۲۲۸ وسندہ ضعیف جداً، مسند البزار ۲۰۹۱۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں ان کی باریک اور موٹی گدھے جیسی آواز ہوگی۔[۱۰۶] وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں بقدر مدت بقائے آسمان وزمین کے سوائے اس وقت کے جو اللہ کا چاہا ہوا ہے۔یقیناً تیرا رب کر گزرتا ہے جو کچھ چاہے۔[۱۰۷]

جس طرح ان ظالموں کی ہلاکت ہوئی ان جیسا جو بھی ہوگا اسی نتیجے کو وہ بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ المناک اور بہت سختی والی ہوتی ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے ''اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دے کر پھر پکڑنے کے وقت ناگہاں دبالیتا ہے پھر مہلت نہیں ملتی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔'' ❶

کافروں کی ان ہلاکتوں اور مؤمنوں کی ان نجاتوں میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کئے ہیں جس دن تمام اول وآخر کے لوگ جمع کئے جائیں گے۔ ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا ❷ وہ بڑا بھاری دن ہے تمام فرشتے تمام رسول تمام مخلوق حاضر ہوگی حاکم حقیقی عادل کافی انصاف کرے گا۔ قیامت کے قائم ہونے کی دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے ہی مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا بنی آدم سے آباد رہے گی' اتنی مدت خاموشی پر گزرے گی پھر فلاں وقت قیامت قائم ہوگی جس دن قیامت آجائے گی کوئی نہ ہوگا جو بلا اجازت الٰہی لب بھی کھول سکے مگر رحمٰن جسے اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک بولے۔ ❸ تمام آوازیں اللہ رحمٰن کے سامنے پست ہوں بخاری ومسلم کی حدیث شفاعت میں ہے ''اس دن صرف رسول ہی بولیں گے' اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ اے اللہ سلامت رکھ' ❹ اے اللہ سلامتی دے'' ❺ مجمع محشر میں بہت سے تو بد ہوں گے' اور بہت سے نیک۔ اس آیت کے اترنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسول اللہ! ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا ''نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چل چکا ہے۔ لیکن ہر ایک کے لئے وہی آسان ہوگا جس کے لئے اس کی پیدائش کی گئی ہے'' ❻ (مسند ابی یعلی)

[آیت:۱۰۶۔۱۰۷] گدھے کے چیخنے میں جیسے زیر وبم ہوتا ہے ایسی ہی ان کی چیخیں ہوں گی۔ یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے وہ ہمیشگی کے محاورے کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ ہمیشگی والا ہے جب تک آسمان وزمین کو قیام ہے یہ بھی ان کے محاورے میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے۔ پس ان الفاظ سے ہمیشگی مراد ہے نہ کہ قید۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمین وآسمان کے بعد دار آخرت میں ان کے سوا اور آسمان وزمین ہوگا پس یہاں مراد جنس ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر جنت کا آسمان زمین ہے۔ اس کے بعد اللہ کی منشا کا ذکر ہے۔ جیسے آیت ﴿اَلنَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ ❼ میں ہے اس استثنا کے بارے میں بہت سے قول ہیں جنہیں زاد المسیر میں نقل کیا ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ھود باب قولہ ﴿وکذلك أخذ ربك اذا أخذ القری وھی ظالمة﴾ ٤٦٨٦؛ صحیح مسلم ٢٥٨٣؛ ترمذی ٣١٠٩؛ ابن ماجہ ٤٠١٨؛ ابن حبان ٥١٧٥؛ بیھقی، ٦/ ٩٤۔ ❷ ١٨/ الکھف:٤٧۔

❸ ٧٩/ النبا:٣٨۔ ❹ ٢٠/ طٰہٰ:١٠٨۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل السجود ٨٠٦؛ صحیح مسلم ١٨٢؛ ابن ماجہ ٤٣١٢؛ احمد، ٣/ ١١٦۔ ❻ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ھود ٣١١١، وھو حسن۔

❼ ٦/ الانعام:١٢٨۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

ع

ترجمہ: لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہوں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین باقی رہے مگر جو چاہے تیرا پروردگار بخشش ہے بے انتہا۔ [۱۰۸] سو تو ان چیزوں سے شک شبہ میں نہ رہ جنہیں یہ لوگ پوج رہے ہیں ان کی پوجا تو اسی طرح ہے جس طرح ان کے باپ دادوں کی اس سے پہلے تھی ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کسی کے دینے والے ہی ہیں۔ [۱۰۹] یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی پھر اس میں اختلاف ڈال دیا گیا اگر پہلے ہی تیرے رب کی بات صادر نہ ہوگئی ہوتی تو یقیناً ان میں فیصلہ کر دیا جاتا انہیں تو اس میں شبہ سا ہی ہے یہ تو قلق میں ہیں۔ [۱۱۰] یقیناً ان میں سے ہر ایک جب اس کے روبرو جائے گا تیرا رب اسے اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا جو وہ کر رہے ہیں اسے سب خبر ہے۔ [۱۱۱]

خالد بن معدان، ضحاک، قتادہ اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ استثنا عائد ہے موحد گنہگاروں کی طرف۔ بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بڑے ہی غریب اقوال وارد ہوئے ہیں قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔

[آیت: ۱۰۸-۱۱۱] رسولوں کے تابعدار جنتوں میں رہیں گے جہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ زمین و آسمان کی بقا تک ان کی بھی جنت میں بقا رہے گی مگر جو اللہ چاہے یعنی یہ بات بذاتہ واجب نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے پر ہے۔ بقول ضحاک و حسن یہ بھی موحد گنہگاروں کے حق میں ہے وہ کچھ مدت جہنم میں گزار کر اس کے بعد وہاں سے نکالے جائیں گے۔ یہ ہے عطیہ ربانی جو ختم نہ ہوگا نہ گھٹے گا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں ذکر مشیت سے یہ کھٹکا نہ گزرے کہ ہیشگی نہیں جیسے کہ دوزخیوں کے دوام کے بعد بھی اپنی مشیت اور ارادے کی طرف رجوع کیا۔ سب اس کی حکمت و عدل ہے ''موت کو چت کبرے بھیڑے کی صورت میں لایا جائے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ فرما دیا جائے گا کہ جنتیو! ہیشگی ہے اور موت نہیں اور اے جہنم والو! ہیشگی ہے موت نہیں'' [1] (صحیح بخاری و مسلم)۔

معبودان باطلہ کی حقیقت: مشرکوں کے شرک کے باطل ہونے میں ہرگز شبہ تک نہ کرنا ان کے پاس بجز باپ دادوں کی بھونڈی تقلید کے اور دلیل ہی کیا ہے؟ ان کی نیکیاں انہیں دنیا ہی میں مل جائیں گی آخرت میں سخت عذاب ہی عذاب ہوں گے جو خیر و شر کے وعدے ہیں سب پورے ہونے والے ہیں۔ ان کا عذاب کا مقررہ حصہ انہیں ضرور پہنچے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی لیکن پھر لوگوں نے پھوٹ ڈالی کسی نے اقرار کیا تو کسی نے انکار کر دیا۔ پس انہی نبیوں جیسا حال آپ کا بھی ہے کوئی مانے گا کوئی ٹالے گا۔ چونکہ ہم وقت مقرر

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة کھیعص باب قول اللہ عزوجل ﴿وانذرھم یوم الحسرة﴾ ۴۷۳۰؛ صحیح مسلم ۲۸۴۹؛ ترمذی ۳۱۵۶۔



فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۱۲ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۱۱۳ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝۱۱۴ۚ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۵

ترجمہ: پس تو جمارہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے ساتھ توبہ کر چکے ہیں خبردار تم حد سے نہ بڑھنا' اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔[۱۱۲] دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی آگ کا لوکا لگ جائے گا اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے۔[۱۱۳] دن کے دونوں سروں میں نماز برپا رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں یہ ہے نصیحت نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔[۱۱۴] تو صبر کرتا رہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔[۱۱۵]

= کر چکے ہیں چونکہ ہم بغیر حجت پوری کیے عذاب نہیں کیا کرتے اس لئے یہ تاخیر ہے ورنہ ابھی ہی انہیں ان کے گناہوں کا مزہ یاد آ جاتا۔ کافروں کو اللہ کی اس کے رسول کی باتیں غلط ہی معلوم ہوتی ہیں ان کا شک شبہ زائل نہیں ہوتا۔ سب کو اللہ جمع کرے گا اور ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا اس آیت کی کئی قرأت ہیں۔ ان قرأت کا بھی معنی اسی ہمارے ذکر کردہ معنی کی طرف ہی لوٹتا ہے۔

[آیت:۱۱۲۔۱۱۵] استقامت اور سیدھی راہ پر دوام ہمیشگی اور ثابت قدمی کی ہدایت اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں کو کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی سرکشی سے روکتا ہے کیونکہ یہی تباہ کرنے والی چیز ہے گو کسی مشرک ہی پر کی گئی ہو پروردگار بندوں کے عمل سے آگاہ ہے۔ مداہنت اور دین کے کاموں میں سستی نہ کرو۔ شرک کی طرف نہ جھکو مشرکین کے اعمال پر رضامندی کا اظہار نہ کرو۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ آگ تمہیں چھوئے گی۔

ظالموں کی طرف داری ان کے ظلم پر مدد ہے یہ ہرگز نہ کرو۔ اگر ایسا کیا تو کون ہے جو تم سے اللہ کا عذاب ہٹائے اور کون ہے جو اس سے تمہیں بچائے۔

نماز قائم کرنا گناہوں کا کفارہ ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کہتے ہیں دن کے دونوں سرے سے مراد صبح کی اور مغرب کی نماز ہے۔ ❶ قتادہ وضحاک وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سرے سے مراد ظہر وعصر کی نماز۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشاء کی نماز اور بقول مجاہد رحمہ اللہ علیہ وغیرہ مغرب وعشاء کی نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سنن میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ''جس مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔'' ❷ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے ''جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے

---

❶ الطبری، ۱۵/ ۵۰۳۔

❷ ابوداود، کتاب الوتر، باب فی الإستغفار ۱۵۲۱ وسندہ حسن، ترمذی ۴۰۶؛ ابن ماجہ ۱۳۹۵۔

تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' ❶ مسند میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا وضو کیا پھر فرمایا میرے اسی وضو کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کرے اس کے صبح سے لے کر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر عصر کی نماز پڑھے تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر مغرب کی نماز ادا کرے تو عصر سے لے کر مغرب تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز سے مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ❷ پھر یہ سوتا ہے لوٹ پوٹ ہوتا ہے پھر صبح اٹھ کر نماز فجر پڑھ لینے سے عشاء سے لے کر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں وہ بھلائیاں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔'' صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازے پر ہی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سا بھی میل باقی رہ جائے گا؟'' لوگوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں اور گناہ معاف فرما دیتا ہے۔'' ❸ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''پانچوں نمازیں اور جمعہ اور رمضان رمضان تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔'' ❹ مسند احمد میں ہے ''ہر نماز اپنے سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے۔'' ❺

بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی اس پر یہ آیت اتری۔ اس نے کہا کیا میرے لئے ہی یہ مخصوص ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ''نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے یہی حکم ہے۔'' ❻ ایک اور روایت میں ہے کہ ''اس نے کہا میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا ہاں جماع نہیں کیا اب میں حاضر ہوں جو سزا میرے لئے آپ تجویز فرمائیں میں برداشت کر لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا وہ چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی اگر یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر اسی شخص کی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا ''اسے واپس بلا لاؤ۔'' جب وہ آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اسی کے لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے۔'' ❼ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی

❶ صحیح بخاری، کتاب الوضوء ثلاثا ۱۵۹؛ صحیح مسلم ۲۲۶؛ ابوداود ۱۰۶؛ ابن ماجه، ۲۸۵؛ دارقطنی، ۱/ ۸۳۔

❷ احمد، ۱/ ۷۱ وسنده حسن، مسند البزار ۴۰۵؛ مجمع الزوائد، ۱/ ۲۹۷۔

❸ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب الصلوات الخمس کفارة ۵۲۸؛ صحیح مسلم ۶۶۷؛ ترمذی ۲۸۶۸؛ دارمی، ۱/ ۶۶۸؛ احمد، ۲/ ۳۷۹؛ ابو عوانة، ۲/ ۲۰؛ ابن حبان ۱۷۲۶۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ...... ۲۳۳؛ ترمذی ۲۱۴؛ ابن ماجه ۱۰۸۶؛ احمد، ۲/ ۲۲۹؛ مسند ابی عوانه، ۲/ ۲۰؛ مسند الطیالسی ۲۴۷۰؛ ابن حبان ۱۷۳۳۔

❺ احمد، ۵/ ۴۱۳؛ المعجم الکبیر ۳۸۷۹؛ مسند الشامیین ۱۶۳۸؛ مجمع الزوائد، ۱/ ۲۹۸، وسنده حسن۔

❻ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب الصلوات الخمس کفارة ۵۲۶؛ صحیح مسلم ۲۷۶۳؛ ترمذی ۳۱۱۴؛ ابن ماجه ۴۲۵۴۔ ❼ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قوله تعالی ﴿إن الحسنات يذهبن السيئات﴾ ۲۷۶۳؛ ابوداود ۴۴۶۸؛ ترمذی ۳۱۱۲؛ مسند الطیالسی ۲۸۵؛ ابن حبان ۱۷۲۸۔

دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔'' لوگوں نے پوچھا ایذائیں کیا کیا ہیں؟ فرمایا ''دھوکہ اور ظلم۔ سنو جو شخص مال حرام کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑ مرے وہ سب اس کے لئے آگ دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔'' ❶

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آئی تھی افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو اللہ کا حکم ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاید اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا جی ہاں یہی بات تھی۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح فرمایا پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی آپ نے فرمایا ''شاید اس کا خاوند اللہ کی راہ میں گیا ہوا ہوگا؟'' پس قرآن کریم کی یہ آیت اتری تو وہ کہنے لگا کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا نہیں اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عمر رضی اللہ عنہ سچے ہیں۔'' ❷ ابن جریر میں ہے کہ وہ عورت مجھ سے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے آئی تھی تو میں نے اسے کہا کہ اندر کوٹھڑی میں اس سے بہت اچھی کھجوریں ہیں وہ اندر گئی' میں نے بھی اندر جا کر اسے چوم لیا۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اپنے نفس پر پردہ ڈالے رہ۔ پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے بھی ایسا ہی کہا لیکن ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''افسوس تو نے ایک غازی مرد کی اس کی غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔'' میں نے تو یہ سن کر اپنے تئیں جہنمی سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش کہ میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکا لی اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔ ❸

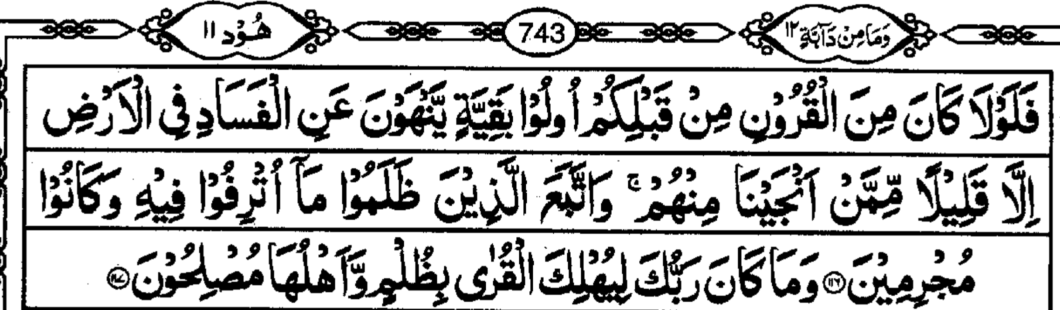
ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اللہ کی مقرر کردہ حد مجھ پر جاری کیجئے۔ ایک دو دفعہ اس نے یہ کہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ جب نماز کھڑی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ وہ ''شخص کہاں ہے؟'' اس نے کہا حضور! میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تو نے اچھی طرح وضو کیا؟'' اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بس تو تو ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خبردار اب =

---

❶ احمد، ۱/ ۳۸۷ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۱ / ۵۳ اس کی سند میں صباح بن محمد البجلی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/ ۳۰۶، رقم: ۳۸۴۸)

❷ احمد، ۱/ ۲۴۵ وسندہ ضعیف، طبرانی ۱۲۹۳۱؛ مجمع الزوائد، ۷ / ۴۱ اس کی سند میں علی بن زید سئی الحفظ راوی ہے (المیزان، ۳/ ۱۲۷، رقم: ۵۸۴۴)

❸ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ھود ۳۱۱۵ وھو حسن، نسائی ۲۶۸۔



ترجمہ: پس کیوں نہ ہوئے تم سے اگلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے باہوش ذی اثر لوگ جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے' بجزان چند کے جنہیں ہم نے ان میں نجات دی تھی' ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی وہ تھے ہی گنہگار۔[۱۱۶] تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کرے اور ہوں وہاں کے لوگ نیک کار۔[۱۱۷]

= کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ❶ حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ پکڑ کر اسے جھنجھوڑا تو تمام خشک پتے جھڑ گئے۔ پھر فرمایا ابو عثمان تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا ہاں جناب ارشاد ہو، فرمایا اسی طرح میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پھر فرمایا ''جب بندہ مسلمان اچھی طرح وضو کر کے پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس خشک شاخ کے پتے جھڑ گئے'' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ❷ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''برائی اگر کوئی ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لو کہ اسے مٹا دے۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملا کرو۔'' ❸ اور حدیث میں ہے ''جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لیا کر کہ اسے مٹا دے'' میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکی ہے۔ آپ نے فرمایا ''وہ تو بہترین اور افضل نیکی ہے۔'' ❹ ابو یعلیٰ میں ہے ''دن رات کے جس وقت میں کوئی لا الٰہ الا اللہ پڑھے اس کے نامہ اعمال میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی جگہ ویسی ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں۔'' ❺ اس کے راوی ابو عثمان میں ضعف ہے، بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور! میں نے کوئی خواہش ایسی نہیں چھوڑی جو پوری نہ کی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ''تو اللہ کے ایک ہونے کی اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے؟'' اس نے کہا ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بس یہ ان سب پر اور غالب رہے گی۔'' ❻

[آیت:۱۱۶۔۱۱۷] یعنی بجز چند کے ہم گزشتہ زمانہ کے لوگوں میں سے ایسے کیوں نہیں پاتے جو شریروں اور منکروں کو برائیوں سے روکتے رہیں یہی وہ ہیں جنہیں ہم اپنے عذابوں سے بچا لیا کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت میں ایسی جماعت کی موجودگی کا قطعی اور فرضی حکم دیا فرمایا ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾ ❼ بھلائی اور نیکی دعوت دینے والی ایک جماعت تم میں ہر وقت موجود رہنی چاہئے ظالموں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنی بدعادتوں سے باز نہیں آتے وہ نیک علما کے فرمان =

---

❶ وسندہ حسن۔ ❷ احمد، ۵/ ۴۳۷۔

❸ احمد، ۵/ ۲۲۸ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس ۱۹۸۷، وھو حسن۔

❹ احمد، ۵/ ۱۶۹ وسندہ ضعیف۔

❺ ابو یعلی ۳۶۱۱ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں عثمان بن عبدالرحمان سخت ضعیف راوی ہے (المیزان، ۳/ ۴۳، رقم: ۵۵۳۱) جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے دیکھئے۔ (ضعیف الترغیب ۹۲۷)

❻ مسند البزار، ۳۰۶۷ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۱۰/ ۸۳۔ ❼ ۳/ آل عمران: ۱۰۴۔



وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾

ترجمہ: اگر تیرارب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔[۱۱۸] بجز ان کے جن پر تیرا رب رحم فرمائے' انہیں تو اسی لئے پیدا کیا ہے' تیرے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پر کروں گا۔[۱۱۹]

= کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ کا عذاب ان کی بے خبری میں ان پر آپڑتے ہیں بھلی بستیوں پر اللہ کی طرف سے از راہ ظلم عذاب کبھی آتے ہی نہیں۔ ہم ظلم سے پاک ہیں۔ لیکن خود ہی وہ اپنی جانوں پر مظالم کرنے لگتے ہیں

کامیاب اور ناکام ہونے والے لوگ؟ [آیت:۱۱۸۔۱۱۹] اللہ کی قدرت کسی کام سے عاجز نہیں۔ وہ چاہے تو سب کو ہی اسلام یا کفر پر جمع کر دے لیکن اس کی حکمت ہے جو انسانی رائے ان کے دین و مذاہب جدا گانہ برابر جاری و ساری ہیں۔ طریقے مختلف' مالی حالات جدا گانہ' ایک ایک کے ماتحت۔ یہاں مراد دین و مذہب کا اختلاف ہے۔ ہاں جن پر اللہ کا رحم ہو جائے وہ رسولوں کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں برابر لگے رہتے ہیں۔ اب وہ نبی آخر الزماں ﷺ کے مطیع ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں چنانچہ مسند وسنن میں حدیث ہے جس کی ہر سند دوسری سند کو تقویت پہنچا رہی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''یہودیوں کے اکہتر گروہ ہوئے نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے سب جہنمی ہیں سوائے ایک جماعت کے'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا ''جو اس پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب'' ❶ (مستدرک حاکم) بقول عطاء ﴿مُخْتَلِفِيْنَ﴾ سے مراد یہودی' نصرانی' مجوسی ہیں اور اللہ کے رحم والی جماعت سے مراد یک طرفہ دین اسلام کے مطیع لوگ ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی جماعت ہے گو ان کے وطن اور بدن جدا ہوں۔ اور اہل معصیت فرقت و اختلاف والے ہیں گو ان کے وطن اور بدن ایک ہی جا جمع ہوں۔ قدرتی طور پر ان کی پیدائش ہی اسی لئے ہے۔ شقی و سعید کی ازلی تقسیم ہے۔ ❷ یہ بھی مطلب ہے کہ رحمت حاصل کرنے والی یہ جماعت ہے ہی اسی لئے۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ کے پاس دو شخص اپنا جھگڑا لے کر آئے اور آپس کے اختلاف میں بہت بڑھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے جھگڑے اور خوب ہی اختلاف کیا۔ اس پر ایک نے کہا اسی کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں آپ نے فرمایا غلط ہے اس نے اپنے ثبوت میں اسی آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس لئے نہیں پیدا کیا کہ آپس میں اختلاف کریں بلکہ پیدائش تو جمع کے لئے اور رحمت حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رحمت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ عذاب کے لئے اور آیت میں ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝﴾ ❸ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رحمت اور اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے چنانچہ مالک رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ انہیں رحمت حاصل کرنے اور انہیں اختلاف میں لگے رہنے کے لئے پیدا کیا =

---

❶ احمد، ۲/ ۳۳۲؛ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الأمة ۲٦٤١ وسندہ ضعیف عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی راوی ضعیف ہے۔ ابو داود، ٤٥٩٦ وسندہ حسن، ابن ماجه، ۳۹۹۱؛ بمعناہ وسندہ حسن، مسند ابی یعلی ۵۹۱۰؛ ابن حبان ٦٢٤٧؛ حاکم، ۱/ ۱۲۸۔ ❷ ۱۱/ هود:۱۰۵۔ ❸ ۵۱/ الذاریات:۵٦۔



ترجمہ: رسولوں کے سب احوال ہم تیرے سامنے تیرے دل کی تسکین کے لئے بیان فرما رہے ہیں' تیرے پاس اس سورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مؤمنوں کے لئے۔[۱۲۰] ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ ہم بھی عمل میں مشغول ہیں'[۱۲۱] اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔[۱۲۲] زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تمام کاموں کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے' تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔[۱۲۳]

= ہے۔ تیرے رب کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ اس کی مخلوق میں ان دونوں اقسام کے لوگ ہوں گے اور ان دونوں سے جنت و دوزخ پر کئے جائیں گے اس کی کامل حکمتوں کو وہی جانتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جنت و دوزخ میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں۔ اور جہنم نے کہا میں تکبر اور تجبر کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے' جسے میں چاہوں تجھ سے نوازدوں گا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے جس سے میں چاہوں تیرے عذابوں سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پر ہو جاؤ گی جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا تب وہ کہنے لگے گی تیری عزت کی قسم اب بس ہے بس ہے۔'' ❶

[آیت:۱۲۰۔۱۲۳] اگلی امتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلانا' نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا آخر اللہ کے عذابوں کا آنا کافروں کا برباد ہونا نبیوں رسولوں اور مؤمنوں کا نجات پانا یہ سب واقعات ہم تجھے سنا رہے ہیں' تا کہ تیرے دل کو ہم اور مضبوط کر دیں اور تجھے کامل سکون حاصل ہو جائے۔ اس سورت میں بھی حق تجھ پر واضح ہو چکا یا یہ کہ اس دنیا میں بھی تیرے سامنے سچے واقعات بیان ہو چکے' یہ عبرت ہے کفار کے لئے اور نصیحت ہے مؤمنوں کے لئے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں۔

بطور دھمکانے ڈرانے اور ہوشیار کرنے کے ان کافروں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنے طریقے سے نہیں ہٹتے تو نہ ہٹو ہم بھی اپنے طریقے پر عامل ہیں' تم منتظر رہو کہ آخر انجام کیا ہوتا ہے' ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ دنیا نے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو اللہ کے فضل و کرم سے دنیا پر چھا گئے' مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا دنیا کو مٹھی میں لے لیا' فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

آسمان و زمین کے سب غیب پر اطلاع رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے' اسی کی سب کو عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر =

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ق باب قوله ﴿وتقول هل من مزيد﴾ ٤٨٥٠؛ صحیح مسلم ٢٨٤٦؛ ترمذی ٢٥٦١؛ مصنف عبد الرزاق ٢٠٨٩٣؛ احمد، ٢/ ٣١٤۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿١﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٣﴾

ترجمہ: معبود مہربان رحم کرنے والے کے نام سے شروع

یہ ہیں روشن کتاب کی آیتیں' [۱] یقیناً ہم نے آپ اس عربی قرآن کو نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ سکو' [۲] ہم آپ تیرے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں تیری جانب اس قرآن کو اپنی وحی کے ساتھ نازل فرمانے سے' یقیناً تو اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھا۔ [۳]

= بھروسہ کرنا چاہئے' جو بھی اس پر بھروسہ رکھے وہ اس کے لئے کافی ہے۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تورات کا خاتمہ بھی انہیں آیتوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سورۂ ہود کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ یوسف

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ ''اپنے ماتحتوں کو سورۂ یوسف سکھاؤ' جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سکرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے'' ❶ لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے لیکن اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں' امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ ''جب یہود کے ایک گروہ نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہو گئے کیوں کہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا۔'' ❷ یہ روایت کلبی کی ابوصالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

قرآن مجید کا سب سے پیارا قصہ: [آیت:۱۔۳] سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروف مقطعہ کی بحث گزر چکی ہے۔ اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں' مبہم چیزوں کی حقیقت کھول دیتی ہیں۔ یہاں پر ﴿تِلْكَ﴾ معنی میں ہے ﴿هٰذِهٖ﴾ کے۔ چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کر دینے والی اور وسعت و کثرت والی ہے اس لئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں افضل تر رسول پر فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں تمام روئے زمین کے بہتر مقام میں وقتوں میں بہترین وقت میں نازل ہو کر ہر ہر طرح کمال کو پہنچی تاکہ تم ہر طرح سوچ سمجھ سکو اور اسے جان لو' ہم بہترین قصہ بیان فرماتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور! اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے۔ اس پر یہ آیت اتری' ❸ اور روایت میں ہے کہ ایک زمانے تک قرآن کریم نازل ہوتا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انہوں نے کہا حضور!

---

❶ الثعلبی فی سیرہ وسندہ منکر مردود اس کی سند میں سلام بن سلیم متروک (المیزان، ۲/ ۱۷۵، رقم:۳۳۴۳) اور ہارون بن کثیر مجہول راوی ہے (المیزان، ٤/ ۲۸٦، رقم:۹۱٦۹) ❷ دلائل النبوۃ، ٦/ ۲۷٦ اس کی سند میں محمد بن مروان (المیزان، ٤/ ۳۲، رقم:۸۱٥٤ متہم بالکذب) اور محمد بن السائب الکلبی متروک راوی ہے (التقریب، ۲/ ۱٦۳، رقم:۲٤۰) فالسند موضوع۔ ❸ الطبری، ۱٥/ ٥٥۲۔

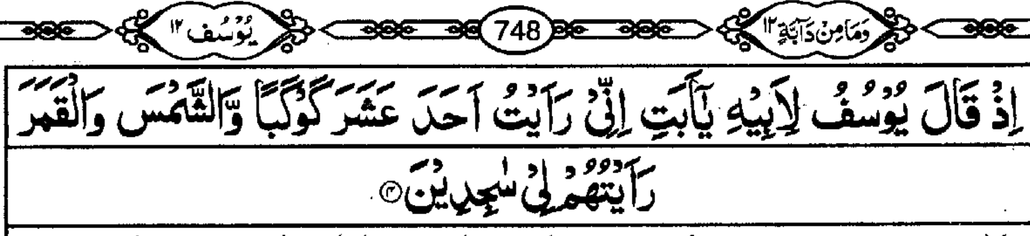
اگر کوئی واقعہ بھی بیان ہو جاتا تو اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کہ آپ کوئی بات بیان فرماتے' اس پر آیت ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ ﴾ ❶ اتری اور بات بیان ہوئی۔ ❷ روش کلام کی ایک ہی ڈھب دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ! بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی یعنی واقعہ۔ اس پر یہ آیات اتریں۔ پھر انہوں نے حدیث کی خواہش کی' اس پر آیت ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ ﴾ اتری۔ پس قصے کے ارادے پر بہترین قصہ اور بات کے ارادے پر بہترین بات نازل ہوئی' اس جگہ جہاں کہ قرآن کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے' مناسب ہے کہ ہم مسند احمد کی اس حدیث کو بھی بیان کر دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی اسے لے کر آپ حاضر حضور ہوئے اور آپ کے سامنے اسے سنانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے "اے خطاب کے لڑکے کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کو نہایت روشن چمکیلی لے کر آیا ہوں' تم ان اہل کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو سنو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔" ❸ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ بنو قریظہ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تورات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں تو کیا میں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے؟ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑی تو آپ کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر دل سے رضا مند ہیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے غصہ دور ہوا اور فرمایا "اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اگر تم میں خود (حضرت) موسیٰ ہوتے پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے۔ امتوں میں سے میرا حصہ تم ہو اور نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔" ❹ ابو یعلیٰ میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں فلاں ہے؟ اس نے کہا ہاں پوچھا تو سوس میں مقیم ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ کے ہاتھ میں جو خوشہ تھا اسے مارا۔ اس نے کہا امیر المؤمنین میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ جا میں بتاتا ہوں۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں ﴿ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ ﴾ تک پڑھیں۔ تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا۔ اس نے پوچھا کہ امیر المؤمنین! میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے دانیال کی کتاب لکھی ہے۔ اس نے کہا پھر جو آپ فرمائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے اسے بالکل مٹا دے' خبردار آج کے بعد سے نہ اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا' اب اگر میں نے اس کے خلاف سنا کہ تو نے آپ اسے پڑھا یا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا کروں گا کہ عبرت بنے۔

پھر فرمایا بیٹھ جا ایک بات سنتا جا' میں نے جا کر اہل کتاب کی ایک کتاب لکھی پھر اسے چمڑے میں لئے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا "تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟" میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں۔ اس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصے کی وجہ سے آپ کے رخسار پر سرخی نمودار ہو گئی پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے۔ اسی =

---

❶ ۳۹/ الزمر: ۲۳۔ ❷ حاکم، ۲/ ۳٤٥، وسندہ حسن۔ ❸ احمد، ۳/ ۳۸۷، وسندہ ضعیف۔

❹ احمد، ٤/ ۲٦٥، ۲٦٦ اس کی سند میں جابر بن یزید جعفی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۱/ ۱۲۳) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔



إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ إِنِّى رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِى سَٰجِدِينَ ﴿٤﴾

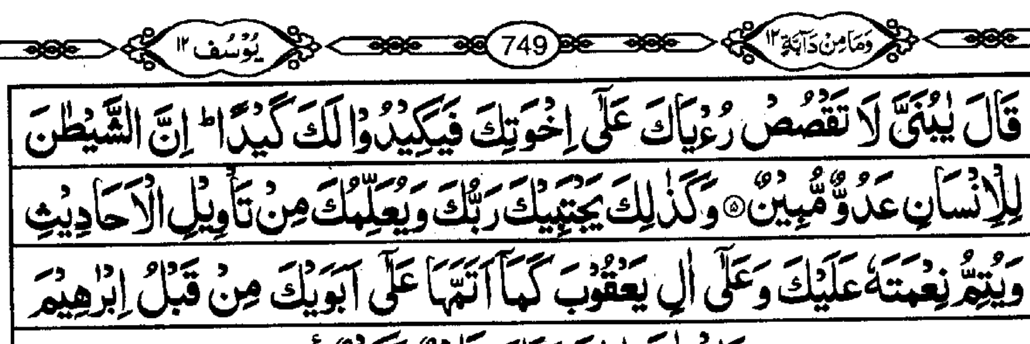
ترجمہ: جب کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابا جی میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج چاند کو دیکھا اور دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔[۴]

== وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لیے کہ کسی نے حضور ﷺ کو ناراض کر دیا ہے اور منبر نبوی کے چاروں طرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا ''لوگو! میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لیے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے۔ میں دین اللہ کی باتیں بہت سفید چمکیلی لایا ہوں' خبردار تم بہک نہ جانا گہرے اترنے والے کہیں تمہیں بہکا نہ دیں۔'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے' پر آپ ﷺ کے رسول ہونے پر میں تو یا رسول اللہ دل سے راضی ہوں۔ اب حضور ﷺ منبر سے اترے۔ ❶ اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق کو محدثین ضعیف کہتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ ان کی حدیث کو صحیح نہیں لکھتے۔ میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافت فاروقی کے زمانے میں آپ نے حمص کے چند آدمی بلائے ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کر کے لکھ لیں تھیں وہ اس مجموعے کو بھی اپنے ساتھ لائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کر لیں گے اگر آپ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی اور باتیں بھی بڑھا لیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے۔ یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین! یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو میں اس میں فیصلہ کن واقعہ سناؤں میں حضور ﷺ کے زمانے میں خیبر گیا وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ میں نے واپس آ کر حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جاؤ وہ لے کر آؤ۔'' میں خوشی خوشی چلا کہ شاید حضور ﷺ کو میرا یہ کام پسند آ گیا۔ لاکر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا اب ذرا سی دیر کے بعد میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضور ﷺ تو سخت ناراض ہیں۔ میری زبان سے ایک حرف بھی نہ نکلا اور مارے خوف کے میرا رواں کھڑا ہو گیا میری یہ حالت دیکھ کر اب آپ ﷺ نے ان تحریروں کو اٹھا لیا اور ان کا ایک ایک حرف مٹانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ ''دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں' اور یہ تو دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے اس ساری تحریر کا ایک حرف بھی باقی نہ رکھا' یہ سنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا کرتا کہ اوروں کے لیے عبرت ہو جائے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ باہر آتے ہی جنگل میں جا کر انہوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کھود کر دفن کر دیں۔ ❷ مراسیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے' وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب: [آیت:۴] حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ ==

❶ مجمع الزوائد، ۱/ ۱۷۳ الأحادیث المختارة، ۱/ ۲٤ وسنده ضعیف اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق سخت ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/ ٥٤٨، رقم: ٤٨١٢) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء تحت، رقم: ۱٥۸۹)

❷ وسنده حسن غریب۔



ترجمہ: یعقوب علیہ السلام نے کہا پیارے بچے اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہے[۵] اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی کل بٹھانی بھی سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو دادوں یعنی ابراہیم واسحاق کو بھی بھرپور اپنی نعمت دی یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمتوں والا ہے[۶]

= چنانچہ حدیث میں ہے کہ ''کریم بن کریم بن کریم بن کریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں'' ❶ (بخاری) آنحضرت ﷺ سے سوال ہوا کہ سب لوگوں سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو۔'' انہوں نے کہا ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے جن کے والد نبی تھے جن کے دادا نبی تھے جن کے پردادا نبی اللہ اور خلیل اللہ تھے۔'' انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا ''سنو جاہلیت کے زمانے میں جو ممتاز اور شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں جب کہ انہوں نے دینی سمجھ حاصل کر لی ہو'' ❷ (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبیوں کے خواب اللہ کی وحی ہوتے ہیں۔ ❸ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں۔ اس خواب کی تعبیر خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ اسی (۸۰) برس کے بعد ظاہر ہوئی جب کہ آپ نے اپنے ماں باپ کو تخت شاہی پر بٹھایا اور گیارہ بھائی آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ یہ دیکھئے آج اللہ تعالیٰ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ❹، ❺ ایک روایت میں ہے کہ بستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے۔ آپ ﷺ خاموش رہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ ﷺ کو نام بتلائے۔ آپ ﷺ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتلا دوں تو تو مسلمان ہو جائے گا؟'' اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا ''سنو ان کے نام یہ ہیں جریان، طارق، ذیال، ذوالکنفات، قابس، وثاب، عمودان، فیلق، مصبح، ضروح، ذوالفرغ۔'' یہودی نے کہا ہاں ہاں اللہ کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں ❻ =

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة یوسف باب قوله ﴿ویتم نعمته علیك وعلی آل یعقوب﴾ ٤٦٨٨؛ احمد، ٢/ ٩٦؛ شرح السنة ٣٥٤٧۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة یوسف باب قوله ﴿لقد کان فی یوسف وإخوته أیات للسائلین﴾ ٤٦٨٩؛ صحیح مسلم ٢٣٧٨؛ احمد، ٢/ ٢٥٧؛ مسند الطیالسی ٧١؛ مسند الحمیدی ١٠٤٥؛ ابن حبان ٦٣٦۔
❸ الطبری، ١٥/ ٥٥٤۔ ❹ ایضا، ١٥/ ٥٥٧۔ ❺ ١٢/ یوسف: ١٠٠۔ ❻ مسند البزار ٢٢٢٠؛ دلائل النبوة، ٦/ ٢٧٧ اس کی سند میں حکم بن ظہیر ہے جسے بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ١/ ٥٧١، رقم: ٢١٧٨) لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ﴿٧﴾ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٨﴾ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴿٩﴾ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ﴿١٠﴾

ترجمہ: یقیناً یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے بڑے بڑے نشان ہیں۔[۷] جب کہ انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی بہ نسبت ہمارے باپ کو بہت زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم طاقتور جماعت ہیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صریح غلطی میں ہیں۔[۸] یوسف کو تو مار ہی ڈالو یا اسے کسی نامعلوم جگہ پہنچا دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے اس کے بعد تم صلاحیت والے ہو جانا۔[۹] ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل تو نہ کرو بلکہ اسے کسی گمنام کنوئیں کی تہہ میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی راہ رو قافلہ اٹھا لے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔[۱۰]

= (ابن جریر) یہ روایت دلائل بیہقی میں اور ابو یعلیٰ میں اور بزار میں اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ ابو یعلیٰ میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ سچا خواب ہے یہ پورا ہو کر رہے گا۔ آپ فرماتے ہیں سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری منفرد ہیں۔ جنہیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے اور اکثر نے انہیں متروک کر رکھا ہے یہی حسن یوسف کی روایت کے راوی ہیں انہیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب بیان نہ کرنے کی تاکید: [آیت: ۵-۶] حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اسے بھائیوں کے سامنے نہ دوہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کیلئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں تو بہت ممکن ہے کہ اس خواب کو سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکا دے میں آ کر ابھی سے تمہاری دشمنی میں لگ جائیں اور حسد کی وجہ سے کوئی نامعقول فریب کاری کرنے لگیں اور کسی حیلے سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے فرماتے ہیں ''تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو اور جو شخص کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ خواب اسے کوئی نقصان نہ دے گا۔'' ❶ مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرند کے پاؤں پر ہے ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہوگئی پھر وہ ہو جاتا ہے۔'' ❷

فائدہ: اسی سے یہ حکم بھی لیا جا سکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہئے جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے

❶ صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب إذا رأى مايكره فلا يخبر بها ولا يذكرها ٧٠٤٤؛ صحيح مسلم ٢٢٦١۔

❷ ابوداود، كتاب الأدب باب في الرؤيا ٥٠٢٠ وسنده حسن، ترمذي ٢٢٧٩؛ ابن ماجه ٣٩١٤؛ احمد، ٤/ ١٠؛ مسند الطيالسي، ١٠٨٨؛ حاكم، ٤/ ٣٩٠؛ مشكل الآثار، ١/ ٢٩٥۔

جیسے کہ ایک حدیث میں ہے ''ضرورتوں کے پورا کرنے پر ان کے چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس کے حسد کے درپے ہو جاتے ہیں۔'' ❶

حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں بلند مرتبہ نبوت کا بھی عطا فرمائے گا اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارے دادا اور پردادا تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے۔

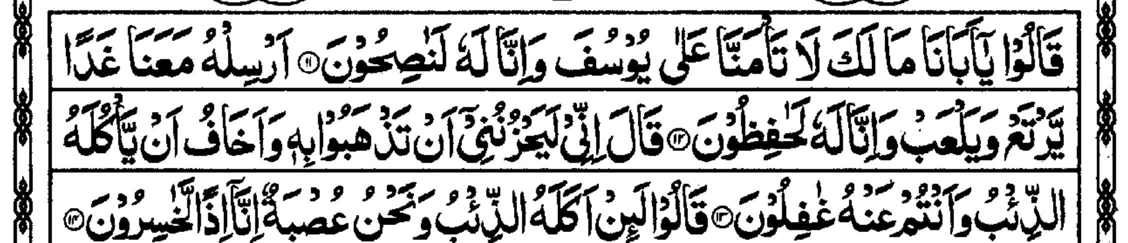
حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائیوں کا حسد: [آیت: ۷۔۱۰] فی الواقع حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے اور یہ سب بھائی اور ماں سے تھے۔ یہ سب آپس میں کہتے ہیں اللہ کی قسم ابا جان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں تعجب ہے کہ ہم پر جو جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں اور اس آیت کا طرز بیان تو بالکل اس کے خلاف پر ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے اور دلیل میں آیت قرآنی ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا﴾ ❷ میں لفظ اسباط پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اس لئے کہ بطون بنی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کو شعوب کہا جاتا ہے پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط پر وحی الٰہی نازل ہوئی انہیں اس لئے اجمالاً ذکر کیا گیا کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادران یوسف میں سے ایک کی نسل تھی پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص ان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو نہ بانس ہو نہ بانسری باجے یوسف کا پاپ ہی کاٹو نہ یہ ہو نہ ہماری راہ کا کانٹا بنے ہم ہی ہم نظر آئیں اور ابا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے۔ اب اسے باپ سے ہٹانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے مار ہی ڈالو یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو اور اسے کر کے پھر نیک بن جانا توبہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے۔ یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا یہی سب سے بڑا تھا اور اس کا نام روبیل تھا ❸ کوئی کہتا ہے یہودا تھا کوئی کہتا ہے شمعون تھا اس نے کہا بھئی یہ تو ناانصافی ہے بلاوجہ بلاقصور صرف عداوت میں آ کر خون ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں۔ یہ بھی کچھ اللہ کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتل یوسف کی قوت ہی نہ تھی اللہ کو منظور تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے بادشاہ بنائے اور انہیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے پس ان کے دل روبیل کی رائے سے نرم ہو گئے اور طے ہوا کہ اسے کسی غیر آباد کنوئیں کی تہہ میں پھینک دیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گزریں اور وہ اسے اپنے قافلے میں لے جائیں پھر کہاں یہ اور کہاں ہم؟ جب گڑ دیئے کام نکلتا ہو تو زہر کیوں دو بغیر قتل کئے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں خون آلود ہاتھ کرو۔ ان کے گناہ کا تصور تو کرو یہ رشتے داری کے توڑنے باپ کی نافرمانی کرنے چھوٹے پر ظلم کرنے بے گناہ کو نقصان پہنچانے بڑے بوڑھے کو ستانے =

---

❶ طبرانی، ۱۶۶۰۹؛ مسند الشامیین ۴۰۸؛ شعب الایمان ۶۳۷۹، مسند الرؤیانی، ۱۴۳۸، مسند الشہاب، ۶۶۰ اس کی سند میں سعید بن سلام ہے جس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے۔ (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی، ۱۳۹۹) لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

❷ ۲/ البقرة:۱۳۶۔ ❸ الطبری، ۱۵/ ۵٦٤۔



ترجمہ: کہنے لگے ابا آخر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔[۱۱] کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے کودے اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔[۱۲] کہا اسے تمہارا لے جانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھٹکا لگا رہے گا کہ تمہاری غفلت میں اسے بھیڑیا کھا جائے۔[۱۳] انہوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی زورآور جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم بالکل عاجز ہی ہوئے۔[۱۴]

= اور حق دار کا حق کاٹنے حرمت وفضیلت کا خلاف کرنے بزرگی کو ٹالنے اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے اور اسے اس کے کلیجے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کے لئے دور کرنے اور بوڑھے باپ اللہ کے لاڈلے پیغمبر کو اس بڑھاپے میں ناقابل برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں اللہ کے دو نبیوں کو دکھ دینا چاہتے ہیں محبوب ومحبّ میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں سکھ کی جانوں کو دکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم وگرم گودی سے الگ کرتے ہیں۔ اللہ انہیں بخشے آہ شیطان نے کیسی الٹی پڑھائی ہے اور انہوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے۔

یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کیلئے بھائیوں کا باپ سے اصرار: [آیت:۱۱-۱۴] بڑے بھائی روبیل کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال آئیں۔ اس کے طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے باوجودیکہ تھے بد اندیش بدخواہ برا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی باتوں میں پھنسانے کے لئے اور اپنے گہرے مکر میں انہیں الجھانے کے لئے پہلے ہی جال بچھاتے ہیں کہ ابا جی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟ ﴿يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ﴾ کی دوسری قرأت (نَرْتَعْ وَنَلْعَبْ) بھی ہے باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے ان کا جی خوش ہوگا دوگھڑی کھیل کود لیں گے ہنس بول لیں گے آزادی سے چل پھر لیں گے آپ بے فکر رہئے ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے ہروقت دیکھ بھال رکھیں گے آپ ہم پر اعتماد کیجئے ہم اس کے نگہبان ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کے متعلق خوف: اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس طلب کا کہ بھائی یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے تم اسے لے جاؤ گے مجھ پر اس کی اتنی دیر کی جدائی بھی شاق گزرے گی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس بڑھی ہوئی محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے پر خیر کے نشان دیکھ رہے تھے نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی صورت کی خوبی سیرت کی اچھائی کا بیان تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوۃ وسلام ہو۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی بکریوں کے چرانے چگانے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور اللہ نہ کرے کوئی بھیڑیا آ کر اس کا کام تمام کر جائے اور تمہیں پتہ =

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: پھر جب اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنوئیں کی تہہ میں پھینک دیں ہم نے یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ یقیناً وقت آ رہا ہے تو انہیں اس ماجرا کی خبر اس حال میں دے کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں۔[۱۵]

= بھی نہ چلے۔ آہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسا لیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے یوسف علیہ السلام کو الگ کر کے ابا کے سامنے یہی گھڑنت گھڑ دیں گے اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے بھلا فکر کیا ہماری جماعت کی جماعت قوی اور طاقتور موجود اور ہمارے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے؟ بالکل ناممکن۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر تو گویا ہم سب بے کار نکمے عاجز اور نقصان والے ہی ہوئے۔

یوسف علیہ السلام کا کنوئیں میں ڈالا جانا: [آیت:۱۵] سمجھا بجھا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے۔ جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسف علیہ السلام کو کسی غیر آباد کنوئیں کی تہہ میں ڈال دیں حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی بہلے گا ہم اسے عزت کے ساتھ لے جائیں گے۔ ہر طرح خوش رکھیں گے اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوشی رہے گا۔ یہاں آتے ہی غداری شروع کر دی اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا۔ ان کی باتوں میں آ کر اپنے لخت جگر کو ان کے سپرد کر دیا' جاتے ہوئے سینے سے لگا کر چمکار پچکار کر دعائیں دے کر رخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذائیں دینی شروع کر دیں' برا بھلا کہنے لگے اور چانٹا چٹول سے بھی باز نہ رہے مارتے پیٹتے برا بھلا کہتے اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں' لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے۔ مایوس ہو گئے۔ سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنوئیں میں لٹکا دیا آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا۔ لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا۔ آدھی دور آپ علیہ السلام پہنچے ہوں گے کہ انہوں نے رسی کاٹ دی آپ تہہ میں جا گرے کنوئیں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر کھڑے ہو گئے۔ ❶ عین اس مصیبت کے وقت عین اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر و سہار سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے۔ وحی میں فرمایا گیا کہ غمگین نہ ہو یہ نہ سمجھ کہ یہ مصیبت زائل نہ ہو گی' سن اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا' اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی' ان بھائیوں پر اللہ تجھے غلبہ دے گا' یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کی چاہت ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آئے گا کہ تو انہیں ان کے اس کرتوت کو یاد دلائے گا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اپنا قصور سن رہے ہوں گے اور انہیں یہ بھی نہ معلوم ہو گا کہ تو تو ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام نے تو انھیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ اس وقت آپ علیہ السلام نے ایک پیالہ منگوایا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹھونکا' آواز نکلنی ہی =

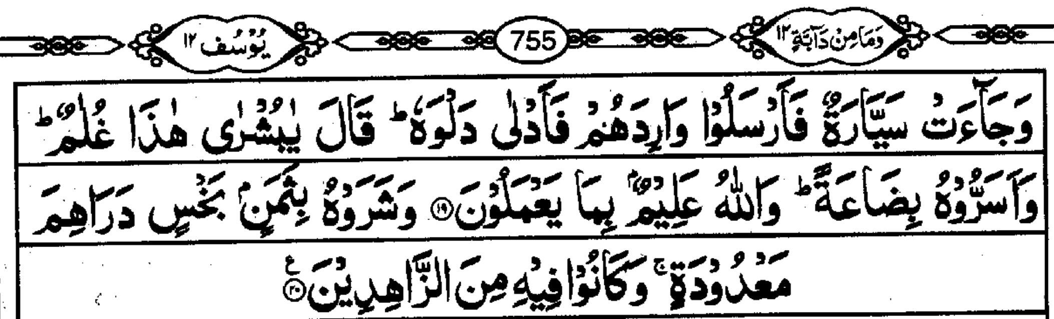
❶ الطبری، ۱۵/ ۵۷٤۔

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: رات کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے[۱۶] اور کہنے لگے ابا جی ہم تو آپس میں شرطیہ دوڑ میں لگ گئے یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تھا جو اسے بھیڑیا کھا گیا' آپ تو ہماری بات باور کرنے کے نہیں گو ہم بالکل سچے ہی ہوں[۱۷] یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے' باپ نے کہا یوں نہیں بلکہ تم نے اپنے دل ہی سے ایک بات بنالی ہے' پس صبر ہی بہتر ہے' تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔[۱۸]

= نہ تھی اسی وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے' یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا ایک سوتیلا بھائی تھا یوسف نامی' تم اسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسے کنوئیں میں پھینک دیا۔ پھر اسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کان لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر ان سے کہہ دیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھالیا۔ اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے ہائے برا ہوا' بھانڈا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ بس یہی ہے جو آپ کو کنوئیں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کرتوت کو تو انھیں ان کی بے شعوری میں جتائے گا۔

بھائیوں کا باپ کے سامنے مکر و فریب: [آیت:۱۶۔۱۸] چپ چاپ ننھے بھیا پر اللہ کے معصوم نبی پر باپ کی آنکھ کے تارے پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر رات ہوئے باپ کے پاس سرخرو بننے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غم زدہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے' اور اپنے ملال کا یوسف علیہ السلام کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیراندازی اور دوڑ شروع کی' چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آ گیا اور بھائی کو لقمہ بنالیا' چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر جچانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے باڑ باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے' پھر جب کہ پہلے ہی سے آپ نے اپنا ایک کھٹکا ظاہر کیا ہو اور خلاف ظاہر واقعہ میں اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے' ہیں تو ہم سچے ہی۔ لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق پر ہیں' کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے ہم خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا؟ یہ تو تھا زبانی کھیل' ایک کام بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن داغ دار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ یہ دیکھو یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے پر' لیکن اللہ کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے' اس لئے باپ پر سب مکر کھل گیا' لیکن اللہ کے نبی علیہ السلام نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گو نہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ ابا جی کو ہماری بات جچی نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے دل نے تو ایک بات بنا دی ہے' خیر میں تو تمہاری اس مذبوحی حرکت پر صبر ہی کروں گا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مہر و کرم سے اس دکھ کو ٹال دے تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک =


وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَأَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَأَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: ایک قافلہ آیا انھوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکا دیا۔ کہنے لگا واہ واہ خوشی کی بات ہے یہ تو نوجوان بچہ ہے' انھوں نے اسے مالِ تجارت قرار دے کر چھپا دیا' اللہ تعالیٰ باخبر تھا اس سے جو وہ کر رہے تھے[۱۹] بھائیوں نے اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر گنتی کے چند درہموں پر ہی بیچ ڈالا' وہ تو یوسف علیہ السلام کے بارے میں بہت ہی بے رغبت تھے۔[۲۰]

= محال چیز پر مجھے یقین دلا رہے ہو' اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں' اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بھیڑیا یوسف کو کھا گیا اس کا پیراہن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا۔ خیر میں صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو۔ کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے' اپنی مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا' اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے نہ رونا' اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا' امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے' جس میں آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ میری اور تمہاری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی سی ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔ ❶

کنوئیں سے نکل کر بازار مصر کی طرف: [آیت:۱۹-۲۰] بھائی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال کر چل دیئے یہاں تین دن آپ علیہ السلام کو اسی اندھیرے کنوئیں میں اکیلے گزر گئے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا بیان کہ اس کنوئیں میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہے کہ دیکھیں کہ وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ اللہ کی قدرت سے ایک قافلہ وہیں سے گزرا' انھوں نے اپنے سقی کو پانی کے لئے بھیجا اس نے اسی کنوئیں میں ڈول ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی مضبوط تھام لی اور بجائے پانی کے آپ علیہ السلام باہر نکلے' وہ آپ علیہ السلام کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا' رہ نہ سکا با آواز بلند کہہ اٹھا کہ لو سبحان اللہ یہ تو نوجوان بچہ آ گیا۔ دوسری قرأت اس کی (یَابُشْرَایَ) بھی ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں بشری سقی کے بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے پکار کر خبر کی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے۔ لیکن سدی رحمہ اللہ کا یہ قول غریب ہے۔ اس طرح کی قرأت پر بھی وہی معنی ہو سکتے ہیں' اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور یائے اضافت ساقط ہے اسی کی تائید قرأت ﴿یَا بُشْرٰی﴾ سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے ہیں (یَانَفْسُ اِصْبِرِیْ اور یَاغُلَامُ اَقْبِلْ) اضافت کے حرف کو ساقط کر کے اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور رفع دینا بھی پس یہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرأت اس کی تفسیر ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو بحیثیت پونجی کے چھپا لیا' قافلے کے اور لوگوں پر اس راز کو ظاہر نہ کیا بلکہ کہہ دیا کہ ہم نے کنوئیں کے پاس کے لوگوں سے اسے خریدا ہے' انھوں نے ہمیں اسے دے دیا ہے تاکہ وہ بھی ساجھا نہ ملائیں۔

❶ صحیح بخاري، کتاب التفسیر، سورة یوسف باب قوله ﴿قال بل سولت لكم أنفسكم أمرا فصبر جميل﴾ ٤٦٩٠؛ صحيح مسلم ٢٧٧٠۔

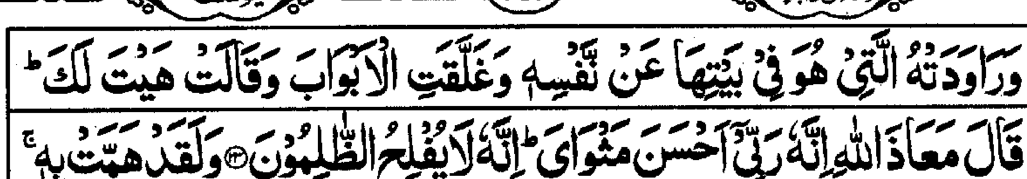


وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: مصروالوں میں سے جس نے اسے خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے بہت عزت واحترام کے ساتھ رکھو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنالیں' یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسف کا قدم جما دیا' کہ ہم اسے خواب کی تعبیر کا کچھ علم سکھادیں' اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔[۲۱] اور جب (یوسف) پوری طاقت کی عمر کو پہنچ گیا ہم نے اسے دانائی اور علم دیا' ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔[۲۲]

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ برادران یوسف نے شان یوسف چھپائی' اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا ایسا نہ ہو یہ لوگ کہیں قتل ہی کر دیں' اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ علیہ السلام بک گئے۔ سقے سے انہوں نے کہا اس نے آواز دے کر بلا لیا انہوں نے اونے پونے یوسف علیہ السلام کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ 1 اللہ کچھ ان کی اس حرکت سے بے خبر نہ تھا وہ خوب دیکھ بھال رہا تھا' گو وہ قادر تھا کہ اسی وقت اس بھید کو ظاہر کر دے لیکن اس کی حکمتیں اسی کے ساتھ ہیں' اس کی تقدیر یوں ہی جاری ہوئی تھی' خلق اور امر اسی کا ہے وہ رب العالمین برکتوں والا ہے' اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک طرح سے تسکین دی گئی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ قوم آپ کو دکھ دے رہی ہے' میں قادر ہوں کہ آپ کو ان سے چھڑا دوں انہیں غارت کر دوں' لیکن میرے کام حکمت کے ساتھ ہیں' دیر ہے اندھیر نہیں بے فکر رہو عنقریب غالب کر دوں گا اور رفتہ رفتہ ان کا چورا کر دوں گا' جیسے کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان میری حکمت کا ہاتھ کام کرتا رہا یہاں تک کہ آخر انجام حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے انہیں جھکنا پڑا اور ان کے مرتبے کا اقرار کرنا پڑا۔ بہت تھوڑے مول پر بھائیوں نے انہیں بیچ دیا' ناقص چیز کے بدلے بھائی جیسا بھائی دے دیا' اور اس کی بھی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ اگر ان سے بالکل بلا قیمت مانگا جاتا تو بھی دیدیتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قافلے والوں نے اسے بہت کم قیمت پر خریدا لیکن یہ کچھ زیادہ درست نہیں' اس لئے کہ انھوں نے تو اسے دیکھ کر خوشیاں منائی تھیں اور بطور پونجی اسے پوشیدہ کر دیا تھا' پس اگر انہیں اس کی بے رغبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے۔ پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو گرے ہوئے نرخ پر بیچ ڈالنا ہے ﴿بَخْسٍ﴾ سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے' لیکن یہاں وہ مراد نہیں لی گئی' کیونکہ اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن نبی بن نبی بن خلیل الرحمٰن علیہم السلام تھے پس آپ تو کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے پس یہاں مراد ناقص کم تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برائے نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے' باوجود اس کے وہ ظلم وحرام بھی تھا' بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول' چند درہموں کے بدلے بیس یا بائیس یا چالیس درہم کے بدلے یہ دام لے کر آپس میں بانٹ لئے' 2 اور اس کی انھیں کوئی پرواہ نہ تھی۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں انکی کیا قدر ہے' وہ کیا جانتے تھے ==

1 الطبری، ۱۶/ ٦۔ 2 ایضاً، ۱۶/ ٤۔



تَرجَمَہ: اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھا یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے دروازے بند کر کے کہنے لگی لو آ جاؤ' یوسف علیہ السلام نے کہا اللہ کی پناہ! عزیز مصر میرا سردار ہے مجھے اس نے بہت ہی اچھی طرح رکھا ہے' بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔[۲۳] اس عورت نے یوسف علیہ السلام کی طرف کا قصد کیا اور یوسف علیہ السلام نے اس کا اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ لے وہ اپنے پروردگار کی دلیل' یونہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں' بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔[۲۴]

= کہ یہ اللہ کے نبی بننے والے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا' قافلے کے پیچھے ہو لئے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے اسے مضبوط باندھ دو کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔ اسی طرح باندھے باندھے مصر تک پہنچے اور وہاں آپ علیہ السلام کو بازار میں لے جا کر بیچنے لگے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہے مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے۔ پس عزیز مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔

یوسف علیہ السلام کی مصر کے بازار میں نیلامی: [آیت:۲۱-۲۲] اللہ کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ علیہ السلام کو مصر میں خریدا اللہ نے اس کے دل میں آپ علیہ السلام کی عزت و وقعت ڈال دی اس نے آپ علیہ السلام کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر و صلاح ہے۔ یہ مصر کا وزیر تھا اس کا نام قطفیر تھا' کوئی کہتا ہے اطفیر تھا۔ اس کے باپ کا نام روحیب تھا یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔ مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ میں تھی' یہ عمالیق میں سے ایک شخص تھا۔ عزیز مصر کی بیوی صاحبہ کا نام راعیل تھا' کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ رعابیل کی بیٹی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنق بن مدیان بن ابراہیم تھا' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دور بین دور رس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گزرے ہیں' ایک تو یہی عزیز مصر کہ بہ یک نگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تاڑ گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو' دوسرے وہ بچی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہ یک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ قوی اور باامانت شخص ہے' تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو سونپی۔ ❶ یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑا لیا' پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا' کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں' اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے' سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو وہ چاہتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے' جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں نہ اس کی حکمت کو مانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے نہ وہ

❶ حاکم، ۲/ ۳۴۵، ۳۴۶ وسندہ ضعیف۔

اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ جب آپ کی عقل کامل ہوئی' جب جسم اپنی نشو ونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو مخصوص کیا' یہ کوئی نئی بات نہیں ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس برس کی عمر ہے یا تیس سے کچھ اوپر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا بائیس کی یا اٹھارہ کی' یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے' اور اسکے سوا اور اقوال بھی ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عزیز مصر کی بیوی کا کردار: [آیت:۲۳۔۲۴] عزیز مصر جس نے آپ کو خریدا تھا اور بہت اچھی طرح مثل اولاد کے رکھا تھا اپنی گھر والی سے بھی تاکیداً کہہ دیا تھا کہ انہیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہو عزت واکرام سے انھیں رکھو۔ اس عورت کی نیت میں کھوٹ آ جاتی ہے۔ جمال یوسف پر فریفتہ ہو جاتی ہے دروازے بند کر کے بن سنور کر برے کام کی طرف یوسف علیہ السلام کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسف بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے۔ اس وقت اہل مصر کے محاورے میں بڑوں کیلئے یہی لفظ بولا جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں' تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں' پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں' یاد رکھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

﴿هَيْتَ لَكَ﴾ کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبطی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں بعض حورانیہ کا لغت بتلاتے ہیں۔ ❶ کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لغت ہے' حجاز میں آ گیا ہے اہل حوارن کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لغت ہے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے۔ اس کی دوسری قرأت ﴿هِيْتَ﴾ بھی ہے۔ پہلی قرأت کے معنے تو آؤ کے تھے' اسکے معنی ہیں میں تیرے لئے تیار ہوں۔ بعض لوگ اس قرأت کا انکار ہی کرتے ہیں۔ ایک قرأت (هِئْتُ) بھی ہے یہ قرأت غریب ہے ایک قرأت هيت بھی ہے۔ عام مدنی لوگوں کی یہی قرأت ہے۔ اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' قاریوں کی قرأتیں قریب قریب ہیں پس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو' گہرائی سے اور اختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو۔ اس لفظ کے یہی معنے ہیں' کہ آ اور سامنے ہو وغیرہ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا ❷ یعنی هيت نہ کہ ﴿هِيْتُ﴾ یہ لفظ تذکیر تانیث واحد تثنیہ جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ جیسے (هَيْتَ لَكَ هَيْتَ لَكُمْ هَيْتَ لَكُمَا هَيْتَ لَكُنَّ هَيْتَ لَهُنَّ)

یوسف علیہ السلام کا برائی سے انکار کرنا: سلف کی ایک جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ مروی ہے جو ابن جریر وغیرہ لائے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھٹکا تھا۔ بغوی کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو اور جب اس نیکی کو کر گزرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو' اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو' کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑا ہے' اور اگر اس برائی کو کر ہی گزرے تو اس کے برابر اسے لکھ لو۔'' اس حدیث کے الفاظ اور بھی کئی ایک ہیں' اصل بخاری ومسلم میں بھی ہے۔ ❸ ایک قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اسے بیوی =

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة یوسف باب قوله ﴿وراودته التي هو في بیتها عن نفسه......﴾ قبل حدیث ٤٦٩٢۔

❷ صحیح بخاری حواله سابق ٤٦٩٢؛ حاکم، ٢/ ٣٤٦۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ ﴿یریدون أن یبدلوا کلام الله﴾ ٧٥٠١، صحیح مسلم ١٢٨، ١٢٩؛ الایمان لابن منده ٣٧٦؛ ابن حبان ٣٧٩؛ احمد، ٢/ ٣١٥۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِن كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٩﴾

ع ۱۲

ترجمہ: دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف کا کرتا پیچھے کی طرف سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مل گیا' تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے بس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی درد ناک سزا دی جائے'[۲۵] یوسف نے کہا یہ عورت ہی مجھے بہلا پھسلا کر میرے نفس کی حفاظت سے مجھے غافل کرانا چاہتی تھی عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں ہے'[۲۶] اور اگر اس کا پیراہن پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے'[۲۷] خاوند نے جو دیکھا کہ پیراہن یوسف پیٹھ کی جانب سے چاک کیا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم عورتوں کے چھند ہیں' بیشک تمہارے ہتھکنڈے بھاری ہیں'[۲۸] یوسف اب اس بات کو آئی جائی کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ سے توبہ کر' بیشک تو گنہگاروں میں ہے۔[۲۹]

= بنانے کی تمنا کی تھی۔ ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے' لیکن چونکہ دلیل دیکھ لی قصد نہیں فرمایا۔ لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جیسے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بیان فرما دیا ہے۔ یہ تو تھے اقوال قصد یوسف علیہ السلام کے متعلق۔ وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اس کے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سینے پر آپ نے ہاتھ مارا، کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آ گئی۔ کہتے ہیں آپ علیہ السلام کی نظر چھت کی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے ﴿لَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيلًا ۝﴾ ❶ خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا وہ بڑی بے حیائی کا اور اللہ کے غضب کا کام ہے' اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے۔ کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں' ایک تو ﴿إِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ﴾ ❷ تم پر نگہبان مقرر ہیں' دوسری ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ﴾ ❸ تم جس حال میں ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے' تیسری آیت ﴿أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ﴾ ❹ الخ اللہ ہر شخص کے ہر عمل پر حاضر ناظر ہے۔ کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی، کہتے ہیں کہ ایک نشان تھا جو آپ کے ارادے سے آپ کو روک رہا تھا۔ ممکن ہے وہ صورت یعقوب علیہ السلام ہو اور ممکن ہے اپنے خریدنے والے کی صورت ہو اور ممکن ہے آیت تنبیہ ہو۔ کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی

❶ ۱۷/ الاسرآء: ۳۲۔ ❷ ۸۲/ الانفطار: ۱۰۔ ❸ ۱۰/ یونس: ۶۱۔ ❹ ۱۳/ الرعد: ۳۳۔

خاص ایک چیز کے فیصلے پر ہم پہنچ سکیں۔ پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یونہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے فرمان اللہ میں بھی اطلاق ہے (اسی طرح قصد کو بھی)۔

پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچالیا اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ پسندیدہ بہترین اور مخلص بندہ۔ اللہ کی طرف سے آپ علیہ السلام پر درود وسلام نازل ہو۔

یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی گواہی: [آیت: ۲۵۔۲۹] حضرت یوسف علیہ السلام اپنے تئیں بچانے کے لئے وہاں سے دروازے کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپ علیہ السلام کو پکڑنے کے ارادے سے آپ علیہ السلام کے پیچھے بھاگی' پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آ گیا' زور سے اپنی طرف گھسیٹا جس سے حضرت یوسف علیہ السلام پیچھے کی طرف گر جانے کے قریب ہو گئے' لیکن آپ علیہ السلام نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی' اس میں کرتا پیچھے سے بالکل بے طرح پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے' دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاوند موجود ہے۔ اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام حضرت یوسف علیہ السلام کے سر چپک دیا اور آپ اپنی پاک دامنی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی۔ سوکھا سا منہ بنا کر اپنے خاوند سے اپنی پیتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے' فرمایئے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے'؟ قید سخت یا بری مار سے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہو سکتی۔ اب جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی آبرو کو خطرے میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت چڑھتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں' میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا۔ اسی عورت کے قبیلے سے ایک گواہ نے گواہی دی اور مع ثبوت و دلیل ان سے کہا کہ پھٹے ہوئے پیراہن کو دیکھ لو اگر وہ سامنے کے رخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے' اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اس نے اسے دھکے دیئے' روکا منع کیا ہٹایا اس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی قصوروار مرد ہے' عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے' فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے' اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں کلام نہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی' یہ اس سے بھاگا وہ دوڑی پکڑا کرتا ہاتھ میں آ گیا اس نے اپنی طرف گھسیٹا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا۔ کہتے ہیں یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر ڈاڑھی تھی یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا۔ اور زلیخا کے چچا کا لڑکا تھا' زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی' پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا دودھ پیتا گہوارے میں جھولتا بچہ تھا۔ [1]

ابن جریر میں ہے کہ چار چھوٹے بچوں نے بچپن میں ہی کلام کیا ہے۔ اس پوری حدیث میں اس بچے کا بھی ذکر ہے' جس نے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت دی تھی۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے' فرعون کی لڑکی مشاطہ کے لڑکے نے' حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ نے' جریج کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے۔ مجاہد رحمہ اللہ علیہ نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی وہ کہتے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کا حکم تھا' کوئی انسان تھا ہی نہیں۔ اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا=

---

[1] الطبری، ١٦/ ٥٦۔

[2] ایضا، ١٦/ ٥٦ وسندہ حسن۔



وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: شہر کی عورتوں میں چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لئے بہلانے پھسلانے میں لگی رہتی ہے' اس کے تو دل میں یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے' ہمارے خیال میں تو وہ صریح غلطی میں پڑ رہی ہے' [۳۰] اس نے جب ان کی اس پُر فریب غیبت کا حال سنا تو انھیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے ایک مجلس مرتب کی اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور کہا اے یوسف ان کے سامنے چلے آؤ' ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے' اور زبان سے نکل گیا کہ ﴿حَاشَا لِلّٰهِ﴾ یہ انسان تو ہر گز نہیں' یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے' [۳۱] اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا یہی ہیں جن کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں' میں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن یہ بال بال بچا رہا' اللہ کی قسم جو کچھ میں اس سے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بیشک یہ بہت ہی بے عزت ہوگا' [۳۲] یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے' اگر تو نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔ اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا' [۳۳] اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ اس سے پھیر دیئے' یقیناً وہ سننے جاننے والا ہے۔ [۳۴]

= کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کو پیچھے کی جانب سے پھٹا ہوا دیکھا۔ اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے' وہ یوسف صدیق علیہ السلام پر تہمت لگا رہی ہے تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے' اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو تمہارے تریا چرتر تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جایئے جانے دیجئے اس نامراد واقعہ کا پھر سے ذکر ہی نہ کیجئے۔ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو۔ نرم آدمی تھا' نرم اخلاق تھے یا یوں سمجھو کہ وہ جان رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے' اس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے اس لئے اسے ہدایت کر دی کہ اپنے برے ارادے سے توبہ کر' سراسر تو ہی خطاوار ہے' کیا خود پھر الزام دوسروں کے سر رکھا۔

یوسف علیہ السلام اور شہر کی عورتوں کا مکر و فریب: [آیت: ۳۰۔۳۴] اس داستان محبت کی خبر شہر میں ہو گئی چرچے ہونے لگے۔ چند

شریف زادیوں نے نہایت تعجب وحقارت سے اس قصے کو دوہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔ شغف کہتے ہیں حد سے گزری ہوئی قاتل محبت کو اور شغف اس سے کم درجے کی ہوتی ہے شغاف کہتے ہیں کہ دل کے پردوں کو۔ کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح غلطی میں پڑی ہوئی ہے۔ کہیں ان غیبتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو چل گیا۔ یہاں لفظ مکر اس لئے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا' انھیں تو دراصل حسن یوسف علیہ السلام کے دیدار کی تمنا تھی' یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا۔ عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اس نے اپنی معزوری کی مصلحت بھی دیکھی تو ان کے پاس اسی وقت بلاوا بھیج دیا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے' اور ایک مجلس اور محفل اور بیٹھک درست کر لی جہاں پھل اور میوہ بہت تھا اس نے تراش تراش کر چھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دیدیا۔ یہ تھا ان عورتوں کے دھوکے کا جواب انہوں نے اعتراض جڑ کر جمال یوسف علیہ السلام دیکھنا چاہا۔ اس نے اپنے تئیں معزز ظاہر کرنے اور ان کے مکر کو ظاہر کرنے کے لئے انہیں خود زخمی کر دیا۔ اور خود ان ہی کے ہاتھ سے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آیئے۔ انہیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہو سکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرے میں تھے وہاں سے آ گئے' عورتوں کی نگاہ جو آپ علیہ السلام کے چہرے پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں' ہیبت وجلال اور رعب حسن سے بے خود ہو گئیں' اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹتے ان کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں؟ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہو چکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی' میٹھے ہاتھوں میں تھے چاقو چل رہے تھے جو اس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب یک زباں ہو کر بول اٹھیں ہاں ہاں ضرور اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لایئے' آپ علیہ السلام آئے' پھر اس نے کہا جایئے' آپ چلے گئے' آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا' دیکھتے ہی سب سکتے میں آ گئیں' ہوش وحواس جاتے رہے بجائے نیبو کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کوئی احساس تک نہ ہوا۔ ہاں جب حضرت یوسف علیہ السلام چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیا ہے۔ اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تمہیں ایسا از خود رفتہ کر دیا پھر بتلاؤ میرا کیا حال ہو گا؟ عورتوں نے کہا واللہ! یہ انسان نہیں یہ تو فرشتہ ہے' اور فرشتہ بھی بڑے مرتبے والا۔ آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گی۔ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام جیسا تو کہاں ان کے قریب ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔

آپ علیہ السلام کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا۔ چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔ (1) اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا۔ اور روایت میں ہے تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا۔ آپ علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی طرح روشن تھا۔ جب کبھی کوئی عورت آپ علیہ السلام کے پاس کسی کام کے لئے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائے۔ اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ علیہ السلام کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا' دو تہائیاں حسن کی ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگ۔ اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصے میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت سارہ

(1) صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ الی السموات وفرض الصلوات ۱۶۲۔

اور ایک حصے میں دنیا کے اور سب لوگ۔ ❶ سہیلی میں ہے کہ آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کا آدھا حسن دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے کمال صورت کا نمونہ بنایا تھا' اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا۔ آپ کی اولاد میں آپ علیہ السلام کا ہم وزن کوئی نہ تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کا آدھا حسن دیا گیا تھا۔ پس ان عورتوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھ کر ہی کہا کہ معاذ اللہ یہ انسان نہیں۔ بَشَرًا کی دوسری قرأت ﴿بِشِرًى﴾ ہے یعنی یہ تو خرید کیا ہوا ہو ہی نہیں سکتا' یہ تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے۔ اب عزیز کی بیوی نے کہا بتلاؤ اب تو تم مجھے عذر والی سمجھو گی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و سہار چھین لے۔ میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضے میں نہیں آیا' اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت کی باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے پھر دھمکانے لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ بھگتنا پڑے گا اور میں اس کی بڑی ذلت کروں گی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور دعا کی کہ یااللہ مجھے جیل خانے جانا پسند ہے مگر تو مجھے ان کے بدارادوں سے محفوظ رکھ ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں' یااللہ! تو اگر مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں' مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں' تیری مدد اور تیرے رحم و کرم کے بغیر نہ میں کسی گناہ سے رک سکوں نہ کسی نیکی کو کر سکوں' میں اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ پس اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی اور آپ علیہ السلام کو بال بال بچالیا' عصمت و عفت عطا فرمائی اپنی حفاظت میں رکھا اور برائی سے آپ علیہ السلام بچے ہی رہے باوجود بھرپور جوانی کے باوجود بے انداز حسن و خوبی کے باوجود ہر طرح کے کمال کے جو آپ علیہ السلام میں تھا آپ علیہ السلام اپنی خواہش نفس کی بے جا تکمیل سے رکتے رہے' اور اس عورت کی طرف رخ بھی نہ کیا' جو رئیس زادی ہے' یہ رئیس کی بیوی ہے ان کی مالکہ ہے' پھر بہت ہی خوب صورت ہے' جمال کے ساتھ ہی مال بھی ہے' ریاست بھی ہے' وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام و اکرام کا اور نہ ماننے پر جیل کا اور سخت سزا کا حکم سنا رہی ہے' لیکن آپ علیہ السلام کے دل میں اللہ کے خوف کا سمندر موج زن ہے آپ علیہ السلام اپنے اس دنیوی آرام کو اور اس عیش اور لذت کو اللہ کے نام پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں سے بچ جائیں اور آخرت میں ثواب کے مستحق بن جائیں۔

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل اپنے سائے تلے سایہ دے گا جس دن کوئی سایہ سوا اس کے سائے کے نہ ہوگا۔ مسلمان عادل بادشاہ' وہ جوان مرد و عورت جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری' وہ دو شخص جس کا دل مسجد میں لٹکا ہوا ہو جب مسجد سے نکلا مسجد کی دھن میں رہے یہاں تک کہ پھر وہاں جائے۔ وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں' وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ دائیں ہاتھ کی خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی' وہ شخص جسے کوئی جاہ و منصب والی جمال و صورت والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں' وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں بہہ نکلیں۔'' ❷

---

❶ حاکم، ۲/ ۵۷۱ وسندہ ضعیف جداً باطل۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب ومن جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ وفضل المساجد ٦٦٠؛ صحیح مسلم ١٠٣١؛ احمد، ۲/ ٤٣٩؛ ابن خزیمة ٣٥٨؛ ابن حبان ٤٤٨٦۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: ان تمام نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانہ میں رکھیں۔[۳۵] اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے' ان میں سے ایک نے تو کہا کہ میں نے خواب میں اپنے تئیں شراب نچوڑتے دیکھا ہے' اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے تئیں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں' ہمیں آپ خواب اور اس کی تعبیر بتائیے' ہمیں تو آپ خوبیوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں۔[۳۶]

یوسف علیہ السلام اور قید زنداں: [آیت:۳۵-۳۶] حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا راز سب پر کھل گیا' لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں ہی رکھیں' بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت میں مبتلا ہے' جب ہم یوسف علیہ السلام کو قید کر دیں گے تو لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا تھا' اس نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ مصر نے آپ علیہ السلام کو قید خانے سے آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا تو آپ علیہ السلام نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برأت اور میری پاک دامنی صاف طور ظاہر نہ ہو جائے' اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کر لیں۔ جب تک بادشاہ نے ہر طرح گواہ شاہدوں سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ علیہ السلام کا بے قصور ہونا ساری دنیا پر نہ کھل گیا آپ علیہ السلام جیل خانے سے باہر نہ نکلے۔ پھر آپ علیہ السلام باہر آئے جب کہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر اللہ کے نبی پاک دامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو۔

دو قیدیوں کے خواب: اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساقی اور نان بائی بھی کسی جرم میں جیل خانے بھیجا گیا۔ ساقی کا نام بندار تھا اور باورچی کا نام مجلث تھا' ان پر الزام یہ تھا کہ انھوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی' قید خانے میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی کافی شہرت تھی' سچائی امانت داری سخاوت خوش خلقی کثرت عبادت خدا ترسی علم و عمل تعبیر خواب احسان و سلوک وغیرہ میں آپ علیہ السلام مشہور ہو گئے تھے۔ جیل خانے کے قیدیوں کی بھلائی ان کی خیر خواہی ان سے مروت و سلوک ان کے ساتھ بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دل داری ان کے بیماروں کی تیمارداری خدمت اور دوا دارو بھی آپ علیہ السلام کا شغل تھا۔ یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے۔ ایک دن کہنے لگے کہ حضرت! ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے' بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر لایا' پھوپھی کی محبت' باپ کا پیار' عزیز کی بیوی کی چاہت سب مجھے یاد ہے اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا۔ ساقی نے دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے۔ ==

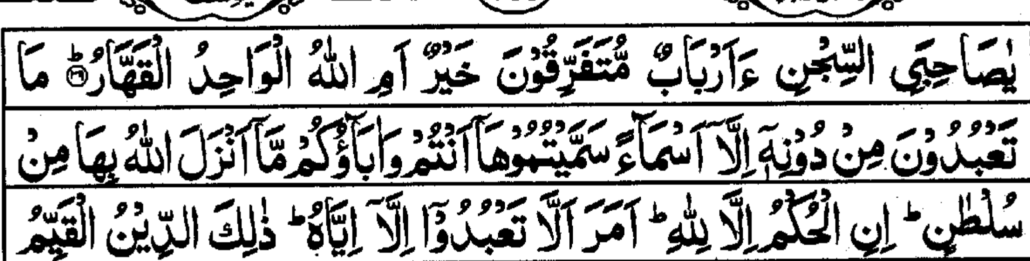
قَالَ لَا يَأْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا' یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو میرے رب نے سکھایا ہے میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں[۳۷] میں اپنے باپ دادوں کے دین کا پابند ہوں' یعنی ابراہیم واسحاق اور یعقوب کے دین کا' ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں' ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔[۳۸]

== ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں خمرًا کے بدلے لفظ عنبًا ہے۔ اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہی ہیں۔ اس نے دیکھا تھا کہ گویا اس نے انگور کی بیل بوئی ہے اس میں خوشے لگے ہیں' اس نے توڑے ہیں پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو پلائے۔ یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائیے' اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیل خانہ سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری پر لگ جاؤ گے۔ دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اپنے سر پر میں روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندآ آ کر اس میں سے کھا رہے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ درحقیقت انہوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی۔ ❶

جیل میں یوسف علیہ السلام کی دعوت توحید: [آیت:۳۷-۳۸] حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتلانے میں مجھے کوئی بخل نہیں اس کی تعبیر کے واقع ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں وہ بتلا دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس فرمان اور اس وعدے سے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تنہائی کی قید میں تھے کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اس لئے آپ علیہ السلام نے ان سے یہ وعدہ کیا۔ اور ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی کر کے دونوں خواب کی پوری تعبیر بتلائی گئی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ اثر مروی ہے گو بہت غریب ہے پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کافروں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ اللہ کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں' میں نے اللہ کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں' خود میرے باپ دادا اللہ کے رسول تھے۔ ابراہیم' اسحاق' یعقوب علیہم السلام۔ فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا ==

❶ حاکم، ۲/ ۳٤٦، وسندہ ضعیف۔



ترجمہ: اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور[٣٩] اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اسکے کسی اور کی عبادت نہ کرو یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[٤٠]

= پیرو رہے اللہ کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑ لے گمراہوں کی راہ سے منہ پھیر لے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دل کو پر نور اور اس کے سینے کو معمور کر دیتا ہے اسے علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے اسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے ہم جب کہ راہ راست دکھا دیے گئے توحید کی سمجھ دیدیے گئے شرک کی برائی بتا دیے گئے پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کر لیں یہ توحید اور سچا دین اور یہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی یہ خاص اللہ کا فضل ہے جس میں ہم تنہا نہیں بلکہ اللہ کی اور مخلوق بھی شامل ہے ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب براہ راست اللہ کی وحی آئی اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں اللہ کی اس زبردست نعمت کی جو اللہ نے ان پر رسول بھیج کر انعام فرمائی ہے ناقدری کرتے ہیں اور مان کر نہیں دیتے بلکہ رب کی نعمت کے بدلے کفر کرتے ہیں اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دادا کو بھی باپ کے حکم میں رکھتے ہیں اور فرماتے جو چاہے میں حطیم میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں اللہ تعالیٰ نے دادا کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا میں نے اپنے باپ ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی کی۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور دعوت توحید: [آیت:٣٩-٤٠] یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں آپ علیہ السلام نے انھیں تعبیر خواب بتا دینے کا اقرار کر لیا لیکن اس سے پہلے انھیں توحید کا وعظ سنا رہے ہیں اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلا رہے ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ وہ اللہ واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز لاچار و بے بس ہے جس کا ثانی شریک اور ساجھی کوئی نہیں جس کی عظمت و سلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارے بہت سے معبود بہتر؟ پھر فرمایا کہ تم جن جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو بے سود ہیں یہ نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی اختراع ہے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادا بھی اس مرض کے مریض تھے لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے اس کی کوئی دلیل عقلی نقلی دنیا میں اللہ نے بنائی ہی نہیں۔ حکم تصرف قبضہ قدرت کل کی کل اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے رک جانے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے دین مستقیم یہی ہے کہ اللہ کی توحید ہو اس کے لئے ہی عمل و عبادت ہو اسی اللہ کا حکم۔ اس پر بے شمار دلیلیں موجود لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے جاہل ہیں نادان ہیں =

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿41﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿42﴾ۧ

ترجمہ: اے میرے قید خانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا' لیکن دوسرا سولی دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کھائیں گے' تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے وہ کام فیصل کر دیا گیا۔[۴۱] جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائیگا اسے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے۔[۴۲]

= توحید و شرک کا فرق نہیں جانتے اسی لئے اکثر شرک کی دلدل میں دھنسے رہتے ہیں۔ باوجود نبیوں کی چاہت کے انھیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔

خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ ان مین سے ایک کے لیے تعبیر نہایت بری تھی تو آپ علیہ السلام نے چاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے' خصوصاً ایسے موقعہ پر جب کہ اللہ کے پیغمبر علیہ السلام ان سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپ سے ایک بات پوچھی' آپ علیہ السلام نے اس کے جواب سے پہلے انھیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی' اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا' کیونکہ آپ علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے' بات کو سوچیں گے دلیل پر غور کریں گے' حق کو قبولیت کے کانوں سے سنیں گے۔ جب آپ علیہ السلام اپنا فرض ادا کر چکے' اللہ کے احکام کی تبلیغ کر چکے تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپ علیہ السلام نے ان کا جواب شروع کیا۔

قیدیوں کے خواب کی تعبیر: [آیت:۴۱-۴۲] اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ابن پیغمبر علیہ السلام ان کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں' لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے اور تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تاکہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے' بلکہ مبہم کر کے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک اپنے بادشاہ کا ساقی بن جائے گا۔ دراصل یہ اس کے خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ انگور تیار کرتے اپنے تئیں دیکھا تھا۔ اور دوسرا جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا بھیجا کھائیں گے پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ اب ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے یہ وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے' کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں' آپ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا۔ ❶ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ مخواہ کا خواب گھڑ لے اور پھر اس کی تعبیر بھی دے دی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مسند احمد میں =

❶ الطبری، ۱۶/ ۱۰۸۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّيٓ أَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّأُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿٤٣﴾ قَالُوْٓا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيْلِ الْأَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيْلِهٖ فَأَرْسِلُوْنِ ﴿٤٥﴾ يُوْسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيْقُ أَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّأُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيٓ أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَأَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَأْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ ع

ترجمہ: بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فربہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہیں ہری ہری اور سات اور ہیں بالکل خشک' اے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو' [۴۳] انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑاتے پریشان خواب ہیں' اور ایسے شوریدہ پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہم نہیں' [۴۴] ان دو قیدیوں میں سے جو چھوٹا تھا اسے مدت کے بعد یاد آ گیا اور کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا مجھے جانے کی اجازت دیجئے' [۴۵] اے یوسف! اے بہت بڑے سچے یوسف آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالکل سبز خوشے ہیں اور سات ہی اور بھی ہیں بالکل خشک' تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں' [۴۶] یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم سات سال تک پے در پے لگاتار حسب عادت برابر غلہ بویا کرنا' اور فصل کاٹ کر اسے بالوں سمیت ہی رہنے دینا بجز اپنے کھانے کے تھوڑی سی مقدار کے' [۴۷] اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا بجز اس تھوڑے سے کے جو تم روک رکھو' [۴۸] اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں شیرہ انگور بھی خوب نچوڑیں گے۔ [۴۹]

= ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دی دی جائے' جب تعبیر دیدی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے۔" ❶ مسند ابی یعلیٰ میں مرفوعاً مروی ہے کہ "خواب کی تعبیر سب سے پہلے جس نے دی اسی کے لئے ہے۔"

قید کی مدت؟ جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانے سے آزاد ہونے والا سمجھا

---

❶ اس کی تخریج سورہ یوسف آیت ۵ کے تحت گزر چکی ہے۔

تھا اس سے پوشیدگی میں کہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا لیکن یہ اس بات کو بالکل ہی بھول گیا۔ یہ بھی ایک شیطانی چال تھی کہ جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال تک قید خانے میں ہی رہے۔ پس ٹھیک قول یہی ہے کہ ﴿فَاَنْسَاهُ﴾ میں ہ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے ❶ گو یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر یوسف علیہ السلام یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانے میں اتنی لمبی مدت نہ گزارتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے کشادگی چاہی۔'' ❷ یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے اس لئے کہ سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ سے مرسلاً مروی ہے۔ گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہو سکتیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ (بضع) کا لفظ تین سے نو تک کیلئے آتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں سات سال تک مبتلا رہے اور حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں سات سال تک رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال تک رہا۔ ❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی' ضحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ علیہ السلام نے قید خانے میں گزارے۔

بادشاہ کے خواب کی تعبیر: [آیت:۴۳-۴۹] قدرت الٰہی نے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت و اکرام پاکیزگی براءت اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس کے لئے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بھونچکا سا ہو گیا' دربار منعقد کیا اور تمام امراء' رؤسا' کاہن' منجم علما اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا' اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی' لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی باقاعدہ لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے' یہ تو یوں ہی پریشان خواب مخلوط خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے' اس وقت شاہی ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں' اس علم میں ان کو کافی مہارت تھی یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل خانہ بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی' اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔ آج مدت مدید کے بعد یاد آ گیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو یوسف (صدیق علیہ السلام) جو قید خانے میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں۔ سب نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ ﴿اُمَّةٍ﴾ کی دوسری قراءت اَمَۃٍ بھی ہے اس کے معنی بھول کے ہیں' یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا۔ دربار سے اجازت لے کر یہ چلا' قید خانے پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی علیہم السلام سے کہا کہ اے نرے سچے یوسف! بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے اسے تعبیر کا اشتیاق ہے تمام دربار بھرا ہوا ہے۔ سب کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں' آپ علیہ السلام مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر انہیں سنا دوں اور سب معلوم کر لیں' آپ علیہ السلام نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولے رہا' باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا' نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جیل خانے سے آزاد کیا جائے' بلکہ بغیر کسی تمنا کے اظہار کے بغیر کسی الزام کے دینے کے' خواب کی پوری تعبیر سنا دی اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتا دی۔ فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برستی رہے گی' خوب ترسالی ہو گی' غلے' کھیت' باغات خوب پھلیں =

❶ الطبری، ۱۶/ ۱۱۵۔ ❷ طبرانی، ۱۱۶٤۰ وسنده ضعیف جداً مردود ہیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں ابراہیم بن یزید القرشی الخوزی المکی متروک راوی ہے۔ (مجمع الزوائد، ۷/ ٤۰) ❸ الطبری، ۱۶/ ۱۱٤۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: بادشاہ کہنے لگا یوسف کو میرے پاس لاؤ جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ آپ کاٹ لئے تھے' ان کے حیلے کو صحیح طور پر جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے۔[۵۰] بادشاہ نے پوچھا اے عورتو! اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم داؤ گھات کر کے یوسف کو اس کی دلی منشا سے بہکانا چاہتی تھیں' انہوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے تو یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی' پھر تو عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب تو سچی بات نتھر آئی' فی الواقع میں آپ ہی اسے اس کے نفس کی حفاظت کی جانب سے ورغلا رہی تھی اور کوئی شک نہیں واقعی یوسف سچے لوگوں میں ہے'[۵۱] اس تمام بات سے غرض یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اسکی پیٹھ پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تھی' اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ دغابازوں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا۔[۵۲]

= گئے' یہی مراد سات ہری بالوں سے ہے۔ گائیں بیل ہی ہلوں میں جتتے ہیں۔ ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے۔ اب ترکیب بھی بتا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے اسے بطور ذخیرے کے جمع کر لینا' اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت تاکہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو' ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لینا لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے' ان سات برسوں کے گزرتے ہی اب جو قحط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی' نہ بارش برسے گی نہ پیداوار ہو گی۔ یہی مراد ہے سات دبلی گایوں سے اور سات خشک خوشوں سے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے۔ یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ کھیتی نہ ہو گی' وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا۔ تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہو گی۔ آپ علیہ السلام نے خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ ان سات خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہو گا خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہوں گی' ریل پیل ہو جائیگی اور تنگی دور ہو جائے گی اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے اور حسب عادت انگور کا شیرہ نچوڑیں گے جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خوب دودھ نکالیں اور پئیں۔

یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی تصدیق: [آیت:۵۰-۵۲] خواب کی تعبیر معلوم کر کے جب قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی

عالم فاضل شخص ہیں' خواب کی تعبیر میں تو آپ علیہ السلام کو کمال حاصل ہے' ساتھ ہی اس کے اخلاق والے حسن تدبیر والے اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں۔ اب شوق ہوا کہ خود آپ علیہ السلام سے ملاقات کرے۔ اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔ دوبارہ قاصد آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا' تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جب تک کہ شاہ مصر اور اس کے درباری اور اہل مصر یہ معلوم نہ کرلیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات میری طرف لگائی گئی ہے اس میں سچ کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید خانہ بھگتنا واقعی کسی حقیقت کی بنا پر تھا یا صرف ظلم و زیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس صبر کی اور آپ علیہ السلام کی اس شرافت و فضیلت کی تعریف آئی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''شک کے حقدار ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت زیادہ ہیں جبکہ انہوں نے فرمایا تھا میرے رب! مجھے اپنا مردوں کا جلانا مع کیفیت دکھلا (یعنی جب ہم اللہ کی اس قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کر سکتے تھے؟ پس آپ علیہ السلام کی یہ طلب ازروئے مزید اطمینان کے تھی نہ کہ ازروئے شک' چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ میرے اطمینان دل کے لئے ہے) اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ میں آنا چاہنے لگے' اور سنو اگر میں یوسف علیہ السلام کے برابر جیل خانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور پھر قاصد میری آزادگی کا پیغام لاتا تو میں اسی وقت جیل خانے سے آزادی منظور کر لیتا۔'' ❶ مسند احمد میں اسی آیت ﴿فَسْـَٔلْهُ﴾ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا۔'' ❷ مسند عبدالرزاق میں ہے آپ فرماتے ہیں ''واللہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے' اللہ اسے بخشے' دیکھو تو سہی بادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد آ کر آپ علیہ السلام سے تعبیر پوچھتا ہے آپ علیہ السلام فوراً بغیر کسی شرط کے بتا دیتے ہیں' اگر میں ہوتا تو جب تک جیل خانے سے اپنی آزادگی نہ کرالیتا ہرگز نہ بتلاتا۔ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر تعجب معلوم ہو رہا ہے' اللہ انہیں بخشے کہ جب ان کے پاس قاصد ان کی رہائی کا پیغام لے کر پہنچتا ہے تو آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ابھی نہیں جب تک کہ میری پاکیزگی' پاک دامنی اور بے قصوری سب پر تحقیق سے کھل نہ جائے۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں تو دوڑ کر دروازے پر پہنچتا'' ❸ یہ روایت مرسل ہے۔ اب بادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی ان عورتوں کو جنہیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا۔ پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ ضیافت والے دن کیا گزری تھی' سب بیان کرو۔ انھوں نے جواب دیا کہ حاشا للہ یوسف علیہ السلام پر کوئی الزام نہیں' اس پر بے سروپا تہمت ہے' واللہ! ہم خوب جانتی ہیں کہ یوسف علیہ السلام میں کوئی بدی نہیں۔ اس وقت عزیز کی بیوی خود بھی بول اٹھی کہ اب حق ظاہر ہو گیا' واقعہ کھل گیا' حقیقت نتھر آئی' مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے پھنسانا چاہا تھا' اس نے جو بروقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے پھسلا رہی تھی اس میں وہ بالکل سچا ہے' میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تاکہ میرے خاوند یہ بات بھی جان لیں کہ میں نے اس کی کوئی خیانت دراصل نہیں کی یوسف علیہ السلام کی

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قولہ ﴿ونبئهم عن ضيف ابراهيم﴾ ۳۳۷۲؛ صحیح مسلم ۱۵۱؛ ابن ماجه ۴۰۲۶؛ ابن حبان ۶۲۰۸؛ مشکل الآثار ۳۲۶؛ احمد، ۲/ ۳۲۶۔

❷ مجمع الزوائد ۷/ ۴۰؛ احمد، ۲/ ۳۴۶ وسندہ حسن۔

❸ تفسیر عبدالرزاق، (۱/ ۲۸۱، ۲۸۲) وسندہ ضعیف مرسل۔

پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور برائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی' بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا ہے۔ میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں برائی میں مبتلا نہیں ہوئی' یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا ان کی دغابازی کوئی پھل نہیں لاتی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بارہواں پارہ ختم ہوا۔




تفسیر
ابن
کثیر